اردو ترجمہ
الفقہ الاسلامی وأدلتہ
دورِ حاضر کے فقہی مسائل، ادلہ شرعیہ، مذاہب اربعہ کے فقہا کی آرا،
اور اہم فقہی نظریات پر مشتمل دورِ جدید کے عین تقاضوں کے مطابق مرتب کردہ
ایک علمی ذخیرہ جس میں احادیث کی تحقیق و تخریج بھی شامل ہے
www.KitaboSunnat.com
مؤلف
الاستاذ الدکتور وھبۃ الزحیلی
رکن مجمع الفقہ الاسلامی
دارالاشاعت
اردو بازار کراچی پاکستان

اُردو ترجمہ

اَلفِقہُ الاسلامی وَأدِلّتُہُ

دورِ حاضر کے فقہی مسائل، ادلہ شرعیہ، مذاہب اربعہ کے فقہائ کی آرا۔
اور اہم فقہی نظریات پر مُشتمل دورِ جدید کے عین تقاضوں کے مُطابق مُرتب کردہ
ایک علمی ذخیرہ جس میں احادیث کی تحقیق وتخریج بھی شامل ہے

حصہ دوم

بابُ الصّلوٰۃ

مؤلف

الاستاذ الدکتور وھبۃ الزحیلی رکن مجمع الفقہ الاسلامی

مُترجم

مُفتی ابرار حسین صاحب
فاضل جامعہ فاروقیہ کراچی

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی

طباعت : ستمبر ۲۰۱۲ء علمی گرافکس

ضخامت : تقریباً 4800 صفحات مکمل سیٹ

www.darulishaat.com.pk

قارئین سے گزارش

اپنی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس بات کی نگرانی کے لئے ادارہ میں مستقل ایک عالم موجود رہتے ہیں۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
بیت القرآن اردو بازار کراچی
بیت القلم اردو بازار کراچی
مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار۔ فیصل آباد
مکتبۃ المعارف محلہ جنگی۔ پشاور
مکتبہ اسلامیہ گامی اڈا۔ ایبٹ آباد

مکتبہ معارف القرآن جامعہ دارالعلوم کراچی
ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور
بیت العلوم اردو بازار لاہور
مکتبہ رحمانیہ ۱۸ اردو بازار لاہور
مکتبہ سید احمد شہیدؒ اردو بازار لاہور
کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی

انگلینڈ میں ملنے کے پتے

AZHAR ACADEMY LTD.
54-68 LITTLE ILFORD LANE
MANOR PARK, LONDON E12 5QA

ISLAMIC BOOKS CENTRE
119-121, HALLI WELL ROAD
BOLTON BL 3NE, U.K.

امریکہ میں ملنے کے پتے

MADRASAH ISLAMIAH BOOK STORE
6665 BINTLIFF, HOUSTON,
TX-77074, U.S.A.

DARUL-ULOOM AL-MADANIA
182 SOBIESKI STREET,
BUFFALO, NY 14212, U.S.A

اصطلاحات

رکن.....جس پر کسی عمل کا ہونا موقوف ہو اور وہ چیز اس عمل میں داخل ہو بخلاف شرط کے وہ اس عمل میں داخل نہیں ہوتی۔

تکبیر تحریمہ.....نماز شروع کرتے ہوئے پہلی تکبیر جس کے بعد ممنوعاتِ نماز حرام ہو جاتی ہیں۔

قیام.....نماز میں کھڑے ہونے کو کہا جاتا ہے۔

قومہ.....رکوع کرنے کے بعد سیدھا اوپر کھڑا ہونا۔

جلسہ.....دو سجدوں کے درمیان بیٹھنے کو کہا جاتا ہے۔

تعدیلِ ارکان.....ارکانِ نماز کو ٹھہر ٹھہر کر تسلی اور اطمینان سے ادا کرنا۔

رفع یدین.....نماز میں کانوں تک ہاتھ اٹھانا۔

تعوذ.....اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھنا۔

تسمیع.....سمع اللہ لمن حمدہ کہنا۔

تحمید.....ربنا لک الحمد کہنا۔

تشہد.....نماز میں بیٹھ کر التحیات پڑھنا۔

مسبوق.....وہ مقتدی جس کی باجماعت نماز سے کچھ رکعتیں رہ گئی ہوں۔

مدرک.....وہ مقتدی جو امام کے ساتھ شروع سے آخر تک رہا ہو۔

لاحق.....وہ مقتدی جو شروع نماز میں امام کے ساتھ رہا ہو لیکن دورانِ نماز وضو ٹوٹ جانے کی وجہ سے امام کی اقتدا نہ کر سکے۔

سترہ.....ایسی چیز جو نمازی کے سامنے کھڑی کی جائے۔

قنوت نازلہ.....مصیبت اور ابتلاء کے وقت نماز فجر میں آخری رکوع کے بعد کھڑے ہو کر پڑھی جانے والی مخصوص دعا۔

دعائے قنوت.....وتروں میں پڑھی جانے والی مخصوص دعا

محاذات.....عورت کا مرد کی صف میں اس طرح کھڑا ہو جانا کہ دونوں کے درمیان کوئی فصل نہ رہے اور امام نے عورتوں کی اقتداء کی نیت بھی کی ہو۔

تطوع.....نفلی عبادت یا نفلی نماز کو کہا جاتا ہے۔

سنت مؤکدہ.....وہ نماز جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلسل کے ساتھ پڑھی ہو البتہ کبھی کبھار چھوڑ بھی دی ہو۔

سنت غیر مؤکدہ.....وہ نماز جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کبھار پڑھی ہو۔

اداء.....جیسے نماز واجب ہوئی ہو اسی طرح اسے پڑھ لینا ادا ہے۔

قضاء.....واجب ہونے والی نماز کی مثل ادا کرنا۔

ترتیل وترحین.....ٹھہر ٹھہر کر قرآن پڑھنا۔

سہو.....بھول جانا۔

سجدہ سہو.....نماز میں کسی واجب کو چھوڑ دینے پر آخری قعدہ میں دائیں طرف سلام پھیرنے کے بعد سجدہ کرنا۔

سجدۂ تلاوت.....قرآن مجید میں ۱۴ سجدے ہیں دورانِ تلاوت ان سجدوں میں سے کسی سجدہ کا کر لینا۔

سجدۂ شکر.....کسی نعمت یا خوشخبری کے موقع پر اللہ کا شکر ادا کرنے کے لئے سجدہ کرنا۔

فوائت.....فوت شدہ نمازیں۔

عذر.....ایسی کیفیت جس میں معمول سے زیادہ ضرر اور مشقت کے بغیر حکمِ شرعی کا انجام دینا ممکن نہ ہو۔

جماعت.....اکٹھے ہو کر کسی ایک شخص کی اقتداء میں نماز پڑھنا۔

سعی.....نمازِ جمعہ کے لئے ذوق وشوق کے ساتھ چل پڑنا۔

استخلاف.....دورانِ نماز امام کا کسی مقتدی کو اپنا قائم مقام بنا دینا۔

قصرِ صلوٰۃ.....چار رکعتی نماز کو نصف یعنی دو رکعات پڑھنا۔

جمع بین الصلاتین.....دو نمازوں کو اکٹھا کر کے پڑھنا۔ مثلاً پہلے ظہر کی نماز پڑھ لی پھر فوراً بعد عصر کی نماز پڑھ لی۔

نماز کسوف.....سورج گرہن کے وقت پڑھی جانے والی نماز۔

نماز خسوف.....چاند گرہن کے وقت پڑھی جانے والی نماز۔

نماز استسقاء.....بارش طلبی کے لئے پڑھی جانے والی نماز

نمازِ خوف.....دورانِ جنگ یا خوف کے وقت پڑھی جانے والی نماز۔

تلقین.....میت دفنا لینے کے بعد قبر پر کھڑے ہو کر سورتِ بقرہ کی ابتدائی اور آخری آیات پڑھنا۔

تعزیت.....میت کے ورثاء کو تسلی اور اطمینان دلانا۔

پانچویں فصل......ارکان نماز

حنفیہ کے ہاں نماز کے ارکان (فرائض) اور واجبات......فقہاء کرام نے صفۃ الصلاۃ کے عنوان کے تحت نماز کے طریقہ کار یعنی ارکان وشرائط، اجزاء یعنی سنتیں (واجبات) جن کی تکمیل (رہ جانے کی صورت میں) سجدہ سہو سے ہوتی ہے اور کیفیت یعنی سنتیں جن کے (رہ جانے کی صورت میں) سجدہ سہو سے تکمیل کی ضرورت نہیں ہوتی سے بحث کی ہے جب کہ کیفیت صلاۃ سے اس کی ترکیبی صورت مراد ہے۔

اور ضروری ہونے میں رکن شرط کی طرح ہے ہاں شرط نماز کی حقیقت سے خارج اور نماز سے پہلے ہوتی ہے اور نماز میں اس کا برقرار رہنا فرض ہے جیسے پاک وصاف ہونا اعضائے مستورہ کا ڈھانپنا وغیرہ جن کا ذکر پہلے گذر چکا ہے۔ اور رکن جس پر نماز مشتمل ہوتی ہے جیسے رکوع سجود وغیرہ جن سے متعلق یہاں بحث ہوگی۔ اور رکن جان بوجھ کر یا غلطی یا جہالت سے رہ جانے سے ساقط نہیں ہوتا۔ رکن اس کا نام اس وجہ سے پڑا کہ رکن کا معنی ستون آتا ہے جس طرح ستون کے بغیر کوئی چھت قائم نہیں رہ سکتی ایسے ہی نماز رکن کے بغیر مکمل نہیں ہوسکتی۔

رکن کی تعریف......جس کا کرنا واجب ہے اور وہ حقیقت فعل کا جزء ہے۔

شرط کی تعریف......جس کا کرنا واجب ہے لیکن وہ حقیقت فعل کا جز نہیں بلکہ (شرط) فعل کے مقدمات وتمہیدات میں سے ہے۔

نماز کے بنیادی مقاصد کی تعداد واقسام میں فقہاء کا اختلاف

حنفیہ کا مسلک...... ❶ فرائض نماز چھ ہیں: کھڑے ہوکر تکبیر تحریمہ کہنا، قیام کرنا، قرأت کرنا، رکوع، سجود کرنا اور قعدہ اخیرہ میں تشہد کی مقدار بیٹھنا۔ یہ فرائض امام قدوری نے ذکر فرمائے ہیں امام محمدؒ کی رائے بھی یہی ہے۔ البتہ حنفیہ کے ہاں مفتی بہ قول کے مطابق تکبیر تحریمہ نیت کی طرح شرط ہے رکن نہیں یہی امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف رحمہما اللہ کی رائے ہے برخلاف جمہور فقہاء کے۔

واجباتِ نماز کا بیان......واجب وہ ہے جو دلیل ظنی سے ثابت ہو، اس کا حکم یہ ہے کہ جان بوجھ کر چھوڑنے والا عذاب کا مستحق ہوتا ہے لیکن اس کے چھوٹ جانے سے نماز فاسد نہیں ہوتی بلکہ غلطی سے واجب چھوٹ جانے سے نماز میں جو کمی ہوگی اس کے لئے سجدہ سہو ضروری ہے اور جان بوجھ کر واجب چھوڑا یا سہواً واجب چھوٹا اور سجدہ سہو نہیں کیا تو نماز کو دوبارہ پڑھنا فرض ہے۔ اگر دوبارہ نماز نہ پڑھی تو فاسق اور گنہگار ہوگا یہی حکم اس نماز کا بھی ہے جو مکروہ تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی ہو۔ واجبات نماز اٹھارہ ہیں جو درج ذیل ہیں۔

۱۔ عیدین کی نماز کے علاوہ بقیہ تمام نمازوں کو لفظ اللہ اکبر سے شروع کرنا۔

۲۔ سورۃ فاتحہ پڑھنا......آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ جو شخص امام یا منفرد سورۂ فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی ❷ چونکہ لا صلاۃ میں لانفی کمال کے لئے ہے کہ نماز کامل نہیں ہوتی اور یہ خبر واحد ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد:

---

❶......اللباب شرح الكتاب: ۱/۶۸۔۷۷ الدرالمختار ورد المحتار: ۱/۴۰۲، ۴۱۰ و مابعد ها ۴۲۴۔۴۳۷ مراقی الفلاح: ص ۳۷، ۳۹ وما بعدها، فتح القدير، ۱/۱۹۲۔۲۲۶، البدائع: ۱/۱۰۹، ۱۶۰۔۱۶۳۔ ❷ رواه الائمة الستة فی کتبهم عن عبادة بن الصامت (نصب الراية: ۱/۳۶۵)

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ......المزمل: ۲۰/۷۳

پس جتنا آسانی سے ہو سکے (اتنا) قرآن پڑھ لیا کرو کے لئے ناسخ نہیں بن سکتی، لہٰذا اس پر عمل کرنا واجب ہے۔ چونکہ امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف رحمہما اللہ کے ہاں سورۃ فاتحہ کا اکثر حصہ پڑھنا واجب ہے پوری سورت واجب نہیں لہٰذا اگر کسی نے اس کا اکثر حصہ چھوڑ دیا تو سجدہ سہو واجب ہے کم پر نہیں۔

حنفیہ کے علاوہ باقی حضرات فرماتے ہیں کہ سورۃ فاتحہ نماز کی تمام رکعات میں پڑھنا فرض ہے۔ البتہ شوافع کے ہاں مطلقاً فرض ہے اور مالکیہ کے ہاں جہری نمازوں میں مقتدی کے لئے فرض نہیں۔

۳۔ سورۃ فاتحہ کے بعد کوئی سورت ملانا......سورۃ کوثر یعنی تین چھوٹی آیات جو کم از کم تیس حروف پر مشتمل ہوں جیسے:

ثُمَّ نَظَرَ ﴿۲۱﴾ ثُمَّ عَبَسَ وَ بَسَرَ ﴿۲۲﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ﴿۲۳﴾ المدثر: ۷۴/۲۱ تا ۲۳)

کا پڑھنا یا ایک یا دو بڑی آیات جو کم از کم تیس حروف پر مشتمل ہوں کا ملانا واجب ہے۔

سورۃ واجب ہونے کی دلیل ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم سورۃ فاتحہ اور جو آسان ہو وہ پڑھیں۔ [1] اس حدیث میں امر وجوب کے لئے ہے۔

جمہور کے ہاں سورۃ فاتحہ کے ساتھ کوئی سورت یا آیت ملانا سنت ہے۔ ان کی دلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے آپ نے فرمایا: ہر نماز میں قرآن پڑھا جائے جس نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قران سنایا (یعنی جہراً پڑھا) اس میں ہم نے تم کو سنایا اور جس نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پوشیدہ پڑھا اس میں ہم نے بھی تم سے پوشیدہ پڑھا (یعنی سراً، آہستہ پڑھا) اگر تم سورۃ فاتحہ پر کوئی اور آیت زیادہ نہ کرو تب بھی کافی ہے اور اگر پڑھو تو بہتر ہے۔ [2]

۴۔ مفتی بہ قول کے مطابق فرض کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ پڑھنا واجب ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ فرض کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ پڑھتے رہے ہیں۔ اور مفتی بہ قول کے مطابق فرض کی آخری دو رکعتوں (تیسری اور چوتھی) میں سورۃ فاتحہ کے ساتھ سورۃ کا ملانا مکروہ تنزیہی ہے نہ کہ تحریمی۔

اگر کسی نے مغرب اور عشاء کی پہلی ایک یا دو رکعتوں میں سورۃ نہ پڑھی تو صحیح قول یہ ہے کہ عشاء کی آخری دو رکعتوں اور مغرب کی تیسری رکعت میں، سورۃ فاتحہ کے ساتھ سورۃ ملا کر بلند آواز سے پڑھنا واجب ہے۔ سورۃ فاتحہ کو سورۃ سے پہلے پڑھے اگر کسی نے سورۃ فاتحہ چھوڑ دی تو آخری دو رکعتوں میں دوبارہ نہیں پڑھے گا، وتر کی تمام رکعات میں سورۃ فاتحہ کے ساتھ سورۃ ملانا واجب ہے جیسا کہ سنتوں میں واجب ہے نفل نماز کی تمام رکعات میں بھی سورۃ ملانا واجب ہے کیونکہ نفل کا ہر دوگانہ مستقل نماز ہے۔ اور دوسری دلیل حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ہے جو پہلے ذکر کی گئی ہے کہ فرض ہوں یا نفل سورۃ فاتحہ اور سورۃ پڑھنے کے بغیر نماز مکمل نہیں ہوتی۔ [3]

۵۔ سورۃ فاتحہ کو سورۃ سے پہلے پڑھنا......اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اسی طرح پڑھتے رہے ہیں۔ اگر کسی نے بھول کر سورت کو سورۂ فاتحہ سے پہلے شروع کر لیا درمیان میں یاد آ گیا یا رکوع کرنے سے پہلے یاد آ گیا تو سورۃ چھوڑ کر پہلے سورہ فاتحہ پھر سورۃ پڑھے اور آخر میں سجدہ سہو کر لے۔ کیونکہ سورۃ فاتحہ کو پہلے پڑھنے میں تاخیر کی ہے۔ اسی طرح اگر کسی نے سورۃ فاتحہ کو دوبار پڑھا پھر سورت پڑھی تو وہ بھی سورت پڑھنے میں تاخیر کی وجہ سے سجدہ سہو کرے گا۔

---

[1] ......رواہ ابوداؤد وابن حبان واحمد وابویعلی الموصلی رفعه بعضهم و وقفه بعضهم (نصب الرایة: ۱/۳۶۴) [2] حدیث موقوف رواہ الشیخان (البخاری ومسلم) عن ابی هریرة (نصب الرایة: ۱/۳۶۵) [3] حدیث ضعیف رواہ ابن عدی فی الکامل (نصب الرایة: ۱/۳۶۳)

۶۔سجدہ میں پیشانی اور ناک دونوں کا رکھنا...... اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں ہمیشہ اسی طرح کیا کرتے تھے۔اگر کسی نے سجدے میں صرف ناک پر اکتفا کیا تو نماز صحیح نہیں ہوگی، صحیح قول یہی ہے۔

۷۔نماز کے جو اعمال مکرر ہیں مثلاً سجدہ ثانیہ ان میں ترتیب برقرار رکھنا...... اس طرح کہنے میں زیادہ گہرائی ہے کہ قرأت رکوع اور وہ ارکان جو ایک رکعت میں مکرر ہوتے ہیں ان میں ترتیب قائم رکھنا لہٰذا دوسرا سجدہ نماز کے باقی ارکان ادا کرنے سے پہلے ادا کرے گا دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ ترتیب کی رعایت کی ہے ایک رکعت کے مکرر ارکان میں ترتیب قائم رکھنے کے واجب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نماز میں تقدیم وتاخیر سے ترتیب کی ظاہری حالت جو صورت تک تبدیل ہوتی ہے اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی پس اگر کوئی نماز کی پہلی رکعت میں ایک سجدہ بھول گیا❶ تو اس کو ادا کرنا ضروری ہے چاہے قعدۂ اخیرہ کے بعد یا سلام کے بعد کسی سے بات کرنے سے پہلے ہو۔ پھر اس کے بعد تشہد پڑھے اور سجدہ سہو کرے ایک سلام کے بعد پھر دوبارہ تشہد پڑھ کر نماز مکمل کرے البتہ قرأت کے علاوہ جو رکن ہر رکعت یا پوری نماز میں مکرر (دوبار) نہیں ان میں ترتیب فرض ہے جیسے قیام، رکوع، پہلا سجدہ اور قعدۂ اخیرہ۔ لہٰذا قیام رکوع سے پہلے اور رکوع سجدے سے پہلے کرنا فرض ہے۔

اگر کسی نے قرأت سے پہلے رکوع کر لیا تو یہ رکوع صحیح ہے کیونکہ ہر رکعت میں رکوع کا قرأت کے بعد ہونا شرط نہیں۔ برخلاف رکوع اور سجود کی ترتیب کے کیونکہ وہ فرض ہے۔ لہٰذا اگر کسی نے رکوع سے پہلے سجدہ کر لیا تو اس کا اس رکعت کا سجدہ نہیں ہوگا کیونکہ سجدہ کے لئے قاعدہ یہ ہے کہ وہ ہر رکعت میں رکوع کے بعد ہو جیسے رکوع قیام کے بعد ہوتا ہے۔

۸۔تعدیل ارکان...... یعنی رکوع، سجدے اور قومے وغیرہ میں ایک تسبیح کی مقدار ٹھہرنا تا کہ ہر عضو کی حرکت بند ہو جائے اور ہر عضو اپنی جگہ آ جائے اور اس کے وجوب کی دلیل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ تعدیل ارکان کا لحاظ رکھا دوسری دلیل یہ ہے کہ ایک اعرابی نے تعدیل ارکان کی رعایت کیے بغیر آپ علیہ السلام کے سامنے نماز پڑھی تو آپ نے فرمایا: ارجع فصل فانك لم تصل دوبارہ نماز پڑھو کیونکہ آپ کی نماز ہوئی ہی نہیں۔ پھر آپ علیہ السلام نے اس کو تعدیل ارکان کی کیفیت یوں سکھائی کہ جب آپ نماز کے لئے کھڑے ہوں تو تکبیر کہیئے پھر جتنا ہو سکے اتنی قرآن کی تلاوت کیجئے پھر اطمینان کے ساتھ رکوع کیجئے، پھر رکوع سے اٹھ کر سیدھے کھڑے ہو جائیے پھر اطمینان کے ساتھ سجدہ کیجئے پھر سجدے سے اٹھ کر تھوڑی دیر بیٹھیے پر اطمینان سے دوسرا سجدہ کیجئے اپنی پوری نماز میں ایسے ہی تعدیل ارکان کی رعایت کیجئے۔❷

۹۔تین یا چار رکعت والی نماز میں قعدۂ اولیٰ...... یہ بھی واجب ہے، کیونکہ ایک اس پر حضور علیہ السلام نے دوام اور ہمیشگی اختیار کی ہے اور دوسرے یہ کہ بھولے سے رہ جانے کی صورت میں آپ علیہ السلام نے سجدہ سہو بھی کیا ہے۔❸ (سجدہ سہو کرنا وجوب کی نشاندہی کرتا ہے)

جس طرح کلمات تشہد میں زیادتی کرنا صحیح نہیں اسی طرح قعدہ اولیٰ میں بھی تاخیر کرنا صحیح نہیں۔

۱۰۔قعدۂ اولیٰ میں تشہد پڑھنا...... وجوب کی دلیل نبی علیہ السلام کا یہ ارشاد ہے کہ جب تم دو رکعتوں کے بعد قعدہ کرو تو التحیات للہ پڑھو۔

اس حدیث میں 'قولوا' صیغہ امر ہے جو وجوب کے لئے ہے حنفیہ کے علاوہ باقی حضرات قعدۂ اولیٰ اور تشہد پڑھنے کو سنت قرار دیتے ہیں کہ

---

❶......متفق علیه عن ابی هریرةؓ (نیل الاوطار: ۲/۲۶۴) ❷ رواه الجماعة عن عبدالله بن بحينة (نیل الاوطار: ۲/۲۷۳) ❸ رواه احمد والنسائی عن ابن مسعود (نیل الاوطار: ۲/۲۷۱)

آپ علیہ السلام کا مافات کی تلافی نہ کرنا عدم وجوب پر دلیل ہے۔

۱۱۔ قعدۂ اخیرہ میں تشہد پڑھنا...... کیونکہ نبی علیہ السلام نے اس کو ہمیشہ پڑھا ہے۔ اور قعدہ اخیرہ میں تشہد کی مقدار بیٹھنا فرض ہے اگر کسی سے تشہد کا کچھ حصہ یا پورا تشہد پڑھنا رہ گیا دونوں قعدوں میں تو وہ سجدہ سہو سے نماز پوری کرے گا۔

۱۲۔ قعدہ اولیٰ میں تشہد پڑھنے کے بعد فوراً تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہونا...... لہٰذا اگر کسی نے قعدۂ اولیٰ میں التحیات کے بعد بھولے سے درود شریف کم از کم اللھم صلی علی محمد یا زیادہ پڑھ لیا تو (وہیں چھوڑ کر کھڑا ہو جائے) آخر میں سجدہ سہو کرے تاخیر واجب کی وجہ سے۔

۱۳۔ نماز کے آخر میں کم از کم السلام دائیں بائیں کہہ کر نماز سے نکلنا کیونکہ نبی علیہ السلام نے (لفظ السلام) پر مواظبت اختیار کی ہے۔ البتہ ''علیکم ورحمۃ اللہ'' سنت ہے اور پہلا دوسرا اسلام راجح قول کے مطابق واجب ہے۔

مسئلہ...... اگر مقتدی امام کے فارغ ہونے سے پہلے فارغ ہو گیا پھر کوئی بات کی یا کچھ کھایا تو اس کی نماز پوری ہوگئی۔

لفظ السلام سے نماز سے نکلنا فرض نہیں...... اور السلام کے الفاظ کہنا فرض نہیں دلیل ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دائیں بائیں السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہہ کر سلام پھیرتے تھے یہاں تک کہ آپ کے رخسار مبارک کی سفیدی نظر آتی تھی ❶ یہ حدیث دونوں طرف سلام کہہ کر نکلنے کی مشروعیت پر دلالت کرتی ہے حنفیہ کے علاوہ باقی حضرات لفظ السلام سے نماز سے نکلنے کو فرض قرار دیتے ہیں۔

۱۴۔ فجر کی دونوں رکعتوں، مغرب، عشاء کی پہلی دو رکعتوں (اگرچہ قضاء ہی پڑھ رہا ہو) جمعہ عیدین، تراویح اور وتر رمضان میں امام کو بلند آواز ❷ سے قرأت کرنا واجب ہے۔ آپ علیہ السلام کے ہمیشہ اس پر عمل کرنے کی وجہ سے۔

البتہ اکیلے نماز پڑھنے والے کو اختیار ہے چاہے بلند آواز سے پڑھے یا آہستہ ہاں اتنی بات ہے کہ بلند آواز سے پڑھنا افضل ہے تاکہ اس کی نماز، جماعت کی طرز پر ہو جائے۔

رات کی نماز...... رات کو نفل پڑھنے والے کو بھی اختیار ہے چاہے بلند آواز سے قرأت کرے چاہے آہستہ البتہ نیند سے بچنے کے لئے تھوڑی اونچی آواز سے قرأت کرنا بہتر ہے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تہجد میں ایسی بلند آواز سے قرأت کرتے تھے جس سے بیدار مانوس ہوتے اور سوئے ہوئے بیدار نہ ہوتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ مطہرہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ رات کی نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کیسی ہوتی تھی؟ تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کبھی بلند آواز سے قرأت کرتے تھے اور کبھی آہستہ آواز سے۔ ❸

۱۵۔ نماز ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی آخری رکعات میں اور دن کے نوافل میں امام اور اکیلے نماز پڑھنے والے کے لیے آہستہ قرأت کرنا واجب ہے۔

۱۶۔ دعائے قنوت پڑھنا

۱۷...... عیدین کی نماز میں زائد تکبیریں کہنا...... (ہر رکعت میں تین) اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ہاں دعائے قنوت کے لئے تکبیر

---

❶..... رواہ الخمسة وصححه الترمذی..... واصله فی صحيح مسلم (نيل الاوطار: ۲۹۲/۲) ❷ الجهر: اسماع الغير ولو واحداً والاسرار: اسماع النفس، فی الصحيح. ❸ رواه الخمسة وصححه التر مذی ور جاله رجال الصحيح: نيل الاوطار: ۵۹/۳)

کہنا بھی واجب ہے۔ جب کہ صاحبینؒ کے ہاں چونکہ وتر سنت ہیں۔ اس لئے تکبیر بھی سنت ہے۔

نیز عیدین کی نماز کی دوسری رکعت میں رکوع کی تکبیر کہنا بھی تکبیرات زائد کے ساتھ ہونے کی وجہ سے واجب ہے۔ اور پہلی رکعت کے رکوع کی تکبیر واجب نہیں۔

۱۸۔ مقتدی کا خاموش رہ کر امام کی پیروی کرنا باجماعت نماز میں۔

حنفیہ کے علاوہ باقی ائمہ کے ہاں نماز کے ارکان...... علامہ خلیل رحمہ اللہ اوران کی کتاب کے شارحین نے مالکیہ کا مذہب نقل کیا کہ مالکیہ کے ہاں نماز کے فرائض چودہ ہیں: نیت، تکبیر تحریمہ، تکبیر تحریمہ کے لئے فرض نماز میں کھڑا ہونا، امام اور مقتدی کا فاتحہ پڑھنا، فاتحہ کے لئے فرض نماز میں قیام رکوع، قومہ، سجدہ، جلسہ استراحت، سلام، سلام کے لیے بیٹھنا، تمام ارکان کو اطمینان سے ادا کرنا، رکوع سجدے کے بعد اعتدال ارکان کو ترتیب سے ادا کرنا یعنی پہلے نیت پھر تکبیر تحریمہ پھر فاتحہ پھر رکوع پھر سکون واطمینان پھر سجدہ وغیرہ۔

مالکیہ کا ارکان نماز کے لئے ضابطہ...... مالکیہ کے ہاں ارکان نماز کے لئے ضابطہ یہ ہے کہ وہ فرماتے ہیں: نماز اقوال وافعال سے مرکب ہے، اور اقوال میں صرف تین چیزیں فرض ہیں تکبیر تحریمہ، فاتحہ اور سلام اور افعال سارے فرض ہیں سوائے تین چیزوں کے، تکبیر تحریمہ کے لئے ہاتھ اٹھانا، تشہد کے لئے بیٹھنا اور سلام میں دائیں طرف سلام کرنا۔

شوافع کے ہاں ارکان نماز ❶...... شافعیہ کے ہاں ارکان نماز تیرہ (۱۳) ہیں، نیت، تکبیر تحریمہ کہنا اور فرض نماز میں تکبیر تحریمہ کے لئے کھڑا ہونا اگر طاقت ہو، اور ہر نمازی کے لئے فاتحہ پڑھنا سوائے معذور کے مسبوق ہونے کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے رکوع، دونوں سجدے، جلسہ استراحت، آخری تشہد پڑھنا، قعدہ اخیرہ کرنا، آخری تشہد کے بعد بیٹھے ہوئے درود شریف پڑھنا، سلام اور ترتیب سے ارکان ادا کرنا۔

حنابلہ کے ہاں ارکان نماز...... ❷ حنابلہ کے ہاں ارکان نماز چودہ ہیں: تکبیر تحریمہ کہنا، فرض نماز میں تکبیر تحریمہ کے لئے کھڑا ہونا اگر طاقت ہو، ہر رکعت میں امام اور مقتدی دونوں کو فاتحہ پڑھنا رکوع، رکوع کے بعد اطمینان، سجدہ کا سجدے کے بعد اطمینان، جلسہ استراحت، رکوع اور اس کے بعد والے افعال میں سکون واطمینان سے نماز پڑھنا، آخری تشہد پڑھنا۔ اکثر حنابلہ کے ہاں آخری تشہد کے بعد درود شریف پڑھنا، درود شریف اور دونوں سلاموں کے لئے بیٹھنا، دونوں سلام کہنا، ارکان ترتیب سے ادا کرنا۔

فائدہ...... فرض اور رکن، جان بوجھ کر، بھولے سے اور جہالت سے ساقط نہیں ہوتے۔

ارکان نماز کا تفصیلی جائزہ...... ہم ان تمام ارکان کو تفصیل سے بیان کریں گے، چونکہ حنفیہ، حنابلہ اور بعض مالکیہ (ابن رشد اور ابن جزی) کے ہاں نیت شرائط نماز میں سے ہے اور نیت کی تفصیل شرائط میں بیان کر دی گئی ہے، البتہ مالکیہ کے ہاں معتمد یہ ہے کہ نیت رکن ہے اور تکبیر تحریمہ میں نیت اور تکبیر دونوں شامل ہیں۔

نماز کے متفقہ ارکان...... چھ فرائض وارکان پر سب فقہاء کا اتفاق ہے جو یہ ہیں۔

۱...... تکبیر تحریمہ　　۲...... قیام　　۳...... قرأت

۴...... رکوع　　۵...... سجدہ

۶...... قعدۂ اخیرہ بقدر تشہد یعنی التحیات تا عبدہ ورسولہ تک پڑھے جانے کی مقدار بیٹھنا فرض ہے۔

---

❶...... مغنی المحتاج: ۱/ ۱۴۸۔ ۱۸۴۔ ❷ المغنی: ۱/ ۴۶۰، ۵۵۸

ا۔ تکبیر تحریمہ..... منفرد اللہ اکبر (تکبیر تحریمہ) کو قیام کی حالت میں اتنی آواز سے کہے کہ خود سن لے البتہ جو قیام سے عاجز ہے وہ مستثنیٰ ہے۔

جو شخص عربی میں کہہ سکتا ہے وہ الفاظ تکبیر عربی میں کہے دوسری زبان میں جائز نہیں۔

مالکیہ اور حنابلہ کا مسلک...... مالکیہ اور حنابلہ کے ہاں الفاظ تکبیر کے درمیان نہ وقف کرنا صحیح ہے اور نہ کسی دوسرے لفظ کا اضافہ۔

اگر امام ہو تو اس کے لئے مستحب ہے کہ تکبیر اتنی آواز سے کہے کہ مقتدی سن لیں۔

نیز تکبیر تحریمہ رکن ہے شرط نہیں لہٰذا نماز صرف اللہ اکبر سے شروع ہوگی بشرطیکہ گونگا یا کسی بھی زبان میں تکبیر کہنا نہ جانتا ہو تو تکبیر ساقط ہو جائے گی۔ لیکن اگر کچھ الفاظ کسی بھی زبان میں بامعنی تکبیر کے کہہ سکتا ہے تو کہنے ضروری ہیں۔

مالکیہ اور حنابلہ کے دلائل...... مالکیہ اور حنابلہ کی اس بات پر دلیل کہ اللہ اکبر کہنا واجب ہے اور رکن ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ رَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝۳ ......المدثر ۷۴/۳

اور حضرت علیؓ کی روایت جو پہلے بھی گذر چکی ہے کہ نماز کی چابی پاکیزگی ہے اور اس کا تحریمہ تکبیر ہے ❶ اسی طرح رفاعہ بن رافع کی حدیث اللہ تعالیٰ بندے کی نماز اس وقت تک قبول نہیں کرتے جب تک بندہ وضوء کو اپنی جگہ پر نہ رکھے پھر قبلہ کی طرف منہ کرے اور اللہ اکبر نہ کہہ لے۔ ❷ اسی طرح آپ علیہ السلام کا ارشاد نماز بھول جانے والے کے لئے کہ جب نماز کے لئے کھڑے ہو تو تکبیر کہو ❸ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ یہ نماز لوگوں کے کلام کی صلاحیت نہیں رکھتی، نماز تو صرف تسبیح تکبیر اور قرآن کی تلاوت کا نام ہے یہاں پر آپ علیہ السلام نے تکبیر کو قرأت کے ساتھ ملایا ہے جو رکنیت پر دلیل ہے۔

شوافع کا مذہب...... تکبیر تحریمہ کے رکن ہونے کے سلسلہ میں شوافع اور حنفیہ میں سے امام محمدؒ ❹ بھی رکنیت کے قائل ہیں نہ کہ شرط کے البتہ شوافع لفظ اللہ اکبر میں ایسی زیادتی کے قائل ہیں جس کی وجہ سے تکبیر کا نام تبدیل نہ ہو جیسے اللہ اکبر کیونکہ یہ تکبیر پر دلالت کرتے ہیں اور راجح قول کے مطابق ایسا اضافہ جو تعظیم پر دلالت کرے جیسے: اللہ الجلیل اکبر اسی طرح اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایسی صفت کا اضافہ کرنا جس کی وجہ سے زیادہ فصل نہ ہوتا کہ نظم برقرار رہے۔

تکبیر کا سننا..... قرأت اور سارے ارکان قولیہ کی طرح تکبیر کا خود سننا بھی شرط ہے۔

اور تکبیر صاف اور واضح کر کے ادا کرے جیسا کہ شوافع اور حنابلہ نے اس کی وضاحت کی ہے۔ جہاں مد نہیں وہاں مد نہ کرے اگر اس نے مد کو اس انداز سے کیا جس کی وجہ سے معنی میں تبدیلی آجائے تو یہ صحیح نہیں مثلاً: اللہ اکبر میں دو جگہ ہمزہ ہے اس کو مد نہ کرے، اکبر کی "ب" کو مد نہ کرے، کیونکہ اس سے معنی تبدیل ہو جاتا ہے۔

شوافع کے ہاں راجح قول یہ ہے کہ جو شخص عربی زبان میں تکبیر نہ کہہ سکتا ہو تو وہ جس زبان میں چاہے تکبیر کے معنی پر دلالت کرنے والے الفاظ کہہ لے۔ البتہ عربی زبان میں الفاظ تکبیر اگر سیکھنے کی طاقت ہے تو سیکھنا واجب ہے۔ اور جو تکبیر تحریمہ کہنے سے عاجز ہو جیسے کہ گونگا تو اس کے لئے زبان اور ہونٹوں کا ہلانا ممکنہ حد تک لازم ہے، اگر اس سے بھی عاجز ہے تو دل سے نیت کرے۔

امام اعظم اور ابو یوسف رحمہما اللہ کا مذہب...... امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ ❺ فرماتے ہیں تکبیر تحریمہ شرط ہے رکن نہیں اور حنفیہ کے ہاں یہی قول مفتی بہ ہے۔

---

❶ ..... رواہ ابوداؤد والترمذی ❷ رواہ اصحاب السنن الاربعة ❸ متفق علیہ ❹ مغنی المحتاج ۱/۱۵۰. ❺ فتح القدیر ۱/۱۹۲، ۱۹۸ الدر المختار و ردالمحتار ۱/۴۱۱، ۴۱۲.

شیخینؒ کے دلائل.....حنفیہ شرط ہونے کے سلسلہ میں اس آیت سے استدلال کرتے ہیں:

وَ ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۝ ......الاعلیٰ ۸۷/ ۱۵

طریق استدلال یوں ہے کہ اس آیت میں ''فصلی'' کا عطف ''اسم ربہ'' پر ہے عطف میں مغایرت ہوتی ہے لہٰذا ذکر سے مراد تکبیر تحریمہ ہے جو نماز کے علاوہ ہے۔

دوسری دلیل حضرت علیؓ والی روایت ہے'' وتحریمها التکبیر ''اس میں تحریم کی اضافت صلاۃ کی طرف ہے اور مضاف، مضاف الیہ کا غیر ہوتا ہے کیونکہ کوئی چیز اپنی ذات کی طرف مضاف نہیں ہوسکتی۔

ثمرۂ اختلاف.....چونکہ شیخین کے ہاں تکبیر شرط ہے اور امام محمدؒ کے ہاں رکن اور فرض ہے لہٰذا ان کے درمیان ثمرہ اختلاف اور فرق درج ذیل مسائل سے واضح ہوتا ہے۔

۱.....تکبیر تحریمہ کہتے وقت اگر نمازی نے نجاست اٹھائی تھی اور تکبیر مکمل کرنے سے پہلے پہلے اس کو گرادیا۔

۲.....یا نمازی کا ستر کھلا ہوا تھا اور تکبیر مکمل کرنے سے پہلے پہلے اس نے ستر ڈھانپ لیا۔

۳.....یا نمازی قبلہ رخ نہیں تھا اور تکبیر مکمل کرنے سے پہلے پہلے قبلہ رخ ہوگیا۔

۴.....یا نمازی نے زوال سے پہلے ظہر کی تکبیر کی ابتداء کی اور تکبیر مکمل کرنے سے پہلے پہلے زوال ہوگیا۔

تو ان تمام مسائل میں شیخینؒ کے ہاں نماز ہوگئی اور امام محمدؒ کے ہاں نماز نہیں ہوگی۔

مسئلہ.....ایسے ہی ایک دوسرے مسئلے میں شیخینؒ اور امام محمدؒ کا اختلاف ہے وہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی وجہ سے نمازی کے فرائض فاسد ہوجائیں تو شیخین کے ہاں اس کے فرض نفل ہوجائیں گے جب کہ امام محمدؒ کے ہاں نفل نہیں ہوں گے۔

مسئلہ.....البتہ نماز جنازہ کی تکبیر تحریمہ اس کی بقیہ تکبیرات کی طرح متفقہ طور پر رکن کی حیثیت رکھتی ہے۔

حنفیہ کے ہاں تکبیر تحریمہ میں لفظ اللہ اکبر کی حیثیت.....جیسا کہ پہلے بھی واجبات الصلاۃ میں معلوم ہوچکا کہ حنفیہ کے ہاں لفظ اللہ اکبر سے نماز کی ابتداء کرنا واجب ہے اور اس کے علاوہ باقی الفاظ سے مکروہ ہے۔

ہر ایسا لفظ جو اللہ تعالیٰ کی عظمت اور بڑائی پر دلالت کرتا ہو اس سے نماز کی ابتداء کرنا طرفین (امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ) کے ہاں درست ہے۔

مثلاً: نمازی کا اللہ اجل، اللہ اعظم، اللہ اکبر، اللہ جلیل الرحمٰن اعظم، سبحان اللہ لاالٰہ الا اللہ الحمدللہ جیسے الفاظ سے تکبیر تحریمہ کہنا۔ اس لئے کہ ان تمام الفاظ میں عظمت و بڑائی کے معنی پائے جاتے ہیں۔

لہٰذا اس معنی میں یہ اللہ اکبر کے مشابہ ہیں۔

اگر نمازی نے اللھم اغفرلی سے نماز شروع کی تو جائز نہیں کیونکہ اس میں تعظیم نہیں بلکہ اپنی حاجت ہے۔ البتہ اگر کسی نے اللھم سے نماز شروع کی تو صحیح قول کے مطابق نماز ہوجائے گی کیونکہ اس کا معنی ہے یا اللہ۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں: اللہ اکبر، اللہ الکبیر اور اللہ الکبار وغیرہ سے نماز کی ابتداء کرنا درست ہے البتہ اللہ اکبر سے نماز کی ابتداء کرنے کے بارے میں وہ متردد ہیں۔

البتہ جو شخص تکبیر کے الفاظ ادا نہ کرسکتا ہو اس کے حق میں یہ فریضہ ساقط ہوجاتا ہے جیسے گونگا وغیرہ اس کے لئے تحریمہ کی بجائے صرف نیت ہی کافی ہوگی۔

ایک قول کے مطابق امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ہاں عربی زبان کے علاوہ دوسری زبان میں تکبیر کہنا بھی جائز ہے۔ ان کی دلیل اللہ تعالیٰ کا

ارشاد وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلّٰى ⑮ الاعلیٰ ۸۷/۱۵..... کیونکہ اللہ کا نام لینا ضروری ہے چاہے جس زبان میں بھی ہو۔

البتہ صاحبین اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں اگر وہ صحیح طریقہ سے عربی زبان میں نہ کہہ سکتا ہو تو پھر عربی کے علاوہ دوسری زبان سے کہنا بھی درست ہے۔ اور اگر عربی زبان میں کہنے پر قادر ہو تو عربی کے علاوہ دوسری زبان میں کہنے سے نماز نہیں ہوگی۔ ان کی دلیل نبی علیہ السلام کا ارشاد صلوا کما رأیتمونی اصلی ❶ تم ویسے ہی نماز ادا کرو جیسے کہ میں نے نماز پڑھ کر تمہیں دکھائی ہے۔

حنفیہ کے ہاں تکبیر تحریمہ کی ادائیگی کی شرائط..... حنفیہ کے ہاں اس کی بیس (۲۰) شرطیں ہیں۔ وقت کا داخل ہونا، وقت کے داخل ہونے کا یقین یا غالب گمان ہونا، ستر کو ڈھانپنا، حدث اصغر اور اکبر سے پاک ہونا، بدن، کپڑے اور جگہ کا پاک ہونا، نفل نماز کے علاوہ میں قیام پر قادر شخص کے لئے قیام کرنا، نماز فجر کی سنتوں میں قیام، امام کی اتباع کی نیت کرنا (درحقیقت یہ اقتداء کی صحت کے لئے تو شرط ہے تحریمہ کی صحت کے لئے شرط نہیں) تکبیر تحریمہ زبان سے کہنا (جس کی کم سے کم مقدار یہ ہے کہ بذات خود اس کو سن لے صرف دل سے پڑھنا کافی نہیں جیسا کہ نماز کے تمام قولی ارکان) فرض نماز کی تعیین۔ مثلاً ظہر، عصر یا مغرب وغیرہ۔ واجب نماز کی تعیین۔ مثلاً طواف عیدین وتر نذر کی نماز اور قضاء نمازوں وغیرہ کی تعیین۔ تکبیر تحریمہ خالص اللہ کے ذکر پر مشتمل ہو اس میں کسی اپنی ضرورت یا خواہش کی ملاوٹ نہ ہو۔ لہٰذا استغفار جیسے اللھم اغفرلی، وغیرہ کے ذریعے نماز درست نہیں ہوگی البتہ راجح قول کے مطابق اللھم سے بھی اللہ اکبر کی طرح نماز درست ہو جائے گی۔ جب کہ ظاہر الراویۃ کے مطابق ان دونوں سے نماز درست نہیں ہوگی۔ تکبیر تحریمہ کی جگہ بسم اللہ کہنے سے نماز نہیں ہوگی۔ جو عربی زبان میں تکبیر تحریمہ کہہ سکتا ہے اس کو غیر عربی میں کہنا درست نہیں۔ ہاں البتہ کوئی عربی زبان میں نہیں کہہ سکتا تو فارسی وغیرہ میں جس طرح نماز پڑھ سکتا ہے اس طرح تکبیر بھی کہہ سکتا ہے۔

البتہ صحیح قول کے مطابق حنفیہ کے ہاں بالاتفاق عربی زبان پر قادر شخص کے لیے بھی غیر عربی زبان میں تکبیر کہنا تو جائز ہے لیکن قرأت جائز نہیں۔ لفظ اللہ کے ''ہ'' کو حذف نہ کرے لفظ اللہ کے ''ہمزہ'' اکبر کے ''ہمزہ'' اور اکبر کی باء پر مد نہ کرے۔ تکبیر تحریمہ اور نیت کے درمیان غیر متعلقہ کلام اور کھانے پینے کا فاصلہ نہ ہو، تکبیر تحریمہ کا نیت کے بعد ہونا۔ عام حالات میں قبلہ رخ ہو کر تکبیر کہنا البتہ دو اشخاص اس سے مستثنیٰ ہیں معذور اور ایسا سوار جو شہر سے باہر ہو اور سواری پر ہی نفل نماز ادا کر رہا ہو۔

جمہور فقہاء کے ہاں امام کے تکبیر سے فارغ ہونے کے بعد مقتدی کے لیے تکبیر کہنا لازم ہے دلیل متفق علیہ حدیث ہے۔ امام اس لیے بنایا گیا ہے تاکہ اس کی اقتداء کی جائے پس جب وہ تکبیر کہے پھر تم اس کے بعد تم تکبیر کہو جب کہ حنفیہ کے ہاں امام کے ساتھ ساتھ بھی تکبیر کہی جاسکتی ہے جیسے: رکوع ساتھ کرنا صحیح ہے۔

۲۔ فرض، واجب اور سنت نمازوں میں قیام کرنا..... دوسرا رکن قیام پر قدرت رکھنے والے شخص کے لیے فرض اور واجب نمازوں میں قیام کرنا البتہ حنفیہ کے ہاں ❷ صحیح قول کے مطابق سنت نمازوں میں بھی قیام کرنا فرض ہے۔ دلیل اللہ تعالیٰ کا قول وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ (البقرۃ: ۲/۲۳۸) اللہ کے حضور مطیع اور فرمانبردار بن کر قیام کریں خشوع وخضوع کی حالت میں قیام کریں۔ دوسری دلیل حدیث عمران ابن حصین میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ''صلّ قائمًا'' ❸ کھڑے ہو کر نماز پڑھیے۔

البتہ نفل نماز میں قیام پر قدرت کے باوجود بھی کھڑا ہونا واجب نہیں ہے کیونکہ نوافل کا دارومدار وسعت اور سہولت پر رکھا گیا ہے نیز نوافل کی کثرت کی وجہ سے اگر اس میں قیام کو ضروری قرار دیا جائے تو ان کی ادائیگی میں انتہائی مشقت ہوگی اور ممکن ہے کہ لوگ نوافل

---

❶ رواہ البخاری و احمد۔ ❷ تبیین الحقائق: ۱/۱۰۴، فتح القدیر: ۱/۱۹۲، ۲۰۴، ۲۷۸۔ ❸ نصب الرایۃ: ۲/۱۷۵۔

پڑھنا ہی چھوڑیں۔

ایسے ہی ایسا مریض عاجز جو قیام پر قادر نہ ہو تو اس کے لئے فرض یا نفل کسی نماز میں بھی قیام ضروری نہیں۔ اس لیے کہ احکام شرعیہ (ممکنہ حد تک) وسعت کے مطابق ہی لاگو کیے جاتے ہیں۔ لہٰذا جو قیام سے عاجز ہے وہ جس طرح چاہے بیٹھ کر نماز پڑھے۔

قیام کی حد..... حنفیہ کے ہاں قیام کی حد یہ ہے کہ اس طرح سے کھڑا ہو کہ ہاتھ لمبے کر کے گھٹنے پکڑنا چاہے تو نہ پکڑ سکے۔ جب کہ مالکیہ اور حنابلہ کے ہاں اس کی حد یہ ہے کہ نہ بیٹھا ہوا ہو اور نہ ہی رکوع کی حالت کی طرح جھکا ہوا ہو۔ البتہ عاجزی وغیرہ کی وجہ سے سر جھکانے سے قیام میں کوئی خلل نہیں پڑتا اور ایسا آدمی قائم ہی کہلائے گا۔

امام شافعی کے ہاں نمازی کی کمر کا سیدھا رہنا ضروری ہے کیونکہ قیام اسی کا نام ہے۔ گردن سیدھی رکھنا کوئی ضروری نہیں بلکہ سر کا جھکانا تو مستحب ہے اگر جھک کر کھڑا ہو یا دائیں بائیں اس طرح مائل ہو کر کھڑا ہو کہ جسے قیام کرنے والا نہ کہا جا سکے تو بغیر کسی عذر کے یہ واجب چھوڑنے کی وجہ سے اس کا قیام صحیح نہیں ہوگا اور قیام کے منافی جھکنا یہ ہے کہ رکوع کے قریب ہو جائے، اگر وہ قیام ہی کے قریب ہو یا قیام اور رکوع کے درمیان درمیان ہو تو ایسا قیام کرنا صحیح ہے۔ اس مسئلے میں ان کا مذہب بھی مالکیہ اور حنابلہ کی طرح ہو جائے گا۔

اور جو شخص کسی فرض کی وجہ سے سیدھا کھڑا نہ ہو سکتا ہو یا بڑھاپے کی وجہ سے اس کی کمر جھک جائے تو صحیح قول کے مطابق یہ ایسے ہی کھڑا ہو البتہ وسعت بھر جھکاؤ کم کرنے کی کوشش کرے۔

قیام کی فرض مقدار..... حنفیہ کے ہاں تکبیر تحریمہ، سورۂ فاتحہ اور اس کے ساتھ سورت ملانے کی مقدار کھڑا ہونا فرض ہے۔

جب کہ جمہور کے ہاں صرف تکبیر تحریمہ اور سورت فاتحہ کی مقدار قیام فرض ہے۔ اس لئے کہ ان کے ہاں صرف فاتحہ ہی کی قرأت فرض ہے سورۃ ملانا سنت ہے۔

سیدھا کھڑا ہونا..... حنفیہ کے ہاں جو شخص سیدھا کھڑا ہونے کی طاقت رکھتا ہو اس کو فرائض میں سیدھا کھڑا ہونا شرط ہے، پس جس نے عصا، دیوار یا اس طرح کی کسی چیز پر ٹیک لگائی کہ اگر اس چیز کو ہٹا دیا جائے تو گر جائے تو نماز صحیح نہ ہوگی، البتہ اگر کسی عذر کی وجہ سے سہارا لے کر کھڑا ہوا تو نماز درست ہوگئی۔

نوافل میں سیدھا کھڑا ہونا شرط نہیں چاہے عذر کی وجہ سے یا بغیر عذر ہاں! اتنی بات ہے کہ یہ نماز اس کی مکروہ ہوگی کیونکہ اس طرح بے ادبی ہے۔ نیز ثواب میں بھی کمی ہوگی اگر بغیر عذر کے ٹیک لگائی۔

مالکیہ کے ہاں امام اور منفرد کے لئے تکبیر تحریمہ سورۃ فاتحہ پڑھتے اور رکوع کی طرف جاتے وقت سیدھا کھڑا ہونا فرائض میں واجب ہے۔ البتہ سورۃ پڑھتے وقت سیدھا کھڑا ہونا سنت ہے لہٰذا اگر کسی نے کسی چیز پر سہارا یا ٹیک لگائی کہ اگر اس کو ہٹا دیا جائے تو گر جائے۔ یہ اگر سورۃ کے علاوہ کی حالت میں ہوا تو نماز باطل ہو جائے گی کیونکہ فرض پورا نہیں کیا، اور اگر سورت پڑھتے وقت سہارا لیا تو نماز باطل نہیں ہوگی البتہ سہارا لگانا مکروہ ہے اور اگر سورت پڑھتے وقت بیٹھ گیا تو نماز باطل ہو جائے گی کیونکہ ہیئت نماز میں خلل آ گیا ہے۔ رہ گیا مقتدی تو اس پر سورت فاتحہ پڑھتے وقت سیدھا کھڑا ہونا واجب نہیں اگر اس نے سورت فاتحہ پڑھتے وقت کسی ستون وغیرہ سے ٹیک لگائی تو اس کی نماز درست ہوگی۔

شوافع کے ہاں قیام میں سیدھا کھڑا ہونا شرط نہیں، اگر کسی چیز سے ٹیک لگائی تو نماز مع الکراہت درست ہوگی کیونکہ قیام کا وجود ہے۔ لیکن اگر کسی چیز سے اس طرح ٹیک لگائی کہ جب چاہے قدم اٹھا سکے اور ٹیک لگا ہوا رہے اور گرے نہ تو نماز درست نہیں ہوگی، کیونکہ یہ قیام نہیں بلکہ لٹکا ہوا ہے۔

حنابلہ کے ہاں، جو شخص سیدھا کھڑا ہونے کی طاقت رکھتا ہو اس کو فرائض میں سیدھا کھڑا ہونا شرط ہے پس اگر کسی نے بغیر کسی عذر کے

مضبوط ٹیک لگائی تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔

قیام کب ساقط ہوتا ہے..... فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو شخص فرض اور نفل نماز میں کھڑے ہونے کی طاقت نہیں رکھتا تو اس سے قیام ساقط ہے دلیل حضرت عمران بن حصین کی گذشتہ روایت ہے **صل قائما** کھڑے ہو کر نماز پڑھئے اگر اس کی طاقت نہیں تو بیٹھ کر اگر اس کی بھی طاقت نہیں تو لیٹ کر البتہ اگر ایک آیت بھی کھڑے ہو کر پڑھنے کی طاقت رکھتا ہو تو اس کی بقدر کھڑا ہونا لازمی ہے۔

اسی طرح شوافع کے علاوہ جمہور فقہاء کے ہاں ننگے آدمی سے بھی قیام ساقط ہو جاتا ہے کیونکہ یہ بیٹھ کر اشارے سے نماز پڑھے گا جب ستر عورت اس کے پاس نہ ہو جیسا کہ پہلے بھی گذر چکا ہے۔

اسی طرح اگر زخم ہے کہ اس سے خون بہنے لگتا ہے تو قیام ساقط ہے یا لیٹ کر آنکھ کا علاج کروا رہا ہے تو قیام ساقط ہے۔ اسی طرح اگر کھڑے ہونے سے پیشاب کے قطرے آتے ہیں تو بھی قیام ساقط ہے۔ اور بیٹھ کر پڑے اور اس پر اعادہ بھی نہیں، شوافع کے ہاں بھی یہی حکم ہے۔ اگر دشمن کا خوف ہو کہ اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھے گا تو دشمن دیکھ لے گا تو بیٹھ کر نماز پڑھے اس صورت میں بھی اعادہ نہیں شوافع کے ہاں بھی یہی حکم ہے۔

مریض کی نماز..... مریض کی نماز کی کیفیت کے بارے میں فقہاء کی آراء قریب قریب ہیں اور ان میں سے بعض بعض سے آسان ہیں۔

حنفیہ کا مذہب [1]: الف..... اگر مریض کھڑا نہ ہو سکتا ہو تو قیام اس سے ساقط ہو جائے گا وہ بیٹھ کر نماز پڑھے جس وضع میں بیٹھنا آسان ہو اس کے لئے۔ اگر رکوع سجود کی طاقت ہے تو رکوع سجود کرے اور اگر رکوع سجود کی یا صرف سجدہ کی طاقت نہیں تو سر کے اشارے سے نماز پڑھے اور سجدے کا اشارہ رکوع سے زیادہ نیچے تک کرے یعنی ان میں فرق کرے دلیل عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی گذشتہ حدیث ہے۔

سجدے کے لئے کرسی تکیہ وغیرہ کوئی چیز بھی اٹھا کر اس پر سجدہ نہ کرے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کرنے سے منع فرمایا ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مریض کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے، دیکھا کہ وہ تکیہ پر نماز پڑھ رہا تھا تو آپ نے تکیہ اٹھا کر پھینک دیا۔ مریض نے ایک لکڑی اٹھا کر رکھی تو آپ نے اس کو بھی پھینک دیا اور فرمایا: اگر طاقت ہو تو زمین پر نماز پڑھو ورنہ اشارے سے پڑھو اور سجدے کا اشارہ رکوع سے زیادہ کرو [2] (یعنی سجدہ کے لئے رکوع سے زیادہ جھکو)

ب..... اگر مریض بیٹھنے کی بھی طاقت نہیں رکھتا تو پیٹ کے بل لیٹ کر اس طرح نماز پڑھے کہ پاؤں قبلے کی طرف ہوں اور رکوع وسجود کے لئے اشارہ کرے۔

لیکن اگر پہلو کے بل لیٹا اور منہ قبلہ کی طرف کیا اور اشارہ سے نماز پڑھی تو یہ بھی جائز ہے۔ البتہ پہلی صورت زیادہ اولیٰ ہے۔

کیونکہ چت لیٹے ہوئے کا اشارہ کعبہ کی طرف ہوگا جب کہ پہلو کے بل لیٹنے والے کا اشارہ اس کے قدموں کی طرف ہوگا، خلاصہ یہ کہ چت لیٹنا، پہلو کے بل لیٹنے سے بہتر ہے اور دائیں پہلو پر لیٹنا بائیں پہلو پر لیٹنے سے بہتر ہے حنفیہ کے ہاں۔

ج..... جب مریض سر کے ساتھ اشارہ کرنے سے بھی عاجز ہو تو نماز کو مؤخر کر دے اور اس کو آنکھ یا ابرو، یا دل کے اشارہ سے نماز پڑھنا ضروری نہیں کیونکہ ان چیزوں کے اشارے کا کچھ اعتبار نہیں، اس کی دلیل بھی وہ گذشتہ دو حدیثیں ہیں جو حضرت عمران بن حصین اور جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہیں۔

نیز نماز کی جو کیفیت بیان کی گئی ہے رائے کے ذریعے اس کا بدل اس کے قائم مقام رکھنا درست نہیں۔ اسی طرح آنکھ، ابرو اور دل کو سر پر قیاس کرنا بھی درست نہیں کیونکہ اس کے ذریعے نماز کا رکن ادا ہو جاتا ہے۔

---

[1] ..... اللباب: ۱/۱۰۰ وما بعد، فتح القدیر: ۱/۳۷۵ وما بعد۔ [2] اخرجه البزار والبیهقی وابویعلی موصلی (نصب الرایة ۲/۱۷۵:

کیا مریض قضاء کرے گا..... اس طرح مریض سے نماز ساقط نہیں ہوتی بلکہ اس پر قضاء واجب ہے۔ اگر نمازیں پانچ سے زیادہ ہوں اور مریض کی عقل قائم ہے تو قضاء واجب ہے یہی صحیح قول ہے بدایۃ میں اسی طرح ذکر ہے۔

بدائع وغیرہ میں مذکور ہے کہ جب نمازیں پانچ سے زیادہ ہو جائیں تو ان کی قضاء واجب نہیں اگر چہ اس کی عقل قائم بھی ہو کیونکہ نماز پڑھنے پر قادر نہیں اور شریعت میں حرج (تنگی) منع ہے یہی پسندیدہ قول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

مزید مسائل..... اگر مریض قیام پر تو قادر ہو گیا لیکن رکوع وسجود پہ قادر نہیں تو اس پر قیام لازم نہیں بیٹھ کر سر کے اشارے سے نماز پڑھنا جائز ہے اور افضل یہ ہے کہ بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھے کیونکہ یہ سجدے کے مشابہ ہے کیونکہ سر زمین سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔

اگر تندرست آدمی نے کھڑے ہو کر نماز شروع کی پھر اس کو کوئی ایسا مرض لاحق ہو گیا کہ قیام نہیں کر سکتا تو باقی نماز بیٹھ کر پڑھ لے اور اگر وہ رکوع وسجود پر بھی قادر نہیں تو بیٹھ کر اشارے سے باقی نماز پڑھے اور اگر بیٹھنے پر بھی قادر نہیں رہا تو لیٹ کر اشارے سے باقی نماز پڑھے، نئے سرے سے پڑھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ ادنیٰ کی اعلیٰ اور ضعیف کی قوی پر بناء کرنا یہ زیادہ افضل ہے ساری نماز کو ضعیف طریقے سے ادا کرنے سے۔

اگر کوئی شخص عذر کی وجہ سے بیٹھ کر رکوع وسجدے سے نماز پڑھ رہا تھا کہ نماز میں ہی تندرست ہو گیا اور قیام پر قادر ہو گیا تو باقی نماز کھڑے ہو کر پوری کرے۔ اس لیے کہ نماز کا پورا کرنا اقتداء کی طرح قائم، قاعد کی جب اقتداء کر سکتا ہے تو قاعد قیام کر کے نماز پوری کر سکتا ہے۔ اگر بیماری کی وجہ سے مریض میں رکوع وسجود کی قوت نہ تھی اس لئے سر کے اشارے سے رکوع وسجود کیا پھر کچھ نماز پڑھ چکا تو رکوع وسجود پر قادر ہو گیا تو اب یہ نماز جاتی رہی اس کو پورا نہ کرے کیونکہ رکوع کی قدرت رکھنے والے کی نماز اشارہ کرنے والے کے پیچھے درست نہیں اسی طرح بناء بھی درست نہیں۔

مالکیہ کا مذہب ❶: الف..... اگر نمازی کو فرض نماز میں کھڑے ہونے سے سخت تکلیف ہو یا سر چکرا کر گر جانے کا خوف ہو تو فرض نماز بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے۔ اور بغیر کسی عذر کے لیٹ کر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ اور تمام اہل مذہب کا اس پر اتفاق ہے کہ بعض نماز کھڑے ہو کر اور بعض بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے۔

ب..... جو فرض نماز میں قیام پر قادر ہے لیکن اسے کسی ایسے نقصان کا اندیشہ ہے جو تیمم کی طرف لے جانے والا ہو (جیسے کھڑے ہونے سے نزلہ یا بے ہوشی یا بیماری کے اضافے اور تندرستی کے موخر ہونے کا خطرہ ہو) یا ہوا خارج ہونے کا خوف ہے تو قیام کے وقت دیوار یا بانس یا کسی رسی سے سہارا لینا درست ہے یا کسی جنبی اور حائض کے علاوہ کسی شخص کا سہارا لے لینا بھی جائز ہے لیکن اگر جنبی یا حائض کا سہارا لیا تو وقت کے اندر اندر اعادہ کرے۔

اگر کوئی شخص کھڑے ہو کر کسی چیز کا سہارا لگا کر نماز پڑھنے پر قادر تھا اور بیٹھ کر پڑھی تو اس کی نماز درست ہو جائے گی۔

ج..... اور کوئی شخص سیدھا کھڑا ہو کر یا سہارا لے کر کھڑے ہونے پر قادر نہ ہو تو اگر بیٹھنے کی قدرت ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھنا واجب ہے اور اگر خود بیٹھنے کی طاقت نہ ہو تو ٹیک لگا کر بیٹھ جائے۔

تکبیر تحریمہ سورۃ فاتحہ اور رکوع کی حالت تک آلتی پالتی مار کر بیٹھنا مستحب ہے اس کے علاوہ باقی حالتوں جلسہ استراحت اور تشہد میں جس طرح مرضی بیٹھے۔

د..... اگر سیدھا ہو کر یا ٹیک لگا کر بھی نہ بیٹھ سکتا ہو تو اس کے لئے دائیں کروٹ پر لیٹ کر نماز پڑھنا مستحب ہے اگر دائیں پر بھی نہ لیٹ سکتا

---

❶ الشرح الصغیر ۱/۳۵۸۔۳۶۳۔

ہوتو بائیں کروٹ پر لیٹ پڑے اور یہ دونوں صورتیں بھی ممکن نہ ہوں تو پھر چت لیٹ کر پڑھے اور پاؤں قبلے کی طرف ہوں۔ اگر یہ صورت بھی ممکن نہ ہو تو اپنا چہرہ قبلے کی طرف کر کے پیٹ کے بل لیٹ کر پڑھ لے۔

جو شخص صرف قیام پر قادر ہو رکوع سجدے اور بیٹھنے پر قادر نہ ہو تو کھڑے ہو کر رکوع سجدے اشارے سے ادا کرے۔

اور جو شخص قیام کے ساتھ ساتھ بیٹھنے پر بھی قادر ہو لیکن رکوع اور سجدے پر قادر نہیں تو قیام کی حالت میں رکوع کا اشارہ کرے اور بیٹھنے کی حالت میں سجدے کا اشارہ کرے۔ دونوں صورتوں میں اس کا برعکس کرنے سے اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔

جو شخص قیام یا جلسے کی حالت میں سجدے کا اشارہ کر کے نماز پڑھ رہا ہو تو سجدے کا اشارہ کرتے وقت عمامہ وغیرہ اپنی پیشانی سے ہٹا لے، جس طرح کے سجدہ کرنے کی صورت میں اپنی پیشانی سے عمامہ ہٹا کر زمین وغیرہ پر اپنی پیشانی رکھنا لازم ہے۔

اگر نمازی کی پیشانی پر زخم ہوں تو صرف ناک پر سجدے کرنے سے اس کی نماز صحیح ہو جائے گی، کیونکہ سجدے کی حقیقت (پیشانی کو زمین پر رکھنا) جاننے کے باجود بھی اس نے اپنی مقدور بھر سجدہ کر لیا۔

اسی طرح اگر نمازی پہلی رکعت میں تو تمام ارکان نماز ادا کرنے پر قادر تھا حتیٰ کہ اس نے قرأت کے بعد رکوع و سجدہ بھی کر لیا لیکن اب دوسری رکعت کے قیام پر قادر نہیں ہے تو اپنی بقیہ نماز بیٹھ کر ادا کرے۔

ہ..... اگر نمازی ارکان نماز میں سے صرف نیت پر قادر ہے بایں طور کہ وہ نیت کا استحضار کر سکتا ہے یا صرف اشارے سے نیت کر سکتا ہے تو پھر بھی اس پر اپنی قدرت کے مطابق اتنی ہی نماز واجب ہوگی اور جن ارکان پر قادر نہیں ہے وہ ارکان اس سے ساقط ہو جائیں گے اور نیت کے ساتھ اگر سلام پر بھی قادر ہے تو سلام بھی پھیر دے جتنے ارکان پر قادر ہے وقت کے اندر اندر ہی ان کی ادائیگی کرے اس میں تاخیر درست نہیں۔

شوافع کا مذہب [1]: الف..... اگر نمازی فرائض میں قیام پر قادر نہیں یعنی کمر سیدھی رکھ کر کھڑا نہیں ہو سکتا تو جھک کر کھڑا ہو جائے۔

ب..... اور اگر سیدھا بالکل کھڑا ہی نہیں ہو سکتا (بایں طور کے اسے ایسی تکلیف ہو رہی ہے جو عادۃ وہ برداشت نہیں کر سکتا مثلاً: سوار کا سر چکرانا دوران سواری) تو جس طرح مرضی بیٹھ کر نماز پڑھ لے، دلیل عمران بن حصین رضی اللہ عنہ والی روایت ہے (جو حنفیہ کے مذہب کے تحت گذر گئی ہے) رکوع کے لیے اتنا جھکے کہ پیشانی گھٹنوں کے مقابل ہو جائے البتہ رکوع میں افضل یہ ہے کہ اتنا جھکے کہ سجدے کی جگہ کے برابر پیشانی آجائے کیونکہ نمازی کے لیے سجدے کی جگہ پر نظر رکھنا سنت ہے، لہٰذا مریض کا رکوع و سجدہ بھی قیام کی حالت میں رکوع و سجدہ کرنے والے کی طرح ہونا چاہیے یعنی نظر سجدہ کی جگہ پر ہو۔

اسی طرح مریض کے لیے افتراش (یعنی پاؤں بچھا کر بیٹھنا) افضل ہے آلتی پالتی مار کر بیٹھنے سے۔ جس طرح تندرست آدمی کے لئے تشہد اول میں افتراش افضل ہے۔ کیونکہ نماز میں اس طرح بیٹھنا مشروع ہے لہٰذا اس طرح بیٹھنا کسی اور طرح بیٹھنے سے اولیٰ ہے۔ اور اقعاء مکروہ یعنی سرین کے بل گھٹنے کھڑے کر کے بیٹھنا کیونکہ اس طرح بندر اور کتا بیٹھتے ہیں۔

ج..... اگر مریض بیٹھنے پر بھی قادر نہ ہو بایں طور کے اس کو تکلیف ہوتی ہے تو اس طرح پہلو کے بل لیٹ کر نماز پڑھنا واجب ہے کہ چہرہ اور بدن کا سامنے والا حصہ قبلہ رخ ہو نیز دائیں پہلو پر لیٹنا بائیں پہلو سے افضل ہے اور بغیر کسی عذر کے بائیں پہلو پر لیٹ کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

د..... اگر مریض پہلو کے بل لیٹنے پر بھی قادر نہ ہو تو اس طرح چت لیٹنا واجب ہے کہ سر کے نیچے کوئی تکیہ وغیرہ رکھ لے تاکہ اس کا چہرہ اور بدن کا سامنے والا حصہ قبلہ رخ ہو، لیکن خانہ کعبہ میں سر کے نیچے تکیہ رکھنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ کعبہ کی چھت بھی کعبہ میں داخل ہے لہٰذا چت لیٹنا کافی ہے۔

---

[1]..... مغنی المحتاج: ۱/ ۱۵۴۔

اور اگر کعبے کی چھت پر ہوتو منہ کے بل لیٹ کرنماز پڑھنا بھی جائز ہے کیونکہ وہاں جس طرف بھی منہ کرے گا تو قبلہ رخ ہی شمار ہوگا۔ اور بقدر وسعت رکوع اور سجود کے اشارے کرے، اور سجدے کا اشارہ رکوع سے زیادہ ہونا چاہیے۔

ہ.....اگر مریض سر سے اشارے کرنے پر بھی قادر نہیں تو اپنی آنکھوں سے نماز کے افعال کی طرف اشارہ کردے۔

و.....اور اگر اس پر بھی قادر نہیں تو دل میں نماز کے فرائض اور سنن کے متعلق سوچے بایں طور کہ اپنے آپ کو کھڑا رکوع سجود وغیرہ کی حالت میں تصور کرے۔ کیونکہ اس طرح ممکن ہے۔

اسی طرح اگر مریض کی زبان بند ہوجائے تو قرأت وغیرہ بھی دل میں ادا کرے اور مریض سے نماز ساقط نہیں ہوتی جب تک اس کی عقل برقرار ہے کیونکہ مدار تکلیف موجود ہے۔

دوران نماز مریض کو اگر رکوع، سجود، قرأت وغیرہ پر قدرت ہوجائے تو ان کو ادا کرے گا۔

ز.....تندرست آدمی نفل نماز بیٹھ کر اور صحیح قول کے مطابق پہلو کے بل لیٹ کر پڑھ سکتا ہے، البتہ چت لیٹ کر نہیں پڑھ سکتا، نیز پہلو کے بل لیٹ کر نماز پڑھنے کی صورت میں رکوع اور سجود کے لیے بیٹھے اشارے سے رکوع اور سجود ادا کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ اس طرح سنت سے ثابت نہیں۔ ہاں اتنی بات ہے کہ بیٹھ کر پڑھنے کا ثواب، کھڑے ہونے سے نصف ہے اور لیٹ کر پڑھنے کا بیٹھنے کے نصف ہے۔

خلاصہ.....حاصل یہ ہے کہ مریض کو جس طرح سے ممکن ہوسکے وہ نماز پڑھے گا اور اعادہ اس پر نہیں۔

جبکہ غرق ہونے والا اور قیدی نماز اشارے سے پڑھیں اور ان پر اعادہ بھی ہے۔

حنابلہ کا مذہب.....مریض کی نماز کے متعلق حنابلہ کا مذہب، شوافع کی طرح ہی ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

الف.....حنابلہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ مریض فرض نماز سیدھا کھڑے ہوکر پڑھے گا اگر سیدھا کھڑا نہیں ہوسکتا تو جھک کر رکوع کی حالت کی طرح پڑھے۔

ان کی دلیل حضرات عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی حدیث مرفوع ہے جس میں ہے: کھڑے ہوکر نماز پڑھو، اگر اس کی طاقت نہیں تو پہلو کے بل لیٹ کر (رواہ الجماعۃ) اور نسائی میں یہ اضافہ ہے کہ اگر اس کی طاقت بھی نہیں تو چت لیٹ کر نماز پڑھو۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: کہ جب تمہیں میں کسی کام کا حکم دوں تو مقدور بھر اس کو کرو۔

کھڑے ہوکر نماز پڑھے اگر چہ کسی چیز کے ساتھ اجرت مثل دے کر یا تھوڑی زیادہ دے کر کھڑا ہونا پڑے جب اجرت دینے پر قادر ہو اور اگر اجرت دینے پر قادر نہ ہو تو جس طرح ممکن ہو نماز پڑھے جیسے کہ مالکیہ کا مذہب۔

ب.....اگر مریض سیدھا کھڑے ہونے پر قادر نہیں یا اس کو سخت تکلیف کا اندیشہ یا مرض کے بڑھ جانے کا اندیشہ یا زخم کے مندمل ہونے وغیرہ میں تاخیر کا اندیشہ ہو تو حدیث سابق کی وجہ سے اس طرح چوکڑی مار کر بیٹھ کر نماز پڑھے جیسے نفل پڑھتا ہے۔ جیسے مالکیہ بھی کہتے ہیں۔ یا جس طرح بھی بیٹھے تو جائز ہے اور رکوع وسجود میں ٹانگیں ٹیڑھی کرلے۔

ج.....اگر بیٹھنا بھی مشکل ہے تو حدیث سابق کی رو سے پہلو کے بل لیٹ کر نماز پڑھے۔

البتہ دائیں پہلو پر لیٹنا بائیں پہلو کے بل لیٹنے کی بنسبت افضل ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت کی وجہ سے: آپ علیہ السلام نے فرمایا مریض کھڑا ہوکر نماز پڑھے، اگر اس کی طاقت نہیں تو بیٹھ کر اگر بیٹھنے کی طاقت بھی نہیں تو اشارے سے سجدے کرے اور سجدے کے لیے رکوع سے زیادہ جھکے۔ اگر اس پر بھی قادر نہیں تو دائیں پہلو پر قبلہ رخ ہوکر نماز پڑھے اور اگر اس پر بھی قادر نہیں تو چت لیٹ جائے اور اپنے دونوں پاؤں قبلے کی طرف کرے [1] نیز حضرت عمران کی روایت کے مطابق اگر بائیں پہلو پر بھی لیٹ کر نماز پڑھے تو جائز ہے کیونکہ استقبال

---

[1].....رواہ الدار قطنی۔

قبلہ پایا جا رہا ہے۔

اور پہلو کے بل لیٹ کر نماز پڑھنے کی طاقت کے باوجود پیٹھ کے بل لیٹ کر پاؤں قبلہ رخ کر کے نماز پڑھنا بھی مع الکراہت جائز ہے، کیونکہ کسی نہ کسی درجے کا استقبال قبلہ اس میں بھی پایا جاتا ہے۔ ہاں اگر پہلو کے بل لیٹ کر پڑھنا مشکل ہو تو پیٹھ کے بل لیٹ کر ہی پڑھے، جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں گذرا۔

اور آپ علیہ السلام کے اس ارشاد کہ ''جب میں تمہیں کسی کام کا حکم دوں تو مقدور بھر اس کو کرو'' کی رو سے مریض پر جہاں تک ممکن ہو سر سے رکوع اور سجدے کے لیے اشارہ کرنا لازم ہے۔ البتہ سجدے کے لئے رکوع کی بنسبت زیادہ جھکنا واجب ہے۔ لحدیث علی، تا کہ دونوں میں فرق ہو سکے۔

ہ..... اگر مریض عاجز قیدی کی طرح رکوع، اور سجود کے لئے سر سے اشارہ کرنے بھی قادر نہ ہو تو آنکھ سے اشارے کرے اور دل میں نیت کرے جیسا کہ حضرت زکریا ساجی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر سر سے اشارہ کرنے کی طاقت نہ ہو تو آنکھوں سے اشارہ کرو۔

و..... اگر مریض آنکھ سے اشارہ کرنے سے بھی عاجز ہے تو دل کے اشارے سے نماز پڑھے نیز اگر قرأت پڑھی قادر نہیں تو دل میں خیال کرے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ ...... الحج ۲۲/۷۸

اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔ نیز لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (البقرۃ: ۲/۲۸۶) اللہ تعالیٰ نے کسی کو وسعت سے زیادہ کا مکلف نہیں بنانا۔ اور آپ علیہ السلام کا ارشاد ہے:

اذا امرتكم بأمر فأتوا منه مااستطعتم

جب تک مریض کی عقل قائم ہے تو اس سے نماز ساقط نہیں ہوگی کیونکہ وہ دل سے ارادہ کر سکتا ہے اور آنکھ وغیرہ سے اشارہ۔ نماز کے واجب ہونے کی دلیلیں عام ہیں۔

تمام مذاہب کا خلاصہ..... حنفیہ کے ہاں مریض کی لیے آسانی سے نماز پڑھنے کی انتہائی صورت یہ ہے کہ وہ سر کے اشارہ سے نماز پڑھے۔

اور مالکیہ کے ہاں آنکھ کے اشارے یا دل کی نیت سے نماز پڑھے جب کہ شوافع اور حنابلہ کے ہاں ارکان نماز وسنن کا دل پر جاری کرنا انتہائی اور آخری صورت ہے۔

نیز اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ جب تک مریض کی عقل باقی ہے تو اس سے نماز ساقط نہیں ہوگی اور حنفیہ کے ہاں سر کے اشارہ کی طاقت نہیں رکھتا تو قضاء واجب ہوگی۔

۳۔ قرأت کا بیان

..... تیسرا رکن قرأت ہے اس شخص کے لیے جو قرأت کرنے پر قادر ہو۔

حنفیہ کا مذہب..... ❶ حنفیہ کے ہاں نفل اور وتر کی تمام رکعات اور فرض نمازوں کی پہلی دو رکعتوں میں امام اور منفرد دونوں کے لیے قرأت کرنا فرض ہے اور اس فرض قرأت کی مقدار میں امام ابوحنیفہ اور صاحبین کا اختلاف ہے۔

امام صاحب رحمہ اللہ کے ہاں کم سے کم چھ حروف پر مشتمل آیت کی قرأت کرنا فرض ہے چاہے وہ حقیقتاً چھ حروف پر مشتمل ہو جیسے ثُمَّ

❶..... ردالمحتار مع الدرالمختار: ۱/۴۱۵ فتح القدير: ۱/۱۹۳، ۲۰۵، ۳۲۲،

نَظَرَ (المدثر ۷۴/۲۱) یا تقدیری اور حکمی طور پر اس میں چھ حروف موجود ہوں جیسے: لَمْ یَلِدْ (الاخلاص ۱۱۲/۳) یہ اصل میں لَمْ یُوْلَدْ تھا صاحبین کے ہاں کم سے کم تین چھوٹی آیات یا ایک ایسی بڑی آیت جو تین چھوٹی آیات کے برابر ہو کی قرأت کرنا فرض ہے۔

نوٹ..... حنفیہ کے ہاں مطلقاً قرأت فرض ہے اس میں کسی سورت وغیرہ کی کوئی تخصیص نہیں اور دلیل ''فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ'' (المزمل ۷۳/۲۰) چونکہ یہاں پر صیغہ امر استعمال کیا گیا ہے جو کہ مطلقاً وجوب پر دلالت کرتا ہے اور دوسری دلیل حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے: لاصلاۃ إلا بقرآۃ۔ ❶

فرض نمازوں کی پہلی دو رکعتوں ہی کو قرأت کے لئے متعین کرنا حنفیہ کے ہاں واجب ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: کہ پہلی دو رکعتوں کی قرأت آخری دو رکعتوں میں قرأت سے بے نیاز کر دیتی ہے اور اسی طرح حضرت ابن مسعود اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آخری دو رکعات میں نمازی کو اختیار ہے کہ چاہے وہ قرأت کرے یا تسبیح پڑھے۔

ایسے ہی حنفیہ کے ہاں سورہ فاتحہ، کسی اور سورت کی قرأت یا تین آیات کی قرأت بھی واجب ہے البتہ حنفیہ کے ہاں سورہ فاتحہ کی قرأت کرنا نہ سری نمازوں میں فرض ہے نہ جہری نمازوں میں ایسے ہی نہ یہ امام پر فرض ہے نہ مقتدی پر، بلکہ حنفیہ کے ہاں تو مقتدی کے لئے اس کی قرأت مکروہ تحریمی ہے۔

حنفیہ کے ہاں تسمیہ کی حیثیت..... حنفیہ کے ہاں سورہ نمل کی بسم اللہ کے علاوہ تسمیہ نہ سورہ فاتحہ کا جزو ہے نہ کسی اور سورت کا کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر، عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ نمازیں پڑھیں مگر کسی ایک کو بھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔ ❷

لیکن حنفیہ کے ہاں منفرد کے لیے آمین کی طرح ہر رکعت کی سورہ فاتحہ کے ساتھ بسم اللہ آہستہ آواز سے پڑھنا چاہیے گویا کہ حنفیہ کے ہاں منفرد نمازی تسمیہ اور تامین دونوں کو آہستہ آواز سے پڑھے۔ البتہ امام کے لیے بسم اللہ آہستہ آواز سے پڑھنا بھی درست نہیں ہے، تا کہ دو جہری قرأتوں کے درمیان سری چیز نہ آجائے۔ ❸

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: چار چیزیں امام آہستہ آواز سے پڑھے گا تعوذ، تسمیہ، آمین اور تحمید۔ ❹

حنفیہ کے دلائل:

۱..... فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ المزمل ۷۳/۲۰

جتنا آسانی سے ہو سکے قرآن پڑھو۔ یہاں مطلق قرأت کا حکم دیا گیا ہے، لہٰذا امر سے مراد اتنی قرأت جس کو قرآن کہا جا سکے کے ذریعے سے اس حکم کی تعمیل ہو جائے گی اور اس بات پر بھی تمام حضرات کا اتفاق ہے کہ نماز کے علاوہ قرآن کی قرأت فرض نہیں لہٰذا یہ بات متعین ہو جاتی ہے کہ نماز کے اندر ہی قرأت فرض ہے۔

۲..... چونکہ مطلق قرأت کی فرضیت قرآن سے ثابت ہے لہٰذا خبر واحد کی وجہ سے سورہ فاتحہ کی قرأت کو فرض قرار دینا خبر واحد کی وجہ سے قرآن پر زیادتی واضافہ کرنا تصور کیا جائے گا جو حنفیہ کے ہاں درست نہیں ہے۔ ہاں البتہ خبر واحد کی وجہ سے اس کی قرأت واجب ہوگی اور فاتحہ کے چھوڑنے کی وجہ سے نماز تو مکمل ہوگی لیکن ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

---

❶ رواہ مسلم عن ابی هریرة ❷ رواہ مسلم و احمد ❸ حنفیہ کے ہاں امام اور منفرد دونوں کے لیے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آہستہ پڑھنا سنت ہے وعند البعض واجب ہے البتہ تیسری اور چوتھی رکعت میں مستحب ہے۔ صاحب کتاب نے یہ مسئلہ کہاں سے لیا ہے اس کا تعین نہیں ہو سکا واللہ اعلم۔ ❹ رواہ ابن ابی شیبة۔

۳.....حدیث مسئی صلاۃ (جو پہلے گذر چکی ہے) میں حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے: جب آپ نماز کا ارادہ کریں تو پہلے اچھی طرح سے وضو مکمل کرلیں پھر قبلہ رخ ہو کر تکبیر کہیں پھر جتنی میسر ہو سکے قرآن کی قرأت کریں۔ ❶ آیت قرآنی کی طرح اس حدیث رسول میں بھی مطلقاً قرأت کو فرض قرار دیا گیا ہے اگر سورہ فاتحہ کی قرأت فرض یا رکن ہوتی تو آپ علیہ السلام اس حاجت منداور احکام شرعیہ سے ناواقف صحابی کو اس کی قرأت فرضیت کا ضرور بتلاتے۔

۴.....حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ سے ❷ صحاح ستہ میں مروی شدہ حدیث:

لاصلاۃ لمن لم یقرأ بفاتحه الکتاب

سورہ فاتحہ کی قرأت نہ کرنے والے کی نماز (فضیلت اور ثواب کے اعتبار سے) ادھوری رہتی ہے میں زیادہ سے زیادہ فضیلت کی نفی ہے صحت کی نہیں ہے جیسا کہ ایک دوسری حدیث:

ترجمہ.....مسجد کے پڑوس میں رہنے والے کی نماز مسجد کے بغیر نہیں ہوتی ❸ میں بھی فضیلت ہی کی نفی ہے۔

مقتدی کی قرأت کا حکم.....حنفیہ کے ہاں مقتدی کے لئے قرأت نہیں اس پر درج ذیل دلائل ہیں۔

قرآن کریم سے دلیل.....اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ ......الاعراف: ۷/ ۲۰۴

ترجمہ.....جب قرآن پڑھا جائے تو تم سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم ہو۔ امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں اتری ہے۔ اور اس میں سننے اور خاموش رہنے کا حکم ہے۔ سننا جہری نمازوں کے ساتھ خاص ہے اور خاموش رہنا جہری وسری دونوں کو شامل ہے۔ لہٰذا مقتدیوں پر لازم واجب ہے کہ وہ جہری نمازوں میں سنیں اور سرّی نمازوں میں خاموش رہیں۔ احادیث میں بھی اس آیت کے مفہوم کی تائید ہوتی ہے جو استماع وغیرہ کے وجوب پر دلالت کرتی ہیں، اوران کے خلاف کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

۲۔ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دلیل.....نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت مقتدی کے لئے بھی قرأت ہے ❹ یہ حدیث جہری اور سری دونوں نمازوں کو شامل ہے۔ اسی طرح آپ علیہ السلام نے فرمایا: امام تو صرف اسی لیے بنایا جاتا ہے تا کہ اس کی اقتداء کی جائے لہٰذا جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو، اور جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔ ❺

ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھائی ایک صحابی نے آپ کے پیچھے سورۃ اعلیٰ کی قرأت شروع کردی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ختم کی تو پوچھا کہ تم میں سے کون پڑھ رہا تھا تو ایک صحابی نے عرض کی میں پڑھ رہا تھا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ: میں سمجھ رہا تھا کہ تم میں سے بعض میرے ساتھ جھگڑ رہے ہیں۔ یہ حدیث قرأت نہ کرنے پر دلالت کرتی ہے سری نماز میں۔ جہری نماز میں تو بدرجہ اولیٰ عدم قرأت پر دلالت کرتی ہے۔

۳۔ قیاس سے دلیل.....اگر مقتدی پر قرأت واجب ہوتو پھر مسبوق سے قرأت ساقط نہ ہوتی جیسے باقی ارکان ساقط نہیں، لہٰذا فقہاء نے مقتدی کی قرات کو مسبوق کی قرأت پر ساقط ہونے کے اعتبار سے قیاس کیا ہے۔ لہٰذا مقتدی کے لیے قرأت مشروع نہیں۔

جمہور کا مذہب.....حنفیہ کے علاوہ باقی حضرات کہتے ہیں کہ نماز میں قرأت کا رکن واجب سورۃ فاتحہ ہے۔ دلیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے **لاصلاۃ لمن لم یقرا بفاتحة الکتاب** سورہ فاتحہ کی قرأت نہ کرنے والے کی نماز (فضیلت اور ثواب کے اعتبار

❶.....نصب الرایة ۱/ ۳۶۶ ❷ نصب الرایة ۱/ ۳۶۵۔ ❸ رواہ الدارقطنی عن جابر وعن ابی ھریرہ رضی اللہ عنھما ❹ رواہ ابو حنیفه عن جابر رضی اللہ عنه ❺ رواہ مسلم عن ابی ھریرۃ۔

سے) ادھوری رہتی ہے۔ اسی طرح آپ علیہ السلام کا ارشاد ہے: وہ نماز مکمل نہیں جس میں فاتحہ نہ پڑھی جائے ❶ نیز اسی طرح آپ کا عمل ہے جیسا کہ بخاری اور مسلم میں ہے۔ اس طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے دیکھو۔

باقی سورہ فاتحہ پہلی دو رکعتوں کے علاوہ میں پڑھنا تو وہ تمام نمازوں میں سنت ہے۔ البتہ مالکیہ اور حنابلہ کے ہاں مقتدی سری نمازوں میں سورہ فاتحہ اور سورت بھی پڑھے گا جب کہ جہری نمازوں میں کچھ بھی نہیں پڑھے گا۔

جب کہ شوافع کے ❷ ہاں صرف جہری نمازوں میں سورہ فاتحہ پڑھے امام احمد رحمۃ اللہ کے ہاں امام کے سکتات میں سورہ فاتحہ پڑھنا مستحسن ہے۔ پھر باقی فاتحہ باقی سکتات میں پڑھے جب کہ سکتات کے علاوہ امام کی قرأت کو سنے۔

شوافع حضرات فرماتے ہیں کہ فاتحہ کا پڑھنا متعین ہے چاہے زبانی پڑھے یا قرآن کریم میں دیکھ کر یا کسی سے سن کر ہر رکعت میں امام ومقتدی اور منفرد سب کے لئے۔ نیز نماز چاہے جہری ہو یا سری فرض ہو یا نفل ان دلائل کی بنیاد پر جو پہلے ذکر کردیے گئے ہیں۔ اور حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت کی وجہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھی تو آپ پر قرأت کرنا بوجھل ہوگیا جب آپ فارغ ہوئے تو فرمایا کہ میرا خیال ہے تم لوگ امام کے ساتھ قرأت کرتے ہو؟ عبادۃ بن صامت فرماتے ہیں ہم نے عرض کی جی ہاں تو آپ نے فرمایا کہ سورہ فاتحہ کے علاوہ باقی نہ پڑھو کیونکہ اس شخص کی نماز مکمل نہیں ہوتی جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے۔ ❸

یہ نص صریح ہے جو مقتدی کی قرأت کے ساتھ خاص اور اس کے لئے فاتحہ کی فرضیت کی دلیل ہے۔ اور نفی اجزاء کی ہے کہ نماز کافی نہیں ہوگی لہٰذا یہ ذات نماز کی نفی کی طرح۔

اگر نمازی بھول کر سورہ فاتحہ چھوڑ دے تو جدید قول کے مطابق اس کی نماز نہیں ہوگی کیونکہ رکن جو ہوتا ہے وہ بھولنے کی وجہ سے نہیں چھوٹتا جیسے رکوع، سجدہ وغیرہ۔ مسبوق کے علاوہ باقی نمازیوں سے یہ فریضہ ساقط نہیں ہوتا البتہ مسبوق کی ایک رکعت میں چونکہ امام اس کی طرف سے قرأت کرچکا ہے لہٰذا اس میں ضروری نہیں۔

اسی طرح وہ مسبوق جو رش کی وجہ سے یا اس بات کو بھول جانے کی وجہ سے کہ وہ نماز میں ہے۔ یا جلدی حرکت کرنے کی وجہ سے بایں طور کہ وہ سجدے سے نہیں اٹھا تھا کہ امام رکوع میں یا رکوع کے قریب تھا یا اسے امام کے رکوع کے بعد فاتحہ پڑھنے میں شک ہوگیا اور وہ پیچھے رہ گیا۔

شوافع کے ہاں تسمیہ..... شوافع کے ہاں تسمیہ فاتحہ کی آیت ہے جیسا امام بخاری نے اپنی تاریخ میں روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاتحہ کی سات آیات شمار کی ہیں اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو ان ہی میں شمار کیا ہے۔ دارقطنی نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جب تم الحمد للہ پڑھو تو بسم اللہ پڑھو کیونکہ فاتحۃ القرآن، ام الکتاب، اور سبع مثانی ہے اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اس کی آیات میں سے ایک آیت ہے۔ ❹

نیز چونکہ صحابہ کرام نے قرآن کریم جمع فرماتے وقت بسم اللہ کو باقی رکھا ہے یہ باقی رکھنا ہی فاتحہ کی آیت ہونے پر دلیل ہے۔

لہٰذا اگر جہری نماز میں ہو تو اس کو بھی جہراً پڑھے جیسے کہ ساری فاتحہ جہراً پڑھتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو جہراً پڑھا ❺ چونکہ آپ نے تعوذ کے بعد بسم اللہ پڑھی تو یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ یہ فاتحہ کی ایک آیت ہے لہٰذا اس کو بھی باقی فاتحہ کی طرح جہراً پڑھنا سنت ہے۔

فاتحہ میں چودہ شدّیں ہیں جن میں سے تین بسم اللہ میں پائی جاتی ہیں لہٰذا اگر کسی نے ایک تشدید بھی تخفیف سے ادا کی تو اس کی اس کلمے کی

---

❶..... رواہ ابن خزیمۃ۔ ❷ المجموع: ۳/ ۳۴۴۔ ۳۵۰۔ ❸ رواہ ابوداؤد (سبل السلام: ۱/ ۱۷۰) ❹ سبل السلام: ۱/ ۱۷۳
❺ الجموع ۳/ ۳۰۲

قرأت باطل ہو جائے گی چونکہ نظم میں تبدیلی واقع ہوئی ہے۔

قرأت کی شرائط..... قرأت میں ایسی غلطی نہ کرے جس سے معنی تبدیل ہو جاتے ہیں جیسے انعمت میں ت کو پیش یا زیر سے پڑھنا، اسی طرح قرأۃ شاذہ نہ ہوں اور وہ ان سات مقامات کے علاوہ ہیں جب کہ معنی تبدیل ہو جاتا ہو جیسے: **انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء** میں لفظ اللہ پر پیش اور **العلماء** کو زبر دے کر پڑھنا۔ یا ایک حرف بھی زیادہ یا کم کرنا جب بھی ایسی کمی زیادتی پائی جائے گی تو اس کی قرأت باطل ہو جائے گی۔

مالکیہ کا مذہب:۱..... مالکیہ کے ہاں اگر قرأت شاذہ مصحف عثمانی کے رسم الخط کے موافق ہوں تو پڑھنا درست ہے، اگرچہ ان کی قرأت کافی نہیں ہوگی۔

اسی طرح قرأت میں لحن (غلطی) اگرچہ فاتحہ ہی میں ہو جان بوجھ کر ایسا نہ ہو تو درست ہے، البتہ امام گناہ گار ہوگا جب کوئی دوسرا صحیح قرأت کرنے والا موجود ہو۔ نیز ضاد اور ظاء میں تمیز نہ کرنے سے بھی قرأت درست ہو جائے گی، جیسا کہ لغت عرب میں ضاد کو ظاء سے بدل دیتے ہیں۔

ہاں! جان بوجھ کر لحن یا حروف کی تبدیلی سے قرأت درست نہیں ہوتی اور ایسے امام کی اقتداء بھی درست نہیں ہوگی۔

اگر کسی نے صاد کو ظاء سے تبدیل کر دیا تو اس کلمے کی قرأت صحیح قول کے مطابق درست نہیں ہوگی۔ کیونکہ اس سے معنی اور الفاظ میں تبدیلی واقع ہوتی ہے۔

قرأت میں ترتیب (بایں طور کہ آیات کو معروف نظم کے مطابق پڑھے) اور پے در پے (بایں طور کہ بغیر فصل کیے بعض کلمات کو بعض کلمات سے ملائے) پڑھنا واجب ہے سنت پر عمل کرتے ہوئے کہ نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھے پڑھتے ہوئے دیکھا لہٰذا اگر کسی نے چھینک پر الحمدللہ کہہ دیا تو موالات ختم ہو جائے گی۔

البتہ اگر فصل ایسی چیز کا ہو جو متعلقات نماز میں سے ہے۔ مثلاً امام کی قرأت کے بعد آمین کہنا، امام کو لقمہ دینا، اللہ سے رحمت طلب کرنا، عذاب سے پناہ مانگنا، سجدہ تلاوت کرنا وغیرہ ان سے موالات ختم نہیں ہوگی صحیح قول کے مطابق۔

موالات کو لمبا سکتہ بھی ختم کر دیتا ہے کیونکہ یہ اس بات کی علامت ہے کہ جان بوجھ کر اعراض کر رہا ہے۔ اسی طرح ایسا خفیف کر سکتا جس سے اس نے قرأت ختم کرنے کا ارادہ کیا ہو وہ بھی موالات کو ختم کر دیتا ہے۔

اگر فاتحہ نہیں آتی تو کیا کرے..... اگر کوئی شخص فاتحہ نہیں پڑھ سکتا بایں طور کے پڑھانے والا ہی کوئی نہیں یا مصحف وغیرہ نہیں تو اس کی جگہ سات پے در پے آیات یا متفرق آیات پڑھے اگر ایسا بھی نہیں کر سکتا تو پھر آخرت سے متعلق سات دعائیں یا ذکر وغیرہ پڑھے اور ان کے حروف فاتحہ سے کم نہیں ہونے چاہئیں۔ دلیل ابوداؤد وغیرہ کی روایت ہے کہ ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں قرآن کریم سے کچھ بھی حاصل کرنے کی طاقت نہیں رکھتا، لہٰذا مجھے کوئی ایسی چیز سکھلا دیجئے جو اس کی جگہ کافی ہو تو آپ نے فرمایا:

سبحان اللہ والحمدللہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ولاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھو۔

اگر کوئی شخص قرآن اور ذکر وغیرہ بھی نہ جانتا ہو تو وہ اتنی دیر تک خاموش کھڑا رہے جتنی دیر میں فاتحہ پڑھی جاتی ہے۔

آمین کا حکم..... سورہ فاتحہ کے بعد تھوڑی دیر توقف کر کے، آمین کہنا مستحب ہے (اور آمین کی میم میں مد کرنا بھی جائز ہے اور مد نہ کرنا بھی)۔ معنی ہے قبول فرما، چاہے نماز میں ہو یا نہ، البتہ نماز میں استحباب اشد ہے۔ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے ابوداؤد اور ترمذی وغیرہ میں روایت ہے: وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی جب آپ نے ولا الضالین پڑھا تو آمین کہا اور

آواز کو لمبا کیا۔

بخاری میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب امام ''ولا الضالین'' کہے تو تم آمین کہو، کیونکہ جس کی آمین ملائکہ کی آمین کے ساتھ ہوئی تو اس کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

بلند آواز سے امام کی آمین کے ساتھ آمین کہے۔ امام کی اتباع کرتے ہوئے ابن حبان وغیرہ سے روایت ہے انھوں نے اس کی تصحیح بھی کی ہے کہ: جیسے مجھے نماز پڑھتے دیکھو اس طرح نماز پڑھو۔

سورہ فاتحہ کے بعد سورت پڑھنا امام اور منفرد دونوں کے لئے سنت ہے البتہ تیسری اور چوتھی رکعت میں نہ پڑھنا مسنون ہے حدیث کی رو سے جیسا کہ بخاری اور مسلم نے روایت کی ہے۔

مسبوق کی اگر دونوں رکعتیں رہ گئی ہوں تو اس کے لئے پڑھنا مسنون ہے کیونکہ اس نے امام کے ساتھ جو پڑھی ہیں وہ آخری رکعتیں ہیں اور جو رہ گئی ہیں وہ پہلی رکعتیں ہیں یہ اس سے پڑھے تاکہ اس کی نماز دو سورتوں سے خالی نہ رہ جائے۔

مقتدی جہری نمازوں میں سورت نہ پڑھے ہاں! اگر وہ اتنا دور ہے کہ امام کی قرآت نہیں سن سکتا، یا وہ بہرا ہے یا آواز آتی ہے لیکن سمجھ نہیں آتی ای طرح سری نمازوں میں وہ سورت پڑھے صحیح قول کے مطابق کیونکہ اس کے خاموش رہنے کے کوئی معنی نہیں۔

امام اور منفرد کے لیے سورۂ فاتحہ کا حکم..... مالکیہ کا مشہور قول اور حنابلہ کے ہاں امام اور منفرد پر نماز کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھنا واجب ہے اور مقتدی جہری نمازوں میں فاتحہ نہیں پڑھے گا البتہ سری نمازوں میں مقتدی کے لیے فاتحہ پڑھنا مستحب ہے۔

ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ قرآن کریم میں جو استماع اور انصات کا حکم ہے وہ جہری نمازوں کے ساتھ خاص ہے۔ اور اس کے خاص ہونے کی دلیل وہ روایت ہے کہ جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب جہری نماز سے فراغت پائی اور فرمایا کہ کیا تم میں سے ابھی کوئی شخص قرأت کر رہا تھا تو ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کی جی ہاں! یا رسول اللہ تو آپ نے فرمایا: اسی لیے میں کہہ رہا تھا کہ میرے ساتھ قرآن کے بارے میں کیوں جھگڑا ہو رہا ہے تو صحابہ کرام جہری نمازوں میں قرأت کرنے سے رک گئے جب آپ سے یہ بات سنی۔ ❶

مقتدی کے لیے جہری نمازوں میں قرأت کے مکروہ ہونے پر یہ واضح دلیل ہے۔

رہ گئی ان کی دلیل سری نماز میں قرأت کے استحباب پر تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب میں سری قرأت کروں تو تم بھی قرأت کیا کرو۔ ❷

حنابلہ نے شوافع کی طرح ان تمام نمازوں کو جن میں دوری یا کسی تکلیف یا امام کے سکوت والی صورت میں جہر نہیں ہو سکتا، ان کو سری نمازوں کے ساتھ ملا دیا ہے، چونکہ مقتدی ان حالتوں میں قرأت نہیں سن سکتا تو استماع کا مقصود حاصل نہیں ہوگا۔

صاحب کتاب کا فیصلہ..... مصنف فرماتے ہیں کہ یہ رائے (یعنی حنابلہ والی) میرے نزدیک باقی آراء سے زیادہ اولی ہے کیونکہ اس کے ذریعے سے قرآن کریم اور حدیث کے درمیان تطبیق ہو جاتی ہے۔

چونکہ قرآن کریم میں استماع (سننے) کا وجوب ثابت ہے اور حدیث سے سری نماز میں قرأت ثابت ہے اس طرح انصات سری نماز میں واجب نہیں لیکن میں فاتحہ کے مطلقاً ترک پر مطمئن نہیں اس حدیث کی وجہ سے جو متفق علیہ اور متواتر ہے حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ اور دوسرے حضرات سے کہ اس کی نماز نہیں ہوتی جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے یہ نماز میں فاتحہ پڑھنے کے وجوب پر واضح دلیل ہے اور ظاہری اعتبار سے اس میں صحت کی نفی ہے نہ کہ کمال اور فضیلت کی۔

---

❶ رواہ ابو داؤد والنسائی والترمذی عن ابی ھریرۃ ❷ رواہ الدارقطنی والترمذی

مالکیہ کے ہاں بسم اللہ کی حیثیت..... مالکیہ کے ہاں بسم اللہ فاتحہ کی آیت نہیں لہٰذا فرائض میں چاہے جہری ہوں یا سری بسم اللہ نہیں پڑھی جائے گی نہ فاتحہ کے ساتھ اور نہ کسی اور سورت کے ساتھ۔

مالکیہ کے ہاں فاتحہ کا سیکھنا اگر ممکن ہو تو واجب ہے۔لیکن اگر فاتحہ کا سیکھنا گونگا ہونے وغیرہ یا معلم کے نہ ہونے یا وقت کے کم ہونے کی وجہ سے ممکن نہ ہو تو ایسے شخص کی اقتداء کرنا واجب ہے جو صحیح طرح فاتحہ پڑھ سکتا ہو اگر ایسے شخص کی اقتداء نہیں کرتا تو نماز باطل ہوگی، اور اگر ایسا شخص نہیں ملتا تو اکیلا نماز پڑھ لے، اور حنفیہ کی طرح ان کے ہاں آمین آہستہ کہنا مستحب ہے۔

حنابلہ کے ہاں بسم اللہ..... حنابلہ کے ہاں بسم اللہ سورہ فاتحہ کی آیت ہے لہٰذا نماز میں اس کو آہستہ پڑھنا واجب ہے چاہے نماز جہری ہو یا سری شوافع کی طرح حنابلہ کے ہاں بھی نمازی پر فاتحہ کو پے درپے مشدد اور لحن جس سے معنی تبدیل ہو جائے کے بغیر پڑھنا واجب ہے اگر نمازی نے ترتیب یا کوئی شد یا ایسی غلطی (لحن) کی کہ معنی تبدیل ہو گیا مثلاً ایاک کے کاف کو زیر یا انعمت کی تاء کو پیش یا اھد نا میں ہمزہ وصلی کو زبر لگا کر پڑھا تو قرأت درست نہ ہوگی، البتہ اگر کوئی اس پر قادر نہیں تو یہ الگ بات ہے۔

اگر نمازی نے فاتحہ کی قرأت کے درمیان ذکر دعا، قرأت سکتہ خفیفہ یا امام کی قرأت کے دوران آمین کے ذریعے سے موالات کو توڑ دیا تو قرأت منقطع نہیں ہوگی اور مالکیہ فرماتے ہیں کہ لحن اگرچہ معنی بھی تبدیل کر دے تب بھی اس سے نماز باطل نہیں ہوگی۔

قرأت سننا..... سورۂ فاتحہ میں کم سے کم آواز جو جواز کے لئے کافی وہ خود سننا ہے یا اتنی ہو کہ اگر سننے والا ہو تو سن سکے جیسا کہ تکبیر تحریمہ میں مقدار مقرر ہے۔کیونکہ اس سے کم مقدار قرأت نہیں کہلائے گی۔

مستحب یہ ہے کہ ترتیل کے ساتھ عربی زبان میں فاتحہ پڑھے، اور ہر آیت پر ٹھہرے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ۝ ......المزمل ۷۳/ ۴)

اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھے۔

مالکیہ کے ہاں اگر اتنی آواز سے پڑھے کہ خود نہ بھی سن سکے تب بھی قرأت ہوگی۔

عربی زبان میں قرأت..... فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عربی زبان کے علاوہ کسی دوسری زبان میں قرأت جائز نہیں اسی طرح کسی ایک لفظ کو دوسرے لفظ سے بدلنا چاہے اچھی طرح قرأت کر سکتا ہو یا نہ کر سکتا ہے۔اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات کی وجہ سے قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا (یوسف:۱۲/ ۲) بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ (الشعراء:۲۶/ ۱۹۵) (دوسری بات یہ ہے) قرآن کریم لفظ و معنی دونوں اعتبار سے معجزہ ہے لہٰذا جب اس کو تبدیل کر دیا گیا تو اپنے نظم سے نکل جائے گا نہ قرآن رہے گا نہ اس کا مثل بلکہ تفسیر بن جائے گی اور تفسیر تو مفسر کا غیر ہے اور یہ اس قرآن کے مثل نہیں جس کا چیلنج دیا گیا کہ اس کی مثل ایک سورت لا دکھاؤ۔البتہ جو شخص عربی میں فاتحہ نہیں پڑھ سکتا اس کے لیے حنفیہ نے اجازت دی ہے کہ وہ جس زبان میں چاہے فاتحہ پڑھ لے۔[1]

حنابلہ اور باقی فقہاء کے ہاں امام و مقتدی دونوں کے لیے آمین کہنا سنت ہے سابقہ احادیث کی روشنی میں البتہ حنابلہ شوافع کی طرح جہری نمازوں میں امام اور مقتدی کے لئے جہراً اور سری نمازوں میں سراً امین کہنے کے قائل ہیں۔

۴۔ رکوع..... چوتھا رکن رکوع ہے۔

رکوع لغت میں..... جھکنے کو کہتے ہیں۔

---

[1]..... البدائع: ۱/ ۱۱۲۔

شرعاً.......اور شرعاً رکوع پیٹھ اور سر کو اکھٹے اس طرح جھکانا کہ ہاتھ (یا ہتھیلی) گھٹنوں تک پہنچ جائے۔

رکوع کی کم مقدار یہ ہے کہ اتنا جھکے کہ ہتھیلی گھٹنوں تک پہنچ جائے اور اس کی کامل ومکمل مقدار یہ ہے کہ پیٹھ اور گردن کو برابر کرلے پنڈلیوں اور رانوں کو سیدھا رکھے سر اور سرین برابر ہوں۔ اور دونوں ہاتھوں سے گھٹنوں کو پکڑنا اور انگلیوں کے درمیان فاصلہ رکھنا کافی ہے۔ سر کو نہ اوپر اٹھائے اور نہ نیچے جھکائے اور مرد اپنی کہنیوں کو پہلو سے الگ رکھے البتہ عورت بالکل ملا کر رکھے۔ اور جس شخص کی کمر کمان کی طرف جھکی ہوئی ہو تو وہ تھوڑا زیادہ جھکے اگر اس پر قادر ہو۔ ❶

فرضیت رکوع کے دلائل......رکوع کے فرض ہونے کی دلیل اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا ......الحج: ۲۲/۷۷

اے ایمان والو! رکوع کرو۔

اسی طرح حدیث مسئی صلاۃ میں ہے پھر رکوع کر یہاں تک کہ اطمینان سے رکوع کرلے۔ نیز رکوع کی فرضیت پر اجماع بھی ہے۔

ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھنے کی دلیل...... وہ روایت ہے جسے ابوحمید نے ذکر کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں "میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رکوع میں دیکھا آپ نے اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھا ہوا تھا اور اپنی پیٹھ دبائی ہوئی تھی یعنی سیدھی کی ہوئی تھی۔"

انگلیوں کے درمیان فاصلہ کی دلیل......وہ روایت ہے جسے ابومسعود عقبہ بن عمرو نے ذکر کیا ہے: کہ آپ علیہ السلام نے رکوع فرمایا الگ کیا اپنے ہاتھوں کو۔

اور ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھا اور انگلیوں کو کشادہ کیا اور کہا کہ میں نے آپ کو اسی طرح نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ ❷

سر نہ اٹھانے اور نہ زیادہ جھکانے کی دلیل.....حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع کرتے تو نہ سر کو اٹھاتے نہ جھکاتے بلکہ اس کے درمیان رکھتے ❸ اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع فرماتے تو اگر پانی کا برتن آپ کی پیٹھ پر رکھ دیا جائے تو وہ حرکت نہ کرتا۔ یہ پیٹھ کے برابر ہونے کی وجہ سے ہے۔

شوافع اور حنابلہ کے ہاں رکوع کے لیے شرط یہ ہے کہ صرف رکوع ہی کی نیت ہو کسی اور چیز کی نیت نہ کرے لہٰذا اگر کسی نے سجدہ تلاوت کی نیت سے رکوع کیا تو یہ کافی نہ ہوگا۔

اطمینان سے رکوع کرنا......رکوع میں سکوت واطمینان کی کم سے کم مقدار یہ ہے کہ ایک تسبیح کی مقدار اس طرح ٹھہرے کہ تمام اعضاء رکوع وسجود میں برابر ہو جائیں۔ یہ اطمینان حنفیہ کے ہاں واجب ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا ......الحج: ۲۲/۷۷

رکوع اور سجدہ کرو اس میں اطمینان کا ذکر نہیں۔

جب کہ جمہور کے ہاں اطمینان فرض ہے جیسا کہ ہم نے پہلے اشارہ کر دیا ہے حدیث مسئی صلاۃ میں پھر رکوع کر یہاں تک کہ اطمینان سے رکوع ہو۔ اسی طرح حضرت ابوقتادہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں میں سب سے برا چور وہ ہے جو اپنی نماز میں سے چوری کرے، تو عرض کیا گیا: کہ نماز سے کس طرح چوری ہوتی ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ رکوع سجود اور خشوع کو پورا نہ کرنا ❹ اسی طرح آپ نے فرمایا کہ وہ نماز پوری نہیں جس میں آدمی رکوع اور سجود میں اپنی پیٹھ کو سیدھا نہ کرے ❺ امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے

❶ فتح القدیر ۱/۱۹۳، ۲۰۸ الدر ۱/۴۱۶۔ ❷ رواہ احمد ❸ متفق علیہ ❹ نیل الاوطار: ۲/۲۶۸ ❺ رواہ البخاری

ہیں کہ یہ تمام اخبار احاد ہیں۔

ان کے ذریعے نص قرآنی ارکعوا واسجدوا پر اضافہ نہیں کیا جا سکتا جو کہ فرض ہے تاکہ آحاد کے ذریعے متواتر کا نسخ کرنا لازم نہ آئے کیونکہ نص پر زیادتی حنفیہ کے ہاں نسخ ہے جب کہ امام ابو یوسف فرماتے ہیں اطمینان فرض ہے۔

۵۔ قومہ اور اعتدال ...... پانچواں رکن رکوع سے اٹھنا اور اعتدال ہے امام ابو حنیفہ اور محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ قومہ اور سیدھا کھڑا ہونا اور دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا واجب ہے رکن نہیں کیونکہ یہ سب تعدیل ارکان کے مقتضیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے ارکعوا واسجدوا آپ صرف جھکنے ہی سے رکوع ہو جاتا۔ اعتدال وغیرہ کا اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں فرمایا بلکہ رکوع سجود اور قیام کا حکم فرمایا ہے لہٰذا ان کے علاوہ باقی چیزیں فرض نہیں ہوں گی اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قومے پر ہمیشگی اختیار کی ہے اور اسی اعتدال کا حدیث مسئی صلاۃ میں حکم فرمایا کہ پھر رکوع سے سر اٹھایئے یہاں تک کے سیدھے کھڑے ہو جاؤ یہ جوب پر دلالت کرتی ہے کیونکہ خبر واحد سے ثابت ہے۔

لہٰذا اگر کسی نے قومہ ترک کر دیا یا اس کا کچھ حصہ ترک کر دیا بھول کر تو سجدہ سہو لازم ہوگا اور اگر جان بوجھ کر اس کو چھوڑ دیا تو اس میں کراہت سخت ہے اور اس پر لازم ہوگا نماز کو وقت کے اندر اندر لوٹائے یہ اعادہ پہلی نماز کے لئے جبیرہ ہوگا۔ کیونکہ فرض میں تکرار نہیں۔

مشہور مذہب حنفیہ کا قومہ اور دو سجدوں کے درمیان جلسہ اور تعدیل ارکان کے بارے میں وجوب کا ہے۔ یہ دلائل کے موافق اور درست ہے اور یہی کمال بن ہمام (صاحب فتح القدیر) اور متاخرین حنفیہ کا مذہب بھی ہے۔

جب کہ امام ابو یوسف اور دوسرے ائمہ کرام قومہ جلسہ تعدیل وغیرہ کو فرض گردانتے ہیں اور قومہ یہ ہے کہ اس حالت پر واپس لوٹ آئے جس پر رکوع سے پہلے تھا، چاہے بیٹھا تھا یا کھڑا اور مقدور بھر اس کو کرے اگر عاجز ہے اور قومے میں کسی دوسری چیز کا ارادہ نہ کرے۔ اگر کوئی کسی چیز سانپ وغیرہ سے ڈر کر کھڑا ہو گیا تو یہ کھڑا ہونا اس کے قومے کے لئے کافی نہ ہوگا جیسا کہ شوافع نے اس کی وضاحت کی ہے۔

اسی طرح اگر کسی نے سجدہ کیا اور تعدیل واعتدال نہ کیا تو اس کی نماز سجدہ صحیح نہ ہونے کی وجہ سے باطل ہو جائے گی کیونکہ اس نے ارکان نماز میں سے ایک رکن چھوڑ دیا ہے۔ دلائل میں ایک وہی حدیث مسئی صلاۃ ہے دوسرا آپ علیہ السلام کا دوام ہے رکوع پر اور آپ نے فرمایا جس طرح مجھے نماز پڑھتے دیکھو اس طرح نماز پڑھو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسئی صلاۃ والے صحابی کے تمام افعال کی نفی فرما دی تھی، یہ سب باتیں اس بات پر دلالت کر رہی ہیں کہ اعتدال اور اطمینان رکن ہیں اور قومہ بھی اس میں داخل ہے کیونکہ رکوع کے بعد وہ لازمی ہوتا ہے۔

۶۔ دو سجدے کرنا ...... چھٹا رکن: ہر رکعت میں دو سجدے کرنا، سجدے کے چند ایک لغوی معنی آتے ہیں جو درج ذیل ہیں خشوع خضوع اللہ کے سامنے عاجزی کرنا، اطمینان، مائل ہونا۔ شرعاً سجدے کی کم سے کم مقدار یہ ہے کہ کھلی ہوئی پیشانی کا بعض حصہ زمین یا مصلے وغیرہ پر رکھا جائے دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے: جب آپ سجدہ کریں تو اپنی پیشانی کو زمین پر ٹکیں اور مرغ کی طرح ٹھونگیں نہ ماریں ❶ حضرت خباب بن ارت کی روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی گرم کنکریاں ہماری پیشانی اور ہتھیلیوں کو جلاتی ہیں لیکن اس کے باوجود بھی آپ نے ہماری شکایت کا ازالہ نہیں کیا۔ ❷ (اور بدستور ایسے ہی سجدہ کرتے رہے) اور کامل سجدہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ گھٹنے، پاؤں، پیشانی اور ناک پر سجدہ کیا جائے۔

سجدے فرض ہیں بالاجماع۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا ...... الحج: ۲۲: ۷۷

نیز سجدے پر آپ علیہ السلام نے مواظبت اختیار فرمائی ہے اور مسئی صلاۃ کو سجدے کا حکم ان الفاظ میں فرمایا: پھر سجدہ اطمینان سے کر کچھ

---

❶ ...... رواه ابن حبان في صحيحه. ❷ رواه البيهقي بسند صحيح.

سر اٹھا اور اطمینان سے بیٹھ پھر سجدہ اطمینان سے کر اور امت کا اس کی فرضیت پر اجماع ہے۔

مالکیہ کے ہاں پیشانی کے جس جزو سے آسانی سے سجدہ ہو سکے واجب ہے اور پیشانی کا وہ جزو سامنے کا حصہ ہے جو ابروؤں کے اوپر ہے اور پوری پیشانی کو زمین سے ملانا اور رکھنا مستحب ہے۔ اور ناک پر سجدہ کرنا بھی مستحب ہے۔

اگر وقت ضروری باقی ہو تو ناک پر سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے نماز دھرائی جائے اور وقت ضروری ظہر کے لیے ظہر کا آخری وقت عصر کے لیے اصفرار شمس مغرب کے لیے غروب شفق اور عشاء کے لیے طلوع فجر اور فجر کے لیے طلوع شمس ہے) اگر کسی نے صرف پیشانی پر سجدہ کیا ناک نہ لگائی تو یہ سجدہ کافی نہ ہوگا اور مشہور مذہب ان کا یہ ہے کہ صرف پیشانی پر سجدہ کر لینا کافی ہے لیکن صرف ناک پر سجدہ کرنا کافی نہیں۔ اگر کسی شخص کی پیشانی پر زخم ہوں اور سجدہ کرنے سے تکلیف ہوتی ہو تو وہ اشارے سے سجدہ کرے۔

رش میں پیٹھ پر سجدہ کرنا..... شوافع حنفیہ اور حنابلہ کے ہاں اگر ازدھام (رش) اتنی زیادہ ہے کہ زمین پر سجدہ کرنا مشکل ہے تو ایسے شخص کو کسی انسان کی پیٹھ سامان اور جانور وغیرہ پر سجدہ کرنا جائز ہے اس کی دلیل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وہ ارشاد ہے جو بیہقی میں صحیح سند سے مروی ہے کہ جب رش زیادہ ہو تو تم میں سے ہر ایک اپنے بھائی کی پیٹھ پر سجدہ کرے۔

باقی ہتھیلی ..... گھٹنے اور پاؤں پر سجدہ سنت ہے اور اس میں دلیل حضرت عباس بن عبدالمطلب کی روایت ہے کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ بندہ جب سجدہ کرتا ہے تو سات اعضاء اس کے ساتھ سجدہ کرتے ہیں: چہرہ دونوں ہتھیلیاں، دونوں گھٹنے اور دونوں قدم۔ ❶

علماء کا اس بات پر اتفاق ہے ❷ کہ کامل سجدہ سات اعضاء پر ہوتا ہے چہرہ دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور اطراف قدم۔ دلیل حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سات ہڈیوں پر سجدہ کروں پیشانی اور ناک دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں قدم ❸ اور ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ سات اعضاء پر سجدہ کریں بالوں اور کپڑوں کو نہ روکیں۔ پیشانی، دونوں ہاتھ گھٹنے اور پاؤں کپڑوں اور بال نہ روکنے کا مطلب یہ ہے کہ زمین کے ساتھ لگنے سے ان کو نہ روکیں تاکہ متکبرین سے مشابہت نہ ہو۔

اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ پیشانی اور ناک دونوں پر سجدہ کرنا مستحب ہے اور ابن منذر رحمہ اللہ نے اس بات پر صحابہ کا اجماع نقل کیا ہے کہ صرف ناک پر سجدہ کرنا کافی نہیں۔

اسی طرح حنفیہ اور دوسرے آئمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر کسی نے صرف پیشانی پر سجدہ کیا ناک زمین سے نہ لگائی تو یہ جائز ہے: البتہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ نمازی کو پیشانی اور ناک لگانے میں اختیار ہے، اگر دونوں میں سے کسی ایک پر اکتفا کر لیا تو یہ جائز تو ہے لیکن مکروہ ہے۔ امام صاحب کا استدلال سابقہ روایات میں سے حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے کیونکہ اس میں پیشانی کے تذکرے کے ساتھ ساتھ ناک کی طرف بھی اشارہ ہے نیز کتاب اللہ میں جو حکم ہے وہ سجود کا ہے **وَاسْجُدُوْا** (الحج ۲۲/۷۷) اور مامور بہ سجدہ بعض حصہ چہرے کا ہے اجماعاً اور وہ ناک سے بھی پورا ہو جاتا ہے لہٰذا اس کے ساتھ کسی اور چیز کی زیادتی شرط کرنے خبر واحد سے ہے لہٰذا پیشانی کی طرح ناک پر اکتفاء کرنا جائز ہے، البتہ ٹھوڑی، رخسار وغیرہ چونکہ محل سجدہ نہیں اجماعاً اس لیے ان سے سجدہ ادا نہیں ہوگا۔ لیکن حنفیہ کے ہاں سجدہ میں ناک کو پیشانی کے ساتھ رکھنا واجب ہے جیسا کہ پہلے بھی گذرا ہے۔

صاحبین کے ہاں بغیر کسی عذر کے سجدہ صرف ناک پر کرنا جائز نہیں اسی سابقہ حدیث کی وجہ سے جس میں پیشانی کو اعضاء سجدہ کے ساتھ شمار کیا گیا ہے حنفیہ کے ہاں انہی کا مذہب راجح ہے۔

---

❶ نیل الاوطار: ۲/۲۵۷ ❷ فتح القدیر: ۱/۲۱۲، ۲۱۴ ❸ نیل الاوطار: ۲/۲۵۱۔

حنفیہ کے ہاں ہاتھوں اور گھٹنوں کا سجدہ میں رکھنا سنت ہے کیونکہ ان کے بغیر بھی سجدہ ہو سکتا ہے۔ بہر حال پاؤں رکھنا فرض ہیں سجدے میں جیسا کہ صاحب قدوری نے ذکر فرمایا ہے۔

خلاصہ..... حنفیہ اور مالکیہ کے ہاں پیشانی کا تھوڑا سا حصہ بھی زمین سے لگانے سے فرض سجدہ ادا ہو جاتا ہے۔ اور حنفیہ کے ہاں اکثر حصہ رکھنا واجب ہے اسی طرح پاؤں کی ایک انگلی رکھنے سے بھی فرض ادا ہو جائے گا، لیکن اگر کسی نے ایک انگلی بھی نہ رکھی تو سجدہ صحیح نہیں ہوگا۔

اکثر حنفیہ کے ہاں سجدے کا دوبارہ کرنا شرعی حکم ہے جس کا معنی عقل کے ادراک سے بالا ہے اور یہ امتحان ہے۔

حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کے ہاں عمامہ (پگڑی) کے اس حصہ پر سجدہ کیا جو پیشانی پر ہے یا فاضل لٹکنے والے کپڑے پر سجدہ کیا تو یہ جائز ہے لیکن حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے کہ ہم سخت گرمی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے جب ہم میں سے کوئی گرم زمین پر سجدہ کرنے کی طاقت نہ رکھتا تو کپڑا بچھا کر اس پر سجدہ کرتا۔ اس کی وجہ سے بغیر عذر کے ایسا کرنا مکروہ ہے۔

دوران نماز گھٹنوں کے ننگا کرنے کے واجب نہ ہونے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے تاکہ ستر نہ کھل جائے۔ جیسا کہ پاؤں اور ہاتھوں کو ننگا کرنا واجب نہیں لیکن (ہاتھوں اور پاؤں کو) ننگا کرنا سنت ہے تاکہ اختلاف سے نکل جائیں۔

ہاتھوں کے ننگا نہ کرنے کے جائز ہونے کی دلیل حضرت عبداللہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ والی حدیث ہے فرماتے ہیں کہ ہمارے ہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہمیں مسجد بنی الاشہل میں آپ نے نماز پڑھائی میں نے آپ کو دیکھا کہ دوران سجدہ آپ کے ہاتھ کپڑے میں تھے۔

شوافع کی رائے..... شوافع کے ہاں اگر کسی شخص نے ایسے لمبے کپڑے پر سجدہ کیا جو اس کے جسم کے ساتھ لگا ہوا ہے اور اس کی حرکت سے وہ حرکت نہیں کرتا جیسے لمبی آستین یا عمامہ وغیرہ تو یہ جائز ہے اس لیے کہ یہ الگ کپڑے کے حکم میں ہے۔ لیکن اگر وہ کپڑا نمازی کی حرکت مثلاً قیام، قعدہ وغیرہ سے وہ حرکت کرے جیسے کندھے پر رکھا ہوا رومال وغیرہ تو اس پر سجدہ کرنا جائز نہیں۔

اب اگر اس نے اس پر جانتے ہوئے سجدہ کیا تو نماز باطل ہو جائے گی اور اگر بھول کر یا نہ جانتے ہوئے سجدہ کیا تو نماز باطل نہیں ہوگی البتہ سجدے کا اعادہ کرے۔

اسی طرح جسم سے لگے ہوئے ایسے کپڑے پر سجدہ کیا جو اس کی حرکت سے حرکت نہیں کرتا تو اس کی نماز درست ہوگی۔

وہ روایات جن میں عمامہ کے پیچ پر سجدہ کرنے کا تذکرہ ہے ان کو شوافع نے ضعیف قرار دیا ہے۔ یا ان کو وہ حالت عذر پر محمول کرتے ہیں۔

سات اعضاء پر سجدہ..... شوافع اور حنابلہ حدیث میں مذکور سات اعضاء پر سجدہ واجب ہونے میں اتفاق کے باوجود ناک کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں شوافع کے ہاں ناک کو پیشانی کے ساتھ رکھنا مستحب ہے جب کہ حنابلہ کے ہاں ناک کا کچھ حصہ رکھنا واجب ہے۔

شافعیہ اس بات کی شرط بھی لگاتے ہیں کہ ہتھیلی اور پاؤں کی انگلیوں کا اندرونی حصہ پر سجدہ ہونا چاہئے یعنی پیشانی کی طرح باقی سات اعضاء کا کچھ کچھ حصہ رکھنا کافی ہے اور ہاتھوں میں اندرونی حصہ کا اعتبار ہے چاہے انگلیاں ہوں یا ہتھیلی اور پاؤں میں انگلیوں کے اندرونی حصہ کا اعتبار ہے اوپر والا حصہ یا انگلیوں کے کنارے سے سجدہ صحیح نہیں ہوگا۔

اطمینان سے سجدہ کرنا..... نمازی کے لئے اطمینان سے سجدہ کرنا جمہور کے ہاں فرض اور حنفیہ کے ہاں واجب ہے۔ دلیل مسئی صلاۃ والی روایت ہے جس میں ہے: پھر اطمینان سے سجدہ کرو شوافع کے ہاں بھی واجب ہے۔ بایں طور کے سر کا بوجھ سجدہ کی جگہ پر ہو مذکورہ حدیث کی وجہ سے کہ جب تم سجدہ کرو تو اپنی پیشانی کو زمین پر رکھو اس کا معنی یہ ہے کہ اگر روئی یا گھاس وغیرہ نیچے ہو تو وہ ادھر اُدھر نہ کرو بلکہ اس کا اثر ہاتھ میں ظاہر ہونا چاہیے۔

مزید خلاصہ..... سابقہ تمام تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ شوافع کے ہاں سجدہ کے صحیح ہونے کے لئے اطمینان شرط ہے اور پیشانی کا ننگا ہونا جب کہ جمہور کے ہاں اس قسم کی کوئی شرط نہیں۔ اسی طرح پیشانی پر سجدہ کرنا بالاتفاق جب کہ حنفیہ کے ہاں پیشانی کے ساتھ ساتھ پاؤں پر بھی سجدہ ضروری ہے۔ اسی طرح دونوں ہاتھ دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں حنابلہ اور شوافع کے ہاں ساتھ ملانے ضروری ہیں جب کہ حنابلہ کے ہاں ناک رکھنا بھی ضروری ہے۔ نیز سجدہ ایسی چیز پر ہونا چاہیے جس پر پیشانی ٹھہر سکے اسی طرح تنکس یعنی سر نیچے ہو اور سرین وغیرہ اونچی البتہ اگر بھیڑ زیادہ ہو تو کسی دوسرے نمازی کی پیٹھ پر سجدہ کیا جا سکتا ہے۔ اس بات کی وضاحت حنفیہ اور شوافع نے کی ہے۔ نیز شوافع کے ہاں سجدے کا ارادہ بھی ہونا چاہئے۔

اگر کوئی شخص پیشانی کے بل گر گیا تو دوبارہ اس پر اعتدال سے سجدہ ضروری ہے۔

سجدے کا مسنون طریقہ..... جمہور کے ہاں سجدے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ نمازی سب سے پہلے زمین پر اپنے گھٹنے رکھے پھر ہاتھ، پھر پیشانی پھر ناک، اور اٹھاتے وقت پہلے پیشانی پھر ناک پھر ہاتھ پھر گھٹنے اٹھائے۔ دلیل حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔ فرماتے ہیں جب آپ علیہ السلام نے سجدہ فرمایا تو میں آپ کو دیکھ رہا تھا، آپ نے اپنے گھٹنے ہاتھوں سے پہلے رکھے اور جب آپ اٹھے تو ہاتھ پہلے اٹھائے گھٹنوں سے [1] ہاں اگر کسی نے اس ترتیب کا عکس کر دیا تو جائز ہے لیکن خلاف سنت ہے اگر عذر سے کیا تو کچھ بھی نہیں۔

علامہ خطابی فرماتے ہیں یہ حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث جو امام مالک کے مذہب میں آرہی ہے اس سے اصح ہے۔

مالکیہ کے ہاں سجدے میں جاتے وقت پہلے ہاتھ پھر گھٹنے رکھنا مستحب ہے جب کہ سجدے سے قرأت کے لیے اٹھتے وقت گھٹنے پہلے اور ہاتھ بعد میں اٹھانا مستحب ہے۔ ان کی دلیل حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ والی روایت ہے۔ کہ جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے۔

اس طرح نہ بیٹھے جس طرح اونٹ بیٹھتا ہے بلکہ پہلے ہاتھ پھر گھٹنے رکھنے چاہئیں۔ [2]

ابن سید الناس پہلے ہاتھ پھر گھٹنے رکھنے والی احادیث کو راجح قرار دیتے ہیں۔

جب کہ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں دونوں مذہبوں میں سے کسی ایک کی ترجیح میرے ہاں ظاہر نہیں۔

نماز کی جگہ..... مالکیہ کے ہاں زمین یا نباتات زمین کے علاوہ پر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ حنابلہ کے ہاں اگر برف کا اتنا حجم ہو کہ اعضاء سجود ٹھہر سکیں تو برف پر حائل اور بغیر حائل دونوں طرح نماز پڑھنا صحیح ہے۔ جیسا کہ گھاس اور رنگین روئی کا اگر حجم ہو تو اس پر نماز پڑھنا صحیح ہے۔ لیکن اگر برف وغیرہ کا حجم نہ ہو یعنی اس پر پیشانی ٹھہر نہیں سکتی تو نماز درست نہیں۔ [3]

۷۔ دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا..... دو سجدوں کے درمیان اطمینان سے بیٹھنا جمہور کے ہاں رکن اور فرض ہے جب کہ حنفیہ کے ہاں واجب ہے۔ دلیل مسئی صلاۃ والی روایت ہے کہ پھر سجدے سے سر اٹھائے اور اطمینان سے بیٹھے اور صحیحین میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدے سے سر اٹھاتے تو اس وقت تک سجدہ نہ کرتے جب تک اطمینان سے بیٹھ نہ جاتے۔ [4]

شوافع نے ایک اور چیز کا اضافہ کیا ہے کسی چیز سے ڈر کر نہ اٹھا ہو اگر کسی چیز سے ڈر کر اٹھا تو یہ کافی نہ ہوگا۔

دو سجدوں کے درمیان بیٹھنے کو نہ زیادہ طویل کرے اور نہ زیادہ اعتدال کرے کیونکہ یہ دونوں مختصر رکن ہیں جو بذات خود مقصود نہیں بلکہ دو سجدوں کے درمیان حد فاصل کی حیثیت سے ہیں۔

دو سجدوں کے درمیان بیٹھنے کا مسنون طریقہ:

بیٹھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ وہ بائیں پاؤں کو بچھالے اور اس پر بیٹھے اور دائیں پاؤں کو کھڑا رکھے اور اس پاؤں کی انگلیوں کا اندرونی

---

[1] ..... نیل الاوطار: ۲/۲۵۳۔ [2] نیل الاوطار: ۲/۲۵۵ [3] کشاف القناع ۱/۳۴۶۔ [4] ردالمحتار ۱/۴۳۲۔

حصہ زمین کی طرف رکھے تاکہ اس کے پاؤں کے اطراف قبلہ کی طرف ہوں اور یہ سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی وجہ سے ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے طریقے میں یہ بات آ رہی ہے کہ پھر آپ نے بایاں پاؤں بچھایا اور اس پر بیٹھ گئے پھر اتنا اعتدال کیا کہ تمام ہڈیاں اپنی جگہ پر واپس آ گئیں پھر دوسرے سجدے کے لیے جھکے۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بائیں پاؤں کو بچھاتے تھے اور دائیں پاؤں کو کھڑا رکھتے تھے۔ ❶

اور ہاتھوں کو رانوں پر گھٹنوں کے قریب رکھے نیز دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو کھلا رکھے۔

۸۔ قعدہ اخیرہ...... آٹھواں رکن قعدہ اخیرہ مقدار تشہد ہے یہ حنفیہ کے ہاں عبدہٗ ورسولہٗ تک صحیح قول کے مطابق فرض ہے پس اگر مقتدی، امام کی فراغت سے پہلے فارغ ہو گیا اس نے کوئی بات کی یا کھا پی لیا تو اس کی نماز مکمل ہے۔

جب کہ شوافع اور حنابلہ کے ہاں اللھم صل علی محمد درود شریف کی مقدار تک فرض و رکن ہے اور مالکیہ کے ہاں سلام کہنے تک کی مقدار بیٹھنا رکن ہے۔ ❷

یہ بات یاد رہے کہ تشہد اول حنفیہ کے ہاں تشہد اخیر کی طرح واجب ہے جب کہ جمہور کے ہاں سنت ہے۔ جیسا کہ درود شریف تشہد اخیر میں حنفیہ اور مالکیہ کے ہاں سنت ہے۔

حنفیہ کی دلیل...... حنفیہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ والی اس روایت سے استدلال کرتے ہیں جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تشہد سکھایا ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: جب آپ یہ کہہ چکے یا یہ کر چکے تو آپ کی نماز مکمل ہے۔ یعنی جب تشہد پڑھ لیا یا قعدہ کر لیا تو تمہاری نماز مکمل ہے ❸ یہاں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے خاتمے کو دو چیزوں میں سے ایک سے معلق فرمایا ہے اور وہ تشہد پڑھنا اور قعدہ ہے اب فعل سے معلق کرنا جو کہ بیٹھنا ہے چاہے تشہد پڑھے یا نہ پڑھے۔ کیونکہ تشہد کا پڑھنا قعدے کے بغیر نہیں ہو سکتا اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشہد قعدہ کے علاوہ نہیں پڑھا۔ گویا نماز کے اختتام کو صرف قعدے ہی سے معلق کیا گیا ہے حقیقتاً کیونکہ یہ قرأت کے لیے لازم ہے۔ لہٰذا ہر وہ چیز جو کسی چیز پر معلق ہو وہ اس چیز کے بغیر نہیں پائی جا سکتی اور یہ بات ہے کہ نماز کا مکمل کرنا واجب یا فرض ہے اور نماز کی تکمیل قعدے کے علاوہ نہیں ہو سکتی۔ پس قعدہ فرض ہے۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ جس چیز کے بغیر واجب پورا نہ ہو سکتا ہو تو وہ چیز بھی واجب ہوتی ہے۔

رہ گئی یہ بات کہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ خبر واحد ہے اس کے ذریعے فرضیت کیسے ثابت ہو سکتی ہے تو بات یہ ہے کہ یہ اصل میں بیان ہے قرآن کریم کے مجمل کا۔ اور ظنی چیز بیان بننے کی صلاحت رکھتا ہے۔

بخلاف سورہ فاتحہ کا پڑھنا نص قرآن کی موجودگی میں کیونکہ وہاں نص قرآنی مجمل نہیں بلکہ خاص ہے لہٰذا اس پر خبر واحد سے زیادتی نسخ ہو گی جو کہ جائز نہیں۔

مالکیہ کی دلیل: مالکیہ کا کہنا یہ ہے کہ تشہد اور قعدہ واجب نہیں کیونکہ سہو کی وجہ سے دونوں ساقط ہو جاتے ہیں لہٰذا یہ سنن کے مشابہ ہیں۔

شوافع اور حنابلہ کا استدلال...... شوافع اور حنابلہ اس بات سے استدلال کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قعدہ کیا ہے اور اس پر ہمیشگی اختیار فرمائی ہے اور تشہد کا حکم بھی فرمایا ہے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ تم التحیات للہ پڑھو نیز جب آپ سے یہ قعدہ رہ گیا تو آپ نے اس کے لیے سجدہ سہو بھی کیا۔ اور آپ ہی کا فرمان ہے کہ جس طرح مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو اسی طرح نماز پڑھا کرو۔

---

❶ ...... نصب الرایۃ: ۱/۴۱۸۔ ❷ فتح القدیر: ۱/۱۱۳۔ ❸ نیل الاوطار: ۲/۲۹۸۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تک ہم پر تشہد فرض نہیں کیا گیا تھا تو ہم کہتے تھے :السلام علی اللہ قبل عبادہ اللہ پر اس کے بندوں کی طرف سے سلام ہو جبرائیل میکائیل وغیرہ پر سلام ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ السلام علی اللہ نہ کہا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی تو سلام (یعنی سلامی والے) ہیں بلکہ التحیات للہ کہا کرو۔ ❶

اس روایت سے دو طرح سے استدلال ہو رہا ہے۔ اس میں تشہد کو فرض کیا گیا ہے۔ اس کا حکم دیا گیا ہے اور یہ آخری قعدہ ہی میں ہے، باقی تشہد کے لیے بیٹھنا تو چونکہ یہ اس کا محل ہے لہٰذا اس کے تابع ہوگا۔

درود کی فرضیت......علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ درود شریف نماز کے علاوہ واجب نہیں لہٰذا تشہد اخیر میں واجب ہے۔ نیز حدیث میں ہے صحابہ نے عرض کی کہ ہم آپ پر سلام بھیجنا تو جانتے ہیں لیکن درود کس طرح پڑھیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد ًا کہو۔ ❷

اور ایک روایت میں ہے کہ جب ہم نماز میں ہوں تو آپ پر کس طرح درود شریف پڑھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ درود بتایا۔ ❸

تشہد اخیر ہی درود شریف کے لیے مناسب ہے لہٰذا اسی میں واجب ہے یہاں یہ بات یاد رہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر کی نماز میں درود پڑھا ہے جیسا کہ ابوعوانہ نے اپنی کتاب میں اس کو ذکر کیا ہے۔ دوسری طرف آپ کا یہ ارشاد پیش نظر رہنا چاہیے صلوا کما رأیتمونی اصلی لہٰذا وجوب سے یہ نہیں نکل سکتا۔

اس طرح وجوب پر ترمذی کی روایت بھی دلالت کرتی ہے اور امام ترمذی نے اس روایت حسن کو صحیح قرار دیا ہے کہ بخیل وہ ہے جس کے سامنے میرا تذکرہ ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔ تشہد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہوتا ہے سب سے قوی دلیل وجوب پر حاکم اور بیہقی کی ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: کہ جب تم میں سے کوئی نماز میں تشہد پڑھے تو اسے چاہیے کہ وہ اللھم صل علی محمد...... پڑھے۔

تشہد اول میں شوافع کے ہاں درود شریف پڑھنا راجح قول کے مطابق سنت ہے چونکہ تشہد اول میں تخفیف ہے۔ نیز اس میں آل پر درود سنت نہیں۔ البتہ آل (بنو ہاشم اور بنو مطلب) پر تشہد اخیر میں درود سنت ہے ایک قول یہ بھی ہے کہ آل پر بھی درود واجب ہے کیونکہ حدیث میں قولوا امر کا صیغہ ہے جو وجوب کا تقاضا کرتا ہے۔

تشہد اخیر میں بیٹھنے کا طریقہ

حنفیہ کے ہاں......حنفیہ کے ہاں جس طرح دو سجدوں کے درمیان بائیاں پاؤں بچھا کر دائیاں کھڑا رکھ کر بیٹھا جاتا ہے اسی طرح قعدہ اخیرہ میں بھی بیٹھا جائے۔ چاہے وہ تشہد نماز کا آخری ہو یا نہ ہو۔

دلیل حضرت ابوحمید الساعدی کی روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشہد کے لیے بائیاں پاؤں بچھا کر اور دائیں پاؤں کی انگلیاں قبلے کی طرف کر کے بیٹھے۔ ❹

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں مدینہ طیبہ آیا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا طریقہ دیکھوں جب آپ تشہد کے لیے بیٹھے تو آپ نے بائیاں پاؤں بچھالیا اور دائیاں پاؤں کھڑا کر لیا اور بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھا۔ ❺

---

❶......رواہ الدارقطنی ❷ متفق علیہ ❸ رواہ الدارقطنی والحاکم۔ ❹ رواہ البخاری وھو حدیث صحیح حسن (نیل الاوطار: ۲/۲۷۵) ❺ رواہ الترمذی وقال: حدیث حسن صحیح نیل الاوطار: ۲/۲۷۳)

مالکیہ کے ہاں...... مالکیہ کے ہاں قعدہ اولیٰ واخیرہ دونوں میں تورک کرے ❶ (یعنی دونوں پاؤں دائیں طرف نکال لے دونوں سرین زمین پر رکھے) دلیل حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قعدہ اولیٰ اور اخیرہ میں تورک کرتے تھے۔ ❷

شوافع اور حنابلہ کے ہاں...... حنابلہ اور شوافع کے ہاں تشہد اخیر میں تورک سنت ہے تورک، افتراش کی طرح ہی ہے البتہ بایاں پاؤں دائیں طرف نکالے اور اپنی سرین کو زمین سے ملالے۔ دلیل ابوحمید الساعدی کی روایت ہے جب وہ رکعت ہوتی جس میں نماز مکمل ہوتی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بائیں پاؤں کو پیچھے کرتے اور سرین پر بیٹھتے پھر سلام پھیرتے۔ ❸

تورک...... نماز میں تورک بائیں سرین پر بیٹھنے کو کہتے ہیں جس طرح کہنیاں بازوؤں سے اوپر ہوتی ہیں اسی طرح سرین رانوں سے اوپر کا حصہ ہے۔

حنابلہ کا کہنا ہے کہ صبح کے تشہد میں تورک نہ کرے کیونکہ یہ وہ دوسرا تشہد نہیں جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تورک کیا تھا، چونکہ دونوں تشہدوں میں فرق کی لئے آپ نے ایسا کیا لہٰذا جس نماز میں ایک تشہد ہو اس میں کوئی اشتباہ نہیں لہٰذا فرق کی ضرورت بھی نہیں۔

خلاصہ کلام...... تشہد ثانی میں تورک جمہور کے ہاں سنت ہے جب کہ حنفیہ کے ہاں سنت نہیں۔

الفاظ تشہد...... تشہد کے لیے دو طرح کے صیغے منقول ہیں۔

حنفیہ اور حنابلہ کے ہاں الفاظ تشہد...... حنفیہ اور حنابلہ کے ہاں ❹ تشہد کے الفاظ درج ذیل ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو سکھائے تھے۔

اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوتُ وَالطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَكَاتُہٗ
اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ❺

مالکیہ کے ہاں الفاظ تشہد...... مالکیہ کے ہاں حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ والا تشہد افضل ہے جس کی ابتداء درج ذیل الفاظ سے ہے:

اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہ، اَلزَّاكِیَاتُ لِلّٰہ، اَلصَّلَوَاتُ لِلّٰہ

اس کے بعد باقی عبداللہ ابن مسعود والا تشہد ہے۔

شافعیہ کے ہاں...... شوافع کے ہاں ❻ تشہد کے کم سے کم الفاظ یہ ہیں:

اَلتَّحِیَّاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَكَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ
اَشْھَدُ اَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

جب کہ مکمل اور کامل تشہد وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما والا ہے جس میں ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اس طرح تشہد سکھاتے تھے جس طرح قرآن کی سورت سکھاتے تھے اس کے الفاظ یہ ہیں:

اَلتَّحِیَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ لِلّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَكَاتُہٗ

---

❶...... الشرح الصغیر: ۱/۳۲۹۔❷المغنی: ۱/۵۳۳۔❸نیل الاوطار: ۲/۱۸۴۔❹ فتح القدیر ۱/۲۲۱۔❺رواہ الجماعۃ (نیل الاوطار ۲/۲۷۸)❻ مغنی المحتاج ۱/۱۷۴

اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ❶

الفاظ تشہد کے معانی..... ''التحیات للہ'' کا معنی: (قولی عبادتیں) یعنی اللہ تعالیٰ کی تعریف کیونکہ مخلوق سے جو بھی ثنا ہوتی ہے اس کا وہ مالک مستحق ہے نیز یہ تحیۃ کی جمع ہے جس سے بقاء عظمت بادشاہت اور کہا گیا ہے سلامتی مراد ہے۔ المبارکات بڑھنے والی الصلوات عبادات فعلیہ نماز پنج گانہ وغیرہ، الطیبات اعمال صالحہ۔ السلام کے دو معنی ہیں:

۱..... اللہ تعالیٰ کا نام آپ پر ہیں۔

۲..... یا وہ سلامتی اور سلام جو انبیاء اور رسولوں کی طرف اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے آپ پر ہو''علینا'' یعنی حاضرین نماز امام مقتدی فرشتوں وغیرہ پر العباد عبد کی جمع ہے بندے۔ الصالحین صالح کی جمع ہے نیک جو حقوق اللہ اور حقوق العباد پورے کرنے والے ہیں۔ رسول اللہ کا مطلب جو اللہ کی طرف سے بھیجی ہوئی خبریں لوگوں تک پہنچاتے ہیں

تشہد کو تشہد اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس میں شہادتین پڑھی جاتی ہیں۔

قعدہ اخیرہ میں درود شریف..... درود شریف کی کم سے کم مقدار جو شوافع اور حنابلہ کے ہاں فرض ہے تشہد اخیر میں وہ یہ ہے کہ **اللھم صل علی محمد** کیونکہ قرآن کریم کی آیت: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (الاحزاب ۵۶/۳۳) سے یہی ظاہر ہے، اور یہ آیت وجوب پر دلالت کرتی ہے کیونکہ امر وجوب کے لیے ہے۔ اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ تشہد میں سلام السلام علیک کے الفاظ کی صورت میں موجود ہے۔ اور آل پر درود سنت ہے۔

اور مکمل درود کے الفاظ یہ ہیں:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ
وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ، اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ
وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

ان الفاظ اور صیغوں کے ساتھ درود شریف بخاری اور مسلم شریف میں موجود ہیں بلکہ بہت سارے راویوں نے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ پر سلام بھیجنے کا طریقہ سکھایا ہے لیکن ہم آپ پر درود کس طرح بھیجیں۔ تو آپ نے فرمایا: **اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ** کہو۔ ❷

حنفیہ اور مالکیہ کے ہاں درود شریف پڑھنا سنت ہے جیسا کہ عنقریب آ رہا ہے۔

عربی الفاظ میں تشہد..... تشہد اور تمام اذکار منقولہ کا عربی میں ہونا اور پے در پے ہونا شرط ہے۔ لہٰذا جو عربی میں تشہد وغیرہ کہہ سکتا ہے اس کے لیے بغیر عربی تشہد درود وغیرہ۔ پڑھنا جائز نہیں۔ جیسا کہ تکبیر تحریمہ اور قرأت کے تحت ہم نے ذکر کیا ہے۔ البتہ گونگے کی طرح جس شخص کو پڑھنے کی قدرت نہ ہو تو سیکھنے تک اس کو اجازت ہے۔ جو شخص تشہد اور درود سیکھنے کی طاقت رکھتا ہے تو اس پر سیکھنا لازم ہے کیونکہ یہ سیکھنا فرض عین ہے۔ لہٰذا قرأت کی طرح اس کا یاد کرنا بھی ضروری ہے۔ اگر کسی نے سیکھنے کی قدرت ہونے کے باوجود سیکھنے سے پہلے ہی نماز پڑھ لی تو نماز درست نہیں ہوگی۔ البتہ اگر وقت ختم ہونے یا سیکھنے پر قادر نہیں تو جتنا ممکن ہے اتنا پڑھ لے۔ ضرورۃً اس کی اجازت ہے لیکن اگر اچھی

❶..... نیل الاوطار ۲۸۱/۲۔ ❷ نیل الاوطار: ۲۸۴/۲ وما بعد، تفسیر ابن کثیر: ۵۰۷/۲۔

طرح پڑھنے پر قادر نہیں تو اس کے ذمہ سے تشہد پڑھنا ساقط ہے۔ ❶

۹۔ سلام.....نواں رکن سلام ہے۔ پہلا سلام قعدہ کی حالت میں نماز سے نکلنے کے لیے مالکیہ اور شوافع کے ہاں فرض ہے۔ دونوں سلام حنابلہ کے ہاں فرض ہیں ❷ البتہ نماز جنازہ نفل نماز سجدہ تلاوت اور سجدہ شکر میں ان کے ہاں ایک سلام سے بھی فرض پورا ہو جائے گا۔ مالکیہ اور شوافع کے ہاں پہلے سلام سے نماز مکمل ہو جائے گی جب کہ حنابلہ کے ہاں دوسرے سلام سے مکمل ہو گی۔

ان سب حضرات کی دلیل:

۱.....نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: نماز کی چابی پاکیزگی (طہارت) ہے اور اس کی تحریم تکبیر ہے اور تحلیل سلام ہے۔ ❸

۲.....آپ علیہ السلام نماز سے سلام کے ذریعے نکلتے تھے ❹ اور اس پر ہمیشگی اختیار فرمائی ہے کبھی چھوڑا نہیں۔

۳.....آپ کا ارشاد ہے:

صلوا کما رأیتمونی اصلی

ابن منذر فرماتے ہیں کہ محدثین کا اس بات پر اجماع ہے کہ جس نے نماز سے نکلنے کے لیے ایک سلام پر اکتفا کیا تو یہ بھی جائز ہے۔ ❺

خروج بصنع المصلی.....حنفیہ ❻ ابن مسعود رضی اللہ عنہ والی روایت کے پیش نظر جس میں ہے ''**اذا قضیت هذا تمت صلاتك**'' نمازی کے فعل کو فرض قرار دیتے ہیں اور لفظ سلام سے نکلنا ان کے ہاں فرض نہیں بلکہ واجب ہے اور واجب بھی ایک نہیں دونوں سلام ہیں لہٰذا اگر کوئی شخص قعدہ میں مقدار تشہد بیٹھا پھر نماز سے سلام کلام کام یا حدث کے ذریعے نکلا تو یہ اس کے لیے جائز ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ مسی صلاۃ والی حدیث میں سلام کا ذکر نہیں نیز حنفیہ کے ہاں پہلے سلام میں السلام کے الفاظ سے آدمی نماز سے نکل جاتا ہے۔

سلام کے فرض نہ ہونے اور قعدہ اخیرہ مقدار تشہد فرض ہونے پر دلیل حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص والی روایت بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب امام نے نماز پوری کی اور قعدہ کیا پھر بات کرنے سے پہلے اپنے آپ کو بے وضو کر دیا تو اس کی نماز مکمل ہو گی اور اور مقتدیوں کی نماز بھی مکمل ہو گی ❼ اس حدیث کی تائید ابن عباس والی روایت سے بھی ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تشہد سے فارغ ہوئے تو ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا، جس شخص نے تشہد سے فارغ ہو کر اپنے آپ کو بے وضو کر دیا تو اس کی نماز مکمل ہو گی۔ ❽

سلام کے صیغے (الفاظ)

حنفیہ کے ہاں.....حنفیہ کے ہاں واجب سلام کے لئے کم سے کم دومرتبہ (دونوں طرف) السلام کے الفاظ ہیں نہ کہ علیکم بھی۔ جب کہ مکمل اور سنت یہ ہے کہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ (دونوں طرف) دومرتبہ کہے۔

امام سلام پھیرتے وقت دائیں بائیں فرشتوں مسلمان انسانوں اور جنوں کی نیت کرے سلام میں تخفیف اور جلدی مسنون ہے احمد اور ابوداؤد میں ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت کی وجہ سے کہ سلام میں حذف سنت ہے ابن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا معنی ہے مد نہ کرے۔

شوافع اور حنابلہ کے ہاں.....شوافع اور حنابلہ کے ہاں کم سے کم مقدار السلام علیکم ہے شوافع کے ہاں ایک طرف جب کہ حنابلہ کے ہاں دومرتبہ دائیں بائیں اس طرح کے پہلی مرتبہ دائیں رخسار اور دوسری مرتبہ بائیں رخسار کی سفیدی نظر آئے۔

---

❶..... المغنی: ۵۴۵/۱۔ ❷ القوانین الفقھیة: ص ۶۲۔ ❸ النظم المتناثر: ص ۵۷۔ ❹ نیل الاوطار ۲۹۲/۱۔ ❺ رواہ البخاری۔ ❻ فتح القدیر: ۲۲۵/۱ الدر: ۴۱۸/۱۔ ❼ رواہ الترمذی (نصب الرایة: ۶۳/۲) ❽ رواہ ابونعیم الاصفھانی وابن ابی شیة والبیھقی (نصب الرایة ۶۳/۲)

جبکہ مکمل سلام السلام علیکم ورحمۃ اللہ ہے۔اس سلام میں امام دائیں بائیں فرشتوں انسانوں جنوں اور مقتدیوں کی نیت کرے۔ اور مقتدی امام کے سلام کے جواب اور باقی مقتدیوں کی نیت کریں۔شوافع کے ہاں جو مقتدی امام کی دائیں جانب ہیں وہ دوسرے سلام میں اور جو امام کی بائیں جانب ہیں وہ پہلے سلام میں جب کہ جو امام کے برابر میں پیچھے ہیں وہ دونوں سلاموں میں سے جس میں چاہیں امام کی نیت کریں۔

اس بات کی دلیل حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے فرماتے ہیں ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ ہم امام کو سلام کا جواب دیں۔ اور ہم میں سے بعض بعض پر سلام کریں۔ ❶

سلام نیت..... حنفیہ فرماتے ہیں کہ مقتدی امام کے جواب کے لئے اگر امام مقتدی کی دائیں جانب ہے تو پہلے سلام میں اور اگر اس کی بائیں جانب ہے تو دوسرے سلام میں جب کہ اگر وہ مقتدی کے بالمقابل ہے تو دونوں سلاموں میں امام کے جواب کی نیت کرے اور منفرد کے لیے صرف فرشتوں کی نیت سنت ہے۔

وبرکاتہ کا اضافہ..... معتمد قول کے مطابق وبرکاتہ کا اضافہ کرنا مستحب نہیں نہ شوافع اور حنابلہ کے ہاں اور نہ حنفیہ کے ہاں۔ ان سب کی متفقہ دلیل ابن مسعود رضی اللہ عنہ والی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دائیں اور بائیں جانب سلام میں السلام علیکم ورحمۃ اللہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ فرماتے تھے اور آپ کے رخساروں کی سفیدی نظر آجاتی تھی۔

اگر کسی نے سلام کے الفاظ کو الٹ دیا علیکم السلام کہا یا سلام علیکم کہا تو شوافع اور حنابلہ کے ہاں ایسا کرنا جائز نہیں۔

نماز سے نکلنے کی نیت..... صحیح قول کے مطابق شوافع کے ہاں نماز سے نکلنے کی نیت واجب نہیں جیسا کہ ساری عبادات میں ہے۔ اس لیے بھی کہ نیت تو تمام نماز سے پہلے ہوتی ہے، البتہ اختلاف سے بچنے کے لئے سنت ہے۔ یہی مالکیہ کا مشہور اور معتمد قول ہے اور حنابلہ کے ہاں دونوں سلاموں میں نماز سے نکلنے کی نیت مسنون ہے، جس طرح تکبیر تحریمہ سے نماز کا امتیاز وتمیز ہوتی ہے اس طرح خروج میں بھی اگر نیت نہ کی تو نماز باطل ہو جائے گی لیکن امام احمد سے منقول صحیح قول یہ ہے کہ نماز باطل نہ ہوگی۔ اسی طرح امام مقتدی وغیرہ کا ایک دوسرے پر سلام کی نیت بھی مستحب نہیں۔

اگر کسی نے محافظ فرشتوں، امام یا مقتدیوں پر سلام کی نیت کی تو یہ جائز ہے حضرت سمرہ بن جندب والی سابقہ حدیث کی وجہ سے۔

بعض حنابلہ کہتے ہیں کہ پہلے سلام سے نماز سے نکلنے کی نیت کرے جب کہ دوسرے سلام سے اگر امام ہے تو فرشتوں اور مقتدیوں کی نیت کرے اور اگر مقتدی ہے تو امام اور فرشتوں کی نیت کرے۔

مالکیہ کے ہاں الفاظ سلام...... مالکیہ کے ہاں کم سے کم الفاظ السلام علیکم ہیں جب کہ سلام علیکم کہنا بھی جائز ہے۔ اور مکمل سلام السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ہے۔ دلیل ابوداؤد میں وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت اسی طرح صحیح ابن حبان میں اور ابن ماجہ میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔ ❷

مشہور یہ ہے کہ مالکیہ کے ہاں مقتدی تین سلام کرے ایک کے ذریعے نماز سے نکلے، دوسرا امام کے جواب میں تیسرا اگر بائیں طرف کوئی ہے تو اس کے جواب میں۔

مقتدی کا اپنے امام کو جواب دینا مسنون ہے اور اگر بائیں طرف کوئی ایسا شخص ہے جو ایک رکعت یا زیادہ میں اس کے ساتھ شریک رہا تو اس کی نیت کرے البتہ ایک رکعت سے کم والے کی نہیں۔

مالکیہ اور شوافع کی ایک سلام کے اکتفاء پر دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سلام پھیرا

---

❶..... رواہ احمد وابوداؤد۔ ❷ نیل الاوطار: ۲/۲۹۴

کرتے تھے اسی طرح سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک سلام پھیرتے ہوئے دیکھا۔❶
اس لیے بھی کہ پہلے سلام سے وہ نماز سے نکل جاتا ہے۔ تو اس کے بعد سلام مشروع نہیں جیسا کہ دوسرے سلام کے بعد مشروع نہیں۔
حنفیہ اور حنابلہ کے ہاں دونوں سلاموں کے واجب ہونے کی دلیل ایک تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ والی سابقہ حدیث ہے اور دوسری حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ والی روایت مسلم شریف میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ تم میں سے ہر ایک لیے یہ کافی ہے کہ وہ اپنی ران پر ہاتھ رکھے پھر دائیں بائیں ساتھیوں پر سلام کرے۔

۱۰۔ متعین افعال میں اطمینان...... دسواں رکن مخصوص افعال میں سکون واطمینان ہے جمہور کے ہاں تعدیل ارکان (ارکان کو اطمینان سے ادا کرنا، رکن یا رکن کی شرط ہے رکوع، قومہ، سجدہ دوسجدوں کے درمیان بیٹھنے میں۔ جب کہ حنفیہ کے ہاں تعدیل ارکان واجب ہے۔
دلیل مسئی صلاۃ والی حدیث ہے جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو تکبیر کہو پھر جتنا آسانی سے ہو سکے قرآن پڑھو پھر اطمینان سے رکوع کرو پھر قومہ اطمینان سے اس طرح کرو کہ سیدھے کھڑے ہو جاؤ پھر اطمینان سے سجدہ کرو پھر اسی طرح ساری نماز ادا کرو❷ اس میں تعدیل ارکان کا حکم ہے۔
نیز حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ علیہ السلام نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ رکوع سجود مکمل ادا نہیں کر رہا تھا، تو آپ نے اس سے فرمایا: تم نے نماز نہیں پڑھی، اگر تم مر گئے تو اس فطرت پر نہیں مرو گے جس پر اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا ہے❸ پوری نماز میں یہ رکن ہے۔

اطمینان کی تعریف...... اطمینان حرکت کے بعد سکون یا دو حرکتوں کے درمیان سکون کو کہتے ہیں کہ اس سے حرکت اور سکون میں فرق ہو مثلاً اٹھنا۔ اطمینان کی کم سے کم مقدار یہ ہے کہ رکوع میں اعضاء قرار پکڑ لیں مثلاً: قومہ جھکنے سے الگ ہو جائے جیسا کہ شوافع کا مذہب ہے اور یہ واجب ذکر کی مقدار ہے اس کے لیے جسے یاد ہو۔ اور بھولنے والے کے لیے تھوڑا سا سکون ہے جیسا کہ بعض حنابلہ کا مذہب ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ تھوڑا سا سکون ہی اطمینان ہے۔ یا ایک تسبیح کی مقدار رکوع وسجود وغیرہ میں اعضاء کو سکون ہونا جیسا کہ حنفیہ کا مذہب ہے یا اعضاء کا قرار پکڑنا ہے تمام ارکان نماز میں جیسا کہ مالکیہ کا مذہب ہے۔

۱۱۔ ارکان نماز کو ترتیب سے ادا کرنا...... گیارھواں رکن مسنون طریقے پر ترتیب سے ارکان کو ادا کرنا۔ جمہور کے ہاں ترتیب رکن ہے۔ حنفیہ کے ہاں❹ قرأت اور جو چیز دوبار ہے ہر رکعت میں اس میں واجب ہے اور پوری نماز یا ہر رکعت میں جو چیز دو بار نہیں اس میں ترتیب فرض ہے جیسے: قیام رکوع سجدہ وغیرہ۔ شوافع اور حنابلہ کے ہاں پہلے نیت کرنا پھر تکبیر پھر فاتحہ پھر رکوع پھر قومہ پھر سجدہ پھر سلام اور تشہد اخیر درود سے پہلے پڑھنا۔
دلیل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ترتیب سے ادا فرمائی ہے نیز مسئی صلاۃ کو تم کے ذریعے ترتیب سے نماز سکھائی ہے اس لیے بھی کہ یہ عبادت بے مدت سے باطل ہو جائے گی جمہور کے ہاں تو گویا ترتیب بھی باقی ارکان کی طرح رکن ہے۔
جمہور کے ہاں ترتیب رکن ہے اس لیے اس پر یہ مسائل مرتب ہوں گے جیسا کہ شوافع نے ذکر کیا ہے اگر کسی نے ترتیب کو عمداً چھوڑ دیا بایں طور کہ رکوع سے پہلے سجدہ کر لیا تو اجماعاً اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ اور اگر ترتیب بھول گیا تو بھولنے کے بعد والے افعال بیکار ہوں گے کیونکہ اپنی جگہ پر ادا نہیں ہوئے اب اگر ترتیب چھوڑے ہوئے ارکان دوسری رکعت کے برابر تک پہنچ گئے تو جب یاد آ گئے فوراً ان کو ادا کر لے

❶......رواھما ابن ماجہ۔ ❷ نیل الاوطار: ۲/۲۶۴۔ ❸ رواہ البخاری۔ ❹ الدر المختار: ۱/۴۲۹۔۴۳۱۔

اگر پھر مؤخر کیا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔

اور اگر یاد نہ آیا حتیٰ کہ دوسری رکعت کے مثل تک متروک افعال پہنچ گئے تو اس کی رکعت پوری ہو جائے گی اور باقی نماز پوری کرے۔

اگر کسی کو یقین ہو گیا کہ اس نے آخری رکعت کا سجدہ چھوڑا ہے تو وہ سجدہ کرے پھر تشہد دوبارہ پڑھے۔ اگر سجدہ آخری رکعت کا نہیں یا اس کو شک ہو گیا کہ آخری رکعت کا سجدہ رہ گیا ہے تو اس پر ایک رکعت پڑھنا ضروری ہے کیونکہ ناقص تو مکمل ہو گی اس سجدے کے ذریعے جو اس کے بعد والی رکعت میں اس نے کیا اور باقی نماز لغو ہو گی۔

اگر کوئی دوسری رکعت کے لیے اٹھا اور اس کو یاد آیا کہ اس نے پہلی رکعت کا سجدہ چھوڑ دیا ہے اب اگر وہ بیٹھا تھا اس سجدے کے بعد جس کو چھوڑ کر کھڑا ہوا ہے چاہے استراحت کے لیے ہی بیٹھا ہو تو فوراً سجدہ کرلے۔ اور اگر پہلے بیٹھا نہیں تھا تو پھر پہلے اطمینان سے بیٹھے پھر سجدہ کرے۔

اگر کسی کو چار رکعت والی نماز کے آخر میں یاد آیا کہ اس سے دو یا تین سجدے رہ گئے ہیں اور کون سے رہے ہیں یہ بھی معلوم نہیں۔ تو اس شخص پر دو رکعتیں پڑھنا واجب ہے کم سے کم فرض کی مقدار کو لیتے ہوئے (دو رکعتیں واجب ہیں) پہلی رکعت مکمل ہو جائے گی دوسری رکعت کے سجدے سے اور باقی لغو اور تیسری رکعت مکمل ہو جائے گی چوتھی رکعت کے سجدے سے اور باقی لغو ہو جائیں گی۔

اگر کسی کو معلوم ہوا کہ اس سے چار سجدے رہ گئے ہیں تو اس پر ایک سجدہ اور دو رکعتیں پڑھنا لازم ہے اور اگر پانچ یا چھ سجدے رہ گئے تو اس پر تین رکعتیں لازم ہیں۔ اور اگر سات سجدے رہ گئے تو ایک سجدہ اور تین رکعتیں لازم ہیں۔

اگر سلام پھیرنے کے بعد یاد آیا کہ کوئی رکن رہ گیا ہے تو اب اگر وہ رکن نیت تکبیر تحریمہ ہے تو نماز باطل ہو جائے گی۔ اور اگر ان دونوں کے علاوہ کوئی اور رکن ہے تو پھر جب تک زیادہ دیر یا منافی نماز مثلاً نجاست وغیرہ کو ہاتھ نہیں لگا یا تو سابقہ نماز ہی پر بناء کرے۔

تھوڑی دیر تک قبلہ کی طرف پیٹھ کرے اور تھوڑی بہت بات چیت کرنے سے بناء پر کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ نماز میں ان دونوں کو برداشت کرنے کی صلاحیت ہے۔ لیکن اگر فصل زیادہ ہو گیا تو پھر نئے سرے سے نماز پڑھے۔

حنفیہ کے ہاں ہر رکعت میں دوبار آنے والے افعال واجب ہونے کی وجہ سے درج ذیل مسائل مرتب ہوں گے۔ اور کسی نے سجدہ کیا پھر رکوع کیا تو اس کے سجدے کا اعتبار نہیں بلکہ اور سجدہ کرنا ضروری ہے اگر سجدہ کر لیا تو نماز درست ہو جائے گی کیونکہ مطلوبہ ترتیب حاصل ہو گئی۔ اور سجدہ سہو لازم ہو گا کیونکہ فرض سجدے کو مقدم کیا ہے۔

اگر کسی نے قعدہ اخیرہ کیا اور اس کو نماز کا کوئی سجدہ یاد آ گیا تو یہ سجدہ کرے پھر قعدہ دوبارہ کرے اور سجدہ سہو کرے۔ کیونکہ قعدہ اخیرہ اور اس سے قبل سجدہ وغیرہ میں ترتیب واجب تھی۔ اور قعدہ اخیرہ نماز کے سجدہ کے رہ جانے یا سجدہ تلاوت کے رہ جانے کی وجہ سے باطل ہو جائے گا۔

اگر کسی سے رکوع رہ گیا تو بعد والے سجدوں کے ساتھ اس کی قضاء کرنا اور اگر کسی کو قرأت یا قیام یاد آ گیا تو وہ ایک رکعت پڑھے۔

اگر پہلی رکعت کا ایک سجدہ بھول گیا تو سلام کے بعد قیام سے پہلے پہلے جب یاد آ جائے تو اس کی قضاء کرے پھر تشہد پڑھے پھر سجدہ سہو کرے پھر تشہد یعنی التحیات عبدہٗ ورسولہٗ تک پڑھے۔

چھٹی فصل.....سنن نماز، نماز کا طریقہ، مکروہات اور نماز کے بعد کے اذکار کا بیان

اس فصل میں سات مباحث ہیں:

نماز کی سنتوں کی دو قسمیں ہیں: ۱۔ نماز کے اندر کی سنتیں ۲۔ نماز سے باہر کی سنتیں جیسے: مسواک کرنا، نمازی کا بدن کو ڈھانپنا وغیرہ جن کی تفصیل آ رہی ہے۔

پہلی بحث: نماز کے اندر کی سنتیں...... نماز کی سنتیں وہ اقوال وافعال ہیں جن سے کرنے والے کو ثواب ملتا ہے اور نہ کرنے پر عذاب نہیں البتہ سرزنش اور ملامت کا مستحق ہوتا ہے۔ اگر سنت رہ جائے تو سجدہ سہو سے اس کی تلافی نہیں کی جاتی اور جان بوجھ کر چھوڑنے سے نماز باطل نہیں ہوتی۔

سنت کی تعریف...... حنفیہ نے ❶ سنت کی تعریف اس طرح کی ہے کہ وہ افعال جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کیا ہو اور بغیر عذر کے کبھی چھوڑا نہ ہو جیسے ثناء پڑھنا تعوذ رکوع اور سجود کی تکبیریں وغیرہ۔ حنفیہ کے ہاں نماز کی کچھ سنتیں اور کچھ آداب ہیں۔

آداب کی تعریف...... وہ فعل جس کو آپ علیہ السلام نے ایک دو مرتبہ کیا ہو اور اس پر ہمیشگی اختیار نہ فرمائی ہو جیسے: رکوع اور سجدے میں تین سے زیادہ تسبیحات مسنون قرأت سے زیادہ قرأت وغیرہ۔ یہ آداب سنتوں کی تکمیل کے لئے ہیں۔

سنت یا ادب حنفیہ کے ہاں واجب سے کم درجے کے ہیں کیونکہ واجب وہ ہوتا ہے جس کے بغیر نماز درست ہو جائے اور بھول کر چھوڑنے کی وجہ سے سجدہ سہو واجب ہو۔

حنفیہ نے نماز کی اکیاون سنتیں اور سات آداب ذکر فرمائے ہیں۔

مالکیہ نے نماز کی چودہ سنتیں اور اڑتالیس آداب ذکر کئے ہیں اور مالکیہ کے ہاں سنت کی تعریف: وہ فعل ہے جس کا مطالبہ شریعت کی طرف سے ہو اور اس کی تاکید ہو اس کی عظمت ہو اور جماعت کے ذریعے اس کو ظاہر کیا اس کا کرنے والا ثواب کا مستحق اور چھوڑنے والوں کو عذاب نہیں جیسے وتر اور عیدین کی نماز۔

مندوب کی تعریف:...... جس کو شریعت نے لازم طور پر طلب نہ کیا ہو اور اس میں تخفیف کی ہو، کرنے پر ثواب اور نہ کرنے پر عذاب نہ ہو۔ جیسے ظہر سے پہلے کی چار رکعتیں۔ البتہ آٹھ سنتوں کے چھوڑنے پر سجدہ سہو کرنا لازم ہے وہ ہیں سورۃ، جہر، اخفاء، تکبیر، تحمید، دونوں تشہد، اور تشہد کے لیے بیٹھنا۔

شوافع کے ہاں نماز کی سنتوں کی دو قسمیں ہیں ابعاض اور ھیات۔

ابعاض: وہ آٹھ سنتیں جن کی تلافی سجدہ سہو سے کی جاتی ہے وہ یہ ہیں تشہد اول اور اس کے لیے بیٹھنا، تشہد کے بعد درود شریف اور آل پر درود صبح کی نماز میں قنوت اور آخری پندرہ روزوں کے وتر، قنوت کے لیے کھڑا ہونا۔ قنوت کے بعد درود اور آل پر درود۔

ھیئات...... ہیات چودہ ہیں جیسے تسبیحات وغیرہ۔ جن کی تلافی رہ جانے کی صورت میں سجدہ سہو سے نہیں کی جاتی۔

سنت اور مستحب کو شوافع کے ہاں اگر نمازی نے چھوڑ دیا اور دوسرا فرض شروع کر دیا تو اس کی طرف لوٹ کر نہ آئے اگر کسی نے پہلا تشہد چھوڑ دیا سیدھا کھڑا ہونے کے بعد یاد آیا تو تشہد کے لیے نہ بیٹھے البتہ اس کی وجہ سے سجدہ سہو کرے۔ اگر واپس لوٹنے کی حرمت جانتے بوجھتے واپس لوٹ آیا تو نماز باطل ہو جائے گی۔ اگر بھول کر لوٹ آیا تو فوراً کھڑا ہو جائے نماز باطل نہیں ہوگی اور آخر میں سجدہ سہو کرے ان مسائل کا تعلق امام یا منفرد کی صورت سے ہے۔

اگر نمازی مقتدی ہو تو امام کی متابعت میں واپس لوٹنا واجب ہے۔ کیونکہ فرض شروع کرنے سے متابعت زیادہ مؤکد ہے اب اگر مقتدی اس بات کو جانتے ہوئے بھی لوٹا نہیں اور جدائی کی ❷ نیت بھی نہیں کی تو نماز باطل ہو جائے گی اگر جدائی کی نیت کر لی تو نماز باطل نہیں ہوگی۔

حنابلہ کے ہاں ❸ جو چیز فرض نہیں تو اس کی دو قسمیں ہیں: واجبات۔

---

❶..... فتح القدیر والعنایۃ: ۱/۱۹۴۔ البدائع ۱/۱۹۸۔ ۲۲۰۔ ❷ جدائی کی نیت کا مطلب یہ ہے کہ اپنی نماز پڑھنے کا ارادہ کر لینا کیونکہ شوافع کے ہاں ایسا کرنے سے مقتدی کی نماز باطل نہیں ہوگی۔ ❸ کشاف القناع: ۱/۴۵۰، ۴۵۵۔ ۴۶۰۔

اور سنن، واجبات وہ ہیں جنہیں جان بوجھ کر چھوڑنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے اور سہواً یا لاعلمی کی حالت میں رہ جانے کی صورت میں سجدہ سہو سے اس کی تلافی ہو جائے گی۔ اور واجبات آٹھ ہیں:

ا۔ تکبیر..... یعنی اللہ اکبر کہنا، اور یہ کسی عمل کی انتہاء اور دوسرے کی ابتداء میں انتقال کے لیے ہے۔ دلائل یہ ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح تکبیر کہتے تھے نیز آپ نے فرمایا کہ نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو لہٰذا اگر نمازی نے رکوع یا سجدہ وغیرہ کے لیے جھکنے سے پہلے تکبیر کہہ دی تو یہ کافی نہیں ہوگی۔ البتہ دوسرے فعل کی طرف منتقل ہونے کی ابتداء یا انتہاء میں کہنے سے نماز ہو جائے گی۔

یہ بات یاد رہے کہ یہ تکبیر تحریمہ اور اس شخص کی تکبیر جو رکوع میں امام سے ملا ہے کی تکبیر سے علاوہ ہیں کیونکہ تکبیر تحریمہ تو رکن ہے اور مقتدی کی تکبیر سنت ہے کیونکہ یہ تکبیر تحریمہ کے بدلے میں ہے۔

۲۔ تسمیع..... یعنی امام اور منفرد کے لیے سمع اللہ لمن حمدہ کہنا۔

۳۔ تحمید..... امام مقتدی اور منفرد کے لیے ربنا لك الحمد کہنا۔

۴۔ رکوع کی تسبیح..... یعنی سبحان ربی العظیم کہنا۔

۵۔ سجدہ کی تسبیح..... یعنی سبحان ربی الاعلیٰ کہنا۔

۶۔ دو سجدوں کے درمیان دعا..... یعنی رب اغفر لی پڑھنا ایک مرتبہ واجب ہے اور کامل یہ ہے کہ بار بار کہے اور کم درجہ یہ ہے کہ تین مرتبہ کہے۔

۷۔ تشہد اول پڑھنا..... کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ہمیشہ پڑھا بھی ہے اور اس کا حکم بھی فرمایا ہے لہٰذا اگر کوئی بھول گیا تو سجدہ سہو کرے۔

اس تشہد کی کم سے کم مقدار یہ ہے کہ:

اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلٰوتُ وَالطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِیْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ پڑھے۔

۸۔ تشہد اول کے لیے بیٹھنا..... یہ اور نمبر ۷ اس مقتدی پر واجب نہیں جس کا امام بھول کر کھڑا ہو گیا ہو۔

جب کہ سنن کی تین قسمیں ہیں سنن اقوال، سنن افعال، سنن ھیئات۔ سنن اقوال سترہ ہیں جو درج ذیل ہیں:

ثناء، تعوذ، تسمیہ، آمین کہنا چار رکعت والی نماز کی پہلی دو رکعتوں میں سورت پڑھنا نماز فجر جمعہ عیدین اور نفلی نماز کی تمام رکعتوں میں سورت پڑھنا جہر کی جگہ جہر اور اخفا کے موقع پر اخفاء کرنا مقتدی کے علاوہ امام منفرد کا تحمید کے بعد یہ دعا پڑھنا:

ملءُ السموات وملءُ الارض وملءُ ماشئت من شیءٍ بعد

رکوع اور سجود کی تسبیح ایک سے زیادہ مرتبہ پڑھنا دو سجدوں کے درمیان رب اغفر لی پڑھنا اور تشہد اخیر کے آخر میں یہ تعوذ پڑھنا اعوذ باللہ من عذاب جهنم تشہد اخیر کے آخر میں دعا کرنا تشہد اخیر میں آل نبی پر درود اور برکت کی دعا بارك علی محمد وعلی آل محمد پڑھنا اور تشہد اول میں اضافہ کرنا اور وتروں میں دعا قنوت پڑھنا۔

ان کے علاوہ باقی افعال اور ھیئات کی سنتیں ہیں مثلاً انگلیوں کو ہاتھ اٹھاتے وقت ملی ہوئی اور سیدھی قبلہ رخ رکھنا اور ان کو کندھے کے برابر اٹھانا تکبیر تحریمہ رکوع قومہ وغیرہ کے وقت اٹھانا اور پھر چھوڑ دینا۔

نماز کے اندر داخل سنتوں کی تفصیل:

۱۔ تکبیر تحریمہ کے لیے ہاتھ اٹھانا..... تکبیر تحریمہ کے وقت نماز کی ابتداء میں ہاتھوں کے اٹھانے کے مستحب ہونے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔ اٹھانے کہاں تک ہیں تو مالکیہ اور شوافع کی ہاں دونوں کندھوں کے برابر تک، حنابلہ کے ہاں کانوں کی لو اور کندھوں کے برابر اٹھانے میں اختیار ہے۔ جب کہ حنفیہ کے ہاں مرد اپنے انگوٹھوں کو کانوں تک اور عورت کندھوں کے برابر اٹھائے کیونکہ اس میں اس کے لیے زیادہ پردہ ہے۔

ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انگلیوں کے پورے اس جگہ تک پہنچائے اور امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس کا معنی یہ ہے کہ انگلیوں کے پورے کانوں کی اوپر کی طرف انگوٹھے کانوں کی لو کے برابر اور ہتھیلیاں کندھوں کے برابر رکھے۔ مالکیہ نے اس کیفیت کو معتمد قرار دیا ہے اور فقہاء نے انگلیوں کے پوروں کو قبلہ کی طرف مائل کرنے کو مسنون قرار دیا ہے۔

حنفیہ کی دلیل..... وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب آپ نماز شروع فرما رہے تھے تو اپنے ہاتھوں کو اٹھایا اور تکبیر کہی اور ہاتھوں کو کانوں کے برابر لے گئے۔ ❶ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے تو اپنے ہاتھوں کے انگوٹھے کانوں کے برابر اٹھاتے ❷ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکبیر کہتے ہوئے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھے کانوں کے برابر اٹھائے۔ ❸

شوافع اور مالکیہ کی دلیل: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع کرتے تو اپنے ہاتھوں کو کندھوں کے برابر اٹھاتے۔ ❹

حنابلہ کی دلیل..... حنابلہ کا کہنا یہ ہے کہ دونوں صورتیں آپ علیہ السلام سے منقول ہیں کندھوں کے برابر اٹھانا حضرت ابوحمید ❺ ابن عمر علی اور ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے اور کانوں کے برابر اٹھانا وائل بن حجر اور مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔ ❻

تکبیر کے وقت ہاتھ کب اٹھائے:

حنفیہ کے ہاں..... صحیح قول کے مطابق حنفیہ کے ہاں پہلے ہاتھ اٹھائے پھر تکبیر کہے کیونکہ اس کے اس فعل سے اللہ کے علاوہ کی بڑائی کی نفی ہے۔

مالکیہ کے ہاں..... تکبیر تحریمہ شروع کرتے وقت دونوں ہاتھ اس طرح کھلے ہوئے اٹھائے کہ اندرونی حصہ زمین اور بیرونی حصہ آسمان کی طرف ہو خوفزدہ شخص کی طرح۔

شوافع اور حنابلہ کے ہاں..... تکبیر تحریمہ کی ابتداء میں ہاتھ اٹھائے اور جب تکبیر ختم ہو تو ہاتھ نیچے کرے یعنی دونوں کام اکٹھے کرے۔ چونکہ ہاتھ اٹھانا سنت ہے اس لیے اگر کسی نے بھول کر ہاتھ نہ اٹھائے یہاں تک کہ تکبیر تحریمہ ختم ہوگئی تو اب نہ اٹھائے لیکن اگر درمیان میں یاد آ جائے تو اٹھائے کیونکہ محل باقی ہے۔

---

❶..... رواہ مسلم (نصب الرایۃ: ۱/ ۳۱۰) ❷ رواہ احمد والطحاوی (نصب الرایۃ: ۱/ ۳۱۱) ❸ رواہ الحاکم (نصب الرایۃ: ۳۱۱۵۱) ❹ متفق علیہ ❺ رواہ الجماعۃ ❻ نیل الاوطار: ۲/ ۱۷۹۔۸۳)

اگر کندھوں تک ہاتھ اٹھانے کی طاقت نہ ہو تو جہاں تک ہو سکے اٹھالے، اسی طرح اگر ایک اٹھا سکتا ہے دوسرا نہیں تو اس ایک کو اٹھالے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

”جب میں تمہیں کسی کام کا حکم دوں تو مقدور بھر اس کو کرو۔“

اور اگر حالت مسنون سے زیادہ اٹھانے کی طاقت ہے، تو زیادہ اٹھالے کیونکہ سنت پوری ہو جائے گی۔

انگلیاں کس طرح رکھے:

حنفیہ مالکیہ اور شوافع کے ہاں..... ہاتھ اٹھاتے وقت انگلیوں کو اپنی حالت پر چھوڑ دے نہ ملائے نہ کھلی رکھے بلکہ درمیانی حالت میں رکھے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب ہاتھ اٹھاتے تھے تو انگلیاں کھلی ہوئی ہوتی تھیں۔ (1) یعنی اپنی حالت پر ہوتی تھیں۔

حنابلہ کے ہاں: انگلیوں کو ملانا اور لمبا کرنا مستحب ہے حضرت ابوھریرۃ کی روایت ہے: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو ہاتھوں کو ملا کر اٹھاتے۔ (2)

تکبیر تحریمہ بلند آواز سے..... مالکیہ کے ہاں (3) ہر نمازی چاہے امام ہو مقتدی ہو یا منفرد کے لیے تکبیر تحریمہ بلند آواز سے کہنا مستحب ہے البتہ باقی تکبیرات میں امام کو بلند آواز سے اور باقی مقتدی یا منفرد کو آہستہ سے کہنا افضل ہے۔

باقی تکبیر میں ہاتھ اٹھانا:

حنفیہ اور مالکیہ کے ہاں..... تکبیر تحریمہ کے علاوہ رکوع اور قومہ وغیرہ میں ہاتھ اٹھانا (رفع یدین) سنت نہیں کیونکہ ان کے ہاں اس بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی صحیح روایت منقول نہیں ہے۔

دلائل..... یہ حضرات ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو ہاتھ اٹھاتے پھر اس کے بعد نہ اٹھاتے سے استدلال کرتے ہیں۔ اسی طرح حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے فعل سے بھی کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہ پڑھاؤں۔ پھر آپ نے نماز پڑھائی اس میں صرف پہلی مرتبہ ہاتھ اٹھائے اس کے بعد نہیں اٹھائے۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں کہ آپ نے پہلی مرتبہ ہاتھ اٹھائے پھر دوبارہ نہیں اٹھائے (4) اسی طرح آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نماز پڑھی یہ حضرات ابتداء نماز کے علاوہ ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔ (5)

شوافع اور حنابلہ کے ہاں..... تکبیر تحریمہ کے علاوہ رکوع اور رکوع سے اٹھتے وقت یعنی قومہ میں ہاتھ اٹھانا بھی سنت ہے دلیل اکیس صحابہ سے مروی متواتر حدیث ہے (6) جس میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کی متفق علیہ روایت ہے فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں کے برابر تک اٹھاتے پھر تکبیر کہتے پھر جب رکوع کا ارادہ کرتے تو دونوں ہاتھ اٹھاتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو بھی ہاتھ اٹھاتے اور سمع اللہ لمن حمدہ اور ربنا ولك الحمد کہتے۔ (7)

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شوافع کے ہاں درست بات یہ ہے کہ تشہد اول سے اٹھتے وقت بھی ہاتھ اٹھانے چاہئیں دلیل حضرت نافع کی روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما جب نماز میں داخل ہوتے تو تکبیر کہتے اور ہاتھ اٹھاتے جب رکوع کرتے تو بھی ہاتھ اٹھاتے اور جب

---

(1)..... نیل الاوطار ۲: ۱۷۶۔ (2) الشرح الکبیر: ۱/ ۲۴۴۔ (3) نیل الاوطار: ۲/ ۱۸۱۔ (4) اخرجہ ابوداؤد والنسائی والترمذی وقال: حدیث حسن (نصب الرایۃ: ۱/ ۳۹۴) (5) نصب الرایۃ: ۱/ ۳۹۶۔ (6) راجع النظم المتناثر۔ (7) نیل الاوطار ۲: ۱۹۰۔ ۱۸۲

سمیع کہتے تو بھی ہاتھ اٹھاتے اور جب دو رکعتوں سے فارغ ہو کر اٹھتے جب بھی ہاتھ اٹھاتے اور ابن عمر اس کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرتے تھے۔❶

خلاصہ..... خلاصہ یہ کہ جمہور کے ہاں ہاتھ اٹھاتے وقت انگلیاں اپنی حالت پر رہنی چاہیے۔ حنابلہ کے ہاں ملی ہوئی ہونی چاہیے۔ بالاتفاق ہاتھوں کا رخ قبلہ کی طرف ہونا چاہیے تاکہ ہتھیلی والی طرف قبلہ رخ ہو قبلہ کی عظمت کی وجہ سے۔

۲۔ مقتدی کی تکبیر تحریمہ امام کی تکبیر سے ملی ہوئی ہونا..... حنفیہ فرماتے ہیں کہ اس طرح ملی ہوئی ہونا سنت ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جب امام تکبیر کہے تو مقتدی بھی تکبیر کہے۔ شرط یہ ہے کہ مقتدی امام کی تکبیر سے پہلے اپنی تکبیر ختم نہ کرے۔

۳۔ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنا:

جمہور کا مذہب..... مالکیہ کے علاوہ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کے بعد نمازی اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی پشت اور کلائی پر رکھے دلیل حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ اٹھائے جب نماز میں داخل ہو رہے تھے پھر تکبیر کہی پھر آپ نے کپڑے درست فرمائے پھر اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی پشت کلائی اور بازو پر رکھا❷ اسی طرح وہ روایت بھی جسے حضرت قبیصہ بن ھلب اپنے باپ ھلب سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری امامت فرماتے تو بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ سے پکڑتے❸ نیز وہ روایت بھی جسے سہل بن سعد نے روایت کیا کہ لوگ حکم دیتے تھے اس بات کا کہ نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھا جائے❹ اسی طرح حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ وہ نماز میں تھے اور بایاں ہاتھ دائیں ہاتھ پر رکھا ہوا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادھر سے گذر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دائیں ہاتھ کو اٹھا کر بائیں ہاتھ پر رکھ دیا۔❺

دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر کس طرح رکھے؟:

حنابلہ اور شوافع کے ہاں..... دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی کلائی کے قریب رکھے دلیل ابن حجر رضی اللہ عنہ والی گزشتہ روایت ہے۔ اور 'کوع' ہاتھ کے گٹے کی طرف والی جگہ کو کہتے ہیں۔

حنفیہ کے ہاں..... دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھے اور شہادت کی انگلی اور انگوٹھے سے کلائی پر حلقہ بنالے اور عورت حلقہ بنائے بغیر سینہ پر ہاتھ رکھے کیونکہ اس میں اس کے لیے زیادہ پردہ ہے۔

ہاتھ کہاں باندھے؟:

حنفیہ اور حنابلہ کا مذہب..... حنفیہ اور حنابلہ کے ہاں دونوں ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھے دلیل حضرت علی رضی اللہ عنہ والی روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا سنت یہ ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا جائے ناف کے نیچے❻ اور اس سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

---

❶..... المجموع: ۳/۴۲۴۔ ❷ رواہ احمد ومسلم وابو داؤد والنسائی ❸ رواہ الترمذی۔ ❹ رواہ البخاری ❺ رواہ ابو داؤد ❻ رواہ احمد وابو داؤد

شوافع کا مذہب......شافعیہ کے ہاں مستحب یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کو سینے سے نیچے اور ناف سے اوپر بائیں جانب مائل کر تے باندھے کیونکہ دل اسی جانب ہے۔لہٰذا دونوں ہاتھ اعضاء میں سے سب سے عظمت والے عضو (دل) پر ہوں گے۔اور حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ گذشتہ حدیث پہ عمل کرتے ہوئے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کی حالت میں دیکھا آپ نے ایک ہاتھ دوسرے پر سینے پر رکھا ہوا تھا۔اس حدیث کی تائید ابن خزیمہ کی حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں اسی کیفیت کو بیان کیا گیا ہے۔

مالکیہ کا مذہب......مالکیہ کے ہاں مستحب یہ ہے کہ ہاتھوں کو سنجیدگی اور وقار کے ساتھ چھوڑ دے قوت سے نہیں اور ہاتھوں کو سامنے نہ رکھے کیونکہ یہ خشوع وخضوع کے منافی ہے البتہ نفل نماز میں چونکہ کسی چیز کا سہارا لینا جائز ہوتا ہے لہٰذا نفل نماز میں ہاتھوں کو سینے پر باندھنا جائز ہے۔اور فرائض میں باندھنا مکروہ ہے کیونکہ اس میں سہارا ہے البتہ اگر کسی نے سہارا لینے کی غرض سے ہاتھ نہ باندھے بلکہ سنت سمجھ کر باندھے تو فرض میں بھی مکروہ نہیں نیز بغیر کسی نیت کے باندھے تب بھی درست ہے۔

مصنف فرماتے ہیں میرے نزدیک جمہور کا مذہب یعنی ہاتھ باندھنا دائیں کو بائیں پر رکھنا راجح متعین ہے۔اور یہ مذہب مالکی کی حقیقت سے بھی متفق ہے۔

۴۔سجدے کی جگہ پر نظر رکھنا......شافعیہ اور دوسرے حضرات فقہاء فرماتے ہیں کہ نمازی اپنی نظر سجدے کی جگہ پر رکھے کیونکہ یہ خشوع وخضوع کے زیادہ قریب ہے نیز ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو نظر صرف سجدے کی جگہ پر رکھتے [1] البتہ تشہد میں شہادت کی انگلی پر نظر رکھے۔[2]

۵۔ثناء پڑھنا:

مالکیہ کا مذہب......مالکیہ کے ہاں ثناء پڑھنا مکروہ ہے بلکہ نمازی تکبیر کہنے کے بعد قرأت شروع کرے دلیل حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نماز **الحمد للہ رب العالمین** سے شروع کرتے تھے۔

جمہور کا مذہب......جمہور کے ہاں ثناء پڑھنا پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے بعد سنت ہے میرے ہاں یہی مذہب راجح ہے۔

الفاظ ثناء......ثناء کے لیے کئی الفاظ اور صیغے ہیں۔

حنفیہ اور حنابلہ کے ہاں الفاظ ثناء......حنفیہ اور حنابلہ کے ہاں ثناء کے الفاظ درج ذیل ہیں

سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالٰی جدك ولا اله غيرك

دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو سبحانك اللهم پڑھتے۔

الفاظ ثناء کے معنی......سبحانک یہ تسبیح سے ہے معنی ہے پاک **وتبارك اسمك** یہ برکت سے ہے اللہ تعالیٰ کی خیر کا کسی چیز میں ثابت ہونا **وتعالٰی جدك** جد کا معنی عظمت اور تعالیٰ باب تفاعل سے ہے بلندی یعنی آپ کی عظمت بلند ہے ہر ایک سے ترجمہ: اے اللہ تیری ذات پاک ہے خوبیوں والی اور تیرا نام برکت والا ہے اور تیری شان اونچی ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

شوافع کے ہاں الفاظ ثناء......شافعیہ کے ہاں پسندیدہ الفاظ ثناء یہ ہیں:

إني وجهت وجهي للذي فطر السموات والارض حنيفا وما انا من المشركين ان صلاتي ونسكي ومحياي ومماتي لله رب العالمين لاشريك له وبذلك امرت وانا من المسلمين

---

[1] ......نيل الاوطار: ۱۸۹/۲۔ [2] نيل الاوطار: ۱۸۹/۲

یہ حضرت علی بن ابی طالب سے احمد مسلم اور ترمذی میں روایت ہے اور اس کی تصحیح بھی کی ہے، یہ قران کریم کی آیت ہے البتہ ایک مسلمان کے لیے مناسب ہے کہ آخر میں وہ انا من المسلمین کہے اصل میں اول المسلمین ہے جیسا کہ مسلم کی روایت میں ہے۔

ترجمہ..... میں نے اپنے چہرے کو اس ذات کی جانب متوجہ کیا جس نے آسمان وزمین بنائے ہیں اور میں شرک کرنے والا نہیں ہوں یقیناً میری نماز، میری قربانی، میرا زندہ رہنا اور میری موت اللہ ہی کے لئے ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔

امام احمد رحمۃ اللہ سبحانك اللھم کے علاوہ باقی الفاظ ثناء بھی پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں جب کہ حنفیہ نفل نمازوں میں ثناء اور انی وجھت وغیرہ کو جمع کرنے کی اجازت دیتے جب کہ جنازے میں صرف ثناء کی اجازت ہے۔

ثناء کب تک پڑھنے کی اجازت ہے..... حنفیہ اور حنابلہ کے ہاں جب امام قرأت جہری یا سری نماز میں شروع کرے تو مقتدی کو اس وقت ثناء پڑھنے کی اجازت نہیں چاہے مقتدی مسبوق ہو یا مدرک یعنی شروع سے امام کے ساتھ شریک ہوا ہو یا قرأت کے بعد، کیونکہ جہری نماز میں قرآن سننا فرض ہے اور سری نمازوں میں قرأت کی عظمت کی وجہ سے سنت اور یہ سنت بذات خود مقصود نہیں۔ نیز سری نمازوں میں مقتدی کا قرأت نہ کرنا وجوب انصات کی وجہ سے نہیں بلکہ امام کی قرأت اس کی طرف سے بھی قرأت ہے اس وجہ سے۔

حنابلہ کے ہاں مقتدی سرّی نمازوں اور جہری نماز کے سکتات میں ثناء اور تعوذ پڑھے گا شوافع کے ہاں درج ذیل الفاظ سے نماز کی ابتداء یعنی ثناء کی جگہ پڑھ سکتا ہے۔ مثلاً:

سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ، واللہ اکبر اور اللہ اکبر کبیرا والحمدللہ کثیرا وسبحان اللہ وبحمدہ بکرۃ واصیلا اور اللھم باعد بینی وبین خطایای کما باعدت بین المشرق والمغرب اللھم نقنی من الخطایا کما نقیت الثوب الابیض من الدنس اللھم اغسلنی بالماء والثلج والبرد وغیرہ۔

منفرد اور ایسے لوگوں کا امام جو میری ہیں اور طویل قرأت پر خوش ہیں ان کے لیے ان سب دعاؤں کو پڑھنا مستحب ہے اور یہ مزید ایک اور دعا بھی ساتھ ملا کر پڑھے وہ یہ ہے:

اللھم انت الملك لا الہ الا انت انت ربی وانا عبدك ظلمت نفسی واعترفت بذنبی فاغفرلی ذنوبی جمیعا فانہ لا یغفر الذنوب الا انت واھدنی لا حسن الاخلاق فانہ لا یھدی لا حسنھا الا انت واصرف عنی سیئھا فانہ لا یصرف سیھا الا انت لبیك وسعدیك والخیر کلہ فی یدیك والشر لیس الیك انا بك والیك تبارکت ربی وتعالیت فلك الحمد علی ما قضیت استغفرك واتوب الیك

ترجمہ..... یا اللہ! آپ بادشاہ ہیں آپ کے سوا کوئی معبود نہیں آپ میرے پروردگار ہیں اور میں آپ کا بندہ ہوں، میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے، میں اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہوں بس میرے گناہ معاف فرما دیجئے کیونکہ آپ کے سوا کوئی گناہوں کو معاف نہیں کر سکتا، اور مجھے اچھے اخلاق کی ہدایت دیجئے۔ اچھے اخلاق کی ہدایت آپ کے سوا کوئی نہیں دے سکتا، اور مجھ سے برے اخلاق کو دور کرے دیجئے، برے اخلاق کو آپ کے سوا کوئی دور نہیں کر سکتا، میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوں تمام بھلائی آپ کے ہاتھوں میں ہے اور برائی آپ کا رخ نہیں کر سکتی میں آپ ہی کا محتاج ہوں اور آپ ہی کی طرف رخ کرتا ہوں آپ برکت والے اور بلندی والے ہیں اس پر آپ ہی کی تعریف ہے جو آپ نے فیصلہ کیا میں آپ سے مغفرت مانگتا ہوں اور آپ کے سامنے توبہ کرتا ہوں۔

شوافع کے ہاں نماز فرض ہو یا نفل اسی طرح نمازی منفرد ہو یا امام یا مقتدی سب کے لیے دعائے توجہ (وجھت وجھی للذی) پڑھنا درج ذیل پانچ شرائط کے ساتھ مستحب ہے:

۱.....نماز جنازہ نہ ہو کیونکہ اس میں تعوذ سنت ہے۔

۲.....نماز کے اداء کا وقت فوت نہ ہوتا ہو۔ وہ وقت وہ ہے جس میں ایک رکعت پڑھی جاسکتی ہو لہٰذا اگر صرف ایک رکعت پڑھنے کی مقدار وقت باقی ہو تو دعاء توجہ پڑھنا سنت نہیں۔

۳.....امام کو قیام کی حالت میں پائے۔ اگر قیام کے علاوہ مثلاً قومہ وغیرہ میں امام کو پایا تو بھی یہ دعا سنت نہیں البتہ اگر تشہد میں یا امام سلام پھیر چکا ہے یا مقتدی کے بیٹھنے سے پہلے کھڑا ہو گیا تو پڑھنا سنت ہے۔

۴.....مقتدی کو فاتحہ کا کچھ حصہ رہ جانے کا خطرہ نہ ہو اگر خطرہ ہے تو سنت نہیں اور شروع کر ہی دی تو پھر بقدر فاتحہ ہی پڑھے۔

۵.....تعوذ یا قرأت اگرچہ بھولے ہی سے شروع کر دی ہے تو پھر دعا توجہ نہ پڑھے۔

۶۔قرأت سے پہلے تعوذ پڑھنا:

مالکیہ کا مذہب.....مالکیہ کے ہاں تعوذ و تسمیہ پڑھنا چاہے فاتحہ ہو یا سورت سے پہلے مکروہ ہے دلیل حضرت انس رضی اللہ عنہ والی حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر عمر رضی اللہ عنہما نماز کو **الحمد للہ رب العالمین** سے شروع فرمایا کرتے تھے۔

حنفیہ کے ہاں.....حنفیہ کے ہاں صرف پہلی رکعت میں تعوذ پڑھے۔

شوافع اور حنابلہ کے ہاں.....شوافع اور حنابلہ کے ہاں ہر رکعت میں قرأت سے پہلے تعوذ سراً پڑھنا سنت ہے۔ الفاظ یہ ہیں:

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم اور امام احمد کے ہاں پہلے وہ **اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم** [1] پھر **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** آہستہ پڑھے حنفیہ اور حنابلہ کے ہاں جب کہ جہری نماز میں شوافع کے ہاں جہراً پڑھے اور یہ حضرت تعوذ کی سنت کی دلیل اس آیت سے پیش کرتے ہیں:

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿۹۸﴾ ......النحل ۱۶/ ۹۸

۷۔آمین کہنا.....سورۃ فاتحہ کے ختم پر نمازی چاہے امام ہو یا مقتدی اور منفرد آمین کہے۔ حنفیہ اور مالکیہ کے ہاں آہستہ کہے، جب کہ شوافع اور حنابلہ کے ہاں سری نمازوں میں سراً اور جہری نمازوں میں جہراً کہے۔ اور مقتدی امام کی آمین کے ساتھ آمین کہے دلیل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو کیونکہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے ساتھ ہو گی تو اس کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ ابن شہاب زہری فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آمین کہا کرتے تھے۔ [2]

حنابلہ نے اس بات کا اضافہ کیا ہے کہ اگر امام آمین کہنا بھول جائے تو مقتدی بآواز بلند آمین کہے تاکہ امام کو یاد آ جائے اور وہ بھی کہے کیونکہ تعوذ کی طرح یہ بھی سنت قولیہ ہے لہٰذا اگر امام چھوڑ دے تو مقتدی کو کہنی چاہئے۔ اسی طرح اگر امام نے سراً آمین کہی تو مقتدی جہراً کہے اگر نمازی بھول کر یا جان بوجھ کر آمین کہنا چھوڑ دے اور سورت شروع کر دے تو پھر آمین نہ کہے کیونکہ اس کا محل فوت ہو گیا۔

مالکیہ اور حنفیہ کی دلیل.....آمین سراً کہنے کی دلیل ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: کہ چار چیزیں امام آہستہ کہے تعوذ تسمیہ تحمید اور آمین۔ [3]

شوافع اور حنابلہ کی دلیل.....جہراً کہنے کی دلیل ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب **غیر المغضوب**

---

[1]..... نیل الاوطار ۲/ ۱۹۶۔ [2] نیل الاوطار: ۲/ ۲۲۲۔ [3] رواہ ابن ابی تیمیہ۔

علیہم ولاالضالین تلاوت فرماتے تو آمین کہتے کہ پہلی صف والے اسے سن لیتے ❶ اسی طرح حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو غیر المغضوب علیہم ولاالضالین پڑھتے ہوئے سنا اور آپ نے آمین کہی آواز کو لمبا کیا۔ ❷

۸۔ سکتہ کرنا:

شوافع کے ہاں..... نماز میں بقدر سبحان اللہ چھ سکتے کرنا سنت ہیں۔ البتہ امام کے لیے جہری نماز میں آمین اور سورت کے درمیان مقتدی کی فاتحہ پڑھنے کی مقدار سکتہ کرنا سنت ہے۔ نیز ان سکتات کے درمیان امام کے لیے مسنون یہ ہے کہ وہ قرأت کرے یا دعا وغیرہ میں سرًّا مشغول رہے۔ ہاں قرأت کرنا بہتر ہے سکوت کا مطلب یہ ہے کہ جہر نہ کرے ورنہ نماز میں حقیقتاً سکتہ مطلوب نہیں۔

چھ سکتے:

۱..... تکبیر تحریمہ اور دعا توجہ (وجهت وجهی للذی) کے درمیان۔

۲..... توجہ اور تعوذ کے درمیان۔

۳..... تعوذ اور تسمیہ کے درمیان۔

۴..... فاتحہ اور آمین کے درمیان۔

۵..... آمین اور سورت کے درمیان۔

۶..... سورت اور رکوع کی تکبیر کے درمیان۔

گویا تین سورۂ فاتحہ سے پہلے اور تین بعد میں۔ چوتھے سکتے میں حکمت یہ ہے کہ مقتدی کو معلوم ہو جائے کہ لفظ آمین قرآن میں سے نہیں۔
حنابلہ کے ہاں امام کے لیے مستحب یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ کے بعد سکتہ کرے تاکہ مقتدی فاتحہ پڑھ لے تاکہ دونوں کا نزاع نہ ہو اس میں۔
جیسا کہ سکوت مستحب ہے تکبیر کے بعد قرأت کے بعد اور فاتحہ کے بعد آمین سے پہلے۔

سکتہ مشروع ہونے کی دلیل:

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے..... کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو سکتے کرتے تھے ایک جب نماز شروع کرتے اور آپ جب قرأت سے فارغ ہوتے اور ایک روایت میں ہے، ایک سکتہ تکبیر کے بعد اور ایک سکتہ غیر المغضوب علیہم ولاالضالین پڑھ کر فارغ ہونے کے بعد ❸ اس روایت میں تین سکتے تکبیر کے بعد فاتحہ کے بعد اور قرأت کے بعد کرنے کی دلیل ہے۔

حنفیہ اور مالکیہ کے ہاں..... سکتہ مکروہ ہے۔ البتہ مالکیہ کے ہاں فاتحہ کی بحث میں یہ بات ہے کہ خاموش رہ کر فصل کرنا مستحب ہے یا ذکر کرے اور یہ تکبیر تحریمہ اور رکوع کی تکبیر کے درمیان ہے تاکہ تکبیر تحریمہ اور رکوع کے درمیان التباس نہ ہو اگر کسی نے فصل نہ کیا اور رکوع کر لیا تو بھی صحیح ہے۔

آخری دو رکعتوں میں کیا کرے..... حنفیہ کے ہاں مفتی بہ قول کے مطابق فرض نماز پڑھنے والے کو آخری دو رکعتوں (تیسری اور چوتھی) میں اختیار ہے چاہے فاتحہ پڑھے یا تین بار تسبیح پڑھ لے یا اتنی مقدار خاموش کھڑا رہے۔ اور اس خاموش کھڑا رہنے کی وجہ سے وہ گناہ گار

---

❶..... نیل الاوطار ۲/۲۲۴۔ ❷ المصدر السابق۔ ❸ نیل الاوطار: ۲/۲۳۹

نہ ہوگا۔ کیونکہ حضرت علی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ بات منقول ہے جس کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فاتحہ پڑھنا وجوب سے خالی ہے۔

۹۔ دوقدموں کے درمیان فاصلہ:

حنفیہ کے ہاں...... دونوں قدموں کے درمیان چار انگلیوں کی مقدار فاصلہ رکھنا سنت ہے کیونکہ یہ خشوع وخضوع کے زیادہ قریب ہے۔

شوافع کے ہاں...... دونوں پاؤں کے درمیان ایک بالشت فاصلہ رکھنا مسنون ہے اور بغیر عذر کے دونوں قدموں کو ملانا مکروہ ہے کیونکہ یہ منافی خشوع ہے۔

مالکیہ اور حنابلہ کے ہاں...... دونوں پاؤں کو درمیانی حالت میں رکھے نہ زیادہ فاصلہ ہو اور نہ ملائے ہوئے ہوں تا کہ عرفا برا محسوس نہ ہو۔

۱۰۔ فاتحہ کے بعد سورت پڑھنا...... سورۃ فاتحہ کے بعد سورت پڑھنا حنفیہ کے ہاں تو واجب ہے جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا، البتہ جمہور کے ہاں سورت پڑھنا سنت ہے پہلی دو رکعتوں میں جہری نمازوں میں جہراً اور سری نمازوں میں سراپڑھے کیونکہ آپ علیہ السلام اسی طرح پڑھتے تھے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورت فاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے تھے پہلی رکعت لمبی اور دوسری مختصر اور کبھی کبھی کوئی آیت سنائی دیتی تھی۔ اور آپ علیہ السلام عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے تھے پہلی رکعت طویل اور دوسری مختصر۔ اسی طرح صبح کی نماز میں پہلی رکعت لمبی اور دوسری مختصر ہوتی تھی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں ساٹھ سے سو آیتیں پڑھتے تھے ❶ اور جہری نمازوں میں تو سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورت پڑھنا مشہور ہے اور متواتر اس کا ثبوت ہے نیز حضرت معاذ نے تو ان الفاظ میں پڑھنے کا حکم بھی فرمایا: کہ سورۃ الشمس، اعلٰی اور واللیل اذا یغشٰی پڑھا کرو۔ ❷

پڑھی جانے والی سورت کی نوعیت:...... حنفیہ کے ہاں ❸ ایک سورت کو دو رکعتوں میں پڑھنا اسی طرح ایک رکعت میں سورت کا ایک حصہ اور دوسری رکعت میں دوسرا حصہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں اور اگر ایک ہی سورت میں دو بار زیادہ آیتیں چھوڑ کر پڑھے تو بھی صحیح ہے۔

البتہ چھوٹی سورتوں میں فصل اور اسی طرح الٹا پڑھنا بایں طور کے پہلی رکعت میں جو سورت پڑھی دوسری میں اس سے پیچھے والی پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ سورتوں کی ترتیب واجبات تلاوت میں سے ہے ہاں! چھوٹے بچوں کو بطور تعلیم آسانی کی وجہ سے معکوس پڑھانا جائز ہے اسی طرح اگر کسی نے قرآن کریم کی تلاوت ختم کی تو سورۂ بقرہ پڑھنا جائز ہے۔

اگر کسی نے پہلی رکعت میں سورۂ کافرون پڑھی اور دوسری سورۂ فیل یا سورۂ لہب پڑھی پھر قرأت یاد آ گئی تو نماز مکمل ہوگئی۔ البتہ نوافل میں جس طرح بھی پڑھے مکروہ نہیں بڑی آیت میں سے تین آیتیں پڑھنا جو ایک چھوٹی سورت کے برابر ہوں واجب ہے کیونکہ تحدی (چیلنج) اور معجزہ اسی مقدار سے ہوسکتا ہے ایک آیت سے نہیں نیز کثرت ثواب کی وجہ سے فضلیت میں ترجیح ہوتی ہے کسی بھی پوری سورت یا سورۃ کے کچھ حصہ میں اکثر آیات کا اعتبار ہے۔

جہری اور سری قرأت کے مواقع...... علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ صبح، مغرب، عشاء، جمعہ، عیدین، تراویح اور وتر رمضان میں جہر

❶...... متفق علیہ ❷ متفق علیہ ❸ الدار لمختار ۱/ ۵۱۰، ۵۱۱

قرأت سنت ہے اور ظہر وعصر میں سرًّ اقرأت مسنون ہے جب کہ نوافل میں وتر وغیرہ کی طرح فقہاء کے ہاں تفصیل ہے۔

حنفیہ کے ہاں...... امام پر رمضان میں وتر کی تمام رکعات میں عیدین اور تراویح میں جہراقرات کرنا واجب ہے، جب کہ امام اور منفرد کے لیے نماز کسوف، استسقاء اور دن کے نوافل میں سرًّ اقرأت کرنا واجب ہے۔ اور رات کے نوافل میں اختیار ہے۔

منفرد کو جہری نمازوں میں اختیار ہے کہ وہ چاہے تو جہری قرأت کرے چاہے سری اور جہری نماز اپنے وقت پر پڑھ رہا ہو یا قضاء البتہ رات کے وقت جہری نماز میں جہراً قرأت افضل ہے اور سرّی نمازوں میں صحیح قول کے مطابق منفرد پر سرًّ اقرأت واجب ہے۔ جب کہ مقتدی کو ہر حال میں خاموش رہنا واجب ہے۔

مالکیہ کے ہاں رات کے تمام نوافل میں جہر مستحب ہے جب کہ دن کے تمام نوافل میں سر مستحب ہے البتہ وہ نوافل جن کے لیے خطبہ ہے ان میں دن میں بھی جہر مستحب ہے جیسے عیدین استسقاء وغیرہ اور مقتدی کے لیے سر مستحب ہے۔

شوافع کے ہاں...... عیدین، خسوف، استسقاء، تراویح اور رمضان کے وتر اور طواف کی دو رکعتوں (اگر رات یا صبح کے وقت کیا ہو) میں جہر کرنا سنت ہے اور اس کے علاوہ میں سرًّ اقرأت مسنون ہے البتہ رات کے نوافل میں اسے جہر اور سر میں توسط اختیار کرنا چاہے۔ توسط کا مطلب یہ ہے کہ کبھی جہراً پڑھے کبھی سرًا جب کہ اس سے کسی سونے والے یا نمازی وغیرہ کو تشویش نہ ہو۔ اور فرض کی قضاء میں وقت قضاء کا اعتبار ہے (یعنی اگر دن کو قضاء پڑھ رہا ہے تو سراً پڑھے اور اگر رات کو قضاء پڑھ رہا ہے تو جہراً پڑھے اور عورت اگر گھر میں کوئی غیر محرم نہ ہو تو مرد سے کم جہر کر سکتی ہے۔

حنابلہ کے ہاں..... نماز عید استسقاء کسوف، تراویح اور وتر جب تراویح کے بعد پڑھے جائیں میں جہراقرأت کرنا سنت ہے جب کہ ان کے علاوہ میں سراً مسنون ہے باقی منفرد کو حنفیہ کی طرح جہری نمازوں میں جہر اور سر کا اختیار ہے۔

دوران قرأت دعا...... رحمت کی آیات کی تلاوت پر رحمت طلب کرنا اور عذاب وغیرہ کی آیات کے وقت پناہ طلب کرنا مستحب ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنت اور جہنم کے تذکرے کے وقت فرماتے تھے: **اعوذ باللّٰہ من النار ویل لاھل النار**❶ میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں جہنم کی آگ سے اور جہنمیوں کے لیے ہلاکت ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی وعید وخوف والی آیت تلاوت فرماتے تو اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے اور پناہ مانگتے اور جب بھی کسی خوشخبری والی آیت کی تلاوت فرماتے تو اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے اور مانگنے کی ترغیب دیتے❷ اور جب آپ **الیس ذلک بقادر علٰی ان یحیی الموتٰی** (القیامۃ ۷۵/۴۰) تلاوت فرماتے تو **سبحانک فبلٰی** پڑھتے❸ اسی طرح تسبیح والی آیت پر تسبیح پڑھنا بھی سنت ہے مثلاً **فسبح باسم ربک العظیم** (الواقعۃ: ۵۶/۷۴) (پر تسبیح پڑھنا) سورۃ التین اور سورۃ القیامۃ کے آخر میں **بلٰی وانا علٰی ذلک من الشاھدین** اور سورۃ المرسلات کے آخر میں **آمنا باللّٰہ** پڑھنا چاہیے۔

سورت کب اور کیسے پڑھے:

شوافع کا مذہب..... شافعیہ کے ہاں جہری نماز میں مقتدی پر سورت پڑھنا ضروری نہیں بلکہ وہ سنے اگر چہ دور ہی کیوں نہ ہو۔ البتہ سری نماز میں صحیح قول کے مطابق سورت پڑھے۔ کیونکہ اس صورت میں خاموش رہنے کا کوئی معنی نہیں شوافع کے علاوہ باقی فقہاء کے ہاں مقتدی پر سورت پڑھنا ضروری نہیں۔

---

❶ ...... رواہ احمد وابن ماجہ ❷ رواہ احمد عن عائشۃ ❸ نیل الاوطار: ۲/۲۲۳۔

مالکیہ اور حنابلہ کا مسلک...... مالکیہ اور حنابلہ کے ہاں سورت سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا سنت ہے نیز سورۃ فاتحہ کے بعد پوری سورت پڑھنا اگرچہ لمبی ہی کیوں نہ ہو مستحب ہے لہٰذا ایک آیت یا زیادہ یا سورت کے بعض حصہ پر اکتفانہ کرنا چاہیے۔

سری نمازوں مغرب کی آخری رکعت اور عشاء کی آخری دو رکعتوں میں امام کے پیچھے مقتدی کے لیے قرأت کرنا مستحب ہے۔

جمہور کے ہاں دو رکعتوں میں ایک سورت پڑھنا مکروہ ہے بلکہ دوسری رکعت میں اس سورت کے علاوہ بعد والی سورت پڑھے جو پہلی میں پڑھی ہے اس سے پہلے والی نہ پڑھے لہٰذا اگر پہلی رکعت میں سورت البینۃ پڑھی ہو تو دوسری رکعت میں سورۃ القدر نہ پڑھے۔

جب کہ حنفیہ کے ہاں ایک ہی سورت کو دونوں رکعتوں میں پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

جمہور کے ہاں فرض کی دوسری رکعت میں پہلی رکعت کی نسبت کم قرأت کرنا مستحب ہے جب کہ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے ہاں صرف فجر کی پہلی رکعت میں طویل قرأت کرنا مستحب ہے فتویٰ امام محمد کے قول پر ہے کہ پہلی رکعت لمبی ہو اور دوسری چھوٹی کیونکہ ظہر اور عصر کے بارے میں بخاری ومسلم دونوں میں جب کہ صبح کی نماز کے بارے میں مسلم شریف میں روایت موجود ہے اسی پر دوسری نمازوں کو قیاس کیا گیا ہے۔

ترتیب سے سورت پڑھنا...... تمام فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سورتیں جس ترتیب سے قرآن کریم میں ہیں اسی ترتیب سے پڑھنا مستحب ہے، الٹ کر پڑھنا مکروہ ہے۔ البتہ کسی سورت کے درمیان یا آخر سے پڑھنا مکروہ نہیں دلیل ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم سورۃ فاتحہ اور جو آسان ہو وہ پڑھیں۔

نفل نماز میں ایک رکعت میں ایک سے زیادہ سورتیں پڑھنا...... نفل نمازوں میں ایک رکعت میں ایک سے زیادہ سورتیں پڑھنا جائز ہے دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رکعت میں سورۃ بقرۃ، آل عمران اور سورت نساء پڑھی البتہ فرض نمازوں میں مستحب یہ ہے کہ سورت فاتحہ کے بعد ایک ہی سورت پڑھے زیادہ نہ پڑھے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرائض اکثر اسی طرح پڑھے ہیں۔

نمازوں میں پڑھی جانے والی مستحب سورتیں...... نماز فجر میں طوال مفصل پڑھنا اور اسی طرح مالکیہ، حنفیہ اور شوافع کے ہاں ظہر کی نماز میں بھی البتہ حنابلہ کے ہاں ظہر میں اوساط مفصل پڑھنا سنت ہے۔ عصر اور عشاء میں اوساط مفصل اور مغرب میں قصار مفصل، جب کہ مالکیہ کے ہاں عصر میں بھی قصار مفصل مسنون ہیں۔

دلیل حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ فلاں شخص کے علاوہ نماز پڑھتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا سلمان بن یسار فرماتے ہیں: میں نے اس کے پیچھے نماز پڑھی تو صبح کی نماز میں اس نے طوال مفصل سے تلاوت کی اور مغرب میں قصار مفصل سے، عشاء میں اوساط مفصل سے [1] چونکہ فجر اور ظہر میں وقت زیادہ ہوتا ہے اس لیے اس میں قرأت طویل کی جاتی ہے تاکہ وہ لوگ بھی ان نمازوں میں حاضر ہوسکیں جو نیند کے غلبہ کی وجہ سے رات کے آخری پہر اور قیلولہ میں غفلت میں ہوتے ہیں۔ اور عصر میں اوساط مفصل کی حکمت یہ ہے کہ لوگ اپنی دوسری مشغولیتوں میں دن کے آخری وقت میں مشغول ہوتے ہیں اور عشاء میں نیند اور اونگھ کا غلبہ ہوتا ہے جب کہ مغرب میں وقت کی تنگی کی وجہ سے قصار مفصل پڑھی جاتی ہیں نیز تمام نمازوں کی قرأت کے متعلق جامع حدیث جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر میں سورۃ ق وغیرہ پڑھتے تھے، جب کہ آپ کی نماز ہلکی ہوتی تھی اور ایک روایت میں ہے ظہر میں **واللیل اذا یغشٰی** اور عصر میں بھی اس کے مثل پڑھتے تھے اور صبح کی نماز میں ان سے لمبی سورتیں پڑھتے تھے [2] اور ایک روایت میں ہے جب سورج زائل ہوتا (یعنی زوال کا وقت ہوتا) تو آپ ظہر کی نماز پڑھتے اور اس میں **واللیل اذا یغشٰی**

---

[1] رواہ احمد والنسائی، والفظ لہ۔ [2] رواھما احمد ومسلم

وغیرہ اور عصر میں بھی اسی طرح پڑھتے اور تمام نمازیں آپ کی اسی طرح ہوتیں البتہ صبح کی نماز میں طویل قرأت فرماتے۔ ❶

ابن ماجہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مغرب میں سورۃ الکافرون اور اخلاص پڑھتے اور امام کے لیے تخفیف عموماً مستحب ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کی وجہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے معاذ کیا تم فتنہ ڈالنے والے ہو؟ کیوں نہ تم نے سورۃ اعلیٰ، سورۃ شمس اور سورۃ اللیل سے نماز پڑھائی۔ ❷ بخاری شریف میں روایت ہے جو شخص لوگوں کو امامت کرائے تو ہلکی نماز پڑھائے کیونکہ ان میں ضعیف کمزور مریض اور حاجتمند لوگ ہوتے ہیں۔ ❸

طوال مفصل وغیرہ کی تعیین...... طوال مفصل اوساط مفصل اور قصار مفصل کی مقدار کی تعیین میں فقہاء کے مختلف اقوال ہیں۔

حنفیہ کے ہاں...... مفتی بہ قول کے مطابق طوال مفصل: سورۃ حجرات سے۔
سورۃ بروج کے آخر تک (یا چالیس پچاس آیتوں کی مقدار قرأت)
اوساط مفصل...... سورۃ طارق سے سورۃ البینہ تک (یا پندرہ آیات کی مقدار)
قصار مفصل...... سورۃ البینہ سے آخر قرآن کریم تک یا ہر رکعت میں پانچ آیات کی بقدر پڑھنا)

مالکیہ کے ہاں...... ❹ طوال مفصل: سورۃ حجرات سے سورۃ نازعات تک اور اوساط مفصل: سورۃ عبس سے واللیل تک اور قصار مفصل: والضحیٰ سے آخر قرآن تک۔

شوافع کے ہاں...... ❺ سورۃ حجرات سے سورۃ نباء تک اوساط مفصل: نباء سے ضحیٰ تک اور قصار مفصل: الضحیٰ سے آخر تک۔ جمعہ کے دن صبح کی نماز کی پہلی رکعت میں سورۃ سجدہ اور دوسری رکعت میں الدھر پڑھے کیونکہ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ایسا ہی ہے۔ ❻

حنابلہ کے ہاں...... ❼ طوال مفصل کی پہلی سورت ق یا حجرات ہے۔ حنابلہ نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ مصحف عثمانی کے موافق قرأت کرتے یعنی جو صحیح سند کے ساتھ تواتر سے لغت عربی کے موافق ہے اور مصحف عثمانی کے علاوہ باقی قرأت کو پڑھنا حرام ہے نماز بھی صحیح نہیں ہوگی مثلاً ابن مسعود کی قرأت قرأت شاذ وغیرہ۔ اور قرأت شاذہ وہ ہیں جن میں ارکان قرأت متواترہ میں سے کوئی ایک رکن نہ پایا جائے اور ارکان قرأت متواترہ تین ہیں۔

۱...... عربیت کے موافق ہو چاہے کسی بھی طرح۔
۲...... مصاحف عثمانیہ کے موافق ہو اگر چہ احتمال ہی ہو۔
۳...... اور سند صحیح ہو۔ ❽

جہر اور سر کی حد...... حنفیہ کے ہاں: جہر کی کم سے کم مقدار یہ ہے کہ امام کے قریب صف اول والے سن لیں اگر ایک یا دو آدمیوں نے سنا تو جہر نہیں شمار ہوگا۔ اور سراً قرأت کی کم سے کم مقدار یہ ہے کہ اپنے آپ کو سنائے یا قریب کے ایک دو آدمی سن لیں۔

مالکیہ کے ہاں...... جہر کی کم سے کم مقدار یہ ہے کہ جو ساتھ کھڑے ہیں وہ سن لیں اور سر کی کم سے کم مقدار یہ ہے کہ زبان کو حرکت ہو۔ البتہ عورت کے لیے جہراً اپنے آپ کو سنانا ہے۔

شوافع اور حنابلہ کے ہاں: جہر کی کم سے کم مقدار یہ ہے کہ قریب کھڑا شخص سن لے اگر چہ ایک ہی ہو۔ اور سر کی کم سے کم مقدار یہ ہے کہ خود

---

❶...... نیل الاوطار: ۲/۲۲۱۔ ❷ نیل الاوطار: ۲/۲۳۵۔ ❸ الدر المختار وردالمحتار: ۱/۵۰۴ تبیین الحقائق: ۱/۱۳۰۔ ❹ الشرح الصغیر: ۱/۳۲۵۔ ❺ شرح المحلی: ۱/۱۵۴۔ ❻ نیل الاوطار: ۳/۲۷۷۔ ❼ کشاف القناع: ۱/۳۹۹۔ ❽ نیل الاوطار: ۲/۲۳۷۔

سن لے۔البتہ عورت اجنبی کی موجودگی میں جہر نہ کرے۔

۱۱۔رکوع سجود وغیرہ کے لیے تکبیر کہنا......رکوع، سجدہ، سجدہ سے اٹھتے وقت اور قیام کے وقت تکبیر کہنا سنت ہے۔یعنی اللہ اکبر یہ اجماع امت سے ثابت ہے۔اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جھکتے اٹھتے قیام اور تعوذ میں تکبیر کہتے ہوئے دیکھا ❶ یہ روایت ان تمام حالتوں میں تکبیر کی مشروعت پر دلالت کرتی ہے البتہ رکوع سے اٹھتے وقت سمع اللہ لمن حمدہ کہا جائے۔حنابلہ کے ہاں سمع اللہ اور ربی اغفرلی کی طرح تکبیر بھی واجب ہے اور تشہد اول بھی۔

رکوع کی سنتیں: (الف)......گھٹنوں کو ہاتھوں سے سہارا دے کر پکڑے۔کمر برابر رہے مرد کے ہاتھوں کی انگلیاں کھلی رہیں اور عورت کے ہاتھوں کی انگلیاں بند رہیں۔پنڈلیوں کو سیدھا رکھے، سر اور کمر برابر رہیں، سر نہ جھکائے نہ اونچا کرے مرد بازو پہلو سے علیحدہ رکھے۔ دلیل ابو مسعود عقبہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ انھوں نے رکوع کیا اپنے ہاتھوں کو پہلو سے الگ کیا ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھا اور انگلیاں گھٹنوں پر کھل کر رکھیں اور فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے ❷ نیز مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے اپنے والد صاحب کے ساتھ نماز پڑھی اور میں نے رکوع میں اپنے دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں کے درمیان کر لیا تو انھوں نے مجھے اس سے منع فرمایا اور فرمایا کہ ہم اس طرح کرتے تھے اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم اپنے ہاتھ گھٹنوں پر رکھیں۔❸

اسی طرح ابو حمید الساعدی کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بیان میں حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ رکوع میں گھٹنوں پر رکھتے، بازو سیدھے رکھتے اور پہلو سے الگ کرتے ❹ اور ابن ماجہ میں وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا جب آپ نے رکوع کیا تو اپنی پیٹھ کو برابر کر لیا یہاں تک کہ اگر اس پر پانی بہایا جائے تو ٹھہر جائے۔اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع کرتے تو سر کو نہ اونچا رکھتے نہ نیچا بلکہ (کمر کے برابر) بیچ میں رکھتے۔

ب...... سبحان ربی العظیم کہنا یہ کم مقدار ہے۔کمال کا ادنی درجہ تین مرتبہ کہنا ہے جمہور کے ہاں مالکیہ کے ہاں اس کی کوئی مقدار متعین نہیں اسی طرح مالکیہ شوافع اور حنابلہ وبحمدہ کا اضافہ بھی کرتے ہیں دلیل حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی آپ نے رکوع میں سبحان ربی العظیم اور سجدے میں سبحان ربی الاعلی کہا۔جب کوئی آیت رحمت پڑھتے تو ٹھہر کر اللہ تعالی سے مانگتے اور عذاب کی آیت پر اس سے پناہ مانگتے۔❺ نیز حضرت عقبہ بن عامر کی روایت ہے کہ جب " فسبح باسم ربک العظیم " یہ آیت نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو اپنے رکوع میں شامل کر لو اسی طرح ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم رکوع کرو تو تین دفعہ سبحان ربی العظیم کہو اور یہ اس کی کم سے کم مقدار ہے۔❻

مقتدیوں کی رعایت کی وجہ سے امام کے لیے تین سے زیادہ تسبیحات کہنا مکروہ ہے البتہ شوافع کے ہاں منفرد اور ایسے مقتدیوں کا امام جو طویل نماز پر راضی ہوں تو وہ یہ بھی پڑھ سکتا ہے۔

اللھم لک رکعت، وبک آمنت ولک اسلمت خشع لک سمعی وبصری ومخی وعظمی وعصبی وما استقلت بہ قدمی❼

❶......نیل الاوطار: ۲/ ۲۴۔❷ المصدر السابق ص: ۲۴۳۔❸المصدر السابق ص ۲۴۴۔❹المرجع السابق ص ۱۸۴۔❺نیل الاوطار: ۲/ ۲۴۷ ❻المرجع السابق: ص ۲۴۶۔❼رواہ مسلم۔

حنفیہ کے ہاں رکوع کو لمبا کرنا یا قرأت کو کسی آنے والے کے لیے جس کو جانتا ہو مکروہ تحریمی ہے اگر جانتا نہ ہو تو مکروہ نہیں اور یہ بات دوسرے ائمہ کے موافق ہے رکوع اطمینان سے کرنا ائمہ اربعہ کے ہاں واجب ہے کمامرّ۔

۱۲۔ تسبیح اور تحمید......یعنی ''سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد'' کہنا امام اور منفرد تحمید سرًّا کہے۔ حنفیہ اور حنابلہ کے ہاں اور حنابلہ اور حنفیہ کے ہاں مقتدی صرف ربنا لک الحمد یا ربنا ولک الحمد یا اللھم ربنا ولک الحمد کہے۔ ان میں سے شوافع کے ہاں پہلے الفاظ افضل ہیں، حنفیہ کے ہاں سب سے آخری پھر دوسرے پھر پہلے کہنا افضل ہے جب کہ حنابلہ اور مالکیہ کے ہاں ربنا ولک الحمد کہنا افضل ہے۔

مالکیہ کے ہاں امام ''ربنا لک الحمد'' اور مقتدی سمع اللہ لمن حمدہ نہ کہے جب کہ منفرد دونوں کو کہے کھڑے ہو کر صرف رکوع سے اٹھتے ہی دونوں نہ کہہ دے کیونکہ اٹھنے کی حالت میں تو سمع اللہ لمن حمدہ کہے گا اور جب سیدھا کھڑا ہو جائے تو ربنا لک الحمد کہے۔

خلاصہ......یہ کہ جمہور کے ہاں مقتدی صرف تحمید کہے، شوافع کے ہاں تسمیع اور تحمید ہر نمازی کہے چاہے وہ منفرد ہو یا امام یا مقتدی۔
شوافع کی دلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے پھر رکوع کے وقت تکبیر کہتے، اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے سمع اللہ لمن حمدہ کہتے اور پھر یونہی کھڑے کھڑے ربنا ولک الحمد پڑھتے متفق علیہ حدیث ہے ایک اور روایت میں ربنا لک الحمد بھی ہے۔ [1]

جمہور کی دلیل......حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا لک الحمد پڑھو۔ [2]

شوافع اور حنابلہ کے ہاں تحمید کے لیے یہ الفاظ کہنا سنت ہے:

ربنا لک الحمد ملا السموات وملا الارض، وملأ ما شئت من شيءٍ بعد

ترجمہ......اے ہمارے رب تیرے ہی لیے ساری حمد و ستائش ہے اتنی کہ جس سے زمین وآسمان کی ساری وسعتیں بھر جائیں اور زمین وآسمان سے آگے جو سلسلہ وجود تیری مشیت میں ہے اس کی بھی ساری وسعتیں بھر جائیں''یعنی عرش کرسی وغیرہ اور وہ چیزیں جنہیں اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔

منفرد اور قیدیوں کا امام جب کہ وہ نماز کی طوالت پر راضی ہوں یہ الفاظ بھی پڑھیں:

اهل الثناء والمجد، احق ما قال العبد، و كلنا لك عبد، لامانع لما اعطيت
ولا معطى لما منعت، ولا ينفع ذاالجد منك الجد

ترجمہ......اے تعریف اور بزرگی کے مالک! بندہ جو کچھ کہہ سکتا ہے۔ اور ہم سب آپ کے بندے ہیں اس میں سب سے سچی بات یہ ہے کہ اے اللہ! جو کچھ آپ عطا کریں، اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جس چیز کو آپ روک دیں اسے کوئی دینے والا نہیں، اور کسی صاحب نصیب کو آپ کے خلاف اس کا نصیب فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔

دلیل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے جس میں دونوں قسم کے الفاظ موجود ہیں (جن کا ترجمہ اور الفاظ ذکر کر دیئے ہیں) [3]
اور حنفیہ بھی اس روایت کی بناء پر منفرد کو درج بالا الفاظ پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں۔ [4]

---

[1]......متفق علیہ۔ [2] متفق علیہ۔ [3] رواہ مسلم والنسائی۔ [4] منیۃ المصلی ص ۳۱۸

۱۳۔ سجدہ میں جاتے وقت گھٹنوں پھر ہاتھوں پھر چہرہ کا رکھنا......اور اٹھتے وقت اس کے برعکس کرنا سنت ہے۔ یہ مالکیہ کے علاوہ جمہور کا مسلک ہے دلیل وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی گذشتہ روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا کہ آپ نے اپنے گھٹنے ہاتھوں سے پہلے رکھے اور جب سجدے سے اٹھے تو ہاتھوں کو گھٹنوں سے پہلے اٹھایا۔

مالکیہ کہتے ہیں کہ پہلے ہاتھ رکھے پھر گھٹنے اور سجدے سے اٹھتے ہوئے پہلے گھٹنے پھر ہاتھ اٹھائے دلیل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو اونٹ کے بیٹھنے کی طرح نہ بیٹھے بلکہ پہلے ہاتھ رکھے پھر گھٹنے۔ اس کی تفصیل پہلے گذر چکی ہے اور دونوں طریقوں میں سے کسی کو ترجیح نہیں۔

۱۴۔ سجدے کی دوسری حالتیں: الف......حنفیہ کے ہاں چہرے کو دونوں ہاتھوں کے درمیان رکھنا سنت ہے۔ حنفیہ کے علاوہ باقی فقہاء کے ہاں سجدے میں ہاتھوں کو کندھوں کے مقابل رکھنا سنت ہے، جب کہ انگلیوں کو ملا کر ننگا رکھ کر ہتھیلی پر سہارا لیتے ہوئے قبلہ رخ کرنا بالاتفاق مسنون ہے۔ اور شوافع کے ہاں دونوں پاؤں گھٹنوں اور رانوں کے درمیان ایک بالشت کا فاصلہ رکھنا۔ اسی طرح پاؤں کی انگلیوں کو بھی قبلہ رخ رکھنا مسنون ہے۔

حنفیہ کی دلیل......حضرت وائل بن حجر کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو اپنے چہرے کو دونوں ہاتھوں کے درمیان رکھتے۔ ❶

ہاتھ کی انگلیوں کو ملانے میں حکمت یہ ہے کہ انگلیاں قبلہ کی عظمت کی وجہ سے اس کی طرف متوجہ ہوں نیز سجدے میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہوتا ہے جو انگلیاں ملانے کی صورت میں زیادہ حاصل ہوسکتی ❷ انگلیوں کو ملا کر قبلہ رخ رکھنے کی دلیل حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا تو نہ تو اپنے ہاتھوں کو بند رکھا اور نہ انگلیاں کھلی رکھیں اور پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رخ رکھا۔ ❸

جمہور کی دلیل حضرت ابوحمید الساعدی کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو ہاتھوں کو کندھوں کے مقابل رکھتے۔ ❹

ہاتھوں کو کپڑوں سے الگ رکھنے کی دلیل حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے کپڑے میں ہاتھ رکھ کر نماز پڑھنے سے منع فرمایا جس کی کوئی جانب کھلی ہوئی نہ ہو۔ ❺

ہتھیلیوں پر سہارا اس لئے لیا جاتا ہے تاکہ حرکت میں آسانی ہو اور خشوع وخضوع زیادہ پایا جاتا ہے اور قدموں وغیرہ میں فاصلہ سنت کی بناء پر ہے۔

ب......مرد کے لیے پیٹ کو رانوں کہنیوں کو پہلو سے جدا رکھنا، اور بازؤں کو سجدے میں زمین سے الگ رکھنا گھٹنوں اور پاؤں کے درمیان فاصلہ رکھنا سنت ہے البتہ بھیڑ کی صورت میں بازؤں کو زمین سے ملانے کی گنجائش ہے۔

اور عورت تمام حالتوں میں پیٹ کو رانوں سے ملائے رکھے کیونکہ اس میں اس کے لیے زیادہ پردہ ہے۔

مرد کے طریقہ سجدہ کے دلائل کئی احادیث ہیں جن میں سے ایک حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ میں ہوتے اس وقت اگر بکری کا بچہ نکلنا چاہتا تو نکل جاتا۔ ❻

دوسری حدیث حضرت عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کرتے تو دونوں ہاتھوں کو پہلوؤں سے اتنا جدا رکھتے کہ آپ کے بغلوں کی سفیدی دکھائی دیتی۔ ❼

---

❶......رواہ مسلم وابوداؤد۔ ❷رد المحتار ۱/ ۴۶۵، ۴۷۰۔ ❸رواہ البخاری۔ ❹ رواہ البخاری۔ ❺متفق علیہ۔ ❻رواہ مسلم۔ ❼متفق علیہ

تیسری حدیث حضرت ابوحمید الساعدی کی روایت ہے فرماتے ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو دونوں رانوں کو کھلا رکھتے اور پیٹ کو رانوں سے جدار کھتے تھے ❶ چوتھی حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سجدہ میں اعضاء کو برابر رکھو اور کوئی تم میں سے اپنی بانہوں کو کتے کی طرح نہ بچھائے۔ ❷

ج.....تعدیل ارکان بالاتفاق واجب ہے جیسا کہ پہلے یہ بات گذر چکی ہے۔ اور ناک کو پیشانی کے ساتھ رکھنا مستحب ہے کما مرّ۔ دلیل حضرت ابوحمید رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تھے تو اپنی پیشانی اور ناک کو زمین پر رکھتے تھے اور ہاتھوں کو پہلوؤں سے جدار کھتے تھے اور ہاتھوں کو کندھوں کے مقابل رکھتے تھے۔ ❸

د.....سجدے میں ''سبحان ربی الاعلٰی'' کہنا اس کی کم سے کم مقدار ایک مرتبہ اور کمال کا ادنیٰ درجہ تین مرتبہ کہنا بالاتفاق سنت ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی گذشتہ حدیث کی وجہ سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو سجدہ میں تین مرتبہ سبحان ربی الاعلٰی کہتے اسی طرح حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت بھی ہے۔ ❹

حنفیہ کے ہاں مقتدیوں کی رعایت کی وجہ سے امام تین سے زیادہ مرتبہ تسبیح نہ کہے جب کہ مالکیہ کے ہاں اس کی کوئی حد نہیں ہے۔
مالکیہ، حنابلہ اور شوافع کے ہاں وبحمدہ، کا اضافہ کرنا چاہئے اور شوافع کے ہاں منفرد اور امام جو ایسے مقتدیوں کا ہو جو طویل نماز پر راضی ہوں تو یہ دعا بھی پڑھیں۔

سبوح قدوس رب الملائكة والروح اللهم لك سجدت وبك امنت ولك اسلمت، سجده وجهى للذى خلقه وصوره وشق سمعه وبصره تبارك الله احسن الخالقين

ترجمہ.....اللہ تعالیٰ پاک ہے، پاکی والا ہے، تمام فرشتوں اور روح کا پروردگار ہے، یا اللہ! میں آپ ہی کو سجدہ کرتا ہوں آپ ہی پر ایمان لاتا ہوں، آپ ہی کے آگے جھکتا ہوں، میرے چہرے نے اس ذات کو سجدہ کیا جس نے اسے پیدا کیا، اور اس کی صورت بنائی اور اس میں کان اور آنکھ کے شگاف پیدا کیے اللہ تعالیٰ جو سب سے بہتر پیدا کرنے والا ہے، بہت برکت والا ہے۔

ان کی (سبوح قدوس) جملہ اولیٰ کی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سجدہ میں سبوح قدوس رب الملائکه والروح فرمایا کرتے تھے۔ ❺ سبوح قدوس اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں اور یہ اسم مفعول کے معنی میں ہے یعنی اللہ پاک ہے اور پاکی والا ہے اور سبوح کا معنی ہے جو تمام نقائص شریک اور ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں اس سے پاک ہو۔ اور قدوس کا معنی جو چیز خالق کے شایان شان نہ ہو اس سے پاک ہے۔ اور باقی تسبیحات مسلم شریف میں ہیں۔

ہ.....سجدے کی دعا، حنفیہ کے ہاں ❻ نمازی فرائض میں تسبیحات کے علاوہ کچھ نہ پڑھے اور جو تسبیحات منقول ہیں وہ نفل نماز وغیرہ کے لیے ہیں مالکیہ کے ہاں سجدہ میں امور دین ودنیا آخرت اپنے لیے دوسرے کے لیے خصوصی عمومی اور بغیر کسی حد کے جتنی وسعت سے دعا کرے تو مستحب ہے۔

اور حنابلہ کے ہاں ادعیہ ماثورہ وغیرہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں اور شوافع کے ہاں دعا مانگنے میں تاکید کرے۔
ان کی دلیل مسلم شریف وغیرہ کی روایت ہے کہ بندہ سجدہ میں اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہوتا ہے لہٰذا اس میں زیادہ دعا کرو کیونکہ قبول ہونے کی زیادہ امید ہے ❼ اسی طرح ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے معاذ! جب تم سجدے میں اپنا چہرہ رکھو تو کہا کرو:

---

❶.....رواه ابوداؤد ❷ نيل الاوطار: ۲۵٦/۲. ❸ رواه ابوداؤد والترمذى وصححه (نيل الاوطار: ۲۵۷/۲) ❹ رواه ابن ماجه وابوداؤد، ولم يقل (ثلاث مرات) ❺ رواه مسلم ❻ الدر المختار: ٤٧٢/١. ❼ رواه مسلم واحمد.

اللھم اعنی علی شکرك وحسن عبادتك

اورحضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ کلام یہ ہے کہ بندہ سجدے میں: رب انی ظلمت نفسی فاغفرلی کہے۔❶

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سجدے میں:

اللھم اغفرلی ذنبی کلہ، دقہ وجلہ واولہ وآخرہ وعلانیتہ وسرہ

یااللہ میرے تمام گناہوں کو معاف فرما دیجئے وہ چھوٹے ہوں یا بڑے اول ہوں یا آخر، اعلانیہ ہوں یا خفیہ یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔❷

۱۵۔ دوسجدوں کے درمیان بیٹھنا......مرد کا دوسجدوں کے درمیان بائیاں پاؤں بچھا کر داہنا کھڑا رکھ کر اس کی انگلیاں قبلہ رخ کرے اس طرح بیٹھنا کہ ہاتھوں کی انگلیاں گھٹنوں کے برابر کھلی ہوئی رانوں پر ہوں۔

البتہ عورت حنفیہ کے ہاں تورک کرے بایں طور کہ اپنے بائیں پاؤں کو بھی داہنی طرف نکال کر سرینوں پر بیٹھے کیونکہ اس میں اس کے لیے زیادہ پردہ ہے۔

مرد کے بیٹھنے کے طریقے پر دلیل حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بائیاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھے پھر آپ نے اتنا اطمینان کیا کہ تمام ہڈیاں اپنی جگہ پر آ گئیں پھر آپ سجدے کے لئے جھکے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بایاں پاؤں بچھاتے اور داہنا کھڑا کرتے تھے۔❸

ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے.....نماز کی سنتوں میں سے ایک سنت یہ ہے کہ داہنا پاؤں اس طرح کھڑا رکھا جائے کہ اس کی انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف ہو۔❹

کتے کی طرح بیٹھنا......کتے کی طرح بیٹھنا مکروہ ہے بایں طور کہ دونوں پاؤں بچھا کر ایڑیوں پر بیٹھنا دلیل حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ دوسجدوں کے درمیان کتے کی طرح نہ بیٹھو اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جب تم سجدے سے اپنا سر اٹھاؤ تو اس طرح نہ بیٹھو جس طرح کتا بیٹھتا ہے۔❺

شوافع اور حنابلہ کے ہاں سجدے سے اٹھتے یا بیٹھتے وقت ہاتھوں کا سہارا لینا مسنون ہے اور ممانعت کی روایت ضعیف ہیں۔❻

۱۶۔ دوسجدوں کے درمیان دعا.....حنفیہ کے ہاں رکوع سے اٹھتے وقت جس طرح دعا نہیں اسی طرح دوسجدوں کے درمیان بھی کوئی دعا مسنون نہیں ہے۔ اسی طرح تسبیحات کے علاوہ رکوع وسجود میں بھی کوئی دعا مسنون نہیں اور جو دعائیں منقول ہیں وہ نفل یا تہجد کے لئے ہیں۔

مالکیہ کے ہاں بھی دوسجدوں کے درمیان دعا مستحب نہیں ہے البتہ دعا کا تذکرہ ابن جوزی نے کیا ہے۔

شوافع اور حنابلہ کے ہاں دوسجدوں کے درمیان مسنون ہے اور حنابلہ تو اس کے وجوب کے قائل ہیں اور اس کی کم سے کم مقدار یہ ہے کہ ایک مرتبہ اللھم اغفرلی کہے، اور کمال کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ یہ تین مرتبہ کہے جیسے رکوع وسجدہ میں تسبیح ہے۔

الفاظ دعا......مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کے ہاں دعا کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں:

رب اغفرلی، وارحمنی، واجبرنی، وارفعنی، وارزقنی، واھدنی وعافنی

---

❶.....رواھما سعید بن منصور فی سننہ ❷رواہ مسلم ❸متفق علیہ ❹رواہ النسائی ❺رواھما ابن ماجہ ❻شرح الحضرمیہ ص ۴۶

حنابلہ کے ہاں ایسی دعا مانگنا جو ادعیہ ماثورہ میں نہ ہو یا جس میں آخرت کا تذکرہ نہ ہو بلکہ اس میں دنیاوی ضروریات ہوں تو اس سے نماز باطل ہو جائے گی۔

سجدوں کے درمیان دعا کی دلیل حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ کو دو سجدوں میں رب اغفرلی پڑھتے ہوئے سنا ❶ اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو سجدوں کے درمیان ''اللھم اغفرلی، وارحمنی، واھدنی وعافنی وارزقنی'' پڑھتے تھے۔ ❷

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ ایک صحابی آپ کے پاس آ گئے اور عرض کی اے اللہ کے رسول! جب میں اللہ تعالیٰ سے مانگوں تو کس طرح مانگوں۔ تو آپ نے فرمایا یوں کہہ: اللھم اغفرلی وارحمنی وارزقنی یہ دعا تیری دنیا و آخرت کی ضروریات پوری کرے گی'' کیونکہ استغفار میں پردہ ہے (عیوب کا) اور عافیت انسان سے مصائب دور کرنا اور رزق کی دو قسمیں ایک بدن کے لیے جیسے غذائیں دو باطن کے لئے جیسے علوم و معارف۔

جلسہ استراحت: شوافع کے ہاں ❸ دوسرے سجدے کے بعد تھوڑی دیر بیٹھنا مسنون اور اس کو جلسہ استراحت کہتے ہیں، البتہ سجدہ تلاوت کے بعد جلسہ استراحت سنت نہیں کیونکہ بخاری شریف میں اس کا مسنون طریقہ موجود ہے اور جلسہ استراحت کی دلیل حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ انھوں نے آپ کو وتر پڑھتے ہوئے دیکھا آپ اس وقت تک نہیں اٹھے جب تک سیدھے بیٹھ نہیں گئے۔ ❹

جمہور کے ہاں جلسہ استراحت مستحب نہیں اس لئے کہ ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی حدیث جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی کیفیت کے بیان میں ہے اس میں اس کا تذکرہ نہیں ہے۔ ❺

۱۷۔ تشہد اول...... پہلا تشہد اور اس کے لیے دو سجدوں کے درمیان بیٹھنے کی طرح افتراش اور آخری تشہد میں تورک کرنا۔

تشہد کے لیے صیغ شوافع کے ہاں یہ ہیں:

اَلتَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتِ الصَّلَوٰاتُ وَالطَّيِّبَاتُ لِلّٰهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

فقہاء کا تشہد اول کے بعد اس کے لیے بیٹھنے کے مشروع ہونے پر اتفاق ہے البتہ یہ دونوں جمہور کے ہاں سنت ہیں اور حنفیہ کے ہاں واجب ہیں، دلیل یہ ہے کہ تشہد کا حکم دیا گیا ہے اور اگر رہ جائے تو سجدہ سہو کا حکم ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم دو رکعتوں میں بیٹھو تو یہ پڑھا کرو:

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

پھر تم میں سے ہر ایک کو اختیار ہے جو پسند ہو وہ دعا کرے اور اسے مانگے۔ ❻

حنابلہ نے تشہد کے وجوب پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل اور اس پر ہمیشگی اور اس کے حکم دینے سے استدلال کیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ التحیات پڑھو اسی طرح آپ نے تشہد کے رہ جانے کی صورت میں سجدہ سہو کیا۔

❶......رواہ النسائی ❷رواہ الترمذی ❸مغنی المحتاج ۱/۱۷۱۔ ❹ رواہ الجماعۃ الامسلما ❺نیل الاوطار ۲/۲۸۴۔ ❻نیل الاوطار: ۲/۲۸۱

جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے نماز اس طرح پڑھو جیسے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

جمہور کے ہاں اس تشہد پر زیادتی واضافہ اور اس کو طویل کرنا مستحب نہیں، جب کہ حنابلہ کہتے ہیں جب مسبوق امام کے ساتھ کچھ نماز پا لے تو تشہد پر زیادتی تو نہ کرے لیکن بار بار اس کو پڑھتا رہے یہاں تک کہ امام سلام پھیر دے۔

شوافع کے ہاں مسنون یہ ہے کہ مسبوق تشہد اول میں درود شریف کا اضافہ بھی کرے اور یہ الفاظ پڑھے:

اللھم صل علی محمد عبدك ورسولك النبی الامی

خلاصہ..... مالکیہ کے ہاں دونوں تشہد سنت ہیں۔ حنفیہ کے ہاں دونوں واجب ہیں، اسی طرح پہلے تشہد کے لیے بیٹھنا بھی اگر چہ نفل نماز ہی میں کیوں نہ ہو صحیح قول کے مطابق۔ شوافع کے ہاں پہلا تشہد پورا یا اس کا کچھ حصہ سنت ہے جب کہ دوسرا تشہد فرض ہے، حنابلہ کے ہاں پہلا واجب اور دوسرا فرض ہے۔

تشہد آہستہ پڑھنا..... تمام فقہاء وائمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تشہد آہستہ پڑھے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو آواز سے نہیں پڑھا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ تشہد کو آہستہ سراً پڑھنا سنت ہے ❶ نیز تشہد تسبیح کی طرح ذکر ہے قرأت نہیں لہٰذا سراً پڑھنا مستحب ہے۔

تشہد میں کس طرح بیٹھے..... حنفیہ شوافع اور حنابلہ کے ہاں تشہد اول میں افتراشاً بیٹھے بایں طور کہ بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھے اور داہنے پاؤں کو کھڑا رکھے اور حنفیہ کے ہاں عورت تورک کرے اس میں پردہ زیادہ ہے۔ اور افتراش کی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بایاں پاؤں بچھاتے اور داہنا کھڑا کرتے تھے ❷ اسی طرح حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا آپ نے سجدہ کیا پھر آپ بایاں پاؤں بچھا کر بیٹھے ❸ ابو حمید رضی اللہ عنہ کی روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشہد کے لیے بایاں پاؤں بچھا کر اور داہنا کھڑا کر کے اس کا رخ قبلہ کی طرف رکھ کر بیٹھے ❹ اور حضرت رفاعۃ بن رافع رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی (دیہاتی) سے کہا، جب تم سجدہ کرو تو اپنے سجدہ کے لیے (پیشانی وغیرہ) ٹیکو۔ اور جب تم بیٹھو تو اپنے بائیں پاؤں پر بیٹھو۔ ❺

مالکیہ کے ہاں دونوں تشہدوں میں تورک کرے دلیل ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم درمیانے تشہد اور آخری دونوں میں تورک کرتے تھے ❻ حنفیہ کے ہاں تشہد اخیر میں بھی پہلے تشہد کی طرح بیٹھے سابقہ حدیث کی وجہ سے شوافع اور حنابلہ کے ہاں آخری تشہد میں تورک سنت ہے یہ بھی افتراش کی طرح ہے فرق صرف یہ ہے کہ بایاں پاؤں دائیں طرف نکال کر سرینوں پر بیٹھے، دلیل ابو حمید رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جب آخری رکعت ہوتی تو آپ اپنے بائیں پاؤں کو پیچھے کر لیتے اور اپنے سرین پر تورکاً بیٹھے پھر سلام پھیرا اور صحیح قول کے مطابق مسبوق اور سجدہ سہو کرنے والا افتراش کرے۔

خلاصہ..... جمہور کے ہاں آخری تشہد میں تورک مسنون ہے اور حنفیہ کے ہاں سنت نہیں اور حنابلہ کے ہاں جس نماز میں تشہد ہیں وہاں تورک کرے ایک تشہد والی نماز میں نہیں جیسے صبح کی نماز۔

۱۸۔ ہاتھوں کو رانوں پر رکھنا..... اس طرح سے کہ انگلیوں کے پورے گھٹنوں پر ہوں اور تشہد میں شہادت کے وقت شہادت کی انگلی اٹھانا۔

❶..... رواہ ابوداؤد ❷ رواہ مسلم ❸ رواہ احمد وابوداؤد ❹ رواہ البخاری ❺ رواہ احمد ❻ المغنی: ۱/ ۵۳۳

حنفیہ کے ہاں...... ❶ دو سجدوں کے درمیان جس طرح ہاتھ رکھ کر بیٹھا جاتا ہے اسی طرح یعنی دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر اور بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر انگلیاں کھلی اور ران کے پورے گھٹنوں پر رکھے اور گھٹنوں کو نہ پکڑے اور دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت سے شہادت پڑھتے وقت اشارہ کرے کہ لا الٰہ یعنی اللہ تعالیٰ کے علاوہ کی نفی کے وقت انگلی اٹھائے اور اللہ تعالیٰ کی الوہیت کے اثبات یعنی الا اللہ پڑھتے وقت گرادے تاکہ اٹھاتے وقت نفی کی طرف اور رکھتے وقت اثبات کی طرف اشارہ ہو اور انگلیوں کا عقد نہ بنائے۔

ان کی دلیل مسلم شریف کی وہ روایت ہے جس میں صرف اشارہ کا ذکر ہے اور اس کے راوی ابن زبیر رضی اللہ عنہ ہیں۔ ❷

مالکیہ کے ہاں...... ❸ بائیں ہاتھ کو لٹکائے اور دائیں ہاتھ کا عقد بنالے انگوٹھے اور انگشت شہادت کے علاوہ باقی چھنگلیہ اور دونوں انگلیوں سے اور ان کے سروں کو انگوٹھے کے پاس رکھے اور شہادت کی انگلی کو اشارہ کرنے کی شکل میں رکھے اور یہ ۲۹ کی شکل وہیئت بن جاتے کیونکہ انگشت شہات کی انگوٹھے کے ساتھ ۲۰ کی صورت اور تین کو ملانے سے ۹ کی صورت بنتی ہے اور انگشت شہادت کو دائیں بائیں درمیانی حرکت دینا شروع تشہد سے آخر تک مستحب ہے اور یہ نیچے نہیں یہ استدلال کرتے ہیں وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت سے انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرمایا پھر ایک بائیں پاؤں کو بچھا کر بیٹھے اور آپ نے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ران اور گھٹنے پر رکھا اور دائیں ہاتھ کی کہنی کو دائیں ران پر رکھا پھر اپنی دو انگلیوں کو ملا کر حلقہ بنایا پھر ایک انگلی کو اٹھایا میں نے دیکھا کہ اس کو حرکت دے رہے ہیں ❹ اور دعا کر رہے ہیں۔ ❺

شوافع اور حنابلہ کے ہاں...... ❻ دونوں قعدوں میں ہاتھوں کو رانوں پر رکھنا سنت ہے بائیں ہاتھ کو دراز کرے کھلا ہوا اور شوافع کے ہاں صحیح قول کے مطابق انگلیاں ملا کر رکھے اس طرح کے انگلیاں گھٹنوں پر ہو اور سب کا رخ قبلہ ہو اور انگلیوں کو کشادہ نہ رکھے اس وجہ سے کہ انگوٹھے کا رخ قبلہ سے ہٹ جائے گا۔

اور دایاں ہاتھ دائیں ران پر رکھے چھنگلیا اور اس کے ساتھ والی انگلی کو بند کردے جب کہ شوافع کے ہاں درمیانی انگلی کو بھی بند کرے جب کہ حنابلہ کے ہاں انگوٹھے کے ساتھ درمیانی انگلی سے حلقہ بنائے اور انگشت شہادت سے اشارہ کرے اس طرح کہ الا اللہ پر اٹھائے اور حرکت نہ دے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح کیا ہے اور اسی انگلی کی طرف دیکھتا رہے اس کی دلیل ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی گذشتہ روایت ہے۔

شوافع اور حنابلہ کے ہاں صحیح یہ ہے کہ انگوٹھے کو انگشت شہادت سے ملائے جیسے ۵۳ کا عقد بنتا ہے بایں طور کہ اس کو انگوٹھے کے نیچے ہتھیلی والی طرف رکھے اگر انگشت شہادت اور انگوٹھ دونوں اکٹھے چھوڑ دے یا دونوں کو درمیانی انگلی کے اوپر ملالیا یا دونوں کے پوروں سے حلقہ بنالیا یا درمیانی انگلی کو انگوٹھے کے عقد میں رکھا تو بھی سنت ادا ہوگئی کیونکہ یہ سب طریقے منقول ہیں۔ لیکن شوافع کی ہاں پہلا طریقہ افضل ہے کیونکہ اس کے راوی فقیہ ہیں۔

ان کی دلیل ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم داہنا ہاتھ دائیں گھٹنے پر رکھتے اور ۵۳ کا عقد بناتے اور انگشت شہادت سے اشارہ فرماتے ❼ اور انگلیوں کو حرکت نہ دینے کی دلیل حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کرتے وقت انگشت شہادت سے اشارہ کرتے اور اسے ہلاتے نہ تھے ❽ اسی طرح سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے پاس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گزرے اور میں اپنی انگلی کے ذریعے دعا کر رہا تھا تو آپ نے فرمایا احد احد اور انگشت شہادت سے اشارہ فرمایا۔ ❾

---

❶ ... نیل الاوطار: ۲/ ۱۸۴۔ ❷ الدر المختار ۱/ ۴۷۴۔ ❸ الشرح الصغیر ۱/ ۳۳۰۔ ❹ نیل الاوطار: ۲/ ۲۸۳۔ ❺ المصدر السابق۔ ❻ المغنی: ۱/ ۵۳۴۔ ❼ رواہ مسلم ❽ رواہ ابو داؤد۔ ❾ رواہ النسائی

۱۹۔ فرض نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت میں فاتحہ پڑھنا:

حنفیہ کے ہاں..... صحیح قول کے مطابق سنت ہے اگر کسی نے ساتھ سورت بھی ملالی تو کوئی حرج نہیں کیونکہ ان دو رکعتوں میں بغیر کسی مقدار کے قرأت شروع ہے۔

شوافع کے ہاں..... فاتحہ پڑھنا فرض ہے۔

مالکیہ اور حنابلہ کے ہاں..... امام اور منفرد کے لیے واجب ہے۔

حنفیہ کی دلیل..... یہ ہے کہ فاتحہ کا پڑھنا نماز میں متعین نہیں اور قرآن کریم میں سے کسی بھی جگہ سے آیت پڑھنا کافی ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ..... المزمل: ۷۳/ ۲۰

جتنا آسانی سے ہو سکے قرآن سے پڑھو اسی طرح فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ اور آپ علیہ السلام کا ارشاد مسیٔ صلاۃ کے لیے کہ پھر قرآن کریم میں سے جو تجھے آسان ہو پڑھ نیز فاتحہ اور تمام قران کریم تمام احکام میں برابر ہیں، نماز میں بھی اسی طرح ہیں اور بعض صحابہ (علی، ابن مسعود رضی اللہ عنہم) سے آثار بھی اس کی سنیت کے منقول ہیں، لہٰذا وجوب، سنیت کی طرف پھر جائے گا ان احادیث کی وجہ سے جو فاتحہ کی مواظبت پر وارد ہیں اور یہ ادنی درجہ ہے۔

جمہور کی دلیل..... حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جو فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی ❶ نیز اس وجہ سے بھی کہ قرأت فرض اور رکن ہے نماز میں لہٰذا رکوع اور سجدے کی طرح متعین ہے۔

باقی مسیٔ صلاۃ والی روایت مقید ہے جیسا کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی سے فرمایا: پھر ام قرآن کو پڑھ اور جو اللہ چاہے تم پڑھو ❷ لہٰذا یہ فاتحہ پر محمول ہے اور ما تیسر من القرآن اس سے زیادہ پر محمول ہے۔

۲۰۔ تشہد اخیر میں درود شریف وغیرہ:

حنفیہ اور مالکیہ کے ہاں..... درود ابراہیمی سنت ہے یعنی تشہد اخیر میں درود شریف پڑھنا سنت ہے جیسے کہ پورا تشہد کہ اس میں چاہے سجدہ سہو ہی کا ہو۔

شوافع اور حنابلہ کے ہاں..... درود شریف پڑھنا واجب ہے آخری تشہد میں اور شوافع کے ہاں آل پر درود سنت ہے جب کہ حنابلہ کے ہاں واجب ہے۔

حنابلہ کی وجوب پر دلیل..... حضرت کعب بن عجرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ نے آپ پر سلام کرنے کا طریقہ تو ہمیں سکھایا ہے لیکن ہم آپ پر درود کس طرح پڑھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد** پڑھو ❸ اثرم نے فضالہ بن عبید سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو دعا کرتے ہوئے سنا کہ وہ نہ تو اللہ تعالیٰ کی بزرگی بیان کر رہا تھا اور نہ آپ پر درود پڑھ رہا تھا تو آپ صلی اللہ

❶..... متفق علیہ ❷ رواہ ابو داؤد ❸ متفق علیہ

علیہ وسلم نے فرمایا: اس شخص نے جلدی کی پھر اس کو آپ علیہ السلام نے بلا کر فرمایا: جب تم میں سے کوئی ایک نماز پڑھے تو اپنے رب کی بزرگی وتعریف سے شروع کرے پھر نبی پر درود بھیجے پھر اس کے بعد جو چاہے دعا کرے (اس حدیث میں صیغہ امر استعمال ہوا ہے) اور امر وجوب پر دلالت کرتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل پر درود بھیجنے کا طریقہ حضرت کعب کی روایت میں بیان ہو چکا ہے۔

شوافع کی دلیل..... شوافع وجوب درود پر اس آیت یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ﴿۵۶﴾ (الاحزاب: ۳۳/۵۶) سے استدلال کرتے ہیں اور گزشتہ حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں۔

نیز ایک اور حدیث جسے الدارقطنی، ابن حبان اور حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے اور کہا کہ یہ مسلم کی شرط پر ہے ایسے ہی مسند احمد، مسلم، نسائی اور ترمذی کی حدیث بھی ہے اور ترمذی نے اس کی تصحیح کی ہے۔ ❶

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کم از کم درود پڑھنے کی مقدار **اللھم صل علی محمد** و آلہ ہے اور زیادہ **انك حمید مجید** تک سنت ہے۔

اور آل پر درود پڑھنے کے سنت ہونے کی دلیل حضرت ابوزرعۃ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا واجب ہے جس نے اس کو چھوڑا وہ نماز کا اعادہ کرے اس حدیث میں آل کا ذکر نہیں۔

حنفیہ اور مالکیہ کی دلیل..... حنفیہ اور مالکیہ درود شریف کے سنت ہونے پر مذکورہ احادیث سے اس طرح استدلال کرتے ہیں کہ احادیث میں مذکور اوامر کیفیت تعلیم سے تعلق رکھتے اور اس سے وجوب ثابت نہیں ہو سکتا۔ علامہ شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ❷ میرے نزدیک درود کا وجوب ان احادیث سے ثابت نہیں جن سے قائلین استدلال کرتے ہیں۔ اور اگر وجوب مان بھی لیا جائے تو پھر مسیٔ صلاۃ کو درود کا حکم نہ دینا اس کے وجوب کی نفی کرتا ہے اور خاص کر کے آپ کا یہ ارشاد کہ جب تم یہ ادا کر چکے تو تمہاری نماز مکمل ہو گئی یہ واضح دلیل ہے درود کے مستحب ہونے پر، اور اس کی تائید حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تشہد کی تعلیم دینے کے بعد یہ کہنا کہ جب آپ نے یہ پڑھ لیا یا مکمل کر لیا تو تم نے اپنی نماز مکمل کر لی اب اگر تم کھڑا ہونا چاہو تو کھڑے ہو جاؤ اور اگر بیٹھنا چاہو تو بیٹھ جاؤ ❸ سے بھی ہوتی ہے۔

نماز کے علاوہ اوقات میں درود پڑھنے کا حکم..... البتہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز کے علاوہ اوقات میں درود پڑھنا مستحب ہے اور طبری رحمہ اللہ نے آیت کے اندر حکم کے مستحب ہونے پر اجماع نقل کیا۔

حنفیہ کے ہاں ❹ زندگی میں ایک دفعہ درود پڑھنا فرض ہے۔

اور فتویٰ اس بات پر ہے کہ جب بھی بار بار آپ علیہ السلام کا تذکرہ ہو تو درود شریف پڑھنا مستحب ہے چاہے ایک ہی کیوں نہ ہو۔

درود میں سیدنا کا اضافہ کرنا..... حنفیہ اور شوافع کے ہاں ❺ درود ابراہیمی میں سیدنا کا اضافہ کرنا مستحب ہے کیونکہ ان الفاظ کا اضافہ کرنا عین ادب ہے اور اس کو پڑھنا افضل ہے۔ البتہ وہ روایت جس میں آپ نے نماز میں سیدنا پڑھنے سے منع فرمایا ہے تو یہ روایت موضوع اور جھوٹ ہے۔ آپ پر کامل درود اس طرح ہے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِكْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ فِی الْعَالَمِیْنَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

❶..... نیل الاوطار: ۲/۲۸۴۔ ❷ نیل الاوطار: ۲/۲۸۸۔ ❸ رواہ الدارقطنی۔ ❹ الدر المختار: ۱/۴۸۰۔ ❺ الدر المختار ۱/۴۷۹۔

۲۱۔ درود شریف کے بعد دعا..... حنفیہ کے ہاں نمازی ماثور و منقول دعائیں پڑھے۔ جمہور کے ہاں دنیا و آخرت دونوں کی خیر و عافیت کی دعا کر سکتا ہے، البتہ منقول دعائیں افضل ہیں۔ اور تمام لوگوں کے لیے دعا کرنا مستحب ہے کیونکہ قبولیت کے زیادہ قریب ہے۔ اور عام دعاؤں میں سے ایک دعا یہ ہے:

اللھم اغفرلنا ولوالدینا ولمن سبقنا بالایمان مغفرۃ عزما

ترجمہ..... یا اللہ! ہماری ہمارے والدین اور ان تمام لوگوں کی یقینی مغفرت فرما دے جو ہم سے ایمان لینے میں سبقت لے گئے۔

ماثور دعائیں:

۱..... رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ

ترجمہ..... اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں بھی اچھائی عطا فرمائیے اور آخرت میں بھی اچھائی اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچائیے۔ ❶

۲..... اللھم انی ظلمت نفسی ظلماً کثیراً وانہ لایغفر الذنوب الا انت،
فاغفرلی مغفرۃ من عندك وارحمنی انك انت الغفور الرحیم ❷

ترجمہ..... یا اللہ! میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا ہے، اور آپ کے سوا گناہوں کو کوئی نہیں بخش سکتا، لہٰذا آپ خاص اپنی طرف سے میری مغفرت فرما دیجئے۔

اور مجھ پر رحم کیجئے بے شک آپ ہی بہت بخشنے والے بڑے مہربان ہیں۔

۳..... اللّٰھم انی اعوذبك من عذاب جھنم ومن عذاب القبر ومن فتنۃ المحیا
والممات ومن شر فتنۃ المسیح الدجال ❸

ترجمہ..... یا اللہ! میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں جہنم کے عذاب سے اور عذاب قبر سے اور زندگی اور موت کے فتنے سے اور مسیح دجال کے فتنے کے مکر سے۔

۴..... اللّٰھم انی اعوذبك من المغرم والمأثم

ترجمہ..... یا اللہ میں قرض داری اور گناہ سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں۔

۵..... اللھم اغفرلی ماقدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما اسرفت
وما انت اعلم بہ منی، انت المقدم وانت الموخر لااله الا انت ❹

ترجمہ..... یا اللہ! معاف فرمائیے میرا وہ گناہ جو میں نے پہلے کیا ہو یا بعد میں جو میں نے خفیہ طریقے پر کیا ہو یا اعلانیہ اور میری ہر زیادتی کو اور گناہوں کو معاف فرما دیجئے جن کا آپ کو مجھ سے زیادہ علم ہے آپ ہی آگے کرنے والے ہیں اور آپ ہی پیچھے کرنے والے ہیں آپ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

نیز ابن مسعود رضی اللہ عنہ درج ذیل دعائیں پڑھا کرتے تھے:

۶..... اللھم انی اسالك من الخیر کلہ ما علمت منہ وما لم اعلم، واعوذبك من الشر کلہ
ما علمت منہ وما لم اعلم، اللھم انی اسالك من خیر ماسالك عبادك الصالحون،

---

❶..... اسنی المطالب: ❷ ۲۵۳ رواہ البخاری۔ ❸ سبل السلام ۱/۱۹۴۔ ❹ رواہ مسلم

واعوذبك من شر ماعاذ منه عبادك الصالحون، ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الاخرة حسنة وقنا عذاب النار ربنا اغفرلنا ذنوبنا وکفرعنا سیا تنا وتوفنا مع الابرار ربنا واتنا ما وعدتنا علی رسلك ولا تخزنا یوم القیامة انك لا تخلف المیعاد ❶

ترجمہ..... یا اللہ! میں آپ سے تمام کی تمام بھلائیاں مانگتا ہوں جو میں جانتا ہوں اور جو نہیں جانتا، اور میں تمام کے تمام شرور سے پناہ مانگتا ہوں جو میں جانتا ہوں اور جو نہیں جانتا، یا اللہ! میں آپ سے ان تمام اچھی چیزوں کا سوال کرتا ہوں جو آپ سے آپ کے نیک بندوں نے مانگی ہیں اور ان تمام بری چیزوں سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں جن سے آپ کے نیک بندوں نے آپ کی پناہ مانگی ہے اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں بھی اچھائی عطا فرما اور آخرت میں بھی اچھائی اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچائیے۔ اے ہمارے پروردگار! پس ہمارے گناہوں کو بخش دیجئے اور ہماری برائیوں کا کفارہ کر دیجئے اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ موت دیجئے اور ہمارے پروردگار! ہمیں وہ عطا کر دیجئے جن کا وعدہ آپ نے اپنے رسولوں سے کیا ہوا ہے اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کرنا بے شک آپ وعدہ خلافی نہیں فرماتے۔

۷۔ حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملے اور فرمایا میں تمہیں چند کلمات کی وصیت کرتا ہوں ان کو ہر نماز میں پڑھا کرو:

اللھم اعنی علی ذکرك وشکرك وحسن عبادتك❷

ترجمہ..... اے اللہ! میری اس بات میں مدد فرما کہ میں آپ کا ذکر کرسکوں آپ کا شکر ادا کروں اور آپ کی اچھی عبادت کروں۔

۸۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اور اپنی نماز یا کہا اپنے سجدے میں یہ دعا پڑھتے تھے:

اللھم اجعل فی قلبی نورا، وفی سمعی نورا وفی بصری نورا وعن یمینی نورا وعن شمالی نورا وامامی نورا وخلفی نورا وفوقی نورا وتحتی نورا واجعل لی نورا اوقال: واجعلنی نورا ❸

ترجمہ..... یا اللہ! میرے دل میں نور عطا فرما اور میری سماعت میں نور میری آنکھ میں نور، میرے دائیں نور، میرے بائیں نور، میرے سامنے نور، میرے پیچھے نور، میرے اوپر نور، میرے نیچے نور اور میرے لیے نور مقرر فرما دیجئے۔

حنفیہ کے ہاں..... نماز میں ایسی دعا مانگنا جو لوگوں کے کلام کے مشابہ ہو جائز نہیں مثلاً: اللھم ارزقنی کذا یا ایسی چیز کی دعا مانگنا جو لوگوں سے حاصل کی جاسکتی ہے مثلاً: اللھم زوجنی فلانة اس طرح کی دعا مانگنا مکروہ تحریمی ہے۔ اور اگر تشہد اخیر میں تشہد کی مقدار بیٹھنے سے پہلے اس طرح کی دعا مانگ لی تو نماز باطل ہو جائے گی۔ اور اگر بعد میں مانگے تو واجب فوت ہو جائے گا کیونکہ سلام سے پہلے اس طرح کی دعا کرنے کی وجہ سے وہ نماز سے خارج ہو جائے گا بغیر سلام پھیرے۔ حنفیہ مسلم شریف کی گزشتہ حدیث کہ یہ نماز لوگوں کے کلام کی صلاحیت نہیں رکھتی نماز تو تسبیح تکبیر اور قرأت قرآن کا نام ہے، سے استدلال کرتے ہیں۔

باقی فقہاء کے ہاں..... حنفیہ کے علاوہ باقی فقہاء ہر قسم کی دعا کرنے کی اجازت دیتے ہیں اس دلیل کی وجہ سے جو بعض صحابہ یعنی ابن مسعود اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ❹ وغیرہ سے منقول ہے اور تشہد میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مذکور حدیث پھر جو پسند آئے وہ دعا کرو" اور ایک روایت میں ہے پھر مانگنے میں اختیار ہے جو چاہو اور ایک روایت میں ہے کہ پھر جو کلام چاہے پڑھو ❺ سے بھی استدلال کرتے ہیں۔

---

❶..... رواہ الاثرم ❷رواہ مسلم ❸رواہ مسلم ❹سبل السلام: ۱/۱۹۵۔ ❺ نصب الرایة: ۱/۴۲۸

عربی میں دعا کرنا ..... تمام فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ دعا عربی میں مانگی جائے حنفیہ کے ہاں عربی کے علاوہ دعا مانگنا حرام ہے البتہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں نماز کے باقی اذکار عربی کے علاوہ زبان میں بھی صحیح ہیں لیکن مکروہ تحریمی ہیں جب کہ صاحبین اس کی بھی اجازت نہیں دیتے۔ جب کہ شوافع کے ہاں جو شخص عربی پر قادر نہ ہو تو وہ دعا ذکر مستحب وغیرہ کو اپنی زبان میں پڑھ سکتا ہے اور عربی پر قادر شخص صحیح قول کے مطابق نہیں پڑھ سکتا کیونکہ اس کا کوئی عذر نہیں۔ ❶

۲۲۔ پہلے دائیں پھر بائیں سلام پھیرنا ..... یہ بات بیان کی جا چکی ہے کہ سلام حنفیہ کے نزدیک واجب ہے اور جمہور کے ہاں رکن ہے اور دائیں بائیں اس طرح منہ پھیرنا کہ رخسار کی سفیدی نظر آ جائے بھی کرے جب کہ پہلا سلام شوافع اور مالکیہ کے ہاں واجب ہے۔ حنفیہ اور حنابلہ کے ہاں دونوں سلام واجب ہیں۔

دائیں بائیں منہ پھیرنے کی دلیل ..... حضرت ابن مسعود اور حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ والی سابقہ روایات ہیں۔ نیز یہ بات پہلے بیان کی جا چکی ہے کہ نمازی دائیں بائیں سلام پھیرتے وقت فرشتوں، انسانوں اور جنوں کی نیت کرے اور امام مقتدیوں اور مقتدی امام کی نیت کریں، البتہ حنفیہ کے ہاں اگر مقتدیوں کی دائیں جانب امام ہے تو پھر پہلے سلام میں اس کی اور اگر بائیں جانب ہے تو دوسرے سلام میں اس کی نیت کریں۔ اور شوافع کے ہاں اس کے برعکس ہے قفال الشاشی الکبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں سلام کا مطلب یہ ہے کہ پہلے چونکہ یہ مصروف تھے اب ان کی طرف توجہ کر رہے ہیں۔ ❷

سلام پھیرتے وقت قبلہ رخ ہونا:

حنفیہ کے ہاں ..... پہلے سلام میں دائیں طرف مڑنا اور دوسرے سلام میں بائیں طرف مڑنا سنت ہے۔

مالکیہ کے ہاں ..... مقتدی کے لیے تو سلام میں مکمل دائیں طرف مڑنا مستحب ہے البتہ امام اور منفرد لفظ السلام پر تو قبلہ کی طرف اشارہ کریں اور علیکم کے کاف اور میم پر دائیں طرف مڑیں یہاں تک کہ ان کا چہرہ پیچھے والے دیکھ سکیں۔

شوافع اور حنابلہ کے ہاں ..... السلام علیکم تو قبلہ رخ ہو کر کہے اور ورحمۃ اللہ پر مڑے دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے۔ کہ آپ علیہ السلام سلام پھیرتے تھے مطلب یہ کہ ابتداء تو قبلہ رخ سے کرتے تھے اور انتہاء دائیں طرف مڑ کر کرتے تھے۔

۲۳۔ دوسرا سلام پست آواز سے کہنا:

حنفیہ اور حنابلہ کے ہاں ..... دوسرا سلام پہلے کی بنسبت پست آواز میں کہے کیونکہ پہلے سلام میں اعلان مقصود تھا وہ جہراً ہو گیا۔ لہٰذا اس کے علاوہ جہر مشروع نہیں۔

مالکیہ کے ہاں ..... نماز سے نکلنے کے لیے ایک سلام آواز سے کہنا سنت ہے یعنی امام مقتدی اور منفرد کے لیے نماز سے نکلنے کے لیے آواز سے کہنا سنت ہے اور مقتدی کے لئے پہلے سلام کا جواب اور بائیں طرف موجود نمازیوں پر سلام وغیرہ پست آواز سے مستحب ہے۔

حنابلہ کے ہاں ..... امام پہلا سلام جہراً کہے اور باقی (منفرد مقتدی اور امام کا دوسرا سلام کہنا) سراً مستحب ہے۔

۲۴۔ مقتدی کا امام کے سلام کے ساتھ سلام کہنا ..... امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں مقتدی کے لیے امام کے ساتھ سلام پھیرنا ایسے ہی سنت ہے جیسے سلام کے علاوہ تکبیر تحریمہ اور بقیہ تکبیرات ساتھ کہنا سنت ہے۔

---

❶ ..... مغنی المحتاج ۱ /۱۷۷۔ ❷ المرجع السابق

اور صاحبین اور شوافع کے ہاں مقتدی کے لیے امام کے سلام کہنے کے بعد سلام کہنا سنت ہے تا کہ دنیاوی کاموں میں بھی مقتدی امام سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرے شافعیہ کہتے ہیں کہ چونکہ امام کے سلام پھیرنے سے اس کی امامت ختم ہو جائے گی اس وقت تک مقتدی دعا وغیرہ میں مشغول رہے اس کے بعد سلام پھیرے۔ اگر امام نے صرف ایک ہی سلام پھیرا تو مقتدی ثواب حاصل کرنے کی غرض سے دونوں سلام پھیرے اور پہلے سلام سے امام کی متابعت بھی ختم ہونے کی وجہ سے۔

۲۵۔ مسبوق کا امام کے دونوں سلاموں کا انتظار کرنا...... چونکہ متابعت کرنا واجب ہے اور اس انتظار سے اسے معلوم ہو جائے کہ امام پر سجدہ سہو نہیں اور یہ حنفیہ کے ہاں سنت ہے۔

۲۶۔ شوافع کے ہاں خشوع قرأت واذکار میں غور وفکر...... کرنا سنت ہے اور نماز میں نشاط سے اور دل کو دنیاوی مشاغل سے فارغ کر کے داخل ہونا بھی سنت ہے کیونکہ اس سے زیادہ خشوع وخضوع حاصل ہوتا ہے۔

حنفیہ کے ہاں آداب نماز...... ادب کی تعریف: وہ کام جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دو مرتبہ کیا ہو اور اس پر ہمیشگی اور دوام اختیار نہ کیا ہو جیسے رکوع وسجود میں زیادہ تسبیحات پڑھنا، قرأت مسنونہ سے زیادہ قرأت کرنا وغیرہ۔ اور آداب سنت کو پورا کرنے کے لیے مشروع کیے گئے ہیں اور حنفیہ کے ہاں آداب درج ذیل ہیں۔

۱۔ تکبیر تحریمہ کہتے وقت آستینوں سے دونوں ہتھیلیاں نکالنا، کیونکہ اس میں تواضع زیادہ ہے البتہ سردی وغیرہ کی وجہ سے نہ بھی نکالے تو گنجائش ہے اور عورت نہ نکالے کیونکہ بازو کھلنے کا خطرہ ہے۔

۲۔ قیام (اور قومہ) میں سجدہ کی جگہ رکوع میں پیروں کے اوپر سجدہ میں ناک پر جلسہ (اور قعدہ) میں گود میں اور سلام پھیرتے وقت اپنے کندھوں پر نظر رکھنا خشوع وخضوع حاصل کرنے کی غرض سے آپ کے اس ارشاد کو دیکھتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کر کہ تو اللہ کو دیکھ رہا ہے اگر تو اس کو نہیں دیکھ رہا تو اللہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ یہ سب تفصیل بعض حنفیہ کے ہاں ہے البتہ ظاہر روایت کے مطابق نظر سجدہ کی جگہ رکھنا ادب ہے جیسا کہ شوافع کے ہاں ہے۔

۳۔ جمائی میں منہ بند کرنا اور کھل جانے پر بائیں ہاتھ کی پشت یا آستین سے روکے کیونکہ بلاضرورت ڈھانپنا مکروہ ہے۔

۴۔ جہاں تک ہو سکے کھانسی روکنا کیونکہ بلاعذر کھانسنا مفسد نماز ہے۔

۵۔ جب امام محراب کے قریب ہو تو "حی علی الفلاح" پر مقتدیوں اور امام کو کھڑا ہو جانا چاہیے کہ اس کی رعایت رکھی جائے اور اگر امام موجود نہ ہو تو باہر سے آتے ہوئے جس صف سے گزرے اس صف والے کھڑے ہوتے جائیں۔ اور اگر امام محراب کی جانب سے داخل ہو تو اسے دیکھتے ہی کھڑے ہو جائیں۔ اور اگر امام مسجد میں کھڑا تھا تو جب تک وہ محراب میں جا کر کھڑا نہ ہو جائے مقتدی کھڑے نہ ہوں۔

امام "قد قامت الصلاۃ" ہوتے وقت نماز شروع کر دے ہاں! اگر اس نے اقامت کے ختم کرنے کا انتظار کیا تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں بالاجماع۔ یہ امام ابو یوسف اور ائمہ ثلاثہ کا مذہب ہے حنفیہ کے علاوہ اور یہ معتدل مذہب ہے۔

مکبّر مقرر کرنا...... تمام فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام کو بقدر ضرورت جہر کرنا تکبیرات تسبیحات اور سلام میں سنت (اور مالکیہ کے ہاں مستحب ہے) پیچھے والوں کو اطلاع کے لیے۔ اگر امام آواز سے نہ کہہ سکتا ہو تو کسی دوسرے کو مکبر مقرر کرنا جائز ہے۔ کیونکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کے ایام میں تکبیرات کہا کرتے تھے مقتدیوں کے لیے منفرد اور مقتدی صرف اپنے آپ کو سنائیں اور مالکیہ کے ہاں ہر نمازی کے لئے تکبیر تحریمہ کو بلند آواز سے کہنا مستحب ہے کما مرّ اگر امام کی آواز مقتدیوں تک پہنچ رہی ہو تو تکبیرات کے لیے مکبر مقرر کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس کی ضرورت نہیں۔

اور تکبیر کہنے والے کے لئے ضروری ہے چاہے وہ امام ہو یا مکبر کہ وہ تکبیر تحریمہ سے نماز کے احرام کی نیت کرے اگر کسی نے صرف اطلاع کی نیت کی تو نماز منعقد نہیں ہوگی اور شوافع کے ہاں اگر تکبیر تحریمہ سے کسی چیز کی نیت بھی نہ کی تو نماز نہیں ہوگی اور اگر احرام کے ساتھ اطلاع کی بھی نیت ہو تو شوافع اور حنابلہ کے ہاں نماز درست ہو جائے گی۔

جمہور کے ہاں اگر مکبر یا امام نے باقی تکبیرات انتقال تسبیح اور تحمید میں صرف اطلاع کی نیت کی تو نماز باطل نہیں ہوگی البتہ ثواب نہیں ملے گا۔

اور حنفیہ کے ہاں اگر تکبیرات وغیرہ سے لوگوں کو مرعوب کرنا مقصود ہو تو پھر صحیح قول کے مطابق اس کی نماز فاسد ہو جائے گی جیسے کہ جس نے ضرورت سے زیادہ آواز بلند کی تو اس سے وہ گناہ گار ہوگا اور گناہ کراہت سے کم درجہ ہے۔

شوافع کے ہاں تکبیرات انتقال وغیرہ میں اگر کہنے والا عام آدمی نہ ہو اور پھر وہ فقط اطلاع کی نیت کرے یا کوئی نیت نہ کرے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔

البتہ عام آدمی کی نماز باطل نہیں ہوگی اگر چہ اس نے صرف اطلاع کی ہی نیت کی ہوں۔

مکبّر مقرر کرنے کی دلیل...... حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی متفق علیہ روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی حضرت ابوبکر صدیق مکبر تھے، جب آپ تکبیر کہتے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ ہمیں سنانے کے لیے تکبیر کہتے۔

ہر مذہب کے مطابق نماز کی سنتوں کا اجمالی خاکہ...... نماز کی سنتوں کی تعداد ہر مذہب میں الگ الگ ہے اس لیے کہ بعض حضرات کسی ایک فعل کو سنت گردانتے ہیں جبکہ دوسرے مذہب والوں کے ہاں بعینہٖ وہی چیز فرض شمار کی جاتی ہے۔

حنفیہ کے ہاں نماز کی سنتیں...... حنفیہ کے ہاں جس طرح نماز کے آداب مستقل طور پر مقرر ہیں ایسے ہی نماز کی سنتیں بھی ہیں جن کی تعداد اکیاون ہے۔ جو مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ تکبیر تحریمہ کہتے وقت مردوں کا کانوں تک ہاتھ اٹھانا اور عورت کا دونوں کندھوں کے برابر ہاتھ اٹھانا۔

۲۔ ہاتھ اٹھاتے وقت انگلیوں کو اپنے حال پر چھوڑنا نہ بالکل ملائی جائیں نہ ہی کھولی جائیں۔

۳۔ مقتدی کی تحریمہ، امام کی تحریمہ سے متصل ہو۔

۴۔ دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھ کر ناف کے نیچے باندھنا اور عورت کے لیے سینے پر باندھنا۔

۵، ۶، ۷۔ ثناء پڑھنا، تعوذ پڑھنا اور ہر رکعت میں فاتحہ سے پہلے بسم اللہ پڑھنا۔

۸، ۹، ۱۰۔ آمین اور ربنا لك الحمد کہنا، ان دونوں سمیت ثنا تعوذ اور تسمیہ کو آہستہ آواز سے کہنا۔

۱۱۔ تکبیر تحریمہ کہتے وقت سر جھکائے بغیر سیدھا کھڑا ہونا۔

۱۲۔ امام کا تکبیر تسمیع اور سلام کا اونچی آواز سے کہنا

۱۳۔ قیام کی حالت میں چار انگلیوں کی بقدر دونوں پاؤں کے درمیان فاصلہ رکھنا۔

۱۴۔ مقیم کے لیے نماز اور ظہر میں فاتحہ کے بعد طوال مفصل میں سے کوئی سورت پڑھنا، عصر اور عشاء میں اوساط مفصل میں سے اور مغرب میں قصار مفصل پڑھنا، البتہ مسافر کوئی سی بھی سورت پڑھ سکتا ہے۔

۱۵۔ حنفیہ کے مفتی بہ قول کے مطابق تمام نمازوں کی پہلی رکعت کو دوسری کے مقابلہ میں تھوڑا لمبا کرنا۔

۱۶، ۱۷۔ رکوع اور سجدے میں جاتے وقت اور سجدے سے اٹھتے وقت تکبیر کہنا اور رکوع سے اٹھتے وقت سمع اللہ لمن حمدہ کہنا اور

رکوع میں تین مرتبہ ''سبحان ربی العظیم'' اور سجدے میں ''سبحان ربی الاعلیٰ'' کہنا۔

۱۸۔ رکوع کی حالت میں اپنے دونوں ہاتھوں سے گھٹنوں کو پکڑنا۔

۱۹۔ مرد کا رکوع کی حالت میں انگلیاں کھول کر رکھنا اور عورت کا نہ کھولنا۔

۲۱۔ ۲۰۔ رکوع میں پیٹھ اس طرح رکھنا کہ سر اور سرین دونوں برابر ہو جائیں۔

۲۲۔ ۲۳۔ جلسہ اور قومہ کو اطمینان سے ادا کرنا۔

۲۴۔ سجدے میں جاتے وقت پہلے گھٹنے پھر ہاتھ اور پھر چہرے کا رکھنا جب کہ سجدے سے اٹھتے وقت اس کے برعکس کرنا۔

۲۵۔ سجدے کی حالت میں اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں کے برابر رکھ کر ان دونوں کے درمیان سجدہ کرنا۔

۲۶۔ مرد کا سجدے کی حالت میں اپنے پیٹ کو رانوں سے اور بازوں کو پہلو سے جدا رکھنا اور ایسے ہی کہنیوں کو سجدے کی حالت میں زمین سے اٹھائے رکھنا۔

۲۷۔ عورت کا اپنے پیٹ کو سجدے کی حالت میں اپنی رانوں سے ملا کر رکھنا۔

۲۸۔ دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا، لیکن حنفیہ کے صحیح قول کے مطابق واجب ہے سنت نہیں ہے۔

۲۹۔ جلسہ اور تشہد کی حالت میں دونوں ہاتھوں کو رانوں پر رکھنا۔

۳۰۔ جلسہ اور قعدہ میں بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھنا اور دائیں پاؤں کو اس طرح کھڑا رکھنا کہ اس کی انگلیوں کے سرے قبلہ کی طرف رہیں۔

۳۱۔ عورت کا جلسہ اور قعدہ میں تورک کرنا (تفصیل پہلے گذر چکی ہے)۔

۳۲۔ تشہد میں لا الہ پر انگشت شہادت سے اشارہ کرنا اور الا اللہ پر گرا دینا۔

۳۳۔ پہلی دو رکعتوں کے بعد آخری رکعات میں سورۂ فاتحہ پڑھنا۔

۳۴۔ قعدۂ اخیرہ میں درود شریف پڑھنا اور بہتر درود ابراہیمی ہے جیسا کہ صحیحین وغیرہ میں ہے۔

۳۵۔ درود کے بعد ادعیہ ماثورہ میں سے کوئی دعا پڑھنا۔

۳۶۔ سلام پھیرتے وقت دائیں بائیں رخ کرنا۔

۳۷۔ امام کے لیے سلام پھیرتے وقت باری باری دونوں طرف کے مقتدیوں ملائکہ اور نیک جنات کی بھی نیت کرنا۔

۳۸۔ مقتدی کے لیے دائیں طرف سلام پھیرتے وقت اگر امام دائیں طرف ہے اس کی نیت کرنا اور اگر بائیں طرف ہے تو بائیں طرف سلام پھیرتے وقت اور اگر بالکل سامنے ہے تو دونوں سلاموں میں امام کی بھی نیت کرنا نیز امام کے ساتھ ساتھ نمازیوں فرشتوں اور نیک جنات کی نیت کرنا۔

۳۹۔ البتہ منفرد صرف فرشتوں ہی کی نیت کرے۔

۴۰۔ دوسرے سلام کو پہلے سلام کی بنسبت پست آواز سے کہنا۔

۴۱۔ مقتدی کے لیے امام کے سلام کے ساتھ ساتھ سلام پھیرنا۔

۴۲۔ پہلے دائیں طرف سلام پھیرنا۔

۴۳۔ مسبوق کے لیے امام کے دوسرے سلام پھیرنے تک انتظار کرنا تاکہ سجدہ سہو نہ ہونے کا یقین ہو جائے۔

مذہب مالکیہ میں نماز کی سنتیں......مالکیہ کے ہاں نماز کی چودہ سنتیں ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱.....اگر وقت میں گنجائش ہو تو پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ کے بعد ایک آیت یا بڑی آیت کا ایسا حصہ پڑھنا جو معنی خیز ہو جیسے "اللہ لاالٰہ الا ھو الحی القیوم" البتہ پوری سورت پڑھنا مستحب ہے۔

۲.....سورۃ فاتحہ کے بعد والی سورت پڑھتے وقت فرض نمازوں میں قیام کرنا ہاں! اگر کسی ایسی چیز کے ساتھ ٹھیک لگائی اگر اس کو ہٹا دیا جائے تو وہ گر جائے تو تب بھی اس کی نماز ہو جائے گی لیکن اس کو بیٹھ کر ادا کرنا درست نہیں اس سے نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ مالکیہ کے ہاں فرض نماز میں قیام فرض ہے، البتہ نفل اس سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ نفل نماز میں قیام فرض نہیں بلکہ سنت ہے۔

۳.....نماز فجر، جمعہ اور مغرب وعشاء کی پہلی دو رکعات میں جہراً قرات کرنا۔

۴.....ظہر، عصر، مغرب کی آخری اور عشاء کی آخری دو رکعات میں آہستہ آواز سے قرأت کرنا۔ جہر اور سر کا تعلق سورۃ فاتحہ سے ہے نہ کے اس کے بعد والی سورت سے۔

نوٹ......یہ چاروں سنتیں فرائض کے ساتھ خاص ہیں۔ نفل نماز میں یہ مسنون نہیں۔

مرد اور عورت کے لیے جہر کی کم سے کم مقدار متوسط سماعت والے ساتھ کھڑے شخص کو سنانا ہے یہ اس وقت ہے جب کہ عورت کا کوئی غیر محرم وہاں موجود نہ ہو اور سر کی کم سے کم مقدار زبان ہلانا ہے۔

۵.....تکبیر تحریمہ کے علاوہ تمام تکبیرات کہنا۔

۶.....امام اور منفرد کے لیے رکوع سے اٹھتے وقت تسمیع کہنا جب کہ مقتدی کے لیے تسمیع مکروہ ہے۔

۷.....قعدہ اولیٰ، قعدہ اخیرہ اور سجدہ سہو کے قعدے میں تشہد پڑھنا۔

۸.....اور اس تشہد کے لیے بیٹھنا۔

۹.....قعدہ اخیرہ میں تشہد کے بعد کوئی سا بھی درود شریف پڑھنا البتہ افضل وہ درود شریف ہے جو پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔

۱۰۔ پاؤں کے اگلے حصے گھٹنوں اور ہتھیلیوں پر سجدہ کرنا اور مالکیہ کے ہاں مشہور یہ ہے کہ واجب سجدہ صرف پیشانی پر ہے۔

۱۱.....مقتدی کا اپنے امام کے سلام کے جواب کی سنیت اور اگر ایک رکعت سے زیادہ شریک نماز رہا تو بائیں طرف والے نمازیوں کی نیت کرنا اور اس میں سلام علیکم یا وعلیکم السلام کے الفاظ کافی ہیں۔

۱۲.....صرف پہلے سلام کو جہراً کہنا نہ کہ دوسرے کو۔

۱۳.....جہری نمازوں میں مقتدی کے لیے خاموش رہنا اگرچہ امام خاموش ہی رہے یا مقتدی کو آواز نہ آتی ہو تب بھی۔

۱۴.....واجب اطمینان کی بقدر اطمینان بھی سنت ہے۔

اس سے یہ بات ظاہر ہوگئی ہے کہ مالکیہ حنفیہ کے ساتھ درج ذیل سنن کے علاوہ سنتوں میں متفق قرأت کے لیے قیام تشہد اور اس کے لیے بیٹھنا چھ اعضاء پر سجدہ کرنا اور جہری نمازوں میں مقتدی کا خاموش رہنا۔

مالکیہ کے ہاں مستحبات نماز......مالکیہ کے ہاں مستحبات نماز اڑتالیس ہیں جن میں سے اہم درج ذیل ہیں۔

۱۔ ادا نماز میں ادا کی نیت کرنا اور قضاء نماز میں قضا کی۔

۲۔ تعداد رکعات کی نیت کرنا۔

۳۔ خشوع یعنی اللہ تعالیٰ کی عظمت اور ہیبت کا استحضار اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی بندگی کا ارادہ نہ ہونا اور اس نماز میں اللہ تعالیٰ کے حکم

کی تعمیل کا استحضار یہی مستحب خشوع ہے اور اصل خشوع واجب ہے۔

۴۔صرف تکبیر تحریمہ کے وقت کندھوں کے برابر تک ہاتھ اٹھانا نہ کہ باقی تکبیرات رکوع وقومہ وغیرہ میں۔

۵۔ہاتھوں کو عزت واحترام کے ساتھ چھوڑے رکھنا البتہ نفل نماز میں سینے پر باندھنا جائز ہے اور فرائض میں مکروہ ہے کیونکہ یہ سہارا لگانے کے مترادف ہے جو کہ مکروہ ہے۔

۶۔سورۃ فاتحہ کے بعد پوری سورت پڑھنا لہٰذا سورت کے کچھ حصہ یا ایک بڑی آیت پر اکتفاء درست نہیں۔

۷۔فرض نماز کی دوسری رکعت میں وہ سورت پڑھنا جو پہلی میں نہ پڑھی ہو نہ کہ نفل میں جیسے ایک رکعت میں دو سورتیں پڑھنا مکروہ ہے اسی طرح دو رکعتوں میں ایک ہی سورت پڑھنا بھی مکروہ ہے البتہ نفل نماز میں فاتحہ کے بعد ایک سے زیادہ سورتیں پڑھنا جائز ہے لیکن صحیح قول یہ ہے کہ نفل کی ایک رکعت میں بھی ایک سے زیادہ سورتیں پڑھنا مکروہ ہے۔

۸۔صبح اور ظہر کی نماز میں لمبی قرأت کرنا البتہ ظہر کی نماز میں صبح کی نماز کی بہ نسبت کم ہونی چاہیے۔اور صحیح قول کے مطابق طوال مفصل سورۃ حجرات سے شروع ہیں منفرد اور مقتدیوں کو نماز پڑھانے والے امام جن کی لمبی قرأت پر مقتدی راضی ہوتو ان کے لیے نماز لمبا کرنا ورنہ امام کے حق میں ہلکی نماز پڑھانا افضل ہے کیونکہ لوگوں میں کمزور اور کام کاج والے ہوتے ہیں۔

۹۔مغرب اور عصر میں قصار مفصل جو والضحیٰ سے شروع ہیں کی قرأت کرنا۔

۱۰۔اور عشاء کی نماز میں اوساط مفصل جو سورۃ عبس سے سورۃ اللیل کے آخر تک ہیں میں سے قرأت کرنا۔

۱۱۔دوسری رکعت کو پہلی سے کم پڑھنا اور برابر بھی جائز ہے لیکن خلاف اولیٰ ہے۔اور دوسری رکعت کو پہلی رکعت سے لمبا کرنا مکروہ ہے۔

۱۲۔نمازی کا سری نمازوں میں اس طرح قرأت کرنا کہ خود سن لے کیونکہ یہ مکمل ہے نیز جن کے ہاں نفس کو سنانا ضروری ہے ان کے اختلاف سے بھی آدمی نکل جاتا ہے۔

۱۳۔مقتدی کا سری نمازوں اور مغرب کی آخری رکعت اور عشاء کی آخری دو رکعتوں میں قرأت کرنا۔

۱۴۔منفرد اور مقتدی وغیرہ کے لیے جہری وسری نمازوں میں ولا الضالین کے بعد آمین کہنا جب کہ مقتدی نے امام کی آواز سنی ہو اور امام کا صرف سری نمازوں میں آمین کہنا۔

۱۵۔ہر نمازی کا آمین کو آہستہ کہنا۔

۱۶۔رکوع میں پیٹھ برابر رکھنا۔

۱۷۔رکوع میں ہاتھوں کو گھٹنوں پر اس طرح رکھنا کہ گھٹنے پکڑے ہوئے ہوں۔

۱۸۔گھٹنوں کو رکوع میں سیدھا رکھنا تاکہ جھکاؤ نہ ہو۔

۱۹۔رکوع میں سبحان ربی العظیم وبحمدہ اور سجدے میں سبحان ربی الاعلیٰ وبحمدہ کہنا نیز رکوع میں دعا اور قرأت نہ کرنا البتہ سجدے میں دعا کی گنجائش ہے۔

۲۰۔کہنیوں کو پہلو سے الگ رکھنا۔

۲۱۔منفرد اور مقتدی کا ''سمع اللہ لمن حمدہ'' کے بعد ''اللھم ربنا ولك الحمد'' کہنا۔اس میں واو کو حذف کرنا بھی جائز ہے۔البتہ حذف نہ کرنا افضل ہے جبکہ امام ''ربنا لك الحمد'' نہ کہے جیسا کہ مقتدی سمع اللہ لمن حمدہ نہیں کہتا البتہ منفرد تسمیع اور تحمید دونوں کہے گا۔

۲۲۔رکوع، سجدہ، سجدہ سے اٹھتے وقت اور تشہد اول سے اٹھتے وقت تکبیر کہنا۔

۲۳۔زمین یا تخت یا چھت وغیرہ پر سجدہ میں پیشانی اور ناک رکھنا۔

۲۴۔سجدہ میں جاتے وقت پہلے ہاتھ پھر گھٹنے رکھنا اور اٹھتے وقت اس کے برعکس کرنا۔

۲۵۔سجدہ میں ہاتھوں کو اس طرح کانوں کے برابر رکھنا کہ انگلیاں کانوں کے بالمقابل ہوں۔

۲۶۔ہاتھوں کی انگلیاں اور پورے اس طرح ملانا کہ ان کا رخ قبلہ کی طرف ہو۔

۲۷۔دوران سجدہ پیٹ کو رانوں سے، کہنیوں کو گھٹنوں سے اور کہنیوں سے اوپر کے حصے کو پہلو سے الگ رکھنا۔ البتہ عورت ہر حالت میں ان کو ملا کر رکھے۔

۲۸۔سرین سجدہ کی حالت میں سر سے اوپر ہوں اگر سر اور سرین برابر یا سرین سر سے اوپر ہوئی تب بھی مالکیہ کے ہاں نماز باطل نہ ہوگی۔ ہاں شوافع اور حنفیہ کے ہاں باطل ہو جائے گی۔

۲۹۔سجدہ میں تسبیح کے بعد دین دنیا، آخرت، اپنے لیے یا کسی اور کے لیے خصوصی یا عمومی بغیر کسی حد وقید کے جتنی اللہ نے توفیق دی ہے دعا کرنا۔

۳۰۔دو سجدوں کے درمیان اور تشہد اول و اخیر میں اس طرح بیٹھنا کہ دایاں پاؤں کھڑا رہے اور بایاں پاؤں دائیں پاؤں کی طرف کر کے بچھا کر رکھے۔

۳۱۔اور بیٹھتے وقت ہاتھوں کی انگلیاں گھٹنوں پر رکھنا اور پورے گھٹنوں کے برابر رکھنا۔

۳۲۔دونوں رانوں کو اس حالت میں کشادہ رکھنا، اور عورت کا ملا کر رکھنا۔

۳۳۔انگوٹھے اور انگشت شہادت کے علاوہ باقی انگلیوں کا تشہد کی حالت میں حلقہ بنانا اور انگشت شہادت کو دائیں بائیں حرکت دیتے رہنا شروع تشہد سے آخر تک۔

۳۴۔دوسری رکعت کے رکوع سے پہلے صبح کی نماز میں دعا قنوت آہستہ آواز سے پڑھنا چاہیے جونسے الفاظ پڑھے مثلاً ”اللهم اغفرلنا ورحمنا“ البتہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول درج ذیل الفاظ پڑھنا مستحب ہے اور انہی کو امام مالک نے اختیار کیا ہے، وہ یہ ہیں۔

اللهم انا نستعينك ونستغفرك ونؤمن بك ونتوكل عليك ونخنع لك ونخلع ونترك من يكفرك اللهم اياك نعبد ولك نصلي ونسجد، واليك نسعى ونحفد ونرجوا رحمتك ونخاف عذابك ان عذابك الجد بالكافرين ملحق

اے اللہ! ہم آپ سے مدد مانگتے ہیں اور آپ سے بخشش چاہتے ہیں اور آپ پر ایمان لاتے ہیں اور آپ پر بھروسہ کرتے ہیں اور آپ کے سامنے عاجزی کرتے ہیں اور علیحدہ کرتے ہیں اور چھوڑ دیتے ہیں اس شخص کو جو تیری نافرمانی کرے، اے اللہ! ہم آپ کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی کے لیے نماز پڑھتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں اور آپ ہی کی طرف کوشش کرتے ہیں اور ہم حاضری دیتے ہیں اور تیری رحمت کے امیدوار ہیں آپ کے عذاب سے ڈرتے ہیں بے شک آپ کا عذاب کافروں کو پہنچنے والا ہے۔

۳۵۔درود شریف کے بعد سلام سے پہلے دعا کرنا۔

۳۶۔ہر دعا آہستہ کرنا مستحب ہے لہٰذا تشہد کی طرح دعا بھی آہستہ کرنا۔

۳۷۔عمومی دعا کرنا کیونکہ یہ قبولیت کے زیادہ قریب ہے۔ ان عمومی دعاؤں میں سے کچھ یہ ہیں:

اللهم اغفرلنا ولوالدينا ولائمتنا ولمن سبقنا بالايمان مغفرة عزما

ترجمہ......یا اللہ ہمارے والدین ہمارے ائمہ اور جو لوگ ایمان میں ہم سے سبقت لے گئے، ان کی یقینی مغفرت فرمادے۔

اللهم اغفرلنا ماقدمنا وما اخرنا وما اسررنا واعلنا وماانت اعلم به منه
ربنا آتنا في الدنيا حسنة وفي الآخرة حسنة، وقنا عذاب النار

ترجمہ...... یا اللہ! معاف فرمائیے ہمارے وہ تمام گناہ جو ہم نے پہلے کیے ہیں یا بعد میں جو ہم نے پوشیدہ کیے ہوں یا اعلانیہ اور ان گناہوں کو جن کو آپ ہم سے زیادہ جانتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہمیں دنیا اور آخرت کی تمام بھلائیاں عطاء فرمائیے اور ہمیں آگ کے عذاب سے محفوظ فرمائیے۔ یعنی ہمیں ہدایت وعافیت اور دنیا کی زندگی میں اصلاح اور نیک لوگوں کے ساتھ شمولیت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخرت میں شفاعت نصیب فرما ہمارے اور آگ کے درمیان بچاؤ پیدا فرما تاکہ ہم اس میں داخل نہ ہوں۔ سب سے عمدہ دعائیں وہ ہیں جو قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں ہیں پھر وہ دعائیں جو نیک بندے کرتے ہیں۔

۳۸۔ مقتدی کے لیے پہلے سلام میں دائیں طرف سلام کرنا البتہ امام اور منفرد سلام کہتے وقت قبلہ کی طرف رخ کریں اور علیکم کے کاف اور میم پر اس طرح دائیں طرف مڑیں کے پیچھے سے رخسار نظر آئیں۔

۳۹۔ امام اور منفرد کا اپنے سامنے سترہ رکھنا البتہ مقتدی کا سترہ امام ہی ہے۔ سترہ: وہ چیز جو گذرنے والوں کے لیے نمازی کے سامنے رکھی جاتی ہے۔

شوافع کے ہاں سنتیں...... یہ بات پہلے گذر چکی ہے کہ شوافع کے ہاں سنت کی دو قسمیں ہیں ابعاض اور ھیئات ابعاض آٹھ ہیں، جو ذکر کردی ہیں بلکہ بیس ہیں جن کو ہم سجدہ سہو کی بحث میں ذکر کریں گے۔ اور ہیئات چالیس ہیں جن میں سے اہم درج ذیل ہیں۔

۱۔ ہاتھوں کو تکبیر تحریمہ، رکوع اور رکوع سے اٹھتے وقت کندھوں تک اٹھانا جیسا کہ شیخین نے ذکر کیا ہے اور کندھوں کے برابر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہاتھوں کی انگلیوں کے پورے کانوں کے برابر، انگوٹھے کانوں کی لو کے برابر اور ہتھیلیاں کندھوں کے برابر ہوں تکبیر اور تسمیع شروع کرتے وقت ہاتھ اٹھائے۔

۲۔ ہاتھوں کی انگلیاں کھلی اور قبلہ جانب مائل ہوں۔

۳۔ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف سے اوپر سینہ سے نیچے رکھنا۔

۴، ۵۔ ثناء اور تعوذ پڑھنا فرائض اور نوافل میں اور دعا افتتاح یہ ہے **وجهت وجهي للذي فطر السموات** (پہلے گذر چکی ہے)

۶، ۷۔ صبح، جمعہ، عیدین، نماز خسوف استسقاء مغرب کی پہلی دو رکعتوں اور عشاء کی دو رکعتوں تراویح رمضان میں وتر اور رات یا صبح کو طواف کی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور سورت کو جہراً پڑھنا جیسا کہ شیخین نے روایت ذکر کی ہے۔ اس کے علاوہ تمام نمازوں میں سراً قرأت کرنا البتہ اگر کسی سونے والے یا نمازی وغیرہ کو تشویش نہ ہو تو رات کے نوافل میں درمیانی آواز سے قرأت کرنا۔ فرائض کی قضاء میں جہر و اسرار کرنے کے سلسلہ میں قضاء کے وقت کا اعتبار ہے اور رات کے نوافل میں توسط دلیل اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ لَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَ لَا تُخَافِتْ بِهَا...... الاسراء ۱۷/ ۱۱۰

نہ زیادہ بلند اور نہ زیادہ پست آواز سے نماز پڑھے اور عورت اگر کوئی غیر محرم نہ ہو تو مرد سے کم جہر کرے۔

۸۔ فاتحہ ختم ہونے پر جہری نمازوں میں جہراً اور سری نمازوں میں سراً آمین کہنا۔

فائدہ...... پانچ جگہوں پر مقتدی بھی جہر کرے آمین دعا قنوت صبح کی نماز میں آخری پندرہ روزوں کے وتر کی قنوت اور پانچوں نمازوں میں قنوت نازلہ اور جب امام کو لقمہ دے۔

۹۔ اور امام مقتدی کا سورہ فاتحہ کے بعد پہلی دو رکعتوں میں سورۃ پڑھنا ہاں مقتدی جہری نمازوں میں سورت نہ پڑھے، پڑھنا مکروہ ہے

اس طرح حدث اکبر ہو گیا اور نہ پانی ہے نہ تیمم نماز جنازہ پڑھنے والا اور مسبوق سورہ نہ پڑھے کیونکہ یہ تیسری اور چوتھی رکعت میں قرأت کرے گا جب کہ مسبوق جس قدر جماعت میں شامل ہوا وہ پہلی نماز تھی اور قرأت کی کم سے کم مقدار ایک بڑی آیت یا تین آیتیں سورہ کوثر کی ہے پہلی رکعت کی قرأت دوسری سے لمبی کرنا سنت ہے جیسے سورتوں کا پے در پے ہونا اور قرآن کریم کی ترتیب سے ہونا جب کہ اس کے برعکس خلاف اولیٰ ہے۔

قرآن کریم کی چند آیتیں پڑھ لینے سے بھی سنت پوری ہو جائے گی البتہ سورت پڑھنا پسندیدہ ہے اگر چہ چھوٹی ہی کیوں نہ ہو البتہ تراویح میں لمبی سورت پڑھنا افضل ہے کیونکہ تراویح میں پورا قرآن پڑھنا سنت ہے۔ نیز دو رکعت نفل پڑھنے والے کے لیے بھی سورت پڑھنا سنت ہے، ہاں حنفیہ کے علاوہ باقی حضرات کے ہاں چار رکعت والے نوافل میں تیسری اور چوتھی رکعت میں سورت نہ پڑھنا فرائض کی طرح مستحب ہے صبح کی سنتوں میں تخفیف مستحب ہے لہٰذا پہلی رکعت میں قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا (البقرۃ ۱۳۶) پڑھنا اور دوسری رکعت میں قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ (آل عمران آیت ۶۴) پڑھنا سنت ہے مسلم شریف میں اسی طرح روایت ہے اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے پہلی رکعت میں سورۃ کافرون اور دوسری میں اخلاص پڑھے۔ جب کہ جمعہ کے دن صبح کی نماز کی پہلی رکعت میں سورہ سجدہ اور دوسری رکعت میں سورۃ دھر (الانسان) پڑھنا سنت ہے اب اگر کسی سے پہلی رکعت میں سورۃ السجدۃ رہ گئی تو وہ دوسری رکعت میں پڑھ لے اگر کسی نے دونوں سورتوں کا کچھ کچھ حصہ پڑھا یا ان کے علاوہ کوئی سورت پڑھی تو یہ خلاف سنت ہے اگر وقت تنگ ہو تو جتنا ہو سکے چاہے ایک ایک یا دونوں سے پڑھ لے۔ البتہ بعض شوافع کے ہاں اس پر مداومت اختیار نہ کی جائے تاکہ معلوم ہو کہ یہ پڑھنا واجب نہیں۔

۱۰۔ رکوع کے علاوہ باقی اٹھتے جھکتے تکبیر کہنا جب کہ تکبیر تحریمہ فرض ہے۔

۱۱۔ دونوں ہتھیلیوں کو گھٹنوں پر رکھنا اور انگلیوں کو اس طرح کھلا رکھنا کہ قبلہ رخ ہوں۔

۱۲۔ رکوع میں تین بار سبحان ربی العظیم وبحمدہ پڑھنا۔

۱۳۔ قومے میں ہر نمازی چاہے امام ہو یا مقتدی ومنفرد سمع اللہ لمن حمدہ کہے نیز امام کے لیے جہراً کہنا سنت ہے اور مکبّر کے لیے بھی جب ضرورت ہو کیونکہ یہ رکن کی تبدیلی کے اذکار ہیں البتہ ربنا لک الحمد کو بلند آواز سے نہ کہے جیسے تسبیحات اور دوسرے اذکار ہیں اتنی بات ضرور ہے کہ آج کل تحمید کو تو لوگ بلند آواز سے کہتے ہیں اور تسمیع کو پست آواز سے حالانکہ یہ ائمہ ومؤذن حضرات سنت رسول سے دور ہو رہے ہیں [1] پھر جب نمازی سیدھا کھڑا ہو جائے تو ہاتھ کو چھوڑ کر یہ تحمید پڑھے:

ربنا لک الحمد ملا السموات وملا الارض ملا ماشئت من شیء بعد (اس کا ترجمہ پہلے گذر چکا ہے)

جب کہ منفرد اور لمبی قرأت کرنے والا امام مزید اس کا بھی اضافہ کرے:

اھل الثناء والجد احق ما قال العبد وکلنا لک عبد لامانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولاینفع ذا الجد منک الجد (ترجمہ گذر چکا ہے)

۱۴۔ سجدے میں جاتے وقت پہلے دونوں گھٹنے پھر دونوں ہاتھ پھر ناک اور پیشانی رکھنا۔

۱۵۔ ہر سجدے میں تین چار مرتبہ "سبحان ربی الاعلیٰ وبحمدہ" کہنا۔

۱۶۔ سجدے میں دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر رکھنا دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ملا کر قبلہ رخ رکھنا۔

۱۷۔ مرد کے لیے بازوؤں کو پہلو سے پیٹ کو رانوں سے رکوع وسجدے میں جدا رکھنا جب کہ عورت اور خنثیٰ جدا نہ رکھیں بلکہ یہ ملا کر رکھیں

---

[1] ......اس سنت کو شاید مالکیہ کے ہاں ترک کیا جاتا ہو تو ہو لیکن ہمارے ہاں ایسا نہیں بلکہ صرف تسمیع ہی کو بلند آواز سے کہا جاتا ہے اور اگر مکبّر کی ضرورت ہو تو وہ صرف تحمید خبردار کرنے کی نیت سے بلند آواز سے کہتا ہے جو کہ درست ہے۔

کیونکہ عورت کے لیے اسی میں پردہ ہے اور خنثیٰ کے لیے احتیاط اسی میں ہے۔ نیز مرد گھٹنوں اور دونوں قدموں کے درمیان ایک بالشت کا فاصلہ رکھے۔

۱۸۔ سجدے میں چاہے مرد ہو یا عورت دونوں پاؤں کی سب انگلیوں کو قبلہ رخ رکھیں

۱۹۔ دونوں سجدوں کے درمیان ربی اغفرلی وارحمنی واجبرنی وارفعنی وارزقنی واھدنی وعافنی پڑھنا۔

۲۰۔ دو سجدوں کے درمیان اور تشہد اول میں بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھنا اور دائیں پاؤں کو کھڑا رکھنا۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ نمازی کو حرکت ہوتی ہے اور افتراش اس کی ہلکی صورت ہے۔

۲۱۔ جلسہ استراحت (دوسرے سجدے کے بعد) اسی طرح کرنا تا کہ اطمینان سے اچھی طرح بیٹھے اور پھر اٹھے اگر امام جلسہ استراحت نہ کرے تو مقتدی پھر بھی کرے۔

۲۲۔ سجدے وغیرہ سے اٹھتے وقت زمین پر ہاتھ رکھ کر اٹھنا کیونکہ اس میں خشوع وخضوع زیادہ ہوتا ہے اور اس میں نمازی کے لیے آسانی ہے۔

۲۳۔ تشہد اول سے اٹھتے وقت رفع یدین کرنا۔

۲۴۔ تشہد اخیر میں اس طرح تورک کرنا کہ بائیں سرین پر بیٹھ کر اپنے دونوں پاؤں داہنی طرف نکال لے۔ البتہ اگر سجدہ سہو کرنا ہو تو پھر افتراشاً بیٹھے۔

۲۵۔ دونوں ہاتھوں کو رانوں پر رکھنا اور دائیں ہاتھ کی انگلیوں سے حلقہ بنانا سوائے انگشت شہادت کے اس کے ذریعے تشہد میں لا الٰہ الا اللہ پر اشارہ کرنا اور بائیں ہاتھ کی انگلیوں کو ملا کر سیدھا چھوڑ دینا۔

۲۶۔ نظر انگشت شہادت سے آگے نہ بڑھانا۔

۲۷۔ قعدۂ اخیرہ میں درود کے بعد دعا پڑھنا مثلاً:

اللّٰھم اغفرلی ما قدمت وما أخرت وما اسررت وما اعلنت وما اسرفت وما انت اعلم به منی انت المقدم وانت المؤخر، لاالٰہ الا انت استغفرك واتوب الیك اللھم انی ظلمت نفسی ظلماً کثیراً کبیراً ولا یغفر الذنوب الا انت فاغفرلی مغفرة من عندك وارحمنی انك انت الغفور الرحیم (ترجمہ پہلے ہو چکا ہے)

۲۸، ۲۹۔ دوسرا سلام پھیرنا اور پہلے سلام سے نماز سے نکلنے کی نیت کرنا اگر اس سے پہلے نکلنے کی نیت کرلی تو نماز باطل ہو جائے گی اور اگر درمیان یا بعد میں نیت کی تو سنت کے خلاف ہوگا۔

۳۰۔ سلام کے وقت منہ کو دائیں اور بائیں اس طرح پھیرنا کہ داہنے رخسار پہلے والے سلام میں اس طرح کے پیچھے والے نمازیوں کو اور دوسرے سلام میں بائیں طرف والے نمازیوں کو بائیں رخسار نظر آ جائیں نیز سلام پھیرتے وقت دائیں بائیں طرف کے مقتدیوں فرشتوں اور جنوں کی نیت کرنا۔ نیز مقتدی کے لیے امام کے بعد سلام پھیرنا اگر بقیہ ارکان کی طرح سلام بھی امام کے ساتھ ادا کیا تو جائز ہے البتہ تکبیر تحریمہ بعد میں کہے۔

۳۱۔ نماز کے لیے کھڑے ہوتے وقت مسواک کرنا اگر چہ کپڑے ہی کے ذریعے ہو چاہے وہ فاقد الطہورین ہی ہو ❶ البتہ روزہ دار زوال کے بعد مسواک نہ کرے اس کے لیے مکروہ ہے۔

۳۲۔ پوری نماز خشوع سے ادا کرنا۔ خشوع کا مطلب ہے دل حاضر رکھ کر اعضاء کو سکون سے رکھنا اس طور پر کہ سوچے اللہ تعالیٰ کے سامنے

---

❶..... فاقد الطہورین وہ شخص جو نہ تیمم کر سکتا ہو اور نہ ہی وضو کے لیے پانی ہو۔

کھڑا ہو اور اللہ تعالیٰ دیکھ رہے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۙ ......المؤمنون ۲۳/۱۔۲

تحقیق وہ مومن فلاح و کامیابی حاصل کریں گے جنہوں نے نماز خشوع وخضوع سے ادا کی۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ جو بھی مسلمان بندہ اچھی طرح وضو کرے پھر دو رکعتیں اس طرح پڑھے کہ مکمل طور پر اللہ کی طرف متوجہ ہو تو اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ ❶

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز میں اپنی داڑھی سے کھیل رہا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اس کے اعضاء میں بھی خشوع ہوتا۔ ❷

۳۳۔ قرأت میں غور و فکر کرنا کیونکہ اس سے ادب اور خشوع وخضوع حاصل ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ۝ محمد ۴۷/۲۴

قرآن میں کیونکر غور نہیں کرتے کیا دلوں پر تالے لگے ہیں۔

اور ترتیل سے قرأت کرنا بھی سنت ہے اور ترتیل چھوڑنا اور جلدی پڑھنا مکروہ ہے۔ چاہے نماز میں ہو یا خارج نماز قرآن پڑھتے وقت رحمت کی آیات پر رحمت کا سوال اور عذاب کی آیات پر عذاب سے پناہ کی دعا مانگنا اسی طرح تسبیح والی آیات پر تسبیح پڑھنا مثال والی آیات پر تفکر کرنا سنت ہے۔ جب اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ۝ (التین: ۹۵/۸) پڑھے تو اس وقت کہے: بلى وانا على ذلك من الشاهدين اور جب فبأى حديث بعده يؤمنون پڑھے تو کہے: "آمنت بالله" اور فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ۝ (الملک: ۶۷/۳۰) پڑھے تو الله رب العالمين کہے۔

۳۴۔ ذکر میں تدبر کرنا۔

۳۵۔ نماز میں نشاط اور دل کو دنیاوی مشاغل سے خالی کر کے داخل ہونا چاہئے کیونکہ سستی کی مذمت کی گئی ہے اللہ تعالیٰ کا منافقین کے بارے میں ارشاد ہے:

وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ......النساء: ۴/۱۴۲

جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی سے کھڑے ہوتے ہیں۔

اور کسل: کام میں کوتاہی اور سستی کرنے کو کہتے ہیں یہ متعدی پھرتی کی ضد ہے۔ کیونکہ دل کا خالی ہونا خشوع وخضوع میں مددگار ہے۔ نیز دوران نماز دنیاوی معاملات اور مسائل فقہ میں غور و فکر کرنا مکروہ ہے جب کہ اخروی معاملات میں غور و فکر کرنے میں کوئی حرج نہیں دوران قرأت تو مستحب ہے۔

۳۶۔ امام کو دوران نماز غلطی پر متنبہ کرنا۔ ❸ سنت یہ ہے کہ آدمی دوران نماز امام کو سہو وغیرہ پر متنبہ کرے کسی اندھے کے گرنے کے خوف سے اس کو روکے یا کوئی غافل ہے وغیرہ ان چیزوں سے سبحان اللہ کہہ کر روکے اور عورت دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر مار کر متنبہ کرے اس کی دلیل صحیحین کی روایت ہے کہ جسے نماز میں کوئی عذر پیش آئے تو اسے چاہے تسبیح پڑھے جب کہ تصفیق عورتوں کے لیے ہے ❹ خنثیٰ بھی عورتوں کی طرح کرے یہ متفقہ مسئلہ ہے البتہ مالکیہ عورت کے لیے تصفیق کو مکروہ قرار دیتے ہیں۔

نماز کے اندر عورتوں کے مخصوص مسائل...... شوافع کے ہاں عورت کی نماز میں چار چیزیں ہیں جن میں وہ مردوں کے خلاف کریں گی جو کہ درج ذیل ہیں۔

---

❶ ......رواہ مسلم۔ ❷ رواہ الترمذی۔ ❸ مغنی المحتاج: ۱/۱۹۷۔ ❹ نیل الاوطار: ۲/۳۲۰

۱..... مرد کہنیوں کو پہلو سے اور رکوع وسجدے میں پیٹ کو رانوں سے جدا رکھے گا جب کہ عورت رکوع وسجدے میں کہنیوں کو پہلوؤں سے پیٹ کو رانوں سے اور گھٹنوں اور پاؤں کو ملا کر رکھے۔

۲..... مرد جہری نمازوں میں جہراً اور سری نمازوں میں سرًا قرأت کرے جب کہ عورت اگر اجنبی موجود ہو تو صرف سراً ہی قرأت کرے گی اس کی وجہ یہ نہیں کہ عورت کی آواز ہی پردہ ہے بلکہ فتنہ کی وجہ سے یہ حکم ہے ورنہ عورت کا اپنی آواز کسی کو سنانا حرام نہیں مگر فتنہ کے خوف سے حرام ہے۔

۳..... جب کوئی امر نماز میں پیش آ جائے جب کہ غیر محرم کوئی نہ ہو تو عورت اس طرح تالی بجائے کہ دائیں ہاتھ کی انگلیوں کی پشت بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر مارے۔ خنثیٰ کا بھی یہی حکم ہے۔ اگر کسی عورت نے بطور لہوولعب کے اپنا ہاتھ مارا تو علم حرمت کے باوجود اس کی نماز باطل ہو جائے گی اگر لعب کا ارادہ نہیں تو نماز باطل نہیں ہوگی۔

نیز بقدر ضرورت زیادہ تالی بجاتے رہنا بھی جائز ہے اس سے نماز باطل نہیں ہوگی اسی طرح اگر مرد بھی تالی بجائے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ انگلیوں کو حرکت دینے کے مشابہ ہے۔ اسی طرح اگر صرف خبردار کرنے کی غرض سے تالی بجائی تو نماز باطل نہیں ہوگی چاہے مرد ہی کیوں نہ بجائے برعکس تسبیح کے کہ اگر اس میں صرف خبردار کرنے کی نیت کی تو نماز باطل ہو جائے گی وجہ یہ ہے کہ تسبیح لفظ ہے جس میں ذکر کی صلاحیت ہے جب کہ تالی صرف فعل ہے۔

نماز کے علاوہ تالی بجانے کے بارے میں رملی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بغیر لہوولعب کے ارادہ کے بھی مکروہ ہے جب کہ ابن حجر رحمہ اللہ کے ہاں لہوولعب کے قصد سے مکروہ ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عرب کی جاہلیت کی زندگی سے منع کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً ۭ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝ الانفعال آیت ۳۵

ترجمہ..... ''اوران لوگوں کی نماز خانہ کعبہ کے پاس سیٹیاں اور تالیاں بجانے کے سوا کچھ نہ تھی تو تم جو کفر کرتے تھے اب اس کے بدلے عذاب (کا مزہ) چکھو''۔

۴..... مرد کے لیے ستر ناف سے گھٹنوں تک ہے نماز طواف اور محرم عورتوں اور مردوں کی موجودگی میں۔ جب کہ غیر محرم عورتوں کی موجودگی میں پورا بدن ستر ہے جب کہ خلوت اور تنہائی میں صرف شرمگاہیں ہیں۔ باندی بھی مرد کی طرح ہے۔

ان کے ہاں ناف اور گھٹنے پردہ میں داخل نہیں البتہ اتنا حصہ چھپانا واجب ہے جس سے اس کا کوئی جسم چھپ جائے۔

آزاد عورت کا پورا بدن ستر ہے سوائے چہرے اور ہتھیلیوں کے یہ تو نماز کا حکم نماز کے علاوہ پورا بدن بمعہ منہ اور ہاتھ ستر ہے۔

حنابلہ کے ہاں نماز کی سنتیں..... حنابلہ کے ہاں سترہ سنتیں ہیں اور ان کی دو قسمیں ہیں سنن قولیہ اور سنن فعلیہ سنن قولیہ سترہ ہیں جو پہلے ذکر کی جا چکی ہیں اور سنن فعلیہ چھپن ہیں اہم درج ذیل ہیں۔

۱، ۲، ۳..... تکبیر تحریمہ کے لیے دونوں ہاتھوں کو اٹھانا، انگلیوں کا ملا ہوا ہونا اور قبلہ کی طرف رخ رکھنا کندھوں کے برابر اٹھانا۔

۴..... تکبیر تحریمہ کو اتنی بلند آواز سے کہنا کہ مقتدی سن کر تکبیر کہہ سکیں۔ قیام وقرأت کی حالت میں۔

۵، ۶۔ رکوع اور رکوع سے اٹھتے وقت ہاتھ اٹھانا۔

۷، ۸..... تکبیر تحریمہ کے بعد ناف کے نیچے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی کلائی کے جوڑ پر رکھنا۔

۹..... قیام کی حالت میں سجدہ کی جگہ پر نظر رکھنا۔

۱۰، ۱۱..... ٹھہر ٹھہر کر قرأت کرنا اور امام کا قرأت ہلکی کرنا۔

۱۲، ۱۳.....نماز خوف کے علاوہ باقی نمازوں میں پہلی رکعت کی قرأت دوسری سے لمبی کرنا۔

۱۴.....دونوں قدموں کے درمیان کچھ فاصلہ رکھ کر کھڑا ہونا۔

۱۵، ۱۶.....رکوع میں دونوں ہاتھوں سے گھٹنوں کو پکڑنا اور انگلیوں کو خوب کھلا رکھنا۔

۱۷، ۱۸۔ رکوع میں سر اور پیٹھ کو ایک سیدھ میں رکھنا سر کو نہ اونچا رکھے نہ نیچا۔

۱۹.....رکوع میں دونوں بازوؤں کو پہلو سے جدا رکھنا۔

۲۰، ۲۱.....سجدے میں جاتے وقت پہلے گھٹنے پھر ہاتھ رکھنا اور اٹھتے وقت اس کے برعکس پہلے ہاتھ اٹھانا پھر گھٹنے۔

۲۲، ۲۳.....تمام اعضاء سجود کو زمین پر رکھنا یعنی پوری پیشانی پوری ناک اور ہاتھ وغیرہ اس طرح رکھنا کہ درمیان میں کوئی چیز حائل نہ ہو۔

۲۴.....سجدہ میں بازوؤں کو پہلو سے، پیٹ کو رانوں سے، رانوں کو پنڈلیوں سے جدا رکھنا۔

۲۵۔ سجدہ میں دونوں گھٹنوں کو دور دور رکھنا دونوں پاؤں کو کھڑا رکھنا اور ان کی انگلیوں کو قبلہ رخ رکھنا یہی حکم دو سجدوں کے درمیان بیٹھنے اور تشہد میں بیٹھنے کا ہے۔

۲۶.....سجدے میں ہاتھوں کو کندھوں کے برابر رکھنا، انگلیاں سیدھی رکھنا۔

۲۷.....ہاتھوں کی انگلیوں کو ملا کر قبلہ رخ رکھنا۔

۲۸.....سجدے کے بعد جب دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو تو پنجوں کے بل گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر اٹھنا البتہ عذر کی حالت میں زمین پر ہاتھ رکھ کر اٹھنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

۲۹، ۳۰، ۳۱.....دو سجدوں کے درمیان اور تشہد اول میں افتراشاً بیٹھنا اور تشہد اخیر میں تورکاً بیٹھنا۔ [1]

۳۲۔ ۳۵.....دونوں ہاتھوں کو رانوں پر رکھنا، سیدھا رکھنا، انگلیوں کو ملا کر رکھنا، قبلہ کی طرف رخ رکھنا۔

۳۶.....چھنگلیاں اور اس کے ساتھ والی انگلی کو بند کرنا درمیانی اور انگشت شہادت سے انگوٹھے کے ساتھ حلقہ بنانا۔

۳۷.....تشہد میں لا الہ پر انگشت شہادت سے اشارہ کرنا۔

۳۸، ۳۹.....بائیں ہاتھ کی انگلیوں کو تشہد میں ملا کر قبلہ رخ رکھنا۔

۴۰.....ابتدائے سلام میں چہرے سے قبلہ کی طرف اشارہ کرنا۔

۴۱، ۴۲.....دونوں سلام پھیرتے وقت دائیں بائیں مڑنا، دائیں طرف بائیں کی نسبت زیادہ مڑنا۔

۴۳.....نماز سے نکلنے کی نیت کرنا۔

۴۴.....خشوع وخضوع سے نماز پڑھنا گذشتہ آیت اور حدیث کی وجہ سے۔ خشوع یہ ہے کہ تمام اعضاء سکون سے رہیں عورتیں بھی مردوں کی طرح نماز پڑھیں صرف چند مقامات میں ان کو مردوں کے خلاف کرنا چاہیے مثلاً رکوع سجود میں ملا کر رکھنا سنت ہے اور تورک کریں اور قرأت پست آواز سے کرنا اگر کوئی غیر محرم ہو، خنثیٰ مشکل بھی عورت کی طرح ہے۔

دوسری بحث: نماز کے باہر کی سنتیں:

نماز کی کچھ سنتیں تو وہ ہیں جو نماز سے پہلے ہیں مثلاً: مسواک کرنا، اذان واقامت اور سترہ رکھنا۔ ہم یہاں سترہ سے متعلق تفصیلی بحث کریں گے جب کہ باقی چیزوں پر بحث پہلے ہو چکی ہے۔

---

[1] .....افتراش: بائیں پاؤں کو بچھا کر اور دائیں پاؤں کو کھڑا رکھنے کو کہتے ہیں جب کہ تورک سرین پر بیٹھنا اور دونوں پاؤں دائیں طرف نکالنے کو کہتے ہیں۔

۱۔ سترہ کی تعریف...... وہ چیز جو نمازی اپنے سامنے گزرنے والوں کے لیے رکھتا ہے۔

۲۔ سترہ کا حکم...... سترہ سنت ہے دلیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو ایسی چیز کی طرف نماز پڑھے جو حائل ہو اور اس کے قریب ہو اور کسی کو گذرنے کے لیے نہ چھوڑے اگر کوئی گزرنا چاہے تو اس سے لڑے کیونکہ وہ شیطان ہے ❶ سترہ رکھنا واجب نہیں، تمام فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کیونکہ امر ندب کے لیے ہے کیونکہ سترہ نہ ہونے سے نماز باطل نہیں ہوتی اور نہ ہی یہ نماز کے لیے شرط ہے۔ نیز سلف صالحین نے سترہ کا التزام نہیں کیا اگر واجب ہوتا تو وہ ضرور اس کا التزام کرتے۔ اور گناہ گزرنے والے کو ہوتا ہے نمازی کو نہیں ہوتا اگر واجب ہوتا تو نمازی کو بھی گناہ ہوتا نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھلی جگہ پر بغیر سترہ کے بھی نماز پڑھی ہے۔

۳۔ سترہ کی حکمت...... نمازی کے سامنے سے گذرنے کو روکنا تا کہ خشوع وخضوع ختم نہ ہو۔

اور نمازی نماز میں مشغول رہے نیز نمازی اپنی نظر سترہ سے آگے نہ بڑھائے تا کہ خشوع وخضوع فوت نہ ہو۔

۴۔ فقہاء کی آراء سترہ کے بارے میں...... فقہاء کی دو رائے ہیں سترہ کے بارے میں ایک تو کسی کے گذرنے کا خوف نہ ہو اور ایک حالت کسی کے گذرنے ہے۔

مالکیہ اور حنفیہ کے ہاں ❷...... اگر کسی کے گزرنے کا خوف ہو تو فرض اور نفل نمازوں میں امام اور منفرد کے لیے سترہ رکھنا مستحب ہے۔ اور مقتدیوں کے لیے امام کا سترہ کافی ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطحاء مکہ میں نماز پڑھائی آپ کے آگے نیزہ تھا اور باقی نمازیوں کے سامنے کچھ نہ تھا۔ ❸

اور اگر کسی کے گزرنے کا خوف نہ ہو تو سترہ نہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ جو شخص میدان وغیرہ میں نماز پڑھ رہا ہو تو اس کے لیے کوئی لکڑی وغیرہ گاڑھ دینا مستحب ہے کسی چیز کو گاڑنے کا اعتبار ہے پھینکنے اور خط کھینچنے کا اعتبار نہیں کیونکہ سترہ کا مقصد یہ ہے کہ نمازی کے سامنے سے کوئی نہ گزرے اور خط وغیرہ کھینچنے سے یہ حاصل نہیں ہوتا۔

شوافع اور حنابلہ کے ہاں ❹...... مستحب یہ ہے کہ نمازی سترہ کی طرف نماز پڑھے چاہے مسجد میں ہو یا گھر میں لہٰذا دیوار یا ستون کی طرف پڑھے یا فضاء (میدان) میں ہو تو سامنے کچھ رکھ کر نماز پڑھے مثلاً عصا یا نیزہ یا اونٹ یا اس کا کجاوا وغیرہ۔ اگر یہ اشیاء نہ ہوں تو سامنے خط کھینچ لے مصلی بچھالے وغیرہ۔ ان کی دلیل حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نیزہ گاڑھا گیا آپ آگے بڑھے اور ظہر کی دو رکعتیں پڑھائی آپ کے سامنے سے گدھا، کتا وغیرہ گذرے آپ نے روکے نہیں ❺ اسی طرح حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص رحل کی طرح کی کوئی چیز سامنے رکھ کے تو پھر نماز پڑھے اور اس کے پاس سے گزرنے والی چیزوں کی پرواہ نہ کرے۔ ❻

امام کا سترہ، مقتدیوں کا بھی سترہ ہے بالاتفاق اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سترہ کی طرف نماز پڑھی اور صحابہ کرام کو دوسرا سترہ گاڑھنے کا حکم نہیں دیا جیسا کہ

مالکیہ اور حنفیہ کے مذہب میں ذکر کیا۔ نیز ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں گدھی پر بیٹھا ہوا آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے اور آپ کے آگے کوئی دیوار نہیں تھی، میں بعض صف کے سامنے سے

---

❶...... رواه ابوداؤد وكذا في البخاري ۱/۷۳. ❷فتح القدير: ۱/۲۸۸ الشرح الكبير: ۱/۲۴۴. ❸ نصب الراية: ۱/۸۴. ❹مغني المحتاج ۱/۲۰۰. ❺متفق عليه ❻رواه مسلم.

گزرا پھر گدھی سے اتر کر اسے چھوڑ دیا وہ چرنے لگی اور میں صف میں داخل ہو گیا اور مجھے کسی نے کچھ نہیں کہا۔ ❶

حنابلہ کے ہاں مکہ مکرمہ میں بغیر سترہ کے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے مکہ میں نماز پڑھی آپ کے اور طواف کرنے والوں کے درمیان سترہ نہیں تھا گویا مکہ کے ساتھ خاص ہے۔

۵۔سترہ کس طرح اور کس مقدار کا ہو...... اس حوالے سے فقہاء کی آراء قریب قریب ہیں۔

حنفیہ کے ہاں...... سترے کی لمبائی کم از کم ایک ہاتھ شرعی (۴۶،۲ سم) اور موٹائی کم از کم ایک انگلی کے برابر ہو۔ دلیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کجاوہ کی پچھلی لکڑی کی مانند کسی چیز کو جب تم سامنے رکھ لو تو پھر گزرنے والے سے کوئی نقصان نہیں ہوگا ❷ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحرا میں جس نیزہ کی طرف نماز پڑھی تھی وہ ایک ہاتھ شرعی تھا۔ اس میں گاڑنے کا اعتبار ہے پھینک دینے یا خط کھینچنے کا اعتبار نہیں۔

حنفیہ کے ہاں بیٹھنے یا کھڑے آدمی کی پیٹھ یا جانور وغیرہ کو بطور سترہ استعمال کیا جا سکتا ہے البتہ قرآن کریم اور تلوار کو نہیں۔ اگر کوئی سوار سامنے سے گذرنا چاہے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ سواری سے اتر کر اس کو نمازی کے سامنے کھڑی کر دے پھر گذر جائے اسی طرح جو کوئی گزرنا چاہے تو اسے چاہئے کہ نمازی کے سامنے کوئی چیز رکھ دے اور پھر گزرے۔

مالکیہ کے ہاں...... مالکیہ بھی حنفیہ کی طرح کہتے ہیں کہ سترے کی لمبائی کم از کم ایک ہاتھ ہو اور موٹائی نیزہ کی بقدر۔ شرط یہ ہے کہ کوئی پاک چیز ہو نجس چیز رکھنا مکروہ ہے اور وہ چیز دل کو مشغول کرنے والی نہ ہو لہٰذا بچہ، عورت، باتیں کرنے والا جھمگھٹا، کوڑا، رسی، تولیہ، اور ایسے جانور کو جو بندھا ہوا نہ ہو سترہ بنانا صحیح اور جائز نہیں۔ اور اونٹ گائے اور بندھی ہوئی بکری کو سترہ بنانا درست ہے کیونکہ مالکیہ کے ہاں ان کا فضلہ پاک ہے۔ اور خط کھینچنا یا گڑھا کھودنے کر سترہ بنانا جائز نہیں۔

دلیل حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عید کے دن عید گاہ کی طرف جاتے تو نیزہ لے جانے کا حکم فرماتے وہ آپ کے سامنے گاڑھ دیا جاتا آپ اس کی طرف (منہ کر کے) نماز پڑھتے اور لوگ آپ کے پیچھے ہوتے اور آپ سفر میں بھی ایسا ہی کرتے۔ ❸

ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عنزہ ہوتا تھا یہ چھوٹا عصاء ہے اس میں لوہا لگا ہوتا ہے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ والی حدیث جس میں خط کھینچے کا ذکر ہے وہ ضعیف اور مضطرب ہے مالکیہ کے ہاں غیر محرم عورت کی پیٹھ اور کافر کی پیٹھ کو بطور سترہ استعمال کرنا مکروہ ہے جب کہ محرم عورت اور مسلمان مرد کی پیٹھ کو بطور سترہ استعمال کرنا جائز ہے۔

شوافع کے ہاں...... ایسی چیز جو تین ہاتھ لمبی ہو اگر چہ چوڑی نہ بھی ہو جیسے تیر وغیرہ رکھنا مستحب ہے۔ دلیل حدیث ہے کہ سترہ رکھ کر نماز پڑھ چاہے تیر ہی کیوں نہ ہو ❹ نیز ان کے ہاں جانور کو بطور سترہ استعمال کرنا درست نہیں۔

حنابلہ کے ہاں...... حنابلہ حنفیہ اور مالکیہ کی طرح لمبائی کم از کم ایک ہاتھ شرعی کے قائل ہیں البتہ موٹائی میں ان کے ہاں کوئی حد نہیں لہٰذا تیر اور نیزہ کی طرح باریک اور دیوار کی طرح موٹی چیز بھی سترہ بن سکتی ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عنزہ (نیزہ) کی طرف نماز پڑھی ہے۔

خط کھینچنا...... شوافع اور حنابلہ خط کھینچنے کے متعلق حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو سامنے کوئی چیز رکھ لے اگر کچھ نہ ہو تو عصا گاڑھ لے اگر عصا بھی ساتھ نہ ہو تو خط کھینچ لے تو جو

---

❶..... متفق علیہ ❷ مسلم ❸ متفق علیہ ❹ رواہ الحاکم

کوئی سامنے سے گذرے گا کوئی نقصان نہ پہنچائے گا۔ ❶

شوافع کے ہاں سیدھا خط کھینچے جب کہ حنابلہ کے ہاں چاند کی طرح اور پل کی طرح جب کہ بعض حنابلہ کے ہاں جس طرح بھی خط کھینچ لیا جائے تو کافی ہے چاہے عرضاً یا طولاً۔

اگر کسی کے پاس عصاء ہو اور اس کو گاڑھنا ممکن نہ ہو تو جمہور کے ہاں اس کو عرضاً رکھ لینا چاہیے کیونکہ یہ خط کی طرح ہے لہٰذا اس کے قائم مقام ہو جائے گا جبکہ مالکیہ کے ہاں اس کو گاڑنا ہی ضروری ہے۔

حنابلہ، اونٹ، کسی بھی جانور اور کسی بھی انسان کو بطور سترہ استعمال کرنے کی اجازت دیتے ہیں دلیل حضرت ابن عمر اور انس رضی اللہ عنہما کا عمل ہے نیز ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کی طرف (منہ کر کے) نماز پڑھی ❷ اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کجاوہ سامنے رکھا اور اس کی طرف نماز پڑھی فرماتے ہیں میں نے عرض کی جب سوراری چلی گئی تو پھر کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا کہ کجاوہ کی آخری لکڑی کو رکھو اور اس کی طرف نماز پڑھو، اگر کسی نے انسان کو سترہ بنایا تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ سترہ کے قائم مقام ہے۔

حضرت نافع فرماتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما جب مسجد کے ستونوں میں کوئی ستون سترہ کے لیے خالی نہ پاتے تو مجھے کہتے اپنی پیٹھ میری طرف کردو۔

حضرت حمید بن ھلال فرماتے ہیں کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہا تھا اور لوگ اس کے سامنے سے گذر رہے تھے (سترہ نہ تھا) تو آپ نے اپنی پیٹھ اس کے سامنے کردی اور سترہ بن گئے وہ اپنے کپڑے اور ہاتھ سے ہٹنے کا اشارہ کر رہا تھا تو آپ نے فرمایا نماز پڑھو اور جلدی نہ کرو۔ ❸

خلاصہ..... حنفیہ اور مالکیہ کے ہاں مرد اور عورت کی پیٹھ بطور سترہ استعمال کرنا جائز ہے۔ حنابلہ کے ہاں مطلقاً آدمی کو بطور سترہ رکھنا صحیح ہے چاہے پیٹھ ہو یا چہرہ شوافع کے ہاں آدمی کو بطور سترہ استعمال کرنا درست نہیں۔

جمہور کے ہاں غصب شدہ چیز کو سترہ بنانا درست ہے جب کہ حنابلہ کے ہاں ایسا کرنا درست نہیں اور اس طرح نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ جمہور کے ہاں نجس چیز کو سترہ بنانا جائز ہے جبکہ مالکیہ کے ہاں جائز نہیں۔ اور دیوار کو بالاتفاق سترہ بنانا درست ہے۔

۶۔ انسان کے چہرے، آگ، تصویر یا نماز پڑھتی عورت کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا..... فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کسی انسان کے چہرے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سزا دیا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایات میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تخت کے درمیان میں نماز پڑھ رہے تھے اور میں ان کے اور قبلہ کے درمیان لیٹی ہوئی تھی مجھے کچھ ضرورت پیش آئی میں نے اٹھنا ناپسند کیا تو آپ تھوڑے الگ ہوگئے ❹ نیز اس میں اس شخص کو سجدہ کرنے کا شائبہ بھی پایا جاتا ہے۔ حنفیہ کے ہاں اس طرح کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

اسی طرح بالاتفاق تنور کی آگ، چراغ، فانوس، موم بتی، لائٹ وغیرہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے اس لیے کہ آگ کی پوجا کی جاتی ہے اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں لہٰذا اس طرف نماز پڑھنا مجوسیوں کے ساتھ مشابہت ہے۔

اسی طرح تصویر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے کیونکہ تصویر کی بھی عبادت کی جاتی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں ہمارے پاس ایک کپڑا تھا اس پر تصویریں تھیں میں نے اس کپڑے کو آپ نماز پڑھ رہے تھے سامنے لٹکا دیا تو آپ نے مجھے

---

❶.....نیل الاوطار: ۳/۴۔ ❷متفق علیہ ❸رواھما البخاری ❹متفق علیہ

روک دیا یا فرمایا کہ آپ نے اس کو ناپسند کیا ❶ نیز یہ بات بھی ہے کہ تصویروں کی وجہ سے نمازی نماز کی بجائے ان کی طرف مشغول ہو جاتا ہے اور نماز بھول جاتا ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قبلہ کی طرف کوئی چیز لٹکی ہوئی ہونا مکروہ ہے چاہے وہ قرآن کریم ہو یا کچھ اور البتہ زمین پر کوئی چیز رکھی ہوئی ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں حنفیہ کے ہاں سامنے قرآن کریم یا تلوار وغیرہ لٹکی ہوئی ہو تو نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ ان دونوں کی عبادت نہیں کی جاتی اسی طرح ایسے کپڑے پر نماز پڑھنے میں بھی حرج نہیں جس پر تصاویر ہوں کیونکہ اس صورت میں ان کی توہین ہوتی ہے۔

اسی طرح سامنے عورت نماز پڑھ رہی ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ان کو پیچھے کرو جیسا کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے پیچھے کیا ہوا ہے ❷ البتہ نماز کے علاوہ عورت کا سامنے ہونا مکروہ نہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گذشتہ حدیث اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت کی وجہ سے فرماتی ہیں میرا بستر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلیٰ کے سامنے ہوتا تھا۔

۷۔ سترہ کتنے فاصلے پر ہو...... جمہور کے ہاں سترہ نمازی کے قدم سے تقریباً تین ہاتھ کے فاصلے پر ہونا مستحب ہے دلیل حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے آپ نے نماز پڑھی آپ کے اور دیوار کے درمیان تقریباً تین ہاتھ کا فاصلہ تھا ❸ اسماعیلی نے سلمہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں منبر اور قبلہ کی دیوار کے درمیان بکری یا ہرن کے گذرنے کا فاصلہ تھا۔ بکری یا ہرن کے گزرنے کا فاصلہ تین ہاتھ ہے۔

مالکیہ کے ہاں...... نمازی اور سترہ کے درمیان بلی یا بکری کے گذرنے کا فاصلہ ہونا چاہئے۔ ایک قول یہ ہے کہ تین ہاتھ فاصلہ ہونا چاہئے۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی متفق علیہ حدیث کی وجہ سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلیٰ اور دیوار کے درمیان بکری کے گزرنے کا فاصلہ تھا۔

۸۔ نمازی سترہ سے کس جانب کھڑا ہو...... ائمہ اربعہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نمازی سترہ کے بالکل سامنے سیدھ میں نہ کھڑا ہو بلکہ دائیں یا بائیں جانب کھڑا ہو اور چہرے کے بالکل سامنے نہ رکھے۔ دلیل ابوداؤد میں مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے فرماتے ہیں: کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی درخت لکڑی یا ستون کی طرف نماز پڑھتے ہوئے اس حال میں دیکھا کہ وہ آپ کے دائیں یا بائیں ابرو کے سامنے ہوتا تھا آپ کے چہرے کے سامنے نہ ہوتا تھا۔ ❹

۹۔ نمازی کے سامنے سے گذرنا...... حنفیہ کے ہاں ❺ نمازی کے سجدہ کی جگہ میں سے کسی کا گزرنا مکروہ تحریمی ہے اور گزرنے والا گناہ گار ہوگا جب کہ سترہ بھی ہو تب بھی اور کوئی چیز دیوار یا ستون وغیرہ درمیان میں نہ ہو نیز یہ اس وقت ہے جب وہ نماز میدان وغیرہ میں پڑھ رہا ہو اور گزرنے والے کے بعض اعضاء نمازی کے بعض اعضاء کے برابر ہوں اگر دو آدمی گذرے تو گناہ گار وہ ہوتا جو نمازی کی جانب ہے۔

اگر سترہ ہو اور سجدہ کی جگہ کے علاوہ آگے سے کوئی گذرے یا سترہ تو نہیں لیکن کوئی حائل ہے اگر چہ پردہ ہی ہو یا نمازی کے اعضاء کے برابر گزرنے والے کے اعضاء نہ ہو یا مسجد میں سترہ کے پیچھے سے کوئی گذرے تو گزرنا مکروہ نہیں اور نہ ہی گزرنے والا گناہ گار ہوگا کیونکہ گناہ تو نمازی کے سامنے سے گزرنے کی وجہ سے ہوتا ہے نیز مسجد ایک جگہ کی مانند ہے اگر صف میں کوئی حائل ہو تو پھر مسجد میں نمازی کے سامنے سے گزرنا جائز ہے۔

---

❶......رواه عبد الرحمن بن ابی حاتم ❷ اخرجه رزين۔ ❸ نيل الاوطار: ۳/۳۔ ❹ نيل الاوطار ۳/۵۔ ❺ فتح القدير ۱/۲۸۷۔

اسی طرح نمازی کے لیے مکروہ ہے کہ لوگوں کے گزرنے کی جگہ پر بغیر سترہ کے نماز پڑھے لہٰذا نمازی اپنے فعل کی وجہ سے لوگوں کے گزرنے کی صورت میں گناہ گار ہوگا سترہ نہ رکھنے کی وجہ سے نہیں۔ اور اگر کوئی نہ گذرے تو گناہ گار نہ ہوگا کیونکہ سترہ رکھنا واجب نہیں۔

گناہ گار کون ہوگا نمازی یا گزرنے والا اس کی چار صورتیں ہیں:

۱.....گزرنے والے کو نمازی کے سامنے کے علاوہ بھی گزرنے کی جگہ ہے اور وہ نمازی کے سامنے گذرے تو صرف گزرنے والا گنہگار ہوگا۔

۲.....نمازی ایسی جگہ نماز پڑھ رہا ہے جہاں سے اور کوئی گزرنے کا راستہ نہیں تو اس صورت میں نمازی گناہ گار ہوگا۔

۳.....نمازی گزرنے کی جگہ پر نماز پڑھ رہا ہے گزرنے کی اور جگہ بھی ہے تو اس صورت میں دونوں گناہ گار ہوں گے۔

۴.....ایسی جگہ نماز پڑھ رہا ہے جہاں گزرنے کی بھی اور جگہ نہیں اور نمازی کی بھی اور جگہ نہیں تو اس صورت میں کوئی بھی گناہ گار نہیں ہوگا۔

مالکیہ کے ہاں ❶.....گزرنے والا گناہگار ہوگا جب کہ وہ نمازی کے سامنے سے ایسی جگہ سے گذرے جو نماز کے لیے متعین ہے چاہے سترہ رکھا ہو یا نہ البتہ اگر پہلی صف میں خالی جگہ پر کرنے یا نکسیر وغیرہ دھونے کے لیے کوئی گذرے تو گناہ نہیں ہوگا اسی طرح اگر طواف کر رہا ہے تو اس صورت میں بھی نمازی کے سامنے سے گزرنے میں کوئی گناہ نہیں اگر چہ ان دونوں صورتوں میں گزرنے کا اور کوئی راستہ بھی ہو جس سے گذرا جا سکتا ہے تب بھی گناہ نہیں۔ اور پہلی والی صورت میں جب گناہ ہوگا جب کہ کوئی اور راستہ گزرنے کا ہو اگر کوئی راستہ نہیں تو پھر کسی صورت میں بھی گناہ نہیں۔

نمازی گناہ گار ہوگا جب وہ ایسی جگہ بغیر سترہ نماز پڑھے جہاں سے کسی کے گزرنے کا خدشہ ہو اور کوئی سامنے سے گزرے۔ اور دونوں گناہ گار ہوں گے جب گذرگاہ پر بغیر سترہ نماز پڑھے اور گزرنے کا راستہ اور بھی ہو۔

دونوں میں سے ایک گناہ گار ہوگا اگر نمازی نے گذرگاہ پر نماز پڑھی اور گزرنے کا راستہ نہیں تو پھر نمازی گناہ گار ہوگا اور اگر گزرنے کا اور راستہ بھی ہے اور نمازی نے الگ نماز پڑھی تو پھر گزرنے والا گناہ گار ہوگا۔ اور دونوں میں سے کوئی بھی گناہ گار نہ ہوگا جب کہ گزرنے والا مجبور ہو اور نمازی نے بھی نماز صحیح جگہ پڑھی ہو۔

شوافع کے ہاں ❷.....شافعیہ کے ہاں اگر نمازی نے سترہ رکھا ہو اور گزرنے کا کوئی راستہ بھی نہ ہو تب بھی گزرنا حرام ہے، دلیل حضرت ابوجہم انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے نمازی کے سامنے سے گزرنے والا گزرنے کا گناہ اگر جان لے تو چالیس خریف کھڑا رہنا اس کے لیے گزرنے سے بہتر ہوتا۔ ❸

اور نمازی کے لیے مکروہ ہے کہ وہ ایسی جگہ نماز پڑھے جہاں سے لوگ گذرتے ہیں۔

حنابلہ کے ہاں ❹..... والا گناہ گار ہوگا چاہے نمازی نے سترہ نہ بھی رکھا ہو اور گزرنے کی جگہ پر نماز پڑھنا مکروہ ہے ان کا مذہب شوافع کی طرح ہے۔

دوران طواف نمازی کے سامنے سے گزرنا.....تمام فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ طواف کرنے والا کعبہ میں داخل اور مقام ابراہیم پر موجود حضرات نمازی کے سامنے سے گذریں تو یہ بالکل جائز ہے اگر چہ اس نے سترہ بھی رکھا ہو جب کہ حنابلہ کے ہاں پوری وادی مکہ میں نمازی کے سامنے سے گزرنا حرام نہیں۔

---

❶.....الشرح الصغير: ۱/۳۳۶۔ ❷مغنی المحتاج: ۱/۲۰۰۔ ❸رواہ الشيخان ❹المغنی: ۱/۲۴۵

۱۰۔ کہاں تک گزرنا منع ہے:

حنفیہ کے ہاں ❶...... میدان یا بہت بڑی مسجد میں سجدے کی جگہ تک گزرنا منع ہے۔ اور اگر نماز گھر یا عام چھوٹی بڑی مسجدوں میں پڑھ رہا ہے تو قبلہ کی دیوار تک آگے سے گزرنا مکروہ ومنع ہے جب کہ سترہ نہ ہو۔ لیکن اگر نمازی کے آگے سترہ ہو تو گزرنا مکروہ نہیں۔

بہت بڑی مسجد اور میدان کو ایک جگہ کی طرح اس لیے قرار نہیں دیتے تاکہ گزرنے والوں کو تنگی نہ ہو۔

مالکیہ کے ہاں ❷...... اگر سترہ رکھ کر نماز پڑھ رہا ہے تو اس کے اور سترہ کے درمیان سے گزرنا حرام ہے اور سترہ کے آگے سے گزرنا حرام نہیں۔ اور اگر سترہ نہیں تو پھر اس کے قیام رکوع اور سجدہ کی جگہ سے گزرنا حرام ہے۔

شوافع کے ہاں ❸...... نمازی اور سترہ کے درمیان سے تین ہاتھ تک گزرنا حرام ہے۔

حنابلہ کے ہاں ❹...... اگر نمازی نے سترہ رکھا ہوا ہے تو اس کے درمیان سے گزرنا حرام ہے اور سترہ نہیں رکھا تو پھر اس کے قدموں سے تین ہاتھ تک گزرنا حرام ہے۔

۱۱۔ گزرنے والے کو روکنا...... اکثر علماء اس بات کے قائل ہیں کہ نمازی کے سامنے گزرنے والا کو روکنا چاہیے کیونکہ صحیح احادیث سے روکنا ثابت ہے چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو اپنے سامنے سے کسی کو گزرنے نہ دے اگر وہ نہ رکے تو اس سے لڑو کیونکہ اس کے ساتھ شیطان ہے۔ ❺

اسی طرح ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص کسی ایسی چیز کی طرف نماز پڑھے جو اس کے اور لوگوں کے درمیان حائل رہے اور کوئی شخص اس کے آگے سے (یعنی نمازی اور سترہ کے درمیان سے) گزرنے کا ارادہ کرے تو اسے روک دینا چاہیے اگر وہ نہ مانے تو اس سے لڑے کیونکہ وہ (ایسی صورت میں) شیطان ہے۔ ❻

فقہاء نے گزرنے والے کو روکنے کی فضیلت میں اختلاف کیا ہے:

حنفیہ کے ہاں ❼...... روکنا رخصت ہے اور نہ روکنا اولیٰ اور بہتر ہے اور نہ چھیڑنا عزیمت ہے باقی جو مقاتلہ کا حکم ہے تو یہ ابتداء اسلام میں تھا جب نماز میں عمل کثیر جائز تھا بعد میں منسوخ ہو گیا۔

اگر کوئی شخص رخصت پر عمل کرتے ہوئے گزرنے والے کو روکنا چاہے تو اسے اشارہ کے ذریعہ یا تسبیح کے ذریعے یا بلند آواز سے قرأت کے ذریعہ روکنا چاہیے۔ دونوں کو جمع نہ کرے جب کہ عورت اشارۃً تالی کے ذریعہ روکے اور تالی دائیں ہاتھ اندر کے حصے کو بائیں ہاتھ کی پشت پر مارنا ہے اشارہ سے روکنے کی دلیل آپ علیہ السلام کا ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے کو روکنے والا عمل ہے اور تسبیح کے ذریعے روکنے کی دلیل وہ حدیث ہے کہ جسے نماز میں کوئی چیز پیش آجائے تو اسے چاہیے کہ وہ تسبیح پڑھے کیونکہ تسبیح پڑھنے کی وجہ سے وہ متوجہ ہوگا جب کہ عورتیں تالی بجائیں۔ ❽

مالکیہ کے ہاں ❾...... عمل قلیل کے ذریعے روکنا مستحب ہے اگر عمل کثیر ہو گیا تو نماز باطل ہو جائے گی اور اگر اس نے اس کو سختی سے روکا اور اس کی کوئی چیز ضائع ہو گئی مثلاً کپڑے جل گئے یا مال وغیرہ گر گیا یہ ضامن ہوگا اگرچہ اتنی حد تک روکا ہو جس کی اجازت ہے۔ ❿

شوافع اور حنابلہ کے ہاں ⓫...... نمازی کے لیے سنت ہے کہ وہ اپنے اور سترہ کے درمیان سے گذرنے والے کو روکے احادیث سابقہ

---

❶...... الدر المختار: ۱/۵۹۳ ❷ الشرح الکبیر: ۱/۲۴۶ ❸ المجموع: ۳/۲۳۰ ❹ المغنی: ۲/۲۳۹ ❺ مسلم ❻ متفق علیہ ❼ الدر المختار ۱/۵۹۶ ❽ نصب الرایۃ: ۲/۸۵ ❾ نصب الرایۃ ۲/۷۵ ❿ القوانین الفقہیۃ ص ۵۶ ⓫ المغنی: ۲/۲۴۵

پر عمل کرتے ہوئے اگر گزرنے والے کو قتل کر دیا یا تکلیف پہنچائی تو ضامن ہو گا یہ سب مکہ اور حرم سے باہر کے لیے ہے مکہ اور حرم میں نمازی کے سامنے گزرنا منع نہیں دلیل مطلب بن وداعہ کی روایت ہے جسے احمد ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بنی سہم کے دروازے کے پاس نماز پڑھتے ہوئے دیکھا سترہ بھی نہ تھا اور لوگ سامنے سے گذر رہے تھے۔

۱۲۔ کیا نمازی کے سامنے سے گزرنا قاطع نماز ہے...... ائمہ اربعہ کے نزدیک نمازی کے سامنے سے گزرنے والی کوئی بھی چیز نماز کے لیے قاطع نہیں نہ ہی نماز باطل ہوتی ہے البتہ نہ روکنے کی وجہ سے ثواب میں کمی آئے گی ❶ دلیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: آدمی کی نماز کو کوئی چیز نہیں توڑ سکتی البتہ روکو جتنی تم کو وسعت ہو ❷ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آدمی کا گزرنا آدھی نماز کم کر دیتا ہے حضرت عبد اللہ جب کوئی سامنے سے گذرتا تو اس کو روک کر ہی چھوڑتے تھے ❸ قاضی ابو یعلی حنبلی نے فرمایا کہ نماز کی کمی اس کے لیے ہو گی جو روکنے پر قادر تھا پھر نہ روکا لیکن اگر اس نے روکا اور نہ رکا تو اس کی نماز مکمل ہو گئی کیونکہ اس کی طرف سے کم کرنے والی کوئی چیز نہیں پائی گئی اور دوسرے کا گناہ کوئی اثر نہیں کرے گا۔

امام احمد اور اسحاق فرماتے ہیں کہ صرف سیاہ کتا قاطع نماز ہے دلیل مسلم شریف کی روایت ہے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے پوچھا اے ابوذر سیاہ کتے کا سرخ اور زرد کتے سے کیا فرق ہے تو انھوں نے فرمایا کہ اے بھائی جو کچھ آپ مجھ سے پوچھ رہے ہو یہی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ سیاہ کتا تو شیطان ہے۔ معاذ اور مجاہد فرماتے ہیں کہ سیاہ کتا تو شیطان ہے نماز باطل کر دیتا ہے۔

جمہور علماء (مالک ابوحنیفہ، شافعی) ظاہریہ اور حسن بصری کے علاوہ تمام اس بات کے قائل ہیں کہ نماز کتے یا کسی اور جانور کے گزرنے سے باطل نہیں ہوتی جیسا کہ کسی انسان چاہے مسلم ہو یا کافر کے گزرنے سے باطل و ختم نہیں ہوتی۔

دلیل دار قطنی میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کی صحیح سند کے ساتھ روایت ہے کہ کوئی بھی چیز نماز کو باطل و ختم نہیں کرتی ابوامامہ کی روایت ہے طبرانی اور دار قطنی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز کو کوئی چیز نہیں توڑ سکتی ہے۔ اسی طرح دار قطنی میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت کتا اور گدھا (نمازی کے سامنے سے گزرنے کی صورت میں) نماز کو باطل نہیں کرے گا جتنی حد تک ہو سکے ان کو روکو۔ ❹

اس مذہب کی تائید اس حدیث مسروق سے بھی ہوتی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سامنے ان چیزوں کا تذکرہ کیا گیا جو نماز کو باطل کر دیتی ہیں ان میں کتے، گدھے اور عورت کا تذکرہ بھی ہوا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کہ تم ہمیں گدھوں اور کتوں سے تشبیہ دے رہے ہوں حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے ہوتے تھے میں ان کے سامنے قبلہ کی طرف تخت پر لیٹ رہی ہوتی تھی۔ ❺

نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بھی کوئی کسی جانور چاہے گدھا ہو یا کوئی اور گزرنے پر نماز کے باطل ہونے کے قائل نہیں۔

حضرت ابوداؤد فرماتے ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو حدیثیں متعارض ہوں تو صحابہ کے عمل کو دیکھا جائے گا۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے ان احادیث کو جن سے حنابلہ ظاہریہ اور حسن بصری نے استدل کیا ہے رد کیا اور شافعیہ خطابی اور محققین فقہاء محدثین کی طرف سے جواب دیا کہ قطع صلاۃ کا مطلب یہ ہے کہ یہ چیزیں خشوع فی الصلاۃ کے لیے خصوصیت سے قاطع ہیں کہ ان کی طرف مشغولیت اور توجہ ہو جاتی ہے نہ کہ نماز فاسد ہوتی ہے۔

---

❶..... ردالمحتار ۱/۵۹۳۔ ❷نصب الرایۃ: ۷۶/۲۔ ❸رواہ البخاری۔ ❹نیل الاوطار: ۱۳/۳۔ ❺رواہ البخاری ومسلم

رات کا کھانا نماز عشاء سے پہلے کھانا..... اگر نماز عشاء کے وقت کھانا بھی تیار موجود ہو تو شوافع اور حنابلہ کے ہاں مستحب یہ ہے کہ اگر بھوک زیادہ لگی ہے اور دل کھانے کی طرف کرنا مستحب نہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کھانا سامنے ہو یا تیار ہو اور نماز کا وقت ہو جائے تو پہلے کھانا کھاؤ اور نماز مغرب بعد میں پڑھو اور رات کے کھانے کو مؤخر نہ کرو۔ اور حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ کھانے کی موجودگی میں نماز نہیں ہوتی اور پیشاب روک کر نماز نہیں ہوتی۔ نیز نماز چاہے جماعت سے ہو یا بغیر جماعت اس میں کوئی فرق نہیں۔ دلیل مسلم شریف میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے: جب تم میں سے کسی ایک کا رات کا کھانا تیار ہو اور جماعت کھڑی ہو جائے تو تم پہلے کھانا شروع کرو اور جلدی نہ کرو جب تک وہ فارغ نہ ہو جائیں یعنی جماعت قائم ہو جائے امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر کھانا کم ہو تو پہلے کھالے ورنہ پہلے نماز پڑھنی چاہیے۔

تیسری بحث: نماز کا طریقہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا طریقہ..... حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں دس صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں تھا ان میں ایک ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بھی تھے کہ میں نے کہا کہ میں تم سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں جانتا ہوں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا نہ تو آپ کی محبت ہم سے زیادہ ہے اور نہ آپ کے پاس آنا جانا زیادہ ہے یہ فرماتے ہیں میں نے کہا جی ہاں ایسا ہی ہے تو انھوں نے کہا بیان کیجئے تو میں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو سیدھے کھڑے ہوتے پھر کندھوں کے برابر ہاتھ اٹھا کر تکبیر کہتے پھر جب رکوع کا ارادہ فرماتے تو دونوں ہاتھوں کو کندھوں کے برابر اٹھا کر اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں جاتے پھر سیدھے جاتے نہ سر کو جھکاتے اور نہ زیادہ اونچا کرتے اور ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھتے پھر **سمع اللہ لمن حمدہ** کہتے اور ہاتھ اٹھاتے سیدھے کھڑے ہو جاتے کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پر واپس آ جاتی پھر آپ زمین کی طرف سجدہ کے لیے جھکتے اور اللہ اکبر فرماتے پھر آپ (جلسہ استراحت) میں اپنے بائیں پاؤں کو موڑ کر اس پر بیٹھتے یہاں تک کہ تمام ہڈیاں اپنی جگہ واپس آ جاتیں پھر آپ اٹھتے۔

پھر دوسری رکعت میں بھی اسی طرح کرتے یہاں تک کہ دو سجدوں کے بعد جب کھڑے ہوتے تو تکبیر بھی کہتے اور ہاتھ بھی اٹھاتے کندھوں کے برابر جیسا کہ نماز شروع کرتے وقت کیا تھا پھر اسی طرح نماز پڑھتے جب آخری رکعت ہوتی تو قعدہ میں تورک کرتے پھر سلام پھیرتے تو صحابہ نے فرمایا یہ آپ نے سچ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح نماز پڑھتے تھے۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جیسے مجھے نماز پڑھتے دیکھو اسی طرح نماز پڑھو۔

نماز کی پوری ترکیب..... اس حدیث اور شرائط وارکان وسنن وآداب نماز سے یہ بات واضح ہوگئی کہ نماز کا مکمل طریقہ یہ ہے جو ذکر کیا جا رہا ہے۔

جب کسی کا نماز پڑھنے کا ارادہ ہو تو وہ تمام شرائط نماز کے ساتھ شروع کرے یعنی پہلے بدن کو حدث اصغر واکبر سے اور ظاہری ناپاکی سے پاک کرے پاک کپڑا پہن کر پاک جگہ پر اذان واقامت وقت داخل ہونے کے بعد قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو پھر دل میں نماز کی نیت کرے اور جمہور کے ہاں زبان سے الفاظ نیت کہنا مناسب ہے پھر ہاتھوں کو آستینوں سے نکال کر کانوں کی لو تک اس طرح اٹھائے کہ انگلیاں اور ہتھیلیاں قبلہ رخ ہوں اور انگلیاں جدا جدا ہوں پھر اللہ اکبر کہے جب کہ حنفیہ کے علاوہ کے ہاں ہاتھ کندھوں تک اٹھائے پھر دونوں ہاتھوں کو حنفیہ اور حنابلہ کے ہاں ناف کے نیچے جب کہ شوافع کے ہاں سینہ کے نیچے باندھے اور مالکیہ کے ہاں لٹکائے نمازی سجدہ کی جگہ پر دیکھے پھر حنفیہ وحنابلہ کے ہاں ثناء پڑھے شوافع کے ہاں دعائے توجہ (انی وجهت) پڑھے جب کہ مالکیہ کے ہاں کچھ بھی ان میں سے نہ پڑھے۔

پھر تعوذ بالاتفاق قرأت کے لیے سراً پڑھے۔ حنفیہ اور حنابلہ کے ہاں بسم اللہ سراً پڑھے شوافع کے ہاں آواز سے پڑھے اور امام مالک کے ہاں بسم اللہ نہ پڑھے پھر فاتحہ پڑھے اور **ولا الضالین** پر نمازی آمین کہے مالکیہ اور حنفیہ کے ہاں آہستہ جب کہ شوافع اور حنابلہ کے ہاں آواز سے پھر فاتحہ کے بعد فجر وظہر میں طوال مفصل میں سے کوئی سورت پڑھے اور عصر وعشاء میں اوساط مفصل میں سے جب کہ حنابلہ کے ہاں ظہر میں بھی اوساط میں سے پڑھے۔ اور مغرب میں قصار مفصل میں سے پڑھے جب کہ مالکیہ کے ہاں عصر میں قصار مفصل میں سے پڑھے۔ رات کی نمازوں میں جہراً قرأت کرے اور دن کی نمازوں میں سراً۔

پھر رکوع کے لیے جھکتے ہوئے تکبیر کہے جو رکوع کے ختم تک ختم ہو جائے جمہور کے ہاں ہاتھ بھی اٹھائے حنفیہ کے ہاں نہ اٹھائے۔ رکوع میں انگلیوں کو کھلا کر کے ان سے گھٹنوں کو پکڑے پیٹھ کو سیدھا بچھا دے اور سرین اور سر برابر ہوں سر کو نہ اونچا کرے نہ جھکائے پنڈلیوں کو کھڑا کرے کہنیاں پہلو سے الگ ہوں اور تین مرتبہ **سبحان ربی العظیم** کہے۔ حنفیہ کے ہاں باقی حضرات **وبحمدہ** کا اضافہ کرتے ہیں۔

پھر رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے **سمع اللہ لمن حمدہ** کہے جب کہ مقتدی صرف **ربنا لک الحمد** سراً کہے۔ جمہور کے ہاں اور شوافع کے ہاں تسمیع اور تحمید دونوں کہے جیسے منفرد دونوں کہے گا مالکیہ کے ہاں نیز حنفیہ کے علاوہ باقی حضرات کے ہاں ہاتھ بھی اٹھائے اور اطمینان سے قومہ کرلے۔ پھر تکبیر کہہ کر سجدہ کے لیے جھکے اس طرح کہ پہلے گھٹنے پھر ہاتھ پھر ناک، و پیشانی رکھے اور پاؤں اس طرح کھڑے ہوں کہ ان کی انگلیاں قبلہ رخ ہوں چہرہ حنفیہ کے ہاں دونوں ہاتھوں کے درمیان، پیٹ ران سے بازو پہلو سے جدا ہوں انگلیاں قبلہ رخ ہوں زمین پر سہارا ہوا اور **سبحان ربی الاعلیٰ** تین بار کہے۔ جب کہ دوران سجدہ باقی حضرات کے ہاں ہاتھ کندھوں کے برابر رکھے اور **وبحمدہ** کا اضافہ کرے پھر تکبیر کہتے ہوئے سر اٹھالے اور دو سجدوں کے درمیان اطمینان سے اس طرح بیٹھے کہ بایاں بچھا کر اس پر بیٹھے اور دایاں کھڑا رکھے اور ہاتھ رانوں پر ہو اور **ربی اغفرلی** کہے پھر تکبیر کہہ کر دوسرا سجدہ کرے۔ پھر دوسری رکعت کے لیے تکبیر کہتے ہوئے پنجوں کے بل اٹھے جلسہ استراحت یا زمین پر سہارا نہ لے بلکہ گھٹنوں پر سہارا لے کر اٹھے حنفیہ کے ہاں البتہ اگر مشکل ہو تو زمین پر سہارا لے کر اٹھ سکتا ہے شوافع کے ہاں جلسہ استراحت بھی کرے نیز شوافع اور حنابلہ کے ہاں زمین پر سہارا لے کر اٹھنا بھی صحیح ہے۔ نیز جلسہ استراحت کے بعد اٹھتے وقت ہاتھ بھی اٹھائے شوافع کے ہاں۔

پھر جب دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو جاتے تو بالاتفاق ثنائی وغیرہ نہیں پڑھے البتہ تعوذ و تسمیہ سراً پڑھے مالکیہ کے ہاں تسمیہ بھی نہ پڑھے جمہور کے ہاں تسمیہ پڑھے پھر فاتحہ اور اس کے بعد سورت پڑھے دوسری رکعت کی قرأت پہلی سے کم کرے پھر پہلی رکعت کی طرح رکوع کرے اور مالکیہ کے ہاں صبح کی نماز میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھے اور شوافع کے ہاں رکوع کے بعد اور رکوع کے بعد وتر میں پورا سال حنابلہ کے ہاں پھر جب دوسری رکعت کا دوسرا سجدہ مکمل ہو جائے تو تشہد میں جمہور کے ہاں افتراشاً بیٹھے، جب کہ مالکیہ کے ہاں تورک کرے تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے۔ انگلیوں کا رخ قبلہ ہونا چاہیے۔ ہاتھوں کو رانوں پر رکھے انگلیاں سیدھی ہوں حلقہ دائیں ہاتھ کی انگلیوں کا بنا ہوا ہو اور لا الہ انگشت شہادت سے اشارہ کرے پھر الا اللہ پر حنفیہ کے ہاں چھوڑ دے اور شوافع اور حنابلہ کے ہاں صرف اشارہ کرے حرکت نہ دے اور مالکیہ کے ہاں اشارہ بھی ہو اور حرکت بھی شروع تشہد سے۔

پھر کوئی سا بھی تشہد **عبدہٗ ورسولہٗ** تک پڑھے جب کہ شافعیہ کے ہاں قعدہ اولیٰ میں بھی درود پڑھے اور قعدہ اخیرہ میں درود شریف بھی پڑھے اور قعدہ اخیرہ میں باقی حضرات کے ہاں تورکاً بیٹھے اور حنفیہ کے ہاں افتراشاً اور پھر دعا کرے ماثور دعاؤں میں سے حنفیہ کے ہاں جب کہ جو دعا کرے باقیوں کے ہاں پھر دائیں بائیں السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے ہوئے سلام پھیرے دو رکعت والی نماز سے اور سلام میں نہ جلدی کرے نہ لمبا کرے۔

اگر نماز تین یا چار رکعتوں والی ہے تو پھر ایک یا دو رکعتیں اس طرح پڑھے کہ فاتحہ کے علاوہ ان میں کچھ نہ پڑھے البتہ نوافل میں اور وتر کی تمام رکعات میں حنفیہ کے ہاں سورت پڑھے گا جب کہ شوافع کے ہاں فرائض کی طرح نہ پڑھے۔

چوتھی بحث.....مکروہات نماز

اس بحث میں چار مقاصد میں:

۱.....نماز میں کیا مکروہ ہے۔

۲.....وہ جگہیں جہاں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

۳.....کیا کیا کام نماز میں مکروہ نہیں۔

۴.....جہاں نماز پڑھنا حرام ہے۔

جمہور کے ہاں کراہت صرف تنزیہی ہے جب کہ حنفیہ کے ہاں تنزیہی اور تحریمی دو طرح کی کراہت ہے جب بھی مطلقاً کراہت کا ذکر ہو تو اس سے تحریمی ہی مراد ہوتی ہے اور کراہت تحریمی وہ کراہت ہے جس کا ثبوت ظنی الدلالت دلیل سے ثابت ہو اور اس کو تحریم سے ہٹانے والی کوئی دلیل نہ ہو اگر ہو تو پھر کراہت تنزیہی ہوگی۔

سنت موکدہ کو چھوڑنا مکروہ تحریمی ہے جب کہ سنت غیر مؤکدہ مثلاً نماز چاشت کو چھوڑنا مکروہ تنزیہی ہے جب کہ مستحب وغیرہ کو چھوڑنا خلاف اولیٰ ہے۔ فقہاء کے ہاں اگر کسی نے کراہت تحریمہ سے نماز پڑھی ہو تو وقت کے اندر اندر اسے لوٹانا مستحب ہے۔

۱۔ نماز میں مکروہ افعال.....نماز میں درج ذیل چیزیں مکروہ ہیں۔

۱.....حنفیہ کے ہاں نماز کے واجبات میں سے کسی واجب کو جان بوجھ کر چھوڑنا مکروہ تحریمی ہے مثلاً سورہ فاتحہ یا سورت چھوڑ دینا یا سری نماز میں جہر اور جہری نماز میں سراً قرأت کرنا نماز تو صحیح ہوگی لیکن واجب الاعادہ ہوگی نیز حنفیہ کے ہاں رکوع میں اور رکوع سے اٹھتے وقت ہاتھ اٹھانا بھی مکروہ ہے البتہ نماز فاسد نہیں ہوگی۔

۲.....سنن نماز میں سے کسی سنت کو عمداً چھوڑ دینا بھی مکروہ ہے مثلاً ثناء یا دعائے توجہ یا تسبیح رکوع وسجدے کی یا تکبیر، تسمیع، تحمید یا رکوع میں سر کو اونچا یا نیچا کرنا یا ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیاں قبلہ سے پھیر دینا یہ بالاتفاق ہیں۔

۳.....مالکیہ کے ہاں فرض نماز میں فاتحہ اور سورت سے پہلے تعوذ اور تسمیہ پڑھنا مکروہ ہے اور نفل نماز میں پڑھنا جائز ہے البتہ نہ پڑھنا بہتر ہے نیز بسم اللہ پڑھنا اختلاف سے بچتے ہوئے اولیٰ ہے۔

۴.....مالکیہ کے ہاں فاتحہ سے پہلے یا سورت سے پہلے یا دوران قرأت دعا پڑھنا مکروہ ہے۔

۵.....دوسری رکعت میں پہلی رکعت سے قرأت لمبی کرنا مکروہ ہے حنفیہ نے تین آیتوں کی مقدار اس کی حد بیان کی ہے۔

۶.....فرض نماز کی ایک رکعت میں ایک ہی سورت کو دوبار پڑھنا یا دو رکعتوں میں ایک ہی سورت پڑھنا مکروہ ہے البتہ حنفیہ کے ہاں نوافل میں مکروہ نہیں۔ اور حنابلہ کے ہاں ایک ہی سورت دو رکعتوں میں پڑھنا مکروہ نہیں دلیل حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب کی دونوں رکعتوں میں سورت اعراف پڑھی۔ [1] باقی فاتحہ کو ایک رکعت میں دو دفعہ پڑھنا اس لیے مکروہ ہے کہ وہ رکن ہے حنابلہ کے ہاں حنفیہ کے ہاں کوئی ایک ہی سورت نماز کے لیے متعین کرنا بھی مکروہ ہے۔

۷.....قرآن کریم کی ترتیب کے برعکس قرأت کرنا بھی بالاتفاق مکروہ ہے مثلاً پہلی رکعت میں سورۃ الاخلاص اور دوسری میں سورۃ اللهب یا

---

[1].....رواہ سعید بن منصور فی سننہ۔

سورۃ الکافرون پڑھنا۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تو دوسری رکعت میں اس سے بعد والی سورت پڑھنا منقول ہے جو پہلی رکعت میں پڑھی۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا اس شخص کے بارے میں جو قرآن کریم کو برعکس پڑھے تو آپ نے فرمایا اس کا دل الٹا ہے۔

ابوعبیدہ نے اس کی تفسیر یہ کی کہ جو سورت پہلے پڑھی اس کے بعد اس سے پہلے والی سورت پڑھنا۔

۸...... مالکیہ وغیرہ کے ہاں رکوع سجدے میں قرأت کرنا مکروہ ہے یا سورت کو رکوع میں مکمل کرنا اسی طرح فاتحہ کو رکوع میں مکمل کرنا نماز کو باطل کر دیتا ہے کیونکہ فاتحہ ان کے ہاں فرض ہے البتہ حنفیہ کے ہاں مکروہ تحریمی ہے کیونکہ فاتحہ ان کے ہاں فرض نہیں۔ نیز مالکیہ نے سجدے میں بطور دعا پڑھنے کو مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ مثلاً ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا پڑھنا۔ نیز رکوع میں دعا کرنا مکروہ ہے اسی طرح قعدہ اخیرہ میں تشہد پڑھنے سے پہلے دعا کرنا، اور التحیات کو جہراً پڑھنا بھی مکروہ ہے اسی طرح مقتدی کا سلام کے بعد وہ دعا بلند آواز سے پڑھنا جو سجدے وغیرہ میں کی جاتی ہے۔

اسی طرح کسی خاص دعا کو ہمیشہ کرنا کہ اس کے علاوہ اور دعا نہ کرنا بھی مکروہ ہے بلکہ افضل یہ ہے کہ کبھی مغفرت کی دعا کرے کبھی وسعت رزق کی کبھی اصلاح نفس اولاد بیوی کی اصلاح کی اور کبھی دنیا اور آخرت کے دوسرے احوال کی اور اللہ تعالیٰ تو بڑے فضل والے ہیں اور سب سے جامع دعا یہ ہے:

اللهم انی اسالك من كل خير ماسألك منه محمد نبيك ورسولك واعوذبك
من كل شرا ستعاذك منه محمد نبيك ورسولك صلى الله عليه وسلم

۹...... اپنے کپڑے یا بدن یا داڑھی سے کھیلنا، ناک یا منہ کو بغیر ضرورت کے ڈھانپ لینا مکروہ تحریمی ہے حنفیہ کے ہاں دلیل قضاعی کی روایت ہے یحییٰ بن ابی کثیر سے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تین چیزیں ناپسند کی ہیں نماز میں کھیلنا روزہ کی حالت میں برائی اور قبرستان میں ہنسنا" اگر پسینہ وغیرہ خشک کرنے یا مٹی ہٹانے یا جمائی روکنے کے لیے ہاتھ وغیرہ رکھا تو مکروہ نہیں۔ اسی طرح انگلیاں چٹخانا کنکریاں الٹنا پلٹنا سجدے کی جگہ سے کنکریاں ہٹانا بھی مکروہ ہے اس سے منع کیا گیا ہے معیقب سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو جو سجدے میں مٹی سیدھی کر رہا تھا فرمایا اگر سیدھی کرنی ہی ہے تو ایک مرتبہ کرو" اسی طرح ابوداؤد میں ابوذر رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ جب تم میں سے کوئی نماز کے لیے کھڑا ہو تو کنکریاں نہ پکڑے کیونکہ رحمت متوجہ ہوتی ہے۔

کھیلنے کے مکروہ ہونے کی دلیل ایک تو احادیث میں منع کیا گیا ہے نیز یہ خشوع کے منافی ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے خشوع وخضوع سے نماز پڑھنے والوں کی تعریف فرمائی ہے، فرمایا:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝ المؤمنون: ۲۳، ۱-۲

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلیاں چٹخانے سے منع فرمایا ہے کہ تم نماز میں ہو تو انگلیاں مت چٹخاؤ۔ ابوداؤد میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں منہ ڈھانپنے سے منع فرمایا ہے۔ عورت کے لئے نماز میں نقاب لگانا مکروہ ہے کیونکہ نماز کی حالت میں عورت کے چہرہ کا پردہ نہیں جیسے مرد کا نہیں۔

حنابلہ نے اس کی صراحت کی ہے کہ دوران نماز عمل قلیل میں ضرورت کے وقت کوئی حرج نہیں مثلاً فرائض میں بچے کو اٹھانا دلیل حضرت ابو قتادہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ انھوں نے دروازہ کھٹکھٹایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں تھے آپ نے اسی حالت میں چل کر دروازہ کھولا۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سانپ اور بچھوں کو نماز میں مارنے کا حکم فرمایا ہے پس اگر نمازی بچھو دیکھے جو اس کی طرف آ رہا ہے تو اس کو جوتا اٹھا کر مارنے اور واپس جوتا رکھنے کی اجازت ہے اور یہ بالاتفاق بلا کراہت جائز ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں اگر نماز میں دیکھا کہ دو بچے لڑ رہے ہیں اور خطرہ کہ ایک دوسرے کو کنویں وغیرہ میں گرا دے گا تو جا کر انھیں

چھڑا کر واپس نماز میں آنا صحیح ہے۔

عمل قلیل اور کثیر میں فرق عرف کے اعتبار سے ہوگا البتہ جو کام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کام کے مشابہ ہو وہ فعل یسر و عمل قلیل ہے۔

اگر کسی نے بہت سارے متفرق افعال کیے کہ اگر ان کو جمع کر دیا جائے تو کثیر بن جائے جب کہ ان میں سے ہر ایک علیحدہ علیحدہ عمل قلیل ہے تو یہ ان کے ہاں عمل قلیل ہی شمار ہوں گے دلیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا امامہ کو نماز میں اٹھانا ہر رکعت میں اور پھر چھوڑ دینا ہے البتہ حنفیہ کے ہاں بچے وغیرہ کو نماز میں اٹھانا مکروہ ہے اور یہ جو آپ علیہ السلام سے ثابت ہے یہ ایک دوسری حدیث سے منسوخ ہے آپ نے فرمایا نماز میں بھی مشغولیت ہوتی ہے البتہ جو چیز زیادہ ہو اور افعال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ جائے تو وہ نماز کو باطل کر دیتی ہے چاہے کسی حالت وضرورت کی بناء پر ہو یا نہ البتہ اگر ضرورت بہت سخت ہو تو پھر یہ خائف کے حکم میں ہوگا اور نماز باطل نہ ہوگی۔

مالکیہ کے ہاں مچھروں، پسّو وغیرہ کو نماز میں مارنا مکروہ ہے۔ حنفیہ حنابلہ کی طرح ہیں کہ عمل قلیل بلا عذر مکروہ ہے جیسے کھٹمل نے کاٹا نہیں تھا اس کو پکڑ لیا تو یہ مکروہ ہے اسی طرح رکوع وسجدے میں جاتے وقت کپڑوں میں سمیٹنا اور اوپر اٹھانا بالوں کو سر پر جمع کرے چٹلّا (جوڑا) باندھنا دلیل حدیث میں ہے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سات اعضاء پر سجدہ کروں اور کپڑے اور بال نہ سمیٹوں۔

نماز ختم کرنے سے پہلے چہرے پر لگے غبار کو ہٹانا بھی مکروہ ہے ابن ماجہ کی روایت ہے کہ نماز سے فارغ ہونے سے پہلے پیشانی صاف کرنا جفا اور بے وفائی ہے۔

۱۰.....ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالنا نماز میں کولہے یا کوکھ یا کمر پر ہاتھ رکھنا بالاتفاق مکروہ ہے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں ہو تو اپنے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں نہ ڈالے کیونکہ اس طرح کرنا شیطان کی طرف سے ہے اور تم میں سے ہر ایک آدمی جب تک مسجد میں ہو تو وہ نماز میں ہوتا ہے جب تک مسجد سے نکل نہ جائے۔

ابن ماجہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ انھوں نے اس شخص کے بارے میں جو تشبیک کر کے نماز پڑھ رہا تھا فرمایا کہ یہ ان لوگوں کی نماز ہے جن پر اللہ کا غضب ہوا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں کولہے اور کوکھ وغیرہ پر ہاتھ رکھ کر نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اسی طرح انگلیوں کو چٹخانا اور انگلیوں میں انگلیاں ڈالنا اگر چہ نماز کے انتظار یا اس کی طرف چل کر جا رہا ہو تب بھی مکروہ ہے اور کوکھ وغیرہ پر ہاتھ رکھنا حنفیہ کے ہاں مکروہ تحریمی ہے۔ اسی طرح نماز کے علاوہ مکروہ تنزیہی ہے جب کہ انگلیاں چٹخانا اور دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالنا نماز کے علاوہ مکروہ نہیں۔

۱۱.....آنکھوں کو بند کرنا البتہ اگر نماز میں دل لگنے کے لیے ہو تو مکروہ نہیں۔ حضرت ابن عدی نے روایت کی ہے جب تم میں سے کوئی ایک نماز کے لیے کھڑا ہو تو آنکھیں بند نہ کرے۔

نیز چونکہ سنت تو یہ ہے کہ نظریں سجدہ کی جگہ پر ہوں اور بند کرنے میں اس سنت کا ترک لازم آ رہا ہے لہٰذا آنکھیں بند کرنا مکروہ تنزیہی ہے بالاتفاق۔

۱۲.....مالکیہ کے ہاں بغیر کسی ضرورت کے پورا جسم قبلہ سے پھیرنا جب کہ پاؤں قبلہ جانب ہوں تو مکروہ ہے اور اگر پاؤں بھی قبلہ سے پھر گئے تو پھر نماز باطل ہو جائے گی۔ حنفیہ کے ہاں صرف گردن یعنی پورا یا کچھ چہرہ پھیرنا مکروہ تنزیہی ہے جب کہ اگر سینہ پھر جائے تو نماز فاسد نہیں ہوگی البتہ گوشہ چشم سے دیکھنا گردن پھیرے بغیر مکروہ نہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گوشہ چشم سے نماز میں دائیں بائیں دیکھتے تھے اور اپنی گردن نہ پھیرتے۔

شوافع کے ہاں بغیر کسی ضرورت کے چہرہ پھیرنا مکروہ ہے اگر ضرورت ہے تو مکروہ نہیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے آپ نے ایک گھڑ سوار گھاٹی میں بطور چوکیدار بھیجا پھر آپ نماز پڑھنے لگے اس دوران آپ گھاٹی کی طرف پھر کر دیکھتے تھے۔ البتہ اگر کسی کا سینہ قبلہ رخ سے ہٹ گیا تو اس کی نماز نہیں ہوگی کیونکہ قبلہ سے پھر گیا ہے۔

حنابلہ کے ہاں دوران نماز تھوڑا جیسا پھرنا بھی بلاضرورت مکروہ ہے۔ اگر پورا پھر گیا یا قبلہ کی طرف پیٹھ ہوگئی تو نماز باطل ہوجائے گی کیونکہ بلا عذر استقبال قبلہ چھوڑ دیا ہے البتہ اگر خانہ کعبہ میں ہے یا سخت خوف ہے یا اجتہاد تبدیل ہوگیا تو پھر پورا پھرنے کی وجہ سے بھی نماز باطل نہ ہوگی کیونکہ اس صورت میں استقبال قبلہ ساقط ہوگیا ہے اور اجتہاد کی صورت میں دوسرا قبلہ بن جائے گا اسی طرح اگر صرف سینہ یا چہرہ پھر گیا تو نماز باطل نہ ہوگی کیونکہ پورا نہیں گھوا۔

بغیر ضرورت کے دائیں بائیں پھرنا بالاتفاق مکروہ ہونے کی دلیل حضرت عائشہ صدیقہ کی روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنے کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: یہ شیطان بندے کو اچکتا ہے نیز ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندے کی طرف نماز میں متوجہ رہتا ہے جب تک بندہ پھرے نہ۔ جب بندہ چہرہ پھیر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی توجہ ہٹا لیتے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا نماز میں التفات سے بچو کیونکہ نماز میں دیکھنا ہلاکت ہے اگر ضروری ہی ہو تو پھر نفل نماز میں نہ کے فرض میں پھر آخری الفاظ میں ضرورت کے وقت نفل نماز میں اس کی گنجائش ہے اور فرائض میں منع ہے۔ علی بن شیبان کی روایت سے ضرورت کے وقت ادھر ادھر دیکھنے کی اجازت معلوم ہوتی ہے فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور ان کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ نے گوشۂ چشم سے اس شخص کو دیکھا جو رکوع اور سجدے میں اپنی پیٹھ کو برابر نہ رکھتا تھا آپ نے فرمایا اس شخص کی نماز نہیں جو اپنی پیٹھ کو نماز میں سیدھا نہ رکھے۔

۱۳...... آسمان کی طرف دیکھنا دلیل حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ نماز میں اپنی آنکھیں آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں؟ اس بارے میں آپ کا یہ ارشاد انتہائی سخت کہ آپ نے فرمایا: اس سے رک جائیں یا پھر ان کی آنکھیں اچک لی جائیں۔ البتہ مالکیہ کے ہاں اگر آیات سماء میں غور وفکر کی وجہ سے اٹھائے تو مکروہ نہیں اور حنابلہ کے ہاں۔

۱۴...... ایک پاؤں پر کھڑا ہونا یا ایک پاؤں کو اٹھا کر دوسرے پر بلاضرورت وعذر کھڑا ہونا البتہ اگر عذر ہو مثلاً دوسرے کو تکلیف ہے تو اس صورت میں مکروہ نہیں۔

مالکیہ کے ہاں ساری نماز میں قدم ملا کر رکھنا بھی مکروہ ہے اگر شوافع کے ہاں ایک پاؤں کو آگے دوسرے کو پیچھے یا دونوں کو بلا عذر ملانا مکروہ ہے کیونکہ یہ تکلیف ہے اور خشوع وخضوع کے منافی ہے۔ البتہ اگر قیام طویل ہو تو پھر ایک پاؤں پر سہارا لینا استراحت کے لیے جائز ہے۔

۱۵...... پیشاب یا پاخانہ یا دونوں کی حاجت ہونے کی حالت میں یا غلبہ ریح کے وقت جب کہ وقت بہت ہے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اسی طرح بہت بھوک لگی ہو کھانا تیار ہو تو پہلے کھانا کھائے پھر نماز پڑھے پہلے نماز پڑھنا بالاتفاق مکروہ تحریمی ہے اگر شدید بھوک۔ ہو کہ خشوع وخضوع قائم نہ رہ سکے گا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: کھانا موجود ہونے اور پیشاب پاخانہ روکنے کی صورت میں نماز نہیں ہوتی پیشاب کو روک کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے حنفیہ کے ہاں۔

اگر سخت اونگھ ہو کہ صحیح طرح قرأت نہیں کرسکتا تو اس حالت میں نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب تم میں سے کسی کو نماز کے دوران اونگھ آئے تو اسے سوجانا چاہیے یہاں تک کہ نیند ختم ہوجائے اس لیے کہ اونگھ کی حالت میں نماز پڑھنے والا شاید استغفار کرنا چاہے جب کہ اس میں وہ اپنے آپ کو بددعا دے رہا ہو۔

۱۶...... مسجد کے علاوہ دوران نماز اپنے سامنے یا دائیں جانب تھوکنا یا بلغم پھینکنا مکروہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب تم میں

سے کوئی نماز میں ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے لہٰذا اپنے سامنے یا دائیں جانب مت تھوکو اور بخاری میں ہے کیونکہ دائیں طرف فرشتہ ہوتا ہے البتہ بائیں جانب یا پاؤں کے نیچے تھوکو۔

نماز کے علاوہ بھی اپنے سامنے یا دائیں جانب اگر قبلہ ہو تھوکنا مکروہ ہے قبلہ کے احترام کی وجہ سے۔

۱۷.....مالکیہ کے ہاں کسی دنیاوی معاملے میں غور وفکر کرنا مکروہ ہے اسی طرح آستین میں کچھ اٹھانا یا منہ میں کوئی چیز رکھنا جس کی وجہ سے قرأت میں رکاوٹ نہ ہو اگر رکاوٹ ہو تو نماز باطل ہو جائے گی اسی طرح چھینکنے والے کو جواب دینا یا کسی کو کوئی خوشخبری دوران نماز الحمدللہ کے ذریعے دینا بغیر ضرورت جسم کو خارش کرنا اگر چہ کم ہی ہو اگر زیادہ ہوا تو نماز باطل ہو جائے گی جان بوجھ کر تھوڑا سا مسکرانا مکروہ ہے۔ زیادہ مسکرانا اگر چہ ضرورت ہو نماز کو باطل کر دیتا ہے۔

حنابلہ کے ہاں ایسی چیز اٹھانا جو نماز کو مکمل کرنے سے ہٹا دے مکروہ ہے اس لیے کہ اس طرح خشوع نہیں رہتا، منہ سے زبان نکالنا یا منہ بند رکھنا یا اس میں کوئی چیز رکھنا مکروہ ہے کیونکہ یہ ساری صورتیں نماز کی ہیئت کے خلاف ہیں البتہ اگر ہاتھ یا آستین میں کچھ رکھا اور وہ نماز کے مکمل ہونے میں خلل نہیں ڈالتا تو مکروہ نہیں ورنہ مکروہ ہے۔

۱۸..... جمائی لینا کیونکہ یہ سستی یا شیطان کی وجہ سے ہوتی ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام اس سے محفوظ تھے، اگر کسی پر جمائی کا غلبہ ہو تو اس کو روکنا چاہیے۔ آپ علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جمائی شیطان کی طرف سے ہوتی ہے جب ہم میں سے کسی کو جمائی آئے تو جہاں تک ہو سکے اس کو روکو۔ اور مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ اپنے ہاتھ سے منہ کو بند کرو کیونکہ شیطان منہ میں داخل ہوتا ہے۔ اور دار قطنی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں اور عورتوں کے سامنے جمائی لینے سے منع کیا ہے البتہ اپنی بیوی یا باندی کے سامنے اجازت دی ہے۔ البتہ اس میں کراھت تنزیہی ہے اگر جان بوجھ کر کرے تو تحریمی ہے۔ کیونکہ عبث ہے اور عبث نماز میں مکروہ تحریمی ہے۔

۱۹.....حنابلہ وشوافع کے ہاں دیوار یا کسی ایسی چیز پر ٹیک لگانا کہ اس کے گرنے سے آدمی گر جائے بلا ضرورت مکروہ ہے اگر ضرورت ہو تو مکروہ نہیں اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب زیادہ عمر والے ہو گئے اور گوشت زیادہ ہو گیا تو آپ ایک ستون کے ساتھ سہارا لے کر نماز پڑھتے تھے۔

اگر اسے ہٹا دیا جائے تو نمازی گر جائے یا وہ پاؤں زمین سے اٹھا سکتا ہے تو پھر اس کی نماز باطل ہوگی کیونکہ یہ ایسا ہے جیسے کھڑا نہیں ہوا۔ اسی طرح بیٹھنے کی حالت میں ہاتھ پر سہارا لے کر بیٹھنا مکروہ ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں ہاتھ کا سہارا لے کر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔

۲۰.....حنفیہ کے ہاں ہاتھ یا سر کے اشارہ سے سلام کا جواب دینا مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ یہ بھی سلام ہے اگر سلام کی نیت سے کسی نے مصافحہ کر لیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ نیز ہر قسم کا اشارہ چاہے آنکھ سے ہو یا ہاتھ سے مکروہ ہے۔

شوافع کے ہاں اشارہ سے سلام کا جواب دینا مستحب ہے۔ اسی طرح چھینکنے والا الحمدللہ اتنی آواز سے کہے کہ خود سن لے۔ اگر مقتدی نے امام کے ایاك نستعين قرأت کرنے کے بعد استعنا باللہ بغرض تلاوت یا دعا نہ کہا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔

مالکیہ کے ہاں سلام کا جواب اشارہ سے دینا مکروہ نہیں البتہ ان کے ہاں چھینک کا جواب ہاتھ یا سر کے اشارہ سے دینا مکروہ ہے مثلاً یرحمك الله کہنا یا اپنی چھینک پر الحمدللہ کہنا۔

ان کے ہاں ہلکا سا اشارہ کرنا جائز ہے جیسے حنفیہ کے ہاں نمازی کے لیے بات یا سر کے اشارہ سے جواب وغیرہ دینا جائز ہے۔ البتہ کلام کے ذریعے جواب دینا نماز کو باطل کر دیتا ہے بالاتفاق۔

۲۱.....فرض کی آخری رکعتوں میں پوری سورت یا کچھ آیتیں پڑھنا شوافع نے مسبوق کو اس سے مستثنیٰ کیا ہے جس کی پہلی دو رکعتیں رہ گئی ہوں وہ آخری دو رکعتوں میں قرأت کرے گا کیونکہ یہ اس کی پہلی دو رکعتیں ہی ہیں۔ کیونکہ جو اس نے پائی ہے وہ پہلی نماز ہے لہٰذا اگر وہ پہلی دو رکعتوں میں قرأت نہیں کر سکا تو آخری میں کرے گا تا کہ اس کی نماز سورت سے خالی نہ رہ جائے۔ اگر صرف پہلی رکعت رہ گئی تو پھر وہ دوسری یا تیسری رکعت میں قرأت کرے۔

۲۲.....جہاں سراً قرأت کرنا تھی وہاں جہراً کر دی یا جہاں جہراً کرنا تھی وہاں سراً کر دی تو یہ مکروہ ہے اور شوافع کے ہاں امام کے پیچھے جہر کرنا نیز جہاں تشویش ہو وہاں جہر کرنا حرام ہے مالکیہ کے ہاں ان صورتوں میں سجدہ سہو کرنے سے نماز ہو جائے گی۔

۲۳.....شوافع کے ہاں جلسہ استراحت کو دو سجدوں کے درمیان بیٹھنے کی مقدار سے زیادہ کرنا اور تشہد اول کو لمبا کرنا اگر چہ درود اور دعا ہی کے ذریعہ کیوں نہ ہو مکروہ ہے۔ اسی طرح تشہد اخیر میں دعا چھوڑنا اختلاف سے بچنے کی وجہ سے۔ نیز امام کے افعال واقوال کے ساتھ افعال و اقوال کا ملا ہوا ہونا کیونکہ نماز کے صحیح ہونے میں اس صورت میں اختلاف ہے۔ یہ آخری کراہت جماعت کی فضیلت کو ختم کرتی ہے مثلاً تنہا ایک صف میں رہنا خالی جگہ ہونے کے باوجود پُر نہ کرنا یہ حنفیہ کے ہاں مکروہ ہے جب کہ حنابلہ کے ہاں اس سے نماز باطل ہو جاتی ہے اگر اکیلا پڑھے گا امام سے بلندی پر ہونا یا اس سے نیچے بغیر ضرورت کے ہونا اگر چہ مسجد ہی میں ہو اسی طرح مخالف کی اقتداء کرنا مثلاً فاسق یا بدعتی کی اقتداء کرنا نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض پڑھنے والے کی اقتداء کرنا۔

ظہر والے یا عصر والے کی عصر یا ظہر کی نیت سے اقتدا کرنا۔ اسی طرح امام کے لیے مقتدیوں سے ممتاز ہونے کی غرض سے اونچی جگہ کھڑا ہونا حنفیہ کے ہاں مکروہ تنزیہی ہے۔ حاکم کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کو بلند جگہ پر کھڑے ہونے سے منع فرمایا کہ لوگ نیچے ہوں اس کی علت تشبہ باھل الکتاب بیان کی گئی ہے کیونکہ ان کا امام اونچی جگہ پر کھڑا ہوتا ہے۔

۲۴.....بالوں کو مینڈھیاں بنانا یا آستین کا اوپر چڑھانا مکروہ ہے۔ مالکیہ کہتے ہیں اگر نماز کے لیے آستین چڑھائے تو مکروہ ہے اور بالوں کو مینڈھیاں بنانے کے مکروہ ہونے کی دلیل ابو رافع کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ آدمی نماز پڑھے اور اس کے سر پر مینڈھی بنی ہوئی ہو یہ بالاتفاق مکروہ تنزیہی ہے جب کہ آستین چڑھانے کو حنفیہ مکروہ تحریمی قرار دیتے ہیں جبکہ سر تک چڑھایا ہوا گر اس سے کم ہے تو کم کراہت ہے۔

۲۵.....نماز میں کتے کی طرح بیٹھنا یعنی رانیں کھڑے کر کے بیٹھنا اور رانوں کو پیٹ سے اور گھٹنوں کو سینے سے ملا لینا اور ہاتھوں کو زمین پر رکھ لینا مالکیہ کے ہاں اس طرح بیٹھنا تو حرام ہے لیکن نماز باطل نہیں ہوگی ان کے ہاں اس میں چار صورتیں مکروہ ہیں۔ ان میں سے انگلیوں کا اندرونی حصہ زمین کی طرف کرنا، پاؤں کھڑے رکھنا، سرین ایڑیوں پر رکھنا یا پاؤں پر بیٹھنا اور ان کے ظاہری حصہ زمین کی طرف ہونا۔

کتے کی طرح بیٹھنے کے مکروہ ہونے کی دلیل حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تین چیزوں سے منع فرمایا ہے ایک تو مرغ کی طرح ٹھونک لگانے سے دوسرا کتے کی طرح بیٹھنے سے اور تیسرا لومڑی کی طرح ادھر اُدھر دیکھنے سے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو سجدوں کے درمیان کتے کی طرح نہ بیٹھو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم اپنا سر سجدے سے اٹھاؤ تو کتے کی طرح نہ بیٹھنا۔

نماز میں بلا عذر چار زانو (آلتی پالتی مار کر) بیٹھنا مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ مسنون طریقہ بیٹھنے کا ترک ہو جاتا ہے البتہ نماز کے علاوہ مکروہ نہیں۔ اس لیے کے آپ علیہ السلام اپنے صحابہ کے ساتھ آلتی پالتی مار کر بیٹھتے تھے۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی۔

۲۶.....درندے کی طرح دونوں بازو پھیلا کر رکھنا بھی مکروہ تحریمی ہے مسلم شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم شیطان کی طرح بیٹھنے اور درندے کی طرح بازوؤں کو پھیلانے سے منع فرماتے تھے۔

٢٧..... مالکیہ کے ہاں نماز میں تالی بجانا ہر حال میں مکروہ ہے چاہے کسی ایسی ضرورت کی وجہ سے ہو جس کا تعلق نماز سے ہے مثلاً امام کو سہو یاد دلانے سے پہلے یا چار رکعت والی نماز میں دو رکعتوں پر سلام پھیر دینے کی وجہ سے یا ایسی ضرورت ہے جس کا تعلق نماز سے نہ ہو مثلاً نمازی کے سامنے گزرنے والے کو روکنا یا کسی بھی بات پر متنبہ کرنا ہو شرعاً صرف اگر کوئی ضرورت پیش آ جائے سبحان اللہ کہنے کی اجازت ہے۔

نیز مالکیہ کے ہاں زمین کے علاوہ باقی جگہوں پر نماز پڑھنا مکروہ ہے جیسے پہلے ذکر کیا ہے۔

٢٨..... گھر میں کام کاج کے لیے پہننے والے کپڑے پہن کر نماز پڑھنا جب کہ ان کے علاوہ اور کپڑے بھی ہوں اگر نہ ہوں تو مکروہ نہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ ......الاعراف ٧ / ٣١

ہر نماز کے وقت اپنی زینت اختیار کرو۔

٢٩..... صرف شلوار یا تہبند پہن کر نماز پڑھنا جب کہ قمیض پہننے کی طاقت ہو سستی کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے البتہ ذلت اور عاجزی کی نیت سے ننگے سر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ نماز کا مقصد ہی خشوع وخضوع اختیار کرنا ہے۔ مستحب یہ ہے کہ مرد دو کپڑے پہنے یعنی قمیض اور چادر (تہبند) یا قمیض اور شلوار ابوداؤد وغیرہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو دو کپڑے پہن کر نماز پڑھے اللہ تعالیٰ زیادہ اس بات کے حق دار ہیں کہ ان کے لیے زینت اختیار کی جائے جس کے پاس دو کپڑے نہ ہوں تو وہ ازار باندھ کر نماز پڑھے اور یہود کی طرح چادر نہ باندھے سر ڈھانپنا بھی مستحب ہے۔

٣٠..... ایسے کپڑے پہن کر نماز پڑھنا جس پر کسی جاندار (انسان یا حیوان) کی تصویر ہو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اس گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہو نیز ایسا شخص بت اٹھانے والے کے مشابہ ہوتا ہے۔ نیز بخاری شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک کپڑا تھا جس سے وہ ڈھانپتی تھیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے اس کپڑے کو ہٹا اس کی تصویریں نماز میں خلل ڈال رہی ہیں البتہ اگر نقش ونگار ہوں تو حرام نہیں زید بن خالد کی روایت کے آخر میں ہے کہ اگر کپڑے پر (تصویر کے علاوہ) کوئی نقش ونگار ہوں تو کوئی حرج نہیں۔

نیز ایسی جگہ نماز پڑھنا کہ نمازی کے سر کے اوپر چھت وغیرہ میں یا اس کے سامنے یا دائیں یا بائیں یا پیچھے یا آگے کسی جاندار کی تصویر ہو خواہ لٹکی ہوئی ہو یا گڑی ہوئی ہو نیز تکیہ پر اگر ہوں تو بھی مکروہ ہے کیونکہ یہ کفار کے مشابہ ہے اور بتوں کی پوجا کے مشابہ ہے۔

حنابلہ اور شوافع کے ہاں اگرچہ تصویر چھوٹی ہی ہو اس پر سجدہ کرنا مکروہ ہے حنفیہ کے ہاں اگر پاؤں کے نیچے یا بیٹھنے کی جگہ پر یا ہاتھ میں یا انگوٹھی پر غیر واضح تصویر ہو تو مکروہ نہیں اسی طرح کسی بکس یا کسی اور کپڑے وغیرہ میں پوشیدہ تصویر بھی مکروہ نہیں۔

نیز ان سب صورتوں میں کراہت تحریمی ہے حنفیہ کے ہاں۔ حنفیہ نے اس بات کی بھی وضاحت کی ہے کہ اگر ایسی تصویر ہو جس کے اعضاء دیکھنے والے کو نظر نہ آتے ہوں تو اس کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ نہیں۔ نیز جس کا سر یا چہرہ نہ ہو وہ تصویر کے حکم میں نہیں یا ایسا عضو مٹا ہوا ہو جس کے بغیر زندہ پڑھنا ناممکن ہے نیز غیر جاندار اشیاء کی تصویر بھی حرام نہیں کیونکہ ان میں سے کسی چیز کی عبادت نہیں کی جاتی نیز مسلم شریف کی حدیث جبریل ہے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہو یہ خاص ہے ان تصویروں کے ساتھ جن کا احترام کیا جاتا ہے۔

حنفیہ کے ہاں اگر نمازی کے سامنے یا سر کے اوپر قرآن کریم یا تلوار یا کوئی اور ایسی چیز ہو جس کی پوجا نہیں کی جاتی تو کوئی کراہت نہیں۔

کپڑے پر صلیب کا نشان ہو تو یہ بھی مکروہ ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر میں صلیب

والی تمام اشیاء توڑ دی تھیں۔

۳۱.....حنفیہ کے ہاں امام کا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ تنزیہی ہے البتہ اگر قدم باہر ہوں اور سجدہ محراب میں تو مکروہ نہیں تا کہ امام باقی نمازیوں سے ممتاز نہ جگہ کے اعتبار سے کیونکہ محراب دوسری جگہ شمار ہوتا ہے اور یہ اھل کتاب کی عادت ہے۔

البتہ اگر جگہ تنگ ہو تو پھر کراہت نہیں۔اسی طرح حنفیہ کے ہاں آیات سورتوں اور تسبیحات وغیرہ تو فرائض یا نوافل میں ہاتھ پر گننا مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ یہ نماز کے اعمال میں سے نہیں۔البتہ نماز کے علاوہ مکروہ نہیں اسی طرح دو باتیں کرنے والوں کے سامنے نماز پڑھنا یا کسی مشغول یا سونے والوں کے سامنے نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے۔

عمامہ کے پیچ پر سجدہ کرنا بھی مکروہ ہے جب کہ پیشانی زمین پر لگتی ہو ورنہ نماز ہی درست نہ ہوگی نیز اس طرح عمامہ باندھنا کہ سر کا درمیانی حصہ ننگا رہے مکروہ ہے۔نیز فقہا کا ارشاد ہے کہ تسبیح کا استعمال کرنا جائز ہے اگر ریاکاری و دکھلاوے کے لیے نہ ہو۔

۳۲.....جلتی آگ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ اس میں مجوسیوں سے مشابہت ہے البتہ شوافع نے مکروہات میں اس کا تذکرہ نہیں کیا۔

۳۳۔سدل (کپڑے کو لٹکانا).....یعنی کپڑے کو بغیر پہنے ہوئے سر یا مونڈھے پر اس طرح ڈالنا کہ دونوں کنارے لٹکتے رہیں یہ مالکیہ کے علاوہ باقی حضرات کے ہاں بلا عذر مکروہ ہے دلیل حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں کپڑا لٹکانے سے منع فرمایا اور منہ ڈھانپنے سے۔

حنفیہ کے ہاں یہ کراہت تحریمی ہے جب کہ مالکیہ کے ہاں کندھوں پر چادر ڈالنا مستحب ہے بلکہ امام مسجد کے لیے ضروری ہے۔

۳۴۔اشتمال الصما.....یعنی چادر یا کسی اور کپڑے میں اس طرح لپٹ جانا کہ کوئی جانب ایسی نہ رہے جس سے ہاتھ باہر نکل سکیں۔ ایک تفسیر یہ کی گئی ہے کہ ایک کپڑا لپیٹنا کہ اس پر دوسرا کپڑا نہ ہو پھر اس کی ایک جانب کو اٹھا کر کندھے پر رکھنا تا کہ اس سے کچھ جگہ بن جائے اس کے مطابق اس طرح کرنا مکروہ تحریمی ہے اور اس طرح کرنے سے نماز فاسد ہو جائے گی۔

اگر احرام کی طرح کپڑا لپیٹا کہ ہاتھ نکالنے کے لیے جگہ نہ ہو تو یہ بالاتفاق مکروہ ہے۔حنفیہ کے ہاں مکروہ تحریمی ہے بخاری ومسلم میں ابوہریرہؓ اور ابوسعید رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشتمال صما اور احتباء سے منع فرمایا ہے۔

شیرازی نے مہذب میں فرمایا: اشمال الصما مکروہ ہے وہ یہ کہ اس طرح کپڑا لپیٹنا کہ پھر سینے کی جانب سے ہاتھ نکالنا۔

۳۵.....حنابلہ کے ہاں جس طرح سرخ کپڑا مردوں کے لیے پہننا مکروہ ہے اسی طرح سرخ کپڑے میں نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے امام احمد نے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سرخ کپڑا پہننے سے منع فرمایا ہے نیز عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں ایک شخص جس پر دو سرخ چادریں تھیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے سلام کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا۔

حنفیہ کے ہاں عصفر اور زعفران سے رنگے ہوئے کپڑے اور سرخ و زرد کپڑے مردوں کے لیے پہننا مکروہ تنزیہی ہے البتہ عورتوں کے لیے تمام رنگ پہننا جائز ہیں۔

امام مالک کے ہاں سنہری اور زینت کے لیے سرخ کپڑے پہننا مکروہ ہیں البتہ کام کاج اور گھروں میں پہننا جائز ہیں۔امام شافعی سرخ رنگ سے رنگے ہوئے کپڑے پہننے کو مباح قرار دیتے ہیں۔

۳۶..... مالکیہ کے ہاں ایسے کپڑے پہننا جن سے ستر کی جگہ ظاہر ہو باریک یا تنگ ہونے کی وجہ سے مکروہ ہیں۔ چاہے نماز کے علاوہ ہی کیوں نہ ہوں کیونکہ سلف صالحین کے طریقے کے خلاف یہ طریقہ ہے۔

۳۷۔ اضطباع...... یعنی چادر کو دائیں بغل کے نیچے سے گذار کر بائیں کندھے پر ڈالنا اس طرح کے دایاں کندھا خالی رہے یہ بھی مکروہ ہے۔

۳۸۔ تکبیرات واذکار کو اپنے وقت پہ ادا نہ کرنا...... مثلاً رکوع کی تکبیر رکوع پورا ہونے کے بعد یا سمع اللہ لمن حمدہ قومہ کرنے کے بعد کہنا وغیرہ مکروہ ہے کیونکہ ان اذکار کو انتقال کی ابتداء کے ساتھ شروع کرنا سنت ہے جب کہ حنابلہ کے ہاں اگر جان بوجھ کر اس طرح کیا تو نماز باطل ہو جائے گی البتہ مالکیہ کے ہاں مستحب کے خلاف ہے۔

۳۹۔ سترہ نہ رکھنا...... آخری بات یہ ہے کہ حنفیہ کے ہاں بیت الخلاء میں قبلہ رخ بیٹھنا مکروہ تحریمی ہے نیز پیٹھ کر کے بیٹھنا بھی مکروہ ہے دلیل وہ حدیث کہ جب تم بیت الخلاء آؤ تو نہ اس کی طرف منہ کر دنہ بیٹھ بلکہ مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرو ❶ یہ نماز سے خارج مکروہات میں سے ہے اس پر بحث پہلے کی جا چکی ہے۔

۲۔ جہاں نماز پڑھنا مکروہ ہے...... حنابلہ تو مذکورہ جگہوں پر نماز پڑھنا حرام قرار دیتے ہیں جب کہ حنفیہ اور شوافع کے ہاں ان جگہوں پر نماز پڑھنا مکروہ ہے پھر حنفیہ کے ہاں احادیث سے ثابت ہونے کی وجہ سے مکروہ وہ تحریمی ہے۔ ان جگہوں کو عام طور پر جگہ کی پاکیزگی کے ذکر کے وقت شرائط نماز میں ذکر کرتے ہیں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات جگہوں پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے کوڑا ڈالنے کی جگہ، مذبح، قبرستان، راستہ کے درمیان، حمام اونٹ باندھنے کی جگہ اور بیت اللہ کی چھت پر اگر یہ حدیث صحیح ہو تو پھر ان سات جگہوں پر نماز پڑھنے کی حرمت پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ حنابلہ کی رائے ہے۔

ان مواضع پر نماز پڑھنے سے روکنے کی حکمت اور حکم کی تفصیل درج ذیل ہے۔

وسط راہ نماز پڑھنا حنفیہ اور شوافع کے ہاں مکروہ ہے کیونکہ راستہ لوگوں کی گذرگاہ ہے لہٰذا نجاست وغیرہ سے محفوظ نہیں رہ سکتا کیونکہ گوبر پیشاب وغیرہ پایا ہی جاتا ہے۔ لہٰذا لوگوں کی گزرنے کی وجہ سے خشوع ختم ہو جائے گا، اگر نماز پڑھ لی تو صحیح ہوگی کیونکہ خشوع کا نہ ہونا یا لوگوں کا گزرنا ایسی چیز یں نہیں جن کی وجہ سے نماز باطل ہو نیز آپ علیہ السلام کا ارشاد ہے: ساری زمین میرے لیے مسجد اور پاک بنائی گئی ہے اور ایک روایت میں ہے جہاں کہیں نماز کا وقت ہو وہیں نماز پڑھ کیونکہ وہ مسجد ہے۔ شوافع نے بازار اور مسجد سے خارج جگہوں پر نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

مالکیہ کے ہاں راستہ کے درمیان کوڑا ڈالنے کی جگہ، قبرستان، حمام اور مذبح وغیرہ میں نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے اگر نجاست سے محفوظ ہو۔ لیکن اگر نجاست سے محفوظ نہ ہو یعنی یقیناً نجاست کا خطرہ ہو یا گمان ہو تو پھر نماز باطل ہے اور اگر نجاست لگنے کا شک ہو تو راجح قول کے مطابق وقت کے اندر اندر نماز لوٹائی جائے، البتہ اگر مسجد میں جگہ تنگ ہونے کی وجہ سے راستے میں نماز پڑھی اور طہارت کا شک ہے نماز نہیں لوٹائی جائے گی۔ البتہ راستے میں گزرنے والوں کی وجہ سے نماز میں کراہت رہے گی۔

حنابلہ کے ہاں وسط راہ، کوڑا ڈالنے کی جگہ، قبرستان، مذبح، حمام اور اونٹ باندھنے کی جگہ نماز پڑھنا حرام ہے درست نہیں جیسا کہ ان کی سطح پر نماز پڑھنا درست نہیں اس لیے کہ فضاء تابع ہوتی ہے، قرار کی دلیل یہ ہے کہ جنبی کو مسجد کی سطح پر ٹھہرنے کی اجازت نہیں نیز اگر کسی نے قسم اٹھائی کہ گھر میں داخل نہیں ہوگا اگر وہ سطح پر داخل ہو گیا تو حانث ہو جائے گا۔ راستہ کی چھت پر نماز پڑھنا صحیح نہیں کیونکہ فضاء قرار کے تابع ہے اسی طرح نہر کی سطح پر بھی نماز صحیح نہیں کیونکہ پانی راستے کی طرح ہے لہٰذا اس پر نماز نہیں پڑھی جائے گی حنابلہ۔ نہ قبرستان اور اس کی سطح پر

❶ یہ مدینہ منورہ کے اعتبار سے ہے ہمارے اعتبار سے جنوب شمال کی طرف منہ کرنا چاہیے۔

نماز جنازہ پڑھنے کو جائز قرار دیا ہے جیسا کہ انھوں نے تھوڑے گھروں والے راستے اور اسی طرح راستے کہ دائیں بائیں کی جگہوں پر نماز پڑھنے کو بلا کراہت صحیح قرار دیا ہے، کیونکہ وہ جگہیں وسط راہ نہیں ہیں نیز ان جگہوں پر کسی عذر کی بنا پر نماز پڑھنا جائز ہے مثلاً کسی کو قید کیا گیا ہو ان جگہوں پر۔

حنابلہ کے ہاں ان سات جگہوں پر نماز پڑھنے سے جو منع کیا گیا ہے یہ امر شرعی و تعبدی ہے ظاہری کوئی علت نہیں مثلاً نجاست وغیرہ ہونا دلیل حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت یہ سب چیز کشاف القناع میں مذکورہ ہیں۔ مغنی میں ابن قدامہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ ان تمام جگہوں پر نماز پڑھنا صحیح ہے، سوائے قبرستان کے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ زمین میرے لیے مسجد بنائی گئی ہے یہ حدیث ان تمام جگہوں کو شامل ہے جو اس قبلہ کے تحت آتی ہیں۔ البتہ ان جگہوں میں نماز پڑھنا مکروہ ہے اگر پڑھ لی تو ہو جائے گی۔ اس روایت کے مطابق حنابلہ کا مذہب بھی جمہور کی طرح ہے البتہ قبرستان کو مستثنیٰ کرنے کے لئے ان کے پاس دو صحیح احادیث ہیں۔ تم سے پہلے لوگ اپنے نبیوں اور نیک لوگوں کی قبروں کو مسجد بناتے تھے خبردار میری قبر کو مسجد مت بنانا میں تمہیں اس سے منع کرتا ہوں نیز آپ کا ارشاد ہے: یہود و نصاریٰ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو کہ انھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجد بنا دیا تھا۔ لہٰذا قبرستان میں نماز درست نہیں منع ہونے کی وجہ سے اور اس کے علاوہ باقی جگہوں میں نماز پڑھنا مباح ہے۔

۲..... حمام میں نماز پڑھنا..... حنفیہ، شوافع اور حنابلہ کے ہاں مکروہ ہے کیونکہ یہ شیطان کا ٹھکانا ہے اور ستر کھل جانے کا امکان ہے اور نجاست وغیرہ گرانے کی جگہ ہے۔

۳..... اونٹ باندھنے کی جگہ نماز پڑھنا..... جو حضرات یعنی حنفیہ اور شوافع ان کے پیشاب اور لید کے نجس ہونے کے قائل ہیں ان کے ہاں مکروہ ہے نیز اونٹ میں بھاگنا پایا جاتا ہے بسا اوقات وہ نماز میں ہو اور اونٹ بھاگ کھڑا ہو لہٰذا نماز توڑنا پڑے گی یا اونٹ سے تشویش ہوئی تکلیف ہوگی دل میں خشوع و خضوع نہ رہے گا۔

مالکیہ کے ہاں بھی اونٹ باندھنے کی جگہ پہ نماز پڑھنا مکروہ ہے البتہ بکریوں اور گایوں کے باندھنے کی جگہ نماز پڑھنا ان کے ہاں مکروہ نہیں دلیل حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھو لیکن اونٹ باندھنے کی جگہ نماز نہ پڑھو۔ نیز بکریوں کے باڑے میں بالاتفاق نماز پڑھنا مکروہ نہیں۔

مالکیہ کے ہاں اگر کسی نے اونٹ باندھنے کی جگہ نماز پڑھ لی تو وہ وقت کے اندر اس نماز کو لوٹائے اگرچہ وہ نجاست سے محفوظ رہا ہو یا کوئی پاک چیز بچھا کر ہی نماز پڑھی ہو تب ہی۔

۴..... کوڑا ڈالنے کی جگہ اور مذبح میں نماز پڑھنا..... مالکیہ کے علاوہ باقی فقہاء کے ہاں مکروہ ہے کیونکہ یہ جگہ نجاست کے قریب ہے یا نجاست کے پائے جانے کا گمان ہے پہلی جگہ تو ہے ہی نجاست ڈالنے اور گندگی کی اور مکھیوں کی اور دوسری جگہ جانور ذبح کرنے کی جگہ ہے ان جگہوں پر نماز اس وقت درست ہوگی جب کچھ بچھا کر اس پر نماز پڑھی جائے ورنہ درست نہیں ہوگی جب کہ شوافع کے ہاں تو اگر نجاست یقینی ہو تو پھر اس پر کچھ بچھا کر نماز پڑھنا ہی مکروہ ہے البتہ ایسی جگہ جہاں نجاست کے بارے میں غالب گمان ہو کچھ بچھا کر پڑھی تو مکروہ نہیں۔

بیت الخلاء اس کے دروازے اور چھت وغیرہ پر نماز پڑھنا جائز نہیں کیونکہ وہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا ممنوع ہے اور بات چیت کرنا بھی لہٰذا نماز پڑھنا بدرجہ اولیٰ ممنوع ہونا چاہیے۔

۵..... کنیسہ (عیسائیوں کی عبادت گاہ) بیعۃ (یہودیوں کی عبادت گاہ) اور اسی طرح کے کفار کی دوسری عبادت گاہیں ان میں جمہور اور ابن

عباس رضی اللہ عنہما کے ہاں نماز پڑھنا مکروہ ہے چاہے یہ آباد ہوں یا غیر آباد البتہ ضرورت اگر ہو مثلاً گرمی سردی بارش یا دشمن اور درندے کا خوف ہو تو کراہت نہیں۔ مکروہ ہونے کی حکمت یہ ہے کہ یہ جگہیں شیطان کا ٹھکانا ہیں ان میں مورتیاں اور تصویریں ہوتی ہیں نیز یہ فتنہ کی آماجگاہ ہیں جن کی وجہ سے خشوع ختم ہو جاتا ہے حنابلہ کے ہاں پاک صاف کنیسہ میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں نیز حضرت حسن بصری، عمر بن عبدالعزیز شعبی، اوزاعی، سعید بن عبدالعزیز اور عمر اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم اجمعین بھی اجازت دیتے ہیں یہ حضرات اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں نماز پڑھی اس میں تصویریں ہیں۔ نیز کنیسہ آپ کے اس ارشاد کے عموم میں داخل ہے جہاں بھی نماز کا وقت ہو تو نماز پڑھ کیوں کہ وہ جگہ مسجد ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ نے مجموع میں فرمایا کہ شیطان کے ٹھکانوں میں نماز پڑھنا مکروہ ہے مثلاً شراب خانہ، ٹیکس لینے کی جگہ وغیرہ، گناہوں کی جگہ پر۔

۶.....قبرستان میں نماز پڑھنا، مالکیہ کے علاوہ جمہور کے ہاں مکروہ ہے کیونکہ قبرستان میں نجاست ہوتی ہے پیپ وغیرہ کی شکل میں نیز اس میں یہود سے مشابہت ہے۔ جیسا کہ حدیث میں اللہ تعالیٰ نے یہود پر لعنت کی ہے کہ انہوں نے نبیوں کی قبروں کو مسجد بنا دیا۔ میری قبر کو میرے بعد سجدہ گاہ نہ بنانا نیز قبرستان میں نماز پڑھنے کے بارے میں ان کے ہاں تفصیل ہے جو درج ذیل ہے۔

حنفیہ کے ہاں قبر اگر نمازی کے سامنے ہو بایں طور کہ خشوع وخضوع سے نماز پڑھتے ہوئے قبر پر نظر پڑے، تو نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ البتہ اگر قبر پیچھے ہو یا اوپر ہو یا نیچے ہو تو پھر کوئی کراہت نہیں۔ جیسا کہ ان جگہوں پر نماز پڑھنے میں کوئی کراہت نہیں جنہیں نماز کے لیے بنایا گیا ہے بغیر نجاست وغیرہ کے۔ اسی طرح انبیاء کی قبروں کے پاس بھی مطلقاً نماز مکروہ نہیں شوافع کے ہاں جو قبرستان اکھیڑا نہیں گیا اس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے چاہے قبریں سامنے ہوں یا پیچھے دائیں یا بائیں اوپر یا نیچے سوائے انبیاء اور شہدا کی قبروں کے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے نیز یہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ جیسا کہ شہداء زندہ ہیں۔ البتہ اگر کوئی ان کی تعظیم کے لیے نماز پڑھے تو حرام ہے نیز وہ قبرستان جو اکھیڑا گیا ہو حائل کے ساتھ اس میں نماز پڑھنا صحیح ہے ورنہ نہیں۔

حنابلہ کے ہاں قبرستان سے مراد وہ ہے جہاں کم سے کم تین قبریں ہوں اور وہ جگہ وقف شدہ ہو اگر تین قبریں نہیں تو اس میں نماز پڑھنا بلا کراہت درست ہے جب کہ قبر کی طرف منہ نہ ہو ورنہ مکروہ ہے۔ اور ان کے ہاں قبرستان میں نماز پڑھنا درست نہیں دلیل حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت ہے کہ قبرستان اور حمام کے علاوہ ساری کی ساری زمین مسجد ہے نیز قبرستان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا بلا حائل مکروہ ہے حضرت ابومرثد الغنوی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ قبرستان کی طرف نماز نہ پڑھو اور نہ قبرستان پر بیٹھو' نیز ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے اپنے گھر میں بھی (نفل) نماز پڑھو ان کو قبرستان نہ بناؤ۔ نیز مسجد قبرستان کے بعد بنائی گئی ہو یا قبرستان مسجد کے بعد بنایا گیا ہو دونوں صورتیں برابر ہیں۔

۷.....خانہ کعبہ کی چھت پر نماز پڑھنا، مکروہ ہے کیونکہ اس میں تعظیم ترک ہو جاتی ہے نیز نمازی کے سامنے کسی قسم کا سترہ نہیں ہوتا کیونکہ یہ بیت اللہ پر نماز پڑھ رہا ہے بیت اللہ کی طرف نماز نہیں پڑھ رہا لیکن نفل نماز خانہ کعبہ کی چھت پر یا اندر پڑھنا درست ہیں بالاتفاق جب کہ حنابلہ اور مالکیہ کے ہاں فرض پڑھنا ان دونوں جگہوں پر درست نہیں۔ حنفیہ اور شوافع کے ہاں ان دونوں جگہوں پر ہر قسم کی نماز چاہے فرض ہوں یا نفل پڑھنا درست ہے۔ جیسے ہم نے استقبال قبلہ شرط ہونے کے بیان میں بیان کر دیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کے اندر دو رکعتیں پڑھی ہیں۔

البتہ حنابلہ کے ہاں اگر دروازہ یا چھت پر اس طرح نماز پڑھی کے سامنے کوئی چیز تھی جو کعبہ سے متصل تھی تو نماز درست ہو جائے گی ورنہ درست نہ ہوگی کیونکہ قبلہ رخ نہیں پایا گیا۔

لیکن ابن قدامہ رحمہ اللہ نے فرمایا: اولیٰ یہ ہے کہ کسی چیز کا نمازی کے سامنے ہونا شرط نہیں کیوں کہ استقبال قبلہ کہ میں واجب تو اس کی جگہ یا فضاء ہے دیواریں نہیں اس وجہ سے کہ اگر (خدانخواستہ نعوذ باللہ) خانہ کعبہ منہدم ہو جائے تو نماز اس کی طرف پھر بھی صحیح ہے اسی طرح اگر کسی بلند پہاڑی پر نماز پڑھی جو اس کی دیواروں سے اونچی ہے تو پھر بھی نماز صحیح ہو جائے گی کیونکہ اس کی فضاء کی طرف پڑھی گئی لہٰذا یہاں بھی درست ہوگی۔

۳۔نماز میں کیا کیا افعال مکروہ نہیں...... حنفیہ کے ہاں درج ذیل افعال مکروہ نہیں۔

۱..... کسی آدمی کی پیٹھ کی طرف نماز پڑھنا چاہے وہ کھڑا ہو یا بیٹھا اس میں کوئی حرج نہیں اگر وہ بات چیت کر رہا ہے اور اس کی وجہ سے نماز میں خلل نہیں آ رہا ہے تب بھی نماز صحیح ہے دلیل یہ ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنے سفروں میں اپنے غلام نافع کو بطور سترہ استعمال کرتے تھے۔

۲..... اگر نمازی کے سامنے یا سر کے اوپر قرآن کریم یا تلوار وغیرہ لٹکی ہوئی ہو تو کوئی حرج نہیں کیونکہ ان کی پوجا نہیں کی جاتی۔

۳..... اگر ایسی چٹائی ہے جس پر تصویریں ہیں اور ان پر سجدہ نہیں ہو رہا بلکہ پاؤں سے روندی جاتی ہیں تو اس پر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

۴..... بالاتفاق جب تک عمل کثیر نہ ہو تو دوران نماز سانپ بچھو اور ایذاء دینے والے جاندار کو قتل کرنا مکروہ نہیں اگرچہ قبلہ سے انحراف ہی کیوں نہ ہو جائے دلیل حدیث سابق ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں اسودین کو قتل کرنے کا حکم فرمایا یعنی سانپ اور بچھو۔

۵..... عمل قلیل کے ذریعے کپڑے جھاڑنا مکروہ نہیں نیز رکوع میں جسم سے کپڑے چمٹ نہ جائیں اعضاء سے الگ کرے، مکروہ نہیں۔

۶..... امام کو لقمہ دینا مکروہ نہیں جب رک جائے یا غلط تلاوت کرے اس کی مزید تفصیل نماز باطل کر دینے والی اشیاء کے تحت آئے گی۔

۷..... ایک پاؤں پر سہارا لینا کثرت قیام کی وجہ سے مکروہ نہیں لیکن اگر اکتاہٹ کی وجہ سے ہو تو مکروہ ہے۔

۴۔جن جگہوں پر نماز پڑھنا حرام ہے..... غصب شدہ زمین پر نماز پڑھنا بالاجماع حرام ہے کیونکہ اس جگہ پر نماز کے علاوہ بھی ٹھہرنا حرام ہے تو نماز میں بدرجہ اولیٰ حرام ہے لیکن کیا نماز غصب شدہ جگہ پر صحیح ہو جاتی ہے یا نہیں۔

جمہور کے ہاں اگر کسی نے نماز پڑھ لی تو نماز درست ہوگی کیونکہ پڑھنے سے جو منع کیا گیا ہے وہ نماز کی طرف نہیں نہ ہی اس کی صحت کی طرف یہ ایسے ہی ہے جیسے کسی نے نماز پڑھی اور ایک آدمی کو پانی میں غرق ہوتا دیکھا اب یہ اس کو نکال تو سکتا تھا لیکن نکالا نہیں یا کسی کو آگ لگی دیکھی بجھا سکتا تھا لیکن بجھائی نہیں یا قرض خواہ کو ٹال دیا حالانکہ ادائیگی کر سکتا تھا اور نماز پڑھتا رہا لہٰذا اس کے غصب شدہ جگہ پر نماز پڑھنے سے فرض ساقط ہو جائے گا گناہ لازم ہوگا ثواب بھی حاصل ہوگا لیکن عمل کا اور گناہ ہوگا اس جگہ پڑھنے کا لہٰذا گناہ صرف مکان مغصوب پر ٹھہرنے کا ہوگا۔

حنابلہ کے ہاں راجح قول کے مطابق غصب شدہ جگہ پر نماز درست نہیں ہونی چاہیے وہ جگہ مشترک ہی کیوں نہ ہو یا اس میں وہ اپنی ملک کا دعویٰ ہی کیوں نہ کر رہا ہو یا وہ غصب شدہ زمین کی منفعت یا کسی حیوان یا اس کے چارے کا دعویٰ کر رہا ہو یا اس نے اس کو بغیر حق کے قبضہ کیا ہو کیونکہ یہ اس جگہ پر عبادت کر رہا ہے جہاں یہ عبادت کرنا منع ہے لہٰذا نماز درست نہیں جیسے حائضہ کی نماز اور روزہ کیوں کہ نہی تو فعل کے حرام ہونے کا تقاضا کرتی ہے اور اس سے روکنے کا اور اس فعل کے کرنے کی وجہ سے گناہ ہوتا ہے لہٰذا یہ کیسے اطاعت کرنے والا ہوگا گناہ کے کام کے ساتھ اور کیسے حکم کی تعمیل کرنے والا شمار ہوگا جب کہ یہ اس پر حرام ہے اور کیسے تقرب حاصل کرنے والا شمار ہوگا جس سے دور رہنے کا حکم ہے اس لیے کہ اس کی حرکات، سکنات، رکوع، قیام، سجدہ وغیرہ افعال اختیاری ہیں اور ان کے ذریعے وہ روکی ہوئی چیز کے ساتھ گناہ گار ہو رہا ہے نیز غرق ہونے اور جلنے والی صورتوں سے یہ معاملہ مختلف ہے اس لیے کہ یہاں افعال نماز بذات خود منع ہیں۔

حنابلہ کے ہاں غصب شدہ جگہ پر وضو، کرنا، اذان دینا، زکوۃ ادا کرنا، روزہ رکھنا، خرید وفروخت، نکاح وغیرہ طلاق، خلع سب درست ہیں، کیونکہ ان چیزوں کے لیے زمین شرط نہیں برخلاف نماز کے اسی طرح ایسی جگہ پر نماز پڑھنا درست ہے جس کی دیواریں غصب شدہ ہوں اگر چہ ان سے ٹیک لگا کر ہی پڑھے کیونکہ اعتبار زمین کا ہے۔ اسی طرح اس شخص کی نماز درست ہے جو ودیعت یا غصب شدہ چیز کے لوٹانے کا مطالبہ کررہا ہے۔ صاحب حق کو حق پہنچنے سے پہلے بلا عذر بھی ایسے شخص کے لیے نماز درست ہے کیونکہ حرمت نماز کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

اگر کسی شخص نے کسی دوسرے کی زرعی زمین پر نماز پڑھی اس کو تکلیف پہنچائے بغیر یا غصب کرنے کے بغیر یا اس کی جائے نماز (مصلی) پر بغیر غصب اور نقصان پہچائے نماز پڑھی تو یہ جائز ہے نماز صحیح ہوگی۔

اگر کسی شخص نے لاعلمی کی حالت یا بھول کر غصب شدہ جگہ پر نماز پڑھی تو اس کی نماز صحیح ہوگی کیونکہ یہ گناہ کرنے والا نہیں۔ اسی طرح اگر کسی کو غصب شدہ جگہ پر قید کردیا گیا تو اس کی نماز بھی درست ہوگی دلیل حدیث ہے کہ میری امت کو غلطی، بھولنا اور جس چیز پر ان کو مجبور کیا جائے معاف ہے۔

جس زمین پر عذاب اترا ہے......جس زمین وجگہ پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا ہے اس پر نماز پڑھنا صحیح ہے جیسے وہ زمین جو دھنسادی گئی ہے یا ہر وہ جگہ جہاں عذاب نازل ہوا مثلاً بابل کی زمین حجر کی زمین مسجد ضرار البتہ ان جگہوں پر نماز مکروہ ہے کیونکہ یہ مسجد عذاب والی جگہ ہے جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حجر سے گذر ہوا تھا فرمایا تھا کہ ان جگہوں پر روتے ہوئے داخل ہوں کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہیں بھی وہ عذاب پہنچے جو ان کو پہنچا ہے۔

کپڑے جنہیں پہن کر نماز پڑھی جائے......شوافع اور حنابلہ نے چار قسم کے کپڑوں کا ذکر کیا ہے۔

۱: لباس میں سے جو کافی ہے......وہ صرف ایک کپڑا ہے جس سے اعضاء مستورہ کو ڈھانپا جائے اور اس کا بعض حصہ حنابلہ وغیرہ کے ہاں کندھے پر ہونا چاہیے عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کپڑے میں نماز پڑھتے ہوئے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں دیکھا کہ اس کا ایک حصہ کندھے پر تھا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کپڑا زیادہ ہو تو اس کو اوپر لپیٹ لو اور اگر تنگ ہو تو پھر صرف تہبند باندھو۔

اعضاء مستورہ کا چھپانا ایسے کپڑے سے واجب ہے جس سے جلد کا رنگ نظر نہ آئے اگر ایسا کپڑا اڑھانپا جس کے باریک ہونے کی وجہ سے جلد کا رنگ نظر آرہا ہے تو یہ جائز نہیں کیونکہ اس سے ستر حاصل نہیں ہوتا۔

۲: فضیلت والے کپڑے......یہ ہیں کہ آدمی دو یا دو سے زیادہ کپڑوں میں نماز پڑھے کیونکہ اس میں ستر زیادہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ خوشحال بنائیں تو تم بھی خوشحالی اختیار کرو اپنے کپڑے پہنے چاہیے آدمی تہبند اور چادر میں نماز پڑھے یا تہبند اور قمیض میں یا تہبند اور قباء میں، شلوار اور چادر میں، شلوار قمیض میں، شلوار اور قباء میں یا جانگیا اور قمیض پہن کر نماز پڑھے اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی ایک کے پاس دو کپڑے ہوں تو ان دونوں میں نماز پڑھنی چاہیے اگر صرف ایک کپڑا ہو تو اس کو بطور ازار (تہبند) استعمال کرنا چاہیے اور یہود کی طرح نہیں پہننا چاہیے اور عورت کے لیے مستحب یہ ہے کہ تین کپڑوں میں نماز پڑھے (خمار) اوڑھنی جس سے سر اور گردن ڈھانپے (درع) قمیض جس سے پورا بدن اور ٹانگیں چھپائے (ملحفۃ) بڑی موٹی چادر جس سے کپڑے چھپائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ عورت تین کپڑوں میں نماز پڑھے قمیض اوڑھنی اور تہبند۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے: عورت قمیض اوڑھی اور بڑی موٹی چادر میں نماز پڑھے۔

مستحب یہ ہے کہ عورت بڑی موٹی چادر رکھے جس سے اعضاء بدن نظر نہ آئیں اور رکوع سجود میں اس کو الگ کرے تا کہ کپڑے نہ

پہچانے جائیں۔

۳۔ مکروہ کپڑے...... اشتمال الصماء یعنی آدمی اپنے آپ کو ایک کپڑے کے اندر اس طرح لپیٹ لے کہ اس سے ہاتھ پاؤں نکالنے کے لیے کپڑے میں کوئی شگاف نہ چھوڑے البتہ ہاتھ سینے کی جانب سے نکالے۔ جیسے آج کل عباء ہے۔ نیز کہا گیا ہے کہ اشتمال الصماء کے معنی یہ ہیں کہ آدمی ایک کپڑا اوڑھے اس طرح کہ کوئی دوسرا کپڑا اس کے جسم پر نہ ہو۔

اضطباع کا معنی یہ ہے کہ چادر کو اس طرح اوڑھنا کہ اس کی ایک جانب کندھے پر ڈال دی جائے اور دایاں کندھا کھلا رہے اس کی تفصیل مکروہات میں گذر چکی ہے۔

سدل یعنی کپڑے کو سر یا مونڈھے پر اس طرح ڈالنا کہ دونوں کنارے لٹکتے رہیں اور ایک سرا دوسرے کندھے پر نہ ڈالے اور نہ ہاتھ سے دونوں طرفوں کو ملائے اس کی تفصیل گذر چکی ہے۔ اسبال بھی مکروہ ہے یعنی تکبر کی وجہ سے قمیض شلوار وغیرہ کو لٹکا کر رکھنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جس نے اپنے کپڑے کو تکبر کی وجہ سے گھسیٹا تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت نہیں کریں گے اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جس نے نماز میں اپنی تہبند کو تکبر کی وجہ سے لٹکایا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے حل وحرام کا کوئی نہیں نیز اپنے چہرہ اور منہ کو ڈھانپنا بھی مکروہ ہے جیسے کہ پہلے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی گئی ہے۔

حنابلہ سے ناک ڈھانپنے کے بارے میں دو روایتیں ہیں، ایک میں مکروہ ایک میں مکروہ نہیں۔

زعفران میں رنگے ہوئے کپڑے اسی طرح کسم (عصفر) میں رنگے ہوئے کپڑے میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زعفران میں رنگے ہوئے کپڑے پہننے سے منع فرمایا ہے۔ اسی طرح مسلم شریف میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسم (عصفر) میں رنگے ہوئے کپڑے پہننے سے منع فرمایا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے عصفر میں رنگے ہوئے دو کپڑے لپیٹے ہوئے دیکھا تو فرمایا یہ تو کافروں کا لباس ہے اسے مت پہنو۔

پٹکا، ازار اور کسی کپڑے سے درمیان کمر باندھنا مکروہ نہیں یا قباء باندھنا بھی مکروہ نہیں حنابلہ کے ہاں مردوں کے لیے سرخ کپڑے پہننا اور ان میں نماز پڑھنا مکروہ ہے ابن عمر کی حدیث پہلے گذر چکی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے سلام کا جواب نہیں دیا جس پر دو سرخ چادریں تھیں ابن قیم فرماتے ہیں: کہ آپ علیہ السلام سے صحیح روایت ہے جس کا معارض بھی نہیں کہ کسم میں رنگے ہوئے کپڑے اور سرخ کپڑے پہننا منع ہے۔

۴۔ جن کپڑوں کا پہننا حرام ہے...... اس کی دو قسمیں ہیں:

الف...... وہ کپڑے جو عورتوں اور مردوں دونوں کے لئے پہننے حرام ہیں ان کی دو قسمیں ہیں

۱...... نجس ناپاک کہ ان پر اور انہیں پہن کر نماز پڑھنا درست نہیں کیونکہ نجاست نہ ہونا شرائط نماز میں سے ہے۔

۲...... غصب شدہ کپڑے جمہور کے ہاں ان میں نماز صحیح ہو جائے گی حنابلہ کے ہاں درست نہیں۔

ب...... وہ کپڑے جو صرف مردوں کے لیے حرام ہیں نہ کہ عورتوں کے لیے وہ ریشم ہے، سونے سے بنی ہوئی چیز وغیرہ۔ نماز اور نماز کے علاوہ مرد کے لیے ریشم پہننا بچھانا حرام ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے میری امت کے مردوں کے لیے ریشم اور سونے کا لباس حرام ہے اور عورتوں کے لیے حلال ہے اسی طرح آپ نے فرمایا، ریشم نہ پہنو جو دنیا میں اسے پہنے گا آخرت میں اسے نہ پہنایا جائے گا۔

مردوں کے لیے ریشم کا استعمال عام حالات میں بالاتفاق حرام ہے جب کہ حالت اضطراری وعذر میں گنجائش ہے مزید تفصیل حظر ولاباحۃ میں آئے گی۔

۵۔عورت کتنی چیزوں میں مردوں کی مخالفت کرے.....شوافع نے چھ چیزوں میں عورت کی مردوں سے مخالفت کو مسنون قرار دیا ہے۔

۱.....عورت سجدے میں اپنے پیٹ کورانوں سے، کہنیوں کو زمین سے ملاکرر کھے گی جب کہ مرد الگ رکھے گا۔

۲..... عورت جہری نمازوں میں اگر غیر محرم موجود ہوتو پست آواز سے قرأت کرے گی جب کہ مرد کے لیے بلند آواز سے قرأت کرنا سنت ہے۔

۳.....اگر نماز میں کوئی ضرورت پیش آتے تو عورت تالی بجائے گی جب کہ مرد بلند آواز سے تسبیح کہے گا۔

۴.....دوران نماز عورت کے چہرہ اور ہتھیلیوں کے علاوہ سارا بدن ستر ہے جب کہ مرد کا صرف ناف سے گھٹنے تک کا حصہ ستر ہے۔

۵.....عورت کے لیے اقامت سنت ہے نہ کہ اذان عورت کے لیے اذان بلند آواز سے دینا مکروہ ہے جب کہ مرد کے لیے اذان اور اقامت دونوں ہر نماز کے وقت سنت ہیں۔

۶.....شوافع کے ہاں عورت اگر عورتوں کی امامت کرے تو ان کے درمیان میں کھڑی ہوگی اور مردوں کے پیچھے جب مرد پہلی صف میں ہوں گے۔

پانچویں بحث.....نماز کے بعد کے اذکار

نماز کے بعد اللہ تعالیٰ کا ذکر اور منقول دعائیں پڑھنا سنت ہیں یہ یا تو فرضوں کے فوراً بعد پڑھنی چاہئیں اگر ان کے بعد سنت نہ ہوں جیسے صبح اور عصر کی نماز یا سنت پڑھنے کے بعد جیسے ظہر، مغرب اور عشاء اس لیے کہ استغفار نماز کی کمی تلافی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف نماز کے ساتھ قربت کے بعد دعا ثواب واجر کا ذریعہ ہے۔

یہ دعائیں اور ذکار مذکورہ ترتیب کے مطابق آہستہ پڑھنی چاہئیں البتہ اگر امام مقتدیوں کی تعلیم کی خاطر بلند آواز سے پڑھے تاکہ وہ سیکھ لیں تو امام کو چاہیے کہ وہ حاضرین کی طرف متوجہ ہو اور اپنی بائیں جانب محراب کی طرف رکھے ❶ حضرت سمرۃ فرماتے ہیں: کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھاتے ہماری طرف اپنے چہرے کے ساتھ متوجہ ہوتے۔ ❷

۱۔استغفر اللہ تین مرتبہ کہے یا استغفر اللہ العظیم الذی لاالہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ میں اللہ تعالیٰ سے بخشش چاہتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ زندہ اور قائم ہے اور اس کی طرف توجہ کرتا ہوں۔

تین مرتبہ کہے پھر ''اللّٰھم انت السلام ومنك السلام والیك السلام تبارکت وتعالیت یا ذاالجلال والاکرام'' کہے۔

یعنی اے اللہ! آپ ہی سلامتی والے ہیں اور آپ ہی کی طرف سے سلامتی ہے اور آپ ہی کی طرف سلامتی لوٹتی ہے۔ آپ برکت والے ہیں اور بلند ہیں اے عظمت اور بزرگی والے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز مکمل کرتے سلام پھیرتے تو تین مرتبہ استغفر اللہ کہتے پھر اللھم انت السلام ومنك کہتے ❸ پھر کہے اللھم اعنی علی ذکرك و شکرك وحسن عبادتك اے اللہ! اپنے ذکر شکر اور عمدہ عبادت پر میری مدد فرما۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجھ سے ملاقات ہوئی آپ نے فرمایا کہ میں تجھے چند کلمات کی وصیت کرتا ہوں یہ ہر نماز کے بعد پڑھا کرو اللھم اعنی علی ذکرك..... الخ۔ ❹

---

❶.....الدر المختار ۱/ ۵۹۵۔ ❷رواہ البخاری ❸ رواہ الجماعۃ ❹نیل الاوطار: ۲/ ۲۹۱

۲۔ آیت الکرسی، سورۃ اخلاص، سورۃ الفلق، سورۃ الناس اور سورۂ فاتحہ پڑھے۔ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھے تو وہ دوسری نماز تک اللہ تعالیٰ کے ذمہ میں ہے ❶ اور حضرت ابوامامہ کی روایت ہے کہ جو شخص آیت الکرسی اور سورۃ اخلاص ہر فرض نماز کے بعد پڑھے تو موت کے علاوہ اسے جنت میں داخل ہونے سے کوئی چیز نہیں روک سکتی ❷ نیز عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ میں ہر نماز کے بعد معوذتین پڑھا کروں۔ ❸

۳۔ سبحان اللہ، الحمد للہ، اور اللہ اکبر تینتیس تینتیس بار پڑھے اور سو پورا کرنے کے لیے ایک بار یہ پڑھے:

لاالہ الا اللہ وحدہ لاشریك لہ' لہ الملك ولہ الحمد یحیی ویمت وھو علی کل شیءٍ قدیر
اللّٰھم لامانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذالجد منك الجد

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کا ملک ہے اور اس کے لیے حمد ہے زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اے اللہ! جو کچھ آپ عطا کریں اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جس چیز کو آپ روک دیں اسے کوئی دینے والا نہیں اور کسی صاحب نصیب کو آپ کے خلاف اس کا نصیب فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ جو شخص ہر نماز کے بعد تینتیس مرتبہ سبحان اللہ، تینتیس مرتبہ الحمد للہ اور تینتیس مرتبہ اللہ اکبر کہے یہ اسماء الحسنیٰ کی تعداد کے موافق ننانوے مرتبہ ہوگے اور پھر سو پورا کرنے کے لیے لاالہ الااللہ وحدہ لاشریك لہ' لہ الملك ولہٗ الحمد وھو علی کل شیءٍ قدیر کہے تو اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ اگر چہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں ❹ نیز حدیث میں یہ بھی ہے کہ دس دس مرتبہ تسبیح تحمید اور تکبیر کہے ❺ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے:

لاالہ الااللہ وحدہ لاشریك لہ' لہ الملك ولہ الحمد وھو علی کل شیءٍ قدیر
اللھم لامانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولاینفع ذاالجد منك الجد ❻

مسلم شریف میں حضرت عبداللہ بن زبیر سے اسی طرح منقول ہے۔ اور علی کل شیءٍ قدیر کے بعد اس کا اضافہ کرنا چاہیے:

ولاحول ولا قوۃ الا باللہ لاالہ الا اللہ ولا نعبد الا ایاہ لہ النعمۃ والفضل ولہ الثناء الحسن
لاالہ الا اللہ مخلصین لہ الدین ولوکرہ الکافرون۔

۴.....نماز فجر اور مغرب کے بعد بات چیت کرنے سے پہلے اور جو دعائیں مذکور ہیں ان سے پہلے دس مرتبہ یہ دعا پڑھے:

لاالہ الا اللہ وحدہ لاشریك لہ' لہ الملك ولہ الحمد یحیی ویمیت وھو علی کل شیء قدیر

حضرت احمد بن عبدالرحمٰن بن غنم کی مرفوع روایت میں اس کا ذکر ہے ❼ اور اسی حالت میں سات مرتبہ اللّٰھم اجرنی من النار پڑھنا چاہیے۔ مسلم بن حارث التمیمی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم نے ان سے سرگوشی کی اور فرمایا جب تم مغرب کی نماز سے فارغ ہو تو اللّٰھم اجرنی من النار سات مرتبہ کہو اور ایک روایت میں ہے کسی سے بات چیت سے پہلے اگر تم یہ پڑھ لو اور پھر اسی رات میں تم مر جاؤ تو تمہارے لیے جہنم سے پناہ ہوگی اور جب تم فجر کی نماز پڑھو پھر اسی طرح کہو اگر تم اس دن میں مر گئے تو تمہارے لیے اللہ کی پناہ ہوگی۔ حارث فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوشیدہ ہمیں بتایا تھا اور ہم اپنے بھائیوں کو اس کے ذریعے ابھارتے ہیں۔ ❽

❶.....رواہ الطبرانی ❷سبل السلام ۱/ ۲۰۰۔ ❸رواہ الترمذی۔ ❹رواہ مسلم اس سے صغیرہ گناہ مراد ہیں۔ ❺نیل الاوطار: ۲/ ۳۰۱۔
❻متفق علیہ ❼الترمذی ❽ابو داؤد

۵..... پھر نمازی اپنے لیے اور مسلمانوں کے لیے دنیا وآخرت کی بھلائیوں کی دعا کرے خصوصاً نماز فجر اور عصر کے بعد کیونکہ ان اوقات میں رات اور دن کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور وہ دعا پر آمین کہتے ہیں لہٰذا قبولیت کے زیادہ قریب ہوگی سب سے افضل دعائیں وہ ہیں جو احادیث میں منقول ہیں۔ ان میں سے حضرت سعد بن ابی وقاص کی روایت میں ہے کہ وہ اپنی اولاد کو درجہ ذیل دعا اس طرح سکھاتے تھے جیسے استاد شاگردوں کو لکھائی سکھاتے ہیں اور فرماتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان الفاظ کے ذریعے ہر نماز کے بعد پناہ مانگتے تھے الفاظ یہ ہیں:

اللّٰھم انی اعوذبك من البخل، واعوذبك من الجبن واعوذبك ان ارد الی ارذل العمر واعوذبك من فتنة الدنيا واعوذبك من عذاب القبر ❶

اے اللہ! میں آپ سے بخل اور بزدلی سے پناہ مانگتا ہوں اور اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ بڑھاپے کی طرف لوٹایا جاؤں اور دنیا کے فتنہ سے اور عذاب قبر سے پناہ مانگتا ہوں۔

دعا کے آداب..... دعا کے وقت دونوں ہاتھ زیادہ سے زیادہ کندھوں تک اٹھائے اس طرح کہ بغلوں کی سفیدی نظر آجائے پھر ختم کرنے کے بعد دونوں ہاتھ منہ پر پھیرنے چاہئیں سنت کی پیروی میں۔ ابوداؤد شریف میں مالک بن یسار رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ سے مانگو تو اپنی ہتھیلیوں کو سامنے کر کے دعا کرو ہاتھ الٹے کر کے دعا نہ کرو نیز دونوں ہاتھ ملے ہوئے ہونے چاہئیں۔ طبرانی نے معجم الکبیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا کرتے تو ہتھیلیوں کو ملا کر چہرے کے سامنے رکھتے۔ اس روایت کو المواہب میں ضعیف قرار دیا ہے۔

پھر پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء پھر درود شریف اس کے بعد دعا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جب تم میں سے کوئی دعا کرے تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے پھر جو چاہے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے۔ ❷

سب سے بہتر حمد یہ ہے:

الحمدلله حمد ايوافی نعمه ويكا فی مزيده يا ربنالك الحمد كما ينبغی لجلال وجهك وعظيم سلطانك

دعا کا اختتام بھی اللہ تعالیٰ کی حمد سے ہونا چاہیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ اٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۝ یونس ۱۰/۱۰

جیسا کہ اس آیت کریمہ سے دعا کا اختتام کیا جاتا ہے:

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ۝ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ۝ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۝ الصافات ۳۷/۱۸۲

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، جو یہ پسند کرتا ہے کہ قیامت کے دن پورے پورے کیل کے ساتھ اس کو اجر دیا جائے تو اسے چاہیے کہ جب وہ مجلس سے اٹھے تو اس کا آخری کلام یہ ہونا چاہیے: ❸

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ۝ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ۝ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۝

دعا کے شروع وآخر میں درود شریف پڑھنا چاہیے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے سوار کے پیالے کی طرح نہ رکھو ❹ کیونکہ سوار اپنا پیالہ بھر کر رکھتا ہے پھر سامان اٹھاتا ہے اگر پیاس لگے تو پانی پیتا ہے یا وضو کی ضرورت ہو تو وضو کرتا ہے ورنہ گرا دیتا ہے لیکن مجھے تم دعا کے شروع درمیان اور آخر میں رکھو۔ ❺

❶..... رواہ البخاری: ❷ رواہ ابو داؤد ❸ رواہ البخاری ❹ یعنی مجھے ذکر میں اور دعا میں آخر میں نہ رکھو۔ ❺ مجمع الزوائد: ۱۰/۱۵۵

امام کے علاوہ دعا کرنے والی کو قبلہ رخ ہو کر رہنا چاہیے اس لیے کہ بہترین مجالس وہ ہیں جن میں قبلہ رخ ہو اور امام کے لیے قبلہ رخ ہونا مکروہ ہے بلکہ مقتدیوں کی طرف رخ کرے سابقہ حدیث کی وجہ سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سلام پھیرتے تو صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف منہ کرتے۔

خوب الحاح وزاری اور خوف کے ساتھ دعا مانگنی چاہیے حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ دعا میں الحاح کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں ❶ نیز حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ سے دعا کی قبولیت کے یقین کے ساتھ دعا مانگو اور یاد رکھو اللہ تعالیٰ غافل دل کی دعا نہیں سنتے۔ ❷ نیز دعا کو تین بار کرے کیونکہ یہ بھی عاجزی کی ایک قسم ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا کرتے تو تین بار کرتے اور جب سوال کرتے تو تین بار کرتے۔ ❸

پاک صاف ہونا چاہیے اور اپنی حاجت پیش کرنے سے پہلے توبہ واستغفار کرنا چاہیے۔ نیز آہستہ دعا کرنا بلند آواز سے دعا کرنے سے افضل ہے۔ دلیل اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ......الاعراف: ٧/ ٥٥

یعنی اللہ تعالیٰ سے عاجزی سے اور پوشیدہ و آہستہ مانگو نیز اس طرح دعا کرنا اخلاص کے زیادہ قریب ہے نیز سوائے حاجی کے باقی کسی نماز وغیرہ میں بلند آواز سے دعا کرنا مکروہ ہے حدیث میں ہے کہ بہترین حج وہ ہے جس میں بلند آواز سے اللہ تعالیٰ سے مانگا گیا ہو نیز دعا عمومی کرے۔ یعنی سب کے لیے دعا کرے آپ علیہ السلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے علی! عمومی دعا کرو۔ نیز دعا کے وقت بیٹھنے، الفاظ خشوع وخضوع، یقین وشوق، حضورِ قلب اور امید وغیرہ سب میں باادب طریقہ سے رہے گزشتہ حدیث میں تھا کہ غافل دل والے کی دعا قبول نہیں کی جاتی نیز دعا کے لیے اخلاص شرط ہے اللہ تعالیٰ کے نام اور اس کی صفات اور توحید وغیرہ کے وسیلہ سے دعا کرے اسی طرح دعا سے پہلے صدقہ کرے اور ان اوقات کو تلاش کرے جن میں دعا قبول ہوتی ہے اور وہ اوقات یہ ہیں۔

رات کا آخری ثلث، اذان واقامت کے درمیان، فرض نمازوں کے بعد، جمعہ کے دن امام صاحب کے منبر پر جانے سے لے کر نماز ختم ہونے تک، جمعہ کے دن عصر کے بعد دن کا آخری حصہ، عرفہ اور جمعہ کا دن، بارش کے وقت، جہاد میں صفوں کی ترتیب کے وقت اور سجدے کی حالت میں دعا جلدی قبول ہوتی ہے۔ دعا کی قبولیت کا انتظار کرنا چاہیے جیسا کہ حدیث میں گذرا کہ اللہ تعالیٰ سے مانگو اور قبولیت کا یقین کرو نیز جلدی نہیں کرنی چاہیے کہ یہ کہتا پھرے میں نے دعا مانگی تھی قبول نہیں ہوئی۔ جیسا کہ مرفوع حدیث ہے تم میں سے ہر ایک کی دعا قبول ہوگی جب کہ وہ جلدی نہ کرے صحابہ نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! جلدی کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ (یہ نہ کہے) کہ میں نے دعا کی تھی قبول نہیں ہوئی کیونکہ اس وقت اس کی دعا رد کر دی جاتی ہے۔

حنابلہ کے ہاں آنکھیں آسمان کی طرف اٹھانا مکروہ نہیں، صرف اپنے لیے دعا مانگنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ چنانچہ ابوبکرہ، ام سلمہ اور سعید بن وقاص رضی اللہ عنہم کی حدیث میں ہے اے اللہ! میں آپ سے پناہ مانگتا ہوں اور آپ سے سوال کرتا ہوں اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو خاص کیا ہے۔ نیز حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ آدمی کا اپنے لیے دعا کرنا افضل دعا ہے" نیز دعا ہلکی کرنی چاہیے کیونکہ آپ علیہ السلام نے دعا میں زیادتی سے منع فرمایا ہے اور افراط زیادہ سوال کرنے کو شامل ہے۔

اور قرآن کریم، احادیث مبارکہ، صحابہ، تابعین اور آئمہ مشہورین سے منقول دعائیں مانگنی چاہئیں ان ہی دعاؤں میں سے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز سے فراغت کے بعد اللھم انی اسئلك علماً نافعاً ورزقاً طیباً وعملاً متقبلاً۔

---

❶ ......رواہ الترمذی ❷ رواہ الترمذی ❸ رواہ مسلم

ماثور دعاؤں میں سے ایک جامع دعا یہ ہے:

اللهم انی اسألك موجبات رحمتك وعزائم مغفرتك والسلامة من كل اثم والغنيمة من كل بر والفوز بالجنة والنجاة من النار، اللهم انی اعوذبك من الهم والحزن۔ واعوذبك من العجز والكسل واعوذبك من الجبن والبخل والفشل ومن غلبة الدين وقهر الرجال اللهم انی اعوذبك من جهد البلاء ودرك الشقاء وسوء القضاء وشماتة الاعداء وعضال الداء

اے اللہ! میں آپ سے آپ کی رحمت کے اسباب اور مغفرت کے اسباب مانگتا ہوں اور ہر گناہ سے بچا رہنا اور ہر نیکی کی لوٹ اور جنت کی کامیابی اور دوزخ سے نجات اے اللہ! میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں فکر اور غم سے اور میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں کم ہمتی اور سستی سے اور آپ کی پناہ میں آتا ہوں بزدلی اور بخل سے اور قرض کے گھیر لینے سے اور لوگوں کے دباؤ سے، اے اللہ! میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں بلا کی مشقت سے اور بدبختی کے پالینے سے اور بری تقدیر سے اور دشمنوں کے طعنوں سے اور لا علاج بیماری سے۔

نمازی فرض نماز کے بعد کیا کرے.....فقہاء نے فرائض کے بعد درج ذیل چیزوں کو مستحب قرار دیا ہے ا۔اگر جماعت میں عورتیں بھی شریک ہوں تو تھوڑی دیر تک ٹھہرے رہنا تاکہ عورتیں چلی جائیں اور مردوں سے ان کا میل جول نہ ہو۔ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سلام پھیرتے تو اپنی جگہ کچھ دیر ٹھہرے رہتے۔عورتیں چلی جاتی، پھر کھڑے ہوتے،فرماتی ہیں واللہ علم یہ اس لیے ٹھہرتے تاکہ عورتیں چلی جائیں اس سے پہلے کے مردوں کے ساتھ اختلاط ہو۔❶

۲.....نمازی کو اس طرف پھرنا چاہیے جس طرف ضرورت ہو، اگر دائیں جانب ضرورت ہو تو دائیں جانب مڑے اور اگر بائیں جانب ضرورت ہو تو بائیں جانب مڑے لیکن اگر کوئی ضرورت نہ ہو تو پھر دائیں جانب مڑنا افضل ہے۔دلیل ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے تم میں سے کوئی بھی اپنی نماز میں شیطان کے لیے حصہ نہ رکھے اس طرح کے صرف دائیں جانب ہی مڑے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت دفعہ بائیں جانب مڑتے ہوئے دیکھا ہے ❷ نیز قبیصہ بن ھلب اپنے والد (ہلب) سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نمازیں پڑھی ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں جانب مڑا کرتے تھے۔❸

۳.....مستحب یہ ہے کہ نمازی فرض اور سنت نمازوں کے درمیان فرق کرے بات چیت یا جگہ تبدیل کر کے البتہ جگہ تبدیل کرنا افضل ہے کیونکہ جس جگہ فرض پڑھے ہیں وہیں پر سنتیں پڑھنے سے منع فرمایا گیا ہے اور اس جگہ سے ہٹ کر پڑھنا اس لیے بھی افضل ہے کہ جتنی جگہوں پر نماز پڑھے گا قیامت کے دن وہ جگہ اس کے نماز پڑھنے کی گواہی دے گی اور صبح کی نماز اور سنتوں میں فرق تھوڑی دیر دائیں یا بائیں کروٹ پر لیٹ کر کرے سنت کی پیروی میں۔

امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام نے جس جگہ فرض پڑھے ہیں اس جگہ سنتیں اور نفل نہ پڑھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد بھی اسی طرح ہے۔نیز امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مقتدی اگر اپنی اسی جگہ سنتیں پڑھے تو اس میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ ابن عمر نے ایسا کیا ہے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام اس جگہ سنتیں وغیرہ نہ پڑھے جس جگہ اس نے لوگوں کو نماز پڑھائی ہے۔❹

شوافع کے ہاں ❺ جن نفلوں کی جماعت نہیں انھیں مسجد کی بہ نسبت گھر پڑھنا افضل ہے یہ اس لیے کہ صحیح حدیث میں ہے کہ فرض نماز کے علاوہ آدمی کی افضل نماز وہ ہے جو گھر میں پڑھے نیز تاکہ نماز کی برکت گھر میں بھی ہو۔

---

❶.....رواه البخاری ❷رواه مسلم ❸رواه ابوداؤد (۴) المغنی: ۱/۵۶۲ (۵) شرح الحضرمية: ص ۴۹

چھٹی بحث......نماز میں دعاءقنوت پڑھنا

نماز میں دعاقنوت پڑھنا مستحب ہے، لیکن کس نماز میں دعاءقنوت پڑھے اس میں فقہاء کی مختلف آراء ہیں حنفیہ اور حنابلہ اس بات پر تو متفق ہیں کہ وتر میں قنوت پڑھے لیکن کب پڑھے اس میں حنفیہ کے ہاں رکوع سے پہلے اور حنابلہ کے ہاں رکوع کے ہاں البتہ ان کے ہاں اس کے علاوہ کسی نماز میں قنوت نہ پڑھی جائے۔

مالکیہ اور شوافع کے ہاں صبح کی نماز میں رکوع کے بعد پڑھے البتہ مالکیہ کے ہاں رکوع سے پہلے پڑھنا افضل ہے نیز مالکیہ کے ہاں صبح کی نماز کے علاوہ باقی نمازوں میں قنوت پڑھنا مکروہ ہے البتہ اگر مسلمانوں پر کوئی آفت آجائے تو جہری نمازوں میں قنوت نازلہ پڑھی جائے حنفیہ کے ہاں اور حنابلہ کے ہاں صبح کی نماز میں جب کہ شوافع کے ہاں تمام فرض نمازوں میں ہر مذہب پر تفصیلی روشنی آئندہ مباحث میں ہے۔

ا۔دعائے قنوت وتر میں یا صبح کی نماز میں:

حنفیہ کے ہاں...... (1) نمازی نماز وتر میں دعائے قنوت اس طرح پڑھے کہ قرأت ختم ہونے کے بعد ہاتھ اٹھائے جس طرح ابتداء نماز میں اٹھاتا ہے پھر ان کو ناف کے نیچے باندھ لے پھر قنوت پڑھے اس کے بعد رکوع کرے، نماز وتر کے علاوہ قنوت نہ پڑھے البتہ اگر مسلمانوں پر کوئی آفت آجائے تو جہری نمازوں میں قنوت نازلہ پڑھے۔اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فجر کی نماز میں ایک مہینہ قنوت پڑھی ہے وہ بالا جماع منسوخ ہے۔ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز میں ایک ماہ قنوت پڑھی پھر اس کو چھوڑ دیا۔ (2)

حکم......امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ہاں قنوت پڑھنا واجب ہے اور صاحبین رحمہ اللہ کے ہاں سنت ہے جیسا کہ وتر کے بارے میں ان کا اختلاف ہے۔

کب پڑھے؟......پورا سال وتر کی تیسری رکعت میں رکوع سے پہلے پڑھے۔دلیل وہ حدیث ہے جو بہت سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے (جن میں حضرت عمر، علی، ابن مسعود، ابن عباس اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہم اجمعین بھی ہیں) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قنوت وتر میں رکوع سے پہلے ہوتی تھی۔ (3)

مقدار قنوت؟اس کی مقدار سورہ انشقاق جتنی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ قنوت میں **اللهم انا نستعينك** یا **اللهم اهدنا فيمن هديت**......الخ پڑھتے تھے اور یہ دونوں اس صورت کے برابر ہیں۔

حنفیہ اور مالکیہ کے ہاں الفاظ قنوت: درج ذیل ہیں:

اللهم انا نستعينك ونستهديك ونستغفرك ونتوب اليك ونؤمن بك ونتوكل عليك ونثنى عليك الخير كله ونشكرك ولا نكفرك ونخلع ونترك من يفجرك اللهم اياك نعبد ولك نصلى ونسجد واليك نسعى ونحفد نرجوا رحمتك ونخشى عذابك ان عذابك الجد بالكفار ملحق

اے اللہ! ہم تجھ سے مدد مانگتے ہیں اور تجھ سے راہنمائی چاہتے ہیں اور تیری بخشش چاہتے ہیں اور آپ کی طرف توبہ کرتے ہیں اور تجھ پر ایمان رکھتے ہیں اور تجھ پر بھروسہ رکھتے ہیں اور تیری تمام خوبیاں بیان کرتے ہیں، تیرا شکر کرتے ہیں اور تیری ناشکری نہیں کرتے اور علیحدہ رہتے ہیں اور چھوڑتے ہیں ہم اس کو جو تیری نافرمانی کرے اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیرے ہی لیے نماز پڑھتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں اور تیری ہی طرف دوڑتے ہیں اور خدمت کرتے ہیں تیری رحمت کی امید رکھتے ہیں اور تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں تحقیق تیرا

(1)......البدائع: ۱/۲۷۳۔ (2)نصب الراية: ۲/۲۷ واحمد وبخاری۔ (3)نصب الراية: ۲/۱۲۳

سخت عذاب کافروں کو پہنچنے والا ہے۔

اس کی دلیل مراسیل ابوداؤد میں خالد بن ابی عمران کی روایت ہے فرماتے ہیں کہ اس دوران کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ مضر والوں کے لیے بدعا فرما رہے تھے جبریل آئے۔ انھوں نے آپ کو اشارہ کیا کہ خاموش ہو جائیں تو آپ خاموش ہو گئے تو جبرائیل نے کہا: اے محمد! اللہ تعالیٰ نے آپ کو برا کہنے اور لعن طعن کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا آپ کو تو رحمۃ اللعالمین بنا کر بھیجا ہے آپ کا احکام میں کچھ حصہ نہیں پھر آپ کو قنوت سکھائی: اللھم انا نستعینك۔

نیز تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اس قنوت پر متفق ہیں لہٰذا افضل یہ ہے کہ اس کو پڑھا جائے البتہ اگر اس کے علاوہ کوئی قنوت پڑھے تو وہ بھی جائز ہے اور اگر اس کے ساتھ کوئی اور بھی پڑھے تو زیادہ بہتر ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ اس کے بعد وہ قنوت پڑھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو سکھائی تھی یعنی اللھم اھدنا فیمن ھدیت پھر قنوت کے بعد مفتی بہ قول کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے یعنی وصلی اللہ علی سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم پڑھے۔

اور جو شخص عربی اچھی طرح نہ جانتا ہو یا اس کو قنوت یاد نہ ہو تو وہ درج ذیل میں سے کوئی دعا پڑھ لے:

یارب تین مرتبہ یا اللھم اغفرلی تین مرتبہ یا ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار البتہ یہ آخری آیت پڑھنا افضل ہے۔

بلند آواز سے پڑھے یا آہستہ آواز سے تو حنفیہ کے ہاں امام اور مقتدی دونوں پست آواز سے پڑھیں۔ اگر کوئی بھول جائے تو پھر کیا کرے؟ اگر نمازی قنوت پڑھنا بھول گیا یہاں تک کہ رکوع کر لیا اور پھر رکوع میں یا رکوع کے بعد یاد آیا تو اب لوٹ کر قنوت نہ پڑھے بلکہ قنوت اس سے ساقط ہو گئی صرف آخر میں سجدہ سہو کر لے۔ لیکن اگر کوئی لوٹ آیا اور قنوت پڑھ لی تو دوبارہ رکوع نہ کرے کیونکہ رکوع قرأت کے بعد ہو گیا تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔

مقتدی بھی قنوت پڑھے گا اور اگر کسی شافعی المسلک کے پیچھے نماز پڑھی تو رکوع کے بعد پڑھے کیونکہ اس میں اختیار کی گنجائش ہے یا یہ اجتہادی مسئلہ ہے۔

اگر مقتدی وتر کی تیسری رکعت کے رکوع میں امام سے ملا تو وہ نماز کے آخر میں قنوت نہ پڑھے کیونکہ حکماً اس نے قنوت پالی ہے۔

اگر امام صبح کی نماز میں قنوت پڑھے تو امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے ہاں مقتدی خاموش کھڑا رہے قنوت نہ پڑھے یہی صحیح ہے کیونکہ یہ قنوت منسوخ ہے اس میں متابعت صحیح نہیں جب کہ امام ابو یوسف کے ہاں قنوت پڑھ لے کیونکہ مقتدی امام کے تابع ہے اور قنوت پڑھنا اجتہادی مسئلہ ہے۔

مالکیہ کے ہاں...... مالکیہ کے ہاں صبح کی نماز میں رکوع سے پہلے آہستہ قنوت پڑھنا مستحب ہے اور رکوع کے بعد جائز ہے نماز وتر اور دوسری نمازوں میں پڑھنا مکروہ ہے۔

الفاظ قنوت وہی ہیں جو حنفیہ کے ہاں ہیں یعنی اللھم انا نستعینك اور مشہور قول کے مطابق اللھم اھدنا فیمن ھدیت اس کے ساتھ نہ ملائے۔

نیز امام مقتدی اور منفرد سب آہستہ پڑھیں اور ہاتھ اٹھانے میں بھی حرج نہیں۔

شوافع کے ہاں...... شافعیہ کے ہاں نماز فجر کی دوسری رکعت میں قنوت پڑھنا سنت ہے اور شوافع کے قنوت کے الفاظ یہ ہیں:

اللھم اھدنی فیمن ھدیت وعافنی فیمن عافیت وتولنی فیمن تولیت وبارک لی فیما

اعطیت وقنی شر ماقضیت فانك تقضی ولایقضی علیك وانه لایذل من والیت ولا یعز من عادیت تبارکت ربنا وتعالیت ولك الحمد علی ماقضیت استغفر واتوب الیك صلی اللہ علیه وسلم ومحمد النبی الامی وعلی آله وصحبه وسلم

امام کو قنوت جمع کے صیغوں کے ساتھ پڑھنی چاہیے یعنی اللھم اھدنا کیونکہ بیہقی میں جمع کے الفاظ کے ساتھ روایت ہے جو امام پر محمول ہے اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الاذکار میں فرمایا ہے کہ امام کے لیے مکروہ ہے کہ صرف اپنے لیے دعا کرے کیونکہ حدیث میں ہے کہ کوئی بندہ امامت کرنے والا صرف اپنے لیے دعا نہ کرے مقتدیوں کو چھوڑ کر اگر ایسا کیا تو اس نے خیانت کی۔

شوافع کی ان الفاظ پر دلیل مستدرک حاکم میں ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر میں دوسری رکعت کے رکوع کے بعد سر اٹھاتے تو ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کرتے: اللھم اھدنی فیمن ھدیت اور بیہقی نے فلك الحمد علی ماقضیت کے الفاظ کا اضافہ کیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ فجر میں قنوت پڑھتے رہے ہیں یہاں تک کہ دنیا کو داغ مفارقت دے گئے نیز عمر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کی موجودگی میں نماز فجر میں قنوت پڑھتے رہے ہیں صحیح یہ ہے کہ قنوت کے آخر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھا جائے کیونکہ صحیح احادیث میں اس کا ذکر ہے نیز آل پر بھی درود پڑھا جائے اور ہاتھ بھی اٹھانے سنت ہیں جیسا کہ تمام دعاؤں میں سنت کی اتباع میں ہاتھ اٹھائے جاتے ہیں۔

نیز اگر کسی مصیبت کے خاتمے کے لیے دعا کی جائے تو پھر ہاتھوں کی پشت آسمان کی طرف کرنا سنت ہے اور اگر کوئی نعمت حاصل کرنی ہے تو پھر ہتھیلیاں آسمان کی طرف کرنی چاہیں اور بعض شوافع نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ قنوت میں وقنی شر ما قضیت پڑھتے وقت ہاتھ نہ اٹھائے جائیں کیونکہ نماز میں حرکت مطلوب نہیں۔

اور صحیح بات یہ ہے کہ قنوت کے بعد ہاتھوں کو چہرے پر نہ پھیرے کیونکہ پھیرنا ثابت نہیں جیسا کہ بیہقی میں ہے۔ نیز امام قنوت بلند آواز سے پڑھے اور مقتدی آمین کہیں وقنی شر ماقضیت تک اور فانك تقضی پڑھتے وقت اللہ تعالیٰ کی تعریف وثناء آہستہ کرے کیونکہ یہ بھی ثناء اور ذکر ہے جس میں خفت ضروری ہے۔ یا کہے اشہد لیکن ثناء بیان کرنا اولیٰ ہے اور بعض کے ہاں اشہد کہنا اولیٰ ہے اور اگر مقتدی امام کی قنوت نہ سنے تو خود آہستہ آہستہ پڑھتا رہے جیسا کہ ساری دعائیں اور اذکار نہ سننے کی صورت میں آہستہ پڑھتا ہے۔

قنوت کے آخر میں درود شریف پڑھنا دعا ہے تا کہ آمین کہے یا ثناء ہے تا کہ خود بھی پڑھے صحیح تو یہ ہے کہ دعا ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ آمین بھی کہے اور درود خود بھی پڑھے صرف آمین کہنے پر اکتفاء نہ کرے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے" یہ نمازی کے لیے نہیں اور آمین بھی درود پڑھنے کے مترادف ہے۔

اس دعا کے علاوہ باقی دعائیں پڑھنا جن میں اللہ تعالیٰ کا ذکر اور ثناء وتعریف ہو درست ہے مثلاً اللھم اغفرلی یاغفور اس میں اغفرلی دعا ہے اور یاغفور ثناء ہے اسی طرح وارحمنی یارحیم یاوالطف بی یالطیف وغیرہ پڑھنا، البتہ بہتر یہی ہے کہ سابقہ دعا اللھم اھدنی ہی پڑھی جائے جس طرح تشہدوں کو لمبا کرنا مکروہ ہے اسی طرح قنوت کو لمبا کرنا بھی مکروہ ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم والی قنوت اللھم اھدنی اور عمر وابن عمر رضی اللہ عنہ والی قنوت اللھم انا نستعینك دونوں کو ملا کر پڑھنا منفرد اور لمبی قراءت پر راضی مقتدیوں کے امام کے لیے مستحب ہے لیکن اگر صرف ایک پڑھنا چاہے تو پہلی قنوت ہی پڑھے۔

نیز ان دونوں قنوتوں پر درج ذیل الفاظ کا اضافہ کر سکتا ہے:

اللھم عذب الکفرۃ والمشرکین اعدائك اعداء الدین الذین یصدون عن سبیلك

ویکذبون رسلك ویقاتلون اولیا ئك اللهم اغفر المؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات الاحیاء منهم والاموات اللهم اصلح ذات بینهم والف بین قلوبهم واجعل فی قلوبهم الایمان والحکمة وثبتهم علی ملة رسولك واوزعهم ان یوفوا بعهدك الذی عاهدتهم علیه، وانصرهم علی عدوك وعدوهم اله الحق واجعلنا منهم

اے اللہ! کفار اور مشرکین جو آپ کے اور آپ کے دین کے دشمن ہیں انہیں عذاب دے جو کہ آپ کے راستے سے روکتے ہیں اور آپ کے رسولوں کو جھٹلاتے ہیں اور آپ کے نیک بندوں کو قتل کرتے ہیں۔ اے اللہ! مغفرت فرما دیجئے مومنین اور مؤمنات کی مسلمان مردوں اور عورتوں کی جو ان میں سے زندہ ہیں یا وفات پا گئے۔ اے اللہ! ان کے درمیان اصلاح کا معاملہ فرما ان کے دلوں میں محبت پیدا فرما اور ان کے دلوں میں ایمان اور حکمت ڈال دے اور انہیں اپنے رسول کی ملت پر ثابت قدم رکھ اور ان کے دل میں الہام کر اس بات کا کہ جو عہد آپ نے ان سے کیا ہے اس کو پورا کریں اور ان کی مدد فرما اپنے اور ان کے دشمنوں کے مقابلہ میں اے برحق معبود ہیں بھی ان ہمیں سے بنا دے۔

قنوت چونکہ نماز کے ابعاض میں سے ہے لہٰذا اگر کسی نے پوری یا آدھی یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قنوت میں سے کچھ حصہ چھوڑ دیا جب کہ دونوں کو ملا کر پڑھا تھا یا درود شریف آخر میں نہ پڑھا تو سجدہ سہو کرے جیسے کہ اگر کسی حنفی امام کی اقتداء میں نماز پڑھنے کی وجہ سے قنوت چھوڑ نے یا اس امام کے قنوت چھوڑنے کی صورت میں سجدہ سہو کرنا ہے۔

حنابلہ کا مذہب..... حنابلہ کے ہاں بھی حنفیہ کی طرح وتر کی آخری رکعت میں پورا سال قنوت پڑھنا سنت ہے اور رمضان نصف آخر میں رکوع کے بعد قنوت پڑھے جیسا کہ شوافع کے ہاں ہے البتہ اگر اس میں بھی رکوع سے پہلے پڑھ لی تو کوئی حرج نہیں دلیل ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رکوع کے بعد قنوت پڑھتے تھے اور حمید نے روایت کی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نماز فجر میں قنوت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ہم رکوع سے پہلے اور کبھی بعد میں بھی قنوت پڑھتے تھے۔

اور اگر امام ہے یا منفرد ہے تو جہراً قنوت پڑھے یعنی اللهم انا نستعینك اور اللهم اهدنی فیمن هدیت البتہ اللهم اهدنی پڑھنا ان کے ہاں اولیٰ ہے جیسے کہ ابن قدامہ حنبلی نے ذکر کیا ہے دلیل حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند کلمات وتر میں پڑھنے کے لیے سکھائے یعنی اللهم اهدنی فیمن هدیت نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نماز فجر میں یہ قنوت پڑھتے تھے۔

بسم الله الرحمٰن الرحیم اللهم انا نستعینك۔ اور آخر میں درود شریف پڑھے نیز ان کے علاوہ باقی دعائیں پڑھنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

جب امام قنوت پڑھنا شروع کرے تو مقتدی آمین کہتے رہیں اس میں ہاتھ بھی اٹھائے اور آخر میں منہ پر بھی پھیرے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جب تم دعا کرو تو ہتھیلیاں سامنے رکھ کر دعا کرو ہاتھ الٹے نہ رکھو اور جب فارغ ہو جاؤ تو دونوں ہاتھ منہ پر پھیر لو۔ نیز سائب بن یزید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا کرتے تو ہاتھ اٹھاتے اور دونوں ہاتھ چہرے پر پھیرتے مقتدی اگر قنوت سن رہا ہو تو صرف آمین کہے اور اگر خود قنوت نہیں سن رہا تو دعا کرتا رہے۔

حنفیہ کی طرح حنابلہ کے ہاں بھی قنوت صرف وتر میں پڑھی جائے فجر یا دوسری نمازوں میں نہ پڑھی جائے دلیل حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک (فجر کی نماز میں) عرب کے ایک قبیلہ کے لیے بددعا کی پھر اس کو چھوڑ دیا۔

۲۔ قنوت نازلہ..... حنفیہ، شوافع اور حنابلہ کے ہاں قنوت نازلہ پڑھنا مشروع ہے، حنفیہ کے ہاں صرف جہری نمازوں میں حنابلہ کو شوافع

کے ہاں تمام فرض نمازوں میں البتہ حنابلہ کے ہاں جمعہ میں صرف خطبہ پڑھے قنوت نازلہ نہ پڑھے اور اس قنوت کو جہراً آواز بلند پڑھے۔

نازلہ کے معنی...... اگر مسلمانوں پر کسی قسم کا خوف، قحط سالی، وبا، بیماری ٹڈی دل یا اس طرح کی کوئی مصیبت نازل ہو (تو اسے نازلہ کہتے ہیں) کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیر معونہ کے شہدا صحابہ کے قاتلوں پر ایک مہینہ قنوت پڑھی اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کے لیے بد دعا کرتے یا دعا کرتے تو رکوع کے بعد قنوت پڑھتے نیز شوافع کے ہاں قنوت صرف کسی مصیبت وغیرہ کے موقع پڑھی جائے ہمیشہ پڑھنا مشروع نہیں۔

اور وہ قنوت نازلہ پڑھے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے منقول ہے چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ وہ یہ قنوت پڑھتے تھے۔

اللهم اغفر للمؤمنين والمؤمنات، والمسلمين والمسلمات، والف بين قلوبهم واصلح ذات بينهم وانصرهم على عدوك وعدوهم اللهم العن كفرة اهل اللكتاب الذين يكذبون رسلك ويقاتلون اوليائك اللهم خالف بين كلمتهم وزلزل اقدامهم وانزل بهم باسك الذى لايرد عن القوم المجرمين بسم الله الرحمٰن الرحيم اللهم انا نستعينك

اگر قنوت نازلہ رہ جائے تو سجدہ سہو کرنا سنت نہیں کیونکہ یہ نماز کے ابعاض میں سے نہیں جیسا کہ شوافع نے کہا ہے۔

ساتویں بحث: نماز وتر...... نماز وتر کے متعلق درج ذیل چیزیں بیان ہوں گی حکم یا صفت یعنی واجب ہے یا سنت، کس پر واجب ہے، مقدار کیا ہے، وقت کونسا ہے، قرأت کی کیفیت، قنوت پڑھنا، اور محل قنوت یعنی کب قنوت پڑھی جائے گی۔

ا۔ وتر کا حکم...... وتر پڑھنا بالا جماع مطلوب ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اے اہل قرآن وتر پڑھا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ وتر ہیں اور وتر کو پسند کرتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وتر فرض تھے حدیث میں ہے آپ نے فرمایا: تین چیزیں ایسی ہیں جو مجھ پر فرض ہیں تم پر فرض نہیں:

ا..... نماز چاشت ۲..... قربانی ۳..... اور وتر۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں نماز عید کی طرح وتر بھی واجب ہیں جب کہ صاحبین اور باقی فقہاء کے ہاں سنت ہیں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر ایک نماز زیادہ کی ہے سنو وہ وتر ہے اس کو عشاء اور فجر کے درمیان پڑھو "فصلوا" امر ہے اور امر وجوب کے لیے ہوتا ہے تمام حنفیہ کے ہاں وتر کے منکر کی تکفیر نہیں کی جائے گی کیونکہ اس کا وجوب اخبار آحاد سے ہے یہی معنی ان کا جو اس کو سنت کہتے ہیں البتہ امام ابو حنیفہ کے ہاں بلا عذر بیٹھ کر یا سواری پر وتر پڑھنا جائز نہیں۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کی تائید دوسری احادیث بھی کرتی ہیں ان میں سے ایک ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت بھی ہے کہ وتر حق ہیں جو پانچ پڑھنا پسند کرے تو وہ پانچ پڑھے اور جو تین پڑھنا پسند کرے وہ تین پڑھے اور جو ایک پڑھنا پسند کرے تو وہ ایک پڑھے اور ایک بریدۃ کی حدیث ہے کہ وتر حق ہیں جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

جمہور وتروں کی سنیت پر بہت ساری احادیث سے استدلال کرتے ہیں جن میں سے کچھ یہ ہیں:

ا..... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعرابی (دیہاتی) کو یہ کہنا جب کہ اس نے فرائض کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا پانچ نمازیں فرض ہیں پھر اس نے کہا کیا اس کے علاوہ میرے اوپر کچھ ہے تو آپ نے فرمایا نہیں صرف نفل ہیں۔

۲.....عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو جھوٹا قرار دیا جس نے ان سے کہا تھا کہ وتر واجب ہیں اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ایک انسان پر دن رات میں پانچ نمازیں اللہ تعالیٰ نے فرض کی ہیں۔

۳.....حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ وتر فرض نہیں جس طرح کے فرض نمازیں ہیں البتہ سنت ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جاری کیا ہے۔

نیز بغیر ضرورت کے سواری پر وتر پڑھنا جائز ہیں لہٰذا یہ سنت کے مشابہ ہیں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ پر وتر پڑھے۔

مصنف کتاب فرماتے ہیں کہ جمہور کی رائے حق ہے کیونکہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے جن احادیث سے استدلال کیا ہے اگر وہ صحیح ہوں تو پھر تائید پر محمول ہیں لیکن محدثین نے ان پر کلام کیا ہے مثلاً حدیث من لم یوتر فلیس منا ضعیف ہے اور ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث الوتر حق اگر چہ اس کے راوی ثقہ ہیں لیکن یہ تاکید پر محمول ہے۔ امام احمد بن حنبل کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے جان بوجھ کر وتر چھوڑے وہ برا آدمی ہے اس کی گواہی قبول نہ کی جائے۔

۲۔ وتر کس پر واجب ہیں...... امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں وتر جمعہ اور عیدین کی طرح ہر مسلمان عاقل بالغ مرد وعورت پر واجب ہیں دلیل ابوایوب رضی اللہ عنہ والی گذشتہ روایت ہے کہ وتر حق ہیں اور ہر مسلمان پر واجب ہیں جو پانچ پڑھنا پسند کرے وہ پانچ پڑھے اور جو تین پڑھنا پسند کرے وہ تین پڑھے اور جو ایک پڑھنا پسند کرے وہ ایک وتر پڑھے۔

جب کہ جمہور کے ہاں ہر مسلمان پر سنت مؤکدہ ہیں۔

۳۔ وتر کی مقدار اور طریقہ...... حنفیہ کے ہاں وتر کی تین رکعتیں ہیں، جن میں سلام کے ذریعے فصل نہیں بلکہ سلام آخر میں ہے جیسے نماز مغرب میں یہی وجہ ہے اگر کوئی تشہد اول بھول کر کھڑا ہوگیا تو اب واپس نہیں بیٹھے اگر واپس بیٹھا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ دلیل حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین وتر پڑھتے تھے اور سلام آخر میں پھیرتے تھے۔ ❶

وتر کی نماز نیت کے بغیر جائز نہیں بلکہ تین رکعات وتر کی نیت کی جائے اور تینوں رکعتوں میں فاتحہ اور سورت پڑھے دو تشہد یعنی اول واخیر کرے تیری رکعت کے شروع میں ثناء نہ پڑھے تیسری رکعت کی قرأت کے اختتام پر تکبیر کہے اور ہاتھ اٹھائے پھر رکوع سے قنوت پڑھے۔ آخر میں دائیں بائیں سلام پھیرے پس وتروں میں ایک تکبیر تحریمہ اور ایک سلام ہے۔

مالکیہ کے ہاں وتر کی ایک رکعت ہے البتہ اس سے پہلے عشاء کی دو سنتیں پڑھ کر سلام پھیرے پھر ایک وتر اس طرح پڑھے کہ اس میں فاتحہ کے بعد سورۃ اخلاص اور معوذتین پڑھے۔

حنابلہ بھی ایک رکعت وتر کے قائل ہیں، امام احمد نے فرمایا کہ ہم وتر کی ایک رکعت کے قائل ہیں، اگر کسی نے تین یا اس سے زیادہ پڑھے تو بھی کوئی حرج نہیں۔

شوافع کے ہاں وتر کی کم سے کم ایک رکعت ہے اور زیادہ سے زیادہ گیارہ رکعتیں ہیں اور افضل یہ ہے کہ جو شخص ایک رکعت سے زیادہ پڑھنا چاہے تو وہ اس کی رکعات میں سلام کے ذریعے فاصلہ کرے اس طرح کہ پہلے وتر کی دو رکعتوں کی نیت کرے اور سلام پھیرے پھر ایک رکعت کی نیت کرے اور سلام پھیرے۔ ابن حبان میں روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعتوں اور وتروں کے درمیان فصل کرتے تھے۔

جو دلیل مالکیہ اور حنابلہ کی ہے وہی دلیل شوافع کی بھی ہے وتر کی کم مقدار پر مسلم شریف میں ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کی روایت ہے کہ رات کے آخری حصہ میں ایک رکعت وتر ہیں۔

---

❶ رواه الحاكم وقال انه على شرط البخاري ومسلم۔

ابوداؤد میں ابوایوب کی روایت میں ہے کہ جو شخص ایک وتر پڑھنا پسند کرے تو وہ ایک پڑھ لے اور صحیح ابن حبان میں ابن عباس رضی اللہ عنہم کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رکعت وتر پڑھے کمال کی کم سے کم مقدار تین ہیں اور کمال کی کامل مقدار پانچ پھر سات پھر نو پھر گیارہ رکعات ہیں۔ گیارہ رکعات صحیح احادیث کی وجہ سے زیادہ سے زیادہ کی آخری حد ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان یا غیر رمضان میں گیارہ ہی رکعات پڑھتے تھے تمام سنتوں کی طرح ان پر زیادتی واضافہ صحیح نہیں مسلم شریف میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عشاء سے فجر تک گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے ہر دو رکعتوں کے بعد سلام پھیرتے تھے اور ایک وتر پڑھتے تھے نیز آپ علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ رات کی نماز دو دو رکعتیں ہیں جب تم صبح ہونے کا خطرہ محسوس کرو تو ایک وتر پڑھ لیا کرو۔

وتر کی پانچ رکعتیں ابوایوب رضی اللہ عنہ کی گذشتہ روایت سے ثابت ہیں یعنی وتر حق ہیں اور ہر مسلمان پر واجب ہیں پس جو پانچ وتر پڑھنا پسند کرے تو وہ پانچ پڑھے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ پانچ وتر پڑھا کرتے تھے اور صرف آخر میں سلام پھیرکرتے تھے نیز حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے متفق علیہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے ان میں سے پانچ وتر پڑھتے تھے اس طرح کہ صرف آخر میں بیٹھتے تھے اسی طرح ابن عباس سے بھی روایت ہے اور حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین وتر نہ پڑھا کرو پانچ یا سات وتر پڑھا کرو اور نماز مغرب کی مشابہت نہ اختیار کرو۔ وتر کی سات اور نو رکعتیں مسلم شریف اور ابوداؤد شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے ثابت ہیں اور ان کی تائید ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے ہوتی ہے جب کہ وتر کی گیارہ رکعتیں بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے صحیحین میں ثابت ہیں جس کا تذکرہ پہلے ہوگیا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ وہ احادیث جن میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رکعت وتر پڑھے تو اس سے پہلے نماز ہوتی تھی۔

۴۔ **وتر کا وقت**...... اصل اور مستحب وقت: جمہور کے ہاں وتر کا وقت نماز عشاء کے بعد سے طلوع فجر تک کا ہے لہٰذا نماز عشاء پڑھنے سے پہلے وتر پڑھنا صحیح نہیں اگر کسی نے نماز عشاء سے پہلے جان بوجھ کر یا بھول کر وتر پڑھ لیے تو ان کا اعتبار نہیں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے وتر کا وقت عشاء کا وقت ہے مگر یہ مشروع عشاء کے بعد ہیں پس نماز عشاء پڑھنے سے پہلے ان کو ادا کرنا جائز نہیں باوجود یکہ یہ اس کا وقت ہے کیونکہ شرط نہیں یعنی ترتیب نہیں پائی گئی۔ البتہ اگر کسی نے بھول کر نماز عشاء پڑھنے سے پہلے وتر پڑھ لیے تو دوبارہ نہیں لوٹائے گا۔ صاحبین اور باقی فقہاء کے ہاں لوٹانے ہوں گے دلیل حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری مدد کی ہے ایک نماز سے جو تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے وہ وتر ہیں اللہ تعالیٰ نے عشاء طلوع فجر کے درمیان اس کو تمہارے لیے رکھا ہے۔

پوری رات اس کا وقت ہونے کی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پوری رات میں وتر ادا کیے ہیں کبھی شروع میں، کبھی درمیان رات اور کبھی آخر رات آپ کے وتر سحری کے وقت ختم ہوتے تھے۔ ابوسعید کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صبح ہونے سے پہلے وتر پڑھ۔

مالکیہ کے ہاں وتر کا اختیاری وقت ثلث لیل تک ہے اور وقت ضروری طلوع فجر سے نماز صبح ختم ہونے تک اگر اس نے صبح کی نماز پڑھ لی تو وتر کا وقت ضروری نکل جائے گا اور وتر ساقط ہوجائیں گے کیونکہ نوافل میں سے صرف فجر کی سنتوں کی قضاء ہے ان کے ہاں وہ بھی زوال سے پہلے پہلے، وقت ضروری تک تاخیر کرنا بلا عذر مکروہ ہے اور رات کے آخری حصہ میں وتر کا افضل وقت ہے۔ جس شخص نے رات کے پہلے حصہ میں وتر پڑھے پھر بعد میں نفل پڑھے تو وہ وتر دوبارہ نہیں پڑھے گا یہ جمہور کے ہاں ہے کیونکہ ایک رات میں دو دفعہ وتر نہیں ہیں۔

شوافع کے ہاں آدھی رات تک پسندیدہ وقت ہے اور باقی وقت جائز ہے جب عشاء کو مغرب کے ساتھ ملا کر مغرب کے وقت میں پڑھے تو اس وقت اگر چہ عشاء کا وقت داخل نہ ہوا ہو وتر پڑھنا جائز ہے نیز وتر کو رات کی آخری نماز کے طور پر رکھنا چاہیے اگر چہ اس سے پہلے سولے شیخین کی روایت ہے رات کی آخری نماز وتر بنائیں اگر کسی نے تہجد پڑھنی ہے تو وتر کو تہجد سے مؤخر کرے ورنہ عشاء کے فرض اور سنتوں سے مؤخر کرے اگر رات کے آخری حصہ میں بیدار نہ ہو سکتا ہو اور اگر بیدار ہونے کی امید ہے تو پھر وتر موخر کرنا افضل ہے۔ مسلم شریف کی روایت ہے کہ جسے خوف ہو کہ وہ رات کے آخری حصہ میں نہیں بیدار ہو سکے گا تو وہ شروع ہی میں وتر پڑھ لے اور جسے امید ہو کہ اٹھ سکے گا تو وہ آخر رات میں وتر پڑھے کیونکہ رات کے آخری حصہ کی نماز حاضری کی جائے گی۔

یہ افضل ہے اور اسی پر مسلم شریف کی یہ حدیث کہ صبح پر وتر کے ذریعہ سبقت لے جاؤ۔

اگر کسی نے پہلے وتر پڑھے پھر تہجد پڑھے تو وتروں کو دوبارہ نہیں پڑھے گا یعنی وتر کا اعادہ مسنون نہیں حدیث کی وجہ سے ایک رات میں دو وتر نہیں۔

حنفیہ کے ہاں وتر کا مستحب وقت رات کا آخری حصہ ہے دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وتروں کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: کبھی رات کے شروع میں پڑھتے تھے کبھی درمیان میں اور کبھی آخر میں لیکن پر آخری عمر تک آپ نے وتر رات کے آخری حصے ہی میں پڑھے ہیں نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے تم میں سے کوئی ایک دو رکعتیں پڑھتا رہے جب صبح ہونے کا خوف ہو تو ایک رکعت پڑھے اور اس کو وتر بنا لے جو رات میں پڑھا ہے۔

حنابلہ کے ہاں بھی رات کے آخری حصہ میں وتر پڑھنا افضل ہیں اور یہ متفق علیہ بات ہے مسلم شریف کی حدیث سابق کی وجہ سے **من خاف الا یقوم من آخر اللیل** اور شیخین کی روایت کہ رات کی آخری نماز وتر بناؤ اگر رات کے آخری پہر میں جاگنے کی امید نہ ہو تو شروع میں نماز وتر پڑھنا مستحب ہے۔ یہ بھی متفق علیہ ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوہریرہ، ابوذر اور ابودرداء رضی اللہ عنہم کو سونے سے پہلے وتر پڑھنے کی وصیت کی ہے اور فرمایا جسے خوف ہو کہ رات کے آخری پہر میں نہیں جاگ سکے گا تو وہ شروع رات میں وتر پڑھ لے جس شخص نے رات کو وتر پڑھ لیے پھر تہجد کے لیے اٹھا تو حنابلہ کے ہاں مستحب یہ ہے کہ دو دو رکعتیں پڑھے اور وتر کو نہ توڑے اس کا معنی یہ ہے کہ جب تہجد کے لیے اٹھے تو ایک رکعت پڑھ کر پہلے وتر کو شفع بنا دے پھر دو دو رکعتیں پڑھے اور پھر تہجد کے آخر میں وتر پڑھے دلیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ رات کی آخری نماز وتر کو بناؤ حنابلہ کی یہ رائے جمہور کی رائے کے خلاف ہے۔

حنابلہ نے ذکر کیا ہے کہ اگر کسی شخص نے امام کے ساتھ نماز پڑھی تو وتر میں اس کی متابعت کرے لیکن آخر رات میں وتر پڑھنا پسندیدہ ہے پس جب امام سلام پھیرے تو مقتدی سلام نہ پھیرے بلکہ کھڑا ہو جائے اور ایک رکعت پڑھ کر امام کے ساتھ پڑھی ہوئی نماز کو شفع بنا دے۔

۵۔ **وتر میں قرأت**...... حنفیہ کے ہاں وتر کی تمام رکعات میں قرأت کرنا واجب ہے، ان کے ہاں پہلی رکعت میں سورت اعلیٰ دوسری میں کافرون تیسری میں اخلاص پڑھنا حدیث کی رو سے مستحب ہے۔ ابی ابن کعب سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی پہلی رکعت میں "سبح اسم ربك الاعلی دوسری میں قل یایها الکافرون اور تیسری میں قل هوالله احد" پڑھتے تھے اور سلام صرف آخر میں پھیرتے تھے۔ مالکیہ کے ہاں وتر کی ایک رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ اخلاص اور معوذتین پڑھنا مستحب ہے اور اس سے پہلے کی دو رکعتوں میں سے پہلی میں سورۃ الاعلیٰ اور دوسری میں الکافرون، فاتحہ کے بعد پڑھنا اور اس شفع اور وتر کی رکعت کے درمیان سلام کے ذریعے فصل کرے البتہ اگر کسی کی اقتداء میں ہے اگر وہ فصل نہیں کرتا تو یہ بھی نہ کرے لیکن پہلی دو رکعتوں میں شفع کی اور آخری رکعت میں وتر کی نیت کرے۔ اور منفرد کا وتر کی رکعت کو شفع کے ساتھ ملانا مکروہ ہے نیز صرف ایک رکعت وتر پڑھنا اور اس سے پہلے دو رکعتیں نہ پڑھنا بھی مکروہ

ہے اگرچہ مریض یا مسافر ہی کیوں نہ ہو۔

شوافع کے ہاں تین رکعات وتر پڑھنے والے کے لیے مستحب ہے کہ وہ وتر کی پہلی رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد سورۃ الاعلیٰ، دوسری میں سورۃ الکافرون اور تیسری میں سورۃ الاخلاص اور معوذتین پڑھے اور جو تین سے زیادہ رکعات پڑھنا چاہے تو اس کے لیے مناسب ہے کہ وہ ان میں اسی طرح پڑھے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۃ الاعلیٰ اور دوسری میں سورۃ الکافرون اور تیسری میں **قل ھواللہ احد** اور معوذتین پڑھتے تھے۔ حنابلہ کے ہاں تیسری رکعت میں سورۃ اخلاص پر اکتفاء کرنا مستحب ہے حدیث ابی بن کعب کی وجہ سے اور پھر کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی روایت ثابت نہیں کیونکہ اس میں یحییٰ بن ایوب ہے جو کہ ضعیف ہے امام احمد اور یحییٰ بن معین نے معوذتین کی زیادتی کا انکار کیا ہے۔

۶۔ **وتر میں قنوت**..... حنفیہ اور حنابلہ کے ہاں سارا سال وتر میں قنوت پڑھی جائے گی البتہ حنفیہ کے ہاں تیسری رکعت میں رکوع سے پہلے پڑھی جائے چاہے ادا پڑھ رہا ہو یا قضاء کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع سے پہلے قنوت پڑھی ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہاتھ اٹھا کر تکبیر کہے پھر قنوت پڑھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب قنوت پڑھنے کا ارادہ کرتے تو تکبیر کہتے پھر قنوت پڑھتے یہی مالکیہ کی رائے ہے نماز فجر میں نہ کہ وتر میں اور حنابلہ کے ہاں رکوع کے بعد قنوت پڑھے۔ مسلم شریف میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رکوع کے بعد قنوت پڑھتے تھے اور حضرت ابو ہریرۃ اور انس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رکوع کے بعد قنوت پڑھتے تھے۔ حضرت ابی ابن کعب والی روایت کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ اس میں کلام ہے اور ابن مسعود والی روایت کو متروک قرار دیتے ہیں۔

حنفیہ کے ہاں قنوت کے الفاظ عمر و ابن عمر رضی اللہ عنہما والی مشہور دعا ہے جو قنوت کی بحث میں ذکر کر دی ہے یعنی **اللھم انا نستعینك** اور مفتی بہ قول کے مطابق آخر میں درود پڑھے۔ حنابلہ کے ہاں **اللھم اھدنی فیمن ھدیت** یہ دعا پڑھنا بہتر ہے اور **اللھم انا نستعینك** پڑھنا بھی جائز ہے حنفیہ کے ہاں قنوت آہستہ پڑھی جائے جب کہ حنابلہ کے ہاں امام منفرد بآواز بلند پڑھیں گے۔

شوافع کے ہاں نصف رمضان کے بعد وتر کے آخر میں رکوع کے بعد قنوت پڑھنا صبح کی نماز میں قنوت پڑھنے کی طرح مستحب ہے اور اس کے بعد **اللھم انا نستعینك ونشھدك ونستغفرك** پڑھے ابوداؤد اور بیہقی میں روایت ہے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رمضان کے نصف اخیر میں جب تراویح پڑھتے تو قنوت پڑھتے۔

وتر کے بعد ذکر..... وتر کے بعد "**سبحان الملك القدوس**" تین بار پڑھنا مستحب ہے اور تیسری بار بلند آواز سے پڑھے حضرت ابی ابن کعب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وتر کا سلام پھیرتے تو **سبحان الملک القدوس** پڑھتے عبدالرحمٰن بن ابزی نے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں سورۃ اعلیٰ، سورۃ کافرون اور سورۃ اخلاص پڑھتے اور جب وتر ختم کرتے تو **سبحان الملک القدوس** تین مرتبہ پڑھتے اور تیسری دفعہ بآواز بلند پڑھتے۔

وتر کے بعد دعا..... حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے آخر میں **اللھم انی اعوذ برضاك من سخطك واعوذ بمعافاتك من عقوبتك واعوذبك منك لا احصی ثناء علیك انت کما اثنیت علی نفسك** پڑھتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر کی کیفیت..... حضرت سعید بن ہشام سے روایت ہے کہ انھوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر کے بارے میں بتایئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مسواک اور پانی تیار رکھتیں پھر جب اللہ تعالیٰ چاہتے تو وہ رات کو اٹھتے مسواک فرماتے اور وضو کرتے اور نو رکعتیں پڑھتے آٹھویں رکعت میں بیٹھتے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے دعا کرتے پھر اٹھتے اور سلام نہ پھیرتے پھر نویں رکعت پڑھتے قعدہ کرتے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے، تعریف ودعا کرتے پھر سلام پھیرتے جو ہم سن لیتی پھر سلام کے بعد بیٹھ کر دو رکعتیں پڑھتے یہ گیارہ رکعتیں ہیں۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمر رسیدہ ہو گئے تو سات وتر پڑھتے اور پھر پہلے کی طرح بیٹھ کر دو رکعتیں پڑھتے یہ نو رکعتیں ہو گئیں اے بیٹے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی نماز پڑھتے تو اس پر دوام پسند فرماتے جب کبھی نیند کا غلبہ ہوتا یا کوئی بیماری ہوتی قیام اللیل نہ کر سکے تو دن کے وقت بارہ رکعتیں پڑھ لیتے اور مجھے یہ معلوم نہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پورا قرآن کریم ایک رات میں پڑھا ہو یا پوری رات نماز پڑھی ہو اور نہ رمضان کے علاوہ آپ نے پورا مہینہ روزہ رکھا ہے۔ احمد نسائی اور ابوداؤد وغیرہ میں ہے کہ جب آپ کی عمر زیادہ ہوگئی اور گوشت بڑھ گیا تو اب سات رکعات وتر پڑھتے چھٹی یا ساتویں رکعت میں بیٹھتے اور ساتویں رکعت ہی میں سلام پھیرتے۔

اور نسائی کی ایک روایت میں ہے کہ جب آپ کی عمر زیادہ ہوگئی اور گوشت بڑھ گیا تو آپ سات رکعتیں پڑھتے صرف آخری رکعت میں قعدہ کرتے تھے۔

ساتویں فصل......نماز کے مفسدات

نماز اقوال وافعال مخصوصہ والی عبادت ہے اس کو پورے شرائط وارکان کے ساتھ ادا کرنا واجب ہے تاکہ جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی اور مسلمانوں کو اس کا حکم دیا کہ ”جس طرح مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے اس طرح پڑھو“ کے مطابق صحیح طریقہ سے ادا ہو۔ جب نماز کسی ایسی کیفیت سے پڑھی جائے جو شریعت کے خلاف ہے تو اس سے نماز فاسد یا باطل ہو جاتی ہے فساد اور بطلان بالاتفاق عبادات میں ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے ہیں اور معاملات مثلاً بیع وغیرہ میں حنفیہ کے ہاں دو مختلف مفہوموں میں استعمال ہوتے ہیں۔

جب عبادت فاسد ہو جائے تو اس کا اعادہ واجب ہے پس فساد وبطلان یہ ہے کہ عبادت عبادت ہونے سے نکل جائے کسی فرض وغیرہ کے رہ جانے کی وجہ سے

نماز کبھی تو شروع ہی سے فاسد ہوتی ہے اس کی شرائط وغیرہ کے نہ پائے جانے کی وجہ سے مثلاً: طہارت ستر عورت وغیرہ اور دوران نماز ستر کا کھل جانا حنفیہ کے ہاں مفسد نماز ہے جب کہ ایک رکن کی ادائیگی کی مقدار کھلا رہے اور وہ تین تسبیحات کی مقدار ہے جیسا کہ کبھی نماز فاسد ہوتی ہے فرائض میں سے کسی فرض کے رہ جانے کی وجہ سے مثلاً: تکبیر تحریمہ نہ کہنا اور کبھی فاسد ہوتی ہے کسی رکن کے رہ جانے کی وجہ سے جیسے رکوع یا سجدے کا رہ جانا وغیرہ۔

ا۔ فقہاء کے ہاں مفسدات نماز......اہم مفسدات نماز یہ ہیں جب کہ یہ بات معلوم رہے کہ حنفیہ کے ہاں مفسدات نماز اڑسٹھ ہیں اور مالکیہ کے ہاں تیس کے قریب۔ شوافع کے ہاں ستائیس جب کہ حنابلہ کے ہاں چھتیس کے قریب ہیں۔

ا۔ کلام......یعنی بات خواہ بھول کر ہو یا قصداً جبکہ وہ دو حرفوں سے مرکب ہو اگر چہ ان کا کوئی مفہوم نہ ہو یا ایک حرف یا معنی ہو اور نماز سے اس کا کوئی تعلق نہ ہو دلیل زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ہم نماز میں بات چیت کیا کرتے تھے ایک آدمی دوسرے ساتھی سے جو اس کے پہلو میں ہوتا تھا بات کرتا تھا یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی: وَقُومُوا لِلّٰہِ قَانِتِیْنَ پس ہمیں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا اور بات چیت

سے روک دیا گیا ❶ اور حضرت معاویہ بن الحکم السلمی کی روایت میں ہے کہ فرماتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نماز پڑھ رہا تھا کہ اچانک جماعت میں سے ایک شخص کو چھینک آئی میں نے یرحمك الله کہا اس پر لوگوں نے مجھے گھورنا شروع کر دیا میں نے کہا کہ مجھے میری ماں گم کرے تم مجھے کیوں گھور رہے ہو۔ اس پر انہوں نے اپنے ہاتھ اپنی رانوں پر مارنے شروع کیے، بہر حال جب میں نے دیکھا کہ لوگ مجھے خاموش کرنا چاہتے ہیں تو میں خاموش ہو گیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو گئے تو میرے ماں باپ پر قربان ہوں میں نے آپ سے بہترین معلم نہ تو آپ سے پہلے دیکھا تھا اور نہ بعد میں دیکھا بخدا نہ تو آپ نے مجھے ڈانٹا نہ مارا اور نہ برا بھلا کہا بلکہ یہ فرمایا کہ نماز میں لوگوں کی بات چیت مناسب نہیں نماز تو تسبیح تکبیر اور قرآن پڑھنے کا نام ہے۔ ❷

نماز کو باطل کرنے والے کلام میں سے..... کھانسنا یا کھنکارنا بلا عذر جب کہ اس سے دو یا دو سے زیادہ حرف بن جائیں آہ آہ کرنا رونا اُف اُف کرنا اور ایسا رونا کہ اس سے حروف پیدا ہو گئے اگر کسی بیماری یا اللہ تعالیٰ کے خوف سے ہو تو مفسد نماز نہیں۔ اسی طرح چھینک کا جواب دینا سلام کا جواب دینا ایسی دعا لوگوں کی بات چیت کے مشابہ ہو البتہ فقہاء کی اس میں تفصیلات ہیں جن کا ذکر مناسب ہے۔

حنفیہ کے ہاں ❸..... نماز کلام سے فاسد ہو جاتی ہے۔ خواہ قصداً ہو یا بھول کر لاعلمی کی حالت میں ہو یا غلطی سے یا زبردستی ہو صحیح قول کے مطابق جب کہ وہ کلام کم سے کم دو حرفوں سے مرکب ہو یا ایک حرف ہو تو بامعنی جیسے (عربی میں) ''ع''۔ (بمعنی حفاظت کر) اور ''قِ'' (بمعنی بچا) اسی طرح کسی کو سلام کرنا یا زبان سے سلام کا جواب دینا نہ کے ہاتھ سے البتہ یہ بھی مکروہ ہے۔ یا چھینک کا جواب دینا کسی کو لفظ یا سے پکارنا اگرچہ بھول ہی کر ہو لیکن اگر کسی نے نماز مکمل ہونے سے پہلے اس گمان سے کے نماز مکمل ہو گئی ہے بھول کر سلام پھیر دیا تو نماز فاسد نہ ہو گی لیکن اگر سلام کی نیت سے کسی سے مصافحہ کیا تو نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ یہ عمل کثیر ہے اگر کسی نے کتے یا بلی کو بھگایا یا گدھے کو ہانکا اس طرح کے حروف ہجا پیدا نہیں ہوئے تو نماز فاسد نہیں ہو گی کیونکہ یہ آواز ہے جس کے ہجے نہیں ہیں۔ اور جو شخص کسی مصیبت وغیرہ پر اپنی زبان میں بلند آواز سے رویا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ اس سے مصیبت کا اظہار ہے۔

کھانسنا یا، کھنکارنا، بلا عذر نماز کو فاسد کرتا ہے اگر عذر کے ساتھ ہو مثلاً نمازی طبیعت کو نہیں روک سکتا یا کسی غرض صحیح کے ساتھ ہو مثلاً آواز کو درست کرنے یا امام کو غلطی بتانے کے لیے ہو یا اپنا متعلق نماز میں ہونے کی خبر دینا کے لیے ہو تو مفسد نماز نہیں اور اس طرح کا کھانسنا نماز کو فاسد نہیں کرے گا۔ ایسی دعا جو قرآن کریم احادیث میں نہ ہو اور لوگوں سے اس کا مانگنا محال نہ ہو یعنی لوگوں کے کلام کے مشابہ ہو تو یہ بھی مفسد نماز ہے۔

آواز سے کراہنا آہ یا اُف کہنا یا ایسا رونا کہ اس سے حروف پیدا ہو جائیں کسی بیماری یا مصیبت کی وجہ سے تو نماز فاسد ہو جائے گی لیکن اگر تکلیف کی وجہ سے اپنے نفس کو نہیں روک سکتا تو نماز فاسد نہیں ہو گی کیونکہ اس وقت بوجہ ضرورت چھینک، کھانسی، ڈکار اور جمائی کی طرح ہو گا اگرچہ حروف پیدا ہو جائیں سنائی دینے والی آواز سے پھونک مارنا چاہے اس سے ناگواری کا اظہار ہو یا نہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے ہاں اس سے نماز فاسد ہو جائے گی ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے نماز میں پھونک مارنا کلام ہے ❹ امام کی قرأت کے دوران جنت یا جہنم کے ذکر کے وقت دعا کرنا یا رونا یا بلی اور نعم کہنا مفسد نماز نہیں۔ کیونکہ یہ خشوع وخضوع پر دلالت کرتا ہے۔

نماز میں بری خبر سن کر انا لله وانا اليه راجعون پڑھنا جب کہ جواب کی نیت سے ہو تو مفسد نماز ہے کیونکہ یہ لوگوں کے کلام کی طرح ہو گیا۔ اور ہر اس کلام سے نماز باطل ہو جائے گی جس سے جواب کا ارادہ کیا گیا ہو مثلاً کہا گیا هل مع الله اله؟ تو اس نے کہا لا اله الا الله یا مامالك اس نے کہا الخيل والبغال والحمير یا پوچھا گیا من اين جئت تو اس نے کہا وبئر معطلة وقصر مثلاً اسی طرح

---

❶..... نیل الاوطار: ۲/ ۳۱۱۔ ❷ رواه احمد ومسلم۔ ❸ الدر المختار ۱/ ۵۷۴۔ ۵۹۳۔ ❹ نیل الاوطار: ۲/ ۳۱۷

خطاب سے بھی نماز فاسد ہوجائے گی مثلاً نمازی نے اسے جس کا نام یحیٰ یا موسیٰ تھا کہا یایحیٰی خذ الکتاب بقوۃ یا ماتلك بیمینك یاموسٰی یا دروازے پر کھڑے شخص کو کہا "ومن دخله كان آمنا" اسی طرح اگر نمازی نے اللہ کا نام سن کر جلا جلالہ کہا یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سن کر درود پڑھا یا قرأت سن کر "صدق الله ورسوله" کہا اگر جواب کا ارادہ کیا تو نماز فاسد ہوجائے گی اور اگر تعظیم اور ثنا کے ارادہ سے کہا تو نماز فاسد نہیں ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود منافی نماز نہیں۔ کسی لکھے ہوئے پر نظر پڑی اس کو سمجھ لیا تو نماز فاسد نہیں لیکن مکروہ ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے ہاں قرآن مجید دیکھ کر پڑھنا نماز کو فاسد کر دیتا ہے۔ کیونکہ قرآن کریم اٹھانا اس کو دیکھنا اور اوراق الٹنا وغیرہ عمل کثیر ہے نیز یہ باہر سے لقمہ دینے اور لینے والے کے مشابہ ہے۔ البتہ صاحبین رحمہ اللہ کے ہاں نماز فاسد نہیں ہوتی مکروہ ہوتی ہے کیونکہ قرآن کریم دیکھ کر پڑھنا عبادت ہے جو دوسری عبادت سے مل گئی ہے لیکن مکروہ ہے کیونکہ اہل کتاب سے مشابہت ہے۔

مالکیہ کے ہاں ❶.....نماز کی صحت کے لیے کلام کو چھوڑنا شرط ہے سوائے اس کے جو نماز کی جنس سے ہو یا اس سے نماز کی اصلاح ہو۔ نماز باطل ہوجائے گی اجنبی کلام سے اگر چہ وہ ایک کلمہ ہی کیوں نہ ہو مثلاً کسی نے کسی چیز کے بارے میں پوچھا تو نمازی نے نعم یا لا کہا۔ لیکن اگر کلام نماز کی اصلاح کے لیے بقدر ضرورت ہو۔

اور زیادہ نہ ہو تو نماز باطل نہیں ہوتی جیسے امام چار رکعت والی نماز میں دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر دے یا پانچویں رکعت کے لیے کھڑا ہوجائے اور تسبیح نہ سمجھ سکے مقتدی اسے کہے: کہ تم نے دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر دیا یا پانچویں رکعت کے لیے کھڑے ہوگئے تو اس سے نماز کا نقصان نہ ہوگا ذوالیدین رضی اللہ عنہ کے قصہ پر عمل کرتے ہوئے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ظہر یا عصر کی نماز پڑھائی دو رکعتیں پڑھائیں اور سلام پھیر دیا پھر اس لکڑی کے سہارے جو مسجد میں قبلہ کی طرف تھی اس طرح کھڑے ہوگئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غضب ناک تھے قوم میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے مگر ہیبت کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات نہ کر سکے جلد باز لوگ مسجد سے نکلنے لگے ذوالیدین نے کھڑے ہو کر کہا کہ یا رسول اللہ! آپ بھول گئے ہیں یا نماز میں کمی ہوگئی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ذوالیدین کیا کہہ رہے ہیں تو صحابہ نے عرض کیا یہ صحیح کہہ رہے ہیں آپ نے صرف دو رکعتیں پڑھائی ہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعتیں پڑھائیں سلام پھیرا پھر دو سجدے کیے پھر سلام پھیرا۔ ❷

اگر کسی شخص نے مثلاً ادخلوها بسلام تلاوت کی اور اس سے کسی شخص کو سمجھانا مقصود ہو تو کوئی نقصان نہیں اسی طرح نماز باطل ہوجائے گی اگر کسی نے جان بوجھ کر کوے کی آواز کی طرح خالی آواز نکالی جس کے حروف نہ ہوں یا جان بوجھ کر منہ سے پھونک ماری نہ کہ ناک سے یا جان بوجھ کر سلام پھیر دیا جب کہ نماز کے مکمل نہ ہونے کا علم یا گمان یا شک تھا۔

شوافع کے ہاں ❸.....نماز باطل ہوجائے گی اگر انسانوں کے کلام کی طرح دو حرف بامعنی بول دیئے اگر چہ نماز ہی کی اصلاح کی غرض سے بولے ہوں مثلاً کھڑے مت ہوئیے یا بیٹھ جائیے یا ایک بامعنی حرف یا ایک حرف کو کھینچا کیونکہ مد والا صرف حقیقت میں ایک نہیں دو ہیں۔ اور صحیح یہ ہے کہ کھانسنا، رونا، کراہنا اور پھونک مارنا اگر ان سے دو حرف پیدا ہوجائیں تو نماز باطل ہوجائے گی اور معذور تصور کیا جائے گا اگر سبقت لسانی سے تھوڑا کلام کر دیا یا نماز بھول گیا حضرت ذوالیدین کے واقعہ پر عمل کرتے ہوئے یا نماز میں کلام کے حرام کا علم نہیں تھا جب کہ تازہ تازہ مسلمان ہوا ہو۔ اور زیادہ کلام سے نماز باطل ہوجائے گی صحیح قول کے مطابق اسی طرح معذور شمار کیا جائے گا تھوڑا کھانسنے وغیرہ کی طرح کھانسی چھینک وغیرہ میں اگر چہ اس سے دو حرف پیدا ہوجائیں اور ہر پھونک وغیرہ سے ان چیزوں کے غلبہ کی وجہ سے اس کا قصور نہیں ہوگا یا کھانسنے کی حالت میں قرأت واجبہ اور ارکان قولیہ کی ادائیگی مشکل ہو اور جہراً قرأت کرنا عذر میسر نہیں شمار ہوگا اور اگر نمازی کو تھوڑے کلام پر مجبور کیا گیا تب بھی نماز فاسد ہوجائے گی کیونکہ ایسا شاذ و نادر ہوتا ہے۔

---

❶.....الشرح الصغير: ۱/ ۳۴۴۔ ❷ اخرجه البخاري ومسلم ❸ مغني المحتاج: ۱/ ۱۹۴

حنابلہ کے ہاں [1]......دو آدمیوں کے کلام جیسے کلام سے (یعنی جو دو یا دو سے زیادہ حروف سے مل کر بنے) نماز باطل ہو جائے گی اگر نماز کی اصلاح کیلئے نہ ہو جیسے **یا غلام اسقنی** اے لڑکے پانی پلاؤ وغیرہ اور اگر نماز مکمل ہونے سے پہلے سلام پھیرنے والے نے بھول کر تھوڑی بہت بات چیت کی جو نماز کی اصلاح کی غرض سے ہو اس سے نماز باطل نہ ہو گی جیسا کہ ذوالیدین کے واقعہ میں ہوا۔ چاہے یہ امام ہو یا مقتدی اسی طرح اگر بغیر اختیار کے بات ہو جائے تو بھی نماز باطل نہ ہو گی مثلاً بھول کر سلام پھیر دیا یا ہو گیا اور بات چیت کی کیونکہ یہ مرفوع القلم ہے یا دوران قرأت سبقت لسانی سے قرآن کے علاوہ کوئی کلمہ زبان پر آ گیا کیونکہ اس سے بچنا ممکن نہیں یا کھانسی کا غلبہ ہو یا چھینک اور جمائی آئے ان سے حروف پیدا ہوں وغیرہ۔ البتہ پھونک مارنے سے اگر دو حرف پیدا ہو گئے تو نماز باطل ہو جائے گی ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے جس نے نماز میں پھونک ماری گویا اس نے بات چیت کی اسی طرح آواز سے رونا کہ اس سے دو حروف پیدا ہو جائیں تو بھی نماز باطل ہو جائے گی۔ اور اللہ کے خوف سے رونے سے نہیں۔ کھنکھارنا بغیر ضرورت کے جب کہ دو حرف پیدا ہو جائیں تو بھی نماز باطل لیکن اگر ضرورت سے کھنکارا تو باطل نہ ہو گی۔

حنابلہ کے ہاں قرآن کریم دیکھ کر پڑھنا دوران نماز جائز ہے، البتہ حافظ کے لیے مکروہ ہے کیونکہ خشوع اور سجدہ کی جگہ سے نظر ہٹ جائے گی بغیر ضرورت کے جیسا کہ فرض میں مطلقاً مکروہ ہے کیونکہ عادۃً فرائض میں اس کی ضرورت پیش نہیں آتی البتہ ان دو جگہوں کے علاوہ ضرورت کی وجہ سے دیکھ کر پڑھنا جائز ہے۔

جواز کی دلیل حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ایک غلام نے نماز پڑھائی قرآن کریم سے دیکھ کر انہی سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو رمضان میں قرآن دیکھ کر پڑھے (یعنی تراویح میں) تو انہوں نے کہا ہمارے بہترین لوگ قرآن کریم سے دیکھ کر پڑھتے تھے۔

امام کو یا کسی دوسرے کو لقمہ دینا......یعنی قرأت کی اصلاح کے لیے راہنمائی کرنا مقتدی کا اپنے امام کے علاوہ کسی دوسرے آدمی کو لقمہ دینا نماز کو باطل کر دیتا ہے کیونکہ اس صورت میں یہ سیکھنا سکھانا ہے جو لوگوں کے کلام میں سے ہے، البتہ مقتدی کا اپنے امام کو لقمہ دینا تو اس بارے میں فقہاء کے ہاں تفصیل ہے۔

حنفیہ کے ہاں [2]......جہاں امام قرأت میں ٹھہر جائے یا متردد ہو اور دوسری آیت کی طرف منتقل نہ ہوا ہو تو مقتدی کے لیے جائز ہے کہ وہ اس کو لقمہ دے یعنی درستگی کی طرف لے جائے نیز اس میں لقمہ دینے کی نیت کرے نہ کہ قرأت کی کیونکہ لقمہ دینے کی اسے اجازت ہے رہ گئی قرأت خلف امام تو وہ مکروہ تحریمی وممنوع ہے اگر امام کسی دوسری آیت کی طرف منتقل ہو گیا تو لقمہ دینے والے کی نماز فاسد ہو جائے گی اسی طرح اگر امام نے لقمہ لے لیا تو اس کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی کیونکہ بغیر ضرورت کے تلقین وتلقن پایا گیا ہے۔

مقتدی کے لیے مناسب یہ ہے کہ وہ امام کو لقمہ دینے میں جلدی نہ کرے اس کے لیے جلدی کرنا مکروہ ہے جیسا کہ امام کے لیے مکروہ ہے مقتدی کو لقمہ دینے پر مجبور کرنا بلکہ اسے جب رکاوٹ یا تردد ہو تو وہ فوراً رکوع میں چلا جائے یا دوسری آیت پڑھنا شروع کر دے۔ مقتدی نے اگر اپنے امام کے سوا کسی دوسرے کو لقمہ دیا اور اس میں تلاوت کی نیت نہ تھی تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی اور اگر تلاوت کی نیت تھی تو یہ مکروہ تحریمی ہے۔ اسی طرح اگر امام نے اپنی نماز سے باہر آدمی کا لقمہ لیا یا کسی کے حکم کی تعمیل کی مثلاً کوئی خالی جگہ رہ گئی اور اسے کہا گیا کہ اس کو بھر دو اور اس نے بھر دیا وغیرہ تو ان صورتوں میں بھی نماز باطل ہو جائے گی۔ ہاں اس آخری صورت میں اگر وہ کچھ دیر ٹھہرا رہا پھر اپنی طرف سے وہ جگہ بھری تو کچھ مضائقہ نہیں۔ امام کو لقمہ دینے کے جواز کی دلیل حضرت المسور بن یزید المکی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی اور ایک آیت رہ گئی نماز کے بعد کسی صحابی نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کہ فلاں آیت رہ گئی تو آپ نے فرمایا مجھے کیوں یاد نہیں دلائی [3] اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی اور دوران نماز آپ پر قرأت میں التباس ہوا

---

[1]...... کشاف القناع: ۱/۴۶۹۔ [2] فتح القدیر: ۱/۲۸۳۔ [3] رواہ ابو داؤد نیل الاوطار: ۲/۳۲۲

جب نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کیا تم نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں! تو آپ نے فرمایا: تمہیں کس نے منع کیا تھا (کہ لقمہ نہیں دیا)۔❶

مالکیہ کے ہاں...... اپنے امام کے سوا کسی دوسرے کو لقمہ دینا چاہے وہ نماز میں ہو یا نہ ہو مثلاً کوئی قرأت کر رہا ہے اور وہ دوران قرأت ٹھہرا تو اس نے اسے لقمہ دے دیا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی کیونکہ یہ تو مکالمہ ہو گیا۔ البتہ اپنے امام کو لقمہ دینا جب وہ ٹھہر جائے یا متردد ہو اگرچہ فاتحہ کے بعد ہی ہو تو جائز ہے اس سے نماز باطل نہیں ہوتی بلکہ واجب ہے۔ اگر امام ٹھہرا اور متردد نہ تھا تو اس کو لقمہ دینا مکروہ ہے۔

شوافع کے ہاں...... امام کو لقمہ دینا اس وقت ہے جب وہ ٹھہر جائے اور خاموش ہو۔ جب تک وہ تلاوت دہرا رہا ہے یا رحمت کا سوال اور عذاب سے پناہ مانگ رہا ہو اس طرح کی آیات پڑھنے کی وجہ سے تو لقمہ نہ دیا جائے۔ سکوت کی حالت میں لقمہ دینے سے مقتدی کی قرأت کی موالاۃ ختم نہیں ہوتی اور تردد کی حالت میں اس کی قرأت کی موالات ختم ہو جائے گی اور اس کے لیے نئے سرے سے تلاوت کرنا لازم ہوگا۔ ان کے ہاں لقمہ دینے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ صرف قرأت کا ارادہ کرے یا قرأت کے ساتھ لقمہ کی نیت بھی کرے۔ اگر کسی نے صرف لقمہ کی نیت کی یا کسی چیز کی بھی نیت نہ کی تو صحیح قول کے مطابق اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ اپنے امام کے سوا کسی دوسرے کو لقمہ دینے سے قرأت کی موالات ختم ہو جائے گی۔

حنابلہ کے ہاں...... نمازی کو اجازت ہے کہ وہ اپنے امام کو جب وہ قرأت سے رک جائے یا غلط قرأت کرنا چاہے فرض نماز میں ہو یا نفل میں لقمہ دے۔ جب کہ امام کو لقمہ دینا واجب ہے اگر وہ فاتحہ میں رک جائے یا غلط پڑھے کیونکہ نماز کی صحت تو فاتحہ پر موقوف ہے۔ اسی طرح سجدہ وغیرہ یا کوئی اور رکن بھول جائے تو اس پر متنبہ کرنا بھی واجب ہے۔ اگر کوئی نمازی سورت فاتحہ پوری کرنے سے عاجز ہو گیا تو یہ ایسا ہی ہے جیسے دوران نماز کوئی قیام سے عاجز آ جائے لہٰذا جتنی قدرت ہے اتنی پڑھے اور جتنی سے عاجز ہے وہ ساقط ہو جائے گی اور اس کا اعادہ بھی نہیں۔

ابن قدامہ نے المغنی میں فرمایا: صحیح یہ ہے کہ جب کوئی فاتحہ پڑھنے پر قادر نہ ہو تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ وہ نماز کو قرأت کے ساتھ پڑھنے پر قادر ہے لہٰذا بغیر قرأت اس کی نماز صحیح نہ ہوگی کیونکہ آپ علیہ السلام کا ارشاد عام ہے کہ **لاصلاۃ لمن لم یقرا بفاتحۃ الکتاب**۔ نمازی کے لیے مکروہ ہے کہ وہ کسی ایسے آدمی کو لقمہ دے جو دوسری نماز میں مشغول ہے یا جو نماز میں نہیں کیونکہ یہ چیز اسے اپنی نماز سے ہٹا دے گی لیکن اس کی نماز باطل نہیں ہوگی کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نماز میں مشغولیت ہوتی ہے۔

۲۔ کھانا پینا...... بھی نماز کو فاسد کر دیتا ہے اس کی جزئیات کی تفصیل فقہاء کے مذاہب یہ ہیں۔

حنفیہ کے ہاں...... کھانا، پینا تھوڑا ہو یا زیادہ جان بوجھ کر ہو یا بھول کر اس سے نماز باطل ہو جاتی ہے کیونکہ یہ نماز کے اعمال میں سے نہیں۔ لیکن اگر کسی کے دانتوں میں چنے کے دانے سے چھوٹا ذرہ رہ گیا اس کو نگل لیا تو نماز باطل نہ ہوگی کیونکہ اس سے بچنا مشکل ہے جیسا کہ روزہ کی حالت میں۔ نیز زیادہ چبانا مثلاً پے در پے تین بار تو یہ مفسد نماز ہے منہ میں موجود مصری یا شکر وغیرہ گھل کر حلق میں جائے اور نگل لے یہ بھی مفسد نماز ہے۔

مالکیہ کے ہاں...... قصداً کھانا چاہے ایک لقمہ ہو اور پینا اگرچہ کم ہو نماز کو باطل کر دیتا ہے۔ البتہ تھوڑا کھانا مثلاً دانتوں کے درمیان دانہ تھا کھا لیا تو اس سے نماز باطل نہیں ہوگی جیسے کہ بھول کر کھانے پینے سے باطل نہیں ہوتی اس کے لیے سجدہ سہو کرے۔ اگر کھانا پینا دونوں ہوئے یا ان میں سے ایک اور بھول کر سلام کر لیا تو نماز باطل ہوگی۔

---

❶..... المصدر السابق

شوافع اور حنابلہ کے ہاں..... تھوڑا کھانا بھی قصداً کھانے سے نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ نماز اور کھانے میں منافات ہے کیونکہ کھانے سے نماز سے اعراض کا اظہار ہوتا ہے اور تھوڑا کھانا بھول کر یا لاعلمی کی حالت میں ہو تو نماز باطل نہیں ہوگی۔ زیادہ کھانا نماز کو باطل کر دیتا ہے چاہے بھول کر اور لاعلمی ہی کی حالت میں کیوں نہ ہو اور تھوڑا تھوڑا کر کے بھی کیوں نہ ہو۔

برخلاف روزے کے کہ وہ اس سے باطل نہیں ہوتا۔ کسی چیز کو زیادہ چبانا اگر چہ چبائی ہوئی چیز پیٹ میں نہ بھی پہنچے تو نماز باطل ہوگی۔ منہ میں موجود مصری شکر وغیرہ کا نگل جانا صحیح قول کے مطابق نماز باطل کر دیتا ہے کیونکہ یہ نماز کے منافی ہے۔ البتہ تھوک کے ساتھ دانتوں کے درمیان موجود کھانے کا پیٹ میں پہنچنا جب کے اس میں فرق اور علیحدگی نہ کی جا سکتی ہو تو نماز باطل نہیں ہوتی۔

۳۔ **پے در پے عمل کثیر کرنا**..... اس بات پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ لگاتار عمل کثیر سے نماز باطل ہو جاتی ہے اگر چہ بھول کر ہی کیوں نہ ہو کیونکہ اس کی ضرورت نہیں ہوتی۔

حنفیہ کے ہاں..... عمل کثیر جب کہ وہ عمل نماز کی جنس سے نہ ہو یا نماز کی اصلاح کی غرض سے نہ ہو تو مفسد نماز ہے جیسے رکوع اور سجدے زیادہ کرنا یا جو بے وضو ہو جائے اس کا وضو کے علاوہ چلنا۔ اور نماز فاسد نہیں ہوگی تکبیرات زوائد میں ہاتھ اٹھانے سے البتہ مکروہ ہے۔ اور عمل کثیر: وہ عمل جس کو دور سے دیکھنے والا یہ سمجھے کہ یہ شخص نماز میں نہیں تو یہ عمل کثیر ہے ورنہ قلیل۔

مالکیہ کے ہاں..... عمل کثیر سے نماز باطل ہو جائے گی چاہے قصداً ہو بھول کر مثلاً جسم کو خارش کرنا، داڑھی سے کھیلنا، چادر کو کندھے پر رکھنا، گذرنے والے کو روکنا اور ہاتھ سے اشارہ کرنا۔ اور عمل قلیل سے نماز فاسد نہیں ہوتی مثلاً صرف اشارہ یا چہرے کی کھال کو خارش کرنا وغیرہ اور جو عمل کثیر و قلیل کے درمیان ہے اگر قصداً ہوا تو نماز باطل ہو جائے گی جیسے نماز سے پھرنا اور اگر بھول کر ہو تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔

شوافع اور حنابلہ کے ہاں..... عمل کثیر چاہیے قصداً ہو یا بھول کر نماز باطل ہو جاتی ہے نہ کہ قلیل سے۔ اور کثرت کی پہچان عرف و عادت سے کی جائے گی۔ پس دو قدم رکھنا یا دو دفعہ کرنا عمل قلیل ہے اور پے در پے تین دفعہ یہ کام کرنا کثیر ہے اور پے در پے کا مطلب یہ ہے کہ ایک کو دوسرے سے جدا شمار نہ کیا جا سکتا ہو۔

نماز زیادہ اچھلنے کودنے سے بھی فاسد ہو جائے گی کیونکہ یہ نماز کے منافی ہے البتہ آہستہ آہستہ پے در پے حرکات کرنے سے نماز باطل نہیں ہوگی جیسے تسبیح کے لیے انگلیوں کو حرکت یا گرہ لگانا یا خارش وغیرہ کرنا یا زبان کو حرکت دینا یا پلکوں کو یا ہونٹوں کو یا آلہ تناسل کو تو اس سے نماز باطل نہیں ہوگی اسی طرح وہ عمل قلیل جو نماز کے اعمال سے نہ ہو اس سے بھی نماز پر کوئی اثر نہیں پڑتا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لیے دروازہ کھولا تھا اور امامہ کو اٹھایا تھا اور واپس رکھا تھا جیسے کہ وہ عمل کثیر جو متفرق ہو اس کی وجہ سے نماز پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ نیز کسی عذر کی وجہ سے اگر کوئی حرکت وغیرہ ہو جائے کہ اس پر صبر نہیں کر سکتا نماز کے وقت میں مثلاً مریض ہے تو اس سے بھی نماز باطل نہ ہوگی۔ بغیر ضرورت کے عمل کثیر متفرق کرنا مکروہ ہے حنابلہ کے ہاں عمل کثیر کی تعیین تین یا کسی بھی عدد سے ثابت نہیں۔

شوافع کے ہاں عمل کثیر عرف میں تین یا اس سے زیادہ افعال کو کہتے ہیں اگر چہ وہ بہت سارے اعضاء سے ہو جیسے سر اور ہاتھ کو حرکت دینا ہاتھ کا جانا اور واپس آنا ایک شمار ہوگا جب کہ درمیان میں ٹھہرے نہ۔ اسی طرح پاؤں کا اٹھانا چاہے جہاں تھا وہاں واپس آئے یا نہ البتہ پاؤں کا جانا اور واپس آنا دو مرتبہ کے حکم میں ہے اور یہ بات پہلے بیان ہو چکی ہے کہ چھلانگ لگانا عمل کثیر ہے اسی طرح سارے بدن کو حرکت دینا یا زیادہ حصے کو حرکت اگر چہ قدم اپنی جگہ سے نہ بھی ہلیں۔ عمل کثیر سے نماز باطل ہونے کی جگہ یہ ہے کہ عمل کثیر بوجھل عضو سے ہو اگر ہلکے عضو سے ہو تو نماز باطل نہیں ہوگی جیسے ہاتھ ہلائے بغیر انگلیاں ہلانا تسبیح میں یا گرہ لگانا یا زبان، پلکیں اور ہونٹ یا آلہ تناسل کو حرکت دینا وغیرہ اگر چہ کئی بار ہو کیونکہ اس سے خشوع میں کوئی فرق نہیں آتا۔ لہٰذا عمل قلیل کے لیے یہ اگر کسی کو کسی عمل کے قلیل یا کثیر ہونے میں شک ہو تو صحیح بات یہ ہے

کہ اس کا کوئی اثر نہ ہوگا۔

اس بات میں فرق کے کلام تھوڑا ہو یا زیادہ نماز باطل ہو جاتی ہے اور کام زیادہ ہو تو نماز باطل ہوتی ہے کم ہو تو نہیں۔ یہ ہے کہ کام سے بچنا مشکل ہوتا ہے لہٰذا اس میں قلیل مقدار معاف ہے اور کلام قصداً شوافع کے ہاں اور بھول کر ہو تو قلیل بھی نقصان نہیں پہنچاتا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں قرآن کریم سے دیکھ کر پڑھنے سے نماز کے باطل ہونے کے دو سبب ہیں۔

۱.....کہ قرآن کریم اٹھانا دیکھنا اور ورق الٹنا عمل کثیر ہے۔

۲.....قرآن سے پڑھنا ایسے ہے جیسے کسی غیر سے پڑھ رہا ہے صاحبین کے ہاں جائز مع الکراہت ہے۔ امام شافعی اور احمد کے ہاں بلا کراہت جائز ہے۔

دوران نماز چلنا.....نماز کے اندر قبلہ جانب اسی طرح چلنا کہ ایک صف کی بقدر چلا پھر ایک کی مقدار ٹھہرا پھر ایک رکن کی مقدار چلا یہ چلنا اگرچہ کثیر ہے لیکن غیر متواتر ہے لہٰذا نماز باطل نہ ہوگی البتہ اس چلنے میں مکان تبدیل نہیں ہونا چاہیے۔ مثلاً مسجد سے نکل جانا یا صحراء میں صفوں سے آگے گذر جانا اس صورت میں نماز باطل ہوگی۔

۴۔ قبلہ کی طرف پیٹھ کرنا.....حنفیہ اور شوافع کے ہاں بغیر عذر کے سینہ کو قبلہ سے پھیرنا۔ اگر عذر کے ساتھ ہو مثلاً وضو کے لیے جانا تو نماز باطل نہیں ہوگی۔ شوافع کے ہاں عذر میں سے جاہل یا بھول جانے والے کا قبلہ سے انحراف کرنا بھی ہے جب کہ وہ جلدی ہی لوٹ آئیں مالکیہ کے ہاں جب تک نمازی کے قدم نہ قبلہ سے مڑیں اس وقت تک نماز باطل نہ ہوگی اور حنابلہ کے ہاں جب تک نمازی پورے کا پورا قبلہ سے نہ مڑ جائے اس وقت تک نماز باطل نہ ہوگی۔

۵۔ قصداً ستر کھولنا.....قصداً ستر کھولنا یا ستر کا ایک رکن کی مقدار ہوا وغیرہ سے کھل جانا یعنی تین تسبیحات کی مقدار حنفیہ کے ہاں جب کہ اعضاء مستورہ میں سے چوتھائی وضو کھلے۔ اور اگر اسی وقت ڈھانپ لیا تو شوافع اور حنابلہ کے ہاں نماز باطل نہ ہوگی۔

مالکیہ کے ہاں شرمگاہ کا کھل جانا مطلقاً مفسد نماز ہے نہ کے اور اعضاء ستر کا۔ اور ستر عورت میں جانبوں کا اعتبار ہے نیچے کا اعتبار نہیں، اگر کسی کا ستر نیچے کی جانب سے ظاہر ہو جائے تو اس سے نماز باطل نہیں ہوگی۔

۶۔ حدث لاحق ہونا.....دوران نماز طہارت کا باقی نہ رہنا اگرچہ فاقد الطہورین ہی کو ہو قصداً ہو یا بھول کر اور دائم الحدث کو اس کے علاوہ حدث لاحق ہونا البتہ اگر طہارت ختم ہونے کا صرف شک ہو تو پھر نماز جاری رکھے اور حدث میں سے ہے سو جانا اس طرح کہ مقعد زمین پر نہ ہو حنفیہ کے ہاں وہ حدث مفسد نماز ہے جو قعدہ اخیرہ میں مقدار تشہد بیٹھنے کے بعد یا پہلے قصداً لاحق کیا جائے اگر کسی کو حدث لاحق ہو گیا سلام سے پہلے قعدۂ اخیرہ میں بیٹھنے کے بعد تو نماز درست ہوگی اگر دوران نماز بغیر ارادہ کے حدث لاحق ہو جائے تو وضو کر کے بناء کر لے اسی نماز پر مثلاً بدن سے پیشاب، پاخانہ ہوا (ریح) نکسیر یا کسی زخم سے خون بہہ نکلا یا پھوڑے وغیرہ سے۔

۷۔ ایسی نجاست جو معاف نہیں کا بدن، کپڑے یا جگہ پر ہونا.....اگر کسی کا بدن یا کپڑے نجس ہو گئے یا ایسی چیز پر سجدہ کیا جو نجس تھی یا منہ ناک اور کان وغیرہ سے نجاست نکل کر بہہ گئی تو نماز باطل ہو جائے گی البتہ اگر نجاست اتنی ہے جو معاف ہے یا کپڑے وغیرہ پر خشک نجاست لگی اور اس کو گرا دیا تو نماز باطل نہ ہوگی۔

۸۔ قہقہہ لگانا.....یعنی ہنسنا آواز سے جمہور کے ہاں نماز کو فاسد کر دیتا ہے جب کہ اس سے دو یا زیادہ حروف پیدا ہو جائیں یا ایک بامعنی حرف اس میں فساد کلام کے اعتبار سے ہے۔

حنفیہ نے ضحک اور قہقہہ میں فرق کیا ہے بایں طور کہ ضحک وہ ہنسنا ہے جسے صرف نمازی کے ساتھ والا نہ سن سکے اس کا حکم یہ ہے کہ اس سے صرف نماز فاسد ہوتی ہے اور وضو نہیں ٹوٹتا۔

اور قہقہہ وہ ہنسنا ہے جسے نمازی اور اس کے ساتھ والا بھی سن لے اس کا حکم یہ ہے کہ اس سے نماز اور وضو دونوں فاسد ہو جاتے ہیں۔ اور تبسم (مسکرانا) جس میں آواز نہ ہو اس سے کچھ بھی فاسد نہیں ہوتا۔ حنفیہ کی دلیل حدیث ہے کہ جو تم میں سے قہقہہ مار کر ہنسے تو وہ نماز اور وضو دونوں لوٹائے۔ حنفیہ کے ہاں جس طرح قعدہ اخیرہ میں تشہد کی مقدار بیٹھنے سے پہلے قصداً حدث لاحق کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے اسی طرح قہقہہ سے بھی فاسد ہو جاتی ہے اور اگر اس کے بعد ہو تو صرف وضو ٹوٹتا ہے اور باقی نماز مکمل ہوتی ہے البتہ جس جزء میں قہقہہ مارا ہے وہ فاسد ہوتا ہے۔

جیسا کہ اسی طرح مسبوق کی نماز میں سے فاسد ہوتی ہے لہٰذا فوت شدہ کی بناء کرنا صحیح نہیں ہے اس پر کیونکہ جس جزء میں قہقہہ پایا گیا اس نے مقتدیوں کی نماز کے درمیان سے نماز فاسد کی اور جب ایک جزء فاسد ہو گیا تو مسبوقین کی نماز فاسد ہو گئی۔

۹۔ نمازی کا مرتد ہو جانا یا مر جانا یا جنون اور بے ہوش ہو جانا بھی مفسد نماز ہے۔

۱۰۔ **نیت تبدیل کرنا**..... نیت تبدیل کرنے سے یا نیت میں شک سے یا نیت باطل کرنے کے عزم سے یا نماز سے نکلنے کی نیت کرنا یا نماز جو پڑھ لی اس کو باطل کرنے کی نیت کرنا یا نیت کرنے نہ کرنے میں شک کرنا اور اسی شک پر عمل کرنا نماز کو باطل کر دیتا ہے۔ یہ متفق علیہ ہے۔ حنفیہ کے ہاں دوران نماز ایک نماز سے دوسری نماز کی طرف منتقل ہونا بھی نماز کو باطل کر دیتا ہے جیسے کسی نے ایک رکعت ظہر کی پڑھی پھر تکبیر کہہ کر عصر یا نفل کی نماز شروع کر دی تو اس نے ظہر کو ختم کر دیا کیونکہ دوسری نماز شروع کرنا صحیح ہے لہٰذا وہ اس سے نکل گیا۔ اگر کوئی تنہا فرض پڑھ رہا تھا پھر اس نے امام کی اقتداء میں پڑھنے کی نیت سے تکبیر کہی یا عورتوں کی امامت کی نیت سے تکبیر کہی تو اس کی پہلی نماز فاسد ہو جائے گی اور دوسری نماز شروع۔ اسی طرح اگر کسی نے نفل یا واجب یا نماز جنازہ شروع کیا دوسرا جنازہ لایا گیا اور اس نے دونوں کی نیت سے تکبیر کہی یا کسی دوسری نماز کی نیت سے تکبیر کہی تو اس کی پہلی پڑھی ہوئی نماز باطل ہو جائے گی اور یہ دوسری نماز پڑھنے والا ہو جائے گا۔

اگر کسی نے ظہر کی نماز شروع کی ایک رکعت یا اس سے کم زیادہ پڑھنے کے بعد نئے سرے سے ظہر کی نماز پڑھنے کی نیت سے تکبیر کہی تو جو نماز اس نے ادا کی ہے وہ فاسد نہ ہو گی اور پڑھی ہوئی رکعت شمار ہو گی، کیونکہ دوبارہ شروع کرنے کی نیت درست نہیں کیونکہ اس نے بعینہ اس نماز کی نیت کی ہے جس کو پڑھ رہا ہے پس نیت کرنا لغو ہو گا۔ ہاں اگر عورتوں کی امامت کی نیت سے تکبیر کہی یا امام کی اقتداء کی نیت کی یا مقتدی تھا تنہا نماز پڑھنے کی نیت کی تو ان صورتوں میں گزشتہ نماز باطل ہو جائے گی اور نئی نماز شروع کرنے والا شمار ہو گا۔

اگر کسی نے نئی نیت کو زبان سے ادا کیا تو ہر صورت میں نئے سرے سے شروع کرنے والا شمار ہو گا چاہے کسی دوسری نماز کی طرف منتقل ہوا ہو یا اسی نماز میں جسے پڑھ رہا ہے کیونکہ زبان نیت کی ادائیگی کلام ہے جو پہلی نماز فاسد کر دیتا ہے لہٰذا نماز کا شروع کرنا صحیح ہو گا۔

خلاصہ..... جب نمازی نئی نماز شروع کرنے کی لیے تکبیر کہے تو دیکھا جائے گا کہ دوسری نیت اگر اسی نماز کی ہے جس کو پڑھ رہا ہے ہر اعتبار سے تو نماز باطل نہ ہو گی جو پڑھ چکا ہو شمار ہو گی ہاں! اگر اس نے زبان سے نیت کی یا امام کی اقتداء کی نیت کی یا عورتوں کی جماعت کی نیت کی تو نماز باطل ہو گی اور اگر دوسری نیت پہلی نماز سے مختلف ہے تو نماز باطل ہو جائے گی اور نئے سرے سے شروع کرے گا چاہے دل سے نیت کی ہو یا زبان سے۔ شوافع فرض نماز سے نفل نماز کی طرف منتقل ہونے کی اجازت دیتے ہیں بغیر اس کے کہ پہلی نماز باطل ہو عنقریب اس کو ہم بیان کریں گے۔

۱۱۔ **قرأت میں غلطی یا قاری کی لغزشیں**..... قاری کی لغزشوں کے بارے میں حنفیہ کی دو رائے ہیں۔

ا۔ متقدمین کی رائے اس میں شوافع بھی ان کے ساتھ ہیں اور یہ احوط ہے۔ متاخرین کی رائے یہ آسان ہے۔

متقدمین کی رائے کا خلاصہ...... ہر وہ لفظ جس سے معنی ایسا تبدیل ہو کہ اس کا اعتقاد کفر ہو اس سے نماز فاسد ہو جائے گی اور ہر غلطی سے جس سے تغیر فحش ہو جائے اور قرآن میں اس کا مثل نہ ہو جیسے **ھٰذَا الغراب** (المائدہ: ۳۱/۵) کی جگہ **ھذا الغبار** پڑھ دیا یا ہر وہ غلطی کہ اس کا مثل نہ قرآن میں ہے اور نہ ہی اس کا کوئی معنی ہے جیسے **السَّرائرُ** (الطارق ۹/۸۶) کی جگہ **السرائل** پڑھ دیا اور امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے ہاں نماز ایسی غلطی سے بھی فاسد ہو جائے گی جس کا مثل قرآن کریم میں ہو لیکن معنی بعید ہو اگرچہ تغیر فاحش نہ بھی ہو اور امام ابو یوسف کے ہاں فاسد نہ ہوگی عموم بلویٰ کی وجہ سے۔

اور اگر اس کا مثل قرآن میں نہیں اور معنی بھی تبدیل نہیں ہوتا ہے جیسے **قوّامین** (النساء: ۱۳۵/۴) کی جگہ **قیامین** پڑھنا تو اس سے طرفین کے ہاں نماز فاسد نہ ہوگی امام ابو یوسفؒ کے ہاں فاسد ہو جائے گی۔

متأخرین کی رائے...... اگر غلطی صرف اعراب میں ہے تو نماز مطلقاً فاسد نہ ہوگی اگرچہ اس کا اعتقاد کفر ہی ہو کیونکہ عوام الناس میں سے اکثر وجوہ اعراب کے درمیان تمیز نہیں کر سکتے۔

اور اگر ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدل دیا اور ان میں فرق کرنا آسان ہے اور فرق نہیں کیا جیسے صاد کا طاء کے ساتھ الصالحات کی جگہ الطالحات پڑھ دیا تو بالاتفاق نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر فرق کرنا مشکل ہے تو فتویٰ اس پر ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوئی جیسے صاد اور سین میں فرق **الصراط** کی جگہ **السراط** پڑھ دیا۔

تشدید کی جگہ تخفیف اور تخفیف کی جگہ تشدید کرنے سے نماز فاسد نہ ہوگی جیسے **افعیینا** کو تشدید سے پڑھنا اور **اھدنا الصراط** میں لام کا اظہار کرنا جیسے ایک حرف یا زیادہ کی زیادتی سے نماز فاسد نہیں ہوتی جیسے **الصراط الذین** پڑھنا یا ایک کلمے کے ایک حرف کو دوسرے کلمے کے حرف سے ملا دینا جیسے "**ایاك نعبد**" کو **ایاکنعبد** پڑھنا یا بے موقع وقف وابتداء کرنا اگرچہ معنی بدل جائیں تب بھی نماز فاسد نہ ہو گی۔ لیکن **رب العالمین** اور **ایاك نعبد** میں تشدید نہ کرنے کی وجہ سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ کوئی کلمہ زیادہ کرنا یا کوئی کلمہ کم کرنا یا حرف کم کرنا یا حرف کی تقدیم وتاخیر کرنا اگر معنی نہ بدلے تو نماز فاسد نہ ہوگی جیسے "**من ثمرہ اذا أثمر واستحصد**" اور **تعال جد ربنا** اور **انفجرت** کی جگہ **انفرجت** اور **اواب** کی جگہ **ایاب** پڑھنا اور اگر معنی بدل جائیں تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر کسی حرف یا کلمے کا تکرار کیا اگر یہ معنی تبدیل بھی ہو جائیں تب بھی نماز فاسد نہیں ہوئی جیسے **رب رب العالمین** پڑھنا۔

اگر ایک کلمہ کی جگہ دوسرا کلمہ پڑھنا اور معنی تبدیل ہو گیا تو نماز فاسد ہو جاتے گی جیسے **ان الفجار لفی جنات یالعنة اللہ علی الموحدین** یا نسب تبدیل کر دیا جیسے عیسیٰ بن لقمان پڑھا برخلاف موسیٰ بن لقمان کے (کہ اس سے فاسد نہ ہوگی) مریم بنت غیلان وغیرہ اور اگر معنی تبدیل نہ ہو جیسے الکریم کی جگہ الرحمٰن پڑھنا تو نماز بالاتفاق فاسد نہ ہوئی۔

حنابلہ کہتے ہیں اگر فاتحہ کے علاوہ قرأت میں غلطی کر دی تو نماز صحیح ہوگی اور اس کو مکمل کرنا بھی صحیح ہے لیکن اگر قصداً ایسا کرے گا تو نماز باطل ہو جائے گی اور اگر فاتحہ میں معنی تبدیل ہو گیا تو نماز باطل ہو جائے گی مطلقاً۔

۱۲۔ کسی رکن کو بغیر قضاء کیے چھوڑ نا یا کسی شرط کو بلا عذر چھوڑنا...... پہلے کی مثال کسی رکعت کا ایک سجدہ چھوڑ دیا اور اس کو ادا کرنے سے پہلے سلام پھیر دیا دوسرے کی مثال بغیر عذر اعضاء مستورہ کو نہ ڈھانپا ہاں اگر عذر ہو مثلاً کپڑا ہی نہیں یا ہے نجس ہے پاک کرنے کی کوئی چیز نہیں یا استقبال قبلہ پر قدرت نہیں تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

۱۳۔ مقتدی کا امام سے پہلے کوئی رکن ادا کرنا اور اس میں امام کے ساتھ شریک نہ ہونا...... جیسے رکوع کیا اور امام کے

رکوع میں جانے سے پہلے رکوع سے سر اٹھالیا اگر یہ بھول کر ہے تو امام کی طرف لوٹ آئے تو نماز باطل نہ ہوگی لیکن حنفیہ کہتے ہیں کہ اگر امام کے ساتھ یا اس کے بعد اس کو نہ دھرایا تو نماز باطل ہو جائے گی اگر امام کے ساتھ یا اس کے بعد اس کو دھرالیا اور امام کے ساتھ سلام پھیریں تو نماز باطل نہ ہوگی۔

شوافع کے ہاں جب تک دو رکن فعلی بلا عذر امام سے پہلے نہ کرے تو نماز باطل نہیں ہوتی یا اس سے پیچھے رہ جائے عمداً بغیر عذر جیسے آہستہ قرأت کرنا تب بھی نماز باطل نہ ہوگی۔

عورت کی محاذات سے مرد کی نماز فاسد ہونے کی شرائط:

۱۴۔نماز میں عورت کا مرد کے محاذات میں ہونا بایں طور کہ دونوں کے درمیان اتنی جگہ خالی نہ ہو جس میں ایک نمازی کھڑا ہو سکے یا درمیان میں کچھ حائل نہ ہو چاہے وہ عورت محرم ہو یا غیر محرم بہن بیٹی یا بیوی وغیرہ حنفیہ کے ہاں درج ذیل شرائط سے محاذات متحقق ہوتی ہے۔

۱.....عورت (کا قدم) پنڈلی اور ٹخنے (مرد کے کسی بھی عضو) کے برابر ہوں۔

۲.....دونوں تحریمہ اور ادا کی رو سے نماز میں مشترک ہوں اور امام نے اس عورت کی یا مطلق عورتوں کی امامت کی نیت کی ہو نیز عورت کو پیچھے ہٹنے کا اشارہ نہ کیا ہو، پس اگر امام نے عورتوں کی امامت کی نیت ہی نہیں کی (تو عورت کی محاذات سے مرد کی نماز فاسد نہ ہوگی) کیونکہ عورت کی نماز شروع ہی نہیں ہوگی یا اگر اشارہ کر دیا اور وہ پیچھے نہ ہٹی تو اس کی اپنی نماز فاسد ہوگی نہ کہ مرد کی۔

۳.....دونوں ایک ہی جگہ پر ہوں اور درمیان میں کچھ (ستون، دیوار، پردہ وغیرہ) حائل نہ ہو۔

۴.....وہ عورت ایسی ہو جو شہوت کی حد کو پہنچ گئی ہو۔امام محمد کے ہاں پورے رکن میں محاذات برابر رہی ہو اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے ہاں رکن کی مقدار یعنی تین تسبیحات کی مقدار محاذات رہی ہو۔

۱۵۔تیمم کر کے نماز پڑھنے والا دوران نماز پانی پالے اور اس کے استعمال پر قادر بھی ہو تو حنفیہ اور حنابلہ کے ہاں صرف پانی دیکھنے ہی سے نماز باطل ہو جائے گی۔البتہ حنفیہ کے ہاں جب قعدۂ اخیر میں تشہد کی مقدار بیٹھنے سے پہلے دیکھے تو باطل ہوگی ورنہ نہیں۔کیونکہ اس کے بعد اس کی نماز پوری ہوگئی۔جبکہ مالکیہ اور شوافع کے ہاں صرف پانی دیکھنے سے نماز باطل نہ ہوگی۔ہاں مالکیہ کے نزدیک پانی موجود تھا اسے بھول گیا پھر یاد آ گیا تو اس صورت میں اگر پانی کے استعمال کے بعد بھی ایک رکعت پڑھ سکنے کی مقدار ہو تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔

۱۶۔ستر کے لیے کپڑا مل جانا.....جب ننگا نماز پڑھنے والا دوران نماز ستر کے ڈھانپنے کے لیے کپڑا پالے اور اس کو پہننے کے لیے عمل کثیر کی ضرورت ہو تو نماز باطل ہو جائے گی البتہ مالکیہ کے ہاں اگر کپڑا دو صفوں کی مقدار دور ہو جس صف میں کھڑا ہے اسے چھوڑ کر تو اس کی نماز باطل نہ ہوگی بلکہ وہ نماز مکمل کرے اور پھر وقت کے اندر اندر اس کو دہرا لے۔

۱۷۔نماز مکمل ہونے سے پہلے قصداً سلام پھیرنا.....اگر بھول کر سلام پھیرے تو نماز باطل نہیں ہوگی بشرطیکہ عمل کثیر نہ کیا ہو اور نہ ہی زیادہ بات چیت کی ہو۔اس اختلاف کے مطابق جو سلام کے بحث میں گزر چکا ہے۔

۱۸۔بارہ مسائل جن میں امام صاحب کے ہاں نماز باطل اور صاحبین رحمہما اللہ کے ہاں درست ہوتی ہے:

درج ذیل بارہ مسائل میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں نماز فاسد ہو جاتی ہے:

متیمم کا پانی دیکھ لینا، موزوں پر مسح کی مدت کا ختم ہو جانا، کسی ان پڑھ کا کسی قاری سے ایک آیت سیکھ لینا، ننگے کا کپڑا پالینا، رکوع وسجود کی

قدرت ہوجانا اشارہ سے نماز پڑھنے والے، کو صاحب ترتیب کو فوت شدہ نماز یاد آنا، ایسے شخص کو خلیفہ بنانا جو امام بننے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو مثلاً عورت کو، نماز فجر میں سورج طلوع ہوجانا، عیدین کی نماز میں زوال کا وقت ہوجانا جمعہ کی نماز میں عصر کا وقت ہوجانا، زخم ٹھیک ہوکر پٹی کا گر جانا، معذور کا عذر ختم ہوجانا (ان سب صورتوں میں مقدار تشہد بیٹھنے کے بعد بھی نماز فاسد ہوجائے گی)۔

دلیل یہ ہے کہ یہ مذکورہ چیزیں فرض کو تبدیل کرنے والی ہیں چاہے شروع نماز میں پیش آئیں یا آخر میں صاحبین کے ہاں اگر مذکورہ مسائل قعدہ اخیرہ میں مقدار تشہد بیٹھنے کے بعد پیش آئیں تو نماز فاسد نہیں ہوگی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی سابقہ حدیث پر عمل کرتے ہوئے کہ ”جب تم نے یہ کہہ دیا یا یہ کام کردیا تو تمہاری نماز مکمل ہوگئی“۔ پس یہ قعود کے ساتھ نماز کے مکمل ہونے پر صریح دلیل ہے لہٰذا اس کے بعد کوئی چیز فرض نہیں ہوگی اور کسی چیز کو فرض قرار دینا اس نص پر زیادتی ہے۔ اور یہ اشیاء اگرچہ مفسد نماز تو ہیں لیکن تمام ارکان وفرائض کے مکمل ہونے کے بعد پیش آتے ہیں لہٰذا نماز فاسد نہ ہوگی۔

مزید مفسدات نماز...... یہاں کچھ اور نادر الوقوع مفسدات بھی ہیں جو مذاہب کے بیان میں آرہے ہیں۔

۲۔ ہر مذہب کے مطابق علیحدہ علیحدہ مفسدات نماز:

حنفیہ کے ہاں......اڑسٹھ وجوہ سے نماز باطل ہوجاتی ہے۔

کلام یعنی بات کرنا خواہ بھول کر ہو یا قصداً، ایسی دعا مانگنا جو بندوں سے مانگنا ممکن ہو مثلاً **اللّٰھم ارزقنی فلانۃ یا البسنی ثوبا** سلام کرنے کی نیت سے سلام کرنا اگرچہ بھول کر ہی ہو، زبان سے سلام کا جواب دینا یا مصافحہ کرنا عمل کثیر کرنا، قبلے کی طرف سے سینہ پھیرنا باہر سے کوئی چیز کھانا اگرچہ کم ہی ہو یا منہ میں لگی ہوئی کوئی چیز چنے کے برابر کھانا، پانی پینا، اگر گوند چبایا دوران نماز تو اس سے بھی نماز فاسد ہوجائے گی کیونکہ دیکھنے والا اس کو نماز میں مشغول شمار نہیں کرتا، بلا عذر کھانسنا۔

اُف کہنا مثلاً مٹی جھاڑنے کے لیے یا پریشانی کی وجہ سے کراہنا، آہ کہنا کسی درد یا مصیبت کی وجہ سے رونا نہ کہ جنت یا دوزخ کے ذکر کی وجہ سے چھینک کا جواب دینا یعنی زبان سے **یرحمك اللّٰہ** کہنا، اللہ تعالیٰ کے شریک یا مثل کے سوال پر **لاالہ الا اللّٰہ** سے جواب دینا کسی بری خبر پر **انا للّٰہ وانا الیہ راجعون** کہنا کسی خوشی کی خبر پر ”**الحمد للّٰہ**“ کہنا، تعجب کی خبر پر ”**لاالہ الا اللّٰہ**“ یا ”**سبحان اللّٰہ**“ اور ہر ایسی بات جس سے جواب کا ارادہ ہو مثلاً کوئی کتاب مانگ رہا ہے تو کہنا **یایحیٰی خذ الکتاب** وغیرہ کوئی چیز لانے والے کو **آتنا غداء نا** کہنا جو شخص کچھ لینے کی اجازت مانگ رہا ہو اسے **تلك حدود اللّٰہ فلا تقربوھا** کہنا، اگر ان مذکورہ الفاظ سے جواب دینا مقصود نہ ہو بلکہ اپنے متعلق نماز میں ہونے کی خبر دینا ہو تو نماز فاسد نہ ہوگی، قعدۂ اخیرہ میں مقدار تشہد بیٹھنے سے پہلے تیمم سے نماز پڑھنے والے کا پانی دیکھ لینا موزوں پر مسح کی مدت ختم ہوجانا، موزہ اتار دینا، اَن پڑھ کا ایک آیت سیکھ لینا، جب کہ مقتدی نہ ہو اشارہ سے نماز پڑھنے والے کا رکوع وسجود پر قادر ہونا، صاحب ترتیب کو فوت شدہ نماز یاد آنا جب کہ وقت بھی ہو، جو امامت کے لائق نہ ہو اسے خلیفہ بنانا، ننگے کا ستر ڈھانپنے کے لیے کپڑا پالینا، فجر میں سورج طلوع ہونا، عیدین میں زوال کا وقت ہوجانا جمعہ میں عصر کا وقت ہوجانا زخم ٹھیک ہوکر پٹی گر جانا، معذور کا عذر زائل ہوجانا، ان بارہ مسائل کا قعدہ اخیرہ میں مقدار تشہد بیٹھنے سے پہلے پیش آنا قصداً حدث لاحق کرنا یا کسی اور وجہ سے جیسے پھل گرنے سے خون کا نکل آنا، بے ہوش ہونا، مجنون ہوجانا، دیکھنے سے جنابت ہونا، سہارہ لے کر سونے والے کو احتلام ہونا شہوت کی حد کو پہنچی ہوئی عورت کا مرد کے محاذات میں پنڈلی اور ٹخنے برابر ہونا اگرچہ اس کی محرم ہو یا بیوی ہو یا کھوسٹ بوڑھی ہو، ایک رکن کی مقدار امام محمد کے نزدیک اور مقدار رکن امام ابویوسف کے نزدیک رکوع وسجود والی نماز میں۔ نماز جنازہ باطل نہیں ہوگی، کیونکہ اس میں سجدہ نہیں۔ مرد کے ساتھ تحریمہ میں شریک ہو یعنی دونوں

ایک ہی امام کے مقتدی ہوں یا عورت نے اس مرد کے محاذی میں اس کی اقتداء کی ہوایک ہی جگہ بغیر حائل کے جو ایک ہاتھ ہو یا جس میں ایک آدمی کھڑا ہو سکتا ہو اور مرد نے اسے پیچھے ہٹنے کا اشارہ نہ کیا ہو اگر اشارہ کیا لیکن وہ پیچھے نہیں ہٹی تو اس صورت میں عورت کی نماز فاسد ہوگی مرد کی نہیں مرد آگے بڑھنے کا مکلف نہیں کیونکہ ایسا کرنا مکروہ ہے اور امام نے اس کی امامت کی نیت بھی کی ہو اگر نیت نہیں کی تو عورت کی نماز نہیں ہوگی تو محاذات متحقق نہ ہوگی یہ نو شرطیں ہیں جن کو پہلے ہم نے مختصراً پانچ کی شکل میں بیان کیا تھا۔

جسے حدث لاحق ہوا ہے اس کا ستر ظاہر ہونا ظاہر الروایۃ کے مطابق اگر چہ وہ اس طرح کرنے پر مجبور ہی ہو جیسے عورت کا وضو کرنے کے لیے اپنے بازو کھولنا یا مرد کا ستر حدث لاحق ہونے کے بعد کھلنا صحیح قول کے مطابق جسے حدث لاحق ہوا ہے اس کا وضوء کی طرف جاتے ہوئے یا واپس آتے ہوئے قرأت کرنا کیونکہ حدث کے ساتھ اس نے ایک رکن ادا کیا حدث لاحق ہونے کے بعد بلا عذر بیداری کی حالت میں ایک رکن کی ادائیگی کی مقدار ٹھہرنا اگر ہجوم یا نکسیر ختم کرنے کے لیے رکا تو نماز فاسد نہ ہوگی قریب والا پانی چھوڑ کر دور والے پانی کی طرف جانا حدث لاحق ہونے کے گمان پر نمازی کا مسجد سے باہر نکل جانا، کیونکہ بلا عذر منافی نماز چیز پائی گئی لیکن اگر مسجد سے نہیں نکلا تو نماز فاسد نہ ہوگی نماز کی جگہ سے اس خیال سے ہٹنا کہ وضو نہیں یا مسح کی مدت ختم ہوگئی یا فوت شدہ نماز بقایا ہے یا نجاست ہے اگر چہ مسجد سے نہ بھی نکلے جب بھی نماز فاسد ہے بلا ضرورت اپنے امام کے علاوہ کو لقمہ دینا البتہ امام کو لقمہ دینا جائز ہے اگر چہ وہ فرض مقدار قرأت کر بھی چکا ہو نمازی کا کسی دوسرے کے لقمہ کو لینا یا نماز میں کسی باہر والے کی بات ماننا کسی دوسری نماز کی نیت سے تکبیر کہنا جیسے منفرد امام کی اقتداء کی نیت کرلے یا مقتدی اکیلے نماز پڑھنے کی نیت کرے یا تکبیر کے ذریعے ایک فرض سے دوسرے فرض کی طرف یا فرض سے نفل کی طرف یا اس کے برعکس کرے اور یہ سب کچھ قعدہ اخیرہ میں تشہد کی مقدار بیٹھنے سے پہلے ہو ورنہ نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ قعود کے بعد سلام سے پہلے نما کے منافی کچھ کرنے سے نماز صحیح ہوتی ہے مختار یہی ہے کیونکہ خروج بفعل المصلی واجب ہے صحیح قول کے مطابق (اور وہ پایا گیا) تکبیر کے ہمزہ کو مد نہ کرے جو یاد نہیں وہ قرآن سے دیکھ کر پڑھنا کسی دوسرے کو قرأت بتانا ایک رکن کی ادائیگی کی مقدار یا ایک رکن مثلاً رکوع ادا کرنا ستر کھلنے کی حالت میں یا اتنی نجاست کے ساتھ جو نماز سے مانع ہو مقتدی کا اپنے امام سے پہلے کسی رکن کو کرلینا اور پھر اس میں اس کا شریک نہ ہونا مسبوق کا سجدہ سہو میں اپنے امام کی پیروی اس وقت کرنا جب کہ وہ امام سے الگ ہو چکا ہو یعنی جب کہ وہ اپنی مسبوقانہ نماز کی رکعت کا سجدہ کر چکا ہو اس وقت امام کو سجدہ سہو یاد آیا ہو اور مسبوق اس وقت امام کی متابعت کرے گا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ اس نے اس حالت میں اقتدی کی جبکہ وہ منفرد ہو چکا تھا سجدہ نماز یا سجدہ تلاوت بھولنے یہ جب قعدہ اخیرہ کے بعد یاد آنے پر ادا کیا اور قعدہ اخیرہ کا اعادہ نہ کیا، جس پورے رکن کو نیند کی حالت میں ادا کیا جاگنے پر اس کو دوبارہ نہ کرنا، مسبوق کے امام کا قہقہہ مار کر ہنسنا یا قصداً حدث لاحق کرنا جب کہ یہ قعدہ اخیرہ میں مقدار تشہد بیٹھنے کے بعد ہو تو اس امام کی اور مدرک کی نماز پوری ہو جائے گی اور مسبوق کی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ تمام ارکان مکمل ہونے سے پہلے مفسد نماز پایا گیا لیکن اگر مسبوق امام کے سلام سے پہلے کھڑا ہو گیا اور ایک رکعت کا سجدہ بھی کرلیا تو پھر اس کی نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ یہ منفرد ہو گیا تین یا چار رکعت والی نماز میں اس خیال سے کہ مسافر ہے یا کوئی اور نماز پڑھ رہا ہے دو رکعتوں پر سلام پھیر دینا مثلاً ظہر پڑھ رہا تھا خیال ہوا کہ جمعہ پڑھ رہا ہے یا تراویح یا تازہ تازہ اسلام قبول کیا ہوا ہے اور فرض دو رکعتیں ہی پڑھتا ہے مقتدی کا امام سے آگے بڑھ جانا اگر برابر ہو تو نماز باطل نہیں ہوگی، قرأت میں غلطی کرنا اور قاری کی لغزش و غلطی یعنی آیت میں ایسی غلطی کرنا جس سے معنی تبدیل ہو جائے جیسے **فما لهم لايومنون** کو **فما لهم يومنون** پڑھنا اگر معنی تبدیل نہ ہو مثلاً ''**وجزاء وسيئة مثلها**'' پڑھنا اور دوسرا سیئۃ چھوڑ دینا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

کسی لکھی ہوئی چیز کو دیکھنا اور سمجھنا اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی کیونکہ کلام نہیں اسی طرح چنے کے برابر دانتوں میں موجود چیز کھانے سے بھی فاسد نہیں ہوتی کیونکہ اس سے بچنا مشکل ہے، نمازی کے سامنے سے گذرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی چاہے گھر میں بڑی مسجد چھوٹی مسجد میدان یا نمازی کی جگہ کے نیچے سے گذرے چاہیے گذرنے والا کتا یا عورت ہی ہو اسی طرح چاہے سجدے کی جگہ ہی سے کوئی گذرے نماز

فاسد نہیں ہوگی۔

مالکیہ کے ہاں.....تیس چیزوں سے نماز فاسد ہوتی ہے جو درج ذیل ہیں:

نیت توڑنا رکن یا شرط قصداً چھوڑنا، کسی رکن کو بھول کر چھوڑنا، اتنی دیر کہ چھوڑنا طویل ہو اور سلام پھیر دینا، کسی فعل رکن کو قصداً زیادہ کرنا جیسے رکوع سجدہ برخلاف رکن قولی کے جیسے قرأت پہلی یا تیسری رکعت کے بعد قصداً تشہد زیادہ کرنا قہقہہ مار کر ہنسنا چاہے قصداً ہو یا بھول کر۔ قصداً کھانا اگر چہ ایک لقمہ ہی ہو یا پینا اگر یہ کم ہی ہو کلام قصداً کرنا جو کہ نماز کی اصلاح کے لیے نہ ہو اگر نماز کی اصلاح کے لیے ہے اور قلیل ہے تو نماز باطل نہ ہوگی اگر زیادہ ہے تو باطل ہو جائے گی قصداً آواز نکالنا مثلاً کوے کی آواز قصداً منہ سے پھونک مارنا قصداً قی کرنا اگر چہ کم ہی ہو نماز مکمل ہونے کے شک میں قصداً سلام پھیرنا کسی ناقص وضو کا پیش آ جانا یا یاد آ جانا شرم گاہ کا کھل جانا نجاست پڑنا یا یاد آنا دوران نماز اپنے کے علاوہ کو لقمہ دینا ایسا عمل کثیر جو نماز کی جنس سے نہیں قصداً یا بھول کر کرنا جیسے جسم کو کھجلی کرنا، داڑھی سے کھیلنا، مونڈھے پر چادر رکھنا، کسی سامنے سے گزرنے والے کو زبردستی روکا یا ہاتھ کے اشارہ سے روکنا اگر عمل قلیل ہے تو نماز باطل نہ ہوگی۔

کسی ایسی چیز کا پیش آنا جو فرض تمام کرنے سے روکنے والی ہو مثلاً پیشاب روکنا یا زیادغم لاحق ہونا یا متلی آنا یا منہ میں کچھ رکھنا دو اکٹھی نمازیں کسی دوسری نماز میں یاد آنا جیسے ظہر عصر کہ جب عصر پڑھ رہا ہو تو یاد آئے کہ ظہر نہیں پڑھی تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی کیونکہ ان میں ترتیب واجب ہے چار رکعات پر اضافہ کرنا چار رکعات والی نماز میں بھول کر اگر چہ سفر ہی میں ہو یا تین رکعات والی پر اضافہ کرنا اور دو رکعت والی پر دو رکعتیں زیادہ کرنا جیسے صبح اور جمعہ کی نماز یا وتر پر زیادتی کرنا یا عیدین استسقاء کسوف وغیرہ پر زیادتی کرنا مسبوق کا سجدہ کرنا اس رکعت کا جو اس نے امام کے ساتھ نہیں پائی سجدہ سہو برابر ہے کہ سجدہ سلام سے پہلے کرے یا بعد میں کیونکہ امام کا وہ سجدہ مسبوق کو لازم نہیں کیونکہ حقیقتاً مقتدی نہیں پس اس کا امام کے ساتھ سجدہ کرنا محض نماز پر زیادتی ہے اگر اس نے امام کے ساتھ ایک رکعات دونوں سجدوں سمیت پائی پھر اس کے ساتھ سجدہ کیا پھر سلام کے بعد جو اس کے ذمہ تھا اس کو پورا کرنے کے لیے کھڑا ہوا اور بعد والے سجدے کو مؤخر کیا نماز مکمل کرنے کے لیے پس اگر اس کو مقدم کر دیا جو اس کے ذمہ ہے اس کے پورا ہونے سے پہلے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ سلام سے پہلے سجدہ ترک سنت خفیفہ ہے جیسے تکبیر تسمیع یا ترک مستحب یا فضلیت جیسے قنوت، تین سنتیں چھوڑ دینا بھول کر اور اس کے لیے سجدہ سہو بھی نہ کرنا یہاں تک کہ سلام پھیر دینا، مرتد ہو جانا، دوران قیام بلا عذر کسی دیوار یا عصاء پر ٹیک لگانا اس طور پر کہ اگر اس کو ہٹا دیا جائے تو وہ گر جائے قبلہ معلوم نہ ہونا خانہ کعبہ میں یا اس کے اوپر فرض نماز پڑھنا، متیمم کو پانی یاد آنا، مقتدی اور امام کی نیت مختلف ہونا امام کی نماز کا بغیر سجدہ سہو کیے فاسد ہونا۔

شوافع کے ہاں.....مفسدات نماز ستائیس ہیں جو درج ذیل ہیں۔

۱، ۲.....حدث اصغر یا اکبر لاحق ہو اگر چہ بلا قصد ہو بدن، لباس اور جگہ پر اتنی نجاست لگنا جو معاف نہیں ہاں، اگر فوراً اس کو دور کر دیا تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔

۳۔ کلام یعنی بات کرنا قصداً دو حروف پر مشتمل یا ایک بامعنی حرف ہو اگر چہ نماز کی اصلاح ہی کے لیے ہو جیسے اگر امام ایک زائد رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے اسے کہا جائے کھڑے مت ہوئیے یا بیٹھ جائیے یا یہ پانچویں رکعت ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا کلام ہو یا ذکر دعا ہو تو اس سے نماز باطل نہ ہوگی جیسے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہو تو ان کو خطاب کر کے **الصلاة والسلام علیك یا رسول الله** کہنے سے نماز باطل نہیں ہوتی البتہ اگر قرآن کریم کو کسی اور مقصد کے لیے پڑھے جیسے کوئی شخص کسی چیز کے لینے کی اجازت طلب کرے تو اسے کہے **یایحییٰ خذ الکتاب بقوۃ** اس سے اگر قرأت اور سمجھانے کے لیے کہا تو نماز باطل نہ ہوگی ورنہ باطل ہو جائے گی۔ اسی

طرح ذکر اور دعا جو بغیر خطاب کے ہو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ مخلوق کے لیے ہو تو اس سے بھی نماز باطل نہ ہوگی کسی قربت اور نیکی کے کام کو زبان سے ادا کیا جس میں خطاب وغیرہ نہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ مخلوق کے لیے جیسے نذر ماننا وغیرہ کیونکہ یہ بھی دعا کی جنس سے ہے تو نماز باطل نہ ہوگی، اسی طرح بلا عذر کافی دیر خاموش رہنے سے نماز باطل نہ ہوگی کیونکہ یہ نماز کے نظم میں رکاوٹ نہیں اگر امام نے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ پڑھا اور مقتدی نے کہا استعنا باللہ تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی ہاں اگر دعا کا ارادہ کرے تو باطل نہ ہوگی اور اگر کہا صدق اللہ العظیم تو نماز باطل نہ ہوگی کیونکہ یہ ثناء ہے۔ مفسدات نماز میں سے رونا، کراہنا، ہنسنا، کھانسنا بھی ہیں اگر ان سے دو حروف پیدا ہو جائیں اگر بامعنی نہ بھی ہوں اسی طرح ذکر اور دعا اگر اس سے لوگوں کو مخاطب کیا گیا ہو جیسے نمازی کا کسی انسان کو یرحمك اللہ کہنا۔

۴۔ روزہ توڑنے والی اشیاء میں سے کھانا پینا چاہیے تھوڑا ہو یا زیادہ اگرچہ زبردستی ہی ہو اگر اس حالت میں وہ شخص اس کی حرمت کو نہ جانتا ہو تو مفسد نماز نہیں۔

۵..... پے درپے عمل کثیر کرنا جو نماز کی جنس میں سے نہ ہو جیسے تین قدم چلنا ہاتھ کو لانا اور لے جانا تین مرتبہ پورے جسم کو حرکت دینا نماز خوف اور سفر کے نوافل کے علاوہ نمازوں میں چھلانگ لگانا چاہے قصداً ہو یا بھول کر کیونکہ اس بچنا ممکن ہے۔ اور عمل قلیل جیسے تسبیح کے لیے انگلیوں کو حرکت دینا تو اس سے نماز فاسد نہ ہوگی صحیحین میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم امامہ کو اٹھا کر نماز پڑھ رہے تھے جب سجدہ کرتے تو ان کو چھوڑ دیتے اور جب کھڑے ہوتے اٹھا لیتے اگر کسی کو کھجلی کا مرض ہے تو اس کے اس عمل کثیر سے نماز فاسد نہ ہوگی اسی طرح اگر عمل کثیر پے در پے نہ ہو تو بھی نماز فاسد نہ ہوگی۔

۶، ۷، ۸..... نماز میں قہقہہ مار کر ہنسنا، مرتد ہو جانا اور جنون لاحق ہونا۔

۹، ۱۰..... نماز خوف کے علاوہ قبلہ سے سینہ پھیرنا، قصداً ستر کھولنا باوجودیکہ ڈھانپنے پر قادر بھی ہے یا زبردستی کھولنا اور پھر اس کو اسی وقت نہ ڈھانپنا لیکن اگر ہوا نے ستر کھول دیا اور اسے ڈھانپ لیا تو نماز باطل نہ ہوگی۔

۱۱..... ننگے بدن نماز پڑھنے والا اگر اپنے سے دور کپڑا پالے اور اس کو حاصل کرنے کے لیے عمل کثیر کرنا پڑے یا کافی دیر تک ستر کھلا رہا لیکن اگر قریب کپڑا ہو اور عمل کثیر کے بغیر ستر ڈھانپ لیا تو نماز باطل نہ ہوگی ورنہ باطل ہوگی۔

۱۲..... نیت میں شک کے ساتھ ارکان نماز میں سے ایک رکن ادا کیا یا اتنا وقت گذر گیا جس میں ایک رکن ادا ہو سکتا ہے یا شرائط نماز میں شک ہو گیا مثلاً طہارت میں یا اس بات میں شک ہو گیا کہ نیت ظہر کی کی ہے یا عصر کی۔

۱۳..... نیت تبدیل کرنا ایک نماز سے دوسری نماز کی طرف یعنی فرض سے دوسری کسی نماز کی پس اگر جس نماز میں ہے اسے چھوڑ کر دوسری نماز کی نیت کی قصداً تو نماز باطل ہو جائے گی لیکن اگر فرض نفل میں تبدیل کر دیا تا کہ جماعت میں شرکت کر سکے مثلاً منفرد تھا دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر دیا تا کہ جماعت سے پڑھے تو نماز باطل نہ ہوگی بلکہ اگر وقت ہے تو تبدیل کرنا مستحب ہے ورنہ حرام، اگر کسی نے متعین نفل مثلاً چار سنت کے نوافل کو تبدیل کر دیا تو یہ صحیح نہیں کیونکہ نیت کے وقت اس نے انہیں متعین کر دیا تھا، یا وہ جماعت کسی اور نماز کی ہے مثلاً یہ ظہر پڑھ رہا ہے اور جماعت عصر کی شروع ہوئی تو اس صورت میں انہیں تبدیل کرنا جائز نہیں جیسے امام ایسا شخص ہے کہ اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا مکروہ ہے تو اس میں تبدیل کرنا مکروہ ہے۔ اسی طرح اگر چار یا تین رکعت والی نماز کی تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو گیا تو بھی تبدیل کرنا مستحب نہیں بلکہ مباح ہے جیسے پہلی رکعت میں ہو اگرچہ دو رکعت والی نماز ہو، کیونکہ مطلق نفل میں ایک رکعت پر اکتفاء کرنا بھی جائز ہے۔

۱۴، ۱۵، ۱۶..... نماز مکمل ہونے سے پہلے نماز سے نکلنے کی نیت کرنا یا نماز ختم کرنے کا عزم کرنا اور نماز کے جاری رکھنے یا ختم کرنے میں

شک میں مبتلا ہونا یا نماز کے ختم کرنے کو کسی چیز پر معلق کرنا چاہیے وہ عادۃ محال ہی کیوں نہ ہو جیسے دل میں کہے اگر زید آ گیا تو میں نماز ختم کردوں گا، اگر نماز سے نکلنے کو کسی محال عقلی پر معلق کیا جیسے متضاد کا جمع کرنا تو اس سے کوئی نقصان نہ ہوگا۔

۱۷، ۱۸، ۱۹..... ارکان نماز میں سے کسی رکن کو قصداً چھوڑ دینا اگرچہ وہ قولی ہی ہو لیکن اگر کسی رکن کو بھول کر چھوڑ دیا تو نماز باطل نہ ہوگی بلکہ اس کا تدارک کرے کسی رکن فعلی کو قصداً دوبارہ کرنا بطور لہو لعب یا اس کو کسی دوسرے فعلی رکن پر مقدم کرنا کیونکہ یہ صورت نماز کے منافی ہے لیکن اگر کسی قولی رکن کو قصداً دوبارادا کیا مثلاً فاتحہ یا تشہد کو دوبار پڑھا یا اسے کسی دوسرے قول رکن پر مقدم کیا یا کسی فعلی رکن کو بھول کر دوبارادا کیا تو صحیح قول کے مطابق نماز فاسد نہ ہوگی۔

۲۰، ۲۱..... موزے سے پاؤں کا کچھ حصہ ظاہر ہوگیا یا پھٹن پایا گیا یا مسح کی مدت ختم ہوگئی (اس سے بھی فاسد ہوگی) کیونکہ مکمل طہارت باقی نہیں رہی۔

۲۲..... ایسے شخص کی اقتداء کرنا جس کی اقتداء کفر وغیرہ کی وجہ سے صحیح نہیں اگرچہ لاعلمی ہی میں ہو۔

۲۳..... کسی مختصر رکن کو طویل کرنا بایں طور کہ قومہ اتنا لمبا کردے کہ فاتحہ کی بقدر اس میں دعا پڑھے یا دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا اتنا طویل کردے کہ اس کی دعا بقدر تشہد پڑھے البتہ اس سے تمام نمازوں کی آخری رکعت مستثنیٰ ہے کیونکہ اس کا فی الجملہ لمبا کرنا ثابت ہے جیسے قنوت نازلہ وغیرہ میں اسی طرح صلاۃ تسبیح میں دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا بھی مستثنیٰ ہے۔

۲۴..... مقتدی کا دو فعلی رکعتوں میں امام سے آگے بڑھ جانا یا اس سے پیچھے رہ جانا بلا عذر۔

۲۵..... قصداً سلام پہلے پھیر دینا۔

۲۶..... تکبیر تحریمہ کو دوبار نماز شروع کرنے کی نیت سے کہنا۔

۲۷..... یہ جانتے ہوئے کہ تشہد اول میں کھڑے ہونے کے بعد بیٹھنا حرام ہے پھر بھی بیٹھ جانا کیونکہ یہ قصداً مقرر میں اضافہ ہے لیکن اگر بھول کر لوٹ آیا یا اس کی حرمت کا علم نہیں تو نماز باطل نہ ہوئی۔

حنابلہ کے ہاں..... مفسدات نماز تقریباً چھتیس ہیں اور شوافع کے مفسدات کے مشابہ ہیں نواقض وضوء کا پیش آنا نجاست لگنا قبلہ کی جانب پیٹھ ہونا، ستر کا کھلنا ہاں اگر ہوا سے کھلے اور فوراً ڈھانپ لے تو مفسد نماز نہیں ننگے کا دور کپڑا پانا کسی چیز پر سہارا لینا کسی بھی رکن کو چھوڑنا، قصداً واجب چھوڑنا، کسی رکن فعلی کو قصداً زیادہ کرنا، جیسے رکوع قصداً بعض ارکان کو بعض پر مقدم کرنا تشہد اول کی طرف لوٹنا قرأت شروع کرنے کے بعد، نماز مکمل ہونے سے پہلے قصداً سلام پھیرنا مقتدی کا قصداً اپنے امام سے پہلے سلام پھیرنا یا بھول کر پھیرنا پھر دوبارہ نہ لوٹانا، قرأت میں ایسی غلطی کرنا جس سے معنی تبدیل ہو جائے درست پڑھ سکتا انعمت کی تاء پر پیش پڑھنا، نیت توڑنا، نیت توڑنے میں قادر، نیت توڑنے پر عزم اگرچہ بالفعل نہ توڑے نیت میں شک کرنا کہ نیت کی ہے یا نہیں کوئی عمل شک میں کرنا مثلاً رکوع سجدہ وغیرہ تکبیر تحریمہ میں شک خالص سیاہ کتے کا نمازی کے سامنے سے گذرنا، رکوع سجدے کی تسبیح قومہ اور جلسہ میں کہنا، سجدے کے بعد مغفرت کی دعا کرنا دنیا کی چیزوں کی دعا مثلاً خوبصورت بیوی مانگنا، کلام کرنا چاہے تھوڑا ہی ہو چاہے بھول کر ہو زبردستی ہو یا ہلاکت سے ڈرانے کے لیے ہو خطاب کے طور پر ''ک'' کا استعمال اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کے لیے، قہقہہ مار کر ہنسنا، بلا عذر کھانسنا، ایسی پھونک مارنا جس سے دو حرف پیدا ہو جائیں، اللہ کے خوف کے علاوہ رونا جب کہ دو حرف پیدا ہوں البتہ اگر رونے کا غلبہ ہو تو مفسد نماز نہیں ہونے والے کا کلام بیٹھنے اور کھڑے رہنے والے کلام سے مختلف ہے۔ بلا ضرورت عمل کثیر پے در پے کرنا جو نماز کی جنس میں سے نہ ہو جیسے خوف اور بھاگنا دشمن وغیرہ کی وجہ سے اگر بھول کر اور لاعلمی ہی کی وجہ سے ہو عمل قلیل کو تین دفعہ کی مقدار یا کسی اور تعداد سے شمار نہیں کیا گیا گونگے کا اشارہ اس کے عمل کی طرح ہے کھانا

پینا البتہ اگر بھول کر اور لاعلمی کی حالت میں تھوڑا بہت کھا پی لیا تو نماز فاسد نہ ہوگی شکر وغیرہ کی مٹھاس نگلنا جو منہ میں موجود ہے اگر کم ہو تو کوئی مضائقہ نہیں جو نماز کے فساد کو جانتا ہو اور پھر وہ کر گذرے تو اس کی تادیب کی جائے گی۔

عمل قلیل سے نماز باطل نہیں ہوتی عمل کثیر جو پے درپے نہ ہو اس سے بھی البتہ بلاضرورت مکروہ ہے اور اس کی وجہ سے سجدہ سہو مشروع نہیں قصداً منہ میں موجود ذرات کو بلا چبائے نگلنا قصداً تھوڑا پینے سے نفل فاسد نہیں ہوتے کسی چیز کو زیادہ نہ دیکھنا مثلاً کتاب کو، یا دل میں پڑھنا اسی طرح دل کے عمل سے فاسد نہیں ہوتی وسوسہ کی وجہ سے بھی فاسد نہیں ہوتی کھانسی چھینک اور جمائی آنا اگر چہ ان سے حروف پیدا ہوں کھڑے کھڑے یا بیٹھے ہوئے سونے والے کا تھوڑا کلام جب کہ نیند بھی تھوڑی ہو۔

حنابلہ کے ہاں قبرستان میں بیت الخلاء حمام اور اونٹوں کے باندھنے کی جگہ نماز باطل ہو جاتی ہے دلیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے زمین ساری کی ساری مسجد ہے سوائے حمام اور قبرستان کے اور حدیث ہے اونٹوں کے باڑے میں نماز نہ پڑھو کیونکہ یہ شیطان ہیں۔ منع کرنا حرمت کا تقاضا کرتا ہے نیز ان میں سے بعض جگہیں گندگی وغیرہ والی ہیں۔

۳۔ نماز توڑ دینے کے احکام وعذرات...... نماز کو توڑ دینا کبھی واجب ہوتا ہے کسی ضرورت کی وجہ سے اور کبھی کسی عذر کی وجہ سے جائز ومباح ہوتا ہے۔

کب نماز توڑ دینا واجب ہے...... درج ذیل ضرورتوں کی وجہ سے نماز توڑ دینا واجب ہے۔

ا۔ کسی مصیبت میں مبتلا شخص کے مدد طلب کرنے پر نماز توڑ دینا واجب ہے اگر چہ فرض ہی پڑھ رہا ہو اور چاہے اس نے اس نمازی کو نہ بھی پکارا ہو مثلاً کسی شخص کو دیکھا کہ پانی میں گر گیا یا اس پر کسی جانور نے حملہ کر دیا یا اس پر کوئی ظلم کر رہا ہے اور یہ نمازی اس کی مدد کرنے کی طاقت رکھتا ہے حنفیہ کے ہاں ماں باپ وغیرہ اگر کسی فریاد کے لیے نہیں پکار رہے بلکہ ویسے ہی پکار رہے ہوں تو نماز توڑنا واجب نہیں کیونکہ بلاضرورت نماز توڑنا جائز نہیں۔

۲۔ جب نمازی کو کسی اندھے کے گر جانے کا خوف ہو یا کسی بچے وغیرہ کے گر جانے کا خوف ہو تو نماز توڑ دینا واجب ہے جیسا کہ نماز توڑ دینا واجب ہے جب آگ کے شعلے بڑھنے کا خوف ہو یا کسی سامان کے جل جانے کا خوف ہو یا بھیڑیے کے بکریوں پر حملہ کرنے کا خوف ہو کیونکہ ان صورتوں میں کسی انسان کی جان یا مال بچایا جا رہا ہے نیز نماز دوبارہ پڑھی جا سکتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے حقوق میں نرمی ہے۔

کب نماز توڑ دینا جائز ہے...... درج ذیل اعذار کی وجہ سے نماز توڑ دینا جائز ہے:

۱...... کسی مال کے چوری ہونے خوف ہو اور اس کی قیمت کم از کم ایک درہم ہو خواہ مال اپنا ہو یا کسی دوسرے کا۔

۲...... ماں کو بچے کا خوف ہونا یا ہنڈیا جل جانے یا روٹی جل جانے کا خوف ہو بچہ جنانے والی دائی کو اگر بچے کی جان کا یا اس کے کسی عضو کے ضائع ہونے کا یا بچے کی ماں کی جان کے نقصان کا خوف ہو تو نماز چھوڑ دینا اور موخر کرنا واجب ہے۔

۳...... مسافر کو اگر چوروں یا ڈاکوؤں کا خطرہ ہو۔

۴...... کسی نقصان دینے والے جانور کو قتل کرنے کے لیے جب عمل کثیر کرنا ضروری ہو۔

۵...... جانور اگر بدک گیا اس کو واپس لانے کے لیے۔

۶...... نماز میں اگر پیشاب یا پاخانہ زور کرے تو نماز توڑ دینا اگر چہ جماعت جاتی رہے۔

۷...... ماں باپ اگر پکاریں اور نفل نماز پڑھ رہا ہے اور انہیں معلوم نہیں کر نماز میں ہے البتہ فرض نماز کو ضرورت کے علاوہ نہ توڑے اور یہ متفق علیہ ہے۔

آٹھویں فصل.....نوافل کے مسائل

تطوع کی تعریف.....تطوع کا لغوی معنی ہے اطاعت کرنا اور شرعاً تطوع غیر مفروضہ عبادت کرنے کو کہتے ہیں پس نفل نماز: وہ ہے جو فرض کے علاوہ مکلّف آدمی سے پڑھانا مقصود ہیں اور قیامت کے دن کے ذریعے جو فرائض رہ گئے ہوں گے ان کی تکمیل کی جائے گی اور اس سلسلے میں امام احمد نے مسند میں صحیح مرفوع روایت نقل کی ہے۔ ❶

نوافل کا حکم یہ ہے کہ ان کے کرنے پر ثواب ہے نہ کرنے پر عذاب نہیں۔ پھر یہ نوافل یا تو مستقل طور پر ہیں فرائض سے ہٹ کر جیسے عیدین، نماز استقاء، کسوف، خسوف، تراویح وغیرہ۔

حنفیہ کے ہاں نماز عیدین واجب ہے اور حنابلہ کے ہاں نماز عیدین فرض کفایہ ہے۔ یا نوافل فرائض کے تابع میں جیسے نماز سے پہلے اور بعد کی سنتیں۔

نفل کی تحقیق.....نوافل، نافلۃ کی جمع ہے لغوی معنی زائد ہے۔ اور شرعی معنی فرض واجب اور سنت کے علاوہ عمل یا نماز ❷ شوافع کے ہاں نوافل فرائض کے علاوہ سارے اعمال کو کہتے ہیں اور نفل کو نفل اس لیے کہتے ہیں کیونکہ یہ فرائض سے زائد ہیں ❸ نوافل کی مشروعیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے ثابت ہے مسلم شریف میں ربیعہ بن مالک الاسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مانگو! میں نے عرض کی جنت میں آپ کی رفاقت چاہتا ہوں آپ نے فرمایا اس کے علاوہ میں نے کہا بس یہی آپ نے فرمایا تو اس میں اپنے نفس پر زیادہ سجدوں کے ذریعے میری مدد کرو۔ نیز بدنی عبادات میں سب سے افضل نماز ہے آپ علیہ السلام کا ارشاد ہے ثابت قدم رہو اور ہرگز شمارمت کرو اور جان لو تمہارے اعمال میں سب سے بہتر نماز ہے اور وضو پر مداومت صرف مؤمن ہی کرتا ہے ❹ نیز اس میں بہت ساری وہ چیز جمع ہیں جو کسی دوسری عبادت میں نہیں مثلاً طہارت و پاکیزگی قبلہ رخ ہونا قرآن کریم کی تلاوت اللہ تعالیٰ کا ذکر درود شریف وغیرہ اور اس میں وہ تمام چیزیں منع ہیں جو باقی تمام عبادتوں میں منع ہیں اور اس میں بات چیت چلنے اور باقی تمام افعال سے منع کر دیا گیا ہے اور اس کے نوافل افضل نوافل ہیں۔

نوافل کی تقسیم میں فقہاء کے مذاہب میں مختلف اصطلاحات ہیں ہر ایک مذہب کی اصطلاحات کا علیحدہ ذکر کرنا مناسب ہے۔

حنفیہ کے ہاں نوافل.....حنفیہ کے ہاں نوافل کی دو قسمیں ہیں نوافل مسنون نوافل مندوب۔ ❺

سنت.....وہ سنت مؤکدہ ہیں جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت اختیار کی ہو اور ان کو کبھی کبھار ہی چھوڑا ہوتا کہ ان کی عدم فرضیت معلوم ہو، مندوب وہ سنت غیر مؤکدہ جنہیں کبھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا اور کبھی چھوڑ دیا۔

ا۔ سنن مؤکدہ: درج ذیل ہیں:

ا.....نماز فجر کے فرضوں سے پہلے دو رکعتیں اور یہ بہت مؤکد سنتیں ہیں آپ علیہ السلام کا ارشاد ہے: فجر کی دو رکعتیں دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اس سے بہتر ہیں ❻ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (نوافل وسنن میں سے) سب سے زیادہ اہتمام فجر کی دو سنتوں کا فرماتے تھے ❼ ان احادیث کی وجہ سے حنفیہ کہتے ہیں کہ بغیر عذر فجر کی سنتوں کو بیٹھ کر یا سواری پر پڑھنا جائز نہیں اور فجر کی سنتوں کے علاوہ باقی سنتوں کی قضا نہیں اگر یہ رہ جائیں تو زوال سے پہلے ان کی قضاء کی جائے اور اگر صرف فرض پڑھے تو پھر قضاء نہ

---

❶..... کشاف القناع ۱/۴۸۱۔ ❷اللباب شرح الکتاب: ۱/۹۱۔ ❸مغنی المحتاج: ۱/۲۱۹۔ ❹رواہ احمد۔ ❺فتح القدیر: ۱/۳۱۴۔۳۳۵۔ ❻رواہ مسلم ❼متفق علیہ

کرے اور ان سنتوں کا وقت نماز صبح کا وقت ہے نیز فجر کی سنتوں کی پہلی رکعت میں سورۃ الکافرون اور دوسری میں اخلاص پڑھنا سنت ہے نیز ان کو گھر میں پہلے وقت میں پڑھ لے لیکن اگر ان کو پڑھنے سے پہلے جماعت کھڑی ہو جائے تو اگر دوسری رکعت تک شرکت کی امید ہو تو ان کو پڑھے ورنہ چھوڑ دے اور جماعت میں شریک ہو جائے اور اس کے بعد قضاء نہ کرے فجر کی سنتوں کو بھی صبح خوب روشن ہونے کے بعد پڑھنا افضل ہے۔

۲.....**نماز ظہر اور نماز جمعہ کے فرضوں سے پہلے چار رکعتیں ایک سلام سے**.....حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز ظہر سے پہلے چار رکعتیں اور فجر سے پہلے دو رکعتیں کبھی نہ چھوڑتے تھے (۱) فجر کی سنتوں کے بعد سب سے زیادہ مؤکدہ یہ سنتیں ہیں اور باقی سب برابر ہیں۔

نوافل میں افضل ترتیب.....مذکورہ مسائل سے واضح ہو گیا کہ فجر کی سنت بالاتفاق سب سے مؤکدہ و اہم ہیں پھر نماز ظہر سے پہلے کی چار رکعتیں پھر باقی ساری برابر ہیں۔

۳.....**نماز ظہر کے فرضوں کے بعد دو رکعتیں**.....مستحب یہ ہے کہ چار پڑھے اور نماز جمعہ کے فرضوں کے بعد چار رکعتیں ایک سلام سے کیونکہ آپ علیہ السلام کا ظہر کے بارے میں ارشاد ہے جو شخص نماز ظہر سے پہلے چار رکعتیں اور بعد میں چار رکعتیں پڑھے اللہ تعالیٰ نے اس پر آگ حرام قرار دی ہے (۲) نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز جمعہ سے پہلے بھی اور بعد میں بھی چار چار رکعتیں پڑھتے تھے۔ (۳)

۴.....**مغرب کے فرضوں کے بعد دو رکعتیں**.....ان میں قرأت لمبی کرنا مسنون ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے عشاء کے فرضوں کے بعد دو رکعتیں اور ان سنتوں کے مؤکدہ ہونے کی دلیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو شخص رات دن میں فرائض کے علاوہ بارہ رکعتیں پڑھے اس کے لیے اللہ تعالیٰ جنت میں ایک گھر بناتے ہیں (۴) مسلم شریف کے الفاظ اس طرح ہیں جو شخص رات اور دن میں بارہ رکعتیں پڑھے اس کے لیے جنت میں ایک گھر بنایا جاتا ہے۔ اور ترمذی شریف کی روایت اس طرح ہے۔ جو شخص رات دن میں بارہ رکعتیں پڑھے اس کے لیے جنت میں ایک گھر بنایا جاتا ہے چار رکعتیں نماز ظہر سے پہلے دو رکعتیں ظہر کے بعد دو رکعتیں مغرب کے بعد دو رکعتیں عشاء کے بعد اور دو رکعتیں نماز فجر سے پہلے اور نسائی میں ہے دو رکعتیں عصر سے پہلے اور اس میں عشاء کے بعد کی دو رکعتوں کا ذکر نہیں۔

پہلے کی سنتیں شیطان کی امیدوں پر پانی پھیرنے کے لیے ہیں کہ وہ کہے کہ اس نے جو فرض نہیں وہ نہیں چھوڑے تو فرض کیسے چھوڑے گا؟ اور بعد والی سنتیں نقصان کی تلافی کے لیے ہیں تاکہ آخرت میں یہ ان کے قائم مقام ہو جائیں جو فرائض میں عذر وغیرہ کی وجہ سے رہ گئے ہیں۔

۶۔نماز تراویح مردوں اور عورتوں کے لیے سنت مؤکدہ ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین نے اس پر ہمیشگی اختیار فرمائی ہے تراویح کے لیے جماعت سنت ہے دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کی تیئیسویں پچیسویں اور ستائیسویں رات کو جماعت سے تراویح پڑھائی پھر جماعت کی پابندی اس وجہ سے نہیں فرمائی کہ کہیں مسلمانوں پر تراویح فرض نماز کر دی جائے اور آپ آٹھ رکعتیں پڑھاتے رہے اور باقی رکعتیں صحابہ کرام گھروں میں پورا کرتے رہے اور ان کی آواز سنائی دیتی جیسے کھجور کے کیڑے کی آواز زیر زیر آتی ہے۔ تراویح کا وقت رمضان المبارک میں نماز عشاء کے بعد سے نماز فجر تک ہے وتر سے پہلے بھی بعد بھی حنفیہ کے ہاں صحیح قول کے مطابق تہائی رات یا نصف رات تک مؤخر کرنا مستحب ہے اور حنفیہ کے ہاں نصف کے بعد بھی مکروہ نہیں نیز ان کے ہاں اگر تراویح رہ جائے تو اس کی قضاء نہیں اگر کسی نے قضاء کی تو وہ نفل ہوں گے تراویح نہ ہوگی جیسے مغرب اور عشاء کی سنتیں کیونکہ قضاء تو فرائض

(۱).....رواہ البخاری (۲) نیل الاوطار: ۱۶/۳ (۳) نصب الرایہ: ۲۰۶/۲ (۴) المصدر السابق ۱۳۸/۲

واجبات کی خصوصیات میں سے ہے جیسے وتر عیدین وغیرہ۔

تراویح کی جماعت سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے اگر سارے اہل محلّہ چھوڑ دیں تو گناہ گار ہوں گے اور ہر وہ عبادت جس کے لیے جماعت مشروع ہے تو ان میں مسجد افضل ہے اور جماعت سے رہ جانے والا جب الگ پڑھے تو وہ صرف جماعت کی فضیلت سے محروم ہوگا کیونکہ صحابہ کرام سے علیحدہ پڑھنا ثابت ہے۔

انفرادی بھی تراویح ادا کی جاسکتی ہے لیکن جماعت افضل ہے اور اس میں ایک مرتبہ قرآن کریم ختم کرنا سنت ہے اور اگر لوگ اکتا جائیں تو پھر جتنا آسانی سے ہوسکے اتنا پڑھنا چاہیے تاکہ لوگوں پر بوجھ نہ ہو جیسے ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیتیں ایک یا دو آیتوں پر اکتفاء کر لینا بھی مکروہ نہیں اگر ترتیل سے پڑھے اور رکوع سجود میں تسبیح وغیرہ اطمینان سے ادا کرے اور ہر تشہد میں دعا تعوذ اور درود شریف نہ چھوڑے۔

رکعات تراویح......تراویح کی بیس رکعتیں ہیں، دو دو رکعتیں کرکے ادا کی جائیں اور چار رکعات کے بعد ایک ترویحہ کی مقدار بیٹھے اور ہر تراویح دس سلاموں کے ساتھ پوری کرے پھر اس کے بعد وتر ادا کریں رمضان کے علاوہ وتر جماعت سے نہ پڑھے جائیں تو تراویح پر دلیل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عمل ہے جیسا کہ امام مسلم نے اپنی صحیح مسلم میں روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بیس تراویح پر مسجد میں جمع کیا اور تمام صحابہ نے آپ کی موافقت کی اور خلفاء راشدین کے بعد بھی آپ کی کسی نے مخالفت نہیں کی جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے میرا طریقہ اور میرے بعد ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کا طریقہ لازم پکڑو۔

بیہقی میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان مبارک میں بیس رکعت بغیر جماعت کے پڑھتے تھے اور وتر۔

ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عمل کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: تراویح سنت مؤکدہ ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی طرف سے ان کا اجراء نہیں کیا اور نہ ہی وہ ان کے اجراء میں بدعتی ہیں اور نہ ہی انہوں نے ان کا حکم دیا سوائے اس اصل کے جو ان کے پاس تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد بعض اہل حدیث (غیر مقلدین) کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رمضان کی نماز کا جو عدد ثابت ہے وہ آٹھ رکعتیں ہیں دلیل بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان ہو یا غیر رمضان گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے اور ابن حبان میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آٹھ رکعتیں اور وتر پڑھائے۔

۲۔ سنن غیر مؤکدہ......درج ذیل ہیں:

۱......نماز ظہر کی بعد کی دو سنتوں کے بعد دو رکعتیں۔

۲......عصر سے پہلے چار رکعتیں ایک سلام سے دلیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم فرمائیں جو عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھے اور عصر سے پہلے صرف دو رکعت پڑھنے کا جواز اس حدیث سے ثابت ہے کہ ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے۔

۳......نماز عشاء سے پہلے اور بعد چار چار رکعتیں ایک سلام سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عشاء سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے تھے پھر عشاء کے بعد بھی چار رکعتیں پڑھتے پھر سو جاتے اور اگر کوئی صرف دو سنت مؤکدہ پر اکتفا کر لے تو بھی درست ہے گذشتہ حدیث پر عمل کرتے ہوئے۔

۴۔ **نماز اوّابین**......یہ مغرب کے بعد چھ رکعتیں ہیں ایک سلام دو یا تین سلاموں کے ساتھ ایک سلام کے ساتھ پڑھنا زیادہ مشقت کا کام ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فَإِنَّهُ كَانَ لِلْأَوَّابِينَ غَفُورًا (الاسراء۱۷/۲۵) نیز عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو مغرب کے

بعد چھ رکعت پڑھے اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اگر چہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔

شوافع اور حنابلہ کی طرح کمال بن الھمام رحمۃ اللہ علیہ بھی نماز مغرب سے پہلے ہلکی سی دو رکعتوں کے استحباب کے قائل ہیں صحیحین میں عبداللہ المزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھو اور تیسری مرتبہ فرمایا جو چاہے پڑھے اور یہ نوافل فرائض کے تابع ہیں اور جو نوافل مستقل ہیں وہ یہ ہیں۔

۵۔**نماز چاشت**......اس کی چار سے آٹھ رکعت افضل ہیں اور کم سے کم دو رکعت ہیں اس کا وقت سورج کے ایک نیزہ بلند ہونے سے نصف النہار شرعی (زوال) سے پہلے تک ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی چار رکعت پڑھتے تھے اور ان کے درمیان کلام نہیں کرتے تھے اور مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی چار رکعات پڑھتے تھے، اور ان سے زیادہ بھی پڑھتے جو اللہ چاہتا تھا اور صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں دو رکعت چاشت کی بھی ثابت ہیں البتہ افضل وقت چوتھائی دن چڑھنے کے بعد پڑھنا ہے۔

۶۔**تحیۃ الوضو**......وضو کے بعد اعضاء خشک ہونے سے پہلے دو رکعت نماز تحیۃ الوضو پڑھنا۔ حدیث میں ہے کہ جو شخص اچھی طرح وضوء کر کے کھڑا ہو کر خوب دل لگا کے متوجہ ہو کر دو رکعت نماز پڑھے اس کے لیے جنت واجب ہوگی۔

۷۔**تحیۃ المسجد**......جب کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو اسے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھنا مستحب ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھ لے۔

حنفیہ کے ہاں مکروہ وقت میں نہ پڑھے، اگر مسجد میں آتے ہی کوئی اور نماز فرض یا سنت پڑھی جائے تو وہی نماز تحیۃ المسجد کے قائم مقام ہو جائے گی اگر چہ اس میں تحیۃ المسجد کی نیت نہ کی گئی ہو اگر مسجد میں کسی ضرورت کی وجہ سے ایک وقت میں کئی مرتبہ جانے کا اتفاق ہو تو صرف ایک مرتبہ تحیۃ المسجد پڑھ لینا کافی ہے اور بیٹھنے کی وجہ سے تحیۃ المسجد ساقط نہ ہوں گے ابن حبان میں روایت ہے اے ابوذر مسجد کے لیے تحیت و تعظیم ہے اور مسجد کی تعظیم دو رکعتیں ہیں کھڑے ہو کر ان کو پڑھیے اور گذشتہ حدیث جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہوا یہ اس کے لیے بیان ہے۔ باقی مساجد سے مسجد حرام مستثنیٰ ہے کیونکہ اس کا تحیۃ المسجد طواف ہے۔ اگر کوئی شخص ایسے وقت مسجد میں داخل ہوا کہ نماز نہیں پڑھ سکتا بے وضو ہونے کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے تو اس کی لیے یہ کلمات کہنا مستحب ہے:

سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر

۸۔**نمازِ تہجد**......رات کے آخری حصے میں نماز پڑھنا مستحب ہے اور یہ دن کے نفلوں سے افضل ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ......السجدۃ: ۳۲/ ۱۷

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ ......السجدۃ: ۳۲/ ۱۶

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ فرائض کے بعد افضل نماز، نماز تہجد ہے طبرانی میں مرفوع روایت ہے کہ رات کو نماز پڑھنا ضروری ہے اگر چہ بکری دوہنے کے وقت کی بقدر ہی ہو اور جو نماز رات کو عشاء کے بعد پڑھی جائے وہ صلاۃ اللیل ہی ہے اور صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تہجد کی نماز اپنے ذمہ کر لو اس لیے کہ یہ نیک لوگوں کی عادت ہے جو تم سے پہلے تھے اور اللہ تعالیٰ کی طرف قریب کرنے والی ہے، گناہوں کو مٹاتی ہے اور گناہوں سے روکنے والی ہے، اس کی کم سے کم دو رکعتیں اور زیادہ سے زیادہ آٹھ رکعتیں ہیں۔

عیدین، رمضان کی آخری دس راتوں، ذوالحجہ کی پہلی دس راتوں، پندرہویں شعبان کو جاگنا اور عبادت کرنا مستحب ہے ساری رات عبادت

کرے یا اکثر حصہ ان کا ثبوت احادیث صحیحہ سے ہے۔

سحری کے وقت زیادہ استغفار کرنا مستحب ہے اور سید الاستغفار یہ ہے:

اللھم انت ربی لاالہ الا انت خلقتنی وانا عبدك وانا علی عھدك ووعدك ما استطعت اعوذبك من شر ماصنعت ابوء لك بنعمتك وابوء بذ بنی فاغفرلی فانہ لایغفر الذنب الا انت

ان راتوں میں مساجد وغیرہ میں جمع ہوکر عبادت کرنا مکروہ ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ نے ایسا نہیں کیا جیسا کہ رجب کے پہلے جمعہ کو صلاۃ الرغائب کے لیے جمع ہونا مکروہ ہے اور بدعت ہے۔

لمبا قیام کرنا زیادہ سجدے کرنے سے پہلے بہتر ہے آپ علیہ السلام کا ارشاد ہے: افضل نماز وہ ہے جس میں قیام لمبا ہو اور اس لیے بھی کہ قیام لمبا کرنے کی وجہ سے قرأت زیادہ ہوگی اور زیادہ سجدے کرنے سے تسبیحات زیادہ ہوں گی جب کہ قرأت کرنا تسبیحات سے افضل ہے۔

۹۔نماز استخارہ......یعنی جس کام میں خیر ہے اسے طلب کرنا، استخارہ جائز اور مباح کاموں کے لیے ہوتا ہے جن کی درستگی معلوم نہ ہو اس کی دو رکعت ہیں ان کے بعد دعا ماثور پڑھے امام مسلم کی علاوہ باقی حضرات نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تمام معاملات میں استخارہ اس طرح سکھاتے تھے جس طرح قرآن کریم کی سورتیں سکھاتے تھے آپ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو کوئی کام پیش آجائے تو وہ دو رکعتیں پڑھنے کے بعد پڑھے:

اللھم انی استخیرك لعلمك واستقدرك بقدرتك واسالك من فضلك العظیم فانك تقدر ولا اقدر وتعلم ولا اعلم وانت علام الغیوب اللھم ان کنت تعلم ان ھذاالا مر خیرلی فی دینی ومعاشی وعاقبة امری اوقال عاجل امری واجلہ فا قدرہ لی ویسر ہ لی ثم بارك لی فیہ وان کنت تعلم ان ھذا الامر شر لی فی دینی ومعاشی وعاقبة امری اوقال عاجل امری واجلہ فا صرفہ عنی واصر فنی عنہ واقدرلی الخیر حیث کان ثم رضینی بہ

ترجمہ......اے اللہ! میں بھلائی مانگتا ہوں تجھ سے تیرے علم کے ساتھ اور قدرت مانگتا ہوں مجھ سے تیری قدرت کے ساتھ اور مانگتا ہوں مجھ سے تیرے بڑے فضل میں سے کیونکہ تو قادر ہے اور میں قادر نہیں اور تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا اور تو بہت جاننے والا ہے اچھی باتوں کا اے اللہ! اگر تو جانتا ہے اس کام کو اچھا میرے لیے میرے دین میں اور میرے معاش میں اور میرے انجام کار میں تو تجویز کردے اس کو میرے لیے اور آسان کردے اس کو میرے لیے پھر برکت دے اس میں میرے لیے، اور اگر تو جانتا ہے اس کام کو برا میرے لیے میرے دین میں اور میری معاش میں اور میرے انجام کار میں تو ہٹادے اس کو مجھ سے اور ہٹادے مجھے اس سے اور نصیب کر مجھے بھلائی جہاں کہیں بھی ہو پھر راضی رکھ مجھ کو اس پر۔''

آپ نے فرمایا اور جب ہذا الامر پر پہنچے تو اس وقت اپنے کام کا خیال کرے۔

اس دعا کی ابتداء وانتہاء پر اللہ تعالیٰ کی تعریف وحمد بیان کرنا مستحب ہے اور درود شریف پڑھنا بھی پہلی رکعت میں سورۃ الکافرون اور دوسری میں سورۃ الاخلاص پڑھے۔

اگر کچھ معلوم نہ ہو اور تردد ہو تو سات دن تک استخارہ کیا جائے۔ ابن السنی نے روایت نقل کی ہے کہ اے انس! جب کوئی کام پیش آئے تو سات مرتبہ اپنے رب سے استغفار کرو پھر اپنے دل کی طرف دیکھو جس طرف متوجہ ہو اسی میں خیر ہے۔ اگر کسی وجہ سے نماز استخارہ نہ پڑھ سکے تو دعاء استخارہ ہی پڑھ لیا کرے۔

۱۰۔ صلوٰۃ التسبیح......اس نماز کی بہت بڑی فضیلت ہے اور اس میں بے انتہاء ثواب ہے۔
مکروہ اوقات کے علاوہ اس کو پڑھے اگر ہو سکے تو ہر روز ایک مرتبہ اس کو پڑھ لیا کرے ورنہ ہفتہ میں ایک بار یا جمعہ کو یا مہینہ میں ایک بار اور اگر ہر مہینہ میں بھی نہ ہو سکے تو تمام عمر میں ایک بار پڑھ لے۔

صلوٰۃ التسبیح چار رکعتیں ہیں ایک سلام یا دو سلاموں کے ساتھ اور ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ اور سورت پڑھے اور ان چار رکعات میں تین سو مرتبہ یہ تسبیح "سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ و اللہ اکبر" پڑھے جب کہ ہر رکعت میں پچھتر تسبیحات پڑھی جائیں گی۔
ثناء کے بعد پندرہ مرتبہ یہ تسبیح پڑھے پھر قرأت کے بعد رکوع میں قومہ میں دونوں سجدوں میں اور دونوں سجدوں کے درمیان دس دس مرتبہ تسبیح پڑھے رکوع سجدے میں ان تسبیحات کے بعد یہ تسبیح پڑھی جائے یہ طریقہ جو حضرت عبداللہ بن مبارک سے ترمذی شریف میں مذکور ہے وہ ہے جو دوسری روایتوں کی نسبت پسندیدہ ہے اس نماز کی تسبیحات کو نمازی اگر دل میں شمار کر سکتا ہو تو ہاتھوں کی انگلیوں پر شمار نہ کرے۔

۱۱۔ نماز حاجت......اس کی چار رکعت ہیں جو عشاء کے بعد پڑھی جائیں اور ایک قول یہ ہے کہ دو رکعتیں ہیں مرفوع حدیث میں ہے کہ اس کی پہلی رکعت میں ایک مرتبہ سورۃ فاتحہ پڑھے پھر تین مرتبہ آیت الکرسی اور باقی تین رکعتوں میں سے ہر ایک رکعت میں ایک مرتبہ فاتحہ پھر اخلاص پھر سورۃ الفلق اور سورۃ الناس ایک ایک مرتبہ پڑھے۔
ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو کوئی حاجت اللہ تعالیٰ یا کسی بندے سے ہو تو چاہیے کہ اچھی طرح وضو کر کے دو رکعتیں پڑھے پھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرے اور درود شریف کے بعد یہ دعا پڑھے:

لاالہ الا اللہ الحلیم الکریم سبحان اللہ رب العرش العظیم الحمدللہ رب العالمین اسألك موجبات رحمتك وعزائم مغفرتك والغنیمة من كل بر والسلامة من كل اثم لاتدع لی ذنبا الا غفرته ولا هما الا فرجته ولا حاجة هی لك رضا الا قضیتها یاارحم الراحمین

ترجمہ......کوئی معبود نہیں سوائے اللہ بردبار کرم کرنے والے کے، پاک ہے اللہ عرش عظیم کا پروردگار، سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو رب ہے تمام جہانوں کا، میں سوال کرتا ہوں تجھ سے ان کاموں کا جو تیری رحمت اور بخشش کا موجب ہیں، اور فائدہ کا ہر نیکی سے اور سلامتی کا ہر گناہ سے، نہ چھوڑ میرے لیے کوئی گناہ بغیر بخشے اور کوئی غم بغیر دور کئے اور کوئی حاجت اپنی پسندیدہ بغیر پوری کیے اے سب مہربانوں سے زیادہ مہربان۔

نفل نماز کے احکام:

الف: دن رات کے نوافل ادا کرنے کا طریقہ......دن کے نفلوں میں ایک سلام کے ساتھ دو رکعتیں بھی پڑھی جاسکتی ہیں اور چار بھی البتہ دن میں چار رکعتوں سے زیادہ ایک سلام سے پڑھنا مکروہ ہے اور رات کے نوافل میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں آٹھ رکعتیں ایک سلام سے پڑھی جاسکتی ہیں ان سے زیادہ ایک سلام سے مکروہ ہیں نیز امام ابو رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں افضل یہ ہے کہ خواہ دن ہو یا رات چار چار رکعت پر سلام پھیرے امام ابو یوسف اور امام محمد کے ہاں افضل یہ ہے کہ رات کے نوافل میں دو دو رکعت پر سلام پھیرے اور دن کے وقت چار رکعت ایک سلام سے پڑھے۔ حنفیہ کے ہاں صاحبین کے قول پر فتویٰ ہے۔
امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کے بعد چار رکعت پڑھی اور چاشت کی نماز میں چار رکعت پر ہمیشگی اختیار فرمائی نیز اس میں مشقت زیادہ ہے لہٰذا فضیلت بھی زیادہ ہے۔ اور ان پر زیادتی مکروہ ہونے کی

دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھیں اگر کراہت نہ ہوتی تو بطور جواز زیادہ پڑھتے اور صاحبین تراویح پر قیاس کرتے ہیں کہ اس کی دو رکعتیں ایک سلام کے ساتھ ہیں۔

ب: **قرأت واجب**..... نفل نماز کی تمام رکعتوں میں قرأت واجب ہے اور وتر کی بھی تمام رکعتوں میں۔ نفل میں تو اس لیے کہ اس کا ہر دوگانہ مستقل نماز ہے اور تیسری رکعت کی طرف کھڑا ہونا نئے تکبیر تحریمہ کے مترادف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پہلے تحریمہ پر صرف دو رکعتیں ہی واجب ہیں وتر میں بطور احتیاط قرأت واجب ہے۔

البتہ فرائض میں قرأت جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ صرف پہلی دو رکعتوں میں واجب ہے اور آخری رکعات میں نمازی کو اختیار ہے چاہے تو سورۃ فاتحہ پڑھے چاہیے تین تسبیحات کی مقدار خاموش کھڑا رہے اور چاہے تو تین بار تسبیح پڑھ لے یہی حضرت علی، ابن مسعود اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے البتہ سورۃ فاتحہ پڑھنا افضل ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر دوام اختیار فرمایا ہے اور ظاہر الروایۃ کے مطابق سورۃ فاتحہ رہ جانے پر سجدہ سہو نہیں۔

مسائل مذکورہ کی بنا پر اگر کسی نے نفل نماز کی چار رکعتیں پڑھیں اور ان میں قرأت نہ کی تو طرفین کے ہاں نماز کا اعادہ ہوگا کیونکہ پہلی دو رکعتوں میں قرأت نہ کرنا تکبیر تحریمہ کو باطل کر دیتا ہے اور امام ابو یوسف کے ہاں چار رکعت کی قضاء کرے گا کیونکہ پہلے دوگانہ میں قرأت نہ کرنا تحریمہ کو باطل نہیں کرتا ہاں ادا کو فاسد کرتا ہے کیونکہ قرأت رکن زائد ہے اور ادائیگی کا فاسد ہونا تحریمہ کو باطل نہیں کرے گا۔

ج: **نفل شروع کرنے سے لازم ہو جاتے ہیں**..... حنفیہ کے ہاں نفل چاہے نماز ہو یا روزہ شروع کرنے سے واجب ہو جاتے ہیں اس میں امام شافعی کا اختلاف ہے ان کا کہنا ہے کہ نفل شروع کرنے والا متبرع ہے اور متبرع پر کوئی چیز لازم نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ..... (التوبۃ: ۹/ ۹۱)

ترجمہ..... نیکو کاروں پر کسی طرح کا الزام نہیں ہے۔ شوافع کے ہاں حج، عمرہ اور فرض کفایہ کے علاوہ سنتیں شروع کرنے سے واجب نہیں ہوتیں پس جہاد، نماز جنازہ، حج اور عمرہ شروع کرنے سے لازم ہو جائیں گے اور حنفیہ کی دلیل اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ لَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۳﴾ ..... سورۃ محمد: ۴۷/ ۳۳

اور اپنے عملوں کو ضائع نہ ہونے دو۔ لہٰذا اعمال وغیرہ کو ختم کرنا توڑنا حرام ہے۔

حنفیہ کے ہاں تکبیر تحریمہ کہنے سے یا تیسری رکعت کی طرف اٹھنے سے نفل لازم ہو جاتے ہیں پس جب دوسرے دوگانہ کو فاسد کرے گا تو صرف اسی کی قضاء لازم ہوگی اور یہ پہلے دوگانہ کی طرف سرایت نہیں کرے گی کیونکہ ہر دوگانہ علیحدہ نماز ہے اسی بنا پر جس شخص نے نفل نماز شروع کی پھر اس کو فاسد کیا تو اس کی قضاء کرے گا اور اگر چار رکعتیں پڑھیں اور قعدہ اولیٰ بھی کیا پھر آخری دو کو فاسد کر دیا تو صرف دو رکعتیں قضاء کرے گا۔ البتہ درج ذیل صورتیں قضاء سے مستثنیٰ ہیں فرائض پڑھنے والے کی اقتداء میں نفل کی نیت سے شریک اگر نفل توڑ دے یا اس خیال سے فرض شروع کیے کہ ابھی تک نہیں پڑھے پھر یاد آ گیا کہ میرے ذمہ فرض نہیں تو ان دونوں صورتوں میں قضاء نہیں۔

د: **چار رکعت سنت مؤکدہ میں تشہد اول**..... چار رکعت سنت مؤکدہ یعنی ظہر سے پہلے، جمعہ سے پہلے اور بعد پڑھنے والا قعدہ اولیٰ میں صرف التحیات پڑھے اور تیسری رکعت میں ثناء نہ پڑھے البتہ سنت غیر مؤکدہ میں قعدہ اولیٰ میں التحیات اور درود ابراہیمی بھی پڑھے اور تیسری رکعت میں ثناء تعوذ وغیرہ بھی یعنی ہر دو رکعت کے بعد۔

ہ: **دو رکعت سے زیادہ نفل ایک قعدہ کے ساتھ**..... جب کوئی شخص دو رکعتوں سے زیادہ نفل کی رکعتیں پڑھے اور صرف آخر میں

قعدہ کرے تو یہ استحساناً درست ہے کیونکہ یہ چار رکعت والی نماز بن گئی جس میں صرف قعدہ اخیرہ فرض ہوتا ہے اور قعدہ چھوڑنے کی وجہ سے سجدہ سہو کرے اور تیسری رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے اگر یاد آ جائے تو قعدہ کی طرف لوٹنا واجب ہے۔

و: **بیٹھ کر یا سواری پر نفل پڑھنا**..... جائز ہیں ہم نے نماز میں قیام کی بحث میں بیان کر دیا ہے کہ جو شخص کھڑے ہو کر نفل پڑھنے پر قادر ہے اس کو بھی بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے البتہ ثواب آدھا ملے گا اگر بلاعذر ایسا کرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو کھڑے ہو کر نماز (نفل) پڑھے یہ افضل ہے اور جو بیٹھ کر پڑھے اس کو اس کی نسبت آدھا ثواب ملے گا اور جو لیٹ کر پڑھے اس کو بیٹھ کر پڑھنے والے کے ثواب سے آدھا ثواب ملے گا شوافع کے ہاں لیٹ کر نفل پڑھنا جائز ہیں اور باقی مذاہب میں عذر کی بناء پر جائز ہیں۔

نوافل میں قعدہ کی کیفیت وہی ہے جو تشہد کی ہے اسی بات پر حنفیہ اور شوافع کا فتویٰ ہے۔ جب کہ مالکیہ اور حنابلہ کے ہاں آلتی پالتی مارنا مستحب ہے۔ اور صحیح قول کے مطابق کھڑے ہو کر نفل شروع کرنے کے بعد ان کو بیٹھ کر مکمل کرنا باوجودیکہ کھڑے ہونے پر قادر ہے بلا کراہت جائز ہے۔

نوافل کو اگر چہ سنت مؤکدہ ہی ہوں جیسے فجر کی سنتیں شہر سے باہر سواری پر ادا کرنا جائز اور صحیح ہے رکوع اور سجدے کا اشارہ کرے اور جس طرف ہی سواری جا رہی ہے اسی طرف منہ کرے اور جب سواری سے اترے تو نماز کو پورا کر لے اور تکبیر تحریمہ کے لیے سواری روکنے سے عاجز ہونا شرط نہیں ظاہر الروایہ میں۔ پاؤں کو حرکت دینا یا سواری کو مارنا اگر اس سے عمل کثیر نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔

سواری پر نفل پڑھنے کی دلیل..... حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سواری پر نفل پڑھتے ہوئے دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ سے پڑھ رہے تھے البتہ سجدہ میں زیادہ جھکتے تھے دونوں رکعتوں میں۔

کجاوے میں (نفل) نماز پڑھنا ایسا ہی ہے جیسے سواری پر نماز پڑھنا چاہے سواری چل رہی ہو یا ٹھہری ہوئی ہو البتہ اگر کجاوہ زمین پر رکھا ہوا ہو تو پھر اس میں فرض نماز پڑھنا بھی درست ہے۔ جانور اور سواری پر اگر نجاست ہو چاہے زین یا رکاب ہی میں ہو تو اس سے نماز پر کوئی اثر نہیں پڑتا پیدل چلنے والے کی نماز بالاتفاق درست نہیں تھکاوٹ وغیرہ کی وجہ سے نفل پڑھنے والے کو کسی چیز سے ٹیک لگانا بلا کراہت جائز ہے اور اگر بلاعذر ہو تو مکروہ ہے کیونکہ بے ادبی ہے۔

ز: **سواری پر فرض واجب پڑھنا**..... سواری (جانور) پر فرائض اور واجبات جیسے وتر، نذر کی نماز، نفل کی قضاء، نماز جنازہ، سجدۂ تلاوت جبکہ آیت زمین پر پڑھی ہو وغیرہ بلا عذر و بلا ضرورت پڑھنا جائز نہیں البتہ اگر کوئی ضرورت یا عذر ہو مثلاً چور کا خوف یا درندے کا خوف یا کیچڑ وغیرہ ہو یا مرض و بیماری ہے کہ اگر اتر گیا تو سوار کون کرائے گا تو جانور و سواری پر نماز پڑھنا جائز ہے۔

ح: **کشتی ہوائی جہاز اور گاڑی میں نماز پڑھنا**..... امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں کشتی ہوائی جہاز اور گاڑی میں بلاعذر بیٹھ کر فرض نماز پڑھنا جائز ہے البتہ رکوع سجود کرنا ضروری ہیں صاحبین کے ہاں بلاعذر بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں اور عذر سر چکرانا اور اترنے کی طاقت نہ ہونا ہے۔

ابتدائے نماز میں قبلہ رخ ہونا شرط ہے اور جب کشتی وغیرہ قبلہ سے پھر جائے تو قبلہ کی طرف رخ کرنا ضروری ہے، اگر استقبال قبلہ نہ کیا تو نماز جائز نہ ہوگی اور اگر کوئی استقبال قبلہ سے عاجز ہو تو وہ اس وقت تک نماز نہ پڑھے جب تک استقبال پر قادر نہ ہو جائے۔ سمندر کے درمیان میں رکی ہوئی کشتی جسے ہوا حرکت دے رہی ہے وہ چلنے والی کشتی کے حکم میں ہے اور اگر ہوا حرکت نہیں دے رہی تو پھر ٹھہری ہوئی کے حکم میں ہے۔

ساحل سمندر پر لنگر انداز کشتی میں بالاتفاق بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں۔ کشتی میں نماز پڑھنے والوں کے لیے سنت سے ثابت حکم یہ ہے کہ

قیام واجب ہے اگر غرق ہونے کا خوف نہ ہو تو بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کشتی میں کیسے نماز پڑھوں آپ نے فرمایا اگر غرق ہونے کا خوف نہ ہو تو کھڑے ہو کر پڑھو"

مالکیہ کے ہاں نوافل...... مالکیہ کے ہاں نوافل کی تین قسمیں ہیں۔

۱.....سنت ۲.....فضیلت ۳.....نفل

۱۔ سنت...... یہ دس نمازیں ہیں: وتر اور اس کی ایک ہی رکعت ہے جس میں سورہ فاتحہ اخلاص اور معوذتین پڑھی جائیں اور یہ سب سنتوں سے مؤکد ہے نیز وتر میں جہر مستحب ہے فجر کی دو رکعتیں (سنت) ان کو مالکیہ کے ہاں رغیبہ کہتے ہیں یعنی ان کی ترغیب دی گئی ہے یہ مستحب سے اوپر اور سنت سے نیچے کا درجہ ہے ان کا وقت طلوع فجر سے طلوع شمس تک کا ہے نماز صبح کی طرح پھر اگر رہ جائیں تو ان کی قضاء صرف زوال تک کی جاسکتی ہے۔ اگر کسی نے فجر کے فرض پہلے پڑھ لیے تو پھر ان کی قضاء سورج کے ایک نیزہ (۱۲ بالشت متوسط) بلند ہونے سے پہلے کرنا مکروہ ہے اور حنفیہ کی طرح ان کے ہاں بھی سوائے ان سنتوں کے باقی نوافل وغیرہ اگر رہ جائیں تو ان کی قضاء نہیں نیز ان کو مسجد میں پڑھنا مستحب ہے اس شخص کے لیے جو فرائض مسجد میں پڑھنے جارہا ہو اور ان کی پہلی رکعت میں سورۃ الکافرون اور دوسری میں اخلاص پڑھی جائے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز، نماز کسوف، نماز خسوف، نماز استسقاء، سجدہ تلاوت طواف کی دو رکعتیں احرام کی دو رکعتیں (یہ سب سنت ہیں) ان کی ترتیب وفضیلت یہ ہے پہلے وتر پھر نماز عید پھر کسوف پھر استسقاء علامہ خلیل نے اپنی کتاب میں نماز خسوف کو مستحب لکھا ہے۔

۲۔ فضیلت...... فضائل بھی دس نمازیں ہیں: تحیۃ الوضوء مسجد میں داخل ہو کر اس میں بیٹھنے والے کے لیے، تحیۃ المسجد اگر چہ اوقات مکروہ ہی ہوں نیز یہ فرض اداء کرنے سے ادا ہو جائے گی، نماز چاشت یہ مؤکدہ ہے اور اس کی کم سے کم دو اور زیادہ سے زیادہ آٹھ رکعتیں ہیں تہجد اور ان کو جہراً پڑھنا مستحب ہے۔ یہ بھی مؤکد ہیں آخیر رات میں پڑھنا افضل ہیں وتر کے علاوہ اس کی دس رکعتیں ہیں اور اکثر کی کوئی حد نہیں تراویح سنت موکدہ ہیں بیس رکعتیں ہر دو رکعت پر سلام پھیرے۔ یہ وتر اور دوگانہ کے علاوہ ہیں اور یہ تہجد سے زیادہ مؤکد ہیں اور تراویح میں قرآن کریم ختم کرنا مستحب ہے اور ہر رات ایک پارہ بیس رکعت میں پڑھے۔ نیز تراویح کو مساجد میں جماعت سے پڑھا جائے اور تمام لوگوں کے سامنے کیونکہ ان میں اقتداء ضروری ہے اگر مساجد میں نہ پڑھی گئی تو اس سے مساجد کی ویرانی لازم آئے گی لہٰذا علیحدہ نہ پڑھے نماز ظہر سے پہلے اور بعد کی سنتیں نماز عصر سے پہلے کی سنتیں نماز مغرب سے بعد اور عشاء سے بعد بغیر کسی تعداد کے البتہ استحباب کے حصول کے لیے دو رکعتیں کافی ہیں مغرب کے علاوہ باقی نمازوں کے بعد (جن کے بعد نوافل ہیں) چار رکعتیں پڑھنا بہتر ہے جب کہ مغرب کے بعد چھ رکعتیں بہتر ہیں وتر سے پہلے دوگانہ پڑھنا ایک سلام سے اور اس دوگانہ کو (ایک وتر) سے ملانا بغیر سلام کے مکروہ ہے اور صرف ایک وتر پر اکتفاء کرنا بغیر دوگانہ کے یہ بھی مکروہ ہے ہاں وتر پر بغیر دوگانہ کے بھی صحیح ہو جائیں گے اور وتر سے پہلے دوگانہ کی پہلی رکعت میں سورۃ الاعلیٰ اور دوسری میں کافرون پڑھنا مستحب ہے نیز سنت فجر اور دن کے نوافل کو سراً پڑھنا مستحب ہے وتر اور رات کے نوافل کو جہراً پڑھنا مستحب ہے مسجد نبوی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام پیش کرنے سے قبل تحیۃ المسجد پڑھنا مستحب ہے اور مسجد حرام کا تحیۃ طواف کے سات چکر ہیں البتہ مکی کے لیے طواف کی دو رکعتیں کافی ہیں۔

۳۔ نوافل...... نوافل کی پھر دو قسمیں ہیں:

۱.....وہ نوافل جن کا کوئی سبب نہ ہو یہ اوقات مکروہ خمسہ کے علاوہ پڑھنا جائز ہیں۔

۲..... وہ نوافل جن کا کوئی سبب ہے یہ دس ہیں سفر میں نکلتے وقت، سفر سے واپسی پر، گھر میں داخل ہونے کے بعد، گھر سے نکلتے وقت استخارہ کی دو رکعتیں نماز حاجت کی دو رکعتیں۔ صلوۃ تسبیح چار رکعات اذان واقامت کے درمیان دو رکعتیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا

ارشاد ہے ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے دو اذانوں سے مراد اذان و اقامت ہیں۔ زوال کے بعد چار رکعتیں تو بہ کی رکعتیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جس شخص سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے پھر وہ وضو کر کے نماز پڑھے اور استغفار کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما دیتے ہیں پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا ...... آل عمران ۳/ ۱۳۵

ابن حبان بیہقی اور ابن خزیمہ نے پھر دو رکعتیں پڑھے، کا اضافہ نقل کیا ہے۔ بعض مالکیہ کے ہاں دعا کے وقت دو رکعتیں اور جس کو قتل کیا جا رہا ہوں اس وقت دو رکعتیں پڑھنے کا اضافہ بھی منقول ہے حضرت حبیب بن عدی کی تقلید میں۔

مالکیہ کے ہاں نوافل کی ادائیگی میں مکروہ چیزیں...... وتر کو بلا عذر نیند یا غفلت وغیرہ کی بنا پر وقت ضروری طلوع فجر تک مؤخر کرنا مکروہ ہے۔ اسی طرح نماز صبح کے بعد دنیاوی معاملات میں گفتگو کرنا مکروہ ہے البتہ سنت فجر کے بعد اور فرض سے پہلے مکروہ نہیں۔ سنت فجر کے بعد فرض ادا کرنے سے پہلے پہلو کے بل لیٹ کر آرام کرنا مکروہ ہے۔ حنفیہ کے ہاں بھی یہی حکم ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کی وجہ سے کیونکہ آپ لیٹ کر فرض اور سنت میں فرق نہیں کرتے تھے بلکہ فرماتے ہیں کہ کونسا فرق سنت فجر سے افضل ہو سکتا ہے سوائے سلام کے کیونکہ سلام ہی تو فرق کے لئے ہے اور یہ سلام نماز سے نکلنے کے لیے کسی کام یا بات سے افضل ہے۔ نماز تراویح کے علاوہ باقی نوافل کو جماعت سے پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ نفل کی شان تو علیحدہ علیحدہ پڑھنا ہے۔

شوافع کے ہاں نوافل...... نوافل کی دو قسمیں ہیں:

۱..... وہ قسم جس میں جماعت سنت ہے۔

۲..... وہ قسم جس میں جماعت سنت نہیں۔

ا۔ وہ نوافل جن کے لیے جماعت سنت ہے:

وہ سات نمازیں ہیں...... نماز عید الفطر، عید الاضحیٰ، نماز کسوف، خسوف، نماز استسقاء نماز تراویح کیونکہ بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی راتیں تراویح کی نماز پڑھائی صحابہ نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی پھر آپ نے پورا مہینہ گھر میں نماز تراویح پڑھی اور فرمایا کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ تراویح کی جماعت تم پر فرض نہ کر دی جائے پھر تم اس سے عاجز ہو جاؤ نیز ابن خزیمہ اور ابن حبان نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں آٹھ رکعتیں رمضان میں پڑھائیں پھر وتر پڑھائے جب دوسری رات آئی ہم مسجد میں جمع ہوئے اور ہم انتظار کرتے رہے کہ آپ آئیں گے یہاں تک کہ صبح ہو گئی (اور آپ نہ آئے) اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ تیسری اور چوتھی رات حاضر ہوئے۔ تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تراویح کے لیے مردوں کو حضرت ابی بن کعب کی اقتداء میں اور عورتوں کو سلیمان بن ابی خیثمہ کی اقتداء میں جمع فرمایا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے تک لوگ مسجد میں جماعت سے تراویح نہیں پڑھتے تھے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرض ہو جانے کے خوف سے انفرادا پڑھی تھی اب چونکہ یہ خوف نہ تھا۔

رمضان میں نماز عشاء سے طلوع فجر کے درمیان دس سلاموں کے ساتھ تراویح کی بیس رکعتیں پڑھنا سنت ہیں نیز صحابہ نے بھی ان پر دوام و ہمیشگی اختیار فرمائی ہے۔ بخاری اور مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص ایمان اور طلب ثواب کے جذبہ سے رمضان میں تراویح پڑھے اس کے تمام سابقہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

ہر شخص ہر دو رکعتوں میں تراویح کی نیت کرے اگر کسی نے ایک سلام کے ساتھ چار رکعتیں پڑھی لی تو یہ درست نہیں۔ نیز وتر کو تراویح کے بعد

جماعت سے پڑھنا مستحب ہے لیکن اگر کسی کو رات کے آخری پہر میں جاگنے کا یقین ہو تو اس کے لیے مؤخر کرنا افضل ہے۔ مسلم شریف میں روایت ہے کہ جس شخص کو یہ خوف ہو کہ وہ رات کے آخری پہر میں نہ اٹھ سکے گا تو وہ پہلے ہی وتر پڑھ لے اور جسے اٹھنے کی امید ہو تو پھر وہ آخری پہر میں وتر پڑھے کیونکہ رات کے آخری پہر کی نماز۔

یہ نوافل ان نوافل سے افضل ہیں جن کے لیے جماعت مسنون نہیں کیونکہ یہ فرائض کے مشابہ ہیں جماعت میں ان کی ترتیب یہ ہے سب سے مؤکدہ نماز عید کیونکہ یہ فرائض کی طرح وقت معین میں ہے پھر نماز کسوف کیونکہ قرآن میں اس کا ذکر ہے پھر نماز استسقاء اور صحیح یہ ہے کہ سنت مؤکدہ تراویح سے افضل ہیں کیونکہ سنت مؤکدہ کو آپ علیہ السلام نے ہمیشہ ادا فرمایا ہے نہ کہ تراویح کو۔

۲۔ وہ نوافل جن کے لیے جماعت سنت نہیں...... ان کی دو قسمیں ہیں (الف) وہ سنتیں جو فرائض کے تابع ہیں ان کو سنن مؤکدہ بھی کہا جاتا ہے اور یہ سترہ رکعتیں ہیں دو رکعتیں فجر کی چار ظہر سے پہلے اور دو ظہر کے بعد چار عصر سے پہلے دو مغرب کے بعد تین عشاء کے بعد جن میں ایک وتر ہے اور وتر کی کم سے کم ایک رکعت ہے جب کہ زیادہ گیارہ رکعتیں ہیں اور وتر کا وقت عشاء اور طلوع فجر کے درمیان ہے اگر کسی نے قصداً یا بھول کر عشاء سے پہلے وتر پڑھ لیے تو ان کا اعتبار نہیں ہوتا نیز نماز جمعہ سے پہلے چار رکعتیں اور بعد میں بھی چار رکعتیں سنت ہیں (ب) وہ سنتیں جو فرائض کے تابع نہیں اور یہ وہ نوافل ہیں جنہیں آدمی دن یا رات میں پڑھتا ہے ان میں سے افضل تہجد ہیں جنہیں قیام اللیل بھی کہتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ فرائض کے بعد افضل نماز نماز تہجد ہے نیز چونکہ تہجد لوگوں کی غفلت اور اطاعت کے ترک کے وقت پڑھے جاتے ہیں اس لیے افضل ہیں۔

دن میں مطلقاً نفل پڑھنے سے رات میں پڑھنا افضل ہیں پھر رات کے درمیان میں نفل افضل پھر رات کے آخری حصہ میں جب کوئی مسلمان رات کو تین حصوں میں تقسیم کرے تو یہ ترتیب ہے اور اگر کوئی رات کو دو حصوں میں تقسیم کرے تو پھر رات کے آخری حصہ میں نفل پڑھنا پہلے حصہ سے افضل ہیں اور سب سے افضل یہ ہے کہ رات کو چھ حصوں میں تقسیم کرے پہلے تین حصوں میں سو جائے چوتھے اور پانچویں حصے میں نفل پڑھے اور چھٹے حصے میں سو جائے تاکہ صبح کی نماز کے لیے چستی اور نشاط سے حاضر ہو سکے۔

اور پوری رات نفل پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا تم دن کو روزہ رکھتے ہو؟ تو میں نے عرض کیا جی ہاں! آپ نے فرمایا رات کو نفل پڑھتے ہو تو میں نے عرض کیا جی ہاں! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیکن میں تو روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں رات کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور بیوی سے ہمبستری بھی کرتا ہوں پس جو میری سنت سے اعراض کرے وہ مجھ سے نہیں۔ ❶

اور دن کے نوافل نے گھر میں پڑھنا افضل ہیں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرائض کے علاوہ آدمی کی افضل نماز وہ ہے جو گھر میں پڑھے۔ ❷

تہجد میں ہر دو رکعتوں پر سلام پھیرنا سنت ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رات کی نماز دو دو رکعتیں ہیں اور جب صبح ہو جائے تو ایک وتر پڑھ لیا کرو ❸ لیکن اگر کسی نے تہجد کی تمام رکعات ایک سلام سے پڑھ لی تو یہ بھی جائز ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات تیرہ رکعات پڑھیں ان میں سے پانچ وتر پڑھے آپ آخری رکعت میں بیٹھنے اور سلام پھیرا اور آپ نے سات یا پانچ وتر پڑھے ان کے درمیان سلام یا کلام سے فصل نہیں کیا۔ ❹

اگر کسی نے ایک رکعت نفل پڑھا تو یہ بھی جائز ہے روایت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ ایک مسجد سے گذرے آپ نے اس میں ایک رکعت پڑھی

---

❶ رواہ البخاری ومسلم۔ ❷ ایضاً۔ ❸ ایضاً۔ ❹ المجموع: ۳/ ۵۴۱

آپ کے پیچھے ایک آدمی پڑ گیا اور کہنے لگا اے امیر المؤمنین آپ نے ایک رکعت پڑھی ہے (آپ نے فرمایا) یہ نفل ہیں جو چاہے زیادہ پڑھے یا کم پڑھے۔ ❶

مستحب یہ ہے کہ آدمی نیند سے اٹھنے کی نیت کرے جب بیدار ہو تو چہرے پر ہاتھ پھیرے اور آسمان کی طرف دیکھے اور پڑھے:

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ...... آل عمران ۳/ ۱۹۰

تہجد کو ہلکی سی دو رکعتوں سے شروع کرے اور رات کے نوافل میں سنت یہ ہے کہ نہ جہراً ہوں نہ سراً بلکہ درمیانی آواز سے۔

قیام لمبا کرنا زیادہ سجدوں سے تہجد میں افضل ہے اور دوران نماز او نگنے اور رات کی تمام ساعات میں دعا اور استغفار زیادہ کرے نصف آخیر میں اور سحری کے وقت افضل ہے۔

ان نوافل میں سے نماز چاشت ہے اس کی کم سے کم دو رکعتیں اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتیں ہیں مسلم شریف میں روایت ہے کہ تم میں سے ہر ایک کے ہر جوڑ پر صبح کے وقت صدقہ ہے اور چاشت کی دو رکعتیں اس کے لیے کافی ہیں۔ کمال کی ادنیٰ مقدار چار رکعت ہیں اور اکمل چھ رکعت ہیں اور افضل آٹھ رکعت ہیں ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاشت کی آٹھ رکعت پڑھیں اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعت ہیں ابوداؤد شریف میں ہے دو رکعت چاشت پڑھنے والا غافلوں میں نہیں لکھا جاتا اور چار رکعتیں پڑھنے والا محسنین میں لکھا جاتا ہے اور چھ رکعت پڑھنے والا عبادت گذاروں میں لکھا جاتا ہے اور آٹھ رکعت پڑھنے والا کامیابوں میں اور دس رکعت پڑھنے والے کے اس دن کے گناہ نہیں لکھے جاتے اور بارہ رکعتیں پڑھنے والے کا گھر جنت میں بنا دیا جاتا ہے ❷ اور اس کا وقت سورج بلند ہونے سے زوال تک ہے۔

غیر مؤکدہ میں سے تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں ہیں اور صحیح یہ ہے کہ جتنی بار مسجد میں داخل ہوگا اتنی بار اس کو پڑھنا پڑھے گا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو اس وقت تک نہ بیٹھے جب تک دو رکعتیں نہ پڑھ لے۔ اگر کوئی مسجد میں داخل ہو اور جماعت کھڑی تھی تو تحیۃ المسجد نہ پڑھے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب جماعت کھڑی ہو جائے تو پھر فرض نماز کے علاوہ کوئی نماز نہیں اور اس لیے بھی اس سے تحیۃ المسجد کا ثواب حاصل ہو جائے گا نیز اس کے علاوہ بھی کسی فرض یا نفل کو پڑھنے سے جس تحیۃ المسجد کا ثواب حاصل ہو جائے گا اگرچہ نیت نہ بھی کی ہو کیونکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ مسجد کی پامالی نہ کرے بغیر نماز کے اس بناء پر اگر فرض کی جماعت کھڑی ہو یا مسجد حرام میں داخل ہو اور طواف سے پہلے تحیۃ المسجد پڑھے یہ مکروہ ہے یا نماز کے فوت ہونے کا خوف ہو البتہ خطیب کے لیے جب وہ خطبہ کے لیے آئے تو تحیۃ المسجد مسنون نہیں۔ اسی طرح اس شخص کے لیے بھی مسنون نہیں اگر وہ تحیۃ المسجد پڑھے تو جمعہ کا اول حصہ فوت جاتے ان نوافل میں سے نماز توبہ بھی ہے۔ ابوداؤد وغیرہ میں روایت ہے اور امام ترمذی نے اس کو حسن قرار دیا ہے کہ جس بندے سے گناہ ہو جائے پھر وہ وضو کرے دو رکعتیں پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دیتے ہیں۔ ان نوافل میں سے صلوٰۃ تسبیح کی چار رکعت ہیں ہر رکعت میں قرأت کے بعد پندرہ مرتبہ سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الااللہ واللہ اکبر کہے اور رکوع میں قومہ میں دونوں سجدوں اور ان کے درمیان اور جلسہ استراحت اور تشہد میں پہلے دس دس مرتبہ پڑھے یہ ہر رکعت میں پچھتر مرتبہ ہوں گے۔

نماز استخارہ کی دو رکعتیں...... بخاری شریف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت جو ہم نے حنفیہ کے ہاں نوافل میں بیان کر دی ہے البتہ اس کی پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورۃ الکافرون اور دوسری رکعت میں سورۃ اخلاص پڑھے زوال کے بعد کی دو رکعتیں ان

---

❶...... المجموع: ۳/ ۵۳۱۔ ❷ رواہ البیہقی

دونوں میں فاتحہ کے بعد سورۃ الکافرون اور اخلاص پڑھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ انھوں نے یہ دو رکعت پڑھی ہیں اور پڑھنے کا حکم فرمایا ہے اور یہ حدیث غریب ہے کہ اس کا راوی منفرد ہے سفر سے واپسی پر دو رکعتیں مسجد میں پڑھنا گھر جانے سے پہلے سنت کی پیروی میں اس کو شیخین نے روایت کیا ہے۔

تحیۃ الوضو اگر چہ نیا وضو بنایا ہو صحیحین میں روایت ہے کہ جس نے اچھی طرح وضو کیا پھر دو رکعتیں اس طرح پڑھی کہ ان میں کوئی غلطی نہ کی تو اس کے سابقہ تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے نماز اوابین اس کو صلاۃ الغفلۃ بھی کہتے ہیں کیونکہ لوگ عشاء یا نیند وغیرہ کی وجہ سے اس غافل ہوتے ہیں اس کی مغرب اور عشاء کے درمیان بیس رکعتیں ہیں اور کم سے کم دو رکعت ہیں ترمذی شریف میں روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مغرب اور عشاء کے درمیان چھ رکعتیں پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے بارہ رکعت کی عبادت لکھ دیں گے۔

شوافع کے ہاں مؤکد اور غیر مؤکد نوافل:

ا۔ سنن مؤکدہ: الف......دس رکعتیں جو فرائض کے تابع ہیں دو رکعتیں سنت فجر دو رکعتیں ظہر یا جمعہ سے پہلے اور دو بعد میں اور دو رکعتیں مغرب کے بعد اور دو رکعتیں عشاء کے بعد۔ مغرب اور فجر کی دو رکعتوں میں سے پہلی رکعت میں سورۃ الکافرون اور دوسری میں سورۃ الاخلاص پڑھے اور روایت میں ہے کہ آپ علیہ السلام نے فجر کی پہلی رکعت میں **قولوا آمنا باللہ وما انزل علینا** سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۱۳۶ پڑھی اور دوسری رکعت میں **قل یااھل الکتاب تعالوا** آل عمران کی آیت نمبر ۶۴ پڑھی۔

خلاصہ......خلاصہ یہ ہے کہ فجر، مغرب، استخارہ، تحیۃ المسجد، احرام کی دو رکعتوں اور زوال کی دو رکعت میں سے پہلی رکعت میں سورۃ الکافرون اور دوسری میں سورۃ الاخلاص پڑھے۔

سنت فجر اور فرض میں دائیں پہلو پر لیٹ کر یا بات چیت کے ذریعے فصل سنت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موذن کی اذان کے بعد فجر طلوع ہوتی تو دو ہلکی سی رکعتیں پڑھتے پھر دائیں پہلو پر لیٹ جاتے یہاں تک کہ موذن اقامت کے لیے آتا تو مسجد میں جاتے۔

حنابلہ کے مذہب کے موافق ہے اس میں مالکیہ اور حنفیہ کا اختلاف ہے جیسے کہ پہلے بیان کیا گیا ہے۔

ب: وتر......جب کوئی تین وتر پڑھنے کا ارادہ کرے تو افضل یہ ہے کہ دو سلاموں سے پڑھے کیونکہ اس بارے میں صحیح احادیث ہیں نیز عبادت کی کثرت ہوتی ہے کیونکہ نیت کی تجدید ہوگی دعا افتتاح نماز کے آخر کی دعا اور سلام وغیرہ کی کثرت ہوگی۔

ج: نماز تہجد، نماز چاشت اور نماز تراویح

افضلیت کی ترتیب......بہت زیادہ مؤکدہ سنتیں ہیں جو فرض کے تابع ہیں سنت فجر اور وتر کیونکہ ان دونوں کی فضلیت میں جو احادیث وغیرہ ہیں ان کے علاوہ کے بارے میں وہ نہیں اور شوافع کا نیا مذہب جو کہ صحیح ہے یہ کہ وتر سنت فجر سے افضل ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر ایک نماز زائد کی ہے جو تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے اور وہ نماز وتر ہے اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔ اور صحیح بات یہ ہے کہ فرض کے تابع سنن تراویح سے افضل ہیں اور تراویح کا درجہ ان کے بعد ہے پھر نماز چاشت پھر دو رکعت طواف اور دوگانہ احرام پھر تحیۃ المسجد پھر تحیۃ الوضو۔

سنن مؤکدہ کا وقت......جو سنن جن فرائض سے پہلے ادا کی جاتی ہے تو وہ اس فرض کے وقت میں داخل ہیں اور ان کا وقت فرض کے

وقت کے ختم تک رہتا ہے اور جو فرائض کے بعد ہیں تو فرض سے فارغ ہونے کے بعد ان کا وقت شروع ہوتا ہے اور فرض کے وقت کے ختم تک ان کا وقت رہتا ہے نیز فرض سے پہلی سنتوں کو اگر فرض کے بعد ادا کیا جائے تو ان کو ادا ہی شمار کیا جائے گا اور مناسب یہ ہے کہ ان کو اپنے وقت مؤخر نہ کیا جائے ہاں اگر جماعت وغیرہ کھڑی ہو چکی ہو تو الگ بات ہے فرض سے بعد والی سنتوں کو فرض سے پہلے ادا کرنے سے ان کی ادائیگی شمار نہ ہوگی اسی طرح سنن موکدہ کو سفر میں بھی ادا کرنا سنت ہے چاہے قصر کرے یا مکمل نماز پڑھ رہا ہو لیکن حالت اقامت میں یہ مؤکد ہیں۔

نوافل کی قضاء.....سنن موکدہ اگر فوت ہو جائیں تو صحیح یہ ہے کہ ان کی قضاء کرنا مستحب ہے۔

صحیحین میں حدیث ہے کہ جو شخص نماز سے سو گیا یا بھول گیا تو جب یاد آئے اسے پڑھ لے نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنت فجر کی قضاء طلوع آفات کے بعد فرمائی تھی جب آپ (لیلۃ التعریس) میں سو گئے تھے اور ظہر سے بعد کی دو رکعت کی قضاء عصر کے بعد فرمائی تھی نیز چونکہ ان نمازوں کا وقت مقرر ہے لہٰذا فرائض کی طرح ان کی بھی قضاء کی جائے گی چاہے سفر میں ہو یا حضر میں۔

۲۔ سنن غیر مؤکدہ:

الف.....بارہ رکعتیں یعنی ظہر سے پہلے دو رکعتیں اور ظہر کے بعد دو رکعتیں یہ سنت مؤکدہ کے علاوہ ہیں۔ اور جمعہ کی ظہر کی طرح چار، عصر سے پہلے دو، مغرب سے پہلے اور ان دو کو مؤذن کی اذان کے بعد ہلکی سی ادا کرنا مسنون ہے کیونکہ حدیث میں ہے ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے اور اذانین سے اذان و اقامت مراد ہیں اور دو رکعتیں عشاء سے پہلے۔

ب.....سنن مؤکدہ کے علاوہ تمام نوافل۔

ج.....نفل مطلق یعنی جس کے لیے نہ وقت متعین ہے نہ سبب یعنی نہ اس کی کوئی تعداد ہے اور نہ ہی رکعات کی تعداد۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو ارشاد ہے نماز بہترین چیز ہے چاہے تھوڑی ہو یا زیادہ۔ اگر کسی نے دو سے زیادہ رکعت کی نیت سے تکبیر تحریمہ کیا تو اس کو ہر دو رکعت پر تشہد پڑھنا چاہیے اور ہر رکعت میں تشہد نہ پڑھے اگر کسی نے خاص تعداد کی نیت کی تو اس کو اس میں کمی زیادتی کرنے کا اختیار ہے نیت تبدیل کر کے ورنہ وہ باطل ہو جائیں گے۔ پس اگر کسی نے دو رکعتوں کی نیت کی پھر تیسری رکعت کے لیے بھول کر کھڑا ہو گیا تو اصح یہ ہے کہ یہ قعدہ کرے پھر زیادہ کے لیے کھڑا ہو اگر چاہے پھر آخر میں سجدہ سہو کر لے۔ ہم نے یہ بات پہلے بیان کر دی ہے کہ رات کو نوافل افضل ہیں پھر اس کے درمیان کے پھر آخر کے نفل کی ہر دو رکعت پر سلام پھیرے اور پوری رات ہمیشہ قیام کرنا مکروہ ہے اسی طرح جمعہ کی رات کو قیام کے لئے خاص کرنا بھی مکروہ ہے، تہجد کو پڑھنے کے بعد بلا عذر چھوڑنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عبداللہ بن عمرو کو ارشاد ہے اے عبداللہ! فلاں شخص کی طرح نہ ہو کہ وہ پہلے تہجد پڑھتا تھا پھر اس نے چھوڑ دیئے۔

حنابلہ کے ہاں نوافل.....حنبلی مذہب، شافعی مذہب کے زیادہ مشابہ ہے حنابلہ کے ہاں نوافل کی دو قسمیں ہیں ایک قسم وہ نوافل جن کی لیے جماعت مسنون ہے جیسے نماز کسوف استسقاء اور تراویح دوسری قسم جو نوافل انفرادا پڑھے جائیں ان کی پھر دو قسمیں ہیں:

۱.....سنت معینہ۔

۲.....نفل مطلق۔

۱۔ سنت معینہ.....کی کئی قسمیں ہیں:

پہلی قسم: سنن مؤکدہ.....اور ہر ایک رکعت وتر اس کو پڑھنا مؤکد ہے اور چھوڑنا مکروہ اور اس شخص کی گواہی قابل قبول نہیں جو ہمیشہ وتر نہ پڑھتا ہو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے جو شخص قصداً وتر چھوڑے وہ برا ہے اس کی گواہی قبول نہ کی جائے۔ اور دس رکعت یعنی ظہر سے پہلے

اور بعد دو دو رکعتیں مغرب کے بعد دو رکعتیں عشا کے بعد دو رکعتیں فجر سے پہلے دو رکعتیں البتہ سفر میں اختیار ہے چاہے انھیں پڑھے یا نہ پڑھے کیونکہ سفر میں مشقت ہے یہی وجہ ہے کہ قصر کی اجازت ہے البتہ فجر کی سنتیں اور وتر پڑھنا ضروری ہیں کیونکہ ان کی تاکید زیادہ ہے۔

تمام سنن چاہے مؤکدہ ہوں یا غیرہ مؤکدہ جن کی لیے جماعت مشروع نہیں ان کو گھر میں پڑھنا افضل ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دس رکعتیں یاد کی ہیں۔ ظہر سے پہلے دو رکعت اور بعد میں بھی دو رکعت مغرب کے بعد دو رکعت اپنے گھر میں عشاء کے بعد دو رکعت گھر میں اور نماز فجر سے پہلے دو رکعتیں یہ دو رکعتیں اس وقت پڑھتے تھے کہ میں آپ کے پاس نہ ہوتا تھا حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا ہے کہ جب موذن اذان دیتا اور فجر طلوع ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعتیں پڑھتے ❶ اور مسلم شریف میں ہے کہ جمعہ کے بعد دو سجدے اور اس میں صبح کی سنتیں مذکور نہیں فجر کی سنت میں تخفیف مسنون ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی دو رکعتیں اتنی ہلکی پڑھتے تھے کہ میں سمجھتی شاید آپ سورۃ فاتحہ بھی پڑھتے ہیں یا نہیں۔ ❷ فرض پڑھنے سے پہلے سنت کے بعد دائیں پہلو پر لیٹنا مسنون ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کی دو رکعتیں پڑھتے تو پہلو کے بل لیٹ جاتے اور ایک روایت میں ہے کہ اگر میں جاگ رہی ہوتی تو میرے ساتھ بات چیت کرتے ورنہ پہلو کے بل لیٹ جاتے ❸ حنابلہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنا اقوال وافعال میں یہ بہتر ہے آپ کی مخالفت سے۔

مغرب اور فجر کی دو رکعت میں سورۃ الکافرون اور اخلاص پڑھنا مسنون ہے فجر کے بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے اور مغرب کے بارے میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ❹ یا فجر کی پہلی رکعت میں سورۃ بقرہ کی آیت ۱۳۶ **اقولوا منا باللہ** پڑھے اور دوسری میں آل عمران کی آیت ۶۴ **قل یا اھل الکتاب تعالوا** پڑھے۔

فجر کی سنتوں وتروں وغیرہ کو سواری پر پڑھنا بھی جائز ہے سوائے فرائض کے مسلم شریف میں فجر کے بارے میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے اور بخاری میں بھی ہے۔ اور ان سب میں سے زیادہ مؤکد فجر کی سنتیں ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی دو رکعت سے زیادہ کسی کا اہتمام نہ فرماتے تھے۔

سنن مؤکدہ جو فرائض سے پہلے ہیں ان کا وقت فرائض سے پہلے ہے اور بعد والی سنتوں کا وقت بعد میں ہے فجر کی سنتوں کے علاوہ باقی کی قضا نہیں امام احمد نے چاشت کے وقت ان کی قضاء کو پسند فرمایا ہے جیسا کہ مالکیہ اور حنفیہ کے ہاں۔ اور امام احمد کا کہنا ہے کہ اگر کسی نے فجر کے فرائض کے بعد پڑھ لی تو بھی جائز ہے نیز سنن مؤکدہ کی قضاء عصر کے بعد بھی جائز ہے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر سے پہلے کی دو رکعت کی قضاء عصر کے بعد کی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے۔ جو کام آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اس کی اقتداء متعین ہے اور عصر کے بعد کی جو نہی وہ خفیف ہے۔

کشاف القناع میں ہے کہ: تمام سنن کی قضاء کی جائے کیونکہ باقی سنتوں کو فجر اور عصر کی سنتوں پر قیاس کیا جائے ابن حامد فرماتے ہیں کہ تمام سنن مؤکدہ کو اوقات نہی کے علاوہ تمام اوقات میں قضاء کیا جاسکتا ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض کی قضاء کی ہے باقی کو ہم ان پر قیاس کریں گے۔

دوسری قسم...... سنن غیر مؤکدہ اور یہ بیس ہیں چار ظہر سے پہلے چار بعد میں چار نماز عصر سے پہلے چار نماز مغرب کے بعد نماز عشاء کے بعد اور مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھنا مباح ہے۔

---

❶...... متفق علیہ۔ ❷ ایضاً۔ ❸ ایضاً۔ ❹ مسلم و الترمذی

ان کی دلیلیں

ظہر کی دلیل.....حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ جس نے ظہر سے پہلے چار رکعات اور بعد میں چار رکعات پر محافظت کی تو اللہ تعالیٰ اس کو آگ پر حرام قرار دیتے ہیں۔

اور عصر کے بارے میں: اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائیں جو عصر سے پہلے چار رکعت پڑھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آپ علیہ السلام کی نماز کے بارے میں منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چار رکعت نماز ظہر سے پہلے زوال کے بعد پڑھتے تھے اور دو رکعتیں ظہر کے بعد اور پھر ان کے بعد چار رکعتیں اور چار رکعتیں عصر سے پہلے ہر دو رکعت پر سلام پھیرتے تھے۔

مغرب کے بارے میں.....جو شخص مغرب کے بعد چھ رکعت پڑھے ان کے درمیان کسی قسم کی بری بات نہ کرے تو بارہ سال کی عبادت کے برابر ان کا ثواب ہوگا۔

عشاء کے بارے میں.....شریح بن ھانی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں آپ نے فرمایا: کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز اس وقت تک کبھی نہ پڑھتے تھے جب تک اس سے پہلے چار یا چھ رکعت نہ پڑھ لیتے" مغرب سے پہلے کی دو رکعتوں کے متعلق حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں غروب آفتاب کے بعد نماز مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے حضرت انس سے پوچھا گیا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دو رکعتیں پڑھی۔ آپ نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں پڑھتے ہوئے دیکھتے تھے، نہ ہمیں پڑھنے کا حکم دیا اور نہ ہم کو منع فرمایا (یعنی خود نہیں پڑھی) کشاف القناع میں ہے: جمعہ کے دن نماز جمعہ سے پہلے سنت مؤکدہ نہیں ہیں اور جمعہ کے بعد کم سے کم دو رکعت ہیں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور دو رکعت جمعہ کے بعد گھر میں" اور زیادہ سے زیادہ چھ رکعت ہیں نیز جمعہ کی سنتیں مسجد میں پڑھنا گھر پر پڑھنے سے افضل ہیں۔ البتہ وتر کے بعد کی دو رکعتیں امام احمد کے ہاں ان کا پڑھنا مستحب نہیں لیکن اگر کسی نے پڑھ لی تو جائز ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ یہ سنت نہیں کیونکہ آپ علیہ السلام کے تہجد کے بارے میں سب نے بیان کیا ہے لیکن ان دو رکعت کا تذکرہ کسی نے نہیں کیا تہجد کے بارے میں ابن عباس زید بن خالد اور عائشہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے بیان کیا ہے۔

ہر فرض اور سنت کے درمیان بات چیت یا کھڑے ہو کر فرق و فصل کرنا سنت ہے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اس وقت تک نماز نہ ملائیں جب تک بات چیت نہ کرلیں یا باہر نکل جائیں۔

تیسری قسم.....متعین و مستقل نمازیں۔

ا۔ نماز تراویح:.....کی بیس رکعتیں سنت مؤکدہ ہیں سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جاری وادا فرمایا حضرت ابوہریرہؓ رضی اللہ عنہ کی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیام رمضان (تراویح) کی ترغیب دیا کرتے تھے سختی سے حکم نہ فرماتے تھے آپ نے فرمایا جس نے رمضان میں تراویح ایمان وطلب ثواب کے جذبہ سے پڑھی اس کے سابقہ تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے [1] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات مسجد میں نماز پڑھائی لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی پھر دوسرے دن بھی پڑھائی اور لوگ زیادہ ہوئے پھر صحابہ تیسری اور چوتھی رات جمع ہوتے رہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھانے نہیں گئے جب صبح ہوئی تو آپ نے فرمایا میں تمہیں دیکھ رہا تھا اور مجھے مسجد آنے سے اس خوف نے روکا کہ کہیں تراویح تم پر فرض نہ کر دی جائے راوی کہتے ہیں

---

[1] رواه اصحاب الكتب الستة

یہ رمضان کی بات ہے۔ ❶

بیس رکعت تراویح کی دلیل...... یزید بن رومان سے مؤطا مالک میں روایت ہے لوگ عمر بن بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں رمضان مبارک میں بیس رکعتیں پڑھتے تھے اور بیس رکعات میں راز یہ ہے کہ فرائض کی بیس رکعت ہیں رمضان میں ڈبل (دگنی) کردی گئی کیونکہ یہ محنت وکوشش کا وقت ہے حضرت عمر کا صحابہ رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں بیس کا حکم دینا عام شہرت کا موقع تھا اس لیے یہ اجماع ہوا۔

ابوبکر بن عبدالعزیز نے اپنی کتاب الشافی میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے اور جب عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ابی بن کعب رضی اللہ عنہ پر جمع فرمایا تو آپ لوگوں کو بھی بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے۔ اور حضرت علی سے روایت ہے کہ انھوں نے ایک شخص کو رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھانے کا حکم فرمایا اور یہ اجماع کی طرح ہے اور یہ بات ثابت شدہ ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ لوگوں کو رمضان میں بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھایا کرتے تھے"

تراویح میں سلف صالحین کی اتباع میں جہر اقرات کرنا چاہیے نیز تراویح کو جماعت سے پڑھنا تنہا پڑھنے سے افضل ہے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل خانہ اور صحابہ کرام کو جمع کیا اور فرمایا کہ جو شخص امام کے ساتھ رہا امام کے نماز ختم کرنے تک تو اس کے لیے پوری رات قیام کا ثواب لکھا جائے گا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے آپ جماعت سے پڑھتے تھے اور بیہقی میں حضرت علی سے روایت ہے کہ آپ مردوں کے لیے بھی ایک امام مقرر فرماتے اور عورتوں کے لیے بھی ایک امام مقرر فرماتے نیز حضرت علی حضرت جابر اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہم اجمعین جماعت سے تراویح پڑھتے تھے اور صحابہ کا اس پر اجماع ہے۔

تراویح کی تعداد میں علماء کے تین قول ہیں:

۱..... بیس رکعت سنت ہیں یہ بہت سارے علماء کا قول ہے کیونکہ مہاجرین وانصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس پر عمل رہا ہے۔

۲..... چھتیس رکعتیں ہیں وتروں کے علاوہ یہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں تھا اور اہل مدینہ قدیم کا عمل بھی ہے۔

۳..... تیرہ رکعت یہ بعض لوگوں کا قول ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں تیرہ رکعت سے زیادہ نہ پڑھتے تھے۔ ابن تیمیہ نے فرمایا کہ درست یہ ہے کہ یہ سب ہی عمدہ اور بہتر ہے۔

جیسا کہ امام احمد نے اس کی تصریح فرمائی ہے اور تراویح میں کسی عذر کو مقرر نہیں کیا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح کا کوئی عدد مقرر نہیں کیا۔ پس رکعات کا زیادہ یا کم ہونا قیام کے طویل یا قصیر ہونے کی وجہ سے ہوگا شوکانی نے فرمایا: رمضان المبارک میں تراویح جماعت کے ساتھ اور تنہا پڑھنے پر احادیث دلالت کرتی ہیں اور تراویح کو کسی خاص عدد پر منحصر کرنا اور مخصوص قرأت اس میں کرنا سنت سے ثابت نہیں۔

تراویح میں قرأت...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: رمضان مبارک کے مہینے میں امام اس قدر قرأت کرے جو لوگوں پر آسان ہو گراں نہ ہو اور خاص کر چھوٹی راتوں میں۔

قاضی ابویعلی نے فرمایا: قرآن ختم کرنا سنت ہے اس سے کم مستحب نہیں اور نہ زیادتی صحیح ہے کیونکہ اس سے لوگوں کو مشقت ہوگی۔

صاحب مغنی کا تعاقب...... صاحب مغنی نے ان کا تعاقب کرتے ہوئے فرمایا لوگوں کے حالات کے مطابق مقرر کرنا اولیٰ ہے اس لیے کہ اگر لوگ اس بات پہ متفق ہو جائیں کہ زیادہ پڑھیں گے تو افضل ہے جیسا کہ ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تراویح پڑھی حتی کہ ہمیں فلاح یعنی سحری فوت ہونے کا اندیشہ ہونے لگا۔

اور مستحب یہ ہے کہ تراویح کی ابتداء سورۃ العلق سے کرے کیونکہ قرآن کریم میں سب سے پہلے نازل ہونے والا حصہ یہی ہے۔ پس جب

❶..... مسلم

اس کا سجدہ تلاوت کرے تو کھڑا ہو کر سورہ بقرہ سے پڑھے۔

تراویح کی نیت...... ہر دو رکعت پر تراویح پڑھنے کی سرًّا نیت کرے کہ میں مسنون تراویح کی دو رکعتیں پڑھنے کی نیت کرتا ہوں، حدیث میں ہے اعمال کا دار مدار نیتوں پر ہے اور ہر چار رکعت کے بعد تھوڑی دیر بیٹھ کر استراحت کرے اور ہر چار رکعت کے بعد بیٹھنا ترک کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں اور ترویحہ کے دوران دعا نہ کرے کیونکہ اس کا ثبوت نہیں البتہ تراویح کے بعد دعا کرنا مکروہ نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ''**فاذا فرغت فانصب**''۔الانشراح ۹۴/ ۷

وقت تراویح......تراویح کا وقت نماز عشاء کی سنتوں کے بعد اور وتروں سے قبل طلوع فجر تک ہے لہٰذا تراویح نماز عشاء سے پہلے پڑھنا صحیح نہیں۔ پس جس نے عشاء پڑھ کر تراویح پڑھی پھر اس کو یاد آیا کہ اس نے بے وضو عشاء پڑھی ہے تو تراویح کا بھی اعادہ کرے گا کیونکہ یہ سنت ہیں جو فرائض کے بعد پڑھے جانے چاہیں لہٰذا پہلے صحیح نہیں، جیسے کہ عشاء کی سنت اگر طلوع فجر ہو جائے تو تراویح کا وقت ختم ہو جائے گا اور ان کی قضاء نہیں اگر کسی نے تراویح عشاء کے فرائض کے بعد اور سنتوں سے پہلے پڑھ لی تو صحیح ہیں لیکن افضل یہ ہے کہ سنت کے بعد پڑھے۔

مسجد میں پڑھنا......تراویح کو مساجد میں پڑھنا افضل ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ تین راتیں پے در پے نماز تراویح پڑھائی ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے اور ایک مرتبہ تین مختلف راتوں میں پڑھائی جیسا کہ ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے اور آپ علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جو شخص امام کے ساتھ تراویح پڑھے تو اس کے لیے پوری رات کا قیام لکھا جاتا ہے، صحابہ کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں مساجد میں مختلف جماعتوں میں پڑھتے تھے اور عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ پر لوگوں کو جمع فرما دیا تمام صحابہ نے آپ کی اتباع کی اور آپ کے بعد کے لوگوں نے بھی نیز تراویح کو شروع رات میں پڑھنا افضل ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگ شروع رات میں پڑھتے تھے۔

تراویح کے بعد وتر......تراویح کے بعد جماعت سے تین رکعت وتر پڑھے موطا مالک کی یزید بن رومان کی گزشتہ روایت کی وجہ سے اگر تہجد پڑھتے ہوں تو وتر کو تہجد کے بعد پڑھنا مستحب ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے رات کی آخری نماز وتر کو بناؤ اگر تہجد نہیں پڑھتے تو وتر کو امام کے ساتھ پڑھے تاکہ جماعت کی فضیلت حاصل ہو تہجد پڑھنے والا اگر امام کے ساتھ وتر پڑھنا چاہے تو جب امام سلام پھیرے یہ کھڑا ہو کر ایک اور رکعت ملا لے پھر جب تہجد پڑھے وتر بھی پڑھ لے تو یہ امام کی اتباع کی فضیلت بھی پائے گا اور وتر کو آخری نماز بنانے کی فضیلت بھی وتر جماعت سے یا تنہا پڑھنے کے بعد جو شخص نفل پڑھنا چاہیے تو وہ وتر کو نہ توڑے جیسا کہ شوافع کے ہاں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد ہے جب ان سے اس شخص کی متعلق پوچھا گیا جو وتر توڑتا ہے تو آپ نے فرمایا یہ وتروں کے ساتھ کھیل رہا ہے اور طلوع فجر تک دوگانہ پڑھ سکتا ہے کیونکہ آپ علیہ السلام سے صحیح روایت ہے کہ آپ نے وتر کے بعد دو رکعتیں پڑھی اور اس کے بعد وتر نہ پڑھے بلکہ تہجد سے پہلے وتروں پر اکتفاء کرے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ایک رات میں دو دفعہ وتر نہیں۔

دوران تراویح یا بعد میں نفل پڑھنا......دوران تراویح نفل پڑھنا مکروہ ہے اور طواف مکروہ نہیں اور نہ بعد میں طواف مکروہ ہے اہل مکہ ہر تراویح کے بعد طواف کے سات چکر لگاتے ہیں اور دو رکعت طواف کی پڑھتے ہیں تراویح اور وتر کے بعد نفل پڑھنا مکروہ نہیں۔ چاہے زیادہ وقت گذرا ہو یا کم۔

۲۔نماز چاشت...... مستحب ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزوں کا

حکم دیا ہر مہینے میں تین دن کے روزے رکھنے، دو رکعت چاشت اور سونے سے پہلے وتر پڑھنے کا۔ چاشت کی زیادہ سے زیادہ آٹھ رکعت ہیں ام ہانی کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر فتح مکہ کے دن آئے اور آٹھ رکعت پڑھیں اس سے ہلکی نماز میں نے کبھی نہیں دیکھی رکوع سجود پورے ادا کرتے ہیں۔ اس کا وقت جب سورج بلند ہو اور گرمی ہو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نماز چاشت اس وقت پڑھی جائے جب گرمی ہو۔

بعض حنابلہ کے ہاں چاشت کو ہمیشہ پڑھنا مستحب نہیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ نماز چاشت نہیں پڑھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی بھی نماز چاشت پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا نیز اس پر ہمیشگی اختیار کرنا اس کو فرائض کے مشابہ کر دے گا۔

ابو الخطاب فرماتے ہیں: نماز چاشت پر ہمیشگی اختیار کرنا مستحب ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو اس وصیت کی ہے اور فرمایا جو شخص چاشت کی دو رکعت پر مداومت کرے اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہی ہوں نیز اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ عمل وہ ہے جس پر دوام اختیار کیا جائے۔

۳۔صلوٰۃ التسبیح..... امام احمد کے ہاں مستحب نہیں کیونکہ اس بارے میں روایت شدہ احادیث سے اس کا ثبوت نہیں لیکن اگر کسی نے پڑھ لی تو کچھ حرج نہیں کیونکہ نوافل وغیرہ کے لیے صحیح حدیث کا ہونا ضروری نہیں۔

۴۔نماز استخارہ..... سنت ہے بخاری شریف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کی وجہ سے۔

۵۔نماز حاجت..... بھی سنت عبد اللہ بن اوفی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے ترمذی میں اور امام ترمذی نے اس کو حدیث غریب فرمایا ہے۔

۶۔نماز توبہ..... یہ بھی سنت ہے ترمذی اور ابوداؤد میں حدیث ہے حضرت علی سے اور ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب قرار دیا ہے۔

۷۔تحیۃ المسجد..... حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی روایت کی وجہ سے سنت ہے۔ بخاری و مسلم

۸۔نماز زوال..... یہ مستحب ہے جیسا کہ شوافع کے ہاں بھی مستحب ہے۔

مطلق نفل..... رات بھر نوافل پڑھنا اور دن بھر سوائے اوقات مکروہ کے نوافل پڑھنا مشروع ہیں رات کو نفل پڑھنا دن میں پڑھنے سے افضل ہیں امام احمد فرماتے ہیں: فرض نمازوں کے بعد تہجد سے افضل کوئی نماز میرے یہاں نہیں جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا حکم دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ مِنَ الَّیْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ الاسراء:۱۷/۷۹

اور بعض حصہ شب میں بیدار ہوا کرو اور تہجد کی نماز پڑھا کرو یہ شب خیزی تمہارے لئے اضافی نماز ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرائض کے بعد افضل نماز تہجد ہے۔ اور تہجد کو رات کے آخری حصہ میں پڑھنا افضل ہے حضرت عمرو بن عنبسہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول! رات کے کون سے حصہ میں زیادہ سنا جاتا ہے تو آپ نے فرمایا رات کے آخری حصہ میں بس جو چاہو نماز پڑھو۔

گھر میں نوافل پڑھنا افضل ہے حدیث میں ہے اپنے گھروں میں نماز پڑھنا لازم کر لو اس لیے کہ فرائض کے علاوہ سب سے بہتر نماز وہ ہے جو آدمی گھر میں پڑھے تہجد سے پہلے مسواک کرنا مستحب ہے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب تہجد کے لیے اٹھتے تو اپنے منہ کو مسواک سے صاف فرماتے۔ تہجد کو دو ہلکی رکعتوں سے شروع کرنا مستحب ہے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت

ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی رات کو اٹھے تو اسے چاہیے دو ہلکی رکعتوں سے اپنی نماز کی ابتداء کرے۔

رکعات تہجد..... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تہجد کی رکعات میں اختلاف ہے زید بن خالد اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ تیرہ رکعت ہیں جن میں سے تین وتر ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں گیارہ رکعت ہیں جن میں سے تین وتر ہیں۔ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں کبھی آپ نے تیرہ رکعت پڑھی ہوں گی اور کبھی گیارہ۔

تہجد پڑھنے والے کی قرأت..... مستحب یہی کہ تہجد پڑھنے والا تہجد میں قرآن کریم کا ایک حصہ پڑھے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے رہے ہیں قرأت جہراً یا سراً کرنے میں اختیار ہے البتہ اگر جہر قرأت کرے گا تو اس سے قرأت میں چستی اور نشاط حاصل ہوگا، یا کسی کی موجودگی میں جو قرأت سننا چاہتا ہو یا اس سے نفع ہوگا لہٰذا جہراً قرأت افضل ہے۔ اور اگر اس کے قریب کوئی اور تہجد پڑھ رہا ہو یا کسی کو بلند آواز سے تکلیف ہوگی ہو تو اس صورت میں سراً قرأت اولیٰ ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو پھر جس طرح چاہیے قرأت کرے۔

تہجد کی قضاء..... اگر کسی کے تہجد رہ جائیں تو وہ فجر اور ظہر کے درمیان ان کی قضاء کرے۔

مغرب اور عشاء کے درمیان نوافل..... مغرب اور عشاء کے درمیان نفل پڑھنا مستحب ہے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اس آیت **تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ** (السجدۃ ۳۲/۱۶) ان کے پہلو بچھونوں سے الگ رہتے ہیں کے بارے میں منقول ہے کہ مغرب اور عشاء کے درمیان نفل پڑھتے ہیں۔

نفل دو دو رکعات..... شوافع کی طرح حنابلہ کے ہاں بھی نفل دو دو رکعت پڑھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے رات کی نماز دو دو رکعت ہیں اگر دن کو کسی نے چار رکعت نفل پڑھے تو کوئی حرج نہیں دن کے نوافل میں بھی افضل یہ ہے کہ رات کی طرح دو دو رکعت پڑھے۔

بیٹھ کر نفل..... بیٹھ کر نفل پڑھنے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں البتہ کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو کھڑے ہو کر نفل پڑھے تو یہ افضل ہے اور جو بیٹھ کر نفل پڑھے اسے کھڑے ہو کر پڑھنے والے کے نصف ثواب ہے مسلم شریف کے الفاظ ہیں آدمی کی بیٹھ کر نماز آدھی نماز ہے بیٹھ کر نفل پڑھنے والے کے لیے حالت قیام میں آلتی پالتی مار کر بیٹھنا مستحب ہے کیونکہ قیام قعود سے الگ رہے لہٰذا دونوں کی ہیئت الگ ہونی چاہیے جیسا کہ قیام کی ہیئت باقی حالتوں سے الگ ہے نیز اس طرح سہو اور اشتباہ بھی نہیں ہوتا۔

رات کو نیند سے بیدار ہونے کی دعا..... مستحب یہ ہے کہ رات کو اٹھتے وقت حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے منقول دعا پڑھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو رات کو جاگے تو وہ کہے:

لاالہ الا اللہ وحدہ لاشریك لہ' لہ الملك ولہ الحمد وھو علی کل شیءٍ قدیر
الحمدللہ وسبحان اللہ ولاالہ الااللہ واللہ الأکبر ولاحول ولا قوۃ الا باللہ

پھر اللھم اغفرلی کہے یا کوئی بھی دعا کرے تو قبول کی جائے گی اگر وضو کر کے نماز پڑھے تو اس کی نماز قبول کی جائے گی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو تہجد کے لیے اٹھتے تو یہ دعا پڑھتے:

اللھم لك الحمد انت نورالسموات والارض ومن فیھن ولك الحمد انت قیوم السموات والارض ومن فیھن ولك الحمد انت ملك السموت والارض ومن فیھن ولك الحمد انت الحق ووعدك الحق وقولك الحق ولقاؤ ك حق والجنۃ حق والنار حق والساعۃ حق والنبیون حق والحمد حق اللھم لك اسلمت وبك امنت وعلیك توکلت والیك انبت وبك خاصمت والیك حاکمت فاغفرلی ماقدمت

وما آخرت وما اسررت وما اعلنت انت المقدم وانت المؤخر لااله الا انت ولا حول ولا قوة الا بك۔

قرآن کریم کو پڑھنا اور یاد کرنا......قرآن کریم تمام ذکروں سے بہتر ذکر ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جس کو قرآن کریم نے میرے ذکر اور دعا سے مشغول رکھا تو میں اس کو سب مانگنے والوں سے افضل دوں گا اور اللہ تعالیٰ کے کلام کی فضیلت تمام کلاموں پر ایسی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی فضیلت تمام مخلوق پر ہے لیکن خاص مواقع پر خاص اوراد میں مشغول ہونا جیسے فرائض وغیرہ کے بعد اذکار وغیرہ یہ افضل ہیں اس وقت میں تلاوت سے، قرآن کریم تمام کتابوں سے افضل کتاب ہے اور قرآن کا بعض دوسرے بعض سے افضل ہے یا تو ثواب کے اعتبار سے یا تعلق کے اعتبار سے اس پر دلالت کرنے والی روایت جس میں سورۃ الاخلاص فاتحہ اور آیت الکرسی وغیرہ کا ذکر ہے۔

حفظِ قرآن......قرآن حفظ کرنا بالا جماع مستحب ہے اور اس کا حفظ کرنا فرض کفایہ ہے بالا جماع اور جتنے قرآن سے نماز ہوسکتی ہے اتنا یاد کرنا واجب ہے۔ مثلاً سورہ فاتحہ مشہور قول کے مطابق یا سورہ فاتحہ اور کوئی ایک سورۃ۔ بچہ بالغ ہونے سے پہلے اسے اس کا ولی قرآن کی تعلیم دے اس کو پورا قرآن حفظ کرائے اگر حفظ کرانا مشکل ہو تو جتنا ممکن ہو یاد کروالے قرأت واجبہ سیکھنے کے بعد احکام شرعیہ سیکھنا مقدم ہے۔

قرآن سننا......قرآن سننا مطلقاً واجب ہے کیونکہ اعتبار عموم الفاظ کا ہوتا ہے خاص واقع کا نہیں لیکن قرآن کا سننا فرض کفایہ ہے تا کہ اس کا حق قائم رہ سکے بایں طور کہ اس کی طرف متوجہ ہونا ضائع نہ کرنے والا ہو) اور یہ بعض کے خاموش رہنے سے حاصل ہوگا جیسا کہ سلام کے جواب میں ہے۔

راستہ میں تلاوت کرنا......راستہ میں چلتے پھرتے، لیٹے ہوئے، بیٹھے ہوئے سواری پر تلاوت کرنے میں کوئی حرج نہیں دلیل وہ روایت ہے کہ سلف صالحین کی ایک جماعت سورۂ کہف کو راستے میں پڑھتی تھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں اپنے تخت پر لیٹی ہوتی تلاوت کرتی رہتی تھی اس کو فریالی نے روایت کیا ہے شیخین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میری گود میں سر رکھے ہوتے تھے جب کہ میری ماہواری کے دن ہوتے اور آپ قرآن پڑھ رہے ہوتے۔

ہر سات دن میں قرآن کریم ختم کرنا مستحب ہے۔ ابوداؤد میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن عمرو سے فرمایا: قرآن کریم سات دنوں میں پڑھ اس پر اضافہ نہ کرو۔

ختم قرآن......قرآن کریم کو چالیس دن سے زیادہ میں ختم کرنا مکروہ ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے پوچھا: کتنے دنوں میں قران کریم ختم کرنا چاہیے؟ آپ نے فرمایا چالیس دن میں پھر فرمایا ایک مہینے میں پھر فرمایا بیس دن میں پھر فرمایا دس دن میں پھر فرمایا سات دن میں اور سات دن سے کم میں نازل نہیں ہوا❶ اگر کسی نے تین دن میں ختم کیا تو یہ بھی اچھا ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ مجھے طاقت ہے آپ نے فرمایا تین دن میں پڑھ لیا کرو اور تین دن سے کم میں ختم کرنا مکروہ ہے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو تین دن سے کم میں ختم کرے وہ قرآن کو سمجھ نہیں سکتا۔❷

ٹھہر ٹھہر کر اور ترنم سے پڑھنا......زیادہ جلدی پڑھنے سے ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا افضل ہے قرآن سمجھنا اور دل سے غور کرنا افضل ہے بغیر غور کے پڑھنے سے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

❶......ابو داؤد۔ ❷رواہ اصحاب السنن

وَ رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ۝ المزمل ۷۳/ ۴

اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو نیز کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ (ص: ۲۹/۳۸) (یہ) کتاب جو ہم نے تم پر نازل کی ہے بابرکت ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں اور مستحب ہے عمدہ طریقے سے قرأت کرنا اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا اور عربی میں پڑھنا اور حروف و مدات وغیرہ کو بغیر تکلف ادا کرنا ترتیل کے حکم کی وجہ سے امام احمد فرماتے ہیں قاری قرآن کریم کو بہترین آواز سے پڑھے اور غور وفکر سے پڑھے۔ یہ بات ثابت شدہ ہے کہ عمدہ آواز اور ترنم سے پڑھنا مستحب ہے مکروہ نہیں جب کہ اس سے حروف میں زیادتی یا الفاظ میں تغیر وتبدیل نہ ہو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کی وجہ سے آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اگر مجھے معلوم ہوتا آپ میری قرأت سن رہے ہیں تو میں اس کو خوشنما بنا کر آپ کے سامنے پڑھتا۔ حضرت عبداللہ بن المغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ کے موقع پر سورت فتح پڑھتے سنا فرماتے ہیں ابن مغفل نے تلاوت کی اور اپنی آواز کو حلق میں ترنم سے گھمایا پس ترجیع اور تحسین مکروہ نہیں بلکہ یہ مستحب ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کی اجازت نہیں جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آواز کے ساتھ لے سے قرآن پڑھنے کی اجازت دی ہے ❶ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے قرآن کو اپنی آوازوں کے ذریعے زینت دو ❷ وہ ہم میں سے نہیں جو قرآن کو عمدہ آواز سے نہ پڑھے ❸ لحن سے قرآن پڑھنا مکروہ ہے یعنی حرکات کو حروف بنا دینا اور جہاں مد نہیں وہاں مد کرنا کیونکہ قرآن کریم لفظ اور معنی دونوں اعتبار سے معجزہ ہے اور الحان اس کو تبدیل کرنا ہے پس اگر لحن سے نظم قران میں تبدیلی ہوگی اور حرکات حروف بن گئے تو یہ حرام ہے۔

آداب تلاوت..... قرأت وتلاوت سے پہلے اعوذ باللہ پڑھنا مستحب ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ النحل ۱۶/ ۹۸

اور جب تم قرآن پڑھنے لگو تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کرو۔

ختم تلاوت پر اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرنا اس کی توفیق اور نعمت پر مستحب ہے۔

اور آداب تلاوت میں سے رونا بھی ہے اگر رونا نہ آئے تو رونے والی صورت بنالینا اور آیات رحمت پر اللہ تعالیٰ سے رحمت مانگنی چاہیے اور آیات عذاب پر پناہ مانگنی چاہیے اور لوگوں سے بات چیت کے لیے بلاضرورت تلاوت سے رکنا نہ چاہیے اور تلاوت نیک لوگوں اور جاننے والوں کے طریقہ پر ہونی چاہئے۔ باوضو ہونا، قبلہ رخ ہونا، جب کہ بیٹھ کر پڑھ رہا ہو اور ہر سال اپنے سے زیادہ پڑھے ہوئے کے سامنے پڑھا کرے ہر سورت کے درمیان وقف بالتسمیہ کے ذریعہ فصل کرنا فخر کرنا چھوڑ دے اسی طرح طلب دنیا نہ کرے اور سکون واطمینان وقار وقناعت سے تلاوت کرے جو اللہ نے اس کے لیے لکھ دیا ہے نمازیوں کے درمیان سونے والوں کے پاس اور تلاوت کرنے والوں کے پاس جب کہ ان کو تکلیف ہوتی ہو بلند آواز سے نہ پڑھنا۔

قرآن کریم کی تلاوت دن کے پہلے حصہ میں فجر کے بعد افضل ہے دن کے آخری حصہ میں تلاوت سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ۝ الاسراء ۱۷/ ۷۸

کیونکہ صبح کے وقت قرآن کا پڑھنا مؤ جب حضور (ملائکہ) ہے اور ایک کلمہ کو سات قرأتوں سے پڑھنا جائز ہے۔ (زبانی) تلاوت بغیر وضو یا بدن وکپڑوں کی ناپاکی کی حالت میں بیوی کو چھونے کے بعد یا مس ذکر کی حالت میں مکروہ نہیں، نجاست اور گندگی والی جگہوں پر تلاوت کرنا مکروہ ہے قرآن کی عظمت کی وجہ سے اور مکروہ ہے ہوا خارج ہوتے وقت پڑھنا ہوا خارج ہو پھر پڑھے، جنازے کے ساتھ بلند آواز سے

❶..... بخاری ❷ احمد والنسائی ❸ بخاری

تلاوت کرنا مکروہ ہے کیونکہ یہ نوحہ ہے منہ کے ناپاک ہونے کی وجہ سے قرأت منع نہیں ابن عقیل نے بازاروں میں جہاں شور شرابا ہو خرید وفروخت کا وہاں تلاوت کرنا مکروہ قرار دیا ہے۔

قرآن کریم سے تلاوت کرنا مستحب ہے اور سننا بھی مستحب ہے تا کہ سننے والا بھی پڑھنے والے کے ساتھ ثواب میں شریک ہو جاتے دوران تلاوت بے فائدہ باتیں کرنا مکروہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۝ الاعراف ۷/ ۲۰۴

اور جب قرآن پڑھا جائے تو توجہ سے سنا کرو اور خاموش رہا کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے نیز سننے سے اعراض کرنا ثواب کو ضائع کر دیتا ہے جس کا کوئی فائدہ نہیں۔

قرآن کریم کے ختم پر دعا کرنا مستحب ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے فعل کی وجہ سے حضرت انس رضی اللہ عنہ کا جب قرآن ختم ہوتا اپنے اہل وعیال کو بلاتے اور دعا کرتے۔

جب قرآن کریم ختم ہو جائے تو دوبارہ شروع کرنا مستحب ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بہتر عمل الحل اور الرحلۃ ہے پوچھا گیا یہ کیا ہیں آپ نے فرمایا قرآن کریم شروع کرنا اور ختم کرنا۔

سورت الضحیٰ سے آخر تک ہر سورت کے ختم پر صرف تکبیر کہنا مستحب ہے تہلیل وتحمید مستحب نہیں کیونکہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تلاوت کی آپ نے تکبیر کا حکم فرمایا: سورۃ اخلاص کو بار بار پڑھے قرآن کے اختتام پر سورت فاتحہ اور سورہ بقرہ کی ابتداء پانچ آیات نہ پڑھے کیونکہ اس طرح پڑھنا ثابت نہیں مقامات مقدسہ میں زیادہ تلاوت کرنا مستحب ہے مثلاً مکہ مکرمہ میں بغیر اہل خانہ جانے والے کے لیے اس زمانے کو اور جگہ کو غنیمت سمجھتے ہوئے لغت عربی کے موافق قرآن کریم کی تفسیر کرنا جائز ہے کیونکہ قرآن عربی ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ ......النحل ۱۶/ ۴۴

تا کہ جو (ارشادات) لوگوں پر نازل ہوتے ہیں وہ ان پر ظاہر کر دو اور اللہ تعالیٰ نے دیہاتیوں کی مذمت میں فرمایا:

اَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ ......التوبۃ: ۹/ ۹۷

اور اس قابل ہیں کہ جو احکام (شریعت) اللہ نے اپنے رسول پر نازل فرمائے ہیں ان سے واقف (ہی) نہ ہوں۔

قرآن کی تفسیر...... تفسیر بالرائے جائز نہیں یعنی نہ ہی وہ لغت کے موافق ہو اور نہ ہی وہ تفسیر منقول ہو جس شخص نے قران کی تفسیر اپنے رائے سے بیان کی تو اسے اپنا ٹھکانہ جہنم بنالینا چاہے چاہیے درست تفسیر کرے تب بھی غلطی کی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کی مرفوع روایت ہے کہ جس نے قرآن کریم کی تفسیر اپنی رائے سے باوجود جانتا نہیں اس سے کی تو اسے چاہے آگ میں اپنا ٹھکانا بنالے [1] حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے جس نے قرآن کریم کی تفسیر اپنی رائے سے کی اور درست کی پھر بھی اس نے غلطی کی [2] پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تفسیر کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے کیونکہ انھوں نے قرآن کریم کے اترنے کا مشاہدہ کیا ہے اور تفسیر کے وقت حاضر تھے یہ ظاہری دلیل ہے رجوع کی البتہ مشہور قول کے مطابق تابعی کی تفسیر کی طرف رجوع ضروری نہیں کیونکہ ان کا قول حجت نہیں۔ قرآن کریم کو اپنے کلام کی جگہ استعمال کرنا جائز نہیں مثلاً کسی شخص کو اپنے وقت پر آتے دیکھ یہ آیت پڑھنا: ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى۝ (طٰہٰ ۲۰/ ۴۰) پھر اے موسیٰ تم اندازے پہ آ پہنچے۔

---

[1]...... رواہ ابوداؤد [2] رواہ النسائی

مالکیہ نے ذکر کیا ہے کہ کسی سورت کو اجتماعی طور پر پڑھنا مثلاً سورہ یٰس کو مکروہ تحریمی ❶ ہے (یعنی عملاً حرام ہے) جیسا کہ بالاتفاق مساجد میں بلند آواز سے تلاوت کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس سے دوسروں کو تکلیف ہوتی ہے اور دکھلاوے کا شبہ بھی ہے۔

نویں فصل......سجدہ کی خاص اقسام اور فوت شدہ نمازوں کی قضاء کا بیان

اس فصل میں دو مباحث ہیں۔

پہلی بحث: سجدہ کی خاص اقسام:

سجدۂ سہو، سجدہ تلاوت اور سجدۂ شکر......اس بحث میں تین اقسام کے سجدوں پر گفتگو ہوگی یہ سجدے اصل نماز سے نہیں ہیں وہ یہ ہیں سجدہ سہو سجدہ تلاوت اور سجدہ شکر۔

پہلا مقصد: سجدۂ سہو، سجدۂ سہو کا حکم اس کے اسباب محل اور طریقہ:

لاعلمی میں کسی چیز کو ترک کر دینا سہو کہلاتا ہے عربی میں اسے **السھو فی الشیء** کہتے ہیں اگر علم ہوتے ہوئے کسی شے کو ترک کر دیا جائے تو اس پر بھی سہو کا اطلاق ہوتا ہے اور عربی میں اسے **السھو عن الشیء** سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

ناسی (بھول جانے والا) اور ساہی (جس سے سہو ہو جائے) میں یہ فرق ہے کہ ناسی کو اگر یاد دلایا جائے تو اسے یاد آ جاتا ہے بخلاف ساہی کے کہ اسے اگر یاد دلایا جائے تو اسے بھولی ہوئی چیز یاد نہیں آتی۔

اول......سجدۂ سہو کا حکم:

سجدہ سہو کی مشروعیت میں کوئی شک نہیں، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پانچ چیزیں پہنچی ہیں جو ہم نے یاد رکھی ہیں آپ نے دو چیزوں کے بھولنے پر سلام پھیرا اور سجدہ کیا تین چیزوں کے بھولنے پر سلام پھیرا اور سجدہ کیا نماز میں کمی بیشی ہو جانے پر بھی سجدہ کیا آپ نے دو رکعتوں پر قیام بھی کیا اور تشہد نہیں پڑھا۔

علامہ خطابی کہتے ہیں: امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا اشارہ پانچ احادیث کی طرف ہے یعنی ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ابن بحسینہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی حدیث۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی شخص کو شک ہو اور اسے معلوم نہ ہو کہ آیا اس نے تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار رکعتیں اسے چاہیے کہ شک کو دور کرے اور جو یقینی تعداد ہو اس پر بنا کرے پھر سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کرے اگر اس نے پانچ رکعتیں پڑھی ہوں گی تو یہ پانچ رکعتیں ان دو سجدوں کے ذریعے اس کی نماز کو جفت کر دیں گی اور اگر اس نے پوری چار رکعتیں پڑھی ہوں تو یہ دونوں سجدے شیطان کی ذلت کا سبب بنیں گے۔ ❷

سجدہ سہو نماز میں نقص واقع ہونے کے جبیرہ (کمی پوری کرنے) کے لیے مشروع ہوا ہے تاکہ اعادہ نماز سے بچ رہے اور سجدہ اعادہ کا فدیہ بن جائے سجدہ سہو کسی ایسی کمی بیشی کی وجہ سے لازم ہوتا ہے جو نماز کی اساس میں سے نہیں ہوتی۔

اگر نماز میں جان بوجھ کر کمی یا زیادتی کر دی تو اس صورت میں سجدہ سہو مشروع نہیں ہے اس کی دلیل طبرانی کی روایت ہے کہ جو کہ حضرت

---

❶......حنفیہ کے ہاں بھی کسی سورت یا ذکر وغیرہ کو اجتماعی طور پر کرنا مکروہ تحریمی ہے۔شامی عالمگیریہ اور باقی کتب حنفیہ میں اسی طرح ہے۔❷رواہ احمد و مسلم (نیل الاوطار: ۳/۱۱۶) قال ابن المنذر حدیث ابی سعید اصح حدیث فی الباب۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جوشخص نماز پوری کرنے سے پہلے بھول جائے تو وہ سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کرلے حدیث میں سجدے کو سہو (بھول پر معلق کیا گیا ہے) دوسری وجہ یہ بھی ہی کہ سجدہ سہو کمی یا زیادتی کے نقص کی تلافی کے لیے مشروع ہوا ہے اور جوشخص جان بوجھ کر کمی یا زیادتی کا مرتکب ہوتا ہے وہ معذور نہیں ہوتا لہٰذا سجدہ سہو سے نماز کا جبیرہ نہیں ہوگا۔

حنفیہ..... حنفیہ کے نزدیک صحیح قول کے مطابق سجدہ سہو واجب ہے جب کہ دوسرے مذاہب میں فی الجملہ سنت ہے ❶ چنانچہ حنفیہ کے نزدیک سجدہ سہو جب واجب ہے تو اگر نمازی پر سجدہ سہو واجب ہوا لیکن اس نے سجدہ چھوڑ دیا تو گناہ گار ہوگا البتہ اس کی نماز باطل نہیں ہوگی چونکہ سجدہ سہو فوت شدہ چیز کا ضمان ہوتا ہے اور اس صفت کا جو ضمان ہو وہ واجب ہوتا ہے سجدہ سہو سے قراۃ تشہد اور سلام مرفوع ہو جاتا ہے جب کہ قعدہ رفع نہیں ہوتا چونکہ وہ رکن ہے۔

سجدہ سہو کس پر واجب ہے..... سجدہ سہو امام اور منفرد (جو اکیلا نماز پڑھ رہا ہو) پر واجب ہے البتہ اگر مقتدی جب امام کی اقتداء میں ہو وہ بھول جائے تو اس پر سجدہ سہو نہیں ہے ❷ ہاں البتہ اگر امام سے بھول ہو جائے اور وہ سجدہ کرے تو اس کی اقتداء میں مقتدی کا سجدہ کرنا واجب ہے اگرچہ نمازی حالت اقتداء میں مدرک ہو یا مسبوق ہو ❸ اگر امام سجدہ سہو نہ کرے تو مقتدی کے ذمہ سے سجدہ ساقط ہو جاتا ہے چونکہ امام کی متابعت لازمی ہے البتہ مسبوق سجدہ میں امام کی اتباع کرے سلام میں اتباع نہ کرے۔

سجدہ سہو اس وقت واجب ہوگا جب وقت نماز کے لئے صالح اور صحیح ہو اگر نماز فجر میں سلام پھیرنے کے بعد سورج طلوع ہو جائے یا نماز عصر میں سلام پھیرنے کے بعد سورج زرد پڑ جائے تو سجدہ سہو ساقط ہو جائے گا چونکہ سجدہ سہو اس نقص کی تلافی کے لیے واجب ہوا ہے جو دسترس میں ہو جیسے قضاء میں ہوتا ہے، چنانچہ نمازی نے نماز میں اگر کوئی ایسا فعل کر دیا جو بنائے نماز کے مانع ہو مثلاً بات کرلی زور سے ہنس دیا یا جان بوجھ کر وضو توڑ دیا یا مسجد سے باہر نکل گیا یا قبلہ سے دوسری طرف منہ موڑ لیا حالانکہ اسے یاد ہو تو یہاں بوجہ ضرورت کے سجدہ سہو ساقط ہو جائے گا چونکہ سجدہ سہو کا محل فوت ہو چکا اور وہ نماز کی تحریمہ ہے۔

جمعہ اور عیدین کے اجتماعات میں سجدہ سہو ترک کر دینا چاہے یہ حکم اس وقت ہے جب اجتماع زیادہ ہو اور لوگوں کے اشتباہ میں پڑنے کا خوف ہو جوشخص سجدۂ سہو میں بھول گیا تو اس پر سجدہ نہیں۔

سجدۂ سہو کے وجوب پر دلیل..... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ جب تم میں سے کسی شخص کو اپنی نماز میں شک ہو تو اسے چاہیے کہ وہ درستی اور ثواب کی تلاش کرے پھر اسے پورا کرے پھر سلام کرے اور پھر دو سجدے کرے۔

اسی طرح حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ ہر سہو کے لیے سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے ہیں ❹ ان احادیث سے معلوم ہوا ہے کہ سجدہ کرنا واجب ہے چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے اس پر مواظبت کی ہے مواظبت وجوب کی دلیل ہے۔

عقلی دلیل یہ ہے کہ سجدہ سہو تلافی نقصان کے لیے مشروع ہوا ہے لہٰذا حج کے دم جبر کی طرح واجب ہے تاکہ عبادت میں کمال متحقق ہو جائے۔

مالکیہ..... کہتے ہیں کہ سجدۂ سہو امام اور منفرد کے لیے سنت مؤکدہ ہے رہی بات مقتدی کی سو سنت موکدہ میں کمی واقع ہونے کی وجہ سے اس پر سجدہ نہیں چونکہ مقتدی کی طرف سے امام اس کا ضامن ہوتا ہے اگر مقتدی امام کے سلام پھیرنے کے بعد بھول جائے تو اپنے لیے سجدہ سہو کرے۔

---

❶..... دیکھئے فتح القدیر ۱/ ۳۵۵، البدائع ۱/ ۱۶۳، مراقی الفلاح ۷۹، الشرح الصغیر ۱/ ۳۷۷، مغنی المحتاج ۱/ ۲۰۴، کشاف القناع ۱/ ۴۵۹۔ ❷ چونکہ اگر مقتدی سجدہ کرے تو امام کی مخالفت لازم آتی ہے۔ ❸ مدرک وہ نمازی جو امام کے ساتھ نماز شروع کرے پھر کسی عارض کی وجہ سے درمیان سے نماز رہ جائے۔ مسبوق وہ ہوتا ہے جس سے ایک یا دو رکعتیں شروع کی فوت ہو جائیں اور امام آگے بڑھ جائے ❹ رواہ الجماعۃ الا الترمذی (نصب الرایۃ ۲/ ۱۶۷)

رہی بات مسبوق کی جس نے امام کے ساتھ صرف ایک رکعت پائی ہوتو وہ پہلے سے واجب ہونے والے سجدے کو امام کے ساتھ کرے یہ تب ہے جب امام سجدہ کرے اور اگر امام نے سجدہ نہ کیا تو مقتدی نماز پوری کرنے سے پہلے سجدہ کرلے اور بعد میں واجب ہونے والے سجدہ کو موخر کرے اور سلام کے بعد سجدہ کرے چنانچہ اگر سجدہ مقدم کردیا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔

شافعیہ کہتے ہیں...... امام اور منفرد کے لیے سجدہ سہو سنت ہے اگر مقتدی امام کے پیچھے بھول جائے تو اس پر سجدہ نہیں ہے چونکہ اقتداء کی حالت میں امام مقتدی کا ضامن ہوتا ہے البتہ اگر امام بے وضو ہو تو اس صورت میں مقتدی کا ضامن نہیں ہوگا چونکہ یہاں حقیقت میں اقتداء ہے ہی نہیں۔

صرف ایک حالت میں سجدہ سہو واجب ہے وہ تب کہ جب مقتدی امام کی اقتداء میں ہو اگر چہ مسبوق ہی ہو تو اگر امام سے بھول ہو جائے تو امام کی اتباع میں سجدہ واجب ہوگا چونکہ امام کی متابعت واجب ہے اگر مقتدی نے سجدہ نہ کیا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ نماز کا اعادہ واجب ہوگا البتہ اگر مقتدی کو امام کے بھولنے کا علم ہو جائے تو اس کی اتباع نہ کرے اگر مسبوق نے امام کی اتباع کی اور امام بھول گیا ہو خواہ مسبوق کی اتباع سے پہلے بھولا ہو یا بعد میں بھولا ہو تو صحیح قول یہ ہے کہ مسبوق امام کے ساتھ سجدہ کرے مستحب یہ ہے کہ نماز کے آخر میں مسبوق پھر سجدہ کرے چونکہ یہ سہو کا محل ہے۔

جب امام نے سجدہ چھوڑ دیا تو مقتدی پر سجدہ سہو واجب نہیں بلکہ مستحب ہے اگر جمعہ کا امام بھول گیا مقتدیوں نے سجدہ کر دیا بعد میں معلوم ہوا کہ سجدہ فوت ہوا ہے تو ظہر کی نماز مکمل کریں اور نماز کے آخر میں دوسرا سجدہ کریں چونکہ یہ معلوم ہو چکا کہ پہلا سجدہ نماز کے آخر میں نہیں تھا۔
اگر نمازی کو بھول جانے کا گمان ہوا اس نے سجدہ سہو کرلیا سجدہ کرنے کے بعد اسے معلوم ہوا کہ فی الواقع اس سے بھول نہیں ہوئی چونکہ نماز میں زیادتی کر دی ہے لہٰذا سجدہ سہو کرے اس میں ضابطہ یہ ہے کہ سجدہ سہو میں بھول کا واقع ہونا سجدہ کا مقتضی نہیں جب کہ بھول اس کی مقتضی ہے۔

حنابلہ..... کہتے ہیں سجدہ سہو واجب ہے کبھی سجدۂ سہو مباح ہوتا ہے اور کبھی مستحب ہوتا ہے، تاہم مندرجہ ذیل صورتوں میں سجدۂ سہو واجب ہے۔

الف..... نماز میں ایسی کمی یا زیادتی کر دی جو اگر جان بوجھ کر کی جائے تو اس سے نماز باطل ہو جاتی ہو جیسے کسی رکن فعلی کا ترک کر دینا چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوسعید خدری اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیثوں میں یہی حکم دیا ہے نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جس طرح تم مجھے نماز پڑھتے دیکھو ایسی ہی نماز پڑھو۔

ب..... بھول کر کسی واجب کو ترک کر دیا جیسے رکوع اور سجدے کی تسبیحات چھوڑ دیں۔

ج..... نماز میں شک کر دیا جیسے کسی رکن یا کسی رکعت کے چھوڑنے میں شک ہوا۔

د..... نماز میں ایسی لفظی غلطی کر دی جس سے معنی بدل جائے خواہ بھول کر یا جان بوجھ کر۔

سجدۂ سہو مستحب ہے...... سجدہ سہو اس صورت میں مستحب ہے جب کوئی مشروع قول ایسی جگہ کہہ دیا جو فی الواقع اس کا محل نہ ہو خواہ جان بوجھ کر ایسا کیا یا بھول کر جیسے بھول کر قرأت کر دی یا قعدہ کر دیا یا حالت قیام میں تشہد پڑھ دیا یا آخری دو رکعتوں میں سورت پڑھ لی۔

مباح سجدۂ سہو...... نماز میں کوئی سنت ترک کر دی تو سجدہ سہو کرنا مباح ہے

یہ ساری تفصیل امام اور منفرد کے حق میں ہے رہی بات مقتدی کی سو امام کی اتباع اس پر واجب ہے چونکہ اگر امام کی اتباع نہیں کرے گا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی اسی طرح مسبوق پر بھی امام کی اتباع واجب ہے اگر سجدۂ سہو کا سبب مسبوق کے شامل ہونے سے پہلے امام سے

سرزد ہوا تب بھی مسبوق امام کے ساتھ سجدہ سہو کرے اگر مسبوق نے امام کے ساتھ ایک سجدہ پایا تو جب امام سلام پھیرے تو وہ کا دوسرا سجدہ بھی کرلے۔ تاکہ دونوں سجدوں میں تسلسل رہے۔

دوم: سجدۂ سہو کے اسباب..... سجدہ سہو کے اسباب کی تعداد میں فقہاء کا اختلاف ہے بہتر یہی ہے کہ ہر مذہب کو علیحدہ علیحدہ بیان کیا جائے۔

حنفیہ کا مذہب..... جان بوجھ کر یا بھول کر کسی چیز کو چھوڑ دیا یا بھول کر کسی چیز کا اضافہ کردیا یا بھول کر کسی چیز کا محل تبدیل کردیا یہ امور تین احوال میں متحقق ہوتے ہیں۔

۱..... جان بوجھ کر اگر کسی چیز کو ترک دیا تو تین صورتوں میں سجدہ کرے: پہلا قعدہ ترک کردیا یا پہلی رکعت کے ایک سجدہ کو آخر نماز تک موخر کردیا یا نماز میں سوچ وبچار شروع کردی۔ حتی کہ ایک رکن کی مقدار کے برابر تاخیر ہوگی تو سجدہ کرے۔

۲..... نماز کے واجبات میں سے کسی واجب کو بھول کر چھوڑ دیا خواہ واجب کو مقدم کردیا یا موخر کردیا یا اس میں کمی کردی یا زیادتی کردی ان کی تعداد گیارہ ہے ان میں سے چھ واجبات اصلیہ ہیں اور وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(اول)..... نماز کی پہلی دو رکعتوں میں سورت فاتحہ چھوڑ دی یا اکثر فاتحہ چھوڑ دی۔

(دوم)..... سورت فاتحہ کے بعد تین چھوٹی آیات یا کوئی سورت یا کوئی طویل آیت نہ ملائی

(سوم)..... جہری اور سری نمازوں میں الٹ کردیا یعنی سری نمازوں میں جہر کردیا جہری نمازوں میں سر کردیا۔

(چہارم)..... تین یا چار رکعتی نمازوں میں پہلا قعدہ چھوڑ دینا۔

(پنجم)..... آخری قعدہ میں تشہد چھوڑ دینا۔

(ششم)..... ایک ہی رکعت میں فعل مکرر میں ترتیب کی رعایت نہ کرنا مثلاً ایک رکعت میں دو سجدے کیے جاتے ہیں لیکن نمازی نے ایک ہی سجدہ کیا پھر دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہوگیا اور دوسری رکعت دو سجدوں کے ساتھ پوری کرلی پھر نمازی کو متروک سجدہ یاد آیا اب نماز کے آخر میں اس نے متروک سجدہ کرلیا تو ترتیب کی رعایت نہ کرنے پر سہو کے دو سجدے واجب ہوں گے چونکہ نمازی نے واجب اصلی بھولے سے چھوڑ دیا ہے لہٰذا سجدہ سہو واجب ہوگا۔

جو افعال نماز میں مکرر نہیں آتے ان میں اگر نمازی نے ترتیب قائم نہ کی مثلاً تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد رکوع کردیا پھر اوپر اٹھ کر قرأت کی تو اس پر رکوع کا اعادہ کرنا واجب ہوگا اور سجدہ سہو بھی کرے گا۔ اسی طرح اگر نماز میں سجدہ تلاوت اپنے محل میں نہ کیا تو سجدہ سہو واجب ہوگا۔ فرض رکن میں تاخیر کردی یا اس میں تغیّر وتبدل کردیا جیسے کھڑے ہونے کی جگہ بیٹھ گیا یا اس کا الٹ کردیا تو سجدہ سہو واجب ہوگا۔

(ہفتم)..... رکوع اور سجدہ میں طمانیت ترک کردی چنانچہ صحیح قول کے مطابق اگر بھولے سے طمانیت چھوڑ دی (یعنی اطمینان اور تسلّی سے رکوع سجدہ نہ کیا) تو سجدہ سہو واجب ہے۔

(ہشتم)..... فرض نمازوں میں قرأت کا محل تبدیل کردیا مثلاً قرأت میں پہلے سورت پڑھی پھر فاتحہ پڑھی یا چار رکعتی نماز کی آخری دو رکعتوں میں سورت پڑھ لی یا دوسری اور تیسری رکعت میں قرأت کردی تو سجدہ سہو واجب ہوگا۔

(نہم)..... وتر میں دعائے قنوت چھوڑ دی۔ یعنی رکوع کردیا اور رکوع سے پہلے دعائے قنوت نہ پڑھی۔

لہٰذا جو شخص دعائے قنوت ترک کردے وہ سجدہ سہو کرے۔

(دہم) دعائے قنوت کے لیے تکبیر ترک کردی تو بھی سجدہ سہو کرے۔

(یازدہم)..... عیدین کی تکبیرات ترک کر دیں یا ان میں سے کچھ ترک کر دیں یا دوسری رکعت میں رکوع کے لیے جو تکبیر کہی جاتی ہے وہ ترک کر دی۔ رکوع کے لیے تکبیر کہنا واجب ہے۔

۳..... نماز میں کسی ایسے فعل کی زیادتی کر دینا جو نماز کی جنس میں سے نہ ہو مثلاً دو رکوع کر دیئے تو ایسی صورت میں بھی نمازی سجدۂ سہو کرے۔

بھولے ہوئے فعل کی طرف عود کرنا...... جو شخص قعدہ اولیٰ میں بھول گیا پھر اسے یاد آیا اب اگر وہ بیٹھنے کی حالت کے زیادہ قریب ہو تو قعدہ کی طرف لوٹ آئے بیٹھ کر تشہد پڑھ لے اور اگر حالت قیام کے زیادہ قریب ہو تو قعدہ کی طرف نہ لوٹے اور سہو کے دو سجدے کر لے جو شخص قعدہ آخیرہ کو بھول گیا اور پانچویں رکعت کے لیے کھڑا ہو گیا تو جب تک پانچویں رکعت کا سجدہ نہیں کیا قعدہ کی طرف لوٹ آئے اور پانچویں رکعت کو لغو کر دے اور سجدہ سہو کرے اگر پانچویں رکعت کا سجدہ کر لیا تو اس کی فرض نماز باطل ہو گئی اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فرض نماز نفل ہو جائے گی اب یہ ایک رکعت اور پڑھے تاکہ چھ رکعتیں پوری ہو جائیں اور اگر چوتھی رکعت کے اختتام پر بقدر تشہد بیٹھا ہو پھر کھڑا ہوا ہو سلام نہ پھیرا ہو اور پہلا قعدہ سمجھ کر کھڑا ہو گیا ہو تو پانچویں رکعت کا جب تک سجدہ نہیں کیا واپس لوٹ آئے اور اگر پانچویں رکعت کا سجدہ کر دیا تو مستحب ہے کہ ایک رکعت اور پڑھے تو نماز پوری ہو جائے گی چونکہ اخیر جلوس پایا گیا ہے اور دو زائد رکعتیں نفل ہوں گی۔

نماز میں شک کا واقع ہو جانا...... جب کوئی شخص نماز میں بھول جائے اسے معلوم نہ ہو کہ اس نے تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار پڑھی ہیں اگر یہ پہلی مرتبہ بھولا ہو اس کی عادت بھولنے کی نہ ہو تو از سر نو نماز کو دہرائے یہ نماز باطل ہو جائے گی بیٹھے بیٹھے سلام پھیر کر نماز کا اعادہ کرے چونکہ حدیث ہے۔'' جب تم میں سے کسی شخص کو نماز میں شک ہو جائے کہ اس نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں تو وہ اپنی نماز دہرائے۔[1] نیز ابن ابی شیبہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس شخص کو یاد نہ رہے کہ اس نے تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار رکعتیں پڑھی ہیں تو اسے نماز کا اعادہ کرنا چاہیے یہاں تک کہ اسے یاد رہے۔ دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ جب نماز دہرائے گا یقین کامل کے ساتھ ادا کرے گا۔ اگر سلام پھیر دینے کے بعد اس طرح کا شک پیدا ہوا تو نمازی پر اعادہ نہیں جیسے سلام سے پہلے بقدر تشہد بیٹھنے کے بعد شک ہو۔

اگر نمازی کو اکثر شک ہو جانے کی عادت ہو تو ظن غالب پر عمل کرے اگر طرفین میں سے کسی جانب کو ترجیح ہو چونکہ اکثر شک ہو جانے کی صورت میں اعادہ نماز میں حرج ہے نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جس شخص کو اپنی نماز میں شک ہو درستی کے لیے تحرّی کرے۔[2]

اگر نمازی کو ظن غالب نہ ہو تو رکعات کی کم از کم تعداد پر بنا کرے چونکہ قلیل یقینی ہے پھر ہر رکعت کے بعد قعدہ کرے تاکہ فرض قعدہ ترک نہ ہو اگر چار رکعتی نماز میں شک ہو کہ آیا یہ پہلی رکعت ہے یا دوسری رکعت ہے تو نمازی تحری پر عمل کرے اگر تحری میں بھی کوئی راہ نہ نکلنے پائے تو اقل پر عمل کرے یعنی پہلی رکعت قرار دے اور دوسری پڑھے پھر بیٹھے چونکہ ممکن ہے کہ یہ دوسری رکعت ہو جب کہ دوسری رکعت پر قعدہ کرنا واجب ہے پھر کھڑا ہو دوسری رکعت پڑھے اور قعدہ کرے رکعات کی اقل تعداد پر بنا کرنے کی دلیل حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ جب تم میں سے کسی شخص کو اپنی نماز میں شک ہو اور اسے یقین نہ ہو کہ آیا تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار رکعتیں پڑھی ہیں تو وہ شک کو لغو سمجھے اور اقل پر بنا کرے۔[3]

---

[1]..... قال الزيلعي: حديث غريب (نصب الراية ۲/۱۷۳) [2] اخرجه البخاري ومسلم عن ابن مسعود مرفوعاً [3] اخرجہ مسلم۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس توجیہ میں مختلف احادیث کو جمع کیا ہے۔

مالکیہ کا مذہب.....سجدہ سہو کے تین اسباب ہیں:

۱.....فقط کمی ۲.....فقط زیادتی ۳.....کمی اور زیادتی معاً

نماز میں کمی ہو.....سنت موکدہ جو کہ نماز میں داخل ہوا سے بھول کر یا جان بوجھ چھوڑ دیا جیسے سورت کو اس کے محل میں نہ پڑھا یا دو یا دو سے زیادہ خفیف سنتیں چھوڑ دیں جیسے تکبیر تحریمہ کے علاوہ بقیہ تکبیرات یا دو تسمیعات چھوڑ دیئے یا ایک تکبیر اور ایک تسمیہ چھوڑ دیا اسی طرح سنت چھوڑنے کی مثالوں میں سے جیسے فاتحہ جہراً پڑھنا چھوڑ دی یا صبح کی فرض رکعتوں میں سورت پڑھنی چھوڑ دی۔ البتہ زبان کو معمولی سی حرکت دینے پر اکتفا کر لیا اور یا تشہد چھوڑ دیا چونکہ یہ بھی سنتِ خفیفہ ہے ان ساری صورتوں میں نماز میں نقص یعنی کمی ہوتی ہے لہٰذا سلام سے پہلے سجدے کرے۔

اگر جان بوجھ کر نماز کے کسی رکن میں نقص (کمی) ڈالا تو نماز باطل ہو جائے گی۔ اگر رکن میں بھول کر کمی کی تو جب تک اس کا محل نہ فوت ہو تو اس کمی کو پورا کرے اگر محل فوت ہو جائے تو رکعت کو لغو کر دے اور پھر نماز کی قضاء کرے۔

زیادتی ہو جائے.....یعنی نماز میں کسی فعل کی زیادتی کر دی جو فعل کثیر نہ ہو ❶ اور نماز کی جنس میں سے بھی نہ ہو یا نماز کی جنس سے ہو۔ پہلے کی مثال جیسے تھوڑا سا کھا لیا یا بھولے سے تھوڑا سا کلام کر دیا دوسرے کی مثال جیسے ایک رکوع زائد کر دیا یا ایک سجدہ زائد کر دیا یا نماز کا کچھ حصہ زائد کر دیا جیسے ایک یا دو رکعتیں زائد پڑھ لیں یا دو رکعتیں پڑھنے کے بعد سلام پھیر دیا لہٰذا سلام پھیرنے کے بعد زیادتی کی وجہ سے دو سجدے کرے۔

اوپر تفصیل فعل کی تھی اگر نماز میں قول کی زیادتی کر دی اگر قول نماز کی جنس میں سے ہو تو وہ معاف ہے اگر جنس نماز میں سے نہ ہو تو سجدہ کرے۔

نماز میں زیادتی اور کمی معاً ہو جائے.....یہ کہ سنت میں کمی کر دی اگرچہ سنت غیر موکدہ ہو اور سبب ثانی میں جو امور بیان ہوئے ان کی زیادتی کر دی مثلاً سورت میں جہر کرنا چھوڑ دیا اور نماز میں بھولے سے ایک رکعت زائد پڑھ دی یوں کمی اور زیادتی دونوں جمع ہو جائیں گی لہٰذا زیادتی اور نقصان کے لیے سلام سے پہلے سجدہ کرے اس میں جانب نقص کو جانب زیادتی پر ترجیح دی گئی ہے۔

بھولی ہوئی چیز کی طرف عود کرنا.....فرض نماز میں جو شخص زائد رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے جب اسے یاد آئے لوٹ آئے اور سلام کے بعد سجدہ کرے حتیٰ کہ سلام پھیرنے تک یاد آئے تو بھی سجدہ سہو کر لے رہی بات مقتدی کی سوا سے اگر زیادتی کا علم ہو اور امام کی اتباع کر لی تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی اگر بھولے سے یا شک کی حالت میں امام کی اتباع کر لی تو نماز صحیح ہوگی جس شخص نے ناواقفی میں یا تاویل کر کے اتباع کر لی تو اس میں دو اقوال ہیں: (۱) نماز صحیح ہے (۲) نماز صحیح نہیں جس شخص نے امام کی اتباع نہ کی اور بیٹھ رہا اس کی نماز صحیح ہوئی۔

اگر نفلی نماز میں کوئی شخص تیسری کے لیے اٹھ کھڑا ہوا اگر رکوع سے پہلے یاد آ جائے واپس لوٹ آئے اور سلام کے بعد سجدہ کرے اگر رکوع کے بعد یاد آئے تو اب ایک رکعت اور ملائے اور چار رکعت پر سلام پھیرے سلام پھیرنے کے بعد سجدہ سہو کرے۔

جس شخص نے درمیانی جلسہ ترک کر دیا اگر زمین سے ہاتھ جدا ہونے سے پہلے پہلے یاد آ جائے تو جلسہ کی طرف لوٹ آئے اگر واپس لوٹ آیا تو سجدہ سہو نہیں اگر واپس نہ آئے تو سجدہ سہو کرے اگر ہاتھ زمین سے اٹھ گئے تو مشہور قول کے مطابق واپس نہ لوٹے اگرچہ سیدھا کھڑا ہونے کے بعد ہی یاد آئے واپس نہ آئے اور سجدہ سہو کر لے اگر واپس لوٹا تو برا کیا مشہور قول کے مطابق نماز باطل نہیں ہوگی یہ حنفیہ کے مذہب

---

❶.....چونکہ فعل کثیر نماز کو باطل کر دیتا ہے اگر فعل واجب ہو جیسے سانپ کو قتل کرنا بچھو کو مارنا یا نابینا وغیرہ کو ہٹانا اگر فعل یسیر کیا جیسے دانتوں کے درمیان پھنسے ہوئے ٹکڑے کو نگل لیا یا خارش کے لیے انگلیوں کو حرکت دی تو یہ معاف ہے۔

کے خلاف ہے چونکہ حنفیہ کے نزدیک قریب کوشیء کا حکم دیا جاتا ہے۔

جس شخص کو اپنی نماز میں شک ہو کہ کیا اس نے ایک رکعت پڑھی ہے یا دو رکعتیں پڑھی ہیں تو وہ اقل پر بنا کرے اور سلام کے بعد سجدہ کرے۔

شافعیہ کا مذہب......نماز میں جس چیز کا حکم دیا گیا ہے اسے ترک کرنے پر سجدہ سہو کیا جائے گا یا نماز میں کسی ممنوع فعل کو کر دیا تو بھی سجدہ سہو کیا جائے گا اگر نمازی نے سنت چھوڑ دی اور نمازی فرض میں مصروف ہو گیا مثلاً قعدہ اولیٰ میں تشہد چھوڑ دیا اور قیام میں مشغول ہو گیا سیدھا کھڑا ہونے کے بعد اسے یاد آیا تو تشہد کے لیے نہ لوٹے اور اگر تحریم کا علم رکھتے ہوئے واپس لوٹ آیا تو نماز باطل ہو جائے گی ہاں البتہ اگر بھولے سے لوٹ آیا تو نماز باطل نہیں ہوگی اسی طرح اگر ناواقفی (جاہل ہونے کی حالت) میں لوٹ آیا تو صحیح قول کے مطابق نماز باطل نہیں ہوگی۔ سجدہ سہو کیا جائے گا۔ تشہد کے لیے نہ لوٹنے کی دلیل ابن بحینہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی دو رکعتوں کے بعد کھڑے ہو گئے۔ صحابہ نے تسبیحات کہیں لیکن آپ نے نماز جاری رکھی جب نماز سے فارغ ہوئے تو دو سجدے کیے اور پھر سلام پھیرا۔ ❶

دو چیزیں سجدہ سہو کی متقضی ہیں۔ زیادتی اور کمی۔ سجدہ سہو کے اسباب چھ امور میں منحصر ہیں۔

۱......کچھ حصہ کے چھوڑنے کا یقین ہو۔

۲......بھولے سے فعل ممنوع کے کر گزرنے کا یقین ہو۔

۳......بعض معین کے ترک میں شک ہو۔

۴......ممنوع فعل کے کر گزرنے کا شک ہو اور ساتھ زیادتی کا اجتماع بھی ہو۔

۵......نیت کے ساتھ مطلوب قولی کو غیر محل کی طرف منتقل کرنا۔

۶......نماز کا کچھ حصہ چھوڑنے والے کی اقتدا کرنا۔

وہ چھ امور یہ ہیں۔

اول: امام یا منفرد کا جان بوجھ کر یا بھولے سے سنت موکدہ کا چھوڑنا......نماز کے اندر کی سنن موکدہ کو ''ابعاض صلوٰۃ'' سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ چھ ہیں ❷ تشہد اول تشہد کے لیے قعدہ، صبح کی نماز میں قنوت، رمضان کے نصف ثانی میں وتر کی آخری رکعت میں دعائے قنوت پڑھنا، قنوت کے لیے قیام، پہلے تشہد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا اور آخری تشہد میں آل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا۔

دوم: قولی رکن کو غیر محل میں منتقل کرنا......جیسے حالت جلوس میں فاتحہ کو دہرا دیا سلام کی جگہ سے ہٹ کر کسی دوسری جگہ بھول کر سلام کر دیا ایسے ہی سنت قولیہ کو منتقل کر دیا مثلاً سورت ایسی جگہ پڑھ دی جو اس کی جگہ نہ ہو تو سجدہ سہو کرے چونکہ سورت اپنی جگہ میں نہیں پڑھی یہ ایسا ہی ہے جیسے سلام کسی جگہ کر دیا البتہ اگر فاتحہ سے پہلے سورت پڑھ لی تو وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہے لہٰذا سجدہ سہو نہ کرے۔

سوم: بھولے سے کوئی فعل کر گزرنا......ایسا فعل جو اگر جان بوجھ کر کیا جائے تو وہ نماز کو باطل کر دے جیسے کسی چھوٹے رکن کو بہت طویل کر دیا مثلاً تعدیل ارکان کو طویل کر دیا یا دو سجدوں کے درمیان جلوس طویل کر دیا بھولے سے تھوڑا سا کلام کر دیا وہ بھی اسی میں شامل ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر دیا تھا اور ذوالیدین رضی اللہ عنہ کے ساتھ بات کر لی تھی آپ

❶......رواہ نسائی (نیل الاوطار ۳/۱۱۹) ❷ چھ کا قول حصر اضافی ہے ورنہ ابعاض صلوٰۃ بیس (۲۰) ہیں

نے نماز پوری کی اور سہو کے دوسجدے کیے۔ ❶
زیادہ کلام کرنا یا کھاپی لینا خواہ بھولے سے ہو یا جان بوجھ کر ہو اس سے نماز باطل ہو جاتی ہے، صحیح قول کے مطابق سجدہ سہو نہ کرے۔ وہ چیز جو بھولے سے ہو یا جان بوجھ کر مبطل صلوٰۃ نہیں جیسے گردن کے معمولی گھماؤ سے دائیں بائیں دیکھ لینا یا ایک دو قدم چل لینا خواہ بھولے سے ہو یا جان بوجھ کر سجدہ سہو نہ کرے۔

چہارم: زیادتی میں شک واقع ہو...... اگر نمازی کو شک ہو کہ آیا اس نے تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار تو وہ ایک رکعت اور پڑھے اور سجدہ سہو کرے اصح یہی ہے کہ وہ سجدہ کرے اگر چہ سلام پھیرنے سے پہلے اس کا شک زائل بھی ہو جائے اسی طرح جو نماز حالت تردد میں پڑھے اور اہتمام زائد رکعتیں پڑھ لینے کا ہو اگر چہ سلام پھیرنے سے پہلے شک زائل ہو جائے اگر سلام پھیرنے کے بعد کسی فرض کے چھوڑنے کا شک ہو تو اسے ترجیح نہ دی جائے شک کی وجہ سے سجدہ سہو کی دلیل یہ ہے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ: جب تم میں سے کسی شخص کو اپنی نماز میں شک ہو جائے اسے یقین نہ ہو کہ آیا ایک رکعت پڑھی ہے یا دو رکعتیں تو ایک رکعت قرار دے۔ اور جب یقین نہ ہو کہ آیا دو رکعتیں پڑھی ہیں یا تین تو دو رکعتیں قرار دے اور جب یقین نہ ہو کہ آیا اس نے تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار رکعتیں تو تین رکعتیں قرار دے پھر جب نماز سے فارغ ہو تو بیٹھے ہوئے سلام پھیرنے سے پہلے دوسجدے کرے۔ ❷

اسی اصول پر یہ صورت بھی ہے کہ جب نمازی کو پڑھی ہوئی رکعات کی تعداد میں شک ہو مثلاً جیسے کسی شخص کو شک ہو کہ آیا اس نے تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار تو وہ یقین پر بنا کرے اور یقینی تعداد کم از کم تعداد ہوتی ہے جیسے مذکورہ مثال میں تین رکعات یقینی ہیں پھر ایک رکعت ساتھ اور ملائے اور سجدہ سہو کرے نمازی کو غلبہ ظن نفع نہیں پہنچائے گا کہ اس نے چار رکعتیں پڑھی ہیں اسی طرح کسی دوسرے شخص کے کہنے کا بھی اعتبار نہیں کہ اس نے چار رکعتیں پڑھی ہیں اگر چہ قائل کو تواتر کی تعداد رکعات معلوم ہو۔

پنجم: نماز کے کچھ معین حصہ کو چھوڑنے میں شک ہو...... جیسے کسی کو شک ہو کہ اس نے دعائے قنوت چھوڑ دی ہے یا مبہم یعنی غیر معین حصہ کے چھوڑنے میں شک ہو جیسے معلوم ہی نہ ہو کہ آیا اس نے دعائے قنوت پڑھی یا نہیں یا درود پڑھا یا نہیں۔

ششم: اس شخص کی اقتداء کرنا جس کی نماز میں کوئی خلل ہو...... اگر چہ مقتدی کو خلل کا یقین ہو جیسے کسی ایسے شخص کی اقتدا کر لینا جس نے صبح کی نماز میں دعائے قنوت چھوڑ دی ہو یا ایسے شخص کی اقتداء کر لی جس نے رکوع سے قبل دعائے قنوت پڑھ لی ہو یا ایسے شخص کی اقتداء کر لی جس نے پہلے تشہد میں درود چھوڑ دیا ہو تو وہ امام کے سلام کے بعد اپنے سلام سے پہلے سجدہ سہو کرے۔

خلاصہ...... وہ زیادتی جو موجب سہو ہے دو قسم پر ہے یا تو زیادتی قول میں ہوگی یا فعل میں۔ قول کی مثال جیسے: اپنی جگہ سے ہٹ کر کہیں اور سلام پھیر دیا یا بھول کر بات کر دی۔ فعل کی مثال جیسے نماز میں ایک رکعت زائد پڑھی لی یا رکوع زائد کر لیا یا سجدہ یا قیام یا قعدہ زائد کر لیا یا قنوت کی جگہ سے ہٹ کر کسی اور جگہ قنوت کی نیت سے قیام طویل کر دیا یا کسی اور جگہ تشہد کی نیت سے بھول کر بیٹھ گیا تو ان صورتوں میں سجدہ سہو کرے اس کی دلیل ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز میں پانچ رکعتیں پڑھ لیں آپ سے عرض کیا گیا کہ آیا نماز میں (من جانب اللہ) اضافہ کر دیا گیا ہے آپ نے فرمایا: بھلا کیا ہوا؟ صحابہ نے عرض کی: آپ نے پانچ رکعتیں پڑھ لی ہیں چنانچہ آپ نے سلام پھیرنے کے بعد دوسجدے کیے۔ ❸

---

❶ ...... متفق علیه عن ابی هریرة (نیل الاوطار ۳/۱۰۷) ❷ رواه احمد وابن ماجه والترمذی وصححه. ❸ رواه الجماعة (نیل الاوطار: ۳/۱۲۱)

رہی بات کمی کرنے کی: وہ یہ کہ سنت مقصودہ ترک کردی اس کی دو حالتیں ہیں:

(اول)..... یہ کہ بھولے سے پہلا تشہد چھوڑ دے تو سجدہ سہو کرے اس کی دلیل حضرت بحینہ رضی اللہ عنہ کی گذشتہ حدیث ہے۔

(دوم)..... یہ کہ بھولے سے دعائے قنوت چھوڑ دے تو بھی سجدہ سہو کرے چونکہ دعائے قنوت اپنے محل میں پڑھنا سنت مقصودہ ہے لہٰذا اس کے ترک کے ساتھ سجدہ متعلق ہے جیسے پہلا تشہد چھوڑ دیا۔

اگر سنت غیر مقصودہ کو ترک کر دیا جیسے تکبیرات اور تسبیحات جہر، سر، تورک، افتراش اور ان جیسی دوسری چیزیں تو سجدہ سہو نہ کرے چونکہ یہ سنن اپنی جگہ میں فی ذاتہ مقصود ہیں لہٰذا ترک پر جبیرہ متعلق نہیں ہوتا۔

ملاحظہ..... ہو کہ دوسرا تشہد اس قول تک ہے: ان محمد رسول اللہ یا عبدہ ورسولہ یا رسولہ تک یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کے ساتھ مسنون ہے رہی بات آخیر تشہد میں آل پر درود بھیجنا سو وہ سنت ہے اور پہلے تشہد میں معتمد مذہب کے مطابق خلاف اولی ہے بلکہ اسے مکروہ کہا گیا ہے لہٰذا اس کے ترک پر سجدہ سہو نہ کرے اور نہ اس کے پڑھنے سے سجدہ سہو کرے۔ ❶

مذہب الحنابلہ..... حنابلہ کے نزدیک سہو کے تین اسباب ہیں:

۱..... زیادتی ۲..... کمی

۳..... اور بعض صورتوں میں شک کا واقع ہونا۔

حنابلہ کا مذہب بھی قریب قریب شافعیہ کے مذہب جب کمی یا زیادتی جان بوجھ کر نماز میں کی جائے تو نماز باطل ہو جاتی ہے بشرطیکہ کمی یا زیادتی فعلی نوعیت کی ہو اور اگر کمی یا زیادتی قولی نوعیت کی ہو اور غیر محل میں ہو تو نماز باطل نہیں ہوگی نماز جنازہ میں بھولنے پر سجدہ سہو نہیں ہے اسی طرح سجدہ تلاوت اور سجدہ شکر میں بھولنے میں بھی سجدہ سہو نہیں۔ ❷

۱۔ **نماز میں زیادتی ہو جائے**..... مثلاً نمازی نے بھولے سے نماز میں کسی فعل کا اضافہ کر دیا اور وہ اضافہ نماز کی جنس میں سے ہو۔ مثلاً قیام کر لیا یا قعدہ کر لیا اگر چہ قعدہ بقدر جلسہ استراحت ہو اور قعدہ استراحت کے جگہ سے ہٹ کر ہو یا قیام کر لیا یا سجدہ کر لیا یا تشہد کے ساتھ سورت فاتحہ پڑلی یا سورت فاتحہ کے ساتھ تشہد پڑھ لیا تو فعلی نوعیت کی زیادتی کی وجہ سے وجوبی طور پر سجدہ سہو کرے قولی نوعیت کی زیادتی کی وجہ سے استحباباً سجدہ سہو کرے۔ چونکہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چنانچہ جب کوئی شخص نماز میں زیادتی کر دے یا کمی کر دے تو اسے دو سجدے کر لینے چاہیں۔ ❸

دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ زیادتی بھی سہو ہے لہٰذا یہ بھی صحابی کے اس قول میں داخل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھول ہوئی اور آپ نے سجدہ کیا بلکہ زیادتی بھی ایک معنی میں نقص ہے لہٰذا زیادتی کے لیے بھی سجدہ مشروع ہے تاکہ نقص کا جبیرہ ہو سکے۔

جس شخص سے نماز میں اضافہ (زیادتی) ہو جائے اور اسے جب زیادتی یاد آ جائے تو تکبیر کیے بغیر نماز کی اصل ترتیب کی طرف لوٹ آئے تاکہ ہونے والا اضافہ لغو ہو جائے اور آگے نہ بڑھنے پائے چنانچہ اگر صبح کی نماز میں تیسری رکعت کا اضافہ کر دیا یا مغرب کی نماز میں چوتھی رکعت کا اضافہ کر دیا یا ظہر عصر عشاء کی نماز میں پانچویں رکعت کا اضافہ کر دیا تو اس اضافی رکعت کو توڑ دے یعنی اسی وقت بیٹھ جائے اور تکبیر نہ کہے اور اس اضافہ سے پہلے کے فعل پر نماز کی بنا کرے اگر تشہد پڑھ چکا ہو تو وہ دوبارہ تشہد نہ پڑھے پھر سجدہ سہو کرے اور سلام پھیرے پر اس اضافی رکعت کو شمار میں نہ لائے۔

اگر اضافہ کرنے والا امام ہو یا منفرد ہو اور اضافہ پر دو ثقہ آدمی اسے آگاہ کریں تو مقتدیوں کو امام کی تنبیہ پر سجدہ سہو لازم ہوگا چونکہ مقتدیوں

---

❶..... حاشیۃ الشرقاوی ۱/ ۱۹۶۔ ❷ کشاف القناع ۱/ ۴۶۱۔ ❸ رواہ مسلم

کی نماز اور امام کی نماز میں باہمی ربط اور جوڑ پایا جاتا ہے چنانچہ امام کی نماز کے باطل ہونے سے مقتدیوں کی نماز بھی باطل ہو جاتی ہے، برابر ہے آگاہ کار امام کو اضافہ پر آگاہ کریں یا نقص (کمی) پر لہٰذا امام کو واپس لوٹنا لازمی ہوگا اگر چہ آگاہ کاروں کی خطا کا گمان ہی کیوں نہ ہو چونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ذوالیدین رضی اللہ عنہ کے قصہ میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کی طرف رجوع کیا۔

امام کی تنبیہ کے بارے میں عورت مرد کے حکم میں ہے:

اگر امام ثقہ آگاہ کاروں کے قول کی طرف رجوع نہ کرے تو اس صورت میں درج ذیل تفصیل ہے۔

الف.....اگر امام کا رجوع نہ کرنا جبیرہ نقصان کی وجہ سے ہو مثلاً پہلا تشہد پڑھنے سے قبل اٹھ کھڑا ہو تو نماز باطل نہیں ہوگی اس کی دلیل حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ دو رکعتیں پڑھنے کے بعد اٹھ کھڑے ہوئے پیچھے کھڑے مقتدیوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو تسبیح کے ذریعہ آگاہ کیا لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے برابر نماز جاری رکھی جب آپ رضی اللہ عنہ نے نماز پوری کی سلام پھیرا تو دو سجدے کر لئے جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے ہی کرتے دیکھا ہے۔ ❶

ب.....اگر امام جبیرہ و نقصان کے علاوہ کے لیے جان بوجھ کر نہ لوٹے تو اس کی نماز اور اس مقتدی کی نماز باطل ہو جائے گی جسے امام کی نماز کے بطلان کا علم ہو چونکہ ایسی صورت میں وہ ایسے امام کی اقتدا کرے گا جس کی نماز کے بطلان کا اسے علم ہے یہ ایسا ہی جیسے کسی مقتدی کو امام کے بے وضو ہونے کا علم ہو البتہ اس مقتدی کی نماز باطل نہیں ہوگی جو ناواقف ہو یا بھولا ہوا ہو چونکہ صحابہ کرام نے پانچویں رکعت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی چونکہ انھیں علم نہیں تھا یا صحابہ کو منسوخی کا وہم ہوا تھا پھر انھیں اعادہ نماز کا حکم بھی آپ نے نہیں دیا۔

جو امام زائد رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے اس سے الگ رہنا یعنی اس کی اتباع میں کھڑا نہ ہونا واجب ہے چونکہ ایسی صورت میں امام خطا پر ہوتا ہے الگ ہونے والا اپنی تئیں نماز پوری کرے۔

۲۔نماز میں نقصان کا ہو جانا......مثلاً رکوع یا سجدہ چھوڑ دیا یا سورت فاتحہ پڑھنی چھوڑ دی وغیرھا۔ اور بھولے سے چھوڑے تو اس نقصان کا تدارک کرنا واجب ہوگا اور آخر نماز میں سجدہ سہو کرنا واجب ہوگا۔

اگر پہلا تشہد بھول گیا تو واپس لوٹ کر تشہد پڑھنا لازمی ہوگا۔ بشرطیکہ نمازی سیدھا کھڑا نہ ہوا ہو یہ مسئلہ متفق علیہ ہے اس کی دلیل حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص دو رکعتوں کے بعد کھڑا ہو جائے اور ابھی تک سیدھا کھڑا نہ ہوا ہو تو بیٹھ جائے اور سہو کے دو سجدے کرے۔ ❷

دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ نمازی نے رکن میں شروع ہونے سے قبل نماز میں خلل ڈال دیا ہے لہٰذا اس خلل کو دور کرنا لازمی ہوگا یہ ایسا ہی ہے جیسے اوپر اٹھ رہا ہو لیکن ابھی تک گھٹنے زمین سے نہ اٹھنے پائے ہوں اور وہ بیٹھ جائے امام کی متابعت مقتدیوں کو لازم ہوگی اگر چہ کھڑے ہونے کے بعد ہی کیوں نہ بیٹھے یا قرأت ہی کیوں نہ شروع کر دے چونکہ حدیث ہے امام تو اس لئے مقرر کیا جاتا ہے تاکہ اس کی اقتداء کی جائے۔ ❸

اگر سیدھا کھڑا ہو گیا لیکن ابھی قرأت شروع نہ کی کہ اسے تشہد یاد آ گیا تو تشہد کی طرف نہ لوٹنا اولیٰ ہے اس کی دلیل حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی سابقہ حدیث ہے۔ مقتدی بھی امام کی متابعت کرے ❹ تشہد ساقط ہو جائے گا اگر قرأت شروع کر دی تو اب تشہد کی طرف لوٹنا جائز نہیں ہے اس کی دلیل بھی حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے چونکہ نمازی نے رکن مقصود شروع کر دیا ہے یہ ایسا ہی ہے جیسے رکوع شروع کر دے اور جب شروع ہونے کے بعد رکوع کر دے تو امام کی نماز باطل ہو جائے گی۔ ہاں البتہ اگر ناواقف ہو یا بھول جائے تو اس صورت میں امام پر سجدۂ سہو ہوگا اس کی دلیل مغیرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے اور دوسری حدیث ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص بھول جائے تو دو سجدے کرے۔

---

❶.....رواہ احمد وابوداؤد والترمذی وقال حسن صحیح (نیل الاوطار ۱۱۹/۳) ❷رواہ احمد وابوداؤد وابن ماجۃ من روایۃ جابر الجعفی وقدتکلم فیہ ❸ متفق علیہ عن ابی ہریرۃ ❹ یعنی مقتدی بھی امام کے ساتھ کھڑا رہے بیٹھے نہیں۔

یہی حکم رکوع اور سجدہ میں تسبیح کرنے اور دونوں سجدوں کے درمیان دعارب اغفرلی کرنے کا ہے اسی طرح بھولے سے ہر واجب کو ترک کرنے کا یہی حکم ہے چنانچہ اعتدال سے پہلے (قومہ سے پہلے) رکوع کی تسبیحات کی طرف لوٹ آئے اس کے بعد نہ لوٹے۔

۳۔ **نماز میں شک پڑ جانا جو بعض صورتوں میں سجدہ سہو کا مقتضی ہو**..... مثلاً اس نماز میں سے کسی رکن کے ترک کا شک ہو یا تعداد رکعات میں شک ہو تو یقین پر بناء کرے اور جس کا شک ہو وہ بجالائے اور نماز پوری کر کے سجدہ سہو کرے اس کی دلیل حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی سابق حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی شخص کو اپنی نماز میں شک ہو جائے اور اس معلوم نہ ہو کہ اس نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں تو جو یقین ہو اس پر بنا کرے پھر سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کرے ❶ شک کی حالت میں ترک واجب کی صورت میں سجدہ سہو نہ کرے جیسے تسبیحات رکوع یا تسبیحات سجدہ چھوڑ دیں چونکہ سجدہ تب ہوتا ہے جب بھولے سے واجب چھوڑ دے نہ کہ شک کی وجہ سے۔

جیسے آخری رکعت کی زیادتی کے بارے میں تشہد کے دوران شک ہونے پر سجدہ سہو نہیں چونکہ اصل زیادتی کا نہ ہونا ہے البتہ اگر آخری رکعت میں تشہد سے قبل زیادتی کا شک ہو تو سجدہ سہو واجب ہے اسی تفصیل پر سجدہ کے متعلق شک ہونے کی مثال بھی ہے۔

ذوالیدین رضی اللہ عنہ کا قصہ اور یہ کہ بھولے سے کلام کرنا مبطل نماز نہیں..... سلف وخلف کے جمہور علماء نے حضرت ذوالیدین رضی اللہ عنہ کے قصہ سے اس پر استدلال کیا ہے کہ نماز سے نکلنے اور نماز کو توڑنے کی نیت سے نماز کا بطلان نہیں ہوتا جب کہ نماز کامل ہونے کا گمان ہو۔❷ اگرچہ سلام پھیر چکے اور یہ کہ بھولے سے کلام کر لینے سے نماز باطل نہیں ہوتی اسی طرح جو شخص نماز مکمل ہونے کے گمان سے کلام کر دے اس کی نماز بھی باطل نہیں ہوتی۔ذوالیدین رضی اللہ عنہ کا قصہ درج ذیل ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر یا عصر کی نمازوں میں سے ایک نماز کی دو رکعتیں پڑھیں اور پھر سلام پھیر دیا پھر مسجد کے آگے ایک لکڑی کے اس پارچہ کے پاس کھڑے ہوئے اور لکڑی پر ہاتھ رکھ دیا جب کہ لوگوں میں ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے تاہم یہ دونوں حضرات آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کرنے سے مرعوب ہوئے جب کہ جلد باز لوگ مسجد سے باہر نکل گئے صحابہ نے عرض کی: کیا نماز میں (من جانب اللہ) کمی کر دی گئی ہے اور ایک اور شخص بھی تھا جسے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ذوالیدین❸ کہا کرتے تھے اس شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ کیا آپ بھول گئے یا نماز میں کمی کر دی گئی ہے؟ آپ نے فرمایا: نہ ہی میں بھولا ہوں اور نہ ہی نماز میں کمی کی گئی ہے پھر فرمایا: جی ہاں میں بھول گیا ہوں چنانچہ آپ نے دو رکعتیں اور پڑھیں اور پھر سلام پھیرا پھر تکبیر کہی پھر معمول کے مطابق سجدہ کیا یا سجدہ قدرے طویل کیا پھر سر اٹھایا اور تکبیر کہی پھر سر رکھا اور تکبیر کہی اور سجدہ کیا اور معمول کے مطابق سجدہ کیا یا سجدہ قدرے طویل کیا پھر سر اٹھایا اور تکبیر کہی۔❹

دو یا دو سے زیادہ مرتبہ نماز میں بھولنا..... علماء کے درمیان اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ جب آدمی نماز میں ایک مرتبہ یا دو مرتبہ بھولے تو اسے سہو کے دو سجدے کافی ہیں۔ چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر دیا تھا اور ذوالیدین رضی اللہ عنہ سے

---

❶ رواہ مسلم واحمد ❷ جب کہ حنفیہ کہتے ہیں کہ نماز میں کلام خواہ بھولے سے ہو یا ناواقفی سے ہو مبطل نماز ہے حنفیہ کی دلیل ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور زید بن ارقم کی حدیث ہے جس سے دوران نماز کلام کی ممانعت ہے اور حنفیہ کہتے ہیں ذوالیدین رضی اللہ عنہ کی حدیث ان دو حدیثوں سے منسوخ ہو چکی ہے۔

❸ ذوالیدین رضی اللہ عنہ کا اصل نام خرباق بن عمرو تھا ذوالیدین انھیں اس لئے کہا جاتا تھا چونکہ ان کے ہاتھ معمول سے قدرے طویل تھے ایک اور صحابی بھی ہیں جنھیں ذوالشمالین کہا جاتا ہے وہ ذوالیدین رضی اللہ عنہ کے علاوہ دوسرے صحابی ہیں زہری کو وہم ہوا ہے کہ انھوں نے ان دونوں کو ایک ہی صحابی قرار دیا ہے۔ ❹ متفق علیہ واللفظ للبخاری حنفیہ کہتے ہیں یہ حدیث منسوخ ہے۔ نیز آیت کریم ہے **واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا**۔ یعنی جب قرآن پڑھا جا رہا ہو تو اسے غور سے سنو اور خاموش رہو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں یہ آیت نماز کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

بات بھی کی پھر بھی آپ نے دو سجدوں پر اکتفا کیا نیز سابق حدیث ہے جب تم میں سے کوئی شخص بھول جائے تو سہو کے دو سجدے کر لے یہ حدیث دو جگہوں میں بھولنے کو بھی شامل ہے۔

نوافل فرائض کی مانند ہیں.....سجدہ سہو میں نوافل کا حکم فرائض جیسا ہے یہ جمہور علماء کا قول ہے چونکہ سابق حدیث میں عموم ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص بھول جائے تو سہو کے دو سجدے کرے۔ دوسری دلیل یہ بھی ہے کہ نفل نماز بھی تو رکوع و سجدہ والی نماز ہوتی ہے لہٰذا فرض نماز کی طرح اس میں بھی سہو کے دو سجدے کیے جائیں گے۔

بھولنے پر امام کو متنبہ کرنا.....امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو شخص نماز میں بھول جائے اس کے لیے تسبیح کی جائے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: تسبیح مردوں کے لیے ہے اور تصفیق (ہتھیلی پر ہتھیلی مارنا) عورتوں کے لیے ہے۔ چونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے تسبیح مردوں کے لیے ہے اور تصفیق عورتوں کے لیے اس حدیث کی وجہ سے دوسری رائے راجح ہے۔

سوم: سجدہ سہو کا مقام اور طریقہ ادائیگی:

احناف کے ہاں سلام کے بعد جب کہ شافعیہ اس کے برعکس سلام سے پہلے سجدہ سہو ادا کرنے کے قائل ہیں۔ مالکیہ کبھی سلام سے پہلے اور کبھی بعد میں ادا کرتے ہیں اس سلسلہ میں حنابلہ کے ہاں نمازی کو دونوں میں اختیار ہے۔

احناف کا قول.....مسنون سجدہ سہو کا محل و مقام مطلقاً سلام کے بعد ہے چاہے نماز میں بھول چوک کمی یا اضافے سے ہوئی ہو البتہ اگر کوئی شخص سلام سے پہلے سجدہ سہو کر لیتا ہے تو کافی ہے۔

سجدہ سہو کا طریقہ.....نمازی اپنی دائیں جانب صرف ایک سلام پھر کر دو سجدے کرے۔ اس کے بعد تشہد پڑھے جس کی مقدار بیٹھنا واجب ہے۔ اس کے بعد سے قعدہ میں نبی علیہ السلام پر درود بھیجے اور دعا پڑھے (بعض نے کچھ اور لکھا ہے لیکن) یہ صحیح قول ہے اس واسطے کہ دعا کا محل نماز کا اخیر ہے اس کے متعلق احناف کی دلیل حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی سابقہ حدیث ہے: جب آپ نماز کے تمام ارکان سے فارغ ہوئے پھر سلام پھیر کر دو سجدے کیے اور تشہد پڑھ کر سلام پھیرا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا[1] اور دوسری دلیل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی گزشتہ حدیث ہے: کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز بھولے سے پانچ رکعت پڑھ دی تو کسی نے کہا: کیا نماز میں اضافہ ہو گیا ہے آپ نے فرمایا: ایسی تو کوئی بات نہیں کیوں کیا ہوا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: آپ نے پانچ رکعتیں پڑھی تو آپ نے سلام کے بعد دو سجدے کیے[2] یہ بحث تو سجدہ سہو کے مقام کے متعلق تھی۔ سجدہ سہو کے طریقہ کے بارے میں احناف کی دلیل حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نماز پڑھائی جس میں آپ سے سہو ہو گیا تو آپ نے دو سجدے کیے پھر تشہد پڑھ کے سلام پھیرا[3] اور حضرت ثوبان کی سابقہ حدیث کہ ہر سہو کے سلام کے بعد دو سجدے ہیں۔[4]

مالکیہ کا مسلک.....اگر سجدہ سہو کا سبب صرف کمی یا کمی زیادتی دونوں ہوں تو مسنون سجدہ سہو کا مقام سلام سے پہلے ہے اگر اس کا سبب فقط زیادتی ہو تو سلام کے بعد ہوگا۔ بعد والے سجدے کے لیے نیت کرنا واجب ہے جھکتے اور سر اٹھاتے ہوئے اللہ اکبر کہے اور دونوں سجدوں کو بیٹھ کر ادا کرے تشہد پڑھنا مسنون ہے البتہ برخلاف احناف کے نہ دعا مانگے اور نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے اس کے بعد سلام

---

[1].....رواہ احمد والترمذی وصححہ (نیل الاوطار: ۱۹۹/۳) [2] رواہ الجماعۃ (سابقہ حوالہ [3] ۱۲۱ رواہ ابوداؤد والترمذی (سابقہ حوالہ ۱۲۱) [4] اخرجہ ابوداؤد وابن ماجہ (نصب الرایۃ ۱۶۷/۲)

پھیرے جو واجب ہے اس لحاظ سے دیکھا جائے تو سجدہ سہو کے واجبات پانچ بنتے ہیں۔ نیت پہلا اور دوسرا سجدہ دونوں کے درمیان بیٹھنا اور سلام پھیرنا یاد رہے سلام واجب ہے شرط نہیں جہاں تک تکبیر اور تشہد کا تعلق ہے تو وہ اس کے بعد مسنون ہے جان بوجھ کر کسی نے سلام سے پہلے والا سجدہ سہو مؤخر کر دیا تو اس سے نماز تو باطل نہیں ہوگی لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے اور سلام سے پہلے بعد والے سجدے کو ادا کر دیا تو مذہب کے مطابق کافی ہے لیکن جان بوجھ مقدم کرنا مکروہ تحریمی ہے نماز صحیح ہو جائے گی مگر جب تاخیر وتقدیم کا قصد نہ ہو تو نہ مکروہ ہے اور نہ حرام۔

شافعیہ کا جدید قول...... سجدہ سہو کا مقام تشہد وسلام کے درمیان ہے نمازی نے جان بوجھ کر سلام پھیر دیا تو اصح قول کے مطابق سجدہ سہو فوت ہو جائے گا اگر بھولے سے سلام پھیر دیا اور کافی دیر گزر گئی تو جدید قول کے مطابق پھر بھی فوت ہو جائے گا اس صورت میں اگر فصل وتاخیر زیادہ نہ ہوئی تو فوت نہیں ہوگا وہ سجدہ کر لے جب وہ سجدہ کر لے گا تو نماز کی طرف لوٹ آئے گا یہی زیادہ صحیح قول ہے۔ نماز جمعہ میں امام کو سہو ہو گیا لوگوں نے سجدہ کیا اسی دوران انھیں معلوم ہوا کہ نماز جمعہ کا وقت نکل چکا ہے تو وہ لوگ ظہر کی نماز مکمل کر کے سجدہ سہو کر لیں۔ نمازی کو گمان ہوا کہ اس سے بھول ہوئی اور وہ سجدہ سہو کر چکا بعد میں یاد آیا کہ سہو نہیں ہوا پھر بھی صحیح قول کے مطابق سجدہ کرے۔

سجدہ سہو کا طریقہ...... نماز کے سجدوں کی طرح جن میں ان کے واجبات ومندوبات کا لحاظ رکھا جاتا ہے مثلاً پیشانی زمین پر رکھنا اطمینان سے اٹھنا، جھکنا، جلوس میں پاؤں پھیلا کر بیٹھنا اور دونوں سجدوں کے بعد سرین پر بیٹھنا یہ بھی دو سجدے کریں۔ البتہ قلبی نیت کی ضرورت ہے یاد رہے زبانی نیت نہ کی جائے اگر ایسا کیا تو نماز ٹوٹ جائے گی۔

بعض حضرات نے یہ بات نقل کی ہے کہ نمازی دونوں سجدوں میں یوں کہے: سبحان من لاینام ولا یسھو (وہ ذات پاک ہے جسے نہ نیند آتی ہے اور نہ وہ بھولتا ہے) بعض کا قول ہے: کہ بظاہر یہ نماز کے سجدوں میں ذکر یعنی تسبیح کی طرح۔ سجدہ سہو کا مقام سلام سے پہلے ہے اس پر شافعیہ کی دلیل ابوسعید خدری کی وہ سابقہ حدیث ہے جو مسلم اور مسند احمد میں ہے: پھر سلام سے پہلے دو سجدے کرے اور حدیث ابن بحینہ جس کا ذکر نسائی کے ہاں ہے: جب نماز (کے ارکان) سے فارغ ہوئے دو سجدے کیے اور سلام پھیرا سجدہ سہو کے بارے میں ان کی دلیل یہ ہے کہ ذوالیدین کے قصہ میں آتا ہے کہ آپ علیہ السلام نے صرف دو سجدوں پر اکتفا کیا نیز اور دوسری احادیث میں یہ واقعہ ملتا ہے۔

حنابلہ کا مسلک...... سجدہ سہو کے نماز سے پہلے اور بعد میں ادا کرنے میں کسی کا اختلاف نہیں۔ اختلاف تو صرف افضل اور اولیٰ کا ہے افضل یہ ہے کہ سلام سے پہلے ہو اس واسطے کہ اس سے نماز کی تکمیل ہوتی ہے سوائے دو حالتوں کے جن کا بیان نیچے آ رہا ہے سجدہ سہو کی حیثیت نماز میں اصلی سجدوں جیسی ہے۔

پہلی صورت...... ایک یا زیادہ رکعت کی کمی کے لیے سجدہ کر رہا ہو جب کہ نماز مکمل کرنے سے پہلے وہ سلام بھی پھیر چکا جس کی دلیل حدیث عمران بن حصین رضی اللہ عنہ اور حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہے جس میں ذوالیدین رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے چنانچہ حدیث عمران بن حصین میں ہے: آپ نے ایک اور رکعت ادا کرے سلام پھیر دیا اس کے بعد دو سجدے کیے اور پھر سلام پھیرا۔

دوسری صورت...... یہ ہے کہ امام کو اپنی نماز میں شک ہو گیا اور اس نے گمان غالب پر بنا کی تو سلام کے بعد اس کے لیے دو سجدے کرنا مستحب ہے جس کی دلیل حضرت علی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے: جب تم میں سے کسی کو نماز میں سہو ہو جائے تو وہ صحیح کا اندازہ لگائے اور اسی پر بنا کرے اور پھر دو سجدے کرے [1] بخاری میں ہے سلام کے بعد۔

اس کا طریقہ...... سجدہ میں جاتے اور اس سے سر اٹھاتے وقت تکبیر کہے چاہے سجدۂ سہو سلام سے پہلے ہو یا بعد میں اس کے بعد نماز کے سجدوں کی طرح دو سجدے کرے اگر سجدہ سہو بعد والا ہے تو اس میں سلام سے پہلے پڑھا جانے والا تشہد پڑھے پھر سلام پھیر دے اور اگر سجدہ سہو

[1]..... نیل الاوطار ۳/۱۰۷، ۱۱۳

پہلے والا ہے تو اس میں تشہد نہ پڑھے بعد میں سلام پھیر دے سجدہ سہو میں وہی کلمات کہے جو وہ نماز کے سجدوں میں کہتا ہے اس لئے کہ یہ نماز کا شرعی سجدہ ہے اس مناسبت سے یہ اصلی سجدہ کے مشابہ ہے، جس نے واجب سجدہ سہو کو جان بوجھ کر ترک کر دیا تو چونکہ اسے نماز نے اپنے محل سے جو سلام سے پہلے تھا ہٹا دیا اس کی نماز باطل ہو جائے گی اس واسطے کہ اس نے ایک واجب کو چھوڑا ہے جیسا دیگر واجبات کے چھوٹنے سے نماز ختم ہو جاتی ہے البتہ جس سجدہ سہو کا مقام سلام کے بعد ہو تو اس کے چھوڑنے سے نماز باطل نہیں ہوگی جیسے حج کی تکمیل کرنے والے افعال آدمی سجدہ سہو بھول اور کافی دیر گزر گئی تو اس کی نماز باطل نہیں ہوگی کیونکہ یہ عبادت کے بعد اسے مکمل کرنے والا ہے جیسے حج کی تکمیل کرنے والے ارکان اگر زیادہ دیر گزر گئی تو سجدہ نہ کرے بصورت دیگر سجدہ کرے۔ ❷

المطلب الثانی: سجدہ تلاوت..... سجدۂ تلاوت کے متعلق یہاں چند امور میں بحث ہوگی اس کے مشروع ہونے کی دلیل اس کا حکم اس کے شرائط مفسدات اسباب اس کا طریقہ وہ جگہیں جہاں قرآن میں یہ سجدہ مطلوب ہے کیا تلاوت کی تکرار سے سجدہ تلاوت متکرر ہوگا نیز اس کے ساتھ تعلق رکھنے والے فروعی احکام پر کلام ہوگا۔

اول: سجدہ تلاوت کے مشروع ہونے کی دلیل..... اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جائے تو وہ جھکتے ہیں میں سجدہ ترک کرنے والی کی مذمت کی ہے اور آپ علیہ السلام سے اس کے متعلق کئی احادیث ثابت کریں جن میں سے ایک حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سامنے سورت کی تلاوت فرماتے، آیت سجدہ کی تلاوت کرتے تو سجدہ فرماتے جس پر ہم بھی آپ کے ساتھ سجدہ کرتے ہماری اتنی بھیڑ ہوتی کہ کسی کو پیشانی دھرنے کی جگہ نہ ملتی تھی ❸ نیز ان کی حدیث: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سامنے قرآن کی تلاوت فرماتے جب آیت سجدہ آتی تو آپ تکبیر کہہ کر سجدہ کرتے ہم بھی آپ سے ساتھ سجدہ کرتے۔ ❹

آیت سجدہ کا ادا کرا ایمان کی دلیل اور جنت کا راستہ ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوع روایت کرتے ہیں: انسان جب آیت سجدہ پڑھ کر سجدہ کرتا تو شیطان یکسو ہو کر روتے ہوئے کہتا ہے: افسوس انسان کو سجدے کا حکم ہوا تو اس نے سجدہ کیا جس کے صلہ میں اسے جنت ملے گی (ایک میں ہوں کہ) مجھے سجدے کا حکم ہوا تو میں نے انکار کر دیا جس کی پاداش میں میرے لیے جہنم ہے ❺ پڑھنے اور سننے والا دونوں سجدہ کریں جس کی دلیل ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے آپ علیہ السلام نے سورۃ نجم کی تلاوت فرمائی اور سجدہ کیا آپ کے ساتھ امیہ بن خلف کے سوا جن وانس نے سجدہ کیا وہ جنگ بدر میں مشرک مارا گیا۔ ❻

قرآن مجید میں سجدے کا مطالبہ..... یا تو واضح امر کے صیغہ سے ہوگا واسجد واقترب یا انبیاء کی فرمانبرداری اور تمام مخلوق کا بیان ہوگا جیسے اذا تتلی علیہم آیات الرحمن خروا سجدا وبکیا وللہ یسجد من فی السموات والارض طوعًا وکرھًا۔

دوم اس کا فقہی حکم..... احناف کے ہاں سجدۂ تلاوت، تلاوت کی وجہ سے پڑھنے اور سننے والے پر واجب جب کہ بقیہ ❼ فقہاء کے نزدیک سنت ہے پھر احناف اور شافعیہ کے ہاں اس میں کوئی فرق نہیں کہ سننے والے نے سننے کا قصد کیا ہے یا نہیں یعنی پڑھنے اور سننے والے

---

❶ متفق علیہ ❷ متفق علیہ والمسلم فی روایة فی غیر صلاة (نیل الاوطار ۳/ ۱۰۰) ❸ رواہ ابو داؤد والحاکم وفی روایة ابی داؤد ضعیف وراویہ عند الحاکم ثقة وقال علی شرط الشیخین واصلہ فی الصحیحین من حدیث ابن عمر بلفظ آخر (نیل الاوطار ۳/ ۱۰۳) ❺ رواہ مسلم وابن ماجہ (نصب الرایة ۲/ ۱۷۸) ❻ متفق علیہ فی الصحیحین ❼ انظر مایتعلق با لسجدة فتح القدیر: ۱/ ۳۸۰۔۳۹۲، البدائع ۱/ ۱۷۹۔۱۹۵، الدرالمختار ۱/ ۷۱۵۔۷۳۰ اللباب ۱/ ۱۰۳۔۱۰۵ الشرح الصغیر ۱/ ۴۱۶

سے سجدے کا مطالبہ ہوگا۔ مستمع سے مراد جس نے سننے کا قصد وارادہ کیا اور سامع جس کا ارادہ تو نہ ہو لیکن اس کے کان میں آواز پڑ گئی۔ رہی حیض اور نفاس والی عورت تو اس سے بالاتفاق سجدے کا مطالبہ نہیں۔

مالکیہ اور حنابلہ کا مسلک یہ ہے کہ سجدہ تلاوت صرف پڑھنے اور قصداً سننے والے کے لئے مسنون ہے بغیر ارادہ سننے والے کے لئے مستحب ہے۔ وجوب پر حنفیہ کا استدلال اس حدیث سے ہے سجدہ تلاوت سننے اور تلاوت کرنے والے پر (واجب) ہے یہ ایجاب کا کلمہ ہے اور اس میں قصد کی کوئی قید نہیں اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے بھی استدلال ہے انہیں کیا ہوا کہ ایمان نہیں لاتے اور جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو جھکتے نہیں، مذمت ہمیشہ ترک واجب پر کی جاتی ہے اور اس وجہ سے بھی کہ نماز کا سجدہ واجب ہے اور اسے بھی نماز میں کیا جاتا ہے۔

سجدہ تلاوت کے مسنون ہونے پر جمہور کی دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے روایت کی میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سورہ نجم کی قرأت کی ہم میں سے کسی نے سجدہ نہیں کیا ❶ ایسا ہونا اجماع صحابہ ہے امام بخاری اور اثرم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا انہوں نے جمعہ کے روز منبر پر صحابہ کے سامنے سورہ نحل کی تلاوت کی جب آیت سجدہ آئی آپ نے اتر کر سجدہ کیا لوگوں نے بھی سجدہ کیا آئندہ جمعہ پھر وہی سورت پڑھی آیت سجدہ آگئی تو فرمایا: لوگوں ہم تلاوت کرتے آیت سجدہ سے گزرتے ہیں تو جو کوئی سجدہ کرلے تو اس نے درست کام کیا اور جس نے نہ کیا اس پر کوئی گناہ نہیں حضرت عمر نے سجدہ نہیں کیا تھا ایک روایت کے الفاظ ہیں: اللہ تعالیٰ نے ہم پر ہماری مرضی کے بغیر (فرائض کے علاوہ) سجدہ کرنا فرض نہیں کیا ❷ اس بنا پر جو سجدہ کرلے تو بہتر اور جس نے چھوڑ دیا اس پر کوئی عتاب نہیں۔

سامع سے سجدہ کے مطابق پر دلیل...... وہی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی سابقہ حدیث ہے کیونکہ وہ آیت سجدہ سنتا ہے تو اس کا حکم قصداً سننے والے جیسا ہے اگرچہ قصداً سننے والے کے لیے سجدے کی زیادہ تاکید ہے (یہ تو حنفیہ اور شافعیہ کا مسلک ہوا) حنابلہ اور مالکیہ کی دلیل کہ سامع سے سجدہ کا مطالبہ نہیں حضرت عثمان ابن مسعود اور عمران کا فعل ہے حضرت عثمان فرماتے ہیں: سجدہ تو قصداً سننے والے پر ہے۔

احناف کے ہاں فوراً سجدہ واجب ہے یا تاخیر سے...... نماز سے باہر تو کسی بھی وقت واجب سجدہ تلاوت کو ادا کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ تلاوت کرنے والا اور سننے والا وجوب کا اہل ہو اس نے سننے کا ارادہ کیا ہو یا نہ کیا ہو اور جس سے سنا ہے اس کا انسان عاقل اور بیدار ہونا ضروری ہے اگرچہ وہ جنابت سے ہو یا حیض ونفاس والی کوئی عورت یا کوئی کافر ہو یا سمجھدار بچہ یا نشے والا ہو۔

آیت سجدہ اگر کسی پرندے مثلاً طوطے یا صدائے بازگشت مثلاً ریکارڈنگ کے آلات سے سنے تو سجدہ واجب نہیں۔ سوئے ہوئے شخص نے نیند میں آیت سجدہ پڑھی یا بے ہوش مجنون اور معصوم بچے کی زبان سے آیت سجدہ سن لی تو دو روایتوں میں سے جو زیادہ صحیح ہے اس کی بناء پر سجدہ واجب نہیں۔ کیونکہ پہچان کے نہ پائے جانے کی وجہ سے اسے تلاوت کا نام دینا صحیح نہیں (یہاں تک تو نماز سے باہر کی بحث تھی آگے نماز میں سجدہ تلاوت کے احکام بیان ہوں گے)۔ جہاں تک نماز میں سجدہ تلاوت کا تعلق ہے تو یہ ایسا واجب ہے جس کی تاکید ہے اس کا تعلق وجوب ایسی چیز سے ہے جو نماز کا فعل ہے اور وہ قرأت ہے لہٰذا اُسے بھی نماز کے افعال میں شامل کردیا گیا۔ گویا نماز کا ایک جز بن گیا قرأت کرنے والے نے اپنی قرأت آیت سجدہ تک پہنچا کر بس کردی تو اسے چاہیے یا مستقل سجدہ کرکے دوبارہ قرأت کرے یا اس سجدہ تلاوت کو رکوع یا سجدے میں شامل کرے رکوع میں نیت سے شامل ہوگا جب کہ سجدے میں نیت کرے یا نہ کرے ادا ہو جائے گا اگر قاری نے آیت سجدہ تک قرأت نہیں پہنچائی بلکہ لگاتار پڑھتے پڑھتے تین یا اس سے زیادہ آیات پڑھ دیں تو اس پر لازم ہے کہ نماز کے سجدے کے علاوہ مستقل سجدہ کرے دوبارہ قرأت کے لئے لوٹنا مستحب ہے پھر تین یا زیادہ آیات کی قرأت کرکے رکوع کرے اور اپنی نماز مکمل کرے۔

---

❶......هذا اللفظ الدارقطنی رواه الجماعة الا ابن ماجة (نيل الاوطار ۳/ ۱۰۱) ❷ نيل الاوطار (۳/ ۱۰۲)

سجدۂ تلاوت میں امام کی پیروی اور نماز سے باہر کی آیت سجدہ سننے کا مسئلہ ہو......احناف فرماتے ہیں: امام نے آیت سجدہ کی تلاوت کی تو مقتدی اس کے ساتھ سجدہ کرے اس واسطے کہ مقتدی پر امام کی پیروی لازم ہے (اس کی برعکس) اگر مقتدی آیت سجدہ پڑھ دے تو نہ امام سجدہ کرے اور نہ مقتدی کی نماز میں تو نہیں کریں گے باہر بھی نہیں کریں گے وجہ یہ ہے کہ مقتدی پر امام کے تصرف کے نافذ ہونے کی وجہ سے اسے قرأت سے روکا گیا ہے نمازی نے نماز میں ایسے شخص سے آیت سجدہ سنی جو نماز سے باہر ہے تو نماز میں سجدہ نہ کرے البتہ نماز کے بعد سجدہ کر سکتا ہے نماز میں اس لیے سجدہ کر بھی دیا تو کافی نہیں نماز بھی فاسد نہیں ہوگی اس لیے کہ صرف سجدہ نماز کے تحریمی کو ختم نہیں کرتا۔ ایسا ہی احناف کے علاوہ علماء کا قول ہے: سجدہ میں امام کی متابعت ضروری ہے۔ اگر امام نے سجدہ تلاوت کیا اور مقتدی ٹھہرا رہا یا مقتدی نے اپنے امام کے بغیر سجدہ کر لیا تو اس کی نماز باطل ہوگئی نمازی کسی بھی صورت میں دوسرے کی قرأت کی وجہ سے سجدہ تلاوت نہ کرے اور نہ مقتدی اپنی قرأت کی وجہ سے سجدہ تلاوت کرے اگر اس نے ایسا کر لیا تو نماز باطل ہو جائے گی کیونکہ اس نے نماز میں ایک سجدہ کا اضافہ کر دیا ہے۔

سوم: سجدۂ تلاوت کی شرائط:

۱۔ وجوبی شرائط......احناف کے ہاں سجدہ تلاوت کے واجب ہونے کے لئے نماز کے فرض ہونے کی اہلیت شرط ہے وہ اہلیت اسلام، عقل، بلوغت حیض ونفاس سے پاکی پر منحصر ہے اسی بنا پر یہ سجدہ تلاوت کافر، بچے، مجنون اور حیض ونفاس والی عورت پر واجب نہیں۔

مالکیہ کے ہاں قصداً سننے والے کے لئے وقت سجدہ تلاوت مسنون ہے جب پڑھنے والے میں امام بننے کی اہلیت ہو یعنی وہ مرد عاقل اور بالغ ہو ورنہ اس پر سجدہ لازم نہیں۔

بلکہ صرف پڑھنے والے کے لیے سجدہ کرنا مسنون ہے شافعیہ کے ہاں اگر چہ پڑھنے والا سمجھدار بچہ اور قصداً سننے والا مرد یا بے وضو یا کافر شخص ہو سجدہ مسنون ہے لیکن کسی جنابت والے اور نشلیے کی قرأت سے سجدہ کرنا مسنون نہیں اس واسطے کہ ان دونوں کے لیے قرأت جائز نہیں حنابلہ کی ہاں قصداً سننے والے کے سجدے کے لیے یہ شرط ہے کہ پڑھنے والا سننے والے کے لئے امام بننے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ یعنی اس کی اقتداء جائز ہو جیسا مالکیہ کا مسلک ہے چنانچہ عطاء سے مروی ہے: ایک صحابی نے آیت سجدہ پڑھی پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا آپ علیہ السلام نے فرمایا: اگر تو ہمارا امام ہوتے ہوئے سجدہ کرتا تو ہم بھی تیرے ساتھ سجدہ کرتے۔ ❶

حضرت عبداللہ بن مسعود نے تمیم بن حدلم سے فرمایا: جب وہ لڑکے تھے قرأت کرو تو انہوں نے آیت سجدہ کی قرأت کی آپ نے فرمایا سجدہ کرو کیونکہ تو اس میں ہمارا امام ہے ❷ دائیں جانب جگہ ہونے کے باوجود قصداً سننے والا پڑھنے والے شخص کی بائیں جانب یا آگے سجدہ نہ کرے اسی طرح مرد عورت اور ہیجڑے کی تلاوت کی وجہ سے سجدہ تلاوت نہ کرے اس وجہ سے کہ قرأت کرنے والے مذکورہ لوگ ان احوال میں امام نہیں بن سکتے قصداً سننے والا شخص جب کسی ان پڑھ یا بیمار یا کسی بچے سے آیت سجدہ سنے تو سجدہ تلاوت کرے اس واسطے کہ نفل میں مرد کے لئے بچے کی اقتداء کرنا درست ہے اور نفل میں فاتحہ پڑھنا اور قیام کرنا بھی واجب نہیں۔

۲۔ سجدۂ تلاوت کے صحیح اور جائز ہونے کی شرائط......سجدہ تلاوت انہی شرائط سے صحیح ہوگا جس سے نماز درست ہوتی ہے یعنی بے وضوگی سے پاک ہونا (چاہے وضو کے ذریعہ ہو یا غسل سے) نجاست سے پاک ہونا (جس میں بدن، کپڑے اور سجدہ کرنے کھڑے ہونے والے اور بیٹھنے کی جگہ کا پاک ہونا شامل ہے) شرمگاہ کا ڈھانپنا قبلہ رخ ہونا، نیت کرنا وغیرہ اس قدر شرائط پر تو اتفاق ہے ان کے علاوہ کے متعلق اختلاف ہے۔

احناف کا قول ہے......سجدہ تلاوت کے لئے تحریمہ اور وقت کے تعین کی نیت شرط نہیں اسی طرح اس میں سلام پھیرنے کی بھی شرط

---

❶......رواه الشافعي مرسلاً ومنه ابراهيم بن يحيى وفيه كلام۔ ❷ رواه البخاري تعليقاً

ہیں جیسا کہ نماز میں ہے جمعہ وعیدین کے خطیب اور سامعین پر آیت سجدہ واجب ہوگی لیکن منبر پر امام کو چاہے کہ وہ آیت سجدہ نہ پڑھے ایسا کرنا مکروہ ہے بصورت دیگر وہ منبر سے اتر کر خود بھی سجدہ کرے اور لوگ بھی اس کے ساتھ سجدہ ریز ہوں۔

مالکیہ کا قول ہے۔۔۔۔۔۔سجدہ تلاوت میں تکبیر تحریمہ ہے اور نہ سلام جب کہ قصداً سننے والے کے لیے تین شرائط ہیں جیسا کہ ہم پہلے بھی بتا چکے ہیں۔

اول۔۔۔۔۔قرأت کرنے والا شخص فرض نماز پڑھنا کے صلاحیت رکھتا ہو یعنی وہ عاقل بالغ باوضو مسلمان مرد ہو چنانچہ قرأت کرنے والی عورت ہو یا پاگل یا کوئی بچہ یا کافر یا بے وضو شخص ہو تو قصداً سننے والے پر سجدہ کرنا لازم نہیں اگر عورت یا بچہ تو صرف قرأت کرنے والا شخص سجدہ کرے۔

دوم۔۔۔۔۔قرأت کرنے والے کا مقصد لوگوں کو اپنی دلکش آواز سنانا نہ ہو اگر ایسا ہو تو سننے والا سجدہ نہ کرے۔

سوم۔۔۔۔۔سننے سے سامع کا قصد قاری سے قرأت کی تعلیم حاصل کرنا یا احکام تجوید مثلاً مد، قصر، اخفاء ادغام وغیرہ ہو۔ نماز جنازہ اور خطبہ جمعہ میں سجدہ تلاوت نہیں۔

شافعیہ کا قول ہے۔۔۔۔۔۔صحیح قول کے مطابق نیت کے ساتھ تکبیر تحریمہ شرط ہے جیسا کہ ابوداؤد نے روایت نقل کی ہے لیکن اس کی سند ضعیف ہے نیز نماز پر قیاس کریں تو اسی طرح جیسا کہ نماز میں ہے اس میں بھی قعود کے بعد اظہر روایت کی بنا پر سلام پھیرنا شرط ہے زیادہ صحیح یہ ہے کہ تشہد شرط نہیں۔

نماز پڑھنے والے اور نماز سے باہر آدمی میں چند دیگر شرائط:

اول۔۔۔۔۔جائز قرأت ہو چنانچہ اگر اس قرأت کا کرنا حرام ہو جیسے جنابت والا شخص یا مکروہ ہو جیسے رکوع میں نمازی کا قرأت کرنا تو اس صورت میں قرأت کرنے اور سننے والے کے لئے سجدہ کرنا مسنون نہیں۔

دوم۔۔۔۔۔قرأت کرنا مقصود ہو لہٰذا بھولے وغیرہ سے قرأت ہوئی مثلاً کسی پرندے یا ٹیپ ریکارڈر سے آیت سجدہ سنی تو سجدہ کرنا جائز نہیں۔

سوم۔۔۔۔۔پوری آیت سجدہ پڑھی گئی ہو اس سے اگر کچھ آیت پڑھی تو سجدہ نہ کرے۔

چہارم۔۔۔۔۔فاتحہ نہ پڑھ سکنے کی مجبوری میں آیت سجدہ اس کی جگہ نہ پڑھی گئی ہو۔

پنجم۔۔۔۔۔آیت سجدہ پڑھنے اور سجدہ میں زیادہ تاخیر نہ ہوئی ہو اور نہ اس سے اعراض ہو چنانچہ اگر فصل لمبا ہو گیا یا آیت سجدہ کو چھوڑ دیا تو سجدہ نہیں۔ فصل سے مراد یہ ہے کہ دو رکعت والی نماز کی مقدار میں اوسط قرأت سے زیادہ وقت لگا دے۔

ششم۔۔۔۔۔آیت سجدہ کی تلاوت صرف ایک آدمی نے کی ہو لہٰذا اگر آدھی آیت ایک نے پڑھی اور مکمل دوسرے نے کی تو سجدہ نہیں۔

ہفتم۔۔۔۔۔جیسا کہ ہم پہلے اتفاقی امر بیان کر آئے ہیں کہ سجدہ تلاوت ہے وہی طہارت وپاکی شرط ہے جو نماز کے لیے ضروری ہے اس بنا پر سوتے جنبی نشئے بھولے سے پڑھنے والے شخص اور تربیت یافتہ پرندوں کی قرأت کی وجہ سے سننے والا آدمی سجدہ نہ کرے۔

نماز میں مشغول شخص کے لیے مزید دو شرطیں:

اول۔۔۔۔۔آیت کی تلاوت سے سجدہ مقصود نہ ہو۔ اگر اس کا ارادہ ہوا تو نماز باطل ہو جائے گی اس سے جمعہ کی صبح سورہ سجدہ مستثنیٰ ہے کیونکہ اس کا پڑھنا مسنون ہے اسی طرح مقتدی بھی مستثنیٰ ہے کہ اگر اس کا امام سجدہ کرے تو یہ بھی سجدہ کر لے۔ جیسے سجدے کی غرض سے نماز میں آیت سجدہ کا قصد صحیح نہیں ایسے ہی مکروہ وقت میں اس آیت کا پڑھنا بھی صحیح ہیں اگر ایسا کر لیا تو اس وقت سجدہ نہ کرے۔

دوم.....نمازی خود قرأت کرر ہا ہو۔ قرأت کسی اور نے کی اور سجدہ بھی کیا تو یہ سجدہ نہ کرے اگر سجدہ کر بیٹھا تو نماز باطل ہو جائے گی۔ یہ اس صورت میں ہے جب اسے علم ہو اور اس کا قصد بھی ہو نماز جنازہ میں سجدہ نہیں جمعہ کا خطیب آیت سجدہ کی قرأت کے دوران سجدہ کر لے سامعین نہ کریں ان کے لیے سجدہ کرنا اس حالت میں حرام ہوگا کیونکہ یہ خطبہ سے اعراض و بے التفاتی ہو جائے گی سننے والے کے لیے پوری آیت کا سننا شرط ہے جیسے پوری آیت پڑھنا صرف سجدے کا لفظ کافی نہیں اگر سجدہ کی آیت ختم کرنے سے پہلے سجدہ کرایا اگر چہ ایک حرف ہی رہتا ہو سجدہ جائز نہیں۔

حنابلہ فرماتے ہیں...... سننے والے کے لیے اتفاقی شرطوں کے علاوہ دو مزید شرطیں ہیں۔

اول.....قاری امامت کی صلاحیت رکھتا ہو لہٰذا کسی عورت غیر انسان مثلاً طوطا مینا یا آلات ریکارڈنگ سے آیت سجدہ سنی تو سجدہ کرنا مسنون نہیں۔

دوم.....قرأت کرنے والا سجدہ کرے لہٰذا اگر وہ سجدہ نہیں کرتا تو قصداً سننے والے کے لئے سجدہ مسنون نہیں۔

چہارم: سجدۂ تلاوت کے مفسدات...... جس چیز سے نماز ٹوٹتی ہے سجدہ تلاوت بھی اس سے باطل ہو جاتا ہے جس میں بے وضو ادائیگی عمل کثیر، گفتگو، قہقہہ لگانا شامل ہے۔ اگر یہ امور پائے گئے تو دوبارہ سجدہ تلاوت کرنا لازم ہے۔ اس سلسلہ میں احناف کے ہاں تھوڑی تفصیل ہے وہ یہ کہ سجدہ تلاوت کے دوران قہقہہ سے وضو نہیں جائے گا اور نہ عورت کا برابر میں کھڑا ہونا اسے فاسد کرتا ہے اگر چہ وہ اس کی امامت کی نیت کرے کیونکہ یہاں دونوں کی ایک نماز میں شرکت معدوم ہے اور شرکت کی بنیاد تکبیر تحریمہ ہے جو احناف کے ہاں سجدۂ تلاوت میں نہیں ہے۔ اس بناء پر نماز کے مفسدات جیسے کھانا وغیرہ سے بچنا بالاتفاق شرط ہے سجدے کا وقت ہونا بھی شرط ہے کہ اس نے آیت سجدہ پڑھی یا سنی ہو۔

پنجم: سجدۂ تلاوت کے اسباب اور اس کا طریقہ..... سجدہ تلاوت کے اسباب کا دار و مدار آیت سجدہ کی تلاوت کرنے اسے سننے اور قصداً سماع پر ہے جیسا مذاہب میں اس کی وضاحت گزری ہے۔

احناف فرماتے ہیں...... سجدہ تلاوت کے تین اسباب ہیں:

اول.....تلاوت، لہٰذا تلاوت کرنے والے پر سجدہ واجب ہے اگر چہ وہ خود نہ سنے مثلاً وہ بہرا ہے۔

دوم.....آیت سجدہ کا سننا چاہے قصد سے ہو یا بغیر قصد کے۔

سوم.....اقتداء، لہٰذا اگر امام نے آیت سجدہ کی تلاوت کی تو مقتدی پر سجدہ لازم ہے اگر چہ اس نے آیت نہ سنی ہو۔

احناف کے ہاں سجدے کا طریقہ...... بغیر ہاتھ اٹھائے پیشانی رکھنے کے لئے تکبیر کہے جیسے نماز کا سجدہ کیا جاتا ہے، دونوں ہتھیلیوں کے درمیان اپنی پیشانی زمین پر رکھتے ہوئے سجدہ کرے پھر سر اٹھانے کے لئے تکبیر کہے یہ دونوں تکبیریں سنت ہیں سر اٹھا لے نہ تشہد پڑھے اور نہ سلام پھیرے اس لئے کہ تحریمہ موجود نہیں ہے۔ سجدے میں وہی الفاظ یعنی سبحان ربی الاعلیٰ تین بار کہے۔

مالکیہ کا قول ہے...... سجدۂ تلاوت کا سبب صرف دو باتیں ہیں تلاوت اور کان لگا کر سننا جیسا کہ اس کی شرائط میں مذکور ہے۔

طریقہ...... یہ ایک سجدہ ہے جس میں تکبیر تحریمہ اور سلام نہیں بلکہ سجدہ کرنے کے لیے تکبیر کہے۔ اس کے بعد سر اٹھانے کے لیے ان دو جگہوں میں تکبیر کہنا مستحب ہے کھڑا شخص قیام کی حالت سے تکبیر کہے بیٹھے نہیں اور بیٹھا شخص بیٹھے تکبیر کہے سجدہ تلاوت کرنے والا اگر سوار ہے تو اتر آئے۔ البتہ اگر وہ مسافر ہو تو جس رخ سفر کر رہا ہے اشارے سے سجدہ کر لے کیونکہ یہ نفل ہے اور اس میں ویسی ہی تسبیح پڑھے جیسی نماز

میں پڑھتا ہے: سبحان ربی الاعلیٰ تین بار۔ اس لحاظ سے طریقہ کے بیان میں مالکیہ کا مذہب احناف کے قریب ہے سجدے میں ان الفاظ کا اضافہ کرے جو صحیح حدیث میں آئے ہیں:

اللھم اکتب لی بھا اجرا وضع عنی وزرا واجعلھا لی عندك ذخرا وتقبلھا منی کما قبلتھا من عبدك داؤد[1]

اے اللہ! میرے لئے اس سجدہ کے بدلے اجر لکھ دے اور مجھ سے گناہ کا بوجھ ہٹا دے اور میرے لیے اسے اپنے ہاں ذخیرہ بنا دے اور مجھ سے یہ سجدہ ایسے ہی قبول فرما جیسے تو نے اپنے بندے داؤد علیہ السلام سے قبول فرمایا ہے۔

شافعیہ فرماتے ہیں..... سجدہ تلاوت کا سبب، تلاوت، سماع اور استماع ہے جیسا کہ سابقہ شرائط کے ساتھ حنفیہ کا قول ہے اس کے دو رکن ہیں: غیر مقتدی (منفرد) کے لیے نیت کا کرنا یا مقتدی تو اس کے لیے امام کی نیت کافی ہے۔ اور سجدہ ایک ہے جیسے نماز کا سجدہ ہوتا ہے نماز میں مشغول شخص دل سے نیت کرے گا۔ لیکن جو شخص نماز سے باہر ہے اس کے لئے تین مزید ارکان ہیں تکبیر تحریمہ جلوس (بیٹھنا) بعد از سجدہ اور سلام نیز اس کے لیے الفاظ میں نیت کرنا مسنون ہے۔

طریقہ..... جھکنے اور اٹھنے کے لیے تکبیر کہے نماز میں ہوتے ہوئے ہاتھ اٹھانا مسنون نہیں البتہ جب نماز سے باہر ہو تو ہاتھ اٹھانا مسنون ہے نماز میں سجدہ تلاوت ادا کرتے وقت جلسہ استراحت نہ کرے سجدے میں تین بار سبحان اللہ ربی الاعلیٰ کہے، اس کے ساتھ یہ الفاظ بھی ملا لے:

سجد وجھی الذی خلقہ وصورہ وشق سمعہ وبصرہ بحولہ وقوتہ تبارك اللہ احسن الخالقین

جس ذات نے میرا چہرہ بنایا اور اسے صورت بخشی اس میں کان آنکھیں اپنی طاقت وقدرت سے لگائیں برکت والا ہے اللہ جو سب سے اچھا خالق ہے یہ بھی کہے:

اللھم اکتب لی بھا عندك اجر واجعلھا لی عندك ذخرا وضع عنی بھا وزرا واقبلھا منی کما قبلتھا من عبدك داؤد[2]

یہ کہنا بھی مستحب ہے:

سُبۡحَانَ رَبِّنَاۤ اِنۡ کَانَ وَعۡدُ رَبِّنَا لَمَفۡعُوۡلًا

جیسا کہ امام شافعی سے ثابت ہے اگر وہ کلمات بھی کہہ دیئے جو سجدے میں کہے جاتے ہیں تب بھی کافی اور جائز ہیں۔ جو چیز تحیۃ المسجد کے قائم مقام ہے وہ سجدہ تلاوت کے بھی قائم مقام ہے چنانچہ اگر کوئی شخص سجدہ تلاوت نہ کرے اور چار بار سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہے۔

حنابلہ فرماتے ہیں..... سجدہ تلاوت کا سبب، تلاوت اور سابقہ شرائط کے ساتھ غور سے سننا ہے اور یہ بھی شرط ہے کہ سجدہ تلاوت اور اس کے سبب میں عرفاً فصل نہ ہو۔ اگر قرأت کرنے والا یا سننے والا بے وضو ہو لیکن پانی کے استعمال پر قدرت نہ ہو تو تیمم کرلے مقتدی صرف اپنے امام کی متابعت میں سجدہ کرے۔ امام سری نماز پڑھ رہا ہے آیت سجدہ کی قرأت کی وجہ سے سجدہ کرنا مکروہ ہے ایسا نہ ہو مقتدیوں کی نماز خلط ملط ہو جائے۔ اگر امام نے ایسا کیا تو مقتدی کو امام کی متابعت اور ترک متابعت کا اختیار ہے اس واسطے کہ وہ نہ تلاوت کرنے والا اور نہ سننے والا ہے

---

[1]..... رواہ الجماعۃ الابن ماجہ وصححہ الترمذی (نیل الاوطار ۱۰۳/۳) [2] رواھما الحاکم وصححھا وروی الاول الترمذی ایضاً عن عائشۃ رضی اللہ عنھا وقال: ھذا حدیث حسن صحیح وروی الثانی ایضا الترمذی وابن ماجہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ وقال الترمذی ھذا حدیث غریب وھو حسن (نیل الاوطار ۱۰۳/۳، ۱۰۴)

بہر کیف امام کی متابعت میں سجدہ کر لینا بہتر ہے۔

سجدۂ تلاوت کے ارکان تین ہیں..... سجدہ کرنا اور سجدے سے سر اٹھانا پہلا سلام پھیرنا جہاں تک دوسرے سلام کا مسئلہ ہے تو وہ واجب نہیں۔ سجدے میں جانے اور سجدے سے سر اٹھانے کے لئے تکبیر کہنا سجدے میں تسبیحات پڑھنا واجب ہے جیسا کہ نماز کے اصلی سجدے کا حکم ہے البتہ سلام پھیرنے کے لئے بیٹھنا مستحب ہے۔

افضل یہ ہے کہ آدمی کھڑے ہو کر سجدے میں جائے اس لیے کہ اسحاق بن راھویہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ آپ قرآن مجید کی دیکھ کر قرأت کرتیں۔ جب آیت سجدہ پر پہنچیں تو کھڑے ہو کر سجدے میں جاتیں۔ ❶ اس وجہ سے بھی کہ اس کی نفل نماز سے مشابہت ہے۔

اس کا طریقہ..... یہ ہے کہ سجدہ کرتے اور سجدے سے سر اٹھاتے ہوئے تکبیر کہے۔ اگر سجدہ تلاوت کی ادائیگی نماز سے باہر ہو تو سجدے کی تکبیر کہتے وقت ہاتھ اٹھائے اس واسطے کہ یہ تکبیر افتتاح ہے جیسا کہ شافعیہ کا مسلک ہے جہاں تک نماز کی حالت میں سجدہ تلاوت کی ادائیگی ہے تو مذہب کا قیاس یہ ہے کہ ہاتھ نہ اٹھائے جس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سجدوں میں ایسا نہیں کرتے تھے یعنی رفع یدین نہیں کرتے تھے ❷ جب سجدے سے سر اٹھائے تو سلام پھیرے۔

اور اس سجدہ میں وہی دعا پڑھے جو نماز کے سجدوں میں پڑھتا اور ان الفاظ کا اضافہ کرے جن کا شمول شافعیہ نے کیا ہے:

سجد وجهی ..... اللهم اکتب لی بها عندك اجرا ..... الخ

احناف کے سوا کسی کے نزدیک رکوع سجدے کا قائم مقام نہیں اس واسطے کہ یہ ایک شرعی سجدہ ہے رکوع اس کا نائب نہیں بن سکتا جیسے نماز کا سجدہ ہے۔ ❸

ششم..... وہ مقامات جہاں سجدے کا مطالبہ ہے:

مالکیہ..... کی مشہور روایت کے مطابق سجدات تلاوت کی تعداد گیارہ ہے جن میں سے دس سجدے اتفاقی ہیں جو درج ذیل سورتوں میں آتے ہیں سورہ اعراف آیت (۲۰۶) رعد (۱۵) نحل (۴۹) اسراء (۱۰۷) مریم (۵۸) سورہ حج کے آغاز میں (۱۸) فرقان (۶۰) نمل (۲۵) الم السجدۃ (۱۵) فصلت (۳۸) اور ص آیت (۲۴) احناف ❹ سورہ صٓ کے سجدہ میں مالکیہ سے متفق ہیں۔ ان کے نزدیک تین اور سجدے جو سورۃ نجم (۶۲) انشقاق (۲۱) علق (۱۹) میں ملانے سے کل چودہ بن جاتے ہیں رہا سورہ حج کا دوسرا سجدہ تو وہ نماز کے حکم کے لئے ہے جس کی دلیل یہ ہے اس کے ساتھ رکوع مذکور ہے۔ جن احادیث میں سورہ حج کی فضلیت دو سجدوں سے ہے اس کے دو راوی ضعیف ہیں۔

شافعیہ اور حنابلہ ❺..... فرماتے ہیں: کل سجدے چودہ ہی ہیں جن میں سورہ حج کے دونوں سجدے پہلا اور دوسرا (۷۷) بھی شامل ہے، رہا سورہ ص کا سجدہ تو وہ سجدہ شکر ہے جس کا نماز سے باہر ادا کرنا مستحب ہے نماز میں اس کی ادائیگی حرام ہے نماز میں ادا کیا تو نماز باطل ہو جائے گی جس کی دلیل وہ حدیث ہے جو امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے سورہ ص کا سجدہ وجوبی سجدوں میں شامل نہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ اس سورہ کا سجدہ ادا کرتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ سجدہ حضرت داؤد نے بطور توبہ ادا کیا اور ہم بطور شکر ادا کرتے ہیں ❻ اس رائے کی تائید حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی

---

❶..... چونکہ آپ مصاحف کی مختلف تختیوں سے دیکھ کر پڑھتی تھیں۔ اس لیے احتمال ہے کہ آپ مصحف رکھنے کھڑے ہوتی ہوں گی نہ کہ سجدہ تلاوت کے لئے۔ (علی تقی ندوی) ❷ متفق علیه ❸ القوانین الفقهية ص ۹۰ اور اس کے بعد الشرح الصغیر ۱/ ۴۱۸۔ ❹ رواه ابو داؤ و ابن ماجه ❺ الکتاب مع اللباب ۱/ ۱۰۳۔ ❻ مغنی المحتاج ۱/ ۲۱۴ و بعد ازان کشاف القناع ۱/ ۵۲۴

اللہ علیہ وسلم نے انھیں قرآن کے پندرہ سجدے پڑھائے ان میں سے تین مفصل (نجم، انشقاق، علق) میں دو سورہ حج میں ہیں ❶ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سجدوں کی تعداد پندرہ ۱۵ ہے جن میں دو سجدے سورہ حج کے اور ایک سورہ ص کا سجدہ ہے۔ مالکیہ مفصل (نجم، انشقاق، علق) کے سجدوں کی نفی میں حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ پیش کرتے ہیں جو ابوداؤد اور ابن السکن نے اپنی صحیح میں ان الفاظ سے نقل کی ہے نبی علیہ السلام جب سے مدینہ منتقل ہوئے مفصل کی کسی سورہ کا سجدہ نہیں کیا۔ ❷

(مالکیہ کے علاوہ) جمہور نے مفصل کے سجدوں کو ثابت کرنے کے لئے حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بطور دلیل پیش کی ہے فرمایا اور ہم لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ اور اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ والی سورتوں میں سجدہ کیا اور اس بات کا سب کو علم ہے کہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ ہجرت کے ساتویں سال مسلمان ہوئے تھے جمہور کا استدلال حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی سابقہ حدیث سے بھی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ نجم پڑھی تو آپ نے سجدہ کیا آپ کے ساتھ سب لوگوں نے بھی سجدہ کیا ماسوائے ایک قریشی بوڑھے کے اس نے مٹھی بھر خاک یا کنکریاں اٹھائیں اور انھیں اپنی پیشانی پر لگالیا کہنے لگا: میرے لئے اتنا ہی کافی ہے حضرت عبداللہ فرماتے ہیں: بعد میں میں نے اسے دیکھا کہ وہ کافر مارا گیا۔ ❸

ہفتم: کیا تلاوت کے دہرانے سے سجدہ بھی دہرایا جائے...... جمہور کے نزدیک تلاوت کے دہرانے سے سجدہ تلاوت بھی دہرایا جائے جب کہ احناف کے ہاں اگر آیت سجدہ کی تلاوت ایک ہی مجلس میں ہو تو سجدہ تلاوت بار بار کرنے کی ضرورت نہیں۔

احناف کا قول ❹...... جس نے ایک ہی مجلس میں کئی مرتبہ آیت سجدہ دہرائی تو اس کے لیے ایک سجدہ کر لینا کافی ہے پہلی مرتبہ دہرانے کے بعد ہی سجدہ کر لینا بہتر ہے بقول بعض تاخیر میں احتیاط ہے یعنی آیت اور مجلس کا ایک ہونا شرط ہے کئی جگہوں میں آیت سجدہ کو دہرایا یعنی مجلس مختلف رہی تو سجدہ کو دہرانا واجب ہے

اگر کوئی شخص آیات سجدہ دہراتا ہے تو ہر آیت کے عوض سجدہ واجب ہوگا مجلس ایک ہو یا مختلف صحراء اور راستے میں کھڑا شخص آیت سجدہ پڑھتا ہے تو اس کی مجلس تین قدموں کی منتقلی سے بدلے گی اور درخت پر ہے تو ایک ٹہنی سے دوسری ٹہنی پر پہنچنے سے اور اگر نہر یا بڑے حوض میں ہے تو تیراکی سے مجلس تبدیل ہوگی یہی زیادہ صحیح قول ہے۔

چھوٹے کمرے کے کونوں اور مسجد کے گوشوں کو بدلنے سے، اسی طرح کشتی گاڑی کے چلنے سے، ایک دو رکعتوں سے، پانی کا گھونٹ پینے اور دو لقمے کھالینے سے، اسی طرح دو قدم چلنے، ٹیک لگانے، بیٹھنے، کھڑے ہونے، سوار ہونے اور تلاوت کی جگہ اترنے سے۔ اور نماز پڑھتے ہوئے اپنی سواری چلانے سے مجلس تبدیل نہیں ہوگی پڑھنے والا اپنی جگہ بیٹھا ہے لیکن سننے والے کی مجلس تبدیل ہوئی تو وجوب کی تکرار ہوگی ایک شخص سواری پر نماز پڑھتے ہوئے آیت سجدہ دہرا رہا ہے ساتھ اس کا غلام چل رہا ہے غلام پر وجوب کی تکرار ہوگی سوار پر نہیں اس کے برعکس سننے والے پر تکرار واجب نہیں ہوگی جس کی صورت یہ ہے کہ قاری کی مجلس تبدیل ہو سننے والے کی مجلس ایک رہے یہی مفتی بہ قول ہے ❺ ایک شخص آیت سجدہ کی تلاوت کر کے سجدہ نہ کر سکا بعد میں نماز شروع کر دی پھر وہی آیت سجدہ تلاوت کی اور سجدہ تلاوت کر لیا تو یہ سجدہ دونوں تلاوتوں کی طرف سے کافی ہے۔

---

❶...... لکن فی اسنادہ ضعیفان و ان کا نا من رجال مسلم قال النووی حدیث ابن عباس ضعیف الا سنادلا یصح الا حتجا ج بہ وعلی فرض صحتہ فالا حادیث الا خری مثبتۃ وھی مقد مۃ علی النفی ❷ رواہ الجماعۃ الا البخاری (نیل الاوطار ۳/ ۹۸) ❸ متفق علیہ ❹ مر اقی الفلاح ص ۸۴ وما بعد ھا الدر المختار وردالمحتار ۱/ ۷۲۶۔ ۷۲۸۔ ❺ رہا نبی علیہ السلام پر درود بھیجنے کا مسئلہ تو راجح یہ ہے درود دہرایا جائے گا تکرار کی رائے متاخرین حنفیہ کی ہے جب آپ کا ذکر بھی متکرر ہوا گرچہ مجلس ایک ہو۔ رہی چھینک تو صحیح یہ ہے کہ جب تین سے زائد ہوں تو جواب نہ دے۔

آیت سجدہ نماز سے باہر پڑھی پھر نماز پڑھی اور اس میں وہی آیت دہرائی اسی کے لیے سجدہ کرے یہ سجدہ پہلی آیت سجدہ کے لیے کافی نہیں ہوگا۔

نماز میں آیت سجدہ پڑھی سلام پھیرنے کے بعد وہی آیت دہرائی تو دوسرا سجدہ کرے نماز کی آیت سجدہ کی قضا نماز سے باہر نہیں ہوگی اس لئے کہ اس کا مقام ومرتبہ ہے ناقص سے ادا نہیں ہوگا اسے توبہ کرنی چاہئے۔

مالکیہ کا قول ہے..... استاد اور شاگرد نے آیت سجدہ دہرائی تو پہلی بار ہی دونوں کے لیے سجدہ کرنا مسنون ہے تاکہ مشقت نہ ہو۔ آیت سجدہ سے اگر ایک یا دو آیتوں کی مقدار آگے نکل گیا تو بھی سجدہ کرے اگر تجاوز زیادہ، تو آیت سجدہ دہرا کر سجدہ کرلے اگرچہ فرض نماز میں ہو لیکن جب رکوع کے لیے نہ جھکا ہو تو فرض میں سجدہ نہ کرے۔

شافعیہ کا قول ہے..... اگر کسی نے آیت سجدہ کا تکرار ایک یا دو مجالس میں کیا تو زیادہ صحیح روایت کی بنا پر ہر دو بار کے لیے آیت سجدہ کے بعد سجدہ کرے رکعت ایک مجلس اور دو رکعتیں دو مجلسوں جیسی ہیں۔ اگر اس نے سجدہ نہ کیا اور اسی حالت میں کافی دیر گزر گئی جسے عرف میں تاخیر سمجھا جاتا ہے اگرچہ کسی مجبوری سے ایسا ہو گیا تو وہ اس کی ادائیگی کے لیے سجدہ نہ کرے اس واسطے یہ سجدہ قرأت کے تابع ہے۔

حنابلہ..... فرماتے ہیں: آیت سجدہ کئی بار پڑھی یا سنی تو اسی کی مقدار سجدہ کرنا مسنون ہے کیونکہ اسباب مختلف ہو سکتے ہیں۔

ہشتم: سجدہ تلاوت کے فروعی احکام

احناف کا قول ہے..... (الف) سجدہ ❶ سے بچنے کے لیے) باقی سورۃ پڑھ لینا اور آیت سجدہ چھوڑ دینا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ اس سے نظم قرآنی میں کانٹ چھانٹ اور اس کی رہی ترتیب میں تبدیلی واقع ہوتی ہے تو چونکہ یہ بھی قرآن کا حصہ ہے اور قرآن میں سے پڑھنا عبادت ہے جسے دیگر سورتوں میں کوئی سورت پڑھی جاتی ہے لیکن مستحب یہ ہے کہ اس کے ساتھ مابعد یا ماقبل کی ایک دو آیات ملالی جائیں تاکہ کسی کے ذہن میں فضلیت کا وہم نہ پیدا ہو۔ اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہونے میں سب کا رتبہ ایک جیسا ہے اگرچہ بعض وہ آیات جو اللہ تعالیٰ کی صفات پر مشتمل ہیں انھیں فضلیت حاصل ہے۔

ب..... جو شخص سجدہ کے لیے تیار نہیں اس سے آیت سجدہ کا اخفاء بہتر ہے راجح یہ ہے کہ کسی کام میں مشغول شخص پر بھی سجدہ واجب ہے جب اس نے آیت سجدہ سن رکھی ہوتا کہ اسے اللہ تعالیٰ کے کلام سے غفلت برتنے کی وجہ سے تنبیہ ہو۔ سری نماز میں امام کے لئے آیت سجدہ کی تلاوت مکروہ ہے تاکہ مقتدیوں کو شبہ نہ ہو جیسا کہ جمعہ اور عید کی نماز میں ہے ہاں اس صورت میں ٹھیک سر اُپڑھنے کے بعد رکوع یا سجدے میں گیا ہو تو ادا ہو جائے گا۔ امام نے منبر پر آیت سجدہ کی تلاوت کردی تو باوجود کراہت کے منبر پر یا نیچے سجدہ کرے سننے والے بھی سجدہ کریں۔

ج..... ایک شخص نے کسی جماعت سے آیت سجدہ مختلف حروف میں سنی تو وہ سجدہ نہ کرے اس واسطے کہ اس نے کسی تلاوت کنندہ سے یہ آیت نہیں سنی وجہ یہ ہے کہ تلاوت کرنے والا ایک آدمی ہو یہ شرط ہے۔

د..... آیت سجدہ کے لیے قیام کرنا اور پھر سجدہ کرنا مستحب ہے اسی طرح تلاوت کرنے والے کے سر اٹھانے سے پہلے سامع سر نہ اٹھائے نہ تو تلاوت کنندہ کو آگے ہونے کا حکم دیا جائے اور نہ سننے والوں کو صف بندی کا کہا جائے بلکہ جیسا کیسا ممکن ہو سجدہ کرلیں۔

بقول بعض..... جو شخص ایک ہی مجلس میں کئی آیات سجدہ پڑھے اور ہر ایک آیت پر سجدہ کرتا جائے اللہ تعالیٰ اس کی مشکل آسان کردے

---

❶..... الدر المختار ۱/ ۷۲۹۔ ۷۳۲۔ مراقی الفلاح ص ۸۵

الف..... بدیں وجہ عصر حاضر میں موبائل پر قرآنی آیت کی آواز لگانا ممنوع ہے۔ عامر تقی ندوی

گا بظاہر یہ کہ تمام آیات کو ملا کر پڑھے پھر سجدہ کرے اور یہ بھی احتمال ہے کہ تمام آیات پڑھ لینے کے بعد ہر آیت پر سجدہ کرے۔ ایسا کرنا مکروہ بھی نہیں۔

مالکیہ کا قول ہے..... سجدے کے لیے آیت پر اکتفا کرنا مکروہ ہے جیسا کہ احناف کا قول ہے مثلاً یوں قرأت کرے: **انما یومن بایاتنا** قرأت کر کے سجدہ نہ کرنا بھی مکروہ ہے۔

ب..... فرض میں اگر چہ جمعہ کی نماز فجر ہو یہ مشہور قول ہے نماز میں مشغول شخص کے لیے قصداً آیت سجدہ مکروہ ہے کہ اس کی ایک آیت پڑھ لے۔ جب کہ نفل میں پڑھنا مکروہ نہیں فرض میں اگر جان بوجھ کر یا بھولے سے آیت سجدہ پڑھی تو سجدہ کر لے چاہے ممنوع وقت خطبہ جمعہ وغیرہ کے دوران اس کی تلاوت کی تو سجدہ نہ کرے تا کہ روٹین (نظام) خراب نہ ہو۔

ج..... سری نماز مثلاً ظہر کے امام کو چاہیے کہ وہ آیت سجدہ کا جہر کرے تا کہ مقتدی اس کی آواز سن کر اس کی پیروی میں سجدہ کر سکیں اگر امام نے ایسا نہ کیا بلکہ سراً آیت پڑھ کر سجدہ کر لیا تو مقتدیوں کو اس کی اتباع کرنی چاہیے کیونکہ نہ بھولنا اصل ہے اگر وہ اس کی اتباع نہ کریں پھر بھی ان کی نماز درست ہوگی وجہ یہ ہے کہ امام کی پیروی واجب ہے شرط نہیں اور سجدہ تلاوت حقیقت میں مقتدی پہ یعنی امام کا فعل نہیں اور جس واجب کی حیثیت شرط کی سی نہ ہو اس کے چھوڑنے سے نماز باطل نہیں ہوتی۔

د..... تلاوت کرتے کوئی شخص ایک یا دو آیتوں کی مقدار آگے نکل گیا تو قرأت کا اعادہ کیے بغیر سجدہ کر لے اس لیے کہ سجدہ کا محل ہے۔ اگر زیادہ آگے نکل گیا تو آیت سجدہ دہرائے چاہے فرض نماز میں ہو یا نماز سے باہر ہو۔ پھر نماز خواہ نفل ہو یا فرض جب تک رکوع کے ارادے سے نہ جھکا ہو سجدہ کر سکتا ہے اگر رکوع کے لیے جھک گیا تو اس کی تلافی نہیں ہو سکتی۔ فرض کے بجائے نفل کی دوسری رکعت میں قرأت کا اعادہ مستحب ہے لیکن یہ تب ہے جب دوسری رکعت میں اس کی قرأت نہ ہوئی ہو۔ چونکہ سبب پہلے ہوتا ہے اس واسطے بظاہر فاتحہ سے پہلے اس کا اعادہ کرے۔

ھ..... نماز میں سجدہ تلاوت کرنے والے کے لئے رکوع سے پہلے قرآن کا کچھ حصہ پڑھ لینا مستحب ہے چاہے دوسری سورت سے ہو تا کہ اس کا رکوع قرأت کے بعد واقع ہو قرأت کا جو محل تھا اس کے بعد سجدے کی ادائیگی کا قصد کیا اور نیت کر کے جھک گیا لیکن بھولے سے رکوع کر لیا تو امام مالک کے نزدیک اس کا رکوع صحیح ہے کیونکہ رکن کے لئے حرکت شرط نہیں پھر اگر اس نے اطمینان سے رکوع کر لیا تو اس اضافے کی وجہ سے سلام کے بعد سجدہ سہو کرے۔ اور اگر اس نے جم کر رکوع نہیں کیا تو سجدہ تلاوت کرے اور اس کے ذمے سجدہ سہو نہیں۔

حنابلہ ❶ کا قول ہے:

ا..... برخلاف شافعیہ کے انسان ممنوع اوقات میں سجدہ تلاوت نہ کرے جن میں نفل نماز پڑھنا جائز نہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی علیہ السلام کا یہ ارشاد عام ہے نماز فجر کے بعد جب تک سورج طلوع نہ ہو جائے اور نماز عصر کے بعد جب تک غروب نہ ہو جائے کوئی نماز (پڑھنا صحیح) نہیں آپ علیہ السلام کا یہ ارشاد حضرت ابن عمر، حضرت ابوبکر وعمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

ب..... اگر نماز میں سورۃ کے اختتام پر آیت سجدہ پڑھی تو پھر چاہے رکوع کرے یا سجدہ اگر سجدہ کر لیا تو واپس کھڑے ہو کر پھر رکوع کرے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اگر تم چاہو تو رکوع کرو چاہو تو سجدہ کرو"۔

ج..... دوران سفر اگر قرأت کرنے والا سواری پر ہے تو جس رخ پر ہے اشارے سے سجدہ کرنا جائز ہے جیسے نفل نماز اشارے سے پڑھی جاتی ہے اس مسئلہ پر تمام مسالک ❷ میں اتفاق ہے جس کی دلیل وہ روایت ہے جو ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

❶..... المغنی ۱/۶۲۳۔۶۲۶۔۶۲۷۔ ❷ رواہ احمد وابو داؤد (نیل الاوطار ۳/۱۰۰)

نے فتح مکہ کے سال آیت سجدہ پڑھی تو آپ کے ساتھ سب لوگوں نے سجدہ کیا جن میں کچھ لوگ سواری اور کچھ زمین پر سجدہ کر رہے تھے بعض سوار تو اپنے ہاتھ پر سجدہ کر رہے تھے۔ ❶

د.....آیات سجود کا اختصار مکروہ ہے جس کی صورت یہ ہے کہ آیات میں سے آیات سجدہ نکال کر پڑھتے پڑھتے ان کا سجدہ کرے اس لئے کہ سلف سے ایسا کرنا منقول نہیں بلکہ اس کی کراہت مروی ہے اس سلسلہ میں احناف کے جواز ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

ھ.....سری نماز میں امام کا آیت سجدہ کی تلاوت کرنا مکروہ ہے بالفرض اگر اس نے تلاوت کر لی تو سجدہ نہ کرے اس لئے کہ اس سے مقتدیوں کو وہم ہونے کا خدشہ ہے یہ مسئلہ احناف کی رائے کے موافق ہے جب کہ امام شافعی نے اسے مکروہ نہیں فرمایا۔ دلیل ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز میں سجدہ تلاوت کیا پھر آپ نے سجدہ سے کھڑے ہو کر رکوع کیا جس سے آپ کے صحابہ سمجھ گئے کہ آپ نے سورہ سجدہ کی تلاوت کی ہے۔ ❷

المطلب الثالث.....سجدہ شکر:

جمہور کے نزدیک سجدہ شکر مستحب ہے مالکیہ کے ہاں مکروہ ہے اس کے متعلق فقہاء کی عبارتیں درج ذیل ہیں۔

احناف..... ❸ چونکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا احاطہ نہیں ہو سکتا اس لئے امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ سجدہ مکروہ ہے البتہ یہ ایک عبادت ہے جس پر ثواب ملتا ہے۔ جس کی دلیل وہ روایت ہے جو سوائے نسائی کے باقی کتب ستہ کے مصنفین نے نقل کی ہے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ آپ کو جب کوئی خوش امر پیش آتا یا کوئی خوشخبری ملتی تو آپ سجدہ ریز ہو جاتے اس کی کیفیت بالکل سجدہ تلاوت جیسی ہے فتوی اس پر ہے کہ یہ سجدہ مستحب ہے لیکن یاد رہے کہ نماز کے بعد یہ سجدہ مکروہ ہے کیونکہ جاہل لوگ اسے سنت یا واجب سمجھ لیتے ہیں اور جس مباح سے ایسا اعتقاد پیدا ہو وہ مکروہ ہے۔ اس بنا پر نماز کے بعد جو سجدہ کیا جاتا ہے وہ بالا جماع مکروہ ہے اس واسطے کہ عوام کا اس کے متعلق یہ اعتقاد ہے کہ وہ واجب یا سنت ہے اور جس جائز سے ایسا اعتقاد پیدا ہو وہ مکروہ ہے کوئی شخص نماز کے رکوع یا سجدے میں ضمناً اس کی نیت کر لے تو کافی ہے۔ جس نماز کے بعد نفل پڑھنا مکروہ ہے اس کے وقت میں سجدہ شک ادا کرنا بھی مکروہ ہے اس کے علاوہ وقت میں مکروہ نہیں۔

مالکیہ..... ❹ خوشخبری ملنے پر سجدہ شکر کرنا اسی طرح زلزلہ کے وقت سجدہ کرنا مکروہ ہے جب کہ اصل یہ ہے کہ جب کوئی نعمت ملے یا کوئی مصیبت ٹلے دوگانہ ادا کیا جائے اسی پر اہل مدینہ کا عمل رہا ہے البتہ مالکیہ میں سے ابن حبیب مالکی نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سابقہ ❺ حدیث کی وجہ سے سجدہ شکر جائز قرار دیا ہے۔

شافعیہ..... ❻ سجدہ شکر نماز میں شامل نہیں لیکن کسی نعمت کے حصول مثلاً بچہ کی پیدائش یا کسی عہدہ کے ملنے پر یا کسی مصیبت کے ٹل جانے مثلاً جلنے یا ڈوبنے سے بچاؤ کا سامان پیدا ہو گیا اس پر یا کسی بدنی بیماری وغیرہ میں مبتلا شخص کو دیکھنے پر یا کھلے بندوں گناہ کرنے والی کو دیکھ کر سجدہ شکر بجالانا مسنون ہے گناہگار کے سامنے اس کا اظہار کرے لیکن مبتلائے مصیبت سے مخفی رکھے اس کے احکام سجدہ تلاوت جیسے ہیں زیادہ صحیح روایت یہ ہے کہ یہ دونوں سجدے مسافر کے لیے سواری پر بیٹھے بیٹھے اشارے سے جائز ہیں کیونکہ اس میں اترنے کی مشقت ہے اگر مسافر شخص نماز کی تلاوت کی وجہ سے سجدہ کرے تو یقیناً نفل کی اتباع کرتے ہوئے جائز ہے جیسے سجدہ سہو ہوتا ہے۔

---

❶.....ایضا المغنی ۲۱۹/۱ ❷رواہ ابوداؤد (نیل الاوطار: ۱۰۲/۳) ❸ الدرالمختار وردالمحتار ۱/ ۳۴۴۔ ۷۳۱ مراقی الفلاح ص ۸۵ وبعدازان ❹الشرح الصغیر : ۴۲۲/۱۔ ❺ قال الترمذی عنہ: ھو حسن غریب وفی اسنادہ بکار بن عبد العزیز بن ابی بکرۃ عن ابیہ عن جدہ وھو ضعیف عند العقیلی وغیرہ وقا ابن معین : انہ صالح الحدیث (نیل الا وطار ۱۰۴/۳ وما بعدھا ❻مغنی المحتاج ۲۱۹/۱

کسی نئی نعمت کے ملنے اور کسی مصیبت کے ٹلنے کی صورت میں سجدہ شکر کے متعلق ان کے دلائل یہ ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی گذشتہ حدیث اور حدیث عبدالرحمٰن بن عوف کہ نبی علیہ السلام باہر تشریف لائے اور شہر کی بڑی عمارت کی طرف متوجہ ہوئے اس میں داخل ہوئے اور قبلہ رخ سجدہ ریز ہوگئے کافی دیر سجدے میں رہے اس کے بعد سر اٹھایا (ہم لوگوں سے) فرمانے لگے: جبرائیل نے آکر خوشخبری دی کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو آپ پر درود بھیجے گا میں اس پر رحمت بھیجوں گا اور جو آپ پر سلام بھیجے گا میں اسے سلام بھیجوں گا تو میں شکر بجالانے کے لیے سجدہ میں گر گیا۔ ❶

ابوداؤد نے حسن سند سے روایت کیا کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا: میں نے اپنے رب سے سوال کیا تو مجھے اپنی امت کے بارے میں شفاعت کی اجازت تین تہائی تک دی گئی جس کی وجہ سے میں اپنے رب کے حضور شکر بجالانے کے لیے سجدہ ریز ہوگیا۔

مصیبت زدہ شخص کو دیکھ کر سجدہ شکر کے بارے میں ان کی یہ حدیث دلیل ہے جو بیہقی نے روایت کی ہے سلامتی پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے، رہی گنہگار کو دیکھنے کی حالت تو چونکہ دین کی نافرمانی دنیا کے گناہ سے زیادہ بڑی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے اے اللہ ہمیں دین کے بارے میں مصیبت میں نہ ڈالیو! کافر کو دیکھ کر سجدہ شکر بجالانا زیادہ بہتر ہے۔

حنابلہ.....کا قول ہے: ❷ نئی نعمت کے ملنے پر اور مصیبت کے ٹل جانے پر سجدہ شکر بجالانا مستحب ہے۔ جس کی دلیل حدیث ابی بکرۃ رضی اللہ عنہ ہے جو پہلے گزری ہے یمامہ فتح ہوا تو صدیق اکبر نے سجدہ شکر ادا کیا۔

سجدہ شکر کے وہی شرائط ہیں جو سجدہ تلاوت کے ہیں البتہ نماز میں ہوتے ہوئے سجدہ شکر نہ کرے اس لیے کہ اس سجدہ کا سبب نماز میں شامل نہیں سو اگر اس نے ایسا کیا تو نماز باطل ہوجائے گی الا یہ کہ وہ بھول گیا ہو یا اس کی حرمت سے ناواقف ہو۔

دوسری بحث: فوت شدہ نماز کی قضاء.....اس میں چند مباحث بیان ہوں گے قضاء کا معنی اور اس کا شرعی حکم وہ عذر جن سے نماز ساقط یا مؤخر ہوسکتی ہے سفر وحضر، سری وجہری نماز کی قضاء فوت شدہ نمازوں میں ترتیب کا لحاظ تعداد یاد نہ رہنے کی صورت میں قضاء جن اوقات میں نماز پڑھنا ممنوع ہے ان میں قضاء کرنا وغیرہ۔

اول: قضاء کا معنی اور اس کا شرعی حکم:

ادائیگی.......واجب کو اس کے وقت میں ادا کرنا حنفیہ اور حنابلہ کے ہاں اتنا وقت پالینا جس میں تکبیر تحریمہ کہہ سکے ادا کہلائے گا جب کہ شافعیہ اور مالکیہ کے نزدیک نماز کی ایک رکعت پالینے سے ادائیگی متصور ہوگی جس کی وضاحت ہم نماز کے اوقات کی بحث میں کرچکے ہیں۔

دہرانا.....واجب جیسا کام اس کی گھڑی میں کرنا جب میں فساد کے علاوہ کوئی اور خلل واقع ہوا ہو احناف فرماتے ہیں جو نماز کراہت تحریمی سے ادا کی گئی وقت میں اس کی دہرائی واجب ہے اور وقت گزرنے کے بعد مستحب ہے۔

قضا.....واجب کا وقت گزر جانے کے بعد اسے کرنا یا نماز کا وقت نکل جانے کے بعد اسے ادا کرنا۔

دین اور عقل کے لحاظ سے ایک مسلمان کی تو یہ حالت ہونی چاہیے کہ وہ نماز کے وقت میں اسے جلدی ادا کرنے کی کوشش کرے بلاعذر وقت سے مؤخر کرنے کی وجہ سے گنہگار ہوگا جس کی تفصیل نماز کی فضیلت میں، ہم بیان کرچکے ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد جب تمہیں (دشمن سے) اطمینان ہوجائے تو نماز قائم کرو کیونکہ نماز ایمان والوں پر مقررہ اوقات میں فرض کی گئی ہے اور بلاعذر نماز کو مؤخر کرنا ایسا گناہ ہے جو صرف قضاء سے ختم نہیں ہوتا بلکہ اس کے ساتھ توبہ یا قضاء کے بعد حج کرنے کی ضرورت ہے۔

---

❶.....رواہ احمد ورواہ ایضا البزار وابن ابی عاصم والعقیلی فی الضعفاء والحاکم (نیل الاوطار ۱۰۵/۳) ❷ المغنی ۶۲۷/۱ وما بعدھا

کسی شرعی عذر (جن کی تفصیل ابھی بیان ہوگی) کی وجہ سے کسی نے نماز مؤخر کی تو اسے کوئی گناہ نہیں۔ آعذار یہ ہیں: دشمن کا خوف دائی جنائی کو بچنے کے مرنے کا خوف یا جب بچے کا سر نکل آئے اس کی ماں کے مرنے کا خوف چنانچہ خندق کے روز آپ علیہ السلام نے نماز مؤخر کی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مشرکین نے خندق کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چار نمازوں سے غافل کر دیا یہاں تک کہ رات کا کچھ حصہ بھی جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا گزر گیا آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کا حکم دیا پھر انہوں نے اقامت کہی اس کے بعد آپ نے ظہر کی قضاء کی پھر انہوں نے اقامت کہی تو آپ نے عصر کی قضاء کی پھر اقامت کہی تو نماز مغرب کی قضاء پھر اقامت کہی تو نماز عشاء ادا کی ہے۔ ❶

جو کسی قسم کی بھی ذمہ داری میں مشغول رہا جب تک نماز کی قضاء یا ادا تفصیل نہ کرے عہدہ برآ نہیں ہوگا جس کی دلیل نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے اللہ کا قرض ادائیگی کا زیادہ مستحق ہے ❷ تو جس کے ذمہ نماز واجب ہو اور اس کا مخصوص وقت فوت ہو گیا ہو اس کی قضا لازم ہے ❸ جان بوجھ کر چھوڑنے سے گنہگار رہوگا قضاء اس کے ذمہ واجب ہے اس لیے کہ نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے: جب تم میں سے کوئی نماز (کی ادائیگی) سے (غافل) سو جائے یا غفلت میں پڑ جائے تو جب اسے یاد آئے پڑھ لے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میری یاد کے لیے نماز قائم کرو۔ ❹ بخاری میں ہے جو نماز بھول جائے تو جب اسے یاد آئے پڑھ لے اس کے علاوہ اس کا کوئی کفارہ نہیں بخاری و مسلم کی تمام احادیث میں اس پر اتفاق ہے جو نماز بھول جائے یا اس کی ادائیگی کے وقت سوتا رہ جائے جب یاد آئے پڑھ لے تو جس کی نماز نیند یا بھول سے رہ جائے وہ اس کی قضاء کرے اور جس کی جان بوجھ کر کوتاہی کی وجہ سے رہ جائے تو اس پر قضا کا واجب ہونا ❺۔

اولیٰ اور بہتر ہے نماز کو جان بوجھ کر نیند یا بھولے سے چھوڑنے کی وجہ سے قضاء واجب ہوگی اگر چہ شک ہی کیوں نہ ہوں مالکیہ کے نزدیک جنون، بے ہوشی، کفر، حیض نفاس یا سامان طہارت (وضو و تیمم) کی عدم دستیابی کی وجہ سے قضاء واجب نہیں ہے۔

جس آدمی نے نیند یا نسیان کے عذر سے نماز مؤخر کر دی وہ گنہگار نہیں ہوگا جس کی دلیل حدیث ابوقتادہ رضی اللہ عنہ ہے۔ فرمایا: لوگوں نے آپ علیہ السلام سے نیند کی وجہ سے نماز رہ جانے کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جب کوئی نماز بھول جائے یا سو جائے تو جب یاد آئے پڑھ لے۔ ❻

دوم: نماز ساقط ہونے اور اسے مؤخر کرنے کے عذر

نماز ساقط ہونے کے عذر...... اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ عورت سے حیض و نفاس کے دنوں میں نماز ساقط ہو جاتی ہے اس واسطے دوران حیض و نفاس اس کی جو نماز رہ گئیں ان کی قضا اس پر لازم نہیں ہے جیسے اس پر اتفاق ہے کہ کافر اور مجنون پر قضاء لازم نہیں۔ ❼

حنفیہ...... ذکر کرتے ہیں کہ پاگل اور بے ہوش سے نماز تب ساقط ہو جاتی ہے جب پاگل پن اور بے ہوشی کا دورانیہ پانچ نمازوں سے بڑھ جائے چنانچہ اگر یہ سلسلہ پانچ یا پانچ سے کم نمازوں کی مقدار جاری رہا تو ان دونوں کے ذمہ قضا لازم ہے جس نماز کا انہیں اتنا وقت مل گیا جس میں وہ تحریمہ سے کچھ بڑھ کر ادا کر سکیں قضا واجب ہے اگر انہیں اتنا وقت نہیں ملا جس میں تحریمہ کی مقدار کچھ کہہ سکیں تو اس وقت کی نماز ان

---

❶ الدر المختار ۱/۶۷۶۔ ❷ ۶۷۹ رواہ الترمذی والنسائی واحمد قال الترمذی لیس باسنادہ بأس الا ان ابا عبیدۃ رواہ عن ابیہ عن ابن مسعود لم یسمع من ابیہ ورواہ النسائی ایضا عن ابی سعید الخدری رواہ البزار عن جابر بن عبد اللہ (نصب الرایۃ ۲/۱۶۴۔۱۶۶) ❸ رواہ البخاری والنسائی عن ابن عباس وھناک احادیث اخری فی الحج فی معناہ (نیل الاوطار ۴/۲۸۵ ومابعدھا) ❹ الکتاب مع اللباب ۱/۸۸، الشرح الصغیر ۱/۳۶۴ مغنی المحتاج ۱/۱۲۷، المہذب ۱/۱۵۴ المجموع ۳/۷۲ وما بعدھا المغنی ۲/۱۰۸ بدایۃ المجتہد ۱/۱۷۵۔ ❺ مسلم عن انس بن مالک (نیل الاوطار ۲/۲۵۔ ❻ نسائی والترمذی وصححہ (نیل الاوطار ۲/۲۷۔ ❼ الدر مع رد ۱/۳۳۰،۶۸۸

پر واجب نہیں رہا مرتد (نعوذ باللہ منہ) تو وہ حالت ارتداد اور اس سے پہلے وقت کی فوت شدہ نماز میں قضا نہیں کرے گا صرف حج کی قضا لازم ہے۔ اس واسطے کہ مرتد ہونے کی وجہ سے وہ اصلی کافر جیسا ہوگیا جو حربی دار الحرب میں اسلام لایا تو اسے لاعلمی کی وجہ سے معذور قرار دیا گیا ہے کافی عرصہ ایسے ہی رہنے سے اپنے اوپر واجب نمازوں کی قضا نہیں کرے گا۔ اس واسطے کہ مخاطب ہونے کا علم مکلّف ہونے کے لئے شرط ہے اور یہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ مالکیہ کا کہنا ہے: کہ جنون بے ہوشی، کفر، حیض نفاس اور وضو تیمم کا سامان نہ ملنے کی صورت میں قضاء لازم نہیں۔ ❶

شافعیہ ❷ فرماتے ہیں...... دیگر مسالک والوں کی طرح حیض ونفاس والی عورت پر نماز واجب نہیں رہا پکا کافر تو جب وہ اسلام لے آئے تو نماز کی قضاء کا وہ مخاطب نہیں بنے گا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کافروں سے کہہ دو! اگر تم (اپنے کفریہ نظریات سے) باز آجاؤ تو تمہارے گزشتہ قصور معاف کر دیے جائیں گے اور اس وجہ سے بھی کہ ان پر قضا واجب کرنے سے لوگ اسلام سے متنفر ہوں گے اس واسطے اسے معاف رکھا گیا جہاں تک مرتد کا مسئلہ ہے جب وہ (دوبارہ) اسلام لائے تو نماز کی قضا اس پر لازم ہے وہ اس پر واجب تھی اور اس کے وجوب کا اسے یقین واعتقاد بھی تھا نیز اسے اس کی ادائیگی کے اسباب مہیا کرنے پر قدرت تھی اس ضمن میں وہ بے وضو شخص کی طرح ہوگا بلکہ یہاں تک کہ اگر حالت ارتداد میں اس پر جنون طاری ہوا اور اس کی وجہ سے کئی نماز میں فوت ہوگئیں تو ان کی قضا اس پر لازم ہے۔ اگر کسی شخص کی عقل جنون بے ہوشی بیماری یا کسی مباح سبب کی وجہ سے جاتی رہی تو نہ اس پر نماز واجب ہے اور نہ اس کی قضاء، جس کی دلیل نبی علیہ السلام کا یہ ارشاد ہے تین کے ذمہ کچھ واجب نہیں پھر آپ نے مجنون کی صراحت بیان کی جس پر ہر اس آدمی کو قیاس کیا گیا ہے جس کی عقل کسی مباح سبب سے ختم ہوگئی رہا وہ شخص جس کی عقل کسی حرام چیز کے استعمال سے زائل ہوئی مثلاً اس نے نشہ آور شئی پی یا بلا ضرورت کوئی ایسی دوا کھالی جس سے عقل جاتی رہی تو جب اسے افاقہ ہوگا اس پر قضا واجب ہوگی۔ اس لئے کہ اس کی عقل حرام چیز کے ذریعہ زائل ہوئی لہٰذا اس سے فرض ساقط نہیں ہوگا۔

حنابلہ ❸ فرماتے ہیں...... بچے، کافر، حیض اور نفاس والی عورت پر نماز واجب نہیں رہا کافر اصلی تو حالت کفر میں اس کی رہ گئی عبادات کی قضا لازم نہیں اس میں کسی کا اختلاف نہیں جس کی دلیل سابقہ آیت ہے کافروں سے کہہ دو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں اور بعد میں بہت سے لوگ اسلام لائے کسی کو قضا کا حکم نہیں دیا گیا قضاء کا حکم دینے سے لوگ اسلام سے متنفر ہوں گے جیسا کہ شافعیہ نے فرمایا ہے۔ البتہ مرتد پر قضاء لازم ہونے کے متعلق امام احمد سے دو روایتیں ہیں۔ ایک روایت احناف کی طرح کہ اس پر کچھ لازم نہیں اس لیے کہ اس کا عمل کفر کرنے کی وجہ سے باطل ہوگیا جس کی دلیل ارشاد باری تعالیٰ (شرک اتنا بڑھا ہوا ظلم ہے) اگر آپ سے (بفرض محال) شرک ہوجاتا تو اس کا لازم نتیجہ تھا کہ آپ کے اعمال بھی برباد ہوجاتے اگر اس نے حج کیا تو از سر نو حج کرنا لازم ہے الغرض وہ تمام احکام میں اصلی کافر کی طرح ہے دوسری شافعیہ کی طرح ہے حالت ارتداد اور اس سے پہلے حالتِ اسلام میں اس کی جو عبادات چھوٹ گئیں ان کی قضا لازم ہے۔ البتہ حج کا اعادہ ضروری ہے۔ کیونکہ عمل شرک پر مرنے سے باطل ہوتا ہے جس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے تم میں سے جو کوئی مرتد ہو کر اسی کفر کی حالت میں مرجائے تو یہی لوگ ہیں جن کا کیا دھرا دنیا آخرت میں برباد گیا مجنون غیر مکلّف ہے اس پر حالت جنون میں رہ گئی نمازوں کی قضا نہیں ہاں اگر وہ نماز کے وقت میں ٹھیک ہوجائے تو وہ بالغ بچہ کے حکم میں ہوگا اس میں کسی کا اختلاف نہیں جس کی دلیل سابقہ حدیث ہے: تین افراد پر کچھ واجب نہیں۔ سوتا شخص جب تک بیدار نہیں ہوگیا بچہ جب تک بالغ نہیں ہوتا اور مجنون یہاں تک کہ اس کی عقل واپس آجائے ❹ چونکہ اس کی مدت اکثر لمبی ہوجاتی ہے لہٰذا وجوب قضاء باعث مشقت بن جائے گا اس سے معاف رکھا گیا۔

---

❶ الشرح الصغیر ۱/۳۶۴۔ ❷ المھذب ۱/۵۰ وما بعدھا۔ ❸ المغنی ۱/۳۹۸۔۴۰۱۔ (۴) ابوداؤد ابن ماجہ والترمذی وقال حدیث حسن

بے ہوش آدمی ان تمام نمازوں کی قضا کرے گا جو حالت بیہوشی میں اس پر واجب تھیں جیسے سوتا شخص نماز روزہ وغیرہ شرعی واجبات سے سبکدوش نہیں ان کی قضا اس پر واجب ہے۔یہی حال بے ہوش آدمی کا ہے۔جس کی دلیل اثرم کی روایت ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ تین روز بے ہوش رہے تو انہوں نے قضاء نمازوں کو ادا کیا نیز سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے کسی نے بے ہوش آدمی کی نماز کے متعلق سوال کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ رہ گئی تمام نمازیں پڑھے گا جیسا کہ ہم بیان کر آئے ہیں یہ رائے حنفیہ، مالکیہ اور شافعیہ کے مسلک کے خلاف ہے کسی نے ایسی دوا کھالی جس سے عقل ٹھکانے نہ رہی تو دیکھا جائے اگر اکثر اوقات ایسی حالت نہیں ہے تو اس کا حکم بے ہوشی کا ہے اور اگر یہ کیفیت طول اختیار کرے تو اس کا حکم جنون کا ہے رہا نشہ تو اگر کسی نے حرام نشہ آور شے استعمال کی جس کی وجہ سے کسی وقت عقل پر قابو نہ رہا تو اس سے وجوب ساقط نہیں ہوگا لہٰذا بلا اختلاف جتنی مدت اس کی عقل بے قابو رہی اتنے وقت کی فوت شدہ نمازیں قضا کرے گا دیکھیں! مباح نیند سے جب قضا واجب ٹھہری تو حرام نشے سے بدرجہ اولی لازم ہوگی۔

میّت سے نماز روزے وغیرہ کا ساقط ہونا:

احناف.....❶ بیمار کا جب اس حالت میں انتقال ہوا کہ وہ سر کے اشارے سے بھی نماز پڑھنے کی قدرت نہیں رکھتا تھا تو اسے ان نمازوں کی وصیت کرنے کی ضرورت نہیں اگرچہ وہ چند ایک نمازیں ہوں اسی طرح مسافر اور بیمار جب روزہ افطار کرلیں اور دونوں اقامت کرنے اور تندرست ہونے سے پہلے فوت ہو جائیں تو ان دونوں پر بھی اس کی وصیت کرنا لازم نہیں۔البتہ نماز روزے وغیرہ کے فدیے کی وصیت کرنا مستحب ہے۔

جس کا انتقال اس عالم میں ہوا کہ اس کے ذمہ بلا عذر کئی نمازیں واجب تھیں جن کی ادائیگی پر اگرچہ اشارے سے بھی ہوتی اسے قدرت تھی تو اسے ان نمازوں کا کفارہ دینے کی وصیت کرنا لازم ہے اور اگر یہ صورت نہیں تو پھر اس پر کچھ لازم نہیں اگرچہ وہ نمازیں کم ہوں یعنی چھ سے کم ہوں اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے: اس بیمار کو اگر اس کی بھی طاقت نہیں ❷ تو اللہ تعالیٰ اس کا عذر قبول کرنے کے زیادہ حقدار ہیں اسی طرح وہ شخص جس نے رمضان میں بلا عذر افطار کرلیا تو اسے حسب طاقت اپنے ذمہ واجب روزے کا فدیہ دینے کی وصیت کرنا لازم ہے جو اسی کے ذمہ واجب رہے گا مرنے کے بعد اس کا وارث اس کے تہائی ترکے سے ادا کرے وارث کو چاہیے کہ فدیہ دینے کی نیکی کرے اگرچہ مرنے والے نے وصیت نہ کی ہو اور نہ مال چھوڑا ہو۔

احناف کے ہاں نماز جس میں وتر بھی شامل ہیں اور روزے کا کفارہ یہ ہے کہ روزانہ ہر نماز اور روزے کا گندم کا آدھا صاع (دمشقی مد کا چوتھائی جو احسان لیے بغیر اتنا ہو جس سے ہاتھ آلودہ ہو جائیں) جیسے ہر نماز اور روزہ کا جدا جدا فطرانہ دیا جاتا ہے فوت ہونے والے کے تہائی مال سے روزے کا فدیہ اور کفارہ لیا جائے گا اگر میت کا مال نہ ہو تو اس کا وارث نصف صاع قرض لے کر فقیر کو ہبہ کردے اس کے بعد فقیر وہ مال میت کے ولی (قریبی) کو دے جس پر وہ قبضہ کرلے پھر وہ فقیر کو دے جس سے اسی کی مقدار نماز روزہ ساقط ہوگا پھر فقیر اسے ہبہ کردے اور ولی اس پر قبضہ کرلے ولی دوبارہ فقیر کو دے اسی طرح کرتے رہیں یہاں تک کہ اس پر واجب نماز روزے ساقط ہو جائیں لیکن یاد رہے اس طرح کا حیلہ قابل قبول نہیں اس واسطے کہ نماز ایک بدنی عبادت ہے جسے اس طرح کے خالی نقشے اور کھوکھلے بہانے ساقط نہیں کرسکتے کفارہ قسم کے برخلاف کسی ایک شخص کو نمازوں کا سارا فدیہ دینا بھی جائز ہے اگر کسی فقیر کو آدھے صاع سے کم دیا اپنی زندگی میں بیماری کی حالت میں اپنی نمازوں کا فدیہ دینا صحیح نہیں لہٰذا زندگی میں نماز کا کوئی فدیہ نہیں جب کہ روزے کا فدیہ دینا جائز بلکہ واجب ہے۔میت کے حکم دینے کے باوجود وارثوں کو اس کی طرف نماز کی قضاء کرنا جائز نہیں۔کیونکہ نماز ایک بدنی شخصی عبادت ہے بخلاف حج کے وہ نیابت کو قبول کرتا ہے اس لیے

---

❶.....الدر المختار: ۱/ ۶۹۵ وما بعد ۵/ ۴۵۸ مراقی الفلاح ص ۷۴ وما بعد ❷ جب یہ یقین ہو کہ اب دوبارہ روزہ رکھنے کی طاقت نہیں ہوگی۔(عامر تقی ندوی)

دوسرے کی طرف سے ادا ہو سکتا ہے۔

ب: **نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کرنے کے عذر**...... یہ بات ہم پہلے جان چکے ہیں کہ نماز کو کسی عذر مثلاً نیند نسیان اور غفلت کی وجہ سے مؤخر کرنے سے قضا واجب اور گناہ ساقط ہوتا ہے جس کی دلیل حدیث سابق ہے جو حضرت ابوقتادۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نیند میں کوتاہی نہیں کوتاہی بیداری میں ہے۔

البتہ شافعیہ نے کہا ہے: اگر نسیان کوتاہی سے پیدا نہ ہو تو وہ بھی عذر ہے، لہٰذا کھیل میں مشغولی کے باعث کوئی نماز کو بھول گیا تو وہ معذور نہیں ہوگا بلکہ نماز کو لیٹ کرنے کی وجہ سے گنہگار ہوگا۔

سوم: رہ گئی نمازوں کی قضاء اور اس کا طریقہ:

احناف...... ❶ فرماتے ہیں جیسی کوئی نماز قضاء ہوئی ویسی ہی ادا کی جائے چاہے قیام کی نماز ہو یا سفر کی۔ چنانچہ جس کی سفر میں قصر نماز رہ گئی وہ دو رکعتیں قضا کرے گا اگر چہ حضر میں ہو۔ جہاں تک قضاء میں سری اور جہری نمازوں کی قرأت کا مسئلہ ہے تو نماز کی قسم کا لحاظ رکھا جائے پس اگر وہ سری نماز ہے مثلاً ظہر ہے تو اس میں آہستہ آواز سے قرأت کرے اور اگر جہری ہے تو امام ہونے کی صورت میں جہری قرأت کرے۔ منفرد ہے تو جہراً و سراً میں اختیار ہے قضا فوراً واجب ہے البتہ اہل وعیال کے لئے دوڑ دھوپ اور ضروریات میں مشغول کے عذر سے تاخیر جائز ہے یہ زیادہ صحیح قول ہے۔ ایسے ہی نماز سے باہر سجدہ تلاوت نذر مطلق اور رمضان کی قضاء میں گنجائش ہے سابقہ عذر کی وجہ سے تاخیر جائز ہے۔

مالکیہ...... ❷ حنفیہ کی طرح کہ جیسے نمازیں فوت ہوئیں ویسے ہی قضاء کی جائیں سفر میں یا حضر میں سری نماز ہو یا جہری فوراً ادا کی جائے تاخیر کرنا حرام ہے حتی کہ ممنوع اوقات مثلاً طلوع آفتاب اور غروب کے وقت جمعہ کے خطبہ کے وقت بھی قضا کرے البتہ ضرورت کے وقت مثلاً کھانے پینے اور اس نیند کے وقت جو بے حد ضروری ہے قضاء حاجت کے وقت اور اپنی معاشی ضرورت کی تکمیل کے وقت تاخیر کر سکتا ہے۔

اس بناء پر حضر کی نماز مکمل قضا کی جائے گی اگر چہ وہ سفر میں رہ گئی اور دن کی نماز سراً ادا کی جائے اگر چہ وہ رات میں رہ گئی اور رات کی نماز جہرا ادا کی جائے اگر چہ وہ دن کے وقت رہ گئی اس لئے کہ قضاء ادا کی نقل ہے۔

شافعیہ اور حنابلہ...... ❸ فرماتے ہیں: قضاء کی جگہ اور وقت کو دیکھا جائے گا لہٰذا مسافر چار رکعتی نماز کی قضاء دو رکعت کرے گا چاہے اس کی یہ نماز سفر میں فوت ہوئی ہو یا حضر میں اور اگر حضر میں ہو تو چار رکعت کی قضا چار رکعت کرے گا اگر چہ وہ سفر میں رہ گئی ہو اس لیے کہ اتمام مکمل کرنا اصل ہے حضر میں۔ اس کی طرف رجوع ہوگا اس واسطے کہ قصر کا سبب سفر ہے جو حضر میں بکثرت نہیں ہوتا سفر میں سفر کی فوت شدہ نماز قصرا ادا کی جائے نہ کہ حضر میں امام شافعی کی اظہر روایت ہے سبب کی موجودگی کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ حکم ہے۔

وقت کی مناسبت سے نماز میں جہر و اخفاء کیا جائے چنانچہ اگر کوئی شخص دن میں طلوع شمس سے غروب تک کوئی نماز پڑھتا ہے تو اخفاء کرے اور اگر غروب کے بعد سے طلوع تک پڑھتا ہے تو جہر کرے البتہ حنابلہ کا قول ہے اگر قضاء رات کی ہو تو امام جہر کرے کیونکہ قضا ادا کے مشابہ ہے اگر اکیلا ہو تو مطلقاً اخفاء کرے امام احمد فرماتے ہیں: جہر تو جماعت کے لیے کیا جاتا ہے۔

فوت شدہ نماز کی قضا باجماعت اور سنتوں کی قضاء...... حنابلہ نے اس بات کا اضافہ کیا کہ فوت شدہ نمازوں کی قضاء باجماعت

---

❶......اللباب شرح الکتاب ۱/ ۱۱۰، فتح القدیر ۱/ ۴۰۵. ❷الشرح الصغیر ۱/ ۳۶۵، الشرح الکبیر مع الدسوقی ۱/ ۲۶۳، القوانین الفقھیة ۷۱. ❸مغنی المحتاج ۱/ ۱۲۷، ۱۶۲، ۲۶۳، المغنی ۱/ ۵۶۹ ومابعدھا ۲/ ۲۱۴، ۲۸۲ مابعد

مستحب ہے جیسا نبی علیہ السلام نے خندق کے روز کیا جب آپ کی چار نمازیں رہ گئیں تو آپ نے ان کی جماعت سے ادائیگی فرمائی، فرائض سے سنن رواتب کی قضاء مکروہ نہیں فجر کے فرضوں کی قضاء سے پہلے دو سنتوں کی قضاء مستحب ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: ایک رات ہم نے نبی علیہ السلام کے ہمراہ پڑاؤ کیا تو سورج طلوع ہونے تک ہم میں سے کوئی بھی بیدار نہیں ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر شخص اپنی سوار کو لے کر چلتا بنے کیونکہ یہ ایسا مقام ہے جہاں شیطان موجود ہے فرماتے ہیں ہم نے ایسا ہی کیا پھر آپ نے پانی منگوایا وضو کیا اور دو رکعت ادا کیں پھر اقامت نماز ہوئی اور آپ نے نماز فجر پڑھائی۔ ❶

فوری قضاء......فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ قضاء فوری ہونی چاہیے چاہے نماز عذر کی وجہ سے فوت ہوئی ہو یا بغیر عذر کے البتہ شافعیہ نے کچھ تفصیل بیان کی ہے وہ یہ اگر فوت شدہ نماز کسی عذر مثلاً نیند اور نسیان کی وجہ سے رہ گئی تو اسے جلدی ادا کرنا مستحب ہے اور جو نماز بلا عذر رہ گئی ہو اس کی قضا فوراً کرنا واجب ہے دونوں کے متعلق زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ تعجیل کی جائے تا کہ انسان بری الذمہ ہو جائے فی الفور وجوب کی دلیل ارشاد باری تعالیٰ: میری یاد کے لئے نماز قائم کرو۔ چونکہ وقت کے بعد نماز میں تاخیر کرنا نافرمانی ہے جس سے فوراً دستبردار ہونا ضروری ہے۔

چہارم: رہ گئی نمازوں میں ترتیب اور ترتیب کب ساقط ہوتی ہے:

احناف......فرماتے ہیں جب تک وقتی نماز کے فوت ہونے کا خدشہ نہ ہوتا یہاں تک پانچ نمازوں بشمول وتر فوت شدہ اور وقتی نمازوں میں ترتیب لازمی حق ہے۔ پہلے وقتی نماز پڑھی جائے پھر فوت شدہ کی قضا کی جائے جس کی دلیل حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے جو نماز سے (غافل) سوتا رہا یا بھول گیا پھر اسے امام کے ساتھ وہ نماز یاد آئی تو فی الحال اسی نماز کو پڑھے جس میں وہ مشغول ہے بعد میں جو نماز یاد آتی اس کی قضا کرے پھر اس نماز کا اعادہ کرے جو امام کے ساتھ پڑھی تھی ❷ جس کی کئی نمازیں فوت ہوگئی ہوں وہ ان کی ترتیب وار قضا کرے جیسا کہ اصل میں اس پر واجب ہوئی تھیں کیونکہ نبی علیہ السلام کو خندق کے روز چار نمازوں کی فرصت نہیں ملی بعد میں آپ نے ان کی ترتیب وار قضاء کی پھر فرمایا: جیسے مجھے نماز پڑھتے دیکھ رہے ہو ویسے نماز پڑھو۔ ❸ ہاں اگر نمازیں (وتر کے علاوہ) چھ سے زائد ہو جائیں تو ان میں ترتیب برقرار نہیں رہے گی جیسے فوت شدہ اور وقتی میں ترتیب ساقط ہو جاتی ہے کیونکہ فوت شدہ نماز بڑھ گئیں اور چھٹی نماز کا وقت نکل جانے سے بھی ترتیب ساقط ہو جاتی ہے۔ جب نمازیں کم ہو جائیں تو دوبارہ ترتیب قائم نہیں ہوتی یہی مختار قول ہے صاحب ھدایہ فرماتے ہیں: زیادہ ظاہر روایت یہ ہے کہ بعض علماء کے نزدیک ترتیب دوبارہ قائم ہو جاتی ہے اسی بنا پر اگر فوت شدہ نماز کے یاد ہوتے کسی نے فرض پڑھے اگر چہ وہ فوت شدہ نماز وتر ہی ہو تو اس کے فرض موقوف فساد سے فاسد ہو جائیں گے (جس کی تفصیل چند سطروں میں آئے گی) اگر فجر کی نماز فوت ہوئی اور اس کی یاد کے باوجود ظہر ادا کی تو ظہر کی نماز فاسد ہوگی یہ فساد موقوف رہے گا اور اگر فجر کی قضا کرنے سے پہلے عصر کی نماز پڑھی۔

تو عصر کی نماز فساد موقوف سے فاسد ہو جائے گی اسی طرح دوسرے دن کی نماز فجر کا وقت نکلنے تک۔ اگر اس نے اس سے پہلے پہلے ان کی نماز فجر کی قضاء کی تو سب نمازوں کی فرضیت باطل ہو جائے گی امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک نفل میں تبدیل ہو جائیں گی جس کا اعادہ اس پر لازم ہے۔ ❹

---

❶......البدائع ۱۳۱/۱، الدرالمختار ۲۷۹/۱، ۲۸۵ الکتاب مع اللباب ۸۹/۱، مراقی الفلاح ص ۷۵، فتح القدیر ۳۴۶/۱۔ ❷ ۳۵۲ الدارقطنی والبیهقی عن ابن عمر بلفظ من نسی صلاة فلم یذ کرها الا وهو مع الا ما م فلیتم صلاة فاذا فرغ من صلاته فلیعد التی صلاها مع الامام والصحیح انه من قول ابن عمر (نصب الرایة ۱۶۲/۲. ❸روی الحدیث عن ابن مسعود والخدری وجابر وقد سبق تخریجه (نصب الرایة ۱۶۴/۲، ۱۶۲) ❹وهکذا یقال: صلاة واحدة تفسد خمسا واخری تصحح خمساً فالمتروکة تفسد الخمس بقضائها فی وقت الخامسة من المودیات والسادسة من المودیات تصحح الخمس قبلها والحقیقة خروج وقت الخا مسة هوا لمصحح لها.

تفصیل یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ترتیب کے وجوب کا گمان ہو یا نہ ہو ترتیب کے چھوڑنے سے نماز کی بنیاد فاسد ہوجاتی ہے جو موقوف رہتی ہے۔اور صاحبین کے نزدیک فساد یقینی ہے۔ چنانچہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے کے مطابق فوت شدہ نمازیں بکثرت ہوجائیں اور فاسد ہونے والی نماز میں فوت شدہ نمازوں کے ساتھ مل کر چھ بن جائیں۔ان کا صحیح ہونا پانچویں کے وقت نکلنے سے جو فوت شدہ نمازوں میں سے چھٹے نمبر پر ہے ظاہر ہوگا اگر چھ نہ بنیں تو ان کا صحیح ہونا ظاہر نہیں ہوگا بلکہ نفل بن جائیں گی۔

پھر جب کسی کی نماز فوت ہوجائے چاہے وتر ہی ہو اس کے بعد اسے یاد رکھتے ہوئے جو نماز بھی پڑھے گا تو وہ وقتی نماز اس فوت شدہ کی قضا کرنے پر موقوف فاسد ہوگی پس اگر اس نے اس کی قضا کرنے سے پہلے اس کے بعد پانچ نماز پڑھ لیں جو فساد یقینی ہوجائے گا اور فوت شدہ سے پہلے جو نمازیں پڑھی ہیں وہ نفل میں تبدیل ہوجائیں گی اور اس کی قضاء کیے بغیر پانچویں کا وقت نکل گیا اور فواسد کو فوت شدہ کے ساتھ شمار کریں تو چھ نمازیں بن جاتی ہیں۔تو صحیح ہوجائیں گی اس لیے ان کی کثرت ظاہر ہوگئی اور اس تکرار کی حد میں داخل ہوگئیں جس سے ترتیب ساقط ہوجاتی ہے۔

درج ذیل تین امور میں سے کسی ایک سے ترتیب ساقط ہوجاتی ہے:

الاول.....جیسا ہم بیان کر آئے ہیں فوت شدہ نمازیں چھ ہوجائیں مذکورہ مقدار میں وتر شامل نہیں ہوں گے۔

ثانی.....مستحب وقت اتنا تنگ ہوجائے کہ اس میں فوت شدہ اور وقتیہ نماز کی گنجائش نہ ہو۔

ثالث.....ادائیگی کے وقت فوت شدہ نماز کی بھول ہوجائے دلیل نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے اللہ تعالیٰ نے میری خاطر میری امت سے خطاونسیان اور جس بات پر انہیں اکسایا جائے معاف کردی ہے۔ [1]

مالکیہ [2] کا کہنا ہے.....اگر ترتیب قائم رکھنے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو تو یاداش اور قدرت کی وجہ سے ترتیب واجب ہے ان دو وقتی نمازوں میں ترتیب شرط ہے جو وقت میں مشترک ہوں وہ نمازیں ظہر،عصر،مغرب اور عشاء کی ہیں جنہیں ظہرین اور مغربین بھی کہا جاتا ہے ایک شخص عصر کی نماز میں مشغول ہے اسے ظہر کی نماز یاد ہے تو عصر باطل ہوجائے گی یہی حال عشاء کا مغرب کے ساتھ ہے اس واسطے کہ وقتی نماز کی ترتیب ایسا واجب ہے جو شرط کا درجہ رکھتا ہے اگر وقتی نماز کی رکعت مکمل نہیں کی تو اسے توڑ دے اگر ایک رکعت مکمل کرے تو اس کے ساتھ ایک اور رکعت ملالے تاکہ دو رکعتیں مل کر نفل بن جائیں۔

سابقہ دو شرطوں (یاداش اور قدرت) کے ساتھ چند فوت شدہ نمازوں اور وقتی نماز میں ترتیب واجب ہے فوت شدہ نماز کو وقتی نماز سے مقدم کیا جائے گا۔ مثلاً کسی پر مغرب،عشاء اور فجر کی نماز واجب قضاء تھی تو ان نمازوں کو وقتی فجر کی نماز سے مقدم کرنا واجب ہوگا اگرچہ اس کے کچھ فوت شدہ نمازوں کو مقدم کرنے سے وقتی نماز کا وقت نکل گیا جس کا اس سے مقدم کرنا واجب ہے اور یہ ایسا واجب ہے جو شرط نہیں چنانچہ اگر کوئی اس کی مخالفت کرے تو اپنے محل ومقام سے مقدم کی گئی نماز باطل تو نہیں ہوگی البتہ وہ گنہگار ہوگا صرف اس کے کرنے سے اس کے وقت نکل جانے سے اس پر دہرانا واجب نہیں اگر اس نے وہ نماز بھولے سے یا مجبوری سے مقدم کردی تو نماز صحیح ہوجائے گی اسے کچھ گناہ نہیں ہوگا اگر جان بوجھ کر ضروری وقت میں (جو ظہرین میں سورج کا زرد پڑ جانا اور مغربین میں فجر کا طلوع ہونا ہے) کچھ فوت شدہ نمازوں سے وقتی نماز کو مقدم کردیا تو وقتی نماز کا اعادہ مستحب ہے کچھ فوت شدہ نمازیں پانچ یا اس سے کم ہیں۔ وہ انہیں وقتی نماز سے پہلے پڑھے اگرچہ اس کا وقت تنگ ہو۔

---

[1].....رواہ ابن ماجہ عن ابی ذر رواہ الطبرانی والحاکم عن ابن عباس ورواہ الطبرانی ایضا عن ثوبان ھو صحیح [2] الشرح الکبیر ۱/۲۶۵، الشرح الصغیر ۱/۳۶۶، ۳۷۰، ۳۷۴،القوانین الفقھیۃ ص ۷۱، بدایۃ المجتھد ۱/۱۷۷

اگر نمازی کو وقتی فرض پڑھتے کچھ فوت شدہ نمازیں یاد آئیں اگر چہ فجر یا جمعہ کی نماز ہو اور جسے یاد آئیں وہ امام یا منفرد ہو اگر اس نے ایک رکعت سجدوں سمیت پوری نہیں کی تو نماز توڑ دے یہ اس صورت میں ہے جب وہ امام یا منفرد ہو مقتدی اس کی پیروی کرے گا اگر وہ مقتدی ہے تو وہ اپنی نماز نہ توڑے کیونکہ اس پر امام کا حق ہے اس کے لیے مستحب یہ ہے کہ وقت ضروری میں فوت شدہ نمازوں کی قضاء کے بعد اس وقتی نماز کا اعادہ کر لے۔ اگر اس نے ایک رکعت دونوں سجدوں سمیت پوری کر لی تو مستحب یہ ہے کہ بنیت نفل اس کے ساتھ ایک اور رکعت ملا لے اور سلام پھیر کر فوت شدہ نماز شروع کر دے۔

اگر دو رکعتی یا تین رکعتی نماز کی دو رکعتوں کے بعد یاد آئی یا چار رکعتی کی تین رکعتوں کے بعد یاد آئی تو اس نماز کو مکمل کر لے اس لئے کہ جو کسی چیز کے قریب ہوتا ہے اسے اس کا حکم دیا جاتا ہے پھر فوت شدہ نمازیں پڑھے اس کے بعد وقتی نماز کو اس کے وقت میں پڑھنا مستحب ہے اگر اس کا وقت باقی ہو۔

نفل پڑھتے وقت چند فوت شدہ نمازیں یاد آئیں تو مطلقاً نفل مکمل کر لے البتہ جب وقتی نماز کے وقت نکل جانے کا فوت ہو تو توڑ دے لیکن ایسا تب کرے جب اس نے رکعت مکمل نہ کی ہو پھر فرض پڑھ لے۔ اگر فوت شدہ نمازیں پانچ سے زیادہ ہوں تو اس وقت انہیں وقتی نماز سے مقدم کرنا لازم نہیں بلکہ وقتی نماز کو مقدم کرلے اگر اس کے وقت میں گنجائش ہو اور اگر وقت تنگ ہے تو اسے مقدم کرنا واجب ہے۔

حنابلہ کا قول ہے......جو مذہب کا صحیح قول ہے ❶ فوت شدہ نمازیں تھوڑی ہوں یا زیادہ خود فوت شدہ نمازوں میں ترتیب قائم رکھنا فوت شدہ اور وقتی نماز میں ترتیب برقرار رکھنا واجب ہے۔ اگر فوت شدہ نماز کی قضاء کے وقت میں گنجائش ہو اگر گنجائش نہیں تو ترتیب ساقط ہو جائے گی وقتی نماز کو باجماعت پالینے کی وجہ سے ظاہری مذہب میں ترتیب ساقط نہیں ہوتی کیونکہ اس کی جماعت سے زیادہ تاکید ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ نماز کے صحیح ہونے کے لئے یہ شرط ہے برخلاف جماعت کے اسی طرح ترتیب کے وجوب سے ناواقفیت کی وجہ سے ترتیب ساقط نہیں ہوتی اس لئے کہ نماز میں ترتیب واجب ہے اور احکام شرعیہ سے ناواقفیت کوئی عذر نہیں۔

ظہر کی فوت شدہ نماز سے پہلے عصر پڑھ لی تو اپنے محل سے پہلے ادا کی گئی نماز صحیح نہیں ہوگی اور اگر دوسری کی ادائیگی کے دوران پہلی یاد آگئی تو دوسری باطل ہو جائے گی لیکن جو کسی نماز میں مشغول ہو اگر دوسری نماز یاد آبھی جائے تو پہلے اسے مکمل کر لے اور یاد آمدہ کی قضاء کر لے۔ اگر وقت باقی ہو تو جس میں تھا۔

اس مسئلہ میں امام منفرد اور مقتدی برابر ہے مکمل کرنے کی دلیل باری تعالیٰ کا ارشاد ہے" اپنے اعمال باطل نہ کرو" اور ترتیب واجب کرنے کی دلیل یہ روایت ہے کہ خندق کے روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار نمازیں رہ گئیں تو آپ نے ان کی ترتیب وار قضا کی۔

اگر فوت شدہ نمازیں بکثرت ہو جائیں تو جب تک بدن اور مال میں کوئی مشقت پیدا نہ ہو قضاء کی ادائیگی میں مشغول رہنا چاہیے جیسے کسی مخصوص دن کی نماز بھول گیا تو وہ کسی دن اور رات کی ایک نماز دہرا لے یہی اکثر اہل علم کا قول ہے اس واسطے کہ فرض کی صحت کے لئے تعین شرط ہے جو پانچ نمازوں کو دہرائے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔

شافعیہ......فرماتے ہیں:

فوت شدہ نماز میں ترتیب اور اسے وقتی نماز سے مقدم کرنا جب تک اس کے وقت ختم ہونے کا خوف نہ ہو خندق والے واقعہ میں نبی علیہ السلام کے فعل پر عمل کرتے ہوئے اور جس نے اسے ترتیب کو واجب قرار دیا ہے اس کے اختلاف سے بچنے کی ترتیب مسنون ہے فوت شدہ نماز کی ترتیب اور اسے وقتی نماز سے مقدم رکھنا دو شرطوں پر موقوف ہے۔

---

❶ ......مغنی المحتاج ۱/۱۲۷ مابعد المھذب ۱/۵۴

اول..... وقتی نماز کے فوت ہونے کا خدشہ نہ ہو بایں طور کہ وقت میں اس کی ایک رکعت نہ مل سکے۔

دوم..... وقتی نماز شروع کرنے سے پہلے فوت شدہ نماز یاد ہوا گر ایسا نہیں تو وقتی نماز کو مکمل کرنا ضروری ہے وقت تنگ ہو یا کشادہ اس یقین سے فوت شدہ نماز کو شروع کیا کہ وقت کافی ہے پھر خیال آیا کہ وقت تنگ ہے ادا نماز نہیں مل سکے گی اسے توڑ نا واجب ہے تا کہ یہ بھی فوت نہ ہو جائے (یک نہ شد دو شد والا قصہ نہ بن جائے)

افضل یہ ہے کہ دو رکعتوں کے بعد اسے نفل میں تبدیل کر دے اگر وقتی نماز کی جماعت رہ جانے کا ڈر ہو تو ترتیب افضل ہے کیونکہ اس جماعت کے واجب کی ترتیب ہونے میں اختلاف ہے اکھٹی دو وقتی نماز مقدم کرنا واجب ہے البتہ مؤخر کرنا سنت ہے۔

پنجم: فوت شدہ نمازوں کی تعداد معلوم نہ ہونے کی صورت میں قضاء:

احناف..... ❶ جس کے ذمہ اتنی مقدار میں فوت شدہ نمازیں ہوں کہ ان کی تعداد کا علم نہ ہو تو بری الذمہ ہونے کے لئے غالب گمان کے مطابق قضاء کرے اسے چاہیے کہ زمانے کا تعین کر لے پہلے ظہر کی نیت کرے جس کا وقت تو اسے ملا لیکن ادا نہ کر سکا یا ظہر کے آخری وقت کی نیت کرے جو اس کے ذمہ تھی جس کا وقت تو ملا لیکن ادا نہ کر سکا ایسا اس کی سہولت کے لیے کیا گیا ہے۔

اس سلسلہ میں مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ ❷ کا قول ہے..... فرائض سے بری الذمہ ہونے کے لیے جب تک اسے یقین نہ ہو جائے قضا کرتا رہے وقت کی تعین ضروری نہیں بلکہ جس کی نیت ہے مثلاً ظہر یا عصر وہی کافی ہے۔

ششم: جس وقت نماز پڑھنے کی ممانعت ہے اس وقت کی قضاء:

احناف..... تین اوقات میں فرائض اور وہ واجبات جو اپنے وقت سے پہلے لازم ہوں، ان میں سے کچھ بھی ادا کرنا صحیح نہیں۔ طلوع شمس کے وقت یہاں تک سورج بلند ہو کر سفید ہو جائے اور ایک یا دو نیزہ کی مقدار افق پر دکھائی دے۔ دوسرے کے وقت جب سورج آسمان کے وسط میں ہو یہاں تک کہ ڈھل جائے اور مغرب کی۔

سورج کی زردی کے وقت یہاں تک کہ غروب ہو جائے دلیل حضرت عقبہ عامر رضی اللہ عنہ کا قول ہے تین اوقات میں ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھنے، مردے دفن کرنے (یعنی جنازہ پڑھ کر) سے منع فرمایا ہے طلوع آفتاب کے وقت یہاں تک کہ بلند ہو جائے، زوال کے وقت یہاں تک کہ ڈھل جائے اور جب غروب کے لئے مائل ہو یہاں تک کہ غروب ہو جائے۔ ❸

ان کے علاوہ اوقات میں قضاء نماز پڑھنا درست ہے اگر چہ عصر اور نماز فجر کی ادائیگی جیسے جنازہ آ جائے یا ان اوقات میں سجدہ تلاوت کی آیت پڑھی ہو اور جیسا ہم بیان کر چکے ہیں کہ اسی دن کی نماز عصر سورج غروب ہوتے وقت باوجود کراہت کے صحیح ہے لیکن ہم پہلے یہ بھی بیان کر چکے ہیں کہ نفل نماز اگر چہ ذوات الاسباب ہو جیسے نذر اور طواف کی دو رکعتیں ان تین اوقات میں مکروہ تحریمی ہے ایسا ہی طلوع فجر کے بعد اس کی دو سنتوں سے زائد نفل پڑھنا اور نماز فجر کے بعد مکروہ ہے اسی طرح عصر کی نماز کے بعد اور مغرب کی نماز سے پہلے امام کا خطبہ کے لئے آنے کے وقت یہاں تک کہ وہ نماز سے فارغ ہو جائے اقامت نماز کے وقت صرف فجر کی سنتیں پڑھ سکتا ہے عید کی نماز سے پہلے چاہے اپنے گھر میں نفل پڑھے مکروہ ہے ایسا ہی عید کے بعد مسجد میں نوافل پڑھنا مکروہ ہے عرفہ میں دو جمعوں کے درمیان اگر چہ ظہر کی سنت ہو اور جمع مزدلفہ میں اگر چہ مغرب کی سنت ہو صحیح قول کے مطابق مکروہ ہے اس لیے کہ نبی علیہ السلام نے ان کے درمیان نفل نہیں پڑھے۔ فرض کا وقت تنگ ہونے کے وقت جس سے فرض اپنے وقت سے رہ جائے پیشاب پاخانے کے دباؤ کے وقت جب کھانا آ جائے اور جی بھی للچا رہا ہو جو

---

❶..... مراقی الفلاح ۱۶۔ ❷ القوانین الفقهية ۲۷ مغنی المحتاج ۱/۱۲۷ كشاف القناع ۱/۳۰۵۔ ❸ مسلم

چیزوں کو مشغول رکھے اور خشوع میں خلل پیدا ہو مکروہ ہے۔ ❶

مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ ❷ کا قول ہے..... فوت شدہ فرائض کی قضا تمام اوقات میں چاہے ممنوع وقت ہو صحیح ہے یہ بات حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دیگر کئی صحابہ سے مروی ہے نیز سابقہ حدیث ہے جو نماز سے (غافل) سو گیا یا بھول گیا تو جب اسے یاد آئے پڑھ لے ❸ اور حدیث ابی اقتادہ جو پہلے گزر چکی کہ جو نماز نہ پڑھ سکا یہاں تک کہ دوسری نماز کا وقت ہو گیا اس کی بیداری میں کوتاہی جس کسی سے ایسا ہو جائے تو جب بیدار ہوا سے پڑھ لے۔ ❹

سابقہ پانچ اوقات میں نماز سے روکنے کی ممانعت آخری دو وقتوں میں قضاء اور اسی دن کے عصر کے ساتھ مخصوص ہے اس لئے ہم محل نزاع کو مخصوص پر قیاس کرتے ہیں۔ نماز فجر ادا کرتے ہوئے اگر سورج طلوع ہو گیا تو وہ نماز مکمل کر لے جس کی دلیل حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا: جب نمازی سورج غروب ہونے سے پہلے ایک سجدہ نماز عصر کا پالے تو نماز مکمل کر لے اور جب سورج طلوع ہونے سے پہلے نماز فجر کا ایک سجدہ حاصل کر لے تو اپنی نماز مکمل کر لے ❺ مذکورہ مسئلہ میں یہ (حدیث) نص ہے جو اس کے علاوہ کے عموم سے مقدم ہوگی حنفیہ فرماتے ہیں: اس وقت اس کی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ وہ ممنوع وقت میں داخل ہو گئی۔

دسویں فصل..... نماز کی اقسام

اس فصل میں آٹھ مباحث ہوں گے:

پہلی بحث: با جماعت نماز اور اس کے احکام (یعنی امامت واقتداء)

اس بحث کے تحت مسبوق کی نماز، نماز میں نائب بنانے کا مسئلہ، نماز پر بنا کرنے (وضو ٹوٹنے یا کسی اور عذر سے نماز سے نکلنے اور دوبارہ اسی نماز کو متروکہ مقام سے شرع کرنے) کا مسئلہ ہے اس لحاظ سے اس مبحث کی گفتگو پانچ مقاصد کو شامل ہوگی جو درج ذیل ہیں: جماعت، امامت، پیشوائی، امام ومقتدی کے مابین مشترک امور نماز میں نائب بنانا۔

مطلوب اول: جماعت..... نماز کی تعریف، اس کی شرعی حیثیت، فضلیت، حکمت اور اس کا حکم جماعت کی کم سے کم تعداد اور کس سے جماعت منعقد ہوتی ہے، افضل جماعت کونسی ہے جماعت کا ثواب پانا فرض تک رسائی جماعت کے لیے پیدل چلنا، امام کی معیت میں جماعت کی طرف جلدی بڑھنا، مسجد میں جماعت کی تکرار، جماعت کے ساتھ اعادہ (دہرانا) نماز قائم کرنے کا مستحب وقت، جمعہ اور جماعت ترک کرنے کے عذر۔

اول: جماعت کی تعریف:

جماعت..... امام اور مقتدی کی نماز کے درمیان پیدا ہونے والے ربط وتعلق کا نام ہے۔ شریعت اسلامی نے مقررہ اوقات میں عبادت کی ادائیگی کے لیے مسلمانوں کے مابین بہت سے تعلقات اور اجتماعی ملاقاتیں مشروع قرار دی ہیں۔ جن میں سے شب وروز پانچ نمازوں کی ادائیگی، ہفتے میں جمعہ کی نماز، ہر شہر والوں کے لیے سال میں ایک بار عیدین کی نماز ایک عام اجتماع جو تمام شہروں کے لئے ہے جس میں سال میں ایک مرتبہ بمقام عرفہ وقوف کرتے ہیں تاکہ باہمی میل ملاپ اور محبت باقی رہے اور قطع تعلقی کا قلع قمع ہو۔

❶..... مراقی الفلاح ۳۱ ❷ الشرح الصغیر ۱/۳۶۵، مغنی المحتاج ۱/۱۲۹ المغنی، ۲/۱۰۲۔ ❸ متفق علیہ ❹ ایضاً ❺ ایضاً

دوم: جماعت کی شرعی حیثیت، فضیلت اور حکمت...... جماعت کی مشروعیت کتاب وسنت اور اجماع سے ثابت ہے کتاب اللہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے جب آپ ان میں موجود ہوا کریں تو ان کی امامت کر کے نماز قائم کیا کریں اللہ تعالیٰ نے دوران جہاد خوف کی حالت میں باجماعت نماز کا حکم دیا ہے تو امن میں بطور اولیٰ قائم کی جائے۔ اگر جماعت مقصود نہ ہوتی تو اس میں رخصت مل جاتی کہ خوف کی حالت ہے رہنے دو نماز کے واجبات میں اس کی وجہ سے خلل جائز نہیں۔

رہا سنت سے ثبوت تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے سر جماعت کی نماز اکیلے آدمی کی نماز سے ستائیس (۲۷) ❶ اور ایک روایت میں پچیس (۲۵) درجے زیادہ فضیلت رکھتی ہے ❷ اجماع سے ثبوت چنانچہ ہجرت کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس کی مشروعیت پر اجماع ہے امام غزالی کی کتاب احیاء العلوم میں بحوالہ ابو سلیمان دارانی منقول ہے فرماتے ہیں: جس کی باجماعت نماز فوت ہوتی ہے وہ ضرور کسی گناہ کا خمیازہ ہے فرماتے ہیں سلف رحمہم اللہ کی عادت تھی کہ اگر تکبیر اولیٰ فوت ہو جاتی تو تین دن اپنے (ماتم کی طرح) (افسوس کرتے اور جماعت رہ جاتی تو سات دن صدمے میں گزارتے۔

جماعت کی فضیلت...... جیسا کہ سابقہ حدیث میں مذکور ہے کہ باجماعت نماز منفرد کی نماز سے ستائیس درجے فضیلت رکھتی ہے اس کی طرف اٹھائے جانے والی ہر قدم پر نیکی ملتی اور ایک درجہ بلند ہوتا ہے اسی طرح حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ میں ہے: جس شخص کو اس سے بات سے خوشی ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اسلام کی حالت میں ملے اسے چاہیے کہ ان نمازوں کی حفاظت (سے ادائیگی) کرے جہاں ان کے لیے اذان ہوتی ہے اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہدایت کے طریق مشروع کیے ہیں اور یہ نمازیں بھی انہی میں سے ہیں: اگر تم بھی فلاں شخص کی طرح جو اپنے گھر پڑا رہتا ہے اپنے گھروں میں نمازیں پڑھنے لگے تو اپنے نبی کی سنت کے ترک کرنے کی وجہ سے گمراہ ہو جائے گے۔

جو آدمی اچھی طرح وضو کر کے کسی مسجد کا رخ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر قدم پر ایک درجہ بلند کرتا اور ایک گناہ معاف کر دیتا ہے اور ہماری تو یہ حالت تھی کہ جماعت سے صرف وہی شخص پیچھے رہ جاتا جو کھلم کھلا منافق ہوتا ورنہ ایسے شخص بھی تھے کہ دو آدمیوں کے سہارے پاؤں گھسیٹتے گھسیٹتے صف میں لا کھڑے کر دیے جاتے۔ ❸

نیز یہ مسلمان کا قیامت کے روز نور ہوگا جیسا کہ نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے رات کی تاریکیوں میں مساجد کی طرف بکثرت جانے والوں کو قیامت کے نور کامل کی خوشخبری دے دو ❹ جمعہ کے علاوہ باجماعت نمازوں میں سے زیادہ تاکید نماز فجر پھر عشاء ❺ اور اس کے بعد عصر کی ہے جس کا ثبوت ان آئندہ دو حدیثوں سے ملتا ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کو اذان اور صف اول کی فضیلت کا علم ہو جائے تو پھر ان کا نمبر پانے کے لیے قرعہ اندازی سے کام لینا پڑے تو قرعہ اندازی کرنے لگیں اگر انہیں دوپہر کی فضیلت کا پتہ چل جائے تو اس کی طرف دوڑ پڑیں اگر یہ جان لیں کہ عشاء اور فجر میں کتنا ثواب ہے تو اگر گھٹنوں چل کر ان کے لئے آتا

---

❶......رواہ الجماعۃ الاالنسائی وابوداؤد عن ابن عمر والفذ: فرد (جامع الاصول ۱۰/ ۲۵۰) ❷ ھذہ روایۃ ابی ھریرۃ ورواہ البخاری ایضا عن ابی سعید الخدری واحمد عن ابن مسعود (نیل الاوطار ۳/ ۱۲۶ ومابعد) قال فی المجموع: ولا منافاۃ لان القلیل لاینفی الکثیر اوانہ اخبر اولا بالقلیل ثم اعلمہ اللہ تعالٰی بزیادۃ الفضل فاخبر بھا وان ذلک یختلف باختلاف احوال المصلین کثرۃ وقلۃ وقال الشوکانی: والراجح عندی اولھا لدخول مفہوم الخمس تحت مفہوم السبع۔ ❸ مسلم ابوداؤد (نصب الرایۃ ۲/ ۲۱۔ ۲۲) جامع الاصول ۶/ ۳۷۰ جانبین سے اس کی مدد کی جاتی ایک روایت میں ہے اگر تم اپنے نبی کی سنت چھوڑ دو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔ ❹ رواہ ابوداؤد والترمذی عن بریدۃ وابن ماجۃ والحاکم عن انس وسھل بن سعد وھو صحیح ❺ المجموع ۴/ ۹۱

پڑے آجائیں گے۔ ❶

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: جس نے نماز عشاء باجماعت پڑھ لی گویا اس نے نصف شب قیام کیا اور جس نے نماز فجر باجماعت پڑھ لی تو اس نے گویا رات بھر (نفل) نماز پڑھی۔ رہی عصر کی نماز تو چونکہ وہ درمیانی نماز ہے۔

جماعت کی حکمت...... باہمی الفت وتعارف اور مسلمانوں میں آپس کے تعاون کو فروغ دینا ان کے دلوں میں محبت ودوستی کی جڑیں لگانا اور انہیں یہ بتانا کہ وہ خوشحالی وبدحالی میں آپس میں برابر اور ایک دوسرے کے ضامن بھائی ہیں۔ ان میں درجے رتبے پیشے دولتمندی مقام مرتبے مالداری اور ناداری کا کوئی فرق نہیں۔

اس سے نظم وضبط نیکی سے محبت کی عادت پڑتی ہے جس کے عمومی اور خصوصی زندگی پر اثرات پڑتے ہیں باجماعت نماز اچھے نتائج دیتی اور دوررس مقاصد کو ثابت کرتی ہے اور لوگوں کی ترتیب اعلیٰ اصولوں پر کرتی ہے اور معاشرے کے افراد کو مضبوط روابط سے جوڑتی ہے اس لیے کہ ان کا رب ایک، ان کا امام ایک، ان کا مقصد ایک اور ان کا رستہ ایک ہے۔

الدرالمختار میں فرماتے ہیں: جماعت کی حکمت یہ ہے کہ اس سے الفت کا نظام چلتا ہے اور عالم سے جاہل سیکھتا ہے نمازوں کے اوقات میں پڑوسیوں کے باہمی میل جول سے دیکھ بھال سے الفت پیدا ہوتی ہے۔

سوم۔ جماعت کی نماز کا حکم...... باجماعت نماز سنت مؤکدہ ہے یا فرض ہے۔

حنفیہ ومالکیہ کا قول ہے...... جمعہ کے علاوہ فرائض کی جماعت عاقل بالغ اور کسی تنگی کے بغیر اس کی قدرت رکھنے والے مردوں کے لیے سنت مؤکدہ ہے۔ اس لیے عورتوں، بچوں، پاگلوں، غلاموں اپاہج مریض، بوڑھے کھوسٹ، لنجے ہاتھ پاؤں والے شخص پر واجب نہیں اس کا سنت ہونا سابقہ حدیث کے ظاہر سے ثابت ہے اور باجماعت نماز منفرد کی نماز سے پچیس درجے یا ستائیس درجہ فضیلت رکھتی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ باجماعت نماز مستحب کی جنس ہے گویا یہ واجب نماز پر مزید کمال ہے نبی علیہ السلام کے ارشاد کا مطلب یہ ہوا جماعت کی نماز منفرد کی نماز سے زیادہ کامل ہے کمال کسی چیز کے اجزاء سے زائد ہوتا ہے اس کی تاکید ایک دوسری حدیث سے بھی ہوتی ہے جماعت کی نماز ہدایت کے طریقوں سے تعلق رکھتی ہے جس سے کوئی منافق ہی پیچھے رہ جاتا ہے ❷ آسانی کے لئے یہ رائے دوسری آراء سے بہتر ہے خاص کر عصر حاضر میں جہاں مشاغل کی بھرمار اور کام کے مقررہ اوقات کی جکڑ ہے اگر کسی کو جماعت میں شرکت کا موقع مل جائے تو اسلام کے شعائر کو ثابت کرنا واجب ہے۔

شافعیہ...... کے ہاں جو زیادہ صراحت ❸ ہے وہ یہ ہے کہ جماعت ان آزاد مقیم مردوں کے لیے فرض نماز کی ادائیگی کے لیے فرض کفایہ ہے جو ننگے نہ ہوں بایں طور اس کے قائم کرنے سے جماعت کا شعار ظاہر ہو اور یہ جماعت ہر چھوٹے بڑے شہر میں قائم کی جائے اگر سب اس کے قیام سے باز رہیں تو ایسے لوگوں سے جنگ بادشاہ یا اس کا نائب کرے (لوگوں میں سے نہ کوئی اٹھ کھڑا ہو) اصح روایت کے مطابق جتنی تاکید مردوں کو ہے عورتوں کو نہیں جس کی دلیل نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے جس گاؤں اور قصبے میں تین مسلمان ہو اور وہ جماعت نہ کرائیں تو شیطان ان پر حاوی ہو جاتا ہے تو نماز باجماعت کی پابندی کرنا اس لئے کہ بھیڑیا (ریوڑ سے) دور بکری کو کھا جاتا ہے۔

---

❶ ......یہی رائے بعض شوافع کی ہے۔ فتح القدیر ۱/۲۴۳، الدرالمختار ۱/۵۱۵، اللباب ۱/۸۰ تبین الحقائق ۱/۱۳۲ الشرح الصغیر ۱/۴۲۴ بدایۃ المجتھد ۱/۱۳۶ المھذب ۱/۹۳۔ ❷ قال عنہ الزیلعی غریب بھذا اللفظ وفی معناہ حدیث مسلم السابق عن ابن مسعود (نصب الرایۃ ۲/۲۱) ❸ مغنی المحتاج ۱/۲۲۹، المھذب ۱/۹۳، المجموع ۴/۴۴ وما بعد

حنابلہ فرماتے ہیں...... ❶ جماعت گزشتہ آیت ''جب آپ ان میں موجود ہوں تو جماعت قائم کیا کریں'' کی بنا پر فرض عین ہے اس کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو اور حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ''دو نمازیں منافقوں کے لیے انتہائی گراں ہیں عشاء اور فجر کی نماز۔ انہی حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں نے ارادہ کرلیا تھا کہ ایندھن جمع کیا جائے پھر اذان ہو اور ایک شخص کو نماز کی امامت کا حکم دوں اور پھر ان لوگوں کا رخ کروں جو نماز میں حاضر نہیں ہوتے اور ان کے گھروں کو آگ لگا دوں۔ ❷

اور ایک نابینا صحابی کی حدیث تو مشہور ہے کہ ایک نابینے شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! مجھے مسجد تک لے جانے والا کوئی نہیں ان کا مقصد نبی علیہ السلام سے رخصت مانگنا تھا تا کہ وہ اپنے گھر نماز پڑھ لیا کریں آپ نے انہیں اجازت دے دی جب وہ جانے لگے آپ نے بلا کر کہا: کیا تم اذان کی آواز سنتے ہو انہوں نے عرض کیا: جی ہاں آپ نے فرمایا تو اس کا (عملی) جواب دیا کرو ❸ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی سابقہ حدیث ''ہمارا تو یہ حال تھا کہ جماعت سے صرف وہی شخص رہ جاتا تھا جس کا نفاق سب کو معلوم تھا اور حضرت جابر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کی حدیث مسجد کے پڑوسی کی نماز صرف مسجد میں ہوتی ہے ❹ اس سے بھی وجوب جماعت کی تائید ہوتی ہے کہ صاحب شریعت نے خوف کی حالت میں ایسے ایسے طریقے سے مشروع قرار دیا ہے جو صرف امن میں جائز ہے اور بارش کی وجہ سے جمع ہونے کو مباح قرار دیا ایسا صرف اس لئے تا کہ جماعت کی پابندی کی جائے اگر جماعت سنت ہوتی تو جائز نہ ہوتی۔ لیکن (یاد رہے) نماز کے صحیح ہونے کے لیے جماعت شرط نہیں جیسا کہ امام احمد کی صراحت موجود ہے۔

چہارم: کم سے کم افراد کی جماعت یا کس سے جماعت منعقد ہوتی ہے؟...... کم سے کم دو آدمیوں کی جماعت ہے ایک امام اور ایک مقتدی شافعیہ اور حنفیہ ❺ کے نزدیک چاہے ساتھ بچہ ہو مالکیہ اور حنابلہ ❻ کے ہاں سمجھدار بچہ کی معیت میں جماعت منعقد نہیں ہوتی لیکن حنابلہ کے ہاں یہ مسئلہ فرض میں ہے نہ کہ نفل میں۔ نفل میں اس کے ساتھ جماعت ہو جاتی ہے اس واسطے کہ بچہ فرض میں امام نہیں بن سکتا اور نفل میں بچہ امام بن سکتا ہے اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تہجد میں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے امامت کی جب وہ کم سن تھے کم سے کم جماعت کے بارے میں ان کی دلیل نبی علیہ السلام کا یہ ارشاد ہے دو اور دو سے زیادہ جماعت ہیں۔ ❼

پنجم: زیادہ افضل جماعت اور جماعت میں عورتوں کی حاضری...... جس مسجد میں عورت اور ہیجڑے کے سوا کی جماعت دوسری جگہ کی جماعت سے افضل ہے جیسے گھر اور عورتوں کی جماعت ❽ صحیحین کی حدیث کی وجہ سے۔ لوگو! اپنے گھروں میں بھی نماز پڑھا کرو کیونکہ آدمی کی فرض نماز کے سوا باقی (سنن ونفل) نمازیں گھر میں افضل ہیں یعنی فرض مسجد میں افضل ہے اس واسطے مسجد شرف وطہارت شعائر کے اظہار اور کثرت جماعت پر مشتمل ہے۔ ❾

---

❶ ......متفق علیہ رواہ ایضًا مالک ابوداؤد والترمذی والنسائی (جامع الاصول ۳۶۹/۶) ❷ مسلم ورواہ ابوداؤد باسناد صحیح اوحسن عن ابن ام مکتوم ❸ دارقطنی ھو حدیث ضعیف رواہ البیھقی عن علی موقوفًا علیہ ❹ ابوداؤد والنسائی وصححہ ابن حبان والحاکم ❺ المغنی ۱۷۶/۲، کشاف القناع ۵۲۲/۱۔ ❻ ابن ماجہ والحاکم والبیھقی والعقیلی عن ابی موسیٰ الاشعری واخرجہ البیھقی عن انس واخرجہ الدارقطنی عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ورواہ ابن عدی من حدیث الحکم بن عمیرۃ وکلھا ضعیفۃ (نصب الرایۃ ۱۹۸/۲) ❼ مغنی المحتاج ۲۳۰/۱ / المغنی ۱۷۹/۲۔ ❽ الدرالمختار ۵۱۷/۱، المجموع ۹۳/۴ مغنی المحتاج ۲۲۹/۱، ۲۳۳ البدائع ۱۵۶/۱۔ ❾ کشاف القناع ۵۳۲/۱ المغنی ۱۷۸/۱ الشرح الکبیر ۳۲۱/۱ الشرح الصغیر ۴۲۷/۱۔

جن مساجد میں جماعت ہوتی ہے فقہاء نے ان کی فضیلت ترتیب وار بیان کی ہے:

حنابلہ...... (۱) فرماتے ہیں: اگر شہر سرحد پر واقع ہو یعنی وہ خطرے کا مقام ہو تو اس شہر کے باسیوں کے لیے ایک مسجد میں جمع ہونا افضل ہے، جس سے کلمہ بلند ہوگا اور دشمن کے دل میں زیادہ ہیبت بیٹھے گی ان کے علاوہ لوگوں کے لئے افضل یہ ہے ہر شخص اس مسجد میں نماز پڑھے جہاں صرف اس کے جانے سے جماعت قائم ہو سکتی ہے اس سے مسجد کی آبادی کا ثواب حاصل ہوتا ہے اور جو وہاں نماز پڑھنے آئے گا اسے جماعت مل جائے گی۔

جب کہ دوسری جگہ ایسا نہیں۔ اگر اس کی حاضری کے بغیر بھی جماعت ہو جاتی ہو پھر اس کے جانے سے امام اور جماعت کی دلجوئی ہوگی اس کے بعد مسجد عتیق (مکہ کی مسجد) ہے کیونکہ وہاں سب سے پہلے عبادت ہوئی۔ پھر وہ مسجد افضل ہے جہاں جماعت بکثرت ہو نبی علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے اکیلے شخص کی نماز سے دوسرے کے ساتھ با جماعت نماز افضل ہے اور ایک سے دو کے ساتھ والی با جماعت نماز افضل ہے اور جس میں نمازیوں کی تعداد زیادہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے (۲) پھر قریبی مسجد سے دور والی مسجد میں نماز پڑھنا افضل ہے نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے نماز میں اس شخص کو زیادہ اجر ملے گا جو تمام لوگوں سے زیادہ دور سے چل کر آئے (۳) جتنے زیادہ اس کے قدم اتنی زیادہ اس کی نیکیاں ہوں گی زیادہ مجمع کے انتظار سے پہلے وقت کی زیادہ فضیلت ہے۔ مطلقاً جماعت پہلے وقت سے مقدم کی جائے گی کیونکہ یہ واجب ہے اور اول وقت سنت ہے جب کہ سنت اور واجب میں تعارض ہیں۔

شافعیہ...... (۴) اگر گھر میں جماعت کی تعداد زیادہ نہ ہو تو مردوں کے لئے مساجد میں جماعت سے نماز پڑھنا افضل ہے جس جماعت کی کثرت ہو وہ افضل ہے البتہ اس کثرت کی وجہ سے قریبی مسجد سے بند ہو جائے تو کم مقدار والی جماعت افضل ہے۔

مالکیہ...... (۵) اس میں کسی کا کوئی نزاع نہیں جو نماز علماء صلحاء اور اہل خیر کے کثیر اجتماع کے ساتھ ادا کی جائے گی وہ دوسری جماعت سے افضل ہے کیونکہ یہ جماعت دعا، جلد قبولیت و کثرت رحمت اور قبول شفاعت پر مشتمل ہوگی۔

مساجد میں عورتوں کی حاضری...... رہا مساجد میں عورتوں حاضری کا مسئلہ تو بوڑھی عورت کے لیے جائز اور نوجوان کے لیے بوجہ فتنہ مکروہ ہے عورتوں کے لئے مطلقاً اپنے گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے اس سلسلہ میں فقہاء کی آراء کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

امام ابوحنیفہ اور صاحبین (۶) فرماتے ہیں: نوجوان عورتوں کے لیے مطلقاً جماعت کی حاضری مکروہ ہے کیونکہ اس میں فتنے کا اندیشہ ہے امام ابوحنیفہ کا قول ہے اس میں کوئی حرج نہیں اگر بوڑھی عورت مغرب، عشاء اور نماز فجر میں جماعت کے لیے آتی ہو کیونکہ شہوت کی تیزی فتنے کا باعث ہوتی ہے ان اوقات کے علاوہ اچکے بدمعاش فجر وعشاء میں سوئے ہوتے ہیں اور مغرب کے وقت کھانے میں مشغول ہوتے ہیں اور صاحبین نے تمام نمازوں میں اس کے نکلنے کی اجازت دی ہے اس لیے کہ یہاں فتنہ نہیں ان سے عموماً لوگ بے رغبت ہوتے ہیں متاخرین کے نزدیک مفتی بہ مذہب یہ ہے کہ عورتوں کے لیے مطلقاً جماعت میں حاضر ہونا مکروہ ہے چاہے یہ حاضری جمعہ عیدین یا وعظ کے لیے ہو۔ اگرچہ بوڑھی عورت رات کو نکلے اس لیے کہ زمانے میں فساد آچکا اور اچکے لفنگے کھلے عام پھرنے لگے ہیں۔

مالکیہ...... (۷) اگرچہ خلاف اولیٰ پھر بھی ایسی عورت کا جس میں سے مردوں کو رغبت نہ ہو مسجد، عید کی جماعت، جنازے، استسقاء اور

---

(۱)......مسلم عن ابی موسیٰ الاشعری مرفوعاً۔ (۲) کشاف القناع ۱/۵۳۶ المغنی ۱/۱۷۹۔ (۳) رواہ احمد وابو داؤد وصححہ ابن حبان عن ابی بن کعب۔ (۴) الحضرمیۃ ۶۴ مغنی المحتاج ۱/۲۶۲۔ (۵) الشرح الکبیر ۱/۳۲۰۔ (۶) الکتاب مع اللباب ۱/۸۳ فتح القدیر ۱/۵۲۹ الدر المختار وحاشیۃ ابن عابدین ۱/۵۲۹۔ (۷) الشرح الکبیر مع الدسوقی ۱/۳۳۵ الشرح الصغیر ۱/۴۴۶

کسوف کے لئے نکلنا جائز ہے اسی طرح وہ نوجوان عورت اپنے گھر والوں کی قریبی مسجد میں اور جنازے میں شرکت کے لیے جا سکتی ہے جب وہ کسی کے لئے باعث فتنہ نہ ہو لیکن جب فتنے کا اندیشہ ہو تو مطلقاً اس کے لیے نکلنا ناجائز ہے۔ ابن رشد فرماتے ہیں: میرے نزدیک اس مسئلہ کی تحقیق یہ ہے کہ خواتین چار طرح کی ہوتی ہیں۔

بوڑھی عورت، جس سے مردوں کو سروکار نہیں اس کی حیثیت مردوں کی سی ہے تو وہ مسجد میں فرائض کے لئے اور ذکر و علم کی مجالس میں، صحراء (کھلے میدان) میں عیدین اور استسقاء کے لیے اپنے گھرانے اور رشتہ داروں کے جنازے کے لئے اور اپنی ضروریات کے لئے باہر نکل سکتی ہے۔

ب..... وہ عورت جس سے مردوں کی ضرورت بالکلیہ ختم نہ ہوئی ہو ایسی عورت مسجد کے لیے فرائض اور علم و ذکر کی مجالس کے واسطے نکل سکتی ہے اپنی ضروریات کی برآری کے لیے زیادہ آنا جانا نہ رکھے ورنہ اس کا نکلنا مکروہ ہوگا علامہ خلیل کے کلام سے پتہ چلتا ہے کہ ایسی عورت پہلی کی طرح ہے۔

ج..... ایسی جوان لڑکی جو جوانی اور نزاکت میں سوجھ بوجھ نہ رکھتی ہو وہ باجماعت نماز کے لیے مسجد میں قریبی عزیز و رشتہ دار کے جنازے میں شرکت کے لیے آ سکتی ہے لیکن عید استسقاء اور علم و ذکر کی مجالس میں شرکت کے لیے نہیں نکل سکتی۔

د..... ایسی جوان لڑکی جو جوانی و رعنائی میں پورے جوبن پر ہو ایسی عورت کو اختیار ہے، بہرکیف اس کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ باہر نہ نکلے۔

حنابلہ ❶ اور شافعیہ..... فرماتے ہیں کہ حسین اور جس کی شکل و شباہت نوجوان لڑکی سے ملتی جلتی ہو وغیرہ عورتوں کے لیے مردوں کی جماعت میں حاضر ہونا مکروہ ہے کیونکہ فتنے کا خطرہ ہے وہ اپنے گھر نماز پڑھ لیا کرے البتہ کم حسین عورت جب اپنے خاوند کی اجازت سے بنے سورے بغیر نکلے تو اس کی حاضری مباح ہے مگر اس کے لیے بھی گھر بہتر ہے دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے عورتوں کو مساجد جانے سے مت روکو! اگرچہ ان کے گھر ان کی عبادت کے لیے زیادہ بہتر ہیں نیز نبی علیہ السلام کا ارشاد: اگر رات کے وقت عورتیں تم سے مسجد جانے کی اجازت مانگیں تو انہیں اجازت دے دینا ❷ یعنی جب فساد کا خدشہ نہ ہو عورت کی باہر جانے کی کیفیت کے متعلق آپ کا فرمان ہے اللہ کی بندیوں کو مساجد جانے سے نہ روکو (تمہیں اگر غیرت مانع ہے تو) وہ خوشبو میں رچی بسی نہ نکلیں ❸ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورتوں کی بہترین مساجد ان کے گھروں کا درمیانی حصہ ہے۔ ❹

ششم: جماعت کے ثواب کا حصول..... مکمل ثواب تو اسے ملتا ہے جو شروع سے اخیر تک امام کے ساتھ نماز میں شریک ہو اور اگر امام کے ساتھ تکبیر اولیٰ نصیب ہو جائے تو (سونے پر سہاگہ) فضیلت کی بات ہے نبی علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے: جس شخص نے چالیس روز تک امام کے

ساتھ تکبیر اولیٰ سمیت نماز پڑھی اسے دو پروانے ملیں گے: جہنم سے نجات اور نفاق سے بری ہونا ❺ ایک روایت میں ہے ہر چیز کا ایک خالص حصہ ہوتا ہے جو نماز میں تکبیر اولیٰ ہے لہٰذا اس کی حفاظت کیا کرو ❻ اور حدیث ہے امام اس لیے مقرر کیا گیا ہے تا کہ اس کی پیروی کی جائے سو جب رکوع کرے تو رکوع کرو اور جب سجدے میں جائے تو سجدہ کرو ❼ یہاں فاء وقفہ کے لئے ہے۔

---

❶..... مغنی المحتاج ۱/ ۲۳۰ کشاف القناع ۱/ ۵۳۵۔ ۵۵۱، ۵۶۹، المغنی ۲/ ۲۰۲۔ ❷ سوائے ابن ماجہ ایک پوری جماعت نے اسے روایت کیا ہے جب کہ پہلی روایت امام احمد و ابوداؤد کی بحوالہ ابن عمر ہے (نیل الاوطار ۳/ ۱۳۰) ❸ رواہ احمد و ابوداؤد عن ابی ہریرۃ سابقہ حوالہ۔ ❹ رواہ احمد (نیل الاوطار ۳/ ۱۳۱) ❺ حدیث منقطع ہے لیکن فضائل میں گنجائش ہے۔ ❻ رواہ البزار عن حدیث ابی ھریرۃ وابی الدرداء مرفوعاً ❼ مغنی المحتاج ۱/ ۲۳

شافعیہ.....کا صحیح قول یہ ہے کہ جب تک امام نے سلام نہ پھیرا ہو جماعت کی فضیلت مل جاتی ہے اگر چہ امام کے ساتھ قعدہ نہ ملے مثلاً اس کی تکبیر تحریمہ کے بعد امام نے سلام پھر دیا ہو اگر چہ اس نے (امام نے) سلام کی ابتداء اس سے پہلے کر دی پھر رکن مل جانے کی وجہ سے ثواب مل جائے گا لیکن یہ فضیلت شروع سے شریک شخص سے کم ہے اس سلسلہ میں انہوں نے جمعہ کی نماز کو مستثنیٰ (جدا) قرار دیا ہے مکمل کیونکہ (ان کے ہاں) جب تک اس کی ایک مکمل رکعت نہ ملے اس کی جماعت نہیں مل سکتی۔

حنابلہ وحنفیہ ❶ فرماتے ہیں.....جس نے امام کے پہلے سلام سے پہلے تکبیر تحریمہ کہہ لی اس نے جماعت کو پالیا۔ اگر چہ بیٹھنے کا موقع نہ ملا ہو اس واسطے کہ اس نے امام کی نماز کا ایک جز حاصل کر لیا تھا جو اس کے مشابہ ہے گویا اس نے ایک رکعت پائی۔

مالکیہ ❷ فرماتے ہیں.....جس جماعت کے ثواب کے بارے میں یہ حدیث آئی ہے کہ وہ پچیس یا ستائیس درجے ہے اس کی فضیلت تبھی حاصل ہو سکتی ہے جب امام کے ساتھ پوری رکعت حاصل کر لے جس کی صورت یہ ہے کہ امام کے رکوع سے سر اٹھانے سے پہلے پہل اپنے دونوں گھٹنوں یا ان کے قریبی حصے کو مضبوطی سے تھام لے اگر چہ اس نے امام کے سر اٹھانے کی بعد جم کر رکوع کیا ہو۔ لیکن جسے رکعت سے کم نماز ملی تو اسے جماعت کی فضیلت حاصل نہیں ہوگی مگر پھر بھی اسے امام کے ساتھ شامل ہونے کا حکم ہے اور اس میں کسی کا نزاع واختلاف نہیں کہ اسے اجر ملے گا۔

ہفتم۔امام کے ساتھ فرض حاصل کرنے کا بیان.....جیسا ہم پہلے بیان کر چکے ہیں آئمہ ❸ مذاہب کا اس پر اتفاق ہے کہ جس نے امام کے رکوع میں رکوع کر لیا اسے رکعت مل گئی اور قرأت (کی ذمہ داری) اس سے ساقط ہو جائے گی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جس نے امام کے ساتھ ایک رکعت حاصل کر لی گویا اسے نماز مل گئی ❹ امام کے رکوع سے سر اٹھانے کے بعد اگر اس نے رکوع کیا تو یہ رکعت شمار نہیں ہوگی البتہ مالکیہ کا کہنا ہے: امام کے رکوع سے منتقل ہونے سے پہلے اگر مقتدی اپنی پہلی رکعت میں جھک گیا اگر چہ امام سر اٹھا رہا ہو اور امام کے سر اٹھا لینے کے بعد ہی مقتدی نے جم کر رکوع کیا تب جا کے اسے رکعت ملے گی اس کے بعد رکوع یا سجدے کے لئے تکبیر تحریمہ کے بعد تکبیر کہے امام کے ساتھ کسی بھی حالت میں شامل ہونے کے لیے تاخیر نہ کرے یہاں تک اس سے اگلی رکعت کے لئے اٹھ کھڑا ہو اگر اسے شک ہو کے اس نے امام کے سیدھا ہونے سے پہلے یا بعد میں رکوع کیا ہے تو یہ رکعت شمار نہیں ہوگی۔

حنابلہ فرماتے ہیں.....جس نے رکوع میں امام کو پالیا تو تکبیر تحریمہ تکبیر رکوع کے لیے کافی ہے جس کی دلیل یہ نص ہے کہ زید بن ثابت اور ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ایسا کیا ہے اور صحابہ میں ان کے اس فعل کی مخالفت کرنے والا کوئی نہیں۔ چونکہ ایک جنس کی دو عبادتیں اکٹھی ہو گئیں۔ رکن واجب کے لیے کافی ہے جیسے طواف زیارت اور وداع (رخصت) ہے۔

اور شافعیہ نے مالکیہ کی طرح تکبیر تحریمہ کے علاوہ رکوع کی تکبیر کو شرط قرار دیا ہے تاکہ قیام کا جزء حاصل ہو جائے۔

جس نے صف میں پہنچنے سے پہلے امام کو رکوع میں پایا کیا وہ شخص رکوع کرے؟:

مالکیہ..... ❺ جس شخص کو امام کے رکوع سے سر اٹھانے کی وجہ سے رکعت فوت ہو جانے کا خدشہ ہو تو وہ صف سے پہلے ہی تکبیر تحریمہ کہہ لے اگر تکبیر تحریمہ نہیں کہی جب یہ گمان ہو کہ وہ امام کے رکوع سے سر اٹھانے سے پہلے صف پالے گا اگر یہ گمان نہ ہو تو وہ بن دوڑنے چلتا رہے البتہ اگر آخری رکعت ہو تو وہ اپنی جگہ صف سے پہلے ہی تکبیر تحریمہ کہہ لے تاکہ اس کی نماز فوت نہ ہو پھر چلتے چلتے صف میں شامل ہو جائے۔

---

❶.....المغنی ۲/۵۴۰، ۵۴۲۔ ❷ الشرح ۱/۳۲۰۔ ❸ فتح القدیر ۱/۳۴۴ تبیین الحقائق ۱/۱۸۴ مراقی الفلاح ص ۷۸ الشرح الصغیر ۱/۴۲۶ ۴۶۳ ۴۶۳ کشاف القناع ۱/۵۴۰ ❹ رواہ البخاری ومسلم (نیل الاوطار ۳/۱۵۱) ❺ الشرح الصغیر ۱/۴۶۱

حنابلہ وغیرہ فقہاء فرماتے ہیں...... (۱) جب تک امام کے سر اٹھانے سے پہلے چل کر صف میں شامل ہونے اور کسی دوسرے کے ساتھ کھڑے ہونے کی امید نہ ہو صف سے پہلے رکوع نہ کرے حاصل یہ کہ جو شخص بھی صف سے پہلے رکوع کر کے صف میں شامل ہو گا اس کی تین حالتیں ہیں۔

الف..... جب وہ پوری رکعت (صف سے باہر) پڑھ لے تو اس کی نماز صحیح نہیں اس واسطے کہ نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے صف سے پیچھے اکیلے آدمی کی نماز نہیں۔ (۲)

ب..... امام کے سر اٹھانے سے پہلے رکوع میں چلتا چلتا صف میں شامل ہو جائے یا کوئی آ کر اس کے ساتھ صف بنا لے تو اس صورت میں اس کی نماز صحیح ہو جائے گی اس واسطے کہ اس نے صف میں امام کے ساتھ اتنی نماز پا لی جس سے رکعت حاصل ہو جاتی ہے۔

ج..... اگر امام کے سر اٹھا لینے کے بعد صف میں شامل ہوا تو جب تک وہ اس کے حرام ہونے سے لاعلم تھا اس کی نماز صحیح ہے لیکن جب علم ہو گیا پھر اس کی نماز صحیح نہیں۔ جس کی دلیل وہ روایت ہے جو امام بخاری وغیرہ نے نقل کی ہے کہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نماز میں شریک ہونے کے لیے نبی علیہ السلام کے پاس پہنچے تو آپ رکوع میں تھے انہوں نے صف سے پہلے ہی رکوع کر لیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر ہوا آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہاری حرص بڑھائے دوبارہ ایسا نہ کرنا (۳) آپ نے انہیں نماز دہرانے کا حکم نہیں دیا بلکہ دوبارہ ایسا کرنے سے روک دیا۔

ہشتم: جماعت کے لیے پیدل چلنا اور امام کے ساتھ اس کے لیے جلدی کرنا:

جماعت کے لئے چلنا...... جس کا جماعت کا ارادہ ہو تو اس کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ چل کر جائے وقار (۴) وسکون کو مدنظر رکھے۔ نبی علیہ السلام کا اشاد ہے جب تم اقامت کی آواز سنو تو نماز کے لیے چل نکلو سکون وقار کا مظاہرہ کرنا جلدی نہ مچانا جو نماز مل جائے پڑھ لینا اور جو رہ جائے اسے پورا کر لو۔ (۵)

مالکیہ...... نے ذکر کیا ہے کہ باجماعت نماز پانے کے لیے جلدی کرنا جائز ہے جس میں بھاگ دوڑ نہ ہو بھاگنے سے کم کیفیت مکروہ ہے کیونکہ اس سے خشوع ختم ہو جاتا ہے تیز چال (جو بھاگنے کے قریب ہو) زیادہ بہتر ہے۔

امام کی اقتداء کے لیے جلدی کرنا...... امام جس حالت میں ہو چاہے قیام میں ہو یا رکوع سجدے میں اس کی اقتداء کے لیے مقتدی کو جلدی کرنا چاہیے۔

کیا وہ نفل پڑھ سکتا ہے

مالکیہ فرماتے ہیں...... کہ امام کی نماز کے لئے جب اقامت کہہ لی جائے تو پیچھے رہ جانے والے شخص کے لیے کسی بھی نماز کی ابتدا کرنا

---

(۱)...... المغنی ۲/۲۳۴۔ (۲) رواہ احمد وابن ماجۃ عن علی بن شیبان (نیل الاوطار ۳/۱۸۴)۔ (۳) بخاری احمد، ابوداؤد نسائی ابوداؤد کی روایت ان الفاظ میں ہے ابوبکرہ رضی اللہ عنہ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں تھے انہوں نے صف سے پہلے رکوع کر لیا پھر چلتے چلتے صف تک آ گئے جب آپ علیہ السلام نے نماز مکمل کر لی تو فرمایا تم میں سے کس نے صف سے پہلے رکوع کیا اور صف تک چلتا ہوا آیا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہاری حرص بڑھاتے آئندہ ایسا نہ کرنا (نیل الاوطار ۳/۱۸۴) (۴) المہذب ۱/۹۴ کشاف القناع ۱/۳۷۸۔ (۵) اسے ترمذی کے علاوہ ایک جماعت کے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا امام احمد رحمہ اللہ اور شیخین نے اسی مفہوم کی روایت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔ (نیل الاوطار ۳/۱۳۴)

حرام ہے چاہے وہ نماز فرض یا نفل ہو جماعت سے ہو یا بغیر جماعت اگر اس نماز کی اقامت مسجد میں ہوئی اور نمازی مسجد میں یا اپنے دالان وغیرہ میں فرض یا نفل نماز پڑھ رہا ہے اگر تو اسے امام کے ساتھ ایک رکعت فوت ہو جانے کا خدشہ ہو تو پھر وہ اپنی نماز توڑ دے اور مطلقا امام کے ساتھ شریک ہو جائے جس نماز کی اقامت کہی گئی اس کے علاوہ چاہے جو نماز فرض یا نفل ہو کوئی بھی ہو خواہ اس نے ایک رکعت کر لی ہو یا نہیں وہ اپنی نماز سلام یا نماز کے منافی کسی عمل مثلاً گفتگو کرنے اور نماز ختم کرنے کی نیت سے توڑے۔

اگر رکعت فوت ہونے کا خطرہ نہ ہو.....تو جو نماز وہ پڑھ رہا تھا اگر نفل ہے تو اس کی دو رکعتیں پوری کر لے مستحب یہ ہے کہ وہ بیٹھ کر مکمل کرے اگر وہ نماز جس میں وہ مشغول ہے یہی نماز ہے جس کی اقامت کہی گئی مثلاً اگر عصر کی نماز تھی اور اسی نماز کے امام کے لیے اقامت کہی گئی۔ تو وہ دوسرے شفعہ (دو رکعتی حصہ) سے پلٹ آئے اسے مکمل نہ کرے اور اگر ایک رکعت پڑھ چکا ہے دوسری اس کے ساتھ ملا دے اور اگر دوسری رکعت میں ہو تو اسے پورا کر دے اور اگر تیسری رکعت کو اس کے سجدوں سمیت مکمل نہیں کیا بیٹھنے کے لیے لوٹ آئے اور تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے یہ اس صورت میں ہے جب وہ چار رکعتی نماز میں ہو چنانچہ اگر فجر یا مغرب کی نماز میں تھا اور اقامت ہوئی نماز توڑ دے اور امام کے ساتھ میں شامل ہو جائے تاکہ ممنوع وقت نفل پڑھنے والا نہ بنے اگر مغرب کی دوسری یا تیسری یا فجر کی دوسری رکعت پوری کر لی تو انہیں فرض کی نیت سے پورا کر دے۔

شافعیہ فرماتے ہیں...... ❶ نمازی اگر نفل میں مشغول تھا ادھر جماعت کی اقامت ہوئی اگر اسے جماعت کے فوت ہونے کا خدشہ نہ ہو تو نفل مکمل کر کے جماعت میں شریک ہو جائے اگر اس نے وقتی فرض شروع کیے پھر جماعت کے لیے اقامت ہوئی تو افضل یہ ہے کہ توڑ دے اور جماعت میں شامل ہو جائے مذہب کا جدید قول جو اصح ہے یہ ہے کہ اپنی نماز توڑے بغیر جماعت میں شامل ہونے کی نیت کرے کیونکہ جیسے یہ جائز ہے کہ وہ اپنی کچھ نماز منفرداً پڑھے پھر امام بن جائے مثلاً کوئی آ کر اس کی اقتداء کر لے اسی طرح یہ جائز کہ کچھ نماز منفرد ہو کر پڑھے پھر آ کر مقتدی بن جائے یہ بھی ان کے ہاں ثابت ہے کہ متابعت کے ذریعہ اپنی نماز تبدیل کر سکتا ہے مثلاً کسی سے ایک رکعت رہ گئی۔

اگر وہ شخص اس وقت آیا کہ اقامت ہو چکی تھی تو وہ نفل میں مشغول نہ ہو۔ نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے جب نماز کی اقامت ہو جائے تو سوائے فرض کے کوئی نماز صحیح نہیں ❷

حنابلہ فرماتے ہیں...... ❸ ابن حبان کی روایت کی موافقت کرتے ہوئے جس کے الفاظ یہ ہیں جب مؤذن اقامت کہنا شروع کرے مؤذن جب اس نماز کی اقامت کہنا شروع کرے جسے وہ اس کے امام کے ساتھ پڑھنا چاہتا ہے تو سوائے فرض کے کوئی نماز پڑھنے کی گنجائش نہیں تو چونکہ سابقہ حدیث ''جب نماز کی اقامت کہی جائے'' عام ہے مسجد وغیرہ بلکہ گھر میں بھی مطلقاً نفل نماز روزانہ پڑھی جانے والی سنتیں مثلاً فجر وغیرہ کی سنتیں نہ پڑھے۔ اگر اس نے اقامت کے آغاز کے بعد نفل شروع کیے تو وہ منعقد نہیں ہوں گے جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہر اس نماز پر مارتے تھے جو اقامت کے بعد شروع کی جاتی۔

اگر اس کے نفل میں ہوتے ہوئے اقامت ہوئی تو اگرچہ مسجد سے باہر ہو مختصر قرأت سے اسے پورا کرے چاہے جماعت کی ایک رکعت رہ جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ''اپنے اعمال برباد مت کرو۔'' دو رکعتوں سے زائد نہ پڑھے سو اگر اس نے تیسری رکعت شروع کر دی تو انہیں چار کر کے مکمل کرے کیونکہ وہ تین سے افضل ہیں اگر تیسری رکعت پر سلام پھیر دیا تو دونوں مسئلوں میں صراحت کی وجہ سے جائز ہے البتہ اگر نفل پڑھنے والے کو اتنی مقدار کے فوت ہونے کا خدشہ ہو جس سے جماعت مل سکتی ہے تو وہ نفل توڑ دے اس واسطے کہ فرض کی اہمیت زیادہ ہے۔

احناف...... کے ہاں خاص تفصیل ہے جو فرضیت ختم کرنے میں مذہب مالکیہ اور شافعیہ کے مشابہ ہے اور فجر کی سنت

---

❶......المهذب ۹۴/۱ المجموع ۱۰۵/۴، ۱۱۰۔ ❷ متفق علیه عن ابی هریرة۔ ❸ کشاف القناع ۵۳۹/۱ وما بعد

اکیلے نمازی نے فرض کی ادائیگی یا قضا شروع کی پھر اقامت ہوئی تو دیکھا جائے گا اگر وہ فجر یا مغرب کی نماز ہے اس کے بعد آیا وہ اگر پہلی رکعت میں ہے اگر چہ سجدہ کے بعد ایسا ہوا ہو تو وہ سلام سے اپنی نماز توڑ کر جماعت میں شریک ہو جائے اور اگر دوسری رکعت میں ہے پھر اس کی دو صورتیں ہیں اگر سجدہ سے پہلے ہے تو توڑ دے ❶ اور اگر سجدہ کے بعد یہ صورت بنی تو اکیلے ہی اسے مکمل کر لے۔ اگر چار رکعتی نماز مثلاً ظہر یا عصر شروع کی تو اگر منفرد سجدے سے پہلے پہلی ❷ رکعت میں ہو تو اپنی نماز توڑ کر امام کے ساتھ شامل ہو جائے اگر سجدے کے بعد ہو تو دو رکعتیں یعنی شفع مکمل کر کے سلام پھیرے اور جماعت میں شریک ہو جائے تا کہ اسے جماعت کی فضلیت حاصل ہو سکے جو اس نے ادا کیا وہ نفل بن جائے گا اور جو کچھ اور کیا گیا وہ باطل ہونے سے بچ جائے اگر وہ تیری رکعت کے لیے اٹھا اور سجدہ کرنے سے پہلے اقامت شروع ہو گئی تو کھڑے کھڑے ایک سلام پھیر کر نماز توڑ دے البتہ اگر چار رکعتی نماز یا مغرب کی تیسری رکعت پوری کر لی تو وہ تنہا ہی اپنی نماز مکمل کر لے اس واسطے کہ اکثریت کو کل کا مرتبہ حاصل ہے اس کے بعد جماعت سے بنیت نفل پڑھے اس واسطے کہ فرض کی ایک وقت میں تکرار نہیں ہو سکتی جس کی دلیل حضرت یزید بن اسود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ میں حجۃ الوداع کے موقع پر نبی علیہ السلام کے پاس تھا میں نے آپ کی معیت میں مسجد خیف میں نماز فجر پڑھی جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو اپ کو دو آدمی لوگوں سے پیچھے نظر آئے جنھوں نے نماز نہیں پڑھی تھی آپ نے فرمایا انہیں مرے پاس لاؤ. وہ لائے گئے تو خوف سے ان کا شریر (جسم کی کھال) کانپ رہا تھا ❸ آپ نے فرمایا تمہیں ہمارے ساتھ نماز پڑھنے سے کس نے روکا تھا؟ وہ عرض کرنے لگے: یارسول اللہ! ہم نے اپنے ٹھکانے پر نماز پڑھ لی تھی آپ نے فرمایا ایسا نہ کیا کرو جب تم اپنے مقام پر نماز پڑھ کر جامع مسجد آؤ (وہاں نماز نہ ہوئی ہو) تو ان کے ساتھ نماز پڑھ لیا کرو وہ تمہارے لئے نفل بن جائے گی۔ ❹

جو شخص مسجد میں اس وقت داخل ہوا کہ وہاں نماز کی اقامت ہو رہی تھی وہ سنت پڑھنے کے بجائے جماعت میں شریک ہو جائے جس کی ادائیگی وہ فرض اور بعد کی سنتوں کے بعد کرے گا صرف فجر کی سنتیں جب جماعت رہ جانے کا خوف نہ ہو مستثنیٰ ہیں انہیں مسجد کے دروازے کے قریب ادا کر کے اندر داخل ہو اس لیے کہ اسے دو فضیلتیں حاصل کرنا ممکن ہے اگر جماعت فوت ہونے کا خدشہ ہو تو امام کے ساتھ فرض میں شامل ہو جائے کیونکہ جماعت کا زیادہ ثواب ہے اور جماعت ترک کرنے کی وعید (شرعی ڈانٹ) سخت ہے۔

اگر اس کی فجر والی سنتیں رہ گئی ہوں تو طلوع شمس سے پہلے ان کی قضا نہ کرے چونکہ ان کی حیثیت مطلق نفل کی ہے اور فجر کے بعد نفلوں کی ادائیگی مکروہ ہے اسی طرح شیخین کے نزدیک سورج بلند ہوتے وقت بھی ان کی قضا نہ کرے اس واسطے کہ سنت کی قضاء ہے ہی نہیں کیونکہ قضا واجب کے ساتھ خاص ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سنتوں کی قضاء کی ہے تو وہ لیلۃ التعریس ❺ کی وادی میں صبح طلوع شمس کے وقت فرضوں کی پیروں میں کی تھی، اس کے علاوہ حکم اپنی صل پر رہے گا جو عدم القضاء ہے (قضا کا نہ ہونا) اس بنا پر فجر کی سنتیں صرف فرضوں کے تابع ہو کر قضا ہونگی جب کبھی فرض فوت ہو گئے ہوں امام محمد فرماتے ہیں: زوال کے وقت تک فجر کی سنتیں قضا کی جائیں یہ مجھے زیادہ پسند ہے اس واسطے کہ بنی علیہ السلام نے لیلۃ التعریس کی صبح سورج بلند ہونے کے بعد ان کی قضا کی تھی اگر اس نے ظہر کی پہلی سنتیں شروع کیں پھر اقامت ہوئی یا جمعہ کی سنتیں شروع کیں اور خطیب منبر پر آ گیا زیادہ بہتر یہی ہے کہ دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر دے پھر فرضوں اور بعد کی سنتوں کی ادائیگی کے بعد چار سنتوں کی قضا کرے تا کہ خطبہ سننے اور پورے طریقہ سے ادائیگی کا فرض نہ رہ جائے۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور

---

❶ فتح القدیر ۱/۳۳۵، ۳۴۲ تبیین الحقائق ۱/۱۸۰، ۱۸۴ مراقی الفلاح ۷۷۔ ❷ اس سلسلہ میں ان کی عبارت یوں ہے پہلی رکعت کو سجدہ سے مقید نہ کیا ہو تو اسے توڑ کر امام کے ساتھ شریک ہو یا جائے یہی صحیح ہے۔ ❸ فرائص فریصہ کی جمع ہے وہ گوشت جو پہلو اور کندھے کے درمیان دھڑ کتا رہتا ہے ہوتا یہ جانور میں ہے انسان کے لیے بطور استعارہ استعال ہوا ہے کیونکہ انسان کا بھی ایک ٹکڑا خوف کے وقت کانپتا ہے ان کے شریر اس لیے کانپے کہ نبی علیہ السلام میں باوجود تواضع کے بہت زیادہ ہیبت اور جسمانی طاقت وعزت موجود رہتی جو ہر دیکھنے والے کو محسوس ہوتی تھی ❹۔ رواہ الخمسۃ الا ابن ماجۃ (نیل الاوطار ۳/۹۲) ❺ تعریس کا مطلب قوم کا کسی جگہ استراحت کے لیے پڑاؤ کر کے چل پڑنا۔

ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہے جب کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں بعد کی سنتوں سے پہلے ان کی قضا کی جائے علامہ شبلی ❶ فرماتے ہیں: بہتر یہ ہے کہ بعد کی دو سنتیں مقدم کی جائیں اس لیے کہ چار سنتیں پہلے والی تو اپنے مسنون مقام سے فوت ہو چکی ہیں تو یہ دو رکعتیں قصداً بلا ضرورت تو فوت نہ ہوں۔

نہم: مسجد میں جماعت کی تکرار..... نماز کے مکروہات میں ہم یہ بات پہلے جان چکے ہیں کہ احناف ❷ کا کہنا ہے کہ محلّہ کی مسجد میں اذان واقامت سے جماعت کی تکرار مکروہ ہے ہاں اس صورت میں مکروہ نہیں جب اس میں پہلی جماعت وہاں کے لوگوں کے علاوہ کسی اور نے کرائی ہو یا کرائی تو محلے کے لوگوں نے ہو لیکن آہستہ اذان سے یا وہاں کے لوگوں نے جماعت کی تکرار اذان واقامت کے بغیر کی ہو یا وہ راستے کی مسجد ہو یا ایسی مسجد ہو جس کا امام ومؤذن نہ ہو وہاں لوگ ٹولیاں ٹولیاں کر کر نماز پڑھتے ہوں اس وقت افضل یہ ہے کہ ہر فریق علیحدہ اذان واقامت سے نماز پڑھے محلّہ کی مسجد سے وہ مسجد مراد ہے جس کا امام اور جماعت جانی پہچانی ہو جب اذان دہرائی جائے اس وقت کراہت ہے اگر کوئی جماعت محلّہ کی مسجد میں بلا اذان ہو تو مباح ہے مگر احناف کی ظاہر الراویت سے پتہ چلتا ہے کہ مکروہ ہے لہٰذا بعض مساجد میں جو مختلف اماموں سے کئی جماعتیں کرائی جاتی ہیں ان کے نزدیک مکروہ ہیں۔

لیکن فقہاء کے ہاں نماز لوٹانے کے متعلق تفصیل ہے:

احناف..... ❸ فرماتے ہیں منفرد شخص امام کے ساتھ جماعت کی صورت میں اعادہ کرسکتا ہے جو جائز ہے اس کی دوسری نماز نفل ہوگی جس کی دلیل حدیث یزید بن اسود رضی اللہ عنہ جو فرض میں ملنے کی بحث میں گزر چکی ہے اور وہ حدیث جس میں نبی علیہ السلام نے ان دو آدمیوں سے فرمایا جو لوگوں کی صفوں کے اخیر میں آپ کے ساتھ ظہر کی نماز میں شریک نہ ہو سکے تھے جب تم اپنے مقام پر نماز پڑھ چکے پھر جامع مسجد آنا ہو تو ان کے ساتھ نماز پڑھ لیا کرو وہ تمہارے لئے نفل ہوگی جب وہ نفل ہوئی تو اسے حکم بھی نفل والا ہی ملے گا اس لئے عصر کی نماز کا اعادہ مکروہ ہے اس واسطے کہ عصر کے بعد نفل پڑھنا ممنوع ہے نفلی نماز کے پیچھے نفلی نماز مکروہ ہے جب جماعت کی تعداد تین سے زیادہ ہو ورنہ مکروہ نہیں اگر اس کا اعادہ بلا اذان کریں اور اگر اذان سے اعادہ کریں تو مطلقاً مکروہ ہے اور اس صورت میں جائز ہے جب اس نماز کا امام فرض پڑھ رہا ہو نہ کہ نفل چونکہ فرض کے پیچھے نفل نماز مکروہ ہیں۔

مالکیہ ❹ فرماتے ہیں..... جس نے با جماعت نماز پڑھ لی ہو وہ دوسری جماعت سے نماز نہ دہرائے البتہ اگر تین مساجد (مکہ مدینہ اور اقصیٰ) میں سے کسی ایک میں گیا ہو تو اعادہ کرنا مستحب ہے جس نے اکیلے نماز پڑھی جماعت کی صورت میں اعادہ کرنا جائز ہے چاہے دو یا زیادہ کی جماعت ہو ایک کے ساتھ نہیں ہاں البتہ اگر مسجد میں متعین ہے امام ہو تو اس کے ساتھ دہرا سکتا ہے کیونکہ مخصوص امام جماعت کی طرح ہے۔ سوائے مغرب اور وتروں کے بعد عشاء کے تمام نمازیں دہرا سکتا ہے جماعت کی فضیلت حاصل کرنا مکروہ نہیں۔ البتہ یہ مکروہ ہے کہ اس کی غیر حاضری میں کوئی شخص نماز پڑھائے بلکہ اور انتظار کیا جائے)۔

متعین امام کے اختتام کے بعد غیر متعین امام کی جماعت مکروہ نہیں صرف مکہ اور مدینہ کی مسجد میں مکروہ ہے جماعت کی کثرت میں رغبت دلانے کی لئے وہاں جماعت ثانیہ مکروہ ہے ایسا نہ ہو لوگوں کو دوسری جماعت ملنے کی وجہ سے ان دونوں مساجد میں متعین امام کے ساتھ جماعت کی حاضری میں سستی ہونے لگے یہ کسی عذر مثلاً کوئی شخص نیند وغیرہ کی وجہ سے جماعت سے رہ گیا تو جس کی جماعت رہ گئی ہو اس کے

❶..... حاشية الشلبی علی تبیین الحقائق ۱/۱۸۳) ❷ الدر المختار وردالمحتار ۱/۵۱۶. ❸ فتح القدیر ۱/۳۳۷. ❹ بدایة المجتهد ۱/۱۳۷ القوانین الفقهیة ۶۸ الشرح الصغیر ۱/۴۶۷

لئے جماعت کا اعادہ دونوں مساجد میں مکروہ نہیں۔ دونوں مساجد میں متعین اماموں کا بکثرت ہونا مکروہ تا کہ دیر سے آنے والے پہلے وقت کی فضلیت سے محروم اور جماعت کی کثرت فوت ہو جائے گی اگرچہ مسالک مختلف ہوں امام کو ایک نماز کا دوبارہ اعادہ کرنا مکروہ ہے جس کی صورت یہ ہے کہ لوگوں کو ایک ہی نماز کی دوبار امامت کرائے اور دوسری نماز میں فوت شدہ نماز یا کسی اور کی نیت کرے اور پہلی میں وقتی فرض کی نیت کرلے اس پر ائمہ کا اتفاق ہے یہ مکروہ بدعت ہے۔

دہم: **منفرد کا جماعت کی صورت میں نماز کا اعادہ**.....فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ جس نے اکیلے نماز پڑھی ہو جماعت کی صورت میں نماز کا اعادہ کرنا جائز ہے دوسری نماز نفل ہوگی تا کہ یزید بن اسود رضی اللہ عنہ کی سابقہ حدیث جو سنت سے ثابت ہے اس پر عمل ہو جائے ایک اور حدیث میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عصر کی نماز پڑھا چکنے کے بعد ایک شخص مسجد میں آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس پر کون احسان کرے گا کہ اس کے ساتھ نماز باجماعت پڑھے؟ چنانچہ لوگوں میں سے ایک آدمی نے اس کے ساتھ جماعت کرائی۔ ❶

نمازوں سے افضل ہے۔ جب مقررہ ائمہ کی تعداد زیادہ ہو جائے بایں طور کہ ایک کے بعد دوسرا پڑھائے راجح قول کے مطابق مکروہ ہے ایک ہی وقت میں مختلف جماعتیں مکروہ ہیں کیونکہ اس سے پریشانی بڑھے گی۔

شافعیہ..... ❷ فرماتے ہیں:

مقررہ امام کی اجازت کے بغیر چاہے پہلے ہو یا بعد میں یا ساتھ مطلقاً مسجد میں جماعت قائم کرنا مکروہ ہے لوگوں کی گزرگاہ میں بنائی گئی مسجد میں یا بازار میں یا اس مسجد میں جماعت کی تکرار مکروہ نہیں جس کا امام مقرر نہ ہو یا امام تو ہو لیکن مسجد مجمع کی گنجائش سے کم پڑ جائے یا وقت ختم ہونے کا خدشہ ہو تب بھی مکروہ نہیں وجہ یہ ہے تکرار کو دھوکا دہی پر محمول نہیں کیا جا سکتا۔

حنابلہ کا مسلک ہے..... ❸ مقررہ امام کی اجازت کے بغیر مسجد میں امام سے پہلے جماعت قائم کرنا حرام ہے اس واسطے کہ اس کی حیثیت صاحب خانہ کی سی ہے جو گھر کا زیادہ حقدار ہوتا ہے اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کوئی آدمی دوسرے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر ہرگز امامت نہ کرائے ❹ نیز اس کے ذریعہ لوگ اس سے متنفر ہوں گے ایسے ہی مخصوص امام کی نماز کے دوران دوسری جماعت قائم کرنا حرام ہے ان دونوں حالتوں میں نماز صحیح نہیں ہوگی اس بنا پر متعین امام کی اجازت سے جماعت (ثانیہ) نہ حرام ہوگی اور نہ مکروہ اس واسطے کہ اجازت سے جسے اجازت ملی وہ متعین امام کا نائب ٹھہرا اسی طرح اگر متعین امام کو کسی عذر کی بنا پر تاخیر ہو جائے یا یہ گمان (غالب) ہو کہ وہ نہیں ہے یا گمان ہوا امام ادھر ہی ہے لیکن موجود نہ ہو تو جماعت کا قائم کرنے کے اس سلسلہ میں ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی علیہ السلام کسی قوم میں صلح کرانے گئے واپس آئے تو لوگ نماز پڑھ چکے تھے آپ اپنے گھر تشریف لائے اور گھر کے افراد کو جمع کر کے (جماعت کی صورت میں) نماز پڑھی اگر ایسا کرنا جائز ہوتا تو آپ مسجد کی جماعت کے مقابلہ میں گھر کی جماعت کو اختیار نہ فرماتے نیز (تکرار کی ممانعت) سے جماعت کی کثرت میں اضافہ ہوتا ہے اگر تکرار مباح ہوتی تو لوگ بغیر کراہت جمع نہ ہوتے کیونکہ انہیں پہلے سے علم ہوگا کہ ہماری جماعت نہیں رہے گی۔

رہی راستے کی مسجد تو اس کے لوگ برابر ہیں اس میں ایک کے مقابلہ میں دوسرے فریق کی کوئی خصوصیت نہیں۔ اسی بنا پر راستے کی مساجد میں جماعت کی تکرار مکروہ نہیں۔ ایسی مساجد وہ ہوتی ہیں جن کا کوئی مقرر امام ومؤذن نہ ہو۔

مالکیہ ❺ **فرماتے ہیں**.....جس مسجد میں امام مقرر ہو اس میں جماعت کی تکرار مکروہ ہے اس طرح مقررہ امام سے پہلے جماعت قائم

---

❶.....رواہ ابوداؤد والترمذی وحسنہ من حدیث ابی سعید الخدری واسنادہ جید. ❷مغنی المحتاج: ۱/۲۳۴ المھذب ۱/۹۵.
❸کشاف القناع ۱/۵۳۶، ۵۳۹ المغنی ۱/۸۰. ❹ابوداؤد عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لایحل لرجل یؤمن باللہ والیوم الاخر ان یوم قوما الا باذنھم ولا یخص نفسہ بدعوۃ دونھم فان فعل فقد خانھم (نیل الاوطار ۳/۱۵۹) ❺الشرح الصغیر ۱/۴۲۲، ۴۴۲.

کرنا مکروہ ہے متعین امام کی جماعت کے ساتھ جماعت قائم کرنا حرام ہے اس سلسلہ میں ان کا قاعدہ یہ ہے کہ جب مخصوص امام کی نماز کے لیے اقامت کہی جا چکی تو پھر دوسری فرض نفل نماز کی جماعت یا انفرادی قیام جائز نہیں جس نے متعین کے امام کے ساتھ اپنی جماعت میں نماز پڑھی اسے چاہیے کہ وہ مسجد سے نکل جائے تا کہ امام پر طعن وتشنیع کا موقع نہ ملے جب کوئی جماعت مسجد آئے اور متعین کو دیکھے کہ وہ نماز پڑھا چکا ہے تو ان کے لئے مسجد سے نکل جانا مستحب ہے تا کہ وہ مسجد سے باہر جماعت سے نماز پڑھ سکیں صرف تین مساجد (مسجد حرام مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ) مستثنیٰ ہیں اس میں اکیلے اکیلے نماز پڑھیں گے اگر وہاں جانے کا موقع ملے اس واسطے کہ وہاں کی تنہا نماز دوسری مساجد کی جماعت والی۔

ان دونوں کو دہرانا حرام ہے رہی مغرب تو وہ اس وجہ سے نہیں دہرا سکتا کہ وہ پہلے کے ساتھ شفع بن جائے گی اس لیے کہ دہرائی گئی نماز نفل کا حکم رکھتی ہے اور عشاء کو وتروں سے دہرایا جائے گا وتروں کے بعد نہیں کیونکہ اگر وتر دہرائے تو نبی علیہ السلام کے ارشاد کی مخالفت لازم آئے گی کہ ایک رات میں دو وتر نہیں اور اگر انہیں نہ دہرایا تو اس حدیث کی مخالفت ہو جائے گی رات کی اپنی آخری نماز وتر کر لیا کرو۔

ہر منفرد نماز کا اعادہ کر سکتا ہے صرف وہ منفرد اعادہ نہ کرے جس نے تین مساجد میں سے کسی ایک میں نماز پڑھی ہو تو اس کے لیے ان مساجد سے باہر نماز کا جماعت کی صورت میں اعادہ کرنا مکروہ ہے۔ جماعت کی صورت ان کا اعادہ انہی مساجد میں کرنا مستحب ہے مقتدی ہو تو اعادہ کرے امام ہو تو اعادہ نہ کرے جیسا کہ حنفیہ کا کہنا ہے اعادہ کرنے والا فرض کی نیت اس طرح کرے کہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے جونسی نماز اللہ تعالیٰ قبول فرمالے۔

شافعیہ..... ❶ اکیلے شخص اسی طرح اصح قول کے مطابق جماعت کے لیے اصح قول میں فرض کی نیت سے منفرد یا جماعت کے ساتھ فرض کا اعادہ کرنا مسنون ہے جسے وقت میں پا سکے اگر چہ ایک رکعت ہی ہو یہی راجح قول ہے اگر چہ وقت مکروہ ہو اور اعادہ صرف ایک بار ہو راجح قول کے مطابق جس نفل نماز کی نذر مانی ہو اس کا اور نماز جنازہ کا اعادہ مستحب نہیں کیونکہ یہ نفل نہیں پڑھی جائیں دوسری نماز کا صحیح ہونا شرط ہے اگر چہ قضاء کی ضرورت نہ ہو اور دوسری نماز کی تکبیر تحریمہ کے وقت صف سے تنہا نہ ہو باوجود یکہ صف میں اس کے داخل ہونے کا امکان ہو اور دوسری نماز قیام پر قادر شخص کی ہو اور جو جماعت کا اعادہ کر رہا ہے اس کے حق میں جماعت مطلوب ہو اگر اعادہ کرنے والے کے پاس کپڑے نہ ہوں تو وہ اندھیرے کے علاوہ کسی وقت نہ دہرائے یہ صحیح ہے کہ اعادہ کرنے والا امام ہو۔ ایک شخص نے نماز پڑھ کر پھر جماعت کے ساتھ اعادہ کیا قول جدید کے مطابق فرض پہلے ہونگے جس کی دلیل حضرت یزید بن اسود رضی اللہ عنہ کی گزشتہ حدیث ہے چونکہ اس میں نبی علیہ السلام نے دوسری نماز کو نفل شمار کیا ہے نیز پہلی نماز کی وجہ سے فرض ساقط ہو گئے اس لیے اب ضروری ٹھہرا کہ دوسری نماز نفل ہی رہے وہ فرض نماز لوٹانے کی نیت کرے تا کہ نماز ابتداہی سے نفل نہ بنے۔

حنابلہ..... ❷ کسی شخص کے مسجد میں ہوتے نماز کی اقامت ہو اور وہ اس سے پہلے اکیلے یا جماعت کے ساتھ نماز پڑھ چکا ہے نماز کا اعادہ کرنا مستحب ہے اگر چہ اعادہ کا وقت ممنوع وقت ہو پھر چاہے اعادہ مخصوص امام یا کسی اور کے ساتھ ہو سوائے مغرب کے کیونکہ اس کا اعادہ مسنون نہیں اعادہ کی ہوئی نماز نفل ہوتی ہے اور وہ نفل نماز طاق نہیں ہوتی ہے اس کی پہلی نماز فرض ہو گی حضرت یزید بن اسود رضی اللہ عنہ کی سابقہ حدیث اس کی دلیل ہے دوسری میں اعادہ کی نیت کرے کیونکہ فرضیت پہلی سے ساقط ہو گئی اگر اس نے اعادے والی نماز میں نفل کی نیت کی تو کیفیت کے مطابق صحیح ہے مثلاً اس نے ظہر کی نیت کی تو نماز صحیح ہو جائے گی پر ہو گی نفل۔

مسجد سے باہر شخص نے دیکھا کہ جماعت ہونے لگی ہے پس اگر وہ وقت ممنوع ہو تو اس کے لیے مسجد میں داخل ہونا مستحب نہیں یہاں تک

---

❶ .....مغنی المحتاج ۱/۲۳۳ المهذب ۱/۹۵. ❷ کشاف القناع ۱/۵۳۷

کہ جماعت ہو جائے اس کے لیے اعادہ حرام ہوگا صحیح نہیں ہوگا چاہے اس نے مسجد میں داخل ہونے سے جماعت میں شامل ہونے کا قصد کیا ہو یا نہیں۔ بہرکیف اگر وقت ممنوع نہ ہو اور اعادہ کے لئے مسجد کا قصد ہو تو اس کے لئے اعادہ مسنون نہیں اور اگر اس کا قصد نہ ہو تو اعادہ مسنون ہے۔

یازدھم: نماز اور جماعت کے لیے کھڑے ہونے کا مستحب وقت:

نماز اور اقامت کی بحث میں ہمیں نماز اور جماعت کے لیے کھڑنے ہونے کے مستحب وقت کے بارے میں فقہاء کی چار آراء کی پہچان ہوئی تھی یہاں ہم ان کا مختصر جائزہ لیتے ہیں۔

حنفیہ کے ہاں امام کے کھڑے ہونے کے بعد نمازی حی علی الفلاح پر کھڑا ہو۔

حنابلہ......کا مذہب ہے کہ قد قامت الصلوٰۃ کے وقت کھڑے ہوں۔

شافعیہ......کی رائے یہ ہے کہ اقامت کہنے والے کی اقامت کے بعد کھڑے ہوں۔

مالکیہ کہتے ہیں یہ بات لوگوں کی حسب طاقت ہے چاہے اقامت کی حالت میں کھڑے ہوں شروع میں یا آخر میں اس لیے کہ شرع میں اس کے متعلق منقول روایت نہیں صرف حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی سابقہ حدیث ہے آپ علیہ السلام نے فرمایا جب نماز کی اقامت ہو تو جب تک مجھے نہ دیکھ لو کھڑے نہ ہوا کرو۔ ابن رشد فرماتے ہیں اگر یہ روایت صحیح ہے ہم (صاحب الفقہ الاسلامی) پہلے بیان کر چکے ہیں کہ یہ متفق علیہ حدیث ہے تو اس پر عمل واجب ہے ورنہ مسئلہ اپنی اصل پر رہے گا یعنی معاف ہے اور شرع میں کوئی مسموع روایت نہیں جب بھی کوئی کھڑا ہو جائے بہتر ہے۔ ❶

دوازدہم: جمعہ و جماعت ترک کرنے کے عذر...... ❷ مندرجہ ذیل اسباب کی بنا پر آدمی جمعہ اور جماعت ترک میں معذور سمجھا جائے گا۔

۱۔ ایسی بیماری جس کے ساتھ مسجد میں حاضر ہونا مشکل ہو جیسے بارش کی مشقت اگرچہ وہ بیماری فرض ساقط ہونے کی حد تک نہ پہنچی ہو۔ اس کے برخلاف ہلکی بیماری جیسے معمولی سر درد ہلکا بخار تو وہ عذر نہیں۔ اسی طرح ایسے بیمار کی تیمارداری جس کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہ ہو اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار نہ ہو اس لئے کہ آدمی سے تکلیف دور کرنا اہم کام ہے نیز قریبی رشتہ دار کے بارے میں مال کا نقصان ہونے سے زیادہ دکھ درد محسوس ہوتا ہے غیر قریبی رشتہ داروں میں بیوی داماد دوست اور استاذ شامل ہے بیماری کی معذوری کی دلیل اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے دین میں کسی قسم کی تنگی روا نہیں رکھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیمار ہوئے تو اتنی نقاہت ہوگئی کہ مسجد جانے سے رہ گئے لوگوں سے فرمایا: ابوبکر سے کہو لوگوں کی امامت کرے ❸ اس سلسلہ میں کسی بیماری کے پیدا ہونے سے خوفزدہ شخص بھی معذور ہے جس کی دلیل وہ روایت جو ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عذر کی تفسیر خوف اور بیماری سے فرمائی ❹ اس سے بیمار اپاہج کافی عرصے کا مریض جس کے مخالف سمت ہاتھ اور پاؤں کٹے ہوں یا صرف پاؤں کٹا ہو فالج زدہ بے حد عاجز بوڑھا نابینا ان لوگوں پر جماعت واجب نہیں حنفیہ کی رائے کے مطابق اگرچہ اسے لے جانے والا مل جائے جب کہ حنابلہ مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک اس صورت میں ترک جمعہ میں تو معذور ہوگا جماعت چھوڑنے میں معذور نہیں ہوگا جیسا کہ تفصیل آرہی ہے۔

---

❶......بدایۃ المجتہد ۱/۱۴۵۔ ❷الدر المختار ۱/۵۱۹، مراقی الفلاح ۴۸ البدائع ۱/۱۵۵، مغنی المحتاج، ۲۳۴، ۲۳۶، المہذب ۱/۹۴ المجموع ۴/۱۰۰۔۱۰۲ کشاف القناع ۱/۵۸۳، ۵۸۷، الحضرمیۃ ۶۶ القوانین الفقہیۃ ۶۹، الشرح الصغیر ۱/۵۱۶،۵۔ ❸ متفق علیہ۔ ❹رواہ ابوداؤد وغیرہ وفی اسنادہ رجل مدلس ولم یضعفہ ابوداؤد

نمازی کو اپنی جان مال اور آبرو کے بارے میں خدشہ ہو یا ایسی بیماری کا خوف ہو جس کے ساتھ جانا باعث مشقت ہو جیسا کہ ذکر ہوا ہے جس کی دلیل ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اذان سنتا ہو اور (عملی) جواب نہ دیتا ہو اس کی نماز (گھر میں) نہیں ہوتی ہاں کوئی عذر ہو (تو جدا بات ہے) لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! معذوری کیا ہو سکتی ہے؟ فرمایا:

خوف یا بیماری اس واسطے ظالم کے خوف کی وجہ سے تنگدست کی قید کی وجہ سے یا تنگدست سے قرض خواہ جدا نہیں ہوگا ننگے پن اور کسی ایسی سزا کے خوف سے جس کے ترک کرنے کی امید ہو جیسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تعزیرات یا کسی آدمی کی طرف سے ہو قصاص، اور تہمت کی ایسی حد جس میں اگر کچھ ایام غائب رہا تو معافی قبول کی جاسکتی ہے بیماری کے بڑھنے یا اس میں تاخیر ہونے کا خوف ہو تو جماعت اور جمعہ کی نماز واجب نہیں ہے۔

اگر مریض کو سوار ہو کر مسجد آنے یا اٹھا کر لائے جانے میں تکلیف نہ ہوتی ہو یا اس پر کوئی یہ احسان کرے کہ اسے سوار کرلائے یالا دلائے اور اگر نابینا ہے تو اس کا ہاتھ تھام لائے ان تمام صورتوں میں حنابلہ مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک جمعہ اس پر لازم ہے کیونکہ جمعہ میں تکرار نہیں اور جماعت لازم نہیں ہے سفر میں اگر چہ وہ سفر سیر سیاحت کا ہو اپنے ساتھیوں سے بچھڑ جانے کا خدشہ ہو یا مال مثلاً تنور میں لگی روٹیوں اور آگ پر دھرے سالن کے جلنے کا خوف ہو یا کسی موقع کا ہاتھ سے نکل جانے کا ڈر ہو مثلاً ایسے شخص کے چلے جانے کا خوف ہو جو کسی جگہ کسی ضائع ہونے والی چیز کا پتہ بتائے گا۔

۳..... بارش، کیچڑ انتہائی سردی، ظہر کے وقت سخت گرمی، رات میں نہ کے دن میں تیز تند ہوا اور بے حد تاریکی جس کی دلیل حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے فرمایا: ہم جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں ہوتے شب دیجور یا بارانی رات ہوتی تو آپ کا قصد یہ اعلان کرتا: اپنے اپنے ٹھکانوں پر نماز پڑھ لو ❶ اولے اور برفباری بارش کا حکم رکھتی ہے۔

۴..... پیشاب پاخانے کا دباؤ یا ان میں سے کسی ایک کی شدت، چونکہ اس سے نماز کی تکمیل اور خشوع پورا نہیں ہوتا کھانے کی موجودگی جب دل للچار ہا ہو یعنی بھوک پیاس کی تیزی ہو جس کی دلیل صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے ہرگز جلدی نہ کرنا اس سے فارغ ہو جاؤ سفر کا ارادہ، خطرہ ہو کہ قافلہ کوچ کر جائے گا یعنی سفر کے ساتھیوں کے ساتھ تیار ہو رہا ذاتی سفر تو وہ عذر نہیں اونگھ و مشقت کا غلبہ چنانچہ ایک شخص نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز شروع کی جب حضرت معاذ نے نماز تھوڑی لمبی کی تو وہ شخص علیحدہ ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کی اطلاع ملی آپ نے اس پر نکیر نہیں فرمائی لیکن اپنے آپ پر قابو اور ثابت قدمی بہتر ہے تاکہ اونگھ وغیرہ ختم ہو جائے با جماعت نماز افضل ہے اس واسطے کہ اس میں جماعت کا ثواب ملے گا احناف نے فقہ (دینی مسائل) میں مشغول نہ کہ کسی اور چیز کا مشغلہ بھی شامل کیا ہے۔

۵..... نیم پختہ بدبودار چیز کا کھانا جب کہ اس کی بوختم نہ ہو سکتی ہو جس نے لہسن، پیاز یا مولی کھائی ہو اس کا مسجد آنا مکروہ ہے جب اس کی بدبو ختم نہ ہو جائے تاکہ اس کی بدبو سے فرشتوں کو اذیت نہ ہو حدیث میں آتا ہے جس نے لہسن یا پیاز کھایا ہو وہ ہم سے اور ہماری مساجد سے دور رہے اسے چاہیے کہ وہ اپنے گھر بیٹھ رہے ❷ بدبودار گاجر اسی کے حکم میں ہے اسی طرح ہر بدبودار شے اس واسطے کہ اصل سبب اذیت پہنچانا ہے۔ جس شخص کو برص کوڑھ وغیرہ ہو جس سے اذیت پہنچ سکتی ہے اگر اسے لہسن کھانے پر قیاس کریں تو ایسا شخص اذیت کا جامع ہے اس کا بھی یہی حکم ہے۔

---

❶..... رواہ البخاری ومسلم لفظهما الا صلوا في الرحال رحال سے مراد ٹھکانے چاہے مٹی کے ہوں بالوں یا کسی اور چیز کے رواہ ابن ماجه باسناد صحیح ولم یقل فی السفر وهناک احادیث اخری فی الموضوع (نیل الاوطار ۱۵۵/۳) ❷ رواہ البخاری ومسلم عن جابر وفی لفظ من اکل من هذه الشجرة الخبيثة فلا يقربن مصلانا

۶.....کسی جگہ کی قید اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اللہ تعالیٰ کسی متنفس سے اس کی گنجائش سے زیادہ کام کا ذمہ دار نہیں بناتا۔

۷.....شافعیہ نے ان میں بازاری چھتوں کے ٹپکنے زلزلہ اور لُو (دوپہر یا رات کی گرم ہوا) بھی شامل کی ہے نیز گم شدہ چیز کی تلاش جس کے مل جانے کی امید ہو چھینی شے واپس لوٹانے کی کوشش، حد سے بڑھا ہوا موٹاپا، ایسی پریشانی جس سے خشوع میں فرق پڑے، میت کی تجہیز وتکفین کی مشغولی، راستے یا مسجد میں نمازی کو اذیت پہنچانے والی چیز کی موجودگی، رات کی نماز میں سہاگ رات کا آ جانا شرعی حد سے امام کا نماز لمبی کرنا مقصودی سنتوں کا ترک کرنا امام تیز رفتاری سے قرأت کرتا ہو اور مقتدی سبت رفتار ہو یا امام ان لوگوں میں سے جن کی اقتداء مکروہ ہے۔ یا اسے خود اس کے ذریعہ فتنہ میں پڑنے کا خدشہ ہے۔

حنابلہ نے امام کی لمبی قرأت شب زفاف اور شادی کے مسئلہ میں ان کی تائید کی ہے مالکیہ کے ہاں سہاگ رات کی وجہ سے چھ دن تک جمعہ و جماعت ساقط ہو جاتی ہے اور مشہور قول کے مطابق ساتویں روز دولہے سے ساقط نہیں ہوتی، انہوں نے شافعیہ کی طرح اس شخص کو بھی شمار کیا ہے جس پر قصاص ہو اور معافی کی امید ہو اسے معذور سمجھا جائے گا اور جس پر تہمت کی حد ہو اور اس کی کسی آدمی سے معافی کی امید ہو رہا وہ شخص جس پر حدود اللہ میں سے مثلاً حد زنا، حد شراب نوشی اور ڈاکہ زانی کی حد ہو تو وہ معذور نہیں کہ جمعہ اور جماعت چھوڑ دے کیونکہ حدود میں مصالحت شامل نہیں ہو سکتی بخلاف قصاص کے اس پر صلح ہو سکتی ہے۔

احناف کے ہاں جس عذر سے جماعت کی حاضری ساقط ہو جاتی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے..... اٹھارہ ❶ امور میں سے کوئی ایک ہو تو جماعت میں حاضری ساقط ہو جاتی ہے: (۱) بارش (۲) اولے (۳) خوف (۴) اندھیرا (۵) قید (۶) نابینا پن (۷) فالج (۸) ہاتھ اور پاؤں کا کٹا ہوا ہونا (۹) اپاہج پن (۱۰) بیماری (۱۱) کیچڑ (۱۲) کئی سالوں کی بیماری (۱۳) بڑھاپا (۱۴) ایسی جماعت کے ساتھ فقہ کی تکرار جو اس کے بغیر رہ جائے (۱۵) کھانے کی موجودگی جس کی خواہش ہو رہی ہو (۱۶) سفر کا ارادہ (۱۷) بیمار کی تیمارداری (۱۸) دن کے بجائے رات میں تیز تند ہوا۔ اگر کوئی شخص ان مباح عذروں میں سے کسی عذر کی وجہ سے جماعت سے رہ گیا تو اسے جماعت کا ثواب ملے گا۔

مقصد ثانی: امامت..... اس کی تعریف، اس کی دو قسمیں، اماموں کی شرائط یا کس کی امامت صحیح ہے، امامت کا زیادہ حقدار، امامت کے مکروہات، کس کی امامت مکروہ ہے مقتدی کے سوا امام کی نماز کب فاسد ہو جاتی ہے اور کس سے امام مقتدی دونوں کی نماز فاسد ہو جاتی ہے امام مقتدی سے کیا وصول کر سکتا ہے امام کے خصوصی احکام وغیرہ۔

اول: امامت کی تعریف اور اس کی دو قسمیں..... خیر و شر میں جس کی پیروی اور اقتداء کی جائے وہ امام ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اور ہم نے ان (بنی اسرائیل) میں سے امام (رہنما) بنائے جو ہمارے حکم کے مطابق لوگوں کی رہنمائی کرتے تھے۔'' ارشاد ہے اور ہم نے ان کفار کو جہنم کی طرف بلانے والے امام بنایا ہے۔

امامت کی دو قسمیں ہیں..... کبریٰ اور صغریٰ۔

امامت کبریٰ، لوگوں پر عمومی تصرف و کنٹرول کا نام ہے۔ عمومی تصرف سے مراد بادشاہ کی فرمانبرداری ہے یا وہ کوئی دین و دنیا کی عام ریاست ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت ہو۔ ماوردی ❷ فرماتے ہیں: امامت دین و دنیا کی حفاظت کے لیے خلافت نبوی کے لیے مقرر کی گئی ہے اس پر علماء ❸ کا اتفاق ہے کہ امام بادشاہ کا تعین ایک اہم شرعی واجب ہے امام کا مسلمان صاحب قدرت، قریشی، عاقل، بالغ، آزاد اور مرد ہونا شرط ہے لیکن اس کا ہاشمی اور علوی (یعنی حضرت علی کی اولاد سے جیسا کہ شیعہ کا کہنا ہے) معصوم۔ (جیسا شیعہ) امامیہ اور اسماعلیہ کا عقیدہ ہے ہونا شرط نہیں فاسق کو بادشاہ بنانا مکروہ ہے فاسق ہونے کی وجہ سے اسے معزول کر دینا چاہیے ہاں کسی فتنہ کی وجہ سے ہو تو الگ بات ہے بادشاہ

---

❶.....الدر المختار وردالمختار ۱/۵۱۱۔۵۱۳۔ ❷ الاحکام السلطانیۃ ۳۔ ❸ سابقہ حوالے

کے لیے درستگی کی دعا کرنی چاہیے تین میں سے کسی ایک امر سے امامت و بادشاہت صحیح ہے۔

ارباب حل وعقد کا اختیار، وراثت یعنی سابقہ بادشاہ کا ولی عہد، ارباب ❶ حل وعقد کی بیعت کے بغیر ضرورت کی بناپر غلبہ اور زبردستی۔

امامت صغریٰ.....نماز کی امامت ہے جو اصل میں امام اور مقتدی کی نماز کا تعلق ہے۔

دوم: امامت یا جماعت صحیح ہونے کی شرطیں.....نماز کے امام کی امامت ان شروط سے صحیح ہوتی ہے۔❷

اسلام.....❸اس لئے بالاتفاق کسی کافر کی امامت صحیح نہیں۔

حنابلہ ❹ نے ذکر کیا.....جب کسی ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھ لی جس کے مسلمان ہونے میں شک تھا یا وہ ہیجڑا تھا تو مقتدی کی نماز صحیح ہے جب تک اس کا واضح کفر اور خنثیٰ مشکل (ایسا ہیجڑا جس کا مرد یا عورت) ہونا ظاہر نہ ہو جائے کیونکہ بظاہر نمازی مسلمان ہی نہیں خاص کر جو امام ہوگا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ وہ ہیجڑا نہیں ہوگا خصوصا وہ شخص جو مردوں کی امامت کرتا ہے۔

نماز کے بعد مقتدی کو پتہ چلا کہ وہ کافر یا خنثیٰ مشکل ہے تو نماز کا اعادہ ضروری ہے نماز کی وجہ سے آدمی کو مسلمان سمجھا جائے گا خواہ وہ دارالحرب میں ہو یا دارالاسلام میں اور چاہے اکیلے نماز پڑھا ہو یا باجماعت اس کے بعد وہ اگر اسلام پر قائم رہا ہو کوئی اشکال نہیں اور اگر وہ اسلام پر قائم نہ رہا تو وہ مرتد ہے اس پر مرتدوں کے احکام جاری ہوں گے اور اگر اس کے مرنے سے پہلے کوئی خلاف اسلام بات ظاہر نہیں ہوئی تو وہ مسلمان شمار ہوگا اس کے کافر وارثوں کے بجائے مسلمان وارث اس کی میراث کے حقدار ہوں گے۔

ایسا ہی شافعیہ کا قول ہے:

کہ اگر امام کا کافر یا عورت ہونا معلوم ہو جائے تو نماز کا اعادہ واجب ہے۔

۲۔ **عقل**.....اس لیے مجنون کے پیچھے نماز نہیں ہوگی کیونکہ اس کی اپنی نماز باطل ہے سو اگر اس کا جنون ختم ہو گیا تو افاقہ کے وقت اس کی اقتداء میں نماز درست ہے لیکن اس کی اقتداء کرنا مکروہ ہے کہیں نماز کے دوران مفسد نماز کوئی چیز پیش نہ آجائے کیونکہ نماز میں جنون تو موجود ہے البتہ نماز صحیح ہوگی کیونکہ اصل حالت سلامتی کی ہے صرف شک کی بناپر نماز فاسد نہیں ہوگی۔ ان دو شرطوں کے بارے میں تسامح ہوا ہے کیونکہ یہ دونوں مطلقا نماز کی شرطیں ہیں نہ کہ امام کی، مدہوش اور نشے میں مست شخص مجنون کی طرح ہے ان کے پیچھے نماز صحیح نہیں اسی طرح ان کی اپنی نماز بھی صحیح نہیں چہ جائیکہ ان کی اقتداء کرنے والے کی نماز۔

۳۔ **بالغ ہونا**.....لہٰذا جمہور کے نزدیک سمجھدار بچے کی امامت بالغ کے حق میں حنفیہ کے ہاں فرض یا نفل میں صحیح نہیں مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک صرف فرض میں صحیح نہیں۔ رہے نفل کسوف جیسے (گرہن اور تراویح وغیرہ تو اس کی امامت اپنے جیسے شخص کے لیے صحیح ہے اس وجہ سے ایک متنفل دوسرے متنفل کی امامت کر رہا ہے اس سلسلہ میں ان کی دلیل اثرم رضی اللہ عنہ کی روایت بحوالہ ابن مسعود و ابن عباس رضی اللہ عنہما ہے بچہ جب تک بالغ نہ ہو جائے امامت نہ کرے اس واسطے کہ امامت کمال کی حالت ہے اور بچہ کامل لوگوں میں سے نہیں۔ نیز بچہ نماز کی شرط اور قرأت میں خلل سے محفوظ نہیں ہوتا۔

شافعیہ.....فرماتے ہیں بالغ شخص سمجھدار بچے کی اقتداء کر سکتا ہے چنانچہ عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی

---

❶.....سابقہ حوالے ❷ الدرالمختار ۱/۵۱۳، ۵۳۹، ۵۵۴، اللباب ۱/۸۲ البدائع ۱/۵۶ الشرح الصغیر ۱/۴۳۳، ۴۳۶ القوانین الفقہیة ۶۷ المہذب ۱/۱۶ مغنی المحتاج ۱/۲۳۸، ۲۴۱ کشاف القناع ۱/۵۵۹ ۵۶۰، ۵۶۴، ۵۷۰، المغنی ۱/۱۹۲، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۷، ۲۰۱، ۲۲۸ المجموع ۴/۱۴۷، ۱۲۲۔❸المغنی ۱/۲۰۰ ❹مغنی المحتاج ۱/۲۴۱

اللہ علیہ وسلم کے دور میں امامت کرائی حالانکہ میں سات سالہ بچہ تھا ❶ زیادہ صحیح روایت ان کے ہاں یہ ہے کہ جمعہ میں بھی کراہت کے ساتھ بچے کی امامت صحیح ہے۔

ثابت شدہ مردانگی جب امام مرد یا ہیجڑا ہو.....لہٰذا عورت اور ہیجڑے کی مردوں کو امامت کرانا صحیح نہیں نہ فرضوں میں اور نہ نفلوں میں البتہ جب اقتداء کرنے والی عورتیں ہوں تو جمہور کے ہاں ان کے امام کے لیے مرد ہونا شرط نہیں اس صورت میں عورت کی امامت عورتوں کے حق میں صحیح ہے جس کی دلیل وہ روایت ہے جو حضرت عائشہ ام سلمہ اور عطاء سے مروی ہے کہ عورت عورتوں کی امامت کرائے دارقطنی نے ام ورقہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اپنے گھرانے کی عورتوں کی امامت کرنے کی اجازت دی تھی۔ ❷

شافعیہ کے ہاں عورتوں کی جماعت مکروہ نہیں بلکہ مستحب ہے ان کی امام درمیان میں کھڑی ہو ❸ اس سلسلہ میں امام احمد سے دو روایتیں ❹ ہیں۔ایک روایت استحباب کی اور ایک عدم استحباب کی۔

احناف فرماتے ہیں.....عورتوں کی تنہا جماعت چاہے تراویح کی ہو مردوں کے بغیر مکروہ تحریمی ہے اس سے نماز جنازہ مستثنیٰ ہے اس میں ان کی جماعت مکروہ نہیں کیونکہ یہ ایسا فرض ہے جو مکروہ نہیں۔اگر انہیں جماعت پڑھانی پڑ جائے تو ان کی امام عورت درمیان میں کھڑی ہو جیسے ننگے باجماعت نماز پڑھیں گے۔کراہت کی دلیل نبی علیہ السلام کا ارشاد عورت کی نماز اس کے گھر میں اس کے حجرے کی نماز سے بہتر ہے اور اس کے پردے کی جگہ کی نماز اس کے گھر کی نماز سے افضل ہے ❺ چونکہ عورتوں کو دو ممنوع کام کرنا پڑتے ہیں ایک امام کا درمیان صف میں قیام کرنا جو مکروہ ہے یا آگے بڑھ کے کھڑا ہونا یہ بھی ان کے حق میں مکروہ ہے تو ان کی حیثیت ننگوں کی سی ہوئی اس لئے ان کے حق میں بنیادی طور پر جماعت جائز و مشروع ہی نہیں۔اسی بنا پر ان کے لئے اذان دینا مشروع نہیں جو جماعت کا بلاوا ہے اگر ان کی جماعت مکروہ نہ ہوتی تو اذان مشروع ہوتی اسی طرح ان کے نزدیک عورتوں کا مطلقاً جماعت میں حاضر ہونا اگرچہ جمعہ عیدین یا رات کے وعظ کے لئے مکروہ ہے رہا دن کا وعظ تو اگر فتنے سے امن ہو تو جائز ہے یہی مفتی بہ مذہب ہے جیسا ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اسی طرح کسی ایک مرد کی تمام عورتوں کو امامت کرانا جہاں دوسرا مرد نہ ہو اور نہ اس مرد کی کوئی محرم عورت مثلاً اس کی بہن یا بیوی نہ ہو مکروہ ہے اگر ان عورتوں کا مذکورہ لوگوں میں سے کوئی ہو یا ان کی امامت مسجد میں کرائے تو پھر مکروہ نہیں یہ قول حنابلہ کے مذہب کے موافق ہے اس واسطے نبی علیہ السلام نے مرد کو اجنبی عورت کے ساتھ خلوت وتنہائی میں بیٹھنے سے منع فرمایا ہے نیز اس سے وساوس پیدا ہوتے ہیں۔

۵۔ظاہری اور باطنی نجاست سے پاکی.....ایسے ہی کسی بے وضو شخص یا جس پر کوئی نجاست لگی ہو کی امامت صحیح نہیں کیونکہ اس کی نماز باطل ہے پھر جمہور کے نزدیک چاہے اسے اس کا علم ہو یا نہ ہو (بھولے سے ایسا ہوا ہو)

مالکیہ.....فرماتے ہیں: جان بوجھ کر بے وضوگی کا قصد نہ کرنا شرط ہے اگرچہ امام کو اس کا علم نماز سے فارغ ہونے کے بعد ہوا ہو چنانچہ اگر امام جان بوجھ کر بے وضوگی کا قصد کرے گا تو اس کی اور اس کے مقتدیوں کی نماز باطل ہو جائے گی۔البتہ اگر بھولے سے ایسا ہوا تو اس کی نماز صحیح ہے اگرچہ نجاست کا پتہ نماز سے فراغت کے بعد ہوا ہو اس واسطے کہ ان کے نزدیک صرف طہارت ظاہری کا علم نماز کے صحیح ہونے کے لیے شرط ہے اس لئے اگر پتہ ہو تو بے وضو اور جنبی آدمی کی اقتداء صحیح نہیں۔مذاہب اربعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ مقتدیوں کی نماز صحیح ہے انھیں اجر وثواب بھی ملے گا شافعیہ اور حنابلہ کے ہاں جمعہ کی نماز مستثنیٰ ہے جب امام کو حدیث ہو یا اس پر نجاست لگی ہو مقتدیوں کی تعداد چالیس ۴۰

---

❶.....رواہ البخاری صححہ عن جابر ورواہ البخاری والنسائی بنحوہ عن عمر وبن سلمہ (نیل الاوطار ۱۶۵/۳)

❷المجموع ۹۶/۴۔❸المغنی ۲۰۲/۲ کشاف القناع ۵۶۴/۱۔❹تبیین الحقائق ۱۳۴/۱، الدر المختار ۵۲۸/۱ اللباب ۸۲/۱۔

❺ابو داؤد عن ابن مسعود واخرجہ احمد والطبرانی من حدیث امام حمید الساعدیۃ نحوہ (نیلا الاوطار ۱۳۲/۳)

امام ؒ بے وضو ہونے اور اس پر نجاست کا علم نماز سے فراغت کے بعد ہوا ہو تو صحیح نہیں اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جب جنبی شخص کسی قوم کی امامت کرے تو وہ اپنی نماز لوٹائے قوم کی نماز پوری ہوگئی۔ ❶

شافعیہ.....فرماتے ہیں: جس شخص پر نماز کا اعادہ لازم ہو اس کی اقتداء صحیح نہیں جیسے کوئی مقیم پانی کی عدم موجودگی میں تیمم کرے یا کسی کے بدن پر نجاست لگی اس کے دھونے سے خوف ہو اور وہ بے وضو شخص جس نے پانی مٹی کی عدم دستیابی کی وجہ سے نماز پڑھ لی۔

۶۔ اچھے انداز سے قرأت اور ارکان کی ادائیگی.....یعنی امام اتنی اچھی قرأت کر سکتا ہو جس کی بغیر نماز صحیح نہیں ارکان کو بھی قائم کرے اس لئے قرأت کرنے والے کی اقتداء کسی ❷ ان پڑھ کے پیچھے جمہور کے نزدیک صحیح نہیں اس کی اقتداء کرنے والے قاری کی نماز واجب الاعادہ ہے اسی طرح گونگے کے پیچھے اگر چہ مقتدی بھی اسی جیسا گونگا ہو صحیح نہیں اور نہ اس کے پیچھے جو رکوع سجود قعود یا استقبال قبلہ سے یا نجاست سے بچنے سے عاجز ہو البتہ اپنے جیسے شخص کی امامت کر سکتا ہے اس لیے ایک جیسے شخصوں کی نماز صحیح ہوگی احناف کے ہاں تین لوگ مستثنیٰ ہیں کہ ان کی نماز اپنے جیسے امام کے پیچھے نہیں ہوگی خنثیٰ مشکل حیض والی اور حیض کی موجود اور عدم موجودگی کے متعلق ❸ حیران عورت کیونکہ حیض آنے کا احتمال ہے۔

مالکیہ.....فرماتے ہیں امام کے لئے ارکان کی ادائیگی پر دسترس شرط ہے چنانچہ وہ ایک رکن چاہے قولی ہو جیسے فاتحہ پڑھنا یا فعلی ہو جیسے رکوع سجدے یا قیام کی قدرت نہ ہو اس کی اقتداء کرنا صحیح نہیں ہاں اس صورت میں صحیح ہے جب امام اور مقتدی عاجزی میں برابر ہوں تو اس وقت ان پڑھ اپنے جیسے ان پڑھ کی اقتداء کر سکتا ہے جب قرأت کرنے والا کوئی نہ ملے یہی زیادہ صحیح قول ہے گونگے کی اپنے جیسے گونگے کی اقتداء اور قیام سے عاجز اپنے جیسے شخص کی بیٹھ کر اقتداء کرنا صحیح ہے البتہ ایسا شخص جو قیام جلوس اور لیٹ کر نماز پڑھنے کے بجائے اشارے سے فرض پڑھے اپنے جیسے شخص کی اقتداء کرنا مشہور قول کے مطابق صحیح نہیں۔

۷۔ امام کسی کا مقتدی نہ ہو.....اس پر اجماع ہے کہ جس کی اقتداء کی جارہی ہے وہ کسی کا مقتدی نہ ہو حالانکہ اسے قدرت ہو تو جب وہ دوسرے کا تابع ہوا تو اس کا سہو اس پر لازم ہوگا جب کہ امام مستقل اختیار والا ہوتا ہے وہ تو دسرے کے سہو کا متحمل ہوتا ہے اس لیے یہ دونوں باتیں جمع نہیں ہوسکتیں۔

رہا اس شخص کی اقتداء کرنا جو امام کا مقتدی (یعنی مسبوق) تھا پیشوائی ختم ہونے کے بعد تو اس میں کئی آراء ہیں۔

احناف..... ❹ مسبوق نہ کسی کی اقتداء کر سکتا ہے نہ کسی کو اس کی اقتداء کرنا جائز ہے چونکہ اصل میں وہ غیر کا تابع تھا وہ خود اقتداء کے مقام میں ہے اقتداء کی بناء تحریمہ پر تحریمہ سے ہوتی ہے اب مقتدی نے اس وقت تحریمہ باندھا جب امام کا تحریمہ اس کے لیے منعقد ہوا تو جب بھی امام کا تحریمہ اس کے لیے ہوگا مقتدی کی طرف سے بنا درست ہوگی جو اس طرح نہ ہو وہ نہیں۔

ایسا ہی قول مالکیہ کا ہے..... ❺ جو مسبوق اپنے ذمہ واجب کی قضاء کے لیے کھڑا ہوا اور کسی نے اسی کی اقتداء کر لی اگر چہ اسے نماز سے فراغت کے بعد پتہ چلا کہ اس کا امام خود مقتدی تھا اقتداء جائز نہیں ہے۔ رہا مدرک جسے امام کے ساتھ ایک رکعت سے کم نماز ملی جب وہ اپنی باقی ماندہ نماز کے لئے اٹھے تو اس کی اقتداء کرنا صحیح ہے مدرک اگر چہ اقتداء کی نیت میں تھا بعد میں امام ہونے کی نیت کر لے کیونکہ وہ منفرد

---

❶ رواه محمد بن الحسين الحراني عن البراء بن عازب وروى مثله عن عمر وعثمان وعلي وابن عمر (كشاف القناع ۱/۵۶۵)
❷ امی ان پڑھ سے مراد وہ شخص جو پوری یا بعض فاتحہ صحیح نہ پڑھ سکے یا اسے کسی حرف میں رکاوٹ ہو اگر چہ باقی صحیح پڑھ سکے لہٰذا جو اچھے طریقے سے نہ پڑھ سکے اس کی اقتداء جائز نہیں۔ البتہ اسی جیسا شخص اقتداء کر سکتا ہے۔ ❸ جیسے اپنی عادت کا شمار بھول گیا ہو اسے ضالہ اور مضلہ بھی کہا جاتا ہے۔ ❹ فتح القدير ۱/۲۷۷۔ ❺ الشرح الصغير ۱/۴۴۴

ہے جس کے لیے مقتدی ہونے کا حکم ثابت نہیں ہوا۔

حنابلہ...... ❶ فرماتے ہیں اگر امام نے سلام پھیر دیا اور کوئی نمازی ساتھ والے نمازی کی اقتداء میں اپنی رہ گئی نماز کی قضاء کرنے لگا تو صحیح ہے یا مسافر امام کے سلام پھیرنے کے بعد مقیم نے اپنے جیسے کسی مقیم کی اقتداء میں اپنی باقیماندہ نماز شروع کر دی کیونکہ یہ ایک جماعت سے دوسری جماعت کی طرف منتقلی ہے جو نماز میں خلیفہ بنانے کی طرح جائز ہے اور اس کی دلیل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ والا وہ واقعہ ہے جس میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیماری میں تشریف لائے حضرت ابوبکر نماز میں تھے حضرت ابوبکر پیچھے ہو گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم آگے ہو گئے آپ نے لوگوں کو نماز مکمل کرائی ایسا آپ نے ایک اور مرتبہ بھی کیا اور دونوں حدیثیں متفق علیہ ہیں۔ اسی طرح اس کی اقتداء کرنا بھی صحیح ہے جو امام کے سلام پھیرنے کے وقت مسبوق تھا یا امام سے جدا ہونے کے بعد نیت کی ان کے ہاں سوائے جمعہ کے مفارقت کی نیت صحیح ہے البتہ جمعہ میں اقتداء صحیح نہیں۔

شافعیہ...... ❷ فرماتے ہیں: پیشوائی کا سلسلہ اس وقت ختم ہو جاتا ہے جب امام سلام پھیر دے یا بے وضوگی وغیرہ کے ذریعہ نماز سے علیحدہ ہو جائے چونکہ اب رابطہ منقطع ہو گیا اس وقت وہ اپنے سہو کا سجدہ کرے اور کوئی اس کی اور یہ کسی کی اقتداء کر سکتا ہے خلاصہ یہ ہوا کہ حنفیہ اور مالکیہ امام کے سلام کے بعد مقتدی کی اقتداء کرنے کو جائز نہیں کہتے اور شافعیہ وحنابلہ کے ہاں اقتداء صحیح ہے یہی اولیٰ بہتر ہے۔

۸۔ **حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک معذوری سے سلامت رہنا شرط ہے......** جیسے ہمیشہ پھوٹنے والی نکسیر، ہوا کا چلنا، مسلسل پیشاب کے قطرے آنا وغیرہ لہٰذا ان مذکور معذوروں والا شخص اپنے جیسے معذور شخص ہی کی امامت کر سکتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ دونوں ایک عذر سے معذور ہوں کیونکہ نبی علیہ السلام نے اپنے صحابہ کو بارش میں اشارے سے نماز پڑھائی اگر امام اور مقتدی کا عذر مختلف ہوگا تو جائز نہیں لہٰذا جیسے پیشاب کے قطرے آتے ہیں وہ اپنے جیسے شخص کی اقتداء کر سکتا ہے البتہ جب وہ سلسل البول اور ریاحی مریض کے پیچھے نماز پڑھے گا تو اس لئے جائز نہیں کہ امام دو عذروں والا اور مقتدی ایک عذر والا ہے ایک عذر والے کی اقتدا دو عذروں والا کر سکتا ہے اس کے برعکس صحیح نہیں۔

مالکیہ نے یہ شرط نہیں لگائی بلکہ ان کے ہاں معذور کی غیر معذور کی امامت کرنا مکروہ ہے کیونکہ ان کے نزدیک جسے پیشاب کے قطروں کا مرض ہو اس کی امامت صحیح ہے اگر چہ وہ بیماری آدھا وقت رہی ہو ایسے ریاح وغیرہ جس سے ان کے ہاں وضو نہیں ٹوٹتا امامت صحیح ہے۔ اسی طرح شافعیہ نے بھی اس کی شرط نہیں لگائی۔ چنانچہ ان کے ہاں ایسے معذور شخص کی اقتداء میں تندرست وسلامت آدمی کی نماز صحیح ہے جس امام کے ساتھ نماز کا اعادہ واجب نہ ہو۔

۹۔ **امام کی زبان صحیح ہو کہ اس سے حروف پورے ادا ہو سکتے ہوں......** لہٰذا ہکلے کی امامت صحیح نہیں جو را کو غین سے یا سین کو ثاء سے یا ذال کو زاء سے بدل دیتا ہے تمیز نہ ہونے کی بنا پر ایسا ہو جاتا ہے البتہ اگر مقتدی کی حالت اسی جیسی ہو تو صحیح ہے۔

احناف کے ہاں تو تلا بھی ہکلے میں شمار ہوتا ہے جو اپنی گفتگو میں راز یادہ بولتا ہو اور جو فا کی زیادہ تکرار کرتا ہو (ففو) یہ صرف اپنے جیسے لوگوں کی امامت کر سکتے ہیں۔ حنابلہ نے مغضوب اور الضالین کے ضاد کو ظا سے بدلنے والے کو مستثنیٰ قرار دیا ہے چنانچہ اس کی امامت ظاء سے بدلنے والے کے حق میں صحیح ہے کیونکہ اس تبدیلی سے وہ ان پڑھ شمار نہیں ہوگا (ارت) ایسا توتلا جو بے موقع ادغام کرتا ہو جیسے مستقیم میں تا کی تشدید پڑھنے والا اسے مستقیم ادا کرے اور جو حرف یا تشدید سے فاتحہ میں رکتا ہو یہ دونوں شافعیہ کے نزدیک ہکلے کی طرح ہیں ان کی امامت صرف انہی جیسوں کے حق میں صحیح ہے۔ حنفیہ کے علاوہ جمہور کا قول ہے (تمتام) توتلے (فافا) ففو کی امامت چاہے اپنے جیسے کے لیے نہ ہو کراہت کے

❶ ..... المغنی ۲/ ۱۰۵، ۲۳۳ کشاف القناع ۱/ ۴۷۶۔ ❷ مغنی المحتاج ۱/ ۲۵۹

ساتھ صحیح ہے۔

دوسرے مسلک والے کے پیچھے نماز:

۱۰۔حنفیہ، شافعیہ نے یہ شرط لگائی ہے کہ امام کی نماز مقتدی کے مسلک میں صحیح ہو...... چنانچہ اگر کسی حنفی نے کسی شافعی امام کے پیچھے نماز پڑھی جس کا خون بہہ پڑا اور اس نے وضو نہیں کیا یا کسی شافعی نے کسی ایسے حنفی کے پیچھے نماز پڑھی جس نے عورت کو چھوڑا ہو تو مقتدی کی نماز باطل ہے کیونکہ وہ اپنے امام کی نماز باطل سمجھتا ہے۔

حنفیہ ❶ نے یہ اضافہ کیا ہے کہ کسی شافعی کے پیچھے نماز مکروہ ہے شافعیہ ❷ فرماتے ہیں حنفی وغیرہ دیگر لوگ جو بعض ارکان کے وجوب اور شرائط کا اعتقاد رکھتے ہیں ان کے بجائے شافعی امام کے پیچھے نماز افضل ہے اگر چہ اسے ان کے کرنے کا علم ہو لیکن اس کے باوجود وہ بعض ارکان کو واجب نہیں کہتا۔

مالکیہ اور حنابلہ ❸ فرماتے ہیں..... جو چیز نماز کے صحیح ہونے میں شرط کی حیثیت رکھتی ہے اس میں صرف امام کے مسلک کا اعتبار ہے چنانچہ اگر کوئی مالکی یا حنبلی کسی ایسے حنفی یا شافعی کی اقتداء کرتا ہے جس نے وضو میں پورے سر کا مسح نہیں کیا چونکہ وہ پہلے دونوں مسلکوں میں شرط ہے تو اس کی نماز صحیح ہے کیونکہ اس کے مذہب کے مطابق امام کی نماز صحیح ہے۔

اور جو چیز اقتداء کے صحیح ہونے میں شرط ہو اس میں مقتدی کے مسلک کا اعتبار ہوگا لہٰذا جب کوئی مالکی یا حنبلی فرض نماز میں کسی ایسے شافعی کی اقتداء کرے جو نفل پڑھ رہا ہے تو اس (مقتدی) کی نماز باطل ہے وجہ یہ ہے کہ مالکیہ اور حنابلہ کے ہاں فرض پڑھنے والے کی نفل پڑھنے والے کی اقتداء سے نماز باطل ہو جاتی ہے اور امام ومقتدی کی نماز میں اتحاد و یگانگت اقتداء کی شرط ہے۔ میری رائے میں پہلی شق میں مالکیہ اور حنابلہ کا مسلک اختیار کرنا ضروری ہے کیونکہ گفتگو کے لحاظ سے وہ زیادہ صحیح ہے یوں مذہبی فروع میں اختلاف کرنے والوں کے پیچھے نماز صحیح ہو گی مکروہ نہیں ہوگی کیونکہ اعتبار امام کی نماز کا ہے چنانچہ صحابہ کرام اور تابعین عظام اور ان کے بعد کے لوگ باوجود آپس کے فروعی اختلافات کے ایک دوسرے کی اقتداء کیا کرتے تھے اسی طرح یہ ایک گونا اجماع ہو گیا اور اسی سے مسلکی تعصبی انتشار کا خاتمہ ہوگا۔ ❹

۱۱۔حنابلہ کے ہاں شرط ہے کہ امام شریف شخص ہو...... چنانچہ فاسق چاہے اپنے جیسے کی امامت کرائے صحیح نہیں کسی نے انجانے سے فاسق کی اقتدا کر لی بعد میں علم ہوا تو نماز کا اعادہ واجب ہے۔

البتہ جمعہ وعیدین کی نماز مستثنیٰ ہے کیونکہ اگر کوئی شریف امام میسر نہ ہو تو وہ فاسق کی اقتداء میں بھی ہو جاتی ہیں۔

مالکیہ ...... کے ہاں شرط ہے کہ امام نماز سے متعلق فسق سے محفوظ ہو مثلاً وہ اس کے شرائط و فرائض میں سستی کرتا ہو یا مثلاً کوئی بے وضو ہی پڑھتا پھرے یا فاتحہ کی قرأت چھوڑ دے۔ رہا وہ فسق جس کا نماز سے تعلق نہیں جیسے زانی، شراب خور وغیرہ تو راجح قول کے مطابق کراہت کے ساتھ اس کی امامت صحیح ہے۔

۱۲۔مالکیہ، حنفیہ اور حنابلہ کے ہاں شرط ہے کہ امام جماعت کی فضیلت پانے کے لیے اپنی نماز دہرا نہ رہا ہو:

لہٰذا فرض پڑھنے والے کی اقتداء نماز دہرانے والے کے پیچھے صحیح نہیں کیونکہ دہرانے والے کی نماز نفل ہے جب کہ فرض نفل کے پیچھے نہیں ہوتے اور امام کو نماز کی اس کیفیت کا علم ہونا چاہیے جس سے نماز صحیح ہوتی ہے لہٰذا سے شرائط صلوٰۃ کی کیفیت کا پتہ ہو جیسے وضو کرنا صحیح طریقہ

❶......الدر المختار ۱/۵۲۶۔ ❷الحضرمية: ۶۴۔ ❸ الشرح الصغير ۱/۴۴۴، المغنی ۲/۱۹۰، کشاف القناع ۱/۵۵۷، ۵۶۳۔

❹فاسق سے مراد گناہ کبیرہ کا مرتکب یا صغیرہ کا اصرار کرنے والا ہے۔

سے چہرہ دھونا اگرچہ اسے ارکان کی تمیز نہ ہو۔

سوم: امامت کا زیادہ حقدار...... ہمارے اس جدید دور میں نماز کا زیادہ حقدار وہ شخص ہوگا جسے دین کی زیادہ سمجھ اور نماز کے احکام زیادہ علم ہو یہ تو فقہی مفہوم ہوا البتہ فقہاء نے ایک ترتیب ذکر کی ہے جسے ہر مسلک کے مطابق کرنا بہتر ہے۔

مسلک ❶ حنفی...... نماز کی امامت کا زیادہ حقدار صرف وہ شخص ہے جسے نماز کے احکام کا زیادہ علم ہو کہ کب نماز صحیح اور کب فاسد ہوتی ہے اس کے ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ وہ ظاہری فاحشات (بری باتوں) سے بچتا ہو بقدر فرض قرآن یاد ہو یعنی جس سے نماز جائز ہوتی ہو۔

پھر جو زیادہ اچھی قرأت اور تجوید کرتا ہو نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے: قوم کی امامت اللہ تعالیٰ کی کتاب کی زیادہ قرأت کرنے والا کرے۔ اگر قرأت میں برابر ہوں تو جسے سنت کا زیادہ علم ہو ❷ پھر زیادہ متقی یعنی جو شبہات سے زیادہ بچے تقویٰ حرام سے اجتناب کا نام ہے نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے۔ اگر تمہیں اس سے خوشی ہوتی ہو کہ تمہاری نمازیں قبول ہوں تو تمہاری امامت تمہارے علماء کریں کیونکہ وہ تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان تمہارے قاصد ہیں ❸ پھر عمر رسیدہ کیونکہ اس کا خشوع زیادہ ہوگا نیز اس کی وجہ سے جماعت کی کثرت ہوگی۔ نبی علیہ السلام کا ابن ابی ملیکہ سے ارشاد ہے تم دونوں میں بڑی عمر والا امام بنے ❹ پھر جس کا اخلاق سب سے اچھا ہو لوگوں سے الفت ومحبت سے پیش آتا ہو پھر جس کا چہرہ (زیادہ تہجد گزاری کی وجہ سے) خوبصورت کھلا ہوا ہو پھر جس کا نسب زیادہ شرافت والا ہو پھر جس کے کپڑے زیادہ صاف ہوں اگر ان سب باتوں میں بھی برابر ہو تو پھر قرعہ اندازی کی جائے یا قوم کو اختیار دیا جائے پھر بھی اختلاف ہو تو اکثریت کا اعتبار ہوگا۔

اگر ان میں بادشاہ موجود ہو تو اسے مقدم کیا جائے گا پھر گورنر اس کے بعد قاضی پھر گھر کا مالک اگرچہ وہ گھر اجرت اور کرائے پر لیا ہو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جو کسی قوم سے ملنے جائے تو وہ ان کی امامت نہ کرے بلکہ انہی کا ایک شخص امامت کرے ❺ قاضی کو امام مسجد سے مقدم کیا جائے گا اسی بنا پر بادشاہ یا قاضی کو فوقیت حاصل ہوگی ان میں سے کوئی نہ ہو تو صاحب خانہ آگے ہوگا مسجد کا متعین امام بھی اسی زمرے میں ہے جو مطلقاً دوسروں سے زیادہ امامت کا حقدار ہے۔ ❻

مالکیہ کا مسلک ہے...... بادشاہ یا اس کے نائب کو مقدم کرنا مستحب ہے اگرچہ مسجد میں متعین امام ہو اس کے بعد مخصوص امام پھر گھر میں اس کا مالک کرائے پر لینے والا مالک سے مقدم ہوگا کیونکہ وہ تو اس کے منافع کا مالک ہے اگر گھر کی مالک کو کوئی عورت ہو تو وہ کسی امامت کے لائق شخص کو اپنا نائب بنائے کیونکہ عورت کی امامت صحیح نہیں بہتر یہ ہے کہ وہ کسی افضل شخص کو اپنا اختیار دیدے پھر دین کی زیادہ سمجھ رکھنے والا (یعنی جیسے نماز کے احکام کا زیادہ علم ہو) پھر جسے سنت یا حدیث کا حفظ وروایت میں زیادہ علم ہو پھر زیادہ قرأت کرنے والا یعنی قرآن کے طرق یا قرأت کی زیادہ سمجھ بوجھ رکھتا ہو اور دوسروں سے بڑھ کر حروف کے مخارج پر قدرت رکھتا ہو۔ پھر زیادہ عبادت گزار یعنی صوم وصلوٰۃ کے ذریعہ پھر جو سب سے پہلے اسلام لایا ہو پھر جس کا نسب زیادہ اونچا ہو جیسے قریشی جس کا نسب معلوم ہے اسے مجہول النسب پر فوقیت دی جائے گی پھر جس کے اخلاق اچھے ہوں پھر جس کا لباس زیادہ اچھا ہو یعنی حسن وجمال والا ہو اور اس نے ریشم کے علاوہ نیا مباح جائز لباس زیب تن کر رکھا ہو شرعی لحاظ سے اچھا لباس خصوصاً سفید کپڑے ہیں نئے ہوں یا پرانے اگر ان سب چیزوں میں لوگ برابر ہوں تو ایسا شخص مقدم کیا جائے گا جو آزاد پرہیزگار اور شبہات ❼ سے اجتناب کرنے والا ہو زیادہ شریف اس سے مقدم ہوگا جس کا کچھ پتہ نہ ہو باپ بیٹے سے اور چچا

---

❶..... الدر المختار ۱/۵۲۰، ۵۲۲، فتح القدیر ۱/۲۴۵۔۲۴۸، الکتاب مع اللباب ۱/۸۱ البدائع ۱/۱۵۷۔ ❷رواہ الجماعۃ الا البخاری من حدیث ابی مسعود انصاری (نصب الرایۃ ۲/۲۴) ❸الطبرانی فی معجمہ والحاکم الا انہ قال: فلیومکم خیارکم وسکت عنہ من حدیث ابی مرثد الغنوی سابقہ حوالہ ❹اخرجہ الائمۃ الستۃ عن مالک [illegible]
الخمسۃ (احمد واصحاب السنن) عن مالک بن الحویرث [illegible]
المجتہد ۱/۹[illegible] القوانین الفقہیۃ ۶۸، الشر[illegible]

بھتیجے سے مقدم ہوگا اگر ہر چیز میں برابری ہو تو ان کے درمیان قرعہ اندازی ہوگی ہاں اگر کسی ایک کی پیشوائی پر سب رضامند ہوں تو پھر اس کی ضرورت نہیں۔

مسلک شافعیہ...... ❶ یہ ہے کہ امامت کا زیادہ حقدار اپنی سربراہی میں سربراہ ہے۔ نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے آدمی کو چاہیے کہ وہ دوسرے کی سربراہی میں امامت نہ کرے اور نہ اس کے گھر میں اس کی مخصوص جگہ پر اس کی اجازت کے بغیر بیٹھے ❷ علامہ شوکانی فرماتے ہیں سربراہ سے مراد لوگوں کے کاموں کا ذمہ دار شخص ہے نہ کہ صاحب خانہ وغیرہ اگر اس کے علاوہ کسی کے ہاں ہو تو یا خود آگے ہو جائے یا کسی کو آگے کر دے اگر دوسرا شخص قرآن فقہ احتیاط وفضیلت میں سربراہ سے بڑھ کر ہو پھر بھی سربراہ اپنی سربراہی کی جگہ میں فقیہ اور مالک سے زیادہ حقدار ہے۔

پھر مخصوص امام پھر جو رہائش کا حق رکھتا ہو اگر امامت کا اہل ہو (منافع کا مالک فقیہ سے زیادہ امامت کا مستحق ہے اصح یہ ہے کہ مالک سے کرائے دار کو اور مانگے پر دینے والے سے مانگے پر لینے والے کو مقدم رکھا جائے گا) اگر وہ اہل نہ ہو تو پھر اسے (مالک اور بغیر مانگے پر دینے والے کو) مقدم کیا جائے گا پھر زیادہ فقاہت والا پھر زیادہ قرأت والا پھر زیادہ بچنے والا پھر جو ہجرت میں سبقت رکھتا ہو پھر اسلام میں سبقت لے جانے والا پھر افضل نسب والا پھر اچھے کردار والا پھر زیادہ صاف کپڑوں والا پھر صاف بدن والا پھر اچھے ہنر والا پھر اچھی آواز والا پھر خوبصورت شکل والا پھر شادی شدہ اگر ان مذکورہ صفات میں بھی برابر ہوں اور تنازعہ ابھی باقی ہو تو قرعہ اندازی ہوگی شریف فاسق سے مقدم ہوگا (اگر چہ وہ زیادہ فقیہ اور قاری ہو) بالغ شخص بچہ سے مقدم ہوگا۔ اگر چہ وہ بچہ زیادہ فقیہ اور قاری ہو) آزاد، غلام سے بہتر ہے اور مقیم مسافر سے، حلالی حرامی سے بہتر ہے نابینا آنکھ والے کی طرح ہے کیونکہ نابینے کو مشغول کرنے والی کوئی چیز نہیں دکھتی اس لیے اس کا خشوع زیادہ ہوگا آنکھ والا خبیث شی کو دیکھے گا جس سے اجتناب کرنے کی اسے زیادہ حفاظت کرنا پڑے گی۔

حنابلہ کا مسلک...... ❸ امامت کا زیادہ مستحق اچھی طرح تجوید کرنے والا اور فقہ کی تعلیم رکھنے والا ہے۔ جس کا ثبوت حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ہے جب تین شخص ہوں تو ان میں ایک امامت کرائے یہ حق اسے پہنچتا ہے جو زیادہ قرأت کرنے والا ہو ❹ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو آگے کیا کیونکہ ایک تو وہ قرآن کے حافظ تھے دوسرے وہ تمام صحابہ سے زیادہ دین کی سمجھ بوجھ رکھتے تھے۔ امام احمد کا مسلک یہ ہے کہ قاری فقیہ سے مقدم ہوگا جس کی دلیل حدیث ابومسعود رضی اللہ عنہ ہے جو پہلے گزر گئی اللہ تعالیٰ کی کتاب زیادہ پڑھنے والا قوم کی امامت کرے یہ بات دوسرے ائمہ مسالک کے خلاف ہے اس لیے کہ ان کے ہاں جیسا ہم بیان کر چکے ہیں فقیہ کو مقدم رکھا جائے گا اس واسطے کہ جو صحابہ میں زیادہ قاری ہوگا وہ یقیناً زیادہ فقیہ ہوگا بخلاف اس صورت حال کے جس سے (ہم) لوگ آج کل دوچار ہیں چونکہ امامت میں قرأت سے زیادہ فقاہت (مسائل کی سمجھ کی زیادہ ضرورت پڑتی ہے)۔

پھر اچھی تجوید کرنے والا فقیہ پھر وہ جو صرف تجوید سے قرأت کرے، اگر چہ فقیہ نہ ہو جب کہ اسے نماز کے احکام وضروری مسائل کا علم ہو پھر زیادہ فقیہ اور نماز کے احکام کا علم رکھنے والا اس قاری کو جسے نماز کی سمجھ بوجھ نہیں اس فقیہ سے مقدم رکھا جائے گا جو فاتحہ بھی صحیح طریقہ سے نہیں پڑھ سکتا چونکہ یہ نماز کا رکن ہے بخلاف احکام کی پہچان کہ وہ رکن نہیں اگر قاری نہ ہونے میں سب برابر نکل آئیں تو جو نماز کے احکام سے زیادہ واقف ہوگا اسے مقدم کیا جائے گا، اور فقہ وقرأت میں برابر ہوں تو زیادہ عمر والا مقدم ہوگا جس کی دلیل حدیث مالک بن حویرث ہے جس کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے تم میں سے بڑی عمر والا تمہاری امامت کرے پھر جس کا نسب زیادہ شرافت والا ہو امامت کبری پر قیاس کرتے ہوئے وہ

---

❶ .....المهذب ۱/۹۸ ۹۹ مغنی المحتاج ۱/۲۴۴،۱۴۲ الحضرمیة ۷۲،۷۳. ❷ رواه احمد ومسلم وفی روایة ابی داؤد: ولا یوم الرجل فی بیته ولا فی سلطانه وروایة سعید بن منصور لایوم الرجل فی سلطانه الا باذنه(نیل الاوطار ۳/۱۵۷)

❸ المغنی ۲/۱۸۱،۱۸۵، کشاف القناع ۱/۵۵۴،۵۵٦. ❹ رواه مسلم وروی ابوداؤد عن ابن عباس مرفوعاً لیؤذن لکم خیارکم ولیو مکم اقرؤ کم

قریشی ہو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے خلفاء قریش سے ہوں (۱) پھر جس نے دارالاسلام کی طرف ہجرت کرنے میں سبقت کی ہو (۲) اسلام میں سبقت کرنے والا بھی اسی زمرے میں شامل ہے حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ کی سابقہ حدیث ہے اگر لوگ ہجرت کی (فضیلت) میں برابر ہوں تو جو پہلے پہل مسلمان ہوا ہو پھر زیادہ بچنے والا اور پرہیزگار اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے تم میں اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی عزت ومنزلت زیادہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہوگا، اگر اس میں بھی برابر ہوں تو ان میں قرعہ اندازی ہوگی۔

بادشاہ کو بلاتفریق مقدم کیا جائے گا جیسا مسجد میں امام مخصوص کو پیشوائی حاصل ہے اور گھر میں گھر کا مالک مقدم ہوگا اگر اس میں امامت کی صلاحیت ہے۔ (۳)

چہارم: جس کی امامت مکروہ ہے

امامت کے مکروہات..... بعض لوگوں کی امامت مکروہ ہے جن کا ذکر آئے گا۔

ایسا عالم جو کھلے عام گناہ میں مبتلا ہو چکا ہے اپنے جیسے کی امامت کرے یہ مالکیہ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک ہے۔ کیونکہ اسے دین کا اہتمام نہیں البتہ حنابلہ نے جمعہ وعیدین کی نماز مستثنیٰ قرار دی ہے کہ ضرورت کی وجہ سے یہ صحیح ہو جاتی ہیں۔ احناف نے اس جیسے شخص کے لیے اس کی امامت جائز قرار دی ہے کراہت کی دلیل وہ حدیث ہے جو ابن ماجہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بحوالہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کی ہے ہرگز کوئی عورت کسی مرد کی امامت نہ کرے نہ کوئی دیہاتی کسی مہاجر کی اور ہرگز کوئی فاجر کسی مومن کی امامت کرے البتہ وہ اسے بادشاہ کے ذریعے دبائے اور اسے اس کی تلوار یا کوڑے کا ڈر ہو اس کی امامت اس لئے صحیح ہے کہ شیخین نے ایک روایت نقل کی ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ حجاج بن یوسف کے پیچھے نماز پڑھتے تھے اور روایت ہے ہر نیک وبد کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرو۔ (۴)

ایسا بدعتی جس کی اس بدعت کی وجہ سے تکفیر نہ ہوتی ہو فاسق کے حکم میں ہے بلکہ اس سے زیادہ ہے بدعتی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول کے خلاف اعتقاد رکھتا ہو اس میں عناد نہ ہو بلکہ اسے کوئی شبہ ہو گیا ہو جیسے شیعہ حضرات کا پیروں پر مسح کرنا اور موزوں پر مسح کرنے کا انکار وغیرہ۔

ملحوظ رہے کہ جو اہل قبلہ سے تعلق رکھتے ہیں ان کی شبہ پر مبنی کسی بدعت کی وجہ سے تکفیر نہیں کی جائے گی یہاں تک خوارج کہ وہ خوارج جو ہمارا خون اور مال لوٹنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (نعوذ باللہ) برا بھلا کہنا جائز سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کے منکر اور اس کے دیدار کے جواز کا انکار کرتے ہیں کیونکہ یہ بدعت ایک شبہ اور تاویل سے پیدا ہوں جس کی دلیل یہ ہے کہ ان کی گواہی قبول ہے۔ اگر کوئی بدعتی ضروریات دین میں سے کسی معلوم چیز کا انکار کرے تو وہ کافر ہے اللہ تعالیٰ کا جسم دیگر اجسام جیسا ہے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا انکار کرے کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تکذیب ہوتی ہے ”جب وہ اپنے ساتھ سے کہہ رہے تھے“ تو ایسے شخص کی اقتداء سرے سے صحیح نہیں۔

۳۔ **نابینا**..... حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک اس کی امامت مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ وہ نجاست سے نہیں بچ سکتا: احناف نے اسے قوم

---

(۱) رواہ احمد والنسائی وایضاً عن انس (الفتح الکبر ۱/۵۰۴) جس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے قریش کو مقدم رکھو ان سے آگے نہ بڑھو اسے امام شافعی اور بیہقی نے حوالہ زھری بلاغاً نقل کیا ہے اور ابن عدی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور بزار نے حضرت علی سے طبرانی نے عبداللہ بن سائب سے سب سندیں صحیح ہیں۔ (الجامع الصغیر) (۲) پاس سے ہجرت کے باقی رہنے کا علم ہوا۔ (۳) الدر المختار ۱/۵۲۲، ۵۳۱، مراقی الفلاح ۴۹، فتح القدیر ۱/۲۴۹، البدائع ۱/۱۵۶، الشرح الصغیر ۱/۴۳۹، ۴۴۹، القوانین الفقھیة ۶۷، ۶۹ مغنی المحتاج ۱/۲۳۲، ۲۴۲، المغنی ۲/۱۹۳، ۱۹۸، ۲۰۹، ۲۱۱، کشاف القناع ۱/۵۴۹، ۵۶۶، ۵۷۱، ۵۸۱ الحضرمیة ۷۰. (۴) اسے دار قطنی نے بحوالہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نقل کیا۔ یہ منقطع حدیث ہے اللہ کا شکر ہے ابن ماجہ نے واثلہ بن اسقع سے روایت کیا: اپنی ملت والوں کی تکفیر نہ کرو اگرچہ وہ کبائر کا ارتکاب کریں اور ہر امام کے پیچھے نماز پڑھو ہر امام کی اطاعت میں جہاد کرو اہل قبلہ ہر میت کی نماز جنازہ پڑھو اس میں مجہول راوی ہے۔ (نصب الرایة ۲/۲۶، ۲۷، نیل الاوطار ۳/۱۶۲)

میں زیادہ عالم ہونے کی بنا پر مستثنیٰ قرار دیا کہ وہ زیادہ بہتر ہے جب کہ شافعیہ نے بلا کراہت اس کی امامت جائز کہی کہ وہ بینا کی طرح کیونکہ نابینا زیادہ خشوع والا ہوتا ہے اور بینا نجاست سے بچ سکتا ہے اہر ایک اپنی خصوصیت کا حامل ہے جو دوسرے میں نہیں سب کے نزدیک اس کی امامت صحیح ہے چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے متعلق ہے کہ آپ نابینے ہو چکنے کے بعد امامت کیا کرتے تھے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن ام مکتوم کو اپنا نائب مقرر کیا وہ نابینا ہونے کے باوجود امامت کرتے تھے ❶ پھر نابینا پن ایک حاسے کی کمی ہے اس سے نماز کے افعال وشرائط میں سے کوئی چیز خلل پذیر نہیں ہوتی جیسے کسی کی سونگھنے کی حس نہ رہے رتوندی والا جسے رات یا دن میں صحیح دکھائی نہ دے نابینے کے حکم میں ہے۔ حنابلہ کے ہاں بہرا نابینے جیسا ہے اس کی امامت بہتر ہے مقطوع الیدین کی امامت ایک روایت کے مطابق جسے قاضی ابو یعلی نے اختیار کیا صحیح ہے اور ایک روایت میں مرجوح (کم درجہ) ہے اس کی امامت صحیح نہیں مقطوع الرجلین کو امام بنانا صحیح نہیں۔

۴.....لوگوں کی ناپسندیدگی کے باوجود امامت کرنا احناف کے ہاں یہ کراہت تحریمی ہے جس کی دلیل یہ حدیث ہے اللہ تعالیٰ اس کی نماز قبول نہیں کرتا جو لوگوں کی ناپسندیدگی کے باوجود امامت کے لئے آگے ہو جائے۔ ❷

۵.....قرأت اور اذکار میں مسنون مقدار سے زیادہ وقت لگانا مکروہ ہے احناف کے ہاں کراہت تحریمی ہے۔ لوگ رضامند ہوں یا ناراض البتہ شافعیہ اور حنابلہ نے کسی محصور (قید) جماعت کی لمبی نماز پڑھانے پر رضامندی کو مستثنیٰ کیا ہے ان کے لیے نماز لمبی کرنا مستحب ہے کیونکہ یہاں کراہت کی وجہ سے متنفر کرنا موجود نہیں۔ نماز لمبی کرنے کی کراہت پر کئی احادیث دلالت کرتی ہیں ان میں سے ایک حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو لوگوں کی امامت کا موقع ملے تو وہ مختصر نماز پڑھائے کیونکہ بسا اوقات ان میں کوئی کمزور بیمار اور عمر رسیدہ شخص ہوگا اور جب اکیلے نماز پڑھنے لگے تو جتنا جی چاہے لمبی کرے۔ ❸

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر عرض گزار ہوا کہ میں فلاں شخص کی لمبی نماز پڑھانے کی وجہ سے نماز فجر میں تاخیر سے آتا ہوں فرماتے ہیں: میں نے آپ کو اس دن سے زیادہ نصیحت کرنے میں اتنا غضب ناک نہیں دیکھا فرمایا لوگو! تم متنفر کرتے ہو، جو لوگوں کی امامت کرے مختصر نماز پڑھائے کیونکہ ان میں کمزور بزرگ اور کوئی ضرورت مند ہوگا اس کا مطلب یہ ہے تسبیحات اور دیگر اذکار نماز کی کم سے کم مقدار پر اکتفا کرے۔

۶: اندر آنے والے کا انتظار.....شافعیہ ❺ کے علاوہ جمہور کا قول ہے اندر آنے والے کا انتظار کرنا امام کے لیے مکروہ ہے کیونکہ اس کا انتظار عبادت میں شرک ہے جو ریاء ونمود کی طرح ناجائز ہے نیز نمازیوں سے (انتظار کی) مشقت دور کرنے کے لئے کیونکہ ایسا کم ہی ہوتا ہے کہ کسی کی طبیعت پر بوجھ نہ ہو جو امام کے ساتھ ہیں ان کا بنسبت آنے والے کے زیادہ پاس ہونا چاہیے لہٰذا اس اندر آنے والے کی وجہ سے انھیں مشقت میں نہ ڈالے۔

شافعیہ..... ❺ فرماتے ہیں: مسلک کے مطابق امام اور منفرد کے لیے نماز کے مقام میں اقتداء کی غرض سے آنے والے کا رکوع میں انتظار کرنا (ماسوائے صلوٰۃ کسوف کے دوسرے رکوع میں اور اس نماز کے آخری تشہد میں جس کی امامت جائز ہے) مستحب ہے لیکن شرط یہ

---

❶.....رواه ابوداؤد واحمد(نيل الا وطار ۳/ ۱۶۰ وروى البخاری والنسائی ان عتبة بن مالک کا ن يوم قوم وهواعمى(سابقه حواله) ❷رواه ابوداؤد و ابن ماجه عن عبد الله بن عمرو وروى الترمذى عن ابى امامة ثلا ثة تجاوز صلاتهم آذانهم عنهم وامام قوم وهم له كار هون (نيل الاوطار: ۳/ ۱۷۲) ❸رواه الجماعة وروى احمد و الشيخان عن انس حديث فى تخفيف نبى صلى الله عليه وسلم صلاته (نيل الاوطار ۳/ ۱۳۷ نصب الراية ۲/ ۲۹۔ ❹الشرح الصغير ۱/ ۴۳۲ القوانين الفقهية ۶۹، كشاف القناع ۱/ ۵۵، المغنى ۲/ ۲۳۶۔ ❺الحضرمية ۶۵ المغنى سابقه حواله مغنى المحتاج ۱/ ۲۳۲

ہے کہ وہ رکوع لمبا نہ ہو بایں طور کہ اگر سے پوری نماز پر تقسیم کیا جائے تو اس کا اثر ظاہر ہو جائے آنے والوں میں دوستی شرف ومنزلت یا سرداری وغیرہ کی بنا پر تا کہ انھیں رکعت مل جائے یا وہ جماعت کی فضیلت حاصل کر لیں کسی قسم کا امتیاز نہیں رکھنا چاہیے احادیث سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہلی رکعت کو اتنا لمبا کرتے تھے یہاں تک کہ قدموں کی چاپ بھی سنائی نہ دیتی تھی اور چونکہ نماز کا منتظر نماز (کے حکم) میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جماعت کا انتظار فرماتے نماز خوف میں انتظار مشروع ہے تا کہ اسے دوسرا گروہ حاصل کر سکے۔

ابن قدامہ حنبلی نے شافعیہ کی موافقت کی ہے اور حنابلہ میں سے قاضی کا قول ہے: انتظار جائز ہے، مستحب نہیں، حرمت وعزت والوں مثلاً اہل علم لوگوں کا انتظار کیا جائے گا۔

۷.....زیادہ غلطیاں کرنے والے کی امامت مکروہ ہے جس سے معنی تبدیل ہو جائے جیسے الحمد کی دال پر زیر اور لفظ اللہ کی ھاء پر زبر اور الرب کا زبر پڑھ دے ایسے ہی فاتحہ کے دیگر الفاظ جو غلطی نہ کرتا ہوں اس کی نماز صحیح ہے کیونکہ اس نے فرض ادا کر دیا۔

۸۔ اس شخص کی امامت مکروہ ہے جو بعض حروف صاف نہ کہہ سکتا ہو جیسے ضاد اور قاف البتہ اس کی امامت صحیح ہے خواہ وہ عجمی ہو یا عربی جیسا ہم بتا چکے کہ احناف کے سوا جمہور کے نزدیک تمتو (تاء تا کرنے والے) اور ففو (فافا کرنے والے) کی امامت مکروہ ہے البتہ ان کے پیچھے نماز صحیح ہے کیونکہ وہ حروف مکمل ادا کرتے ہیں صرف اس میں ایک گنا زیادتی واضافہ کرتے ہیں جس میں وہ بے بس ہیں جو ان کے حق میں معاف ہے لیکن اس اضافے کی وجہ سے امام بنانا مکروہ ہے۔

۹۔ دیہاتی کی امامت اپنے علاوہ شہری لوگوں کے لیے چاہے سفر میں ہو مکروہ ہے البتہ اپنے جیسے کے لیے مکروہ نہیں۔ احناف نے ذکر کیا کہ ترکمانی، کردی اور عامی (جسے دین کی سمجھ بوجھ نہ ہو) دیہاتی کی طرح ہے کیونکہ اس میں تند مزاجی ہوگی اور امام سفارشی ہوتا ہے جسے نرمی اور رحمدلی والا ہونا چاہیے جہالت کی وجہ اور جاہل امام کی امامت باوجود عالم کے مکروہ ہے چاہے وہ دیہاتی ہو یا شہری۔ حنابلہ فرماتے ہیں دیندار دیہاتی کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

۱۰۔ امام مقتدیوں سے ایک گز یا اس سے زیادہ اونچائی پر خواہ اس کا ارادہ انہیں تعلیم دہی کا ہو یا نہ ہو جس کی دلیل حدیث حذیفہ اور ابو مسعود رضی اللہ عنہما ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب آدمی قوم کی امامت کرے تو ان سے زیادہ اونچی جگہ پر ہرگز نہ کھڑا ہو [1] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس سے منع فرماتے تھے اسی طرح حنفیہ، مالکیہ اور شافعیہ کے مقتدیوں کا امام سے گز یا زیادہ مقدار اونچائی پر ہونا مکروہ ہے اور یہ کراہت اس قید سے مقید ہے کہ امام کے کھڑے ہونے کے مقام پر کوئی ایک مقتدی بھی نہ ہوا گر ایک یا زیادہ مقتدی اس کے ساتھ پائے گئے تو پھر مکروہ نہیں۔ مالکیہ نے اس سے نماز جمعہ کا استثناء کیا ہے کیونکہ وہ چھت پر باطل ہے جیسا کہ انہوں نے شافعیہ کی معیت میں اس بات کو مستثنیٰ کیا ہے کہ ضرورت وحاجت یا مقتدیوں کو نماز کی کیفیت کی تعلیم دینے کے لیئے بلندی پر ہونا جائز ہے لیکن جب بلندی پر امام نے تکبیر کا قصد کیا تو نماز کی غرض کے منافی ہونے کی وجہ سے امام اور مقتدیوں کی نماز باطل ہو جائے گی۔

حنابلہ کے ہاں کراہت اس شخص کے ساتھ مخصوص ہے جو امام سے زیادہ پست جگہ پر ہو اس کی وجہ سے کراہت نہیں جو اس کے ساتھ یا اس سے اونچا ہو کیونکہ یہ مفہوم پست جگہ والے میں پایا گیا نہ کہ دوسروں میں۔ حنابلہ اور مالکیہ کے ہاں تھوڑی بلندی جسے منبری سیڑھی یا بالشت یا گز کے الگ بلند ہونے میں کوئی حرج نہیں اسی طرح مالکیہ نے لوگوں کو نماز کی تعلیم کے لیے بلندی پر ضرورتاً کھڑے ہونے کو مستثنیٰ کیا ہے حضرت سہل رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر کے سب سے نچلے درجہ (سیڑھی) پر نماز پڑھی۔ [2]

۱۱.....حنابلہ کے علاوہ دوسروں کے ہاں دوسرے آدمی کے ہوتے ہوئے حرامی کے پیچھے نماز مکروہ ہے کیونکہ اس کے باپ کے نہ ہونے کی وجہ سے جو اس کی تعلیم وتربیت کر کے اسے ادب سکھاتا لہٰذا عموماً وہ جاہل ہوتا اور لوگوں کو اس سے نفرت ہوتی ہے احناف کے ہاں اس کی

---

[1].....رواھما ابوداؤد (نیل الاوطار ۱۹۳/۳) [2] متفق علیہ (حوالہ سابقہ)

امامت اس شرط سے مکروہ ہے کہ اگر وہ جاہل ہو لیکن جب عالم پرہیز گار ہو تو اس کی امامت مکروہ نہیں کیونکہ کراہت نقائص کی وجہ سے ہے نہ کہ ذات کی بناپر ہے اسی طرح مالکیہ کے ہاں اگر اسے مخصوص امام بنایا تو مکروہ ہے شافعیہ اسی جیسے کی امامت کو جائز قرار دیتے ہیں۔

مسالک میں امامت کے مکروہات:

مسلک حنفی...... ❶ خوبصورت چہرے والے بے ریش لڑکے کی امامت مکروہ تنزیہی ہے اگر چہ وہ پوری قوم میں سے زیادہ عالم ہو اگر اس کی امامت سے فتنہ اور شہوت کا اندیشہ ہو ورنہ بظاہر کوئی کراہت نہیں۔ بے وقوف (جو عقل وشریعت کے مطابق تصرف نہ کر سکے) کی امامت فالج زدہ، برص والا جس کے نشانات پھیلے ہوں۔ کوڑھی، جس کا آلہ کٹ چکا ہو، پیشاب روکے ہوئے کی، وہ لنگڑا جو کچھ پاؤں ٹیک کر چلتا ہو، ہتھ کٹا، شرابی، ❷ سود خور، چغل خور (جو لوگوں میں فساد کی غرض سے باتیں منتقل کرے چغل خوری کبیرہ گناہ جس کا قبول کرنا انسان کے لیے حرام ہے) دکھاوا کرنے والا (جس کا قصد وارادہ لوگوں کو دکھانا ہو چاہے عبادات کو اچھا کرنے کی کوشش کرے یا نہ کرے، تصنع وبناوٹ (جو عبادات کو اچھا کرنے کا تکلف) کرنے والے کی امامت مکروہ ہے جو اجرت پر لوگوں کی امامت کرے البتہ اگر وقف پر دینے والا اس کے ساتھ اجرت کی شرط لگائے تو اس کی امامت مکروہ نہیں جیسے وہ صدقہ یا امداد کے طور پر لے گا بڑی جماعت کی امامت کراتے ہوئے امام مخصوص کا محراب سے ہٹ کر کھڑے ہونا مکروہ تنزیہی ہے تا کہ اس کا درمیان میں قیام کرنا لازم نہ آئے اگر ایسا نہیں تو کوئی کراہت نہیں جیسا ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ عورتوں کی جماعت مکروہ تحریمی ہے۔

مسلک مالکی...... ❸ جس شخص کو مسلسل کسی چیز کے آنے کی بیماری ہو جیسے پیشاب وغیرہ اور جس کا پھوڑا بہتا رہتا ہو انھیں صحیح سالم آدمی کی امامت کرانا مکروہ ہے انہی میں ایسا شخص شامل ہے جسے اتنی نجاست لگی ہو جو معاف ہے البتہ اپنے جیسے نجاست لگے (ہوئے شخص) کی امامت کرنا مکروہ نہیں۔

جس کے آلہ کی کھال بڑھی ہو یا وہ بے ختنہ ہو اس کی اور مجہول حال جس کا پتہ نہیں کہ شریف ہے یا اوباش اور جس کے نسب (باپ دادا) کا علم نہ ہو اس کی امامت مکروہ ہے۔

بعض لوگوں کی امامت کسی کسی وقت مکروہ ہے...... خصی (خواجہ سرا) اور جو عورتوں کی طرح نرمی سے گفتگو کرے اور حرامی کو فرض یا سنت جیسے عید ہوگئی میں مستقل امام بنانا مکروہ ہے البتہ جب اسے مخصوص امام نہیں بنایا گیا تو پھر مکروہ نہیں، ستونوں کے درمیان نماز مکروہ ہے بلاضرورت مقتدی کا امام سے آگے نماز پڑھنا البتہ ضرورت ہو تو مکروہ نہیں۔

بحری جہاز کے نچلے طبقہ کا اوپر والے طبقہ کی اقتداء کرنا مکروہ ہے کیونکہ انھیں اپنے امام کی حالت نظر نہیں آئے گی بسا اوقات کشتی، جہاز گھوم بھی جاتا ہے جس سے نماز میں خلال واقع ہوگا اس کے برخلاف یعنی اوپر والے نیچے والوں کی اقتداء کریں تو مکروہ نہیں اسی طرح جبل ابی قبیس والا مسجد حرام والے کی اقتداء کرے (یہ پہاڑ اونچائی پر حجر اسود کے رکن کے سامنے ہے کیونکہ امام کے مکمل انعال پر قدرت نہیں ہوگی۔ ایک مرد عورتوں کے درمیان یا ایک عورت مردوں کے درمیان نماز پڑھے مکروہ ہے۔ مسجد میں امام اپنے کندھوں پر چادر ڈالے بغیر امامت کرائے تو مکروہ ہے یہی کیفیت مقتدی یا اکیلے نماز پڑھنے والے کی ہے تو مکروہ نہیں خلاف اولیٰ ہے کیونکہ چادر ہر نمازی کے لئے مستحب ہے اور امام کے واسطے مستحب کی زیادہ تاکید ہے امام کا محراب میں نفل پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ امامت کی حالت میں وہ اس کا مستحق ہے نیز دیکھنے والے کو وہم ہو سکتا کہ وہ فرض پڑھ رہا ہے اور اس کی اقتداء کرنے لگ جائے مخصوص امام سے پہلے مسجد جماعت نماز مکروہ ہے وراس کے ساتھ حرام ہے جیسے مخصوص امام کی جماعت کے بعد یا جماعت نماز مکروہ ہے جیسا ہم پہلے جماعت کی تکرار میں بیان کر چکے ہیں

---

❶ الدر المختار وردالمحتار ۱/ ۵۲۵، ۵۳۱۔ ❷ ایسا شخص فاسق کے زمرے میں آتا ہے۔ ❸ الشرح الصغیر ۱/ ۴۳۹، ۴۴۹

کہ اگر وہ کسی اور کو اس کی اجازت دے۔

بعض لوگوں کی امامت باوجود خلاف اولیٰ ہونے کے جائز ہے جو یہ ہیں...... چنانچہ نابینا، فروع میں مخالف اور لکنت والے (جو بعض حروف کو عجمی وغیرہ ہونے کی بنا پر صحیح مخرج سے ادا نہ کر سکے) کے پیچھے نماز جائز ہے مثلاً وہ لکنت والا حاء کو ھا سے راء کو لام سے یا ضاد کو لام سے بدل دے۔

جس پر تہمت لگانے کی حد لگی یا اس نے شراب پی یا ان کے علاوہ کوئی اور جس کا آلہ ❶ کارگر نہ وہ ہاتھ کٹا یا پیر کٹا یا جس کا ہاتھ پاؤں شل ہے یہی راجح قول ہے کہ ان کی امامت جائز ہے جذامی کوڑھی کی امامت جائز ہے لیکن جب اس کا جذام بڑھ جائے تو اسے امامت سے ہٹانا بلکہ لوگوں سے میل جول سے دور رکھنا ضروری ہے۔

بچہ اپنے جیسے بچہ کی امامت کرسکتا ہے جیسا ہم بیان کرآئے ہیں بن دوڑے تیز رفتار سے چلنا تاکہ جماعت مل جائے جائز ہے مسجد میں بچھو سانپ اور چوہے کو مارنا جائز ہے اور ایسے بچے کو بھی مسجد لایا جاسکتا ہے جو فضول حرکات نہ کرتا ہو اور منع کرنے سے رک جاتا ہو ورنہ اسے مسجد لانا ممنوع ہے جس مسجد میں کنکریاں یا مٹی ہو یا چٹائی کے نیچے معمولی تھوک جائز ہے لیکن زیادہ تھوکنا یا اس مسجد میں تھوکنا جس میں پتھروں کا فرش ڈلا ہوا ہے یا چٹائی پر تھوکنا یا مسجد کی دیوار پر تھوکنا گھن کی وجہ سے ممنوع ہے۔ اپنے رومال میں تھوکنا بہتر ہے یا پھر بائیں یا اپنے بائیں قدم تلے تھوک دے۔ اگر مشکل ہو تو دائیں جانب ادھر بھی مشکل ہو تو سامنے تھوک دے۔ جیسا ہم پہلے بیان کرآئے ہیں کہ جس عورت میں مردوں کو رغبت نہ ہوں وہ جماعت اور عید کے لیے نکل سکتی ہے جس کی تفصیل عورتوں کا مساجد جانا میں گزر چکی ہے۔ چھوٹی نہر رستے یا فصل وغیرہ سے امام اور مقتدی کے درمیان اتنا فاصلہ ہو جانا کہ امام کے افعال دیکھ سکے اور اس کی آواز سن سکے اور نماز میں خلل پڑنے سے مامون ہو تو جائز ہے۔ اور یہ بھی ہم بیان کر چکے ہیں کہ جمعہ کے علاوہ امام سے مقتدی کا اونچی جگہ ہونا اگرچہ چھت پر ہو خلاف اولیٰ ہونے کے باوجود جائز ہے کیونکہ جمعہ مسجد کی چھت پر صحیح نہیں تھوڑی اونچائی یا ضرورت یا مقتدیوں کو نماز کی کیفیت کی تعلیم دکھانے کے لئے امام کا اونچی جگہ کھڑا ہونا جائز ہے ورنہ مکروہ ہے اور اگر اونچائی سے تکبیر کا ارادہ ہوا تو نماز باطل ہو جائے گی امام کے پیچھے آواز پہنچانا اور لوگوں کا مبلغ کی آواز سن کر اقتداء کرنا جائز ہے امام یا مقتدی کو دیکھ اقتداء کرنا جائز ہے اگرچہ مقتدی کسی حویلی میں اور امام مسجد میں ہو اس تک پہنچنا شرط نہیں۔

مسلک شافعی...... ❷ جو شخص امامت کا مستحق نہیں زور سے اس پر قابض ہے اس کی امامت مکروہ ہے اور جو نجاست سے بچنے کا اہتمام نہیں کرتا اور جو کوئی گھٹیا پیشہ کرتا ہو جیسے سینگی لگانا اور جسے زیادہ لوگ کسی مذموم (برے) کام پر اکسائیں جیسے زیادہ ہنسانا اور جس کے باپ کا پتہ نہ ہو اور ولد زنا حرامی ان کی امامت مکروہ لیکن یہ اپنے جیسوں کی امامت کراسکتے ہیں جیسا ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اسی طرح بچے کی امامت مکروہ ہے اگرچہ وہ بالغ سے زیادہ فقیہ ہو جیسا ہم ذکر کرآئے ہیں ففو تو (واو واو کرنے والا) تتو اور ایسی غلطی کرنے والا جس سے معنی میں تبدیلی نہ ہو جیسے اللہ کی کا پیش صراط کے صاد کا پیش اھد نا کا ھمزہ وغیرہ اگر ایسی واضح غلطی کی جس سے معنی تبدیل ہو جائے مثلاً انعمت کی تاء پر پیش یا زیر پڑھ دی تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی جسے سیکھنا ممکن ہو اور اگر اس کی زبان اس کی ادائیگی سے عاجز ہو یا اس کی ممکنہ تعلیم کا وقت نہ گزرا ہو تو دو صورتیں ہیں۔ اگر فاتحہ میں ہو تو وہ ان پڑھ کی طرح ہے جدید قول میں قاری ان پڑھ کی اقتداء نہیں کرسکتا رہی فاتحہ کے علاوہ کی حالت تو کوئی ایسی آیت تھی۔ مثلاً ان اللہ بریئ من المشرکین ورسولہٗ رسولہٗ کی لام پر زیر پڑھ دیا تو اگر وہ عاجز ہو یا جاہل ہو اور اس کی ممکن تعلیم کا وقت ابھی ہیں اور یا بھولنے والا ہو تو اس کی نماز اور اسے امام بنانا صحیح ہے کیونکہ تھوڑا کلام ان شرائط سے نماز میں برا اثر نہیں کرتا۔ جیسا ہم بیان کر چکے ہیں کہ فروع میں مخالف کی امامت مکروہ ہے اور بلاضرورت مثلاً مسجد کی جگہ تنگ ہے امام کی جگہ مقتدیوں کی جگہ سے یا مقتدیوں کا

❶ جس کا آلہ اتنا چھوٹا ہو کہ اس سے وظیفہ زوجیت ادا نہ کر سکے یا اس میں انتشار نہ ہوتا ہو۔ ❷ مغنی المحتاج ۱/۲۳۰، ۲۴۱، الحضرمیۃ ۷۳

مقام امام سے اونچا ہو مکروہ ہے اندھے کی امامت مکروہ نہیں۔

مسلک حنبلی...... ❶ جیسا ہم بتا چکے ہیں ان لوگوں کے ہاں ان اشخاص کی امامت مکروہ ہے: اندھا، رتوندی والا، بہرا، بے ختنہ اگر چہ بالغ ہو ❷ دونوں ہاتھ کٹا یا ایک ہتھ کٹا، مقطوع الرجلین صرف اپنے جیسے کی امامت کرائے تو صحیح ہے اس لیے کہ اسے قیام کی کوئی امید نہیں تو جیسے لمبے عرصے کے مریض کی نماز کی امامت صحیح نہیں اس کا بھی یہی حکم ہے اصح قول یہ ہے ایسا مقطوع الرجلین یا جس کا ایک پیر کٹا ہوا اور وہ کھڑا ہو سکتا ہے تو اس کی امامت باوجود کراہت کے صحیح ہے کیونکہ وہ اپنے باقی پاؤں یا اس کے حائل پر سجدہ کرے گا جس کی صورت یہ ہے کہ وہ لکڑی وغیرہ کے پاؤں بنالے لنگڑے اور جس کی صورت یا حالت دیکھ کر ہنسی آتی ہو یا جس کی امامت صحیح ہونے میں اختلاف ہو ایک رائے میں کہیں عامی شخص اس کی اقتداء نہ کرے۔ ان کے ظاہری کلام سے پتہ چلتا ہے مکروہ نہیں۔ جیسا ہم ذکر کرآئے ہیں کہ فقو تو اور جو بعض حروف صاف نہ بول سکتا ہو جیسے ضاد قاف اور ایسی غلطی کرنے والا جس سے معنی میں تبدیلی نہ ہو ان لوگوں کی نماز مکروہ ہے مثلاً الحمد للہ کی دال پر زیر پڑھ دے جس سے لفظی غلطی نہ ہوتی تو اس کی نماز صحیح ہے اس لیے کہ اس نے فرض قرأت ادا کر دی۔

اسی طرح امام کی جگہ مقتدیوں سے ایک گز یا زیادہ اونچی ہونا مکروہ ہے نہ کہ اس کا برعکس مقتدیوں کے مقام سے اونچا ہونے سے کراہت نہیں جس نے جمعہ کی نماز مسجد کی چھت پر پڑھی اسے اعادہ کرنے کی ضرورت نہیں امام شافعی، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے مسجد کی چھت پر باجماعت نماز پڑھی اسی روایت کو سعید بن منصور نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے ایسی قوم کی امامت کرنا مکروہ ہے جس کی اکثریت امام کی دینی یا عزت میں کوتاہی کی وجہ سے امامت نہ چاہتے ہوں۔ اگر آدھے اسے مجبور کریں تو مجبور نہ ہو۔ بہتر یہ ہے کہ ان کی امامت نہ کرے تاکہ یہ اختلاف دور ہو جائے اسے امام بنانا مکروہ نہیں کیونکہ اس کے حق میں کراہت ان کے علاوہ لوگوں کو ہے اجنبی عورتوں کی امامت جن کے ساتھ کوئی مرد نہ ہو اکیلے مرد کے لیے مکروہ ہوتا ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد کو اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں رہنے سے منع فرمایا ہے ❸ اس سے وساوس کا اندیشہ۔

اپنی محرم عورتوں کی امامت میں کوئی حرج نہیں یا عورتیں اجنبی ہوں لیکن ان کے ساتھ ایک یا زیادہ مرد ہوں اس لئے کہ عورتیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز میں حاضر ہوتی تھیں، افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کی امامت مکروہ ہے۔ آپ علیہ السلام کا ارشاد ہے جب کوئی شخص ایسی قوم کی امامت کرے جس میں اس سے بہتر شخص ہو تو وہ قوم ہمیشہ پستی میں پڑتی جائے گی۔ ❹

حرامی، راہ سے ملے، لعان کی وجہ سے جلاوطن، آختہ (خصی) فوجی اور دیہاتی کی امامت میں کوئی حرج نہیں جب ان کا دین سلامت اور ان میں صلاحیت امامت موجود ہو۔ اس لیے کہ آپ علیہ السلام کا فرمان عام ہے قوم کی امامت زیادہ قرأت کرنے والا کرے سابقین اولین صحابہ نے ابن زیاد کے پیچھے نماز پڑھی حالانکہ ان کے نسب نسبت میں لوگوں کو تامل تھا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں اس پر اس کے والدین کوئی بوجھ نہیں فرمانی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور چونکہ ان میں کا ہر شخص آزاد اور اپنی دین داری میں پسندیدہ تو وہ دوسروں کی طرح صلاحیت رکھتے ہیں۔

پنجم: مقتدی کے بجائے صرف امام کی نماز کب فاسد ہوتی ہے...... احناف ❺ اگر امام کو حدث (بے وضوگی) یا جنابت لاحق

---

❶......المغنی ۱۹۳/۲، ۱۹۸، ۲۰۹، ۲۳۰، کشاف القناع ۵۵۶/۱، ۵۶۸، ۵۷۰، ۵۸۱۔ ❷ اس کی امامت کے صحیح ہونے میں اختلاف ہے قلفہ کے نیچے کوئی نجاست ہے بھی تو اسے دھونا ممکن نہیں وہ معاف ہے اور اس قسم کی نجاست کا نماز پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ ❸ رواہ البخاری و مسلم عن ابن عباس: لا یخلون رجل با مراۃ الا ومعھا ذو محرم ولا تسافر والمرأۃ الامع ذی محرم (سبل السلام ۱۸۳/۲) ❹ ذکرہ احمد فی رسالتہ، سفال پستی بلند کا متضاد ہے۔ ❺ الدر المختار وردالمحتار ۵۵۳/۱، ۵۶۷ الکتاب شرح اللباب ۸۴/۱۔

ہوئی یا تکبیر امام سے پہلے مفسد صلوٰۃ کوئی امر پیش آیا یا مقتدی کی تکبیر کے ساتھ یا امام کی تکبیر کے بعد اور مقتدی کی تکبیر سے پہلے پیش آیا تو اسی صورت میں امام مقتدی دونوں کی نماز باطل ہو جائے گی۔ چونکہ مقتدی کی نماز کا صحیح اور فاسد ہونا امام کی نماز پر موقوف ہے یعنی امام کی نماز مقتدی کی نماز کی ضامن ہوتی ہے تو جب امام کی۔

نماز صحیح تو مقتدی کی صحیح البتہ کوئی رکاوٹ ہو اور جب امام کی نماز فاسد تو مقتدی کی بھی فاسد چونکہ جب کوئی چیز فاسد ہوتی ہے جو اس کے ضمن میں ہو وہ بھی فاسد ہو جاتی ہے جس نے ایسے امام کی اقتداء کی بعد میں پتہ چلا کہ امام صاحب بے وضو تھے بالاتفاق نماز لوٹائے گا اس کا باطل ہونا ظاہر ہو چکا ہے۔ اگر کوئی مفسد طاری ہو جائے یا شرط یا رکن میں خلل واقع ہو جائے تو ابتداً نماز منعقد ہوگی پھر خلل یا حدث کے ہوتے ہوئے امام کی نماز باطل ہو جائے گی مقتدی اپنی نماز نہیں لوٹائے گا جیسے (نعوذ باللہ) امام مرتد ہو گیا یا ظہر با جماعت پڑھنے کے بعد جمعہ کے لیے چل پڑا تو فقط امام کی نماز فاسد ہے ایسا ہی اگر مقتدیوں کے منتشر ہو چکنے کے بعد سجدہ تلاوت کی طرف لوٹ آیا امام کے قدر تشہد بیٹھنے کے بعد اگر قوم نے امام سے پہلے سلام پھیر دیا پھر امام کو حدث لاحق ہوا تو صرف امام کی نماز باطل ہے اسی طرح لوگوں نے امام کے ساتھ سجدہ سہو نہیں کیا اور پھر حدث لاحق ہوا تو صرف امام کی نماز باطل ہے۔

ان مسائل میں امام کی نماز باطل ہو جاتی ہے اور مقتدی کی نماز صحیح رہتی ہے اور سابقہ قاعدہ کہ امام کی نماز مقتدی کی نماز کی ضامن ہے) نہیں ٹوٹتا اس لیے کہ یہ فساد نماز سے فراغت کے بعد امام کی نماز پر طاری ہوا ہے لہٰذا فی الحقیقت نہ کوئی امام تھا اور نہ مقتدی۔

مالکیہ ❶ امام نے جب جنابت یا بغیر وضو کی حالت میں نماز پڑھائی تو عمد (جان بوجھ کر) ونسیان (بھولے سے) بالاتفاق نماز باطل ہو جائے گی اور مقتدی کی نماز عمد میں باطل ہے نسیان میں باطل نہیں۔

شافعیہ ❷ جب پتہ چل گیا کہ امام عورت تھی یا کافر تھا تو مقتدی کے لیے نماز کا اعادہ واجب ہے اس واسطے کہ اس نے نیک امام کی تلاش باوجود قدرت ترک کی نیز امام امامت کا اہل نہ تھا۔

البتہ جب امام کا جنبی بے وضو ہونا یا کپڑے بدن پر نجاست خفیفہ والا ظاہر ہوا تو اس صورت میں مقتدی پر نماز کا اعادہ ضروری نہیں کیونکہ یہ کوتاہی مفقود ہے صرف جمعہ کی نماز مستثنیٰ جب بے وضو یا نجاست لگی امام کے ساتھ صرف چالیس ۴۰ نمازی ہوں اگر نجاست ظاہری ہو تو مقتدی کے لیے نماز کا اعادہ واجب ہے اس واسطے کہ اس حالت میں کوتاہی پائی جا رہی ہے نجاست ظاہری یہ ہے جس میں مقتدی تھوڑی غور وفکر سے کام لے دیکھ لے اور خفیفہ اس کے برخلاف ہے۔

حنابلہ..... ❸ جب معلوم ہوا کہ امام عورت یا کافر ہے تو حسب قول شافعیہ نماز کا اعادہ مقتدی کے لیے ضروری ہے کیونکہ عورت آواز اور چال ڈھال سے پہچان لی جاتی ہے اور کفر بھی عموماً مخفی نہیں رہتا لہٰذا اس سے ناواقف کوتاہی کرنے والا شمار ہوگا۔

جس بے وضو اور نجاست والے کو پتہ ہے اس کی امامت صحیح نہیں کیونکہ اس نے باوجود قدرت کے نماز کی شرط میں خلل ڈالا جو مذاق کرنے والے کے حکم میں ہے امام کو اپنے بے وضو ہونے یا نجاست لگے ہونے کا علم ہو تو مقتدی اپنی نماز لوٹائے اگرچہ اسے امام کی حالت کا پتہ نہ ہو لیکن جب امام ہی دونوں باتوں (بے وضو اور نجاست) سے بے خبر ہے اور مقتدیوں کا بھی یہی حال ہے یہاں تک نماز مکمل کر چکے تو امام کے بجائے صرف مقتدی کی نماز صحیح ہے۔ جس کی دلیل سابقہ حدیث ہے جب جنبی کسی قوم کی امامت کرے تو وہ اپنی نماز کا اعادہ کرے (مقتدی) قوم کی نماز صحیح ہے اسی بنا پر امام نے جب حدث یا جنابت کی حالت میں جماعت کرائی جس کا نہ اسے علم ہے اور نہ مقتدیوں کو یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو گئے تو بالاتفاق مقتدیوں کی نماز صحیح اور امام کی نماز باطل ہے۔

---

❶..... القوانين الفقهية ٦٩. ❷ مغني المحتاج ٢٤١/١، المهذب ٩٧/١. ❸ كشاف القناع ٥٥٩/١، ٥٦٤، ٥٦٥، المغني ٩٩/٢. ❹ بداية المجتهد ١٥٠/١

ششم: جس سے امام اور مقتدی دونوں کی نماز فاسد ہوجاتی ہے......سابقہ نکتے سے یہ بات معلوم ہوئی کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ دوران نماز جب امام پر حدث طاری ہوتو اس کی نماز باطل ہوجاتی ہے مقتدیوں کی نماز بدستور قائم رہے گی رہی یہ صورت کہ جب امام نے جنابت یا حدث کی حالت میں نماز پڑھائی اور مقتدیوں کو نماز سے فراغت کے بعد پتہ چلا تو کیا ان کی نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟ جس کا جواب سابقہ نکتے میں دیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے احناف: ان کی نماز مطلقاً فاسد ہے۔

مالکیہ......عمد کی حالت میں فاسد ہے نسیان میں فاسد نہیں شافعیہ اور حنابلہ: ان کی نماز صحیح ہے ماسوائے جمعہ کے جب امام کی معیت میں صرف چالیس نمازی ہوں تو ان کی نماز فاسد ہے۔ اختلاف کا سبب یہ ہے کہ آیا مقتدی کی نماز کی صحت امام کی نماز کے صحیح ہونے پر ہے یا اس کا آپس میں کوئی ربط نہیں۔ جن کے ہاں ارتباط وتعلق ہے'' وہ احناف ہیں ان کے بقول: ان کی نماز فاسد ہے اور جن کے ہاں تعلق وارتباط نہیں وہ شافعیہ اور حنابلہ ہیں ان کے بقول: ان کی نماز صحیح ہے اور جنہوں نے عمد وسہو میں فرق کیا ہے وہ مالکیہ ہیں جن کا مسلک اس روایت سے ماخوذ ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کا آغاز کر کے تکبیر تحریمہ کہی ہی تھی کہ پھر انھیں اشارہ کیا کہ اسی طرح ٹھہرے رہو آپ اندر داخل ہوئے تھوڑی دیر بعد باہر تشریف لائے آپ کے سر سے پانی ٹپک رہا تھا آپ نے انھیں نماز پڑھائی نماز پڑھا چکنے کے بعد فرمایا: میں بھی تم ہی جیسا ایک انسان ہوں واقعہ یہ تھا کہ میں جنابت سے تھا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے اسی پر اپنی نماز کی بنا کی ہے شافعیہ اور حنابلہ کی رائے ہے کہ اگر نماز مرتبط (جڑی ہوئی) ہوتی تو ضروری تھا کہ وہ دوسری بار نماز شروع کرتے۔

ہفتم: امام مقتدی کی کس چیز کا ذمہ دار ہے......امام مقتدی کے سجدہ سہو کا ذمہ دار ہے فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ امام مقتدی کی قرأت کے سوا نماز میں کسی چیز کا ذمہ دار نہیں اس میں بھی ان کا اختلاف تین اقوال میں ظاہر ہوا ہے۔ ❶

قول اول: مالکیہ وحنابلہ کا ہے......مقتدی امام کے ساتھ سری نماز میں قرأت کرے گا اور جہری میں قرأت نہیں کرے گا اسی طرح حنابلہ کے ہاں اس جہری نماز میں قرأت کرے گا جس میں امام کی آواز سنائی نہ دے جب سنائی دے تو پھر قرأت نہ کرے۔ ❷

دوسرا قول احناف کا ہے: مقتدی مطلقاً (امام کے ساتھ) قرأت نہ کرے۔

تیسرا قول شافعیہ کا ہے: سری نمازوں میں فاتحہ وغیرہ کی قرأت کرے اور جہری میں صرف فاتحہ پڑھے۔

اصل میں اس سلسلہ میں اختلاف کا سبب یہ ہے کہ اس موضوع کی احادیث مختلف ہیں ایسی کل چار احادیث ہیں جو ارکان نماز میں گزر چکی ہیں۔

۱......نماز فاتحہ بنا نہیں ہے۔

۲......حدیث مالک بحوالہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس نماز سے فارغ ہوئے جس میں جہری قرأت کی تھی فرمایا کیا تم میں سے کسی نے میرے ساتھ قرأت کی تھی ایک شخص نے عرض کیا: جی میں نے یارسول اللہ! فرمایا: میں بھی کہوں کہ کیا ہوا ایسا لگتا تھا جیسا کہ قرآن کے پڑھنے میں کوئی مجھ سے جھگڑ رہا ہے میں پڑھتا ہوں اور مجھے پڑھنے نہیں دیتا پھر جن نمازوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم جہری قرأت کرتے لوگ ان میں آپ کے پیچھے قرأت کرنے سے باز آ گئے۔

۳......حدیث عبادہ بن الصامت فرمایا: ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھائی آپ کے لئے قرأت کرنی مشکل ہوگئی جب

---

❶......بدایۃ المجتھد ۱/ ۱۴۹۔ ❷ ان کا کہنا ہے کہ امام کے سکتوں میں مقتدی کا قرأت فاتحہ کرنا مسنون ہے چاہے یہ سکتہ سانس لینے کے لئے ہو فاتحہ کو ٹکڑوں میں پڑھنا بھی ٹھیک ہے سری نمازوں میں اس کی قرأت مسنون ہے جس کی دلیل ابن ماجہ کی عبداللہ بن جابر سے مروی روایت ہے ظہر وعصر کی نمازوں میں امام کے پیچھے پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور سورہ پڑھتے اور آخری دو رکعتوں میں صرف فاتحہ (کشاف القناع ۱/ ۵۴۴)

نماز سے فارغ ہوئے فرمایا: لگتا ہے تم (اپنے) امام کے پیچھے قرأت کرتے ہو؟ ہم نے عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا: سوائے سورۃ فاتحہ کے ایسا نہ کیا کرو۔ ❶

۴.....حضرت جابر کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث ہے آپ نے فرمایا: جس کا امام ہو تو امام کی قرأت اس کے لئے بھی قرأت ہے ❷ اس مفہوم کی ایک پانچویں حدیث ہے جسے امام احمد نے صحیح کہا ہے جو یہ ہے "جب امام قرأت کرے تو خاموش رہو ان احادیث کی تطبیق وجمع میں فقہاء کا اختلاف ہے چنانچہ شافعیہ قرأت کی ممانعت سے جہری نمازوں میں صرف فاتحہ کو حدیث ابن الصامت رضی اللہ عنہ پر عمل کرتے ہوئے مستثنیٰ کیا ہے جب کہ مالکیہ اور حنابلہ نے حدیث "نماز صرف فاتحہ سے ہوتی ہے" کے عموم سے جہری نمازوں میں صرف مقتدی کو مستثنیٰ کیا ہے کیونکہ حدیث ابو ہریرہ میں جہری نماز میں قرأت کی ممانعت ہے جس کی تاکید اللہ تعالیٰ کے ارشاد "جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگایا کرو اخاموش رہا کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے" فرماتے ہیں یہ حکم نماز کے متعلق ہے۔

احناف نے صرف مقتدی نماز پر جو قرأت واجب ہے اس کا استثناء کیا ہے چاہے جہری نماز ہو یا سری اور قرأت کے متعلق وجوب کو فقط امام اور منفرد کے لیے قرار دیا ہے جس کے ذریعہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث پر عمل ہو جائے گا اس لحاظ سے حدیث جابر نبی علیہ السلام کے ارشاد جتنا تو آسانی سے پڑھ سکے اتنا قرآن پڑھ کی تخصیص کردے گی اس لیے کہ وہ نماز میں فاتحہ کی قرأت کے واجب ہونے کے قائل نہیں وہ تو مطلقاً قرأت کے واجب ہونے کے قائل ہیں دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے جتنا آسانی سے قرآن پڑھ سکو پڑھ لیا کرو۔

حنابلہ کی ذکر کردہ باتیں جنہیں امام مقتدی کی طرف سے برداشت کرسکتا ہے

حنابلہ..... ❸ فرماتے ہیں: امام مقتدی کی طرف سے آٹھ چیزوں کا ذمہ دار ہے۔

فاتحہ، جب مقتدی امام کے ساتھ پہلی رکعت میں شامل ہوا ہو (جسے لاحق کہتے ہیں) سجدہ سہو کا اس کے آگے سترے کا جیسا پہلے بیان ہو چکا ہے امام کا سترہ مقتدیوں کا سترہ ہے پہلے تشہد کا جب چار رکعتی نماز میں امام ایک رکعت میں آگے نکل چکا ہو کیونکہ اتباع واجب ہے اس سجدہ تلاوت کا جسے مقتدی امام کی نماز میں پڑھے جب امام تلاوت کے لیے سجدہ کرے جسے اس نے سری نماز میں پڑھا ہو سمع اللہ لمن حمدہ کہنے کا مِلْءُ السَّمٰوَاتِ وَمِلْءُ الْاَرْضِ آخر تک تحمید کے بعد کہنے کا دعائے قنوت اگر مقتدی اس کی آواز سن رہا ہو تو آمین ہی کہے ورنہ قنوت پڑھے۔

حنفیہ اور مالکیہ.....فاتحہ اور سمع اللہ لمن حمدہ کہنے اور ملء السموات والارض کہنے میں حنابلہ کے موافق ہیں جیسا کہ بقیہ مسالک باقی مسائل میں ان کے موافق ہیں۔

ہشتم: امام کے مخصوص احکام.....امام کے ساتھ چار مسائل خصوصی تعلق رکھتے ہیں جو یہ ہیں: قرأت فاتحہ کی فراغت کے بعد آیا امام آمین کہے گا یا صرف مقتدی آمین کہے گا؟ امام تکبیر تحریمہ کب کہے امام کو جب التباس ہو جائے تو کیا مقتدی لقمہ دے سکتا ہے یا نہیں آیا امام کی جگہ مقتدیوں کی جگہ سے اونچی ہو سکتی ہے۔

مسالک میں ان مسائل کے احکام سے تو ہم واقف ہو چکے ہیں صرف ان میں سے دوسرا حکم باقی ہے جس کے متعلق ہم یہاں اختصار سے گفتگو کریں گے۔ ❹

---

❶.....قال ابن عبدالبر: حدیث عبادة هنا من رواية مكحول وغيره متصل السند صحيح۔ ❷ حدیث جابر کو صرف جابر جعفی نے ہی مرفوع روایت کیا اور جابر جعفی تنہا روایت میں حجت نہیں ابن عبدالبر فرماتے ہیں یہ حدیث صرف جابر سے مرفوع روایت کی جاتی ہے۔ ❸ کشاف القناع ۱/۵۴۴۔ ❹ بداية المجتهد ۱/۱۴۱، ۱۴۳

پہلا مسئلہ: قرأت فاتحہ کے بعد کیا صرف امام آمین کہے یا صرف مقتدی ہی آمین کہے...... امام مالک کا مذہب ہے کہ وہ آمین نہ کہے جمہور کا مسلک یہ ہے کہ وہ مقتدی کی طرح آمین کہے ان کے اختلاف کا سبب بظاہر دو متعارض حدیثیں ہیں:

پہلی حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب امام آمین کہا کرے تو تم بھی آمین کہا کرو اس لئے کہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین سے مل گئی اس کے سابقہ گناہ بخش دیے جائیں گے ❶ دوسری بھی حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام **غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ** کہا کرے تو تم آمین کہا کرو۔ ❷

سو پہلی حدیث امام کی آمین میں نص ہے اور دوسری حدیث سے یہ استدلال کیا جا سکتا ہے کہ امام آمین نہ کہے اس لئے کہ اگر وہ آمین کہتا تو امام کے آمین کہنے سے پہلے مقتدی کو فاتحہ کے اختتام پر آمین کہنے کا حکم نہ ہوتا اس واسطے کہ امام جیسا کہ حدیث میں ہے نبی علیہ السلام کا فرمان ہے امام اقتداء کے لیے بنایا جاتا ہے امام مالک نے دوسری حدیث جو انہوں نے روایت کی اسے ترجیح دی ہے کیونکہ آمین کہنے والا (مقتدی) سننے والا ہوتا ہے نہ کہ قاری جو دعا کر رہا ہے جب کہ جمہور نے پہلی حدیث کو راجح قرار دیا ہے کیونکہ وہ موضوع کے متعلق نص ہے اس میں امام کا کوئی حکم نہیں۔ اس میں اور دوسری حدیث میں صرف مقتدی کی آمین کہنے کی جگہ میں اختلاف ہے اس میں اختلاف نہیں کہ آیا امام آمین کہے یا نہ کہے۔

دوسرا مسئلہ: امام کب تکبیر تحریمہ کہے...... جمہور فرماتے ہیں: صفیں سیدھی ہونے اور اقامت مکمل ہونے کے بعد ہی امام تکبیر تحریمہ کہے۔

احناف...... تکبیر کا مقام اقامت مکمل ہونے سے پہلے ہے چنانچہ ان کے ہاں بہتر یہی کہ اقامت کہنے والا موذن جب **قد قامت الصلوٰۃ** کہے امام تکبیر کہے۔

اختلاف کا سبب حدیث انس رضی اللہ عنہ اور حدیث بلال رضی اللہ عنہ بظاہر تعارض ہے حدیث انس رضی اللہ عنہ یہ ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر کہنے سے پہلے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے: ایک دوسرے سے مل کر اپنی صفیں بناؤ اس لئے کہ بسا اوقات میں تمہیں (بذریعہ وحی) پیٹھ پیچھے سے دیکھ لیتا ہوں ❸ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کی گفتگو اقامت کی فراغت کے بعد ہوئی اسی طرح حضرت عمرؓ کے بارے میں مروی ہے وہ اس وقت تکبیر کہتے جب اقامت مکمل ہو چکتا اور صفیں سیدھی ہو جاتیں۔

رہی حدیث بلال رضی اللہ عنہ تو وہ روایت کرتے ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اقامت کہتے ہوئے عرض کرتے یا رسول اللہ! آمین کہنے میں مجھ سے پہل نہ کیجئے گا ❹ جس سے پتہ چلتا ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اقامت مکمل ہونے سے پہلے تکبیر کہتے تھے۔

تیسرا مسئلہ: جب امام کو اشتباہ ہو جائے تو کیا لقمہ دے یا نہ دے...... اس کے متعلق بحث کا ذکر تو مبطلات صلوٰۃ میں گزر چکا ہے اور ہمیں یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ مسالک اربعہ وغیرہ نے اشتباہ کے وقت امام کو لقمہ دینا جائز قرار دیا ہے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مشہور ہے جب کہ بعض علماء نے اسے ممنوع قرار دیا ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مشہور ہے یہاں بھی اختلاف کا سبب آثار کا مختلف ہونا ہے چنانچہ ایک روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی اور بھولے سے ایک آیت رہ گئی ایک شخص عرض کرنے لگا: یا رسول اللہ! فلاں آیت رہ گئی آپ نے فرمایا: تم نے مجھے یاد کیوں نہ دلایا ❺ اسی طرح

---

❶...... رواه الجماعة (نيل الاوطار ۲/۲۲۲. ❷رواه مالک وفی رواية ابی داؤد وابن ماجه: قال آمين(نيل الاوطار ۲/۲۲۴)

❸رواه البخاری ومسلم(المجموع ۴/۱۴۲) ❹اخرجه الطحاوی. ❺رواه ابوداؤد احمد و عبدالله بن احمد فی مسندابيه عن مسور بن يزيد المالکی (نيل الاوطار ۲/۳۲۲) وروی ان رسول الله صلی الله عليه وسلم ترد وفی آية فلما انصرف قال ابن ابی سالم يکن فی القوم ای ير مد الفتح عليه

آپ علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اے علی! نماز میں امام کو لقمہ نہ دینا❶ جب کہ پہلی روایت صحیح ہونے اور عمل میں وزنی ہے۔

چوتھا مسئلہ: امام کا مقتدیوں سے اونچا ہونا...... ہم پہلے بیان کر چکے ہیں مذاہب اربعہ میں امام کا مقتدیوں سے اونچائی پر کھڑے ہونا کراہت کے ساتھ جائز ہے رہی تھوڑی بہت اونچائی تو وہ مالکیہ اور حنابلہ کے ہاں مکروہ نہیں اسی طرح شافعیہ کے ہاں ضرورت کی بنا پر یا تعلیم کے ارادے سے ایسا کرنا جائز ہے۔ جب کہ ایک قوم نے اسے ممنوع قرار دیا ہے اس میں اختلاف کا سبب دو متعارض حدیثیں ہیں ان میں سے ایک ثابت حدیث ہے آپ علیہ السلام نے لوگوں کو نماز سکھانے کے لئے منبر پر امامت کی جب سجدہ کرنا چاہتے تو منبر سے نیچے تشریف لے آتے ❷ دوسری حدیث جسے ابوداؤد نے روایت کیا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے چبوترے پر۔
لوگوں کی امامت کی تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان کی قمیض سے پکڑ کر نیچے کھینچ لیا جب نماز پڑھا چکے آپ نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ لوگوں کو اس سے منع کیا جاتا تھا۔❸

پانچواں مسئلہ: جو شامل کیا گیا ہے کیا امام کے لئے امامت کی نیت کرنا ضروری ہے یا نہیں؟...... ایک قوم کا مذہب ہے کہ یہ امام پر واجب نہیں جس کی دلیل حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ ہے کہ وہ نماز میں شامل ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں کھڑے ہو گئے اور ایک قوم کی رائے ہے کہ اس کا احتمال ہے اور یہ ضروری ہے کیونکہ امام مقتدیوں کے بعض افعال کا ذمہ دار ہوتا ہے یہ ان لوگوں کے مسلک کے مطابق ہے جن کی رائے ہے کہ امام مقتدی کے فرض اور نفل کا ذمہ دار ہے ہم اس بحث میں دوبارہ پڑتے نہیں۔

مقصد ثالث: پیشوائی...... پیشوائی کی شرائط امام سے جدا ہونے اور پیشوائی ختم کرنے کی نیت، مقتدی کی حالتیں (مدرک، لاحق اور مسبوق)

اول: پیشوائی کی شرط...... شافعیہ❹ نے ذکر کیا ہے کہ پیشوائی صحیح ہونے کی سات شرطیں ہیں جنہیں گزشتہ مقصد ثانی کی تفصیل میں دیکھ کر سمجھنا ممکن ہے جو یہ ہیں۔
۱...... مقتدی کو امام کی نماز بے وضوگی وغیرہ سے باطل ہونے کا علم نہ ہو فروع میں مسلکی اختلاف کے علاوہ اجتہاد کے ذریعہ امام کی نماز کے باطل ہونے کا اعتقاد نہ ہو جیسے دو مجتہد قبلہ یا پانی کے۔
دو برتنوں میں، پاک ناپاک، کے بارے میں اختلاف کریں اور دونوں مسلکوں میں ہر ایک کا اجتہاد دوسرے سے مختلف ہو اگر برتن زیادہ ہوں مثلاً تین ہوں اور ان میں سے پاک دو ہوں اور مجتہد تین ہوں ہر ایک اپنے برتن کو پاک سمجھتا ہو تو وہ ایک دوسرے کی اقتدا کریں صحیح ہے۔ جب تک امام کا برتن نجس ہونے میں متعین نہ ہو ان میں سے کسی ایک کو اپنے اجتہاد سے دوسرے کے برتن کی پاکی کا گمان ہو تو اسے اس کی اقتدا کرنا یقیناً جائز ہے۔
رہا فروعات میں اختلاف۔ مثلاً کسی شافعی نے کسی ایسے حنفی کی اقتداء کر لی جس نے اپنی شرمگاہ کو چھوا ہے یا پچھنے لگوائے ہیں۔ زیادہ صحیح یہ ہے کہ فصد کھلوانے میں اقتداء صحیح ہے نہ کہ چھونے میں مقتدی کے اعتقاد کا اعتبار ہوگا اس لیے کہ وہ مس سے اس کے نزدیک بے وضو ہے نہ

---

❶......اخرجه ابوداؤد عن ابی اسحاق السبیعی عن الحرث الاعور عن علی لكن لم يثبت سماع السبیعی عن الاعور ورواه عبد الرزاق بلفظ لاتفتحن على الامام وانت فی الصلاة۔❷هذا حديث سهل بن سعد وهو متفق عليه(نيل الاوطار ۱۹۳/۳) ❸رواه ابوداؤد عن همام ان حذيفه الناس بالمدائن على دكان...... الحديث(نيل الاوطار ۱۹۳/۳)
❹مغنی المحتاج ۱/۲۳۷۔۲۴۰ الحضرمية ۶۷

...مد کھلوانے سے۔

.....قضا نماز کے واجب ہونے کا اعتقاد نہ ہو مثلاً کسی متیمم نے ایسی جگہ تیمم کیا جہاں پانی کی موجودگی زیادہ ہوتی ہے۔

۳.....وہ کسی کا مقتدی نہ ہو پیشوائی کی حالت میں کسی مقتدی کی اقتداء صحیح نہیں اس واسطے کہ وہ دوسرے کا تابع ہے جسے اس کا سہو لاحق ہوسکتا ہے جب کہ امام مستقل ہوتا ہے کہ وہ دوسرے کے سجدے کا باردار ہوتا ہے اس لئے دونوں یکجا نہیں ہوسکتے یہی اجماع ہے۔

۴.....اس کے امام یا مقتدی ہونے میں شک نہ ہو اگر شک ہوا تو اس کی اقتداء صحیح نہیں۔

۵.....وہ ان پڑھ نہ ہو۔ ان پڑھ اسے کہتے ہیں جو فاتحہ کا ایک لفظ اچھے طریقے سے نہ پڑھ سکے یا تشدید سے اس میں خلل ڈالتا ہو ہاں کوئی اسی جیسا اس کی اقتداء کرے تو جائز ہے۔

۶.....مرد عورت کی اقتداء نہ کر رہا ہو۔ نماز پڑھ چکنے کے بعد پتہ چلا کہ وہ کافر مجنون، عورت، مقتدی یا ان پڑھ تھا تو نماز لوٹائے گا ہاں اگر اس کا بے وضو جنبی ہونا یا اس پر نجاست خفیفہ کا اثر ظاہر ہونا یا وہ زائد رکعت کے لئے کھڑا ہوا اور اس کی اقتداء کر لی تھی تو اس پر اعادہ لازم نہیں اگر اپنے امام کے بے وضو ہونے کو بھول گیا تو جب یاد آئے دہرا لے۔

دوم۔ امام سے جدائی اور پیشوائی ختم کرنے کی نیت.....ہمیں معلوم ہو چکا ہے کہ شافعیہ کے ہاں صرف نماز سے امام کے نکلنے کی وجہ سے چاہے بے وضوگی سے یا کسی اور وجہ سے ہو پیشوائی ختم ہو جاتی ہے۔

شافعیہ اور حنابلہ کا قول ❶ ہے ایک شخص نے مقتدی بن کر تکبیر تحریمہ کہی بعد میں امام سے جدائی اور اپنی نماز تنہا مکمل کرنے کی نیت کی تو شافعیہ کے ہاں خواہ عذر سے ہو جائز ہے یا بغیر عذر ہو تو کراہت کے ساتھ جائز ہے کیونکہ اس نے ایسی جماعت سے جدائی اختیار کی ہے جو واجب یا جس کا استحباب مؤکد ہے حنابلہ کے ہاں صرف عذر کی وجہ سے جائز ہے بغیر عذر کے بارے میں دو روایتیں ہیں جن میں زیادہ صحیح روایت یہ ہے کہ اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور دوسری روایت کے مطابق صحیح ہے شافعیہ نے جمعہ کا استثناء کیا ہے لہٰذا اس کی پہلی رکعت میں جدائی کی نیت صحیح نہیں اور وہ نماز جس کا اعادہ جماعت کی صورت میں کرنا چاہتا ہے اس میں سے کسی رکعت میں جدائی کی نیت ایسے ہی وہ نماز جو جماعت کے ساتھ پہلے پڑھ لی ہو مفارقت کی نیت صحیح نہیں۔ عذر یہ ہیں امام کا نماز لمبی کرنا، سنت مقصودی ترک کرنا جیسے تشہد اول اور قنوت تو اس صورت میں اس سنت کو ادا کرنے کے لیے مفارقت کی اجازت ہے یا بیماری ہو یا اونگھ زیادہ آنے کا خدشہ ہو یا جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے یا مال کے کھو جانے یا ضائع ہونے کا ڈر ہو یا ساتھیوں کے بچھڑنے کا خطرہ ہو یا کوئی صف سے نکل گیا تو اپنے ساتھ کھڑے ہونے والا نہ ملے تب بھی معذوری ہے ان کی دلیل صحیحین کی روایت ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اپنے مقتدیوں کو لمبی نماز پڑھائی تو ایک شخص علیحدہ ہو کر نماز پڑھنے لگا پھر آپ علیہ السلام کے پاس آ کر واقعہ کی اطلاع دی، آپ ناراض ہوئے اور حضرت معاذ کو تو ڈانٹا لیکن اس شخص پر نکیر نہیں کی اور نہ اسے نماز لوٹانے کا حکم دیا۔

احناف ❷ نے صرف امام سے پہلے کراہت کے ساتھ مقتدی کے سلام پھیرنے کو جائز کہا ہے مفارقت جائز نہیں ❸ مالکیہ فرماتے ہیں: جو امام کا مقتدی بن گیا وہ امام سے جدا نہیں ہوسکتا۔

سوم: مقتدی کی حالتیں (مدرک، لاحق، مسبوق).....مقتدی کی ان تینوں حالتوں کے متعلق مسالک میں احکام کی تفصیل ہے۔

---

❶ مغنی المحتاج ۱/۲۵۹ المغنی ۲/۲۳۳، کشاف القناع ۱/۴۷۲ المهذب ۱/۹۷۔ ❷ الدر المختار ۱/۵۶۰۔ ❸ الشرح الصغیر ۱/۴۴۹

مسلک حنفی ❶

مدرک......جوامام کے ساتھ پوری نماز پڑھے اس کی نماز مکمل ہے اس میں کوئی چیز نہیں رہی۔

لاحق......جس کی امام کے ساتھ شریک ہونے کے بعد ساری یا کچھ رکعتیں رہ گئی ہوں خواہ کسی عذر سے مثلاً نیند، غفلت یا بھیڑ یا وضوٹوٹ جائے یا نماز خوف ہو(یعنی پہلے گروہ میں، رہا دوسرا گروہ تو وہ مسبوق ہے) یا مثلاً مقیم تھا کسی مسافر کی اقتداء کرلی یا بلا عذر ہو مثلاً رکوع یا سجدے میں امام سے پہل کرلے تو وہ ایک رکعت کی قضاء کرے گا۔

اس کا حکم......لاحق اپنی رہ گئی نماز میں حقیقتاً مقتدی کی طرح ہے لہٰذا وہ امام کی پیروی سے نہیں نکلا اس لئے وہ رہ گئی رکعتوں میں نہ قرأت کرے اور نہ سجدہ سہو کرے اس واسطے کہ مقتدی سے امام کے پیچھے کوئی بھول چوک ہوجائے اس پر سجدہ سہو واجب نہیں اور نہ اس کے فرض تبدیل ہونگے مثلاً وہ مسافر تھا تو اقامت کی نیت سے چار ہوجائیں امام کی نماز کے دوران اس کی جو رکعات رہ گئی ہیں پہلے ان کی قضاء کرے پھر اگر امام سے مل جائے تو اس کی پیروی کرکے اس کے ساتھ سلام پھیر دے۔ اور اگر اسے نہ مل سکے تو اپنی نماز مکمل کرلے۔ اگر لاحق مسبوق ہو مثلاً اس نے امام کی دوسری رکعت سے نماز شروع کی پھر امام کے پیچھے ہی اس کی ایک یا زائد رکعت فوت ہوگئی تو رہ گئی نماز کی قضاء میں قرأت کرنا لازم ہے۔

مسبوق......جس سے امام ساری نماز میں یا بعض رکعات میں آگے نکل جائے ❷ حکم اس کا یہ ہے کہ رہ گئی نماز کی قضاء میں وہ منفرد جیسا ہے چنانچہ وہ ثناء وتعوذ پڑھے جو قرأت کے لئے ہے پھر قرأت کرے وہ نماز کی ابتداء کی قضاء قرأت کے حق میں کرے گا اگر اس نے قرأت چھوڑ دی تو نماز فاسد ہوجائے گی اسی طرح نماز کے اخیر کی قضاء تشہد کے حق میں کرے گا۔

ثناء پڑھنے کا مقام......اگر سری رکعت میں ہو تو تکبیر تحریمہ کے بعد ثناء پڑھے اور اگر امام کو جہری رکعت میں پایا ہے تو صحیح روایت کے مطابق امام کے ساتھ ثناء نہ پڑھے۔ بلکہ جب رہ گئی رکعات کی قضا کررہا ہو اس وقت ثناء پڑھے اس وقت تعوذ اور تسمیہ پڑھے جیسے منفرد ہوتا ہے مسبوق اگر رکوع میں امام سے ملے تو کھڑے ہوکر تکبیر تحریمہ کہے پھر امام کے ساتھ رکوع کرے اس کی یہ رکعت شمار ہوگی۔

اگر رکوع کے بعد ملا ہے تو کھڑے ہوکر تکبیر تحریمہ کہے پھر جس حالت میں امام ہے اس کی پیروی کرے یہ رکعت شمار نہیں ہوگی۔ پھر امام کے سلام کے بعد رہ گئی نماز کی قضا کرے اپنی نماز کی پہلی اور دوسری رکعتوں کی قضاء میں سورہ فاتحہ اور ساتھ سورت ملا کر پڑھے۔ اگر اس کی یہ دونوں رکعتیں رہ گئیں تو جن کی قضاء کررہا ہے ان میں فاتحہ اور سورۃ پڑھے۔ اگر مثلاً اس کی ایک رکعت رہ گئی تو ایک رکعت کی قضا میں فاتحہ اور سورت پڑھے۔

مسبوق منفرد کی طرح صرف چار مسائل میں اس کا حکم مقتدی جیسا ہے اول وہ کسی کی اقتداء نہیں کرسکتا اور نہ کوئی اس کی اقتداء کرسکتا ہے دوم اگر اس نے اسے توڑ کر نئی نماز کی نیت کرلی تو پہلی نماز توڑ نئی نماز شروع کرنے والا بن جائے جب کہ منفرد ایسا نہیں کرسکتا۔ سوم اگر وہ ان رکعت کی قضاء کے لیے اٹھ کھڑا ہو جن میں امام آگے نکل گیا تھا اس وقت امام پر سہو کے دو سجدے واجب تھے اگر اس کی اقتداء کرنے سے پہلے ہوں تو اس پر لازم ہے کہ وہ لوٹ آئے اور امام کے ساتھ سجدہ سہو کرے یہ اس صورت میں ہے جب اس نے اس رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو جس کی قضاء کررہا ہے اور اگر وہ نہ لوٹا یہاں تک کہ امام نے سجدہ کرلیا تو وہ اپنی نماز جاری رکھے نماز کے اختتام پر دو سجدے کرنا اس پر لازم نہیں۔ منفرد

---

❶ ......الدر المختار ۱/۵۵۵،۵۶۰، فتح القدیر ۱/۲۷۷، تبیین الحقائق ۲/۱۳۷۔ ❷ تمام رکعات میں امام آگے نکل گیا مثلاً اس نے آخری رکعت میں امام کی اقتداء کی اور کچھ رکعات میں سبقت یوں ہے کہ بعض رکعات فوت ہوجائیں۔

اس سے برعکس ہے کیونکہ اس پر دوسرے کے سہو کی وجہ سے سجدہ سہو لازم نہیں۔ مذکورہ تفصیل کی بنا پر سجدہ تلاوت کی قضاء میں امام کی متابعت اور پیروی لازم ہے چہارم احناف کے ہاں بالاتفاق مسبوق تکبیرات تشریق کہے منفرد کے برعکس اس کے متعلق امام ابوحنیفہ کا قول ہے کہ وہ نہ کہے۔

ا.....احناف کے ہاں عیدالاضحیٰ میں عرفہ کی فجر کے بعد عید کی عصر تک ایک مرتبہ تکبیر تشریق کہنا واجب ہے۔

یہ بھی مسبوق کے احکام ہیں......مسبوق جب تشہد کی مقدار بیٹھ چکا تو امام کے سلام پھیرنے سے پہلے رہ گئی نماز کی قضاء کے لیے کھڑے ہونا مکروہ تحریمی ہے البتہ چند مقامات پر معذور شمار کیا جائے گا جو یہ ہیں۔

اول.....مسح کرنے والا مسبوق جب امام کے سلام کے انتظار میں مدت ختم ہونے سے ڈر رہا ہو۔

دوم.....وہ معذور ہو اور وقت ختم ہونے کا خدشہ ہو کہیں اس کا وضو نہ ٹوٹ جائے۔

سوم.....امام کے انتظار میں جمعہ کی نماز میں عصر کا وقت شروع ہونے کا خوف ہو۔

چہارم.....جب عیدین میں ظہر کے وقت شروع ہونے کا خدشہ ہو یا فجر میں سورج طلوع ہونے کا خوف ہو۔

پنجم.....مسبوق کو یہ خوف ہو کہ اسے حدث لاحق ہو جائے گا۔

ششم.....اسے خوف ہو کہ اگر اس نے امام کا انتظار کیا تو اس کے سامنے سے لوگ گزرنا شروع ہو جائیں گے۔ ان تمام صورتوں میں مسبوق کے لیے جائز ہے کہ وہ امام کے سلام پھیرنے سے پہلے اپنی نماز کی تکمیل کے لئے اٹھ جائے۔

مسلک مالکیہ......❶ جس نے امام کے ساتھ پوری نماز پائی ہو اس کی نماز مکمل ہے امام کے سلام کے بعد اس پر قضاء نہیں اس واسطے کہ اس کی کوئی رکعت نہیں رہی۔

لاحق:......وہ شخص ہے جس کی کچھ نماز کسی معذوری کی وجہ سے امام کے ساتھ شامل ہونے کے بعد رہ گئی ہو۔ جیسے بھیڑ یا اور ایسی اونگھ جس سے وضو نہ ٹوٹے۔ اس کی تین حالتیں ہیں: اس کا رکوع یا رکوع میں برابری رہ گئی یا اس کا ایک یا دو سجدے رہ گئے ہوں یا ایک یا ایک سے زیادہ رکعت رہ گئی ہو۔

پہلی حالت......مقتدی سے رکوع یا رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہونا رہ گیا ہو۔ یہ صورت حال یا تو پہلی رکعت میں پیش آئی ہوگی یا کسی اور رکعت میں اگر پہلی رکعت میں ہو تو جس حالت میں امام کو پائے اس کی پیروی کر لے۔ اس رکعت کو فضول شمار کرے اور سلام کے بعد ایک رکعت کی قضاء کرے۔

اور اگر پہلی رکعت کے علاوہ ہو تو اگر وہ امام کو سجدے میں چاہے دوسرے سجدے میں مل سکتا ہے تو امام کو پانے کے لیے رہ گئی نماز پوری کرے۔ اور اگر امام کو سجدے میں نہ مل سکے تو اس رکعت کو بھی فضول شمار کرے اور سلام کے بعد اس کی قضاء کرے۔

دوسری حالت......اس کے ایک یا دو سجدے رہ گئے تو اگر سجدے کر کے قریب والی رکعت میں میں امام سے ملنا ممکن ہو تو رہ گئی چیز کی ادائیگی کے بعد امام سے جا ملے اس کی یہ رکعت شمار ہوگی اور اگر اس نہج پر سجدہ کرنا ممکن نہ ہو تو اس رکعت کو بیکار کر کے جس حالت میں امام ہے اس سے مل جائے اور امام کے سلام کے بعد ایک رکعت ادا کرے البتہ سجدہ سہو نہ کرے اس واسطے کہ امام اس کی طرف سے اس کا ذمہ دار ہے۔

تیسری حالت......امام کے ساتھ شامل ہونے کے بعد اس کی ایک یا زیادہ رکعتیں فوت ہوگئی ہوں تو رہ گئی نماز کی قضاء امام کے سلام

---

❶......الشرح الصغیر ۱/۴۵۸۔۴۶۱، الشرح الکبیر ۱/۳۴۵، ۳۴۹ القوانین الفقهية ۷۰، بداية المجتهد ۱/۱۸۱۔۱۸۲

پھیرنے کے بعد کرے جیسے رہی ہیں ویسے ہی قرأت وقنوت کے حوالہ سے ان کی قضاء کرے۔

رہا مسبوق......جس کی امام کے ساتھ شامل ہونے کے بعد ایک یا زیادہ رکعتیں رہ گئی ہوں اس کا حکم یہ ہے کہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی رہ گئی نماز کی قضا کرے۔

مشہور یہ ہے کہ وہ قولی حصے کی قضا اور افعال پر بنا کرے کیونکہ یہ معلوم ہے جو سمع اللہ لمن قنوت ربنا لك الحمد اور قنوت کو شامل ہے۔

قولی حصے کی قضاء کا مطلب ہے: اپنی نماز کے پہلے حصے کی نسبت امام کے ساتھ شامل ہونے سے پہلے رہ گئی نماز ادا کرے۔ اور جو اس کے ساتھ پائے اسے آخر میں رکھے چنانچہ قرأت کو اسی انداز سے سری یا جہری کرے افعال پر بنا کا مطلب یہ ہے کہ جو وہ امام کے ساتھ پائے اسے نماز کا ابتدائی اور جو رہ گئی اسے نماز کا انتہائی حصہ بنائے یوں وہ تنہا نماز پڑھنے والے کی طرح ہے یہ صورت قول پر بنا کرنے کے برعکس ہے۔

اس کی وضاحت یوں ہے کہ اگر مسبوق نے عشاء کی صرف چوتھی رکعت پائی، جب امام سلام پھیر لے تو یہ ایک رکعت ادا کرے گا جس میں قرأت فاتحہ اور سورۃ جہری کرے گا اس واسطے کہ قرأت کے لحاظ سے یہ اس کی نماز کا پہلا حصہ ہے اس کے بعد تشہد کے لیے بیٹھ جائے اس واسطے کہ بیٹھنے کے لحاظ سے یہ اس کی نماز کا دوسرا حصہ ہے اس کے بعد اٹھے اور رکعت ادا کرے جس میں فاتحہ اور سورت کا جہر کرے اس لیے کہ قرأت کے لحاظ سے یہ اس کی دوسری رکعت ہے اس کے بعد تشہد کے لیے نہ بیٹھے اس واسطے کہ بیٹھنے کے لحاظ سے یہ اس کی تیسری رکعت ہے اس کے بعد تیسری رکعت ادا کرے جس میں سری قرأت کرے اس کے بعد آخری تشہد کے لیے بیٹھے اس واسطے کہ افعال کے لحاظ سے یہ چوتھی رکعت ہے اس کے بعد سلام پھیرے نماز فجر میں امام کے ساتھ دوسری رکعت پانے والا قضاء والی رکعت میں قنوت پڑھے کیونکہ فعل کے لحاظ سے وہ پیروی رکعت ہے جہاں قنوت پڑھا جاتا ہے۔ البتہ اگر امام نے سجدہ سہو کیا، اگر تو وہ سلام سے پہلی حالت کا ہو تو اس کے ساتھ سجدہ کر لے اور اگر بعد کا ہو تو پہلے رہ گئی نماز پوری کرے سجدہ مؤخر کردے رہی مسبوق کی رہ گئی نماز کی قضاء کے لئے اٹھتے وقت کی تکبیر تو اگر وہ امام کے ساتھ دو رکعتیں یا ایک رکعت سے کم نماز پالے تو قیام کی حالت میں تکبیر کہے اس واسطے کہ اس کا بیٹھنا اپنی جگہ ہے لہٰذا تکبیر کے ساتھ اٹھے ورنہ قیام کے وقت تکبیر نہ کہے بلکہ خاموشی سے اٹھ جائے اس واسطے کہ اس کا بیٹھنا بے موقع ہے جو محض امام کی موافقت ہے۔ اگر مسبوق امام کا رکوع پالے تو امام کے رکوع سے سر اٹھانے سے پہلے اپنے گھٹنے مضبوطی سے تھام لے اگر مسبوق نے آخری رکعت کا رکوع نہیں پایا اور امام کے ساتھ سجدے یا جلسے میں شامل ہوا تو اس کی ساری نماز رہ گئی اٹھ کر اسے پوری ادا کرے اگر ایسی صورت حال جمعہ میں پیدا ہوئی ہو تو ظہر کی چار رکعتیں ادا کرے۔

شافعیہ ❶ مقتدی یا امام کے موافق ہو یا مسبوق موافق وہ ہے جو امام کے ساتھ فاتحہ کی مقدار پالے چاہے وہ پہلی یا دوسری رکعت ہو۔ مسبوق وہ ہے جو امام کے ساتھ پہلی یا دوسری رکعت کی فاتحہ پڑھنے کی مقدار نہ پا سکے۔ موافق: اگر امام سے کسی فعلی رکن میں عمداً یا بلا عذر پیچھے رہ جائے بایں طور کہ امام اس رکن سے فارغ ہو جائے اور وہ اس سے پہلے والے میں ہے تو اصح روایت کے مطابق اس کی نماز باطل نہیں ہوگی کیونکہ وہ تھوڑا پیچھا رہا ہے خواہ وہ رکن طویل ہو مثلاً امام نے اعتدال سیدھے ہونے کی ابتداء جب کہ مقتدی قرأت کرنے کے قیام ہیں ہے یا وہ رکن چھوٹا ہو مثلاً امام نے پہلے سجدہ سے سر اٹھایا اور جلسہ کے بعد دوسرے کے لیے جھک پڑا اور مقتدی ابھی تک پہلے سجدہ میں ہو۔ اگر دو فعلی رکنوں میں پیچھے رہ گیا بایں طور کہ امام ان سے فارغ بھی ہو گیا اور وہ ابھی تک ان سے پہلے والے میں ہے مثلاً امام نے سجدے میں جانے

---

❶ ......مغنی المحتاج ۱/ ۲۵۶، ۲۵۸، المهذب ۱/ ۹۵ حاشية الباحوری ۱/ ۲۰۴ الحضرمية ۷۱

کی ابتداء کردی اور مقتدی قرأت کے قیام میں ہے۔

الف..... پھر اگر وہ (تاخیر) عذر سے نہ ہو مثلاً وہ سورۃ پڑھنے یا رکوع سجود کی تسبیحات کے لیے پیچھے رہ گیا تو چونکہ زیادہ مخالفت پائے جانے کی وجہ سے اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔

ب..... اور اگر عذر سے ہو مثلاً شروع کی دعا میں مشغول تھا یا اس کے امام نے تو رکوع کر لیا لیکن اسے فاتحہ کے متعلق شک ہوا یا اس کا چھوڑ دینا یاد آ گیا یا امام نے جلدی قرأت کر لی۔ یا مقتدی سستی سے قرأت کرتا ہو عاجز ہو نہ کہ وسوسہ اور امام نے مقتدی کی فاتحہ مکمل کرنے سے پہلے کوع کر لیا تو صحیح یہ ہے کہ مقتدی فاتحہ مکمل کرے اور امام کے پیچھے اپنی نماز کی ترتیب میں کوشش کرے جب تک امام ایسے تین ارکان میں اس سے آگے نہ نکل چکا ہو جو بذات خود مقصودی نہیں ہوں بھی بے یعنی جب تک تین یا تین سے زیادہ میں آگے نہ نکل چکا ہو جو رکوع اور دو سجدے ہیں جو ہم نے نبی علیہ السلام کی عسفان میں پڑھی گئی نماز سے اخذ کیا ہے لہٰذا چھوٹا رکن اس میں شمار نہیں ہوگا جیسے اعتدال اور دونوں سجدوں میں بیٹھنا۔

اگر امام تین ارکان سے زیادہ مقدار میں آگے نکل گیا بایں طور کہ وہ ابھی تک فاتحہ سے فارغ نہیں ہوا اور امام سجدوں سے اٹھ چکا یا تشہد پڑھنے بیٹھا ہے۔ اصح قول یہ ہے کہ اسے مفارقت لازم نہیں بلکہ وہ جس حالت میں امام ہے اس کی پیروی کرے اور امام کے سلام کے بعد رہ گئی رکعتوں کا تدراک کرے جیسا کہ مسبوق ہے وہ اس کھلی مخالفت سے اپنی نماز کے طریقے کی حفاظت کر سکے اس کا سارا دارومدار اس پر ہے کہ مقتدی امام کا پیرو ہے۔

رہا مسبوق..... تو اس کے لئے تکبیر تحریمہ کے بعد سنت میں مشغول نہ ہونا مسنون ہے بلکہ فاتحہ پڑھے۔ البتہ اگر اسے گمان ہو کہ سنت عمل میں مشغولی کے ساتھ اسے پالے گا تو ٹھیک ہے اور اگر وہ سنت میں مشغول نہیں ہوا، تو رکوع میں امام کی پیروی واجب ہے فاتحہ کا باقیماندہ حصہ اس سے ساقط ہو جائے گا اور اگر رہ گئی فاتحہ کی تکمیل کے لیے وہ امام سے پیچھے رہ گیا اور ادھر امام نے رکوع سے سر اٹھا دیا تو اس کی رکعت فوت ہو گئی لیکن اس کی نماز باطل نہیں ہوگی ہاں اگر بلا عذر وہ دو فعلی رکنوں سے پیچھے رہ گیا تو نماز باطل ہے۔

اگر مسبوق سنت عمل میں مثلاً افتتاح کی دعا اور تعوذ میں مشغول ہو گیا اسی کی مقدار سورۃ فاتحہ پڑھنا واجب ہے پھر اگر وہ قرأت سے فارغ ہو چکا اور امام کے ساتھ اطمینان یقین سے رکوع پا لیا تو اسے رکعت مل گئی اور اگر واجب کی فراغت کے بعد امام کو اعتدال میں پایا اسی میں امام کی موافقت کرے گا اور اب اس کی رکعت رہ گئی اور اگر واجب سے فارغ نہیں ہوا اور قرأت کرتا رہا ادھر امام سجدے کے لیے جھک گیا مفارقت کی نیت متعین ہو جائے گی کیونکہ امام کے سجدے کے لیے جھکنے کے وقت اس نے مفارقت کی نیت نہیں کی تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی اور اگر وہ بھی امام کے ساتھ جھک گیا پھر بھی نماز باطل ہے اور اگر وہ سنت عمل میں مشغول نہیں ہو قرأت ختم کرے امام کے ساتھ رکوع کرلے مقتدی کو رکوع میں معلوم ہوا کہ اس نے فاتحہ ترک کر دیا یا اسے شک ہوا تو اسے پڑھنے کے لئے نہ لوٹے بلکہ امام کے سلام کے بعد ایک رکعت پڑھ لے۔

ترک فاتحہ یا اس میں شک کا پتہ اس وقت چلا جب امام رکوع کر چکا اور اس نے ابھی تک رکوع نہیں کیا تو اس کا محل باقی ہونے کی وجہ سے اسے پڑھنا واجب ہے اسے پیچھے رہ جانے میں معذور سمجھا جائے گا۔ اسی پر سست رفتاری سے قرأت کرنے کو موافق میں شمار کیا جائے گا رہا وہ مسبوق جس کی امام کے ساتھ نماز کی کچھ رکعتیں رہ گئی ہوں: تو اگر اس نے امام کے ساتھ جائز رکوع کی مقدار پالی مثلاً اسے رکوع میں پایا اور اطمینان سے رکوع کر لیا تو اسے رکعت مل گئی یا اگر اسے یوں نہیں پایا یا اسے زائد رکعتوں یا صلاۃ کسوف خسوف کے دوسرے میں پایا تو اسے رکعت نہیں ملی اس لیے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا: جیسے جمعہ کے روز امام کی آخری رکعت مل گئی تو وہ

ایک رکعت شامل کرلے اور جسے رکوع نہیں ملا وہ ظہر کی چار رکعتیں ادا کرے۔ ❶

اگر امام کو سجدے کی حالت میں پایا ہے تو تکبیر تحریمہ کہہ کر بغیر تکبیر کہے سجدے میں چلا جائے یہ مسلک کے مطابق ہے اور اگر اسے نماز کے آخر میں پایا تو تکبیر تحریمہ کہہ کر بیٹھ جائے اسے نماز با جماعت کی فضیلت حاصل ہوگئی پھر اگر اسے امام کے ساتھ آخری رکعت مل گئی تو یہ اس کی نماز کا آغاز ہے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا: جتنی رکعتیں تمہیں مل گئیں وہ تمہاری نماز کا آغاز ہے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا: تکبیر کہے، اور جب امام سلام پھیر چکے، کھڑے ہوکر اپنی رہ گئی نماز ادا کرے اسی سے مسلک کا قاعدہ ثابت ہوتا ہے وہ یہ کہ مسبوق کو جو نماز مل جائے وہ ابتداء حصہ اور جس کی بعد قضاء کرے گا وہ آخری حصہ ہے جس کی دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا ہے جتنی نماز تمہیں میسر آئے پڑھ لو جو رہ گئی اسے بعد میں پورا کرلو۔ ❷

یہ بات دیگر ائمہ مسالک کے خلاف ہے اس لئے کہ ان کے ہاں یہ ہے کہ جو نماز کا حصہ اسے ملا وہ آخری ہے اور جس کی وہ قضاء کرے گا وہ ابتدائی ہے جس کی دلیل نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے جتنی نماز مل جائے پڑھ لیا کرو اور جو رہ جائے اس کی قضاء کرلیا کرو۔ ❸

اگر وہ نماز قنوت والی ہو اور اس نے امام کے ساتھ قنوت پڑھا تو نماز کے آخر میں قنوت کا اعادہ کرے اس واسطے کہ امام کے ساتھ جو کچھ اس نے ادا کیا وہ بطور متابعت کیا لیکن جب اس کے اپنے محل تک پہنچے گا تو اعادہ کرے گا مثلاً اس نے امام کے ساتھ تشہد نے پڑھا پھر اپنی باقی ماندہ نماز کے لیے کھڑا ہوا تو سے تشہد کا اعادہ کرنا پڑے گا جس مسبوق کی پہلی دو رکعتیں یا آخری رکعتوں میں سے ایک رہ جائے اس کے لئے سورۂ فاتحہ کے بعد آخری دو رکعتوں میں یا ان میں سے پہلی رکعت میں سورت کا پڑھنا مسنون ہے تا کہ اس کی نماز سورت پڑھنے سے خالی نہ رہے۔

حنابلہ...... ❹ کے ہاں مسبوق وہی ہے جو حنفیہ اور مالکیہ کے ہاں لاحق ہے لہٰذا جس نے نماز کی ابتدا میں یا ایک سے زیادہ رکعت کے بعد امام کی اقتدا کی اور اس میں سے اس کا کچھ حصہ رہ گیا تو وہ دونوں حالتوں میں مسبوق ہے لاحق جس نے ابتدا سے امام کے ساتھ نماز شروع کی تھی اور پھر کسی عذر مثلاً نیند جس سے وضو نہیں ٹوٹا یا غفلت بھول چوک یا جلدی جیسے بھیڑ میں ہوتا ہے کی وجہ سے امام سے ایک یا دو رکنوں میں پیچھے رہ گیا تو اس پر واجب ہے کہ یہ فعل ادا کرے اور جب تک دوسری رکعت کے فوت ہونے کا خدشہ نہ ہو۔

کیونکہ بغیر کسی ناجائز امر کے اسے اس رکن کی تلافی کرنا ممکن ہے اس لیے لازم ہے جس رکعت میں اس نے اسے ادا کیا وہ صحیح ہوگی اور اگر اس نے اسے ادا نہ کیا یا دوسری رکعت امام کے ساتھ رہ جانے کا خدشہ تھا تو اس پر امام کا اتباع واجب ہے اور وہ رکعت بے کار گئی امام کے سلام کا بعد اسی طرح سے اس کی قضا لازم ہے۔

اس رکعت کو اسی طرح ادا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر اس کی پہلی رکعت رہ گئی تو اسے ثناء، تعوذ اور فاتحہ کے بعد سورۃ کی قرأت سے ادا کرے گا اور اگر دوسری رکعت تھی تو فاتحہ کے بعد سورت پڑھے گا اور اگر تیسری یا چوتھی رکعت ہے تو صرف فاتحہ پڑھے گا۔ اگر امام کے ساتھ سجدہ کرنے میں کسی عذر کی وجہ سے پیچھے رہ گیا تو دوسرے سجدہ میں امام کی پیروی کرنے سے اس کی رکعت پوری تب ہوگی جب وہ امام کے سلام کے بعد اسی طرح سے رہ گئی نماز کی قضا کرے۔

اگر امام کے ساتھ ایک یا زیادہ رکعتیں رہ گئیں جب کہ وجہ نیند غفلت وغیرہ عذر بنا تو باقیماندہ نماز میں امام کی اتباع کرے اور امام کے سلام کے بعد رہ گئی نماز کی قضاء مسبوق کی طرح کرے اگر مقتدی بلا عذر امام سے ایک رکن میں پیچھے رہ گیا اس کی مثال امام سے ایک رکن آگے نکل

---

❶ ......ان الفاظ سے یہ حدیث غریب ہے یہ روایت قطنی نے ضعیف سند سے نقل کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں من ادرک من الجمعة رکعة فليصل اليها اخرى فان ادركهم جلوسا على الظهر اربعا (المجموع۴/ ۱۳۳) ❷ رواه البخاری ومسلم عن ابی هريرة من طريق كثيرة فهذه الرواية اولیٰ كما قال البيهقی۔ ❸ رواه احمد والبخاری والمسلم والنسائی (حواله سابقه) ❹ كشاف القناع جلد ۱ / ۵۴۳، ۵۴۰، ۵۴۶، ۵۴۹)

جانے والے کی سی ہے اگر وہ ایسا جان بوجھ کرے تو اس کی نماز باطل ہے اس لئے کہ اس نے متابعت کو عمداً چھوڑا ہے اور اگر ناواقفیت اور بھولے سے ایسا کرے تو صرف وہی رکعت فوت ہوگی جس کی امام کے ساتھ رہ گئی چیزیں ادا نہ کرے اس واسطے کہ اس نے رکوع میں اپنے امام کی اقتدا کی البتہ اس کی نماز صحیح ہے جس کی دلیل یہ حدیث ہے میری امت سے خطاء ونسیان اور مجبوری میں کرائے گئے کام معاف ہیں۔

رہا مسبوق.....تو اگر وہ رکوع یا دو رکعتوں میں آگے نکل گیا تو مطلقاً اس کی نماز باطل ہے اور اگر بغیر رکوع کسی عمل مثلاً سجدے میں جھکنے یا بھولے سے آگے نکل گیا تو اس کی نماز باطل نہیں البتہ جو افعال اس نے اپنے امام کے بعد کئے ہیں ان کا اعادہ واجب ہے ورنہ اس کی رکعت رائیگاں جائے گی مسبوق اپنے امام کے ساتھ نماز میں جو حصہ پائے وہ اس کی نماز کا اخیر حصہ ہے جیسا ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں اور اگر اسے پہلی رکعت کے بعد دوسری یا تیسری رکعت میں پایا تو نہ ثنا پڑھے اور نہ تعوذ مسبوق جو نماز قضاء کرے گا وہ اس کا نماز کا ابتدائی حصہ ہے اس میں وہ ثناء وتعوذ اور سورت پڑھے گا جس کی دلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سابقہ حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جتنی نماز مل جائے پڑھ لیا کرو اور جو رہ جائے اس کی قضاء کرلیا کرو۔ (1)

مسبوق اپنے امام کے ساتھ تورک (کولہوں کے بل بیٹھنا) کے مقام پر تورک کرے اس لیے کہ وہ اس کی نماز اخیر ہے اگرچہ وہ شمار نہ کرے اسی طرح اپنی قضا نماز میں تشہد ثانی میں تورک کرے اگر اس نے چار رکعتی نماز سے دو رکعتیں پائیں تو امام کے ساتھ تشہد اول کے لیے امام کی پیروی میں بیٹھ جائے دو رکعتیں قضا کرنے کے بعد بھی تورک کرے کیونکہ اس کے بعد اس نے سلام پھیرنا ہے تشہد اول کی تکرار مستحب ہے یہاں تک کہ اس کا امام دو سلام پھیرے۔ اس واسطے کہ یہ تشہد نماز کے وسط میں واقع ہے جس میں پہلے پر زیادتی واضافہ مشروع نہیں۔

جب مسبوق نے بھولے سے امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو نماز کے آخر میں اس پر سجدہ سہو واجب ہے اسی طرح اس نماز کے آخر میں سجدہ سہو کرے جس کی قضاء وہ منفرد ادا کرے گا۔ اگرچہ امام کے ساتھ سجدہ سہو میں شریک ہوا۔ اور اگر امام نے سجدہ سہو نہیں کیا تو مسبوق پر رہ گئی نماز کی قضاء کے بعد سجدہ سہو واجب ہے۔ مسبوق جب اپنے امام کی پہلے سلام پہلے تکبیر تحریمہ کہہ لے تو جماعت پالینے والا شمار ہوگا اور رکعت اس وقت ملے گی۔ جب امام کے رکوع سے سر اٹھانے سے پہلے امام کے ساتھ رکوع کرے اور اسے اس میں بھی شک نہ ہو کہ امام کو رکوع میں پالیا ہے اگرچہ جم کر رکوع نہ کیا ہو پھر امام سے جا ملے جس کی دلیل مرفوع حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہے جب تم نماز کے لئے آؤ اور ہم لوگ سجدے میں ہوں تو ہمارے ساتھ سجدہ کرلیا کرو لیکن اسے (رکعت) شمار نہ کرنا اور جسے رکوع مل گیا اسے رکعت مل گئی۔ (2)

چہارم: مقتدی اپنے امام کے واجبات وغیرہ کی فراغت کے بعد کیا کرے..... احناف (3) نے امام کی فراغت کے بعد مقتدی کے لیے کچھ فروعی احکام ذکر کیے ہیں جو یہ ہیں۔

الف.....اگر مقتدی کے تشہد پڑھنے سے پہلے امام نے سلام پھیر دیا تو مقتدی تشہد مکمل کر کے سلام پھیرے۔

ب.....اگر امام نے مقتدی کے درود ابراھیمی اور دعا پڑھنے سے پہلے سلام پھیر دیا تو وہ انھیں ترک کر کے امام کے ساتھ سلام پھیر دے۔

ج.....اگر امام مقتدی کے تشہد اول سے فارغ ہونے سے پہلے اٹھ گیا تو مقتدی اسے مکمل کر کے امام کی پیروی کرے۔

د.....مقتدی نے ابھی تک رکوع یا سجود کی تین تسبیحات پوری نہیں کیں اور امام نے رکوع یا سجود سے سر اٹھا لیا تو مقتدی امام کی پیروی کرے اور تسبیحات چھوڑ دے۔

---

(1).....رواه الشيخان واحمد والنسائی من طريق ابن عيينة عن الزهری عن ابن المسيب عن ابی هريرة قال مسلم: اخطاء ابن عيينة فی هذه اللفظة فاقضوا ولا اعلم رواها عن الزهری غيره (2) رواه ابوداؤد باسناد حسن. (3) مراقی الفلاح ص ۵۰ الدر المختار ۱/ ۵۶۰

ھ.....اگر امام نے زائد سجدہ کر دیا یا قعدہ اخیرہ کے بعد بھولے سے کھڑا ہو گیا تو مقتدی اس کی پیروی نہ کرے ورنہ اس کی نماز فاسد ہو جائے گی بلکہ اس کا انتظار کرے۔ اور امام کو اپنی غلطی پر متنبہ کرنے کے لیے سبحان اللہ کہے پس اگر امام زائد سجدہ کرنے سے پہلے لوٹ آیا تو امام سجدہ سہو کرے اور مقتدی اس کے ساتھ سلام پھیر دے اگر زائد کے بعد اس نے سجدہ کیا تو مقتدی اکیلے سلام پھیر دے کیونکہ امام اپنی نماز سے باہر نکل گیا ہے اور اگر مقتدی نے امام کے زائد رکعت کو سجدہ سے مقید کرنے سے پہلے سلام پھیر دیا تو اس کے فرض فاسد ہو جائیں گے۔

و.....مقتدی کے لیے امام کے تشہد کے بعد اس کے سلام سے پہلے سلام پھیرنا مکروہ ہے جیسا کہ صحیح قول کے مطابق امام کی نماز صحیح ہے۔

ز.....اذان کے بعد مسجد سے نکلنا مکروہ تحریمی ہے یہاں تک کہ وہ شخص نماز پڑھ لے ہاں البتہ اگر وہ کسی دوسری مسجد کا امام یا مؤذن ہو یا اکیلے نماز پڑھنے سے بعد نکل جائے۔

ح.....امام کو سہو کا گمان ہوا اور اس نے سجدہ سہو کر لیا مقتدی نے بھی اس کی اتباع کر لی پھر اسے معلوم ہوا کہ سجدہ سہو تو نہ تھا مناسب یہ ہے کہ مقتدی کی نماز فاسد ہو اس لئے کہ اس نے تنہائی کے مقام میں امام کی اقتداء کی ہے۔

مقصد رابع: امام ومقتدی کے درمیان مشترکہ امور.....امام کی اقتداء کرنے کی شرائط، امام اور مقتدی کے کھڑے ہونے کی جگہ، امام کا صفیں سیدھی کرنے کا حکم دینا اکیلے شخص کا صف سے باہر کھڑے ہو کر نماز پڑھنا۔

اول: امام کی اقتداء کرنے کی شرائط.....ہمیں امام مقتدی میں سے ہر ایک کی مخصوص شرائط کا پتہ چل چکا ہے اب ہم مقتدی کے امام سے ربط وتعلق کی شرائط یا جماعت صحیح ہونے کی شرائط کے بارے میں بحث کریں گے جو یہ ہیں۔ ❶

ا۔ باتفاق مسالک مقتدی کا اقتداء کی نیت کرنا.....یعنی تکبیر تحریمہ کے ساتھ مقتدی اقتداء کرنے یا جماعت یا مقتدی ہونے کی نیت کرے، اگر اس نے یہ نیت چھوڑ دی یا اس میں شک ہوا اور افعال میں امام کی پیروی کی بھی تو اس کی نماز باطل ہے امام کی تعین نام سے ضروری نہیں اگر اس نے تعین کی اور وہ غلط نکلی تو شافعیہ کے نزدیک اس کی نماز باطل ہے لیکن متعین امام کی امام ہونے کی صفت کے ساتھ تعین کرنا ضروری ہے چنانچہ اگر اس نے دو نماز پڑھتے ہوئے شخصوں کی اقتداء کی کسی ایک کو متعین نہیں کیا تو صحیح نہیں یہاں تک کہ کسی ایک کے امام ہونے کی تعین کرے کیونکہ یہ شرط ہے۔ ایک سے زیادہ کی اقتداء کرنا جائز نہیں پس اگر اس نے دو اماموں کی اقتداء کی تو جائز نہیں اس واسطے کہ اکھٹے دو اماموں کی پیروی ممکن نہیں۔ شافعیہ کے ہاں نیت کی شرط یہ ہے کہ وہ تکبیر تحریمہ سے متصل ہو، البتہ حنفیہ اس کے تحریمہ سے پہلے اس شرط سے کہ اس میں اور تحریمہ میں کسی اور عمل ❷ کے ذریعہ فاصلہ نہ ہونے کے جواز کے قائل ہیں ان کے اور حنابلہ کے نزدیک افضل یہ ہے کہ نیت ملی ہوئی ہو، تا کہ اختلاف سے بچا جا سکے مالکیہ نے تحریمہ کے ساتھ نیت کا ملنا اور اس سے تھوڑی دیر پہلے شرط قرار دیا جیسا کہ نماز میں نیت کی شرط کے بحث میں گزر چکا ہے اس شرط کی بنا پر اگر کسی شخص نے اکیلے نماز شروع کی تو اس کے لئے جماعت میں منتقل ہونا سوائے نائب ہونے کی حالت کے جائز نہیں جیسا کہ آ رہا ہے اسی طرح احناف اور مالکیہ کے نزدیک اس کے برعکس بھی جائز نہیں وہ یہ کہ آدمی جماعت سے منفرد ہو جائے بایں طور کہ امام سے مفارقت کی نیت کر لے جب کہ شافعیہ اور حنابلہ نے جیسا ہم پہلے بیان کر چکے ہیں امام سے مفارقت کی نیت کو جائز قرار دیا ہے اور منفرد کا حنابلہ کے ہاں کسی معذوری کی وجہ سے نماز مکمل کرنا اور شافعیہ کے ہاں بلا عذر کراہیت کے ساتھ جائز ہے یہ بھی ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

---

❶.....الدر المختار ۱/۵۱۳، ۵۱۵، ۵۵۲، البدائع ۱/۱۳۸، ۱۴۲، الکتاب مع اللباب ۱/۸۴، الشرح الصغیر ۱/۴۴۹، ۴۵۳، الشرح الکبیر ۱/۳۳۷، ۳۴۱، القوانین الفقهیة ۶۸، مغنی المحتاج، ۱/۲۵۲، ۲۵۸، الحضرمیة ۶۸، ۷۱ المغنی ۲/۲۱۳، ۲۳۱، ۲۲۴، کشاف القناع ۱/۴۶۵، ۵۷۱، ۵۷۹۔ ❷ حنفیہ فرماتے ہیں جو دوسرے کی نماز میں داخل ہونے کا ارادہ کرے اسے دو نیتوں کی ضرورت ہوتی ہے اول نماز کی نیت اور امام کی پیروی کی نیت جس میں وقت فرض اور امام کی اقتدا کی نیت کرے گا۔

امام کا امامت کی نیت کرنا تو جمہور کے نزدیک سوائے حنابلہ کے شرط نہیں بلکہ مستحب ہے تاکہ جماعت کی فضیلت حاصل ہو جائے اگر وہ یہ نیت نہیں کرتا تو اسے فضیلت حاصل نہیں ہوگی کیونکہ انسان کا وہی عمل ہوتا ہے جس کی وہ نیت کرے شافعیہ اور مالکیہ نے اس نماز کو مستثنیٰ کیا ہے جس کا صحیح ہونا جماعت پہ موقوف ہے جیسے جمعہ بارش کے لیے اعادے کی نماز نماز خوف وغیرہ اس میں امام کو امامت کی نیت کرنا ضروری ہے۔حنفیہ نے عورتوں کی کسی مرد کی اقتدا کرنے کو مستثنیٰ کیا ہے اس لیے کہ عورتوں کی اقتداء اسی وقت صحیح ہوگی جب امام ان کی امامت کی نیت کرے۔

حنابلہ..... فرماتے ہیں امامت کی نیت بھی شرط ہے چنانچہ امام امام ہونے کی اور مقتدی، مقتدی ہونے کی نیت کرے گا ورنہ نماز فاسد ہو جائے گی لیکن کسی شخص نے اکیلے تکبیر تحریمہ کہی پھر وہ دوسرا شخص اس کے ساتھ آکے نماز پڑھنے لگا اور اس نے اس کی امامت کی نیت کرلی تو نفل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث پر عمل کرتے ہوئے صحیح ہے جو یہ ہے فرمایا: میں نے اپنی خالہ میمونہ کے ہاں رات گزاری، آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات نفل پڑھنے کے لیے اٹھے مشکیزے کی طرف بڑھے وضوفرمایا اور کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے میں نے جب آپ کو ایسا کرتے دیکھا تو میں بھی اٹھ گیا چنانچہ میں نے بھی مشکیزے سے وضو کیا اور پھر آکے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیں طرف کھڑا ہو گیا آپ نے پیٹھ کے پیچھے سے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے گھما کے دائیں طرف لے آئے۔ ❶

رہا فریضہ تو اگر نمازی کسی کا منتظر ہو جیسے امام مسجد تو اسے اکیلے تحریمہ باندھنا حرام ہے وہ آنے والے کا انتظار کرے اور اس کے ساتھ نماز پڑھے البتہ حنابلہ کے نزدیک ایسا کرنا بھی جائز ہے کیونکہ نبی علیہ السلام نے اکیلے تکبیر تحریمہ کہی پھر جابر اور جبارۃ آئے اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تحریمہ کہی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نماز پڑھائی آپ نے ان دونوں کے فعل پر نکیر نہیں کی جس سے ظاہر ہوتا ہے وہ فرض نماز ہی تھی کیونکہ وہ لوگ مسافر تھے رہی اس کے علاوہ کی حالت تو جس نے نیت نہ کی ہو اس کی اقتداء کرنا صحیح نہیں۔

۲۔امام اور مقتدی کی نمازوں کا ایک ہونا..... اس اتحاد کی تعریف میں فقہاء کی کئی آراء ہیں چنانچہ احناف ❷ فرماتے ہیں: اتحاد یہ ہے کہ مقتدی کے لئے اپنی نماز میں امام کی نماز کی نیت کے ساتھ داخل ہونا ممکن ہو یوں امام کی نماز مقتدی کی نماز کو شامل ہوئی اس لیے فرض پڑھنے والا نفل پڑھنے والے کے پیچھے نماز نہ پڑھے کیونکہ اقتداء بنیاد ہے اور فرض ہونے کی تعریف امام کے حق میں معدوم ہے۔لہٰذا معدوم پر بنیاد ثابت نہیں ہوگی، اور ایک فرض پڑھنے والا کوئی فرض پڑھنے والے کے پیچھے نماز نہ پڑھے کیونکہ اقتداء شرکت اور موافقت کا نام ہے لہٰذا سبب فعل اور وصف میں اتحاد کا ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ اقتدا کی بنیاد تحریمہ پر تحریمہ کی وجہ سے ہوتی ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے کہ اتحاد فرضیت اور فرضیت کی قسم میں ہوتا ہے۔

نفل والا فرض والے کی اقتداء کر سکتا ہے کیونکہ اس میں ضعیف کی بنیاد قوی پر ہے جو جائز ہے سوائے تراویح کے جس کے متعلق صحیح روایت ہے اس لیے کسی فرض پڑھنے والی کی اقتداء میں تراویح صحیح نہیں ہوگی اس واسطے کہ یہ مخصوص ہیئت کے ساتھ مسنون ہے ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لیے اس کی مخصوص کی رعایت رکھی جائے گی۔نفل والا نفل والے کی اقتداء کر سکتا ہے اسی طرح جس نے نفل کی نذر مانی وہ نفلی نذر پڑھنے والی کی اقتداء کر سکتا ہے اور جو وتر کو واجب سمجھتا ہے (وہ احناف ہیں) اسے سنت سمجھنے والے کی اقتداء کر سکتا ہے۔جس نے حالت قیام میں غروب کے بعد اسی شخص کی اقتداء کی جس نے غروب سے تحریمہ باندھا تو جائز ہے کیونکہ امام کی نماز مقتدی کی نماز کے ساتھ تینوں صورتوں میں متحد ہے۔

---

❶ ..... متفق علیہ ❷ الکتاب بشرح اللباب (۸۴/۱) الدر المختار و رد المحتار ۵۱۴/۱، ۵۵۵، ۵۵۲ فتح القدیر ۲۶۱/۱، ۲۶۵/۱۹

وضوو الا تیمّم والے کی پاؤں دھونے والا مسح کرنے والے کی چاہے موزے پہ ہو یا پٹی پر کھڑا بیٹھے کیا جو رکوع و سجود کرتا ہو اقتداء کر سکتا ہے نہ کہ اشاہ کرنے والا اشارے والے کے پیچھے اشارہ والا ہی پڑھے البتہ اگر مقتدی بیٹھا ہو اور امام لیٹا ہوا ہو جائز نہیں کیونکہ قعود کا اعتبار ہے اس سے قعود ثابت ہو جائے گا۔

رہی کھڑے شخص کی بیٹھے کی اقتداء میں نماز تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آخری نماز بیٹھ کر پڑھائی اور لوگ کھڑے تھے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ لوگوں تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکبیر پہنچا رہے تھے ❶ اسی طرح کھڑے شخص کا کبڑے کی اقتدا کرنا صحیح ہے اگر چہ اس کا کھڑا پن معتمد روایت کے مطابق رکوع تک پہنچ چکا ہو۔ اسی طرح لنگڑے کی اقتداء کرنا صحیح ہے ایسے ہی اشارہ کرنے والا اپنے جیسے اشارہ کرنے والے کی اقتداء کر سکتا ہے البتہ اگر امام لیٹا ہوا اور مقتدی بیٹھا یا کھڑا ہو تو مختار قول کے مطابق جائز نہیں اس لئے کہ مقتدی کی حالت قوی ہے۔

مالکیہ...... ❷ فرماتے ہیں اصل نماز میں اتحاد و یگانگت ضروری ہے، لہٰذا ظہر پڑھنے والا عصر پڑھنے والے کی اقتداء نہیں کر سکتا نیز نماز کے ادا اور قضاء ہونے میں اتحاد ہو لہذا قضاء کے پیچھے ادا اور نہ اس کا برعکس صحیح ہے نماز کے وقت میں اتحاد ہو اگر چہ وہ قضا کرنے میں ایک ساتھ ہوں، اس لئے ہفتے کی ظہر: اتوار کی ظہر کے پیچھے صحیح نہیں اور نہ اس کے برعکس۔ نماز فجر میں طلوع شمس کے بعد اس شخص کی اقتداء کرنا صحیح نہیں جسے طلوع شمس سے پہلے ایک رکعت مل گئی اس لیے کہ وہ نماز امام کے حق میں ادا اور مقتدی کے حق میں قضاء ہے نفل پڑھنے والا فرض پڑھنے والے کی اقتدا کر سکتا ہے مثلاً سورج طلوع ہونے کے بعد فرض قضا پڑھنے والے کی اقتداء میں چاشت کی دو رکعتیں سفری نماز کے پیچھے دو نفل یا حضری (حالت قیام) نماز کے پیچھے چار رکعتیں نفل ادا کرنا۔

حنابلہ...... ❸ فرماتے ہیں: وقت اور نام کے لحاظ سے فرض کی قسم میں اتحاد ہونا چاہیے لہٰذا ظہر پڑھنے والے کو عصر پڑھنے والے کی اقتدا کرنا صحیح نہیں یا ان دونوں نماز کے علاوہ مثلاً عشاء ہو گئی اور اس کے برعکس اسی طرح فرض پڑھنے والی کی نماز کسی اور وقت اور نام کے فرض پڑھنے والے کے پیچھے صحیح نہیں۔ اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: امام اسی لیے مقرر کیا جاتا ہے تاکہ اس کی اقتداء کی جائے سو امام سے اختلاف نہ کرو، اسی حدیث کی وجہ سے فرض پڑھنے والے کو نفل پڑھنے والے کی اقتدا کرنا صحیح نہیں اور چونکہ مقتدی کی نماز امام کی نیت سے ادا نہیں ہو گی جس کی مثال ایسی ہو گئی کہ کوئی ظہر پڑھنے والے کے پیچھے جمعہ پڑھنے لگے جسے وضو کے لیے پانی اور تیمّم کے لیے مٹی نہ ملے یا جسے چھوڑے ہوں اور ان کی وجہ سے جلد کو چھو نہ سکتا ہو اسے کسی کی امامت کرنا یا جس سے وضو کیا ان میں سے کسی ایک کی اقتداء کرنا صحیح نہیں جو نماز افعال میں دوسری نماز کے خلاف ہو اقتداء کرنا صحیح نہیں جیسے نماز کسوف یا جمعہ ایسے شخص کے پیچھے پڑھنا جو ان نمازوں کے علاوہ کوئی اور نماز پڑھ رہا ہو یا ان دونوں نماز کے علاوہ کی نمازیں یہ نمازیں پڑھنے والے کے پیچھے پڑھنا اس سے افعال میں امام کی مخالفت لازم آتی ہے جس سے منع کیا گیا ہے نفل والا فرض والے کی اقتدا کرے صحیح ہے جس کی دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نماز کو با جماعت لوٹانے کے متعلق ہے اس پر کون احسان کرے گا چنانچہ ایک شخص اٹھا اور اس کے ساتھ نماز پڑھی وضو والا تیمّم والے کی اقتداء کر سکتا ہے کیونکہ اس نے لازمی طریقہ سے طہارت حاصل کی ہے برعکس زیادہ بہتر ہے حائل پر مسح کرنے والا دھونے والے کی اس لئے کہ دھونے سے حدث زائل ہو جاتا ہے۔ ادا پڑھنے والا قضاء پڑھنے والے کی اقتدا کر سکتا ہے اور اس کے برعکس بھی کیونکہ نماز تو ایک ہے صرف وقت مختلف ہے آج کی ظہر کی قضا کرنے والا دوسرے دن کی ظہر کی قضا کرنے والے کی اقتداء کر سکتا ہے کیونکہ نماز ایک ہے صرف وقت مختلف ہے یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ یہ دونوں حالتیں مسلک مالکیہ کے خلاف ہیں قیام سے لاچار شخص اپنے جیسے کا امام بن سکتا ہے اور بیٹھ کر نماز پڑھنے والا قیام کی قدرت رکھنے والوں کی امامت دو شرطوں سے۔

---

❶ ...... بخاری ومسلم عن عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود (نصب الرایۃ ۲/ ۴۱) ❷ الشرح الصغیر ۱/ ۴۵۔ ❸ کشاف القناع ۱/ ۵۶۱، ۵۷۰ المغنی ۲/ ۲۲۰، ۲۲۷

اول..... وہ محلہ کا امام ہو اس لیے کہ لوگوں کو سوائے مخصوص امام کی عدم موجوگی کے معذور شخص کو آگے کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی وہ بغیر ضرورت نماز میں کسی رکن کے ساقط کرنے کا ذمہ دار نہیں ہوگا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ایسا کیا تو آپ مقرر امام تھے۔

دوم..... اس کی بیماری کے ختم ہونے کی امید ہو اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شفایاب ہونے کی امید تھی، اس واسطے کہ کافی عرصے سے بیمار اور جس کے صحتمند ہونے کی امید نہ ہو اسے مخصوص امام بنانا لوگوں کے لئے قیام ترک کرنے کا سبب بنے گا جس کی چنداں ضرورت نہیں۔

اسی بنا پر قیام سے لاچار کے پیچھے نماز صحیح نہیں اس لیے کہ اسے نماز کے ارکان میں سے ایک رکن سے لاچاری ہے لہٰذا اس کی اقتداء صحیح نہیں جیسے کوئی شخص قرأت سے عاجز ہو تو وہ اپنے ایسے کی امامت کر سکتا ہے صرف محلّہ کا امام جس کی بیماری ختم ہونے کی امید ہو اس سے مراد ہر مسجد کا مخصوص امام ہے محلّہ کا امام اگر بیٹھ کر نماز پڑھائے تو مقتدی بھی بیٹھ کر پڑھیں جس کی دلیل حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: امام اقتداء کے لیے بنایا جاتا ہے اس کی مخالفت نہ کرو جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھائے تو سب بیٹھ کر نماز پڑھا کرو ❶ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرمایا: ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر میں بیماری کی حالت میں بیٹھ کر نماز پڑھائی کچھ لوگوں نے آپ کی اقتداء میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنا شروع کی آپ نے ان کی طرف اشارہ فرمایا کہ بیٹھ جاؤ نماز کے بعد ارشاد فرمایا: امام اقتداء کے لیے بنایا جاتا ہے جب امام رکوع کرے تو رکوع کرو جب رکوع سے سر اٹھائے تم بھی سر اٹھاؤ اور جب **سمع اللہ لمن حمدہ** کہے تو تم **ربنا ولک الحمد** کہا کرو اور جب (کسی مجبوری سے) بیٹھ کر نماز پڑھائے تو تم سب بھی بیٹھ کر نماز پڑھا کرو ❷ چونکہ یہ امام کے قعود کی حالت ہے جس کی پیروی مقتدیوں کے لیے تشہد کی حالت کی طرح ضروری ہے۔ اگر لوگوں نے ایسے امام کے پیچھے جس کی بیماری زائل ہونے کی امید ہے کھڑے ہو کر نماز پڑھی تو ان کی نماز صحیح ہے اس واسطے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اقتداء میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والوں کو اعادے کا حکم نہیں دیا کیونکہ قیام اصل ہے ایسے امام کے لیے افضل یہ ہے کہ جب وہ بیمار ہو کسی کو نائب بنا دے کیونکہ لوگوں کا اس کی امامت صحیح ہونے کے بارے میں اختلاف ہو سکتا ہے یوں وہ اختلاف سے بچ جائے گا اور چونکہ کھڑے شخص کی نماز زیادہ کامل ہے اس واسطے مستحب ہے کہ کامل نماز والا شخص امام ہو۔

شافعیہ نے امام مقتدی کی نمازوں کے نظم کی موافقت کو کافی قرار دیا ہے اگر ان کی نمازوں کے نظم میں اختلاف ہو مثلاً فرض اور کسوف کی نماز یا فرض اور جنازے کی نماز تو صحیح روایت کی بنا پر پیشوائی صحیح نہیں کیونکہ دونوں نمازوں کے افعال میں اختلاف کی وجہ سے اتباع مشکل ہے ادا کرنے والے کو قضاء پڑھنے والے کی اقتداء صحیح ہے اس کے برعکس بھی فرض پڑھنے والا نفل پڑھنے والے کی اور اس کے برعکس عصر والے کے پیچھے ظہر اور اس کے برعکس اسی ظہر پڑھنے والا فجر اور مغرب پڑھنے والے کی اقتداء کر سکتا ہے اس صورت میں مقتدی مسبوق جیسا ہوگا اپنے امام کے سلام کے بعد اپنی نماز مکمل کرے گا اس حالت میں قنوت اور مغرب کے آخری قعود میں امام کی متابعت سے کچھ ضرر نہیں۔ اپنی نماز کے طریقہ کی رعایت کے لیے مقتدی کو اجازت ہے کہ وہ قنوت پڑھنے اور قعدہ اخیرہ میں امام کی مشغولی کے وقت جدا ہو جائے۔ اظہر روایت کے مطابق ظہر کے پیچھے فجر کی نماز صحیح ہے جب امام تیسری رکعت کے لیے اٹھے تو چاہے اس سے جدا ہو کر سلام پھیر دے اور چاہے تو سلام تک اس کا انتظار کرے انتظار کرنا افضل ہے اگر مقتدی کے لیے دوسری رکعت میں قنوت پڑھنا ممکن ہو تو قنوت پڑھے ورنہ چھوڑ دے قنوت پڑھنے کے لیے امام سے جدا ہونے کی اجازت ہے۔

---

❶ متفق علیه قال ابن عبد البر روی هذا فوعا من طرق متواترة. ❷ وروی انس نحوه اخرجهما البخاری ومسلم وروی جابر عن النبی صلی الله علیه وسلم مثله اخرجه مسلم ورواه اسید بن حضیر وعمل به قال ابن عبدالبر روی هذا الحدیث عن النبی صلی الله علیه وسلم من طرق متواترة من حدیث انس وجابر وابی هریرة وابن عمر وعائشة کلها باسانید صحاح.

خلاصہ...... یہ تمام مسالک میں سے امام مقتدی کی نماز کے متحد ہونے کی شرط میں مسلک مالکی زیادہ سخت ہے پھر حنفی پھر حنبلی اور پھر شافعی ہے۔

۲۔ اگر نماز بیٹھ کر ہو تو مقتدی اپنی ایڑی یا سرین کے ذریعہ اور اگر لیٹ کر ہو تو اپنے پہلو کے ذریعہ امام سے آگے نہ بڑھے...... اگر دونوں برابر ہوں جائز تو ہے لیکن مکروہ ہے امام سے تھوڑا سا پیچھے ہونا مستحب ہے اور اگر آگے بڑھ گیا تو اس کی نماز صحیح نہیں یہ شرط جمہور (حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ ❶) کے نزدیک ہے دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے امام اقتداء کے لیے بنایا گیا ہے کیونکہ اقتداء میں اسے اپنے پیچھے التفات کرنے کی ضرورت پڑتی ہے اور چونکہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں اور نہ منقول کے معنی میں ہے ایڑی سے آگے بڑھنے کا اعتبار ہے۔ اگر پاؤں کی لمبائی کی وجہ سے مقتدی کی انگلیاں امام کے پاؤں سے آگے بڑھ گئیں تو جب تک پاؤں کا اکثر حصہ آگے نہ بڑھے نماز صحیح ہے۔

۳۔ حنفیہ اور حنابلہ نے کعبہ کے اردگرد نماز میں مقتدی کو امام سے آگے بڑھنے کی اجازت دی ہے...... اسی طرح شافعیہ نے اس وقت آگے بڑھنے کی اجازت دی ہے جب مقتدی امام کی جہت میں نہ ہو۔ اگر دونوں ایک جہت ہوں تو مقتدی کا آگے بڑھنا صحیح نہیں بلا ضرورت آگے بڑھنا مکروہ ہے ضرورت جیسے کسی مسجد کا تنگ ہونا تو اس صورت میں مکروہ نہیں جدید قول میں اگر مقتدی امام سے آگے بڑھا تو نماز باطل ہے اس لیے کہ وہ ایسی جگہ کھڑا ہو جو کسی حالت میں مقتدی کی جگہ نہیں یوں اس کی مشابہت اس سے ہوگئی جیسے کوئی نجس جگہ کھڑا ہو۔

مالکیہ...... یہ شرط قرار نہیں دیتے چنانچہ اگر مقتدی اپنے امام سے آگے بڑھا اگر چہ تمام مقتدیوں نے ایسا کیا تو نماز صحیح ہے یہی معتمد قول ہے لیکن بلا ضرورت آگے ہونا مکروہ ہے کیونکہ اس سے اقتداء ممنوع نہیں ہو جاتی اس کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی پیچھے ہو جائے۔

۴۔ امام و مقتدی کی نماز کی جگہ کا متحد ہونا خواہ دیکھ کر یا سن کر اگر چہ آواز پہنچانے والے کے ذریعہ ہو...... اگر دونوں کی جگہیں علیحدہ ہوئیں تو اقتداء صحیح نہیں جس کی تفصیل مسالک میں مختلف ہے یہ شرط مالکیہ کے علاوہ جمہور کے ہاں ہے اس واسطے کہ اقتداء نماز میں تابع ہونے کا تقاضا کرتی ہے اور جگہ نماز کے لوازمات سے ہے تو جگہ میں تابع ہونا ضرورتاً ثابت ہوا اور جگہ کے بدلنے سے جگہ میں پیروی ختم ہو جائے گی یوں نماز میں پیروی معدوم ہو جائے گی اس لئے کہ اس کا لازم نہ رہا۔

مالکیہ...... کے ہاں یہ شرط نہیں لہٰذا امام و مقتدی کی جگہ بدلنے سے اقتداء میں کوئی فرق نہیں پڑتا، اسی طرح کسی حائل مثلاً نہر رستہ، دیوار سے اقتدا ختم نہیں ہوتی لیکن شرط یہ ہے کہ امام کے افعال کا آنکھ یا کان سے پتہ چلتا رہے اس تک پہنچنا شرط نہیں۔ البتہ اس سے جمعہ کی نماز مستثنیٰ ہے چنانچہ کسی شخص کا گھر جمعہ مسجد سے ملا ہوا ہے اور وہ اپنے امام کی اقتداء میں نماز جمعہ پڑھتا ہے تو اس کی نماز باطل ہے اس لئے جامع مسجد کا ہونا جمعہ صحیح ہونے کے لئے شرط ہے۔

احناف...... کی رائے کی تفصیل یہ ہے کہ امام اور مقتدی کی جگہ میں تبدیلی سے اقتداء فاسد ہو جاتی ہے خواہ مقتدی کو امام کی حالت کا اشتباہ ہو یا نہ ہو یہی صحیح قول ہے چنانچہ اگر کسی پیدل نے سواری یا اس کے برعکس یا سوار نے سوار کی جبکہ دونوں کی سواریاں مختلف ہوں اقتداء کی تو صحیح نہیں کیونکہ جگہ میں فرق آ گیا اگر دونوں ایک سواری پر ہوں تو جگہ ایک ہونے کی وجہ سے اقتداء صحیح ہے۔ جس نے اس طرح امام کی اقتداء کی کہ درمیان میں کھلا راستہ ہے جہاں سے لوگ گزرتے ہیں یا بڑی نہر ہے صحرا میں کھلی فضاء ہے یا بہت بڑی مسجد میں جیسے مسجد اقصیٰ جس میں

---

❶...... المجموع: ۱۹۴/۴

دو یا زیادہ صفیں سما سکیں یا بلا حائل عورتوں کی صف ہو جن میں ہاتھ بھر کا فاصلہ ہو یا ان کے بلند ہوئے بغیر قد انسان جتنا فاصلہ ہو تو اقتداء صحیح نہیں۔ اس لیے کہ اس سے دونوں جگہوں عرفاً تبدیلی پیدا ہوتی ہے اور حقیقت میں بھی اختلاف ہے جو اقتداء کے صحیح ہونے میں رکاوٹ ہے جس کی دلیل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے جس شخص اور امام کے درمیان نہر راستے یا عورتوں کی صف کی وجہ سے فاصلہ ہو جائے اس کی نماز نہیں جس عام راستے کی وجہ سے (اقتداء صحیح نہیں اس کی مقدار یہ ہے جس میں سے بیل گاڑی یا بار بردار (لدے ہوئے) جانور گزر سکیں۔ اور نہر سے مراد جس میں کشتی سما سکے اگر رستے پر صفیں ملی ہوں جیسا حرمین یا نمازیوں سے بھری مساجد میں ہوتا ہے تو اقتداء جائز ہے اس لیے کہ صفوں کے اتصال سے اب وہ رستہ نہ رہا بلکہ اس نماز کی جگہ بن گیا اسی طرح اگر نہر پر پل ہو اور اس پر متصل صف ہو تب بھی یہی حکم ہے امام اور مقتدیوں کے درمیان اگر بڑی دیوار حائل ہو تو جب تک امام کی آواز یا مبلغ کی آواز سے یا دیکھنے سے اگر چہ امام صرف کسی ایک مقتدی کو دکھائی دے چاہے کھڑکی نما دروازے سے دکھائی جس میں سے گزرنا مشکل ہے اور جگہ بھی حقیقت مختلف نہ ہو جیسے مسجد اور گھر کیونکہ مسجد ایک جگہ ہے ان صورتوں میں اگر امام کا حال مشتبہ نہ ہو تو اس سے اقتداء پر کوئی اثر نہیں ہوتا ہاں البتہ جب مسجد بہت ہی بڑی ہو اسی طرح گھر کا حکم مسجد جیسا ہے صحرا کا نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر حائل سے اشتباہ اور جگہ کا اختلاف نہیں تو اقتداء صحیح ہے امام تک پہنچنا یا نہ پہنچنا شرط نہیں۔

امام اگر محراب میں ہو تو مسجد کے انتہائی حصہ میں اس کی اقتداء کرنا صحیح ہے اس واسطے کہ مسجد باوجود اپنے گوشوں کی دوری کے ایک جگہ کے حکم میں ہے اور مکبر اپنی تکبیر تحریمہ سے صرف آواز پہنچانے کا قصد کرے تو اس کی آواز پر اقتداء کرنے والے کی نماز باطل ہے مقتدی اگر مسجد یا کسی ایسی عمارت کی چھت پر کھڑا ہو جو مسجد کے ساتھ ہو اور اس سے ملی ہو درمیان میں کوئی راستہ نہ ہو اور امام کی اقتداء کرے پس اگر اس کا قیام امام کے پیچھے یا اس کے برابر ہو تو کافی ہے اس لیے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک چھت پر کھڑے ہو کر امام کی اقتداء کی تھی جو اس کے اندر تھا اور چونکہ مسجد کی چھت مسجد کی تابع ہے اور تابع کا حکم اصل جیسا ہوتا ہے تو گویا وہ مسجد میں ہوا یہ اس صورت میں ہے جب امام کی حالت مشتبہ نہ ہو اگر حالت کا اشتباہ ہو تو جائز نہیں۔ اگر وہ امام سے آگے کھڑا ہو کافی نہیں اس لئے تابع ہونے کا مفہوم باقی نہیں رہا رہی یہ صورت جب کوئی شخص اپنے گھر میں کسی امام مسجد کی اقتداء کرے اور اس کا گھر مسجد سے جدا ہو خواہ درمیان میں رستہ یا کوئی اور چیز ہو تو جگہوں کے بدلنے کی وجہ سے اقتداء صحیح نہیں۔

خلاصہ...... یہ ہوا کہ جگہوں کے بدلنے سے اقتداء صحیح نہیں ہونی چاہیے مقتدی پر امام کی حالت مشتبہ ہو یا نہ ہو اور مسجد یا گھر میں باوجود جگہ ایک ہونے کے اگر کوئی ایسا حائل آ گیا جس سے فاصلہ پیدا ہو گیا تو اقتداء صحیح نہیں چاہے امام کا حال مشتبہ ہو۔ رہا اتنا فاصلہ جس میں دو یا زیادہ صفیں سما سکیں صحراء ہو یا بڑی مسجد تو وہ اقتداء کے لئے مانع ہے۔

شافعیہ...... ❶ اقتداء کے لیے امام کے انتقالات کا علم ہونا شرط ہے بایں طور کہ اسے امام یا کچھ صف دکھائی دے یا اس کی آواز سنے خواہ مبلغ کے ذریعہ سے ہو اگر چہ وہ نماز میں شریک نہ ہو۔

الف...... امام اور مقتدی اگر کسی مسجد میں جمع ہوں تو اقتداء صحیح ہے اگر چہ ان کا درمیانی فاصلہ تین سو ہاتھ ۳۰۰ سے زیادہ ہو یا ان کے مابین عمارتیں جیسے کنواں چھت اور مینارہ ہو یا دوران نماز دروازہ بند کر دیا گیا ہو۔ چنانچہ ایک شخص مسجد کی آخری کنارے میں نماز پڑھ رہا ہے اور امام پہلے حصہ میں کھڑا ہے تو لوگوں کے گزرنے کے امکان کی شرط کے ساتھ اقتداء صحیح ہے بایں طور کہ کوئی ایسا حائل نہ پایا جائے جو مقتدی کو امام تک پہنچنے سے روک سکے جیسے نماز میں شامل ہونے سے پہلے کا دروازہ امام تک پہنچنے میں کوئی فرق نہیں خواہ وہ شخص قبلہ رخ ہو یا قبلہ پشت، مسجد کی چھت اور اس کا صحن لان مسجد کے حکم میں شمار ہوتا ہے۔

---

❶...... مغنی المحتاج ۱/ ۲۴۸، ۲۵۱ الحضرمیة ۶۹

ب.....اگر امام مقتدی مسجد سے باہر ہوں جیسے صحراء وغیرہ تو اس شرط کے ساتھ نماز صحیح ہے کہ ان دونوں کے درمیان اور دونوں صفوں کے درمیان [1] تقریباً تین سو ۳۰۰ ہاتھ کا فاصلہ نہ ہو تین ہاتھ کی زیادتی سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔اسی طرح ان کے درمیان دیوار بند یا پھرا ہوا دروازہ یا کھڑکی نہ ہو اگر امام مسجد میں اور مقتدی باہر ہو تو تین سو ہاتھ کا شمار مسجد کے آخری گوشے سے کیا جائے گا۔صحیح قول کے مطابق کسی فاصلے والی شے کا ہونا یا راستے کا خلل انداز ہونا یا اس بڑی نہر کا ہونا جس میں کشتیاں چلتی اور تیراکی کرنے والے تیراکی کرتے ہوسے کچھ فرق نہیں پڑتا اور نہ دو کشتیوں کے درمیان سمندر کا خلل انداز ہونے سے کچھ ہوتا ہے۔اگر امام اور مقتدی دو عمارتوں میں ہوں مثلاً مدارس کے کمرے یا دو آبادیاں ہوں دو طریقوں میں زیادہ صحیح طریقے کی بناء پر اقتداء صحیح ہے۔اگر مقتدی کا کمرے دائیں یا بائیں ہو تو وہ دو عمارتوں میں سے ایک کی صف کا دوسرے سے ملا ہوا ہونا ضروری ہے اصح قول میں ایسی خالی جگہ جس میں کھڑے ہونے والا آدمی نہ آسکے سے کچھ ضرر نہیں صحیح یہ ہے کہ اقتداء کے لیے یہ شرط ہے کہ دو صفوں میں تین سو ہاتھ سے زیادہ فاصلہ نہ ہو اگر ایک شخص کی اقتداء کسی دوسری عمارت میں صحیح ہو جائے تو اس کے پیچھے یا ساتھ والوں کی اقتداء بھی صحیح ہو جائے گی اگر چہ درمیان میں دیوار حائل ہو اگر مقتدی مسجد کے علاوہ کسی اونچی جگہ کھڑا ہو جیسے حویلی کے درمیان میں برجی وغیرہ اور امام نیچے ہو جیسے حویلی کا صحن یا اس کے برعکس صورت ہو ایک صف کا دوسری صف سے اتصال کی ایک اضافی شرط مقتدی کے کچھ بدن کا امام کے کچھ بدن کے برابر ہونا ہے وہ اس طرح کہ نچلے کا سر اوپر والے کے پاؤں کے برابر ہو اور نیچے والے کا قد درمیانہ ہو۔

حنابلہ [2]..... کے ہاں مستقل تفصیل ہے جس کے متعلق وہ کہتے ہیں امام اور مقتدی کی جگہوں کے فرق سے اقتداء صحیح نہیں رہتی جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

الف.....اگر امام مقتدی مسجد میں ہوں تو اقتداء صحیح ہے خواہ ان کے درمیان کوئی حائل ہو یا امام دکھائی نہ دے جب تک تکبیر تحریمہ سنائی دے اگر چہ صفیں متصل نہ ہوں اس واسطے کہ مسجد کی بنیاد ہی جماعت کے لیے رکھی گئی ہے جسے یہاں جگہ مل گئی اسے جماعت میں مل گئی۔اس کے برخلاف مسجد سے باہر والا شخص ہے اسے جماعت میں شمار نہیں کیا جائے گا اسی بنا پر صرف مسجد میں اتصال شرط ہے۔

ب.....اگر دونوں (امام مقتدی) مسجد سے باہر ہوں تو جب تک امام دکھائی نہ دے یا امام کے پیچھے کھڑے لوگوں کا مشاہدہ نہ ہو خواہ نماز کی بعض حالتوں میں مثلاً قیام یا رکوع میں ہو اگر چہ ان کے درمیان تین سو سے زائد ہاتھ کا فاصلہ ہو اور چاہے امام ایسی جگہ سے نظر آئے جہاں سے انسان کا گزر ممکن نہ ہو جیسے کھڑکی وغیرہ تب تک اقتداء صحیح نہیں۔اگر مقتدی امام یا اس کے پیچھے کھڑے لوگوں کو نہ دیکھ سکے۔تو اس کے لیے امام کی اقتداء صحیح نہیں اگر چہ وہ تکبیر کی آواز سن رہا ہو جس کی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد ہے جو آپ نے اپنے حجرے میں نماز پڑھنے والی خواتین سے فرمایا: تم امام کی اقتداء کر کے نماز نہ پڑھنا اس لیے کہ تم اس سے پردے میں ہو ویسے بھی عموماً اس کی اقتداء ممکن نہیں ہوتی۔دیکھنے کی شرط کی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت نماز پڑھتے اور حجرے کی دیوار چھوٹی تھی لوگوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نظر آیا تو وہ آپ کی اقتداء میں نماز پڑھنے لگے [3] اور صبح اس کے متعلق باتیں ہونے لگیں دوسری رات پھر آپ نے قیام کیا تو لوگ بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہو گئے بظاہر وہ قیام کی حالت میں آپ کو دیکھ لیتے ہوں گے۔مسجد سے باہر صفوں کا اتصال شرط نہیں کیونکہ مسجد میں اور باہر کوئی فرق نہیں جب اتنا نظر آنے لگا جو معتبر ہے اور اقتداء ممکن ہو۔

ج.....اگر ان کے دونوں کے بیچ ایسی نہر ہو جس میں کشتیاں چلتی ہیں تو اقتداء صحیح نہیں اسی طرح جب ان کے بیچ میں راستہ ہو اور اس میں

---

[1]..... درمیانے آدمی کا ہاتھ جو دو بالشت بنتا ہے۔ہاتھ سے مراد انگلیوں والا ہاتھ نہیں بلکہ کہنی سے لیکر درمیانی انگلی کا آخری کنارہ ہے۔(عامر تقی ندوی)

[2] کشاف القناع ۱/ ۵۸۰،۵۱۹، المغنی ۲/ ۲۰۶، ۲۰۹۔ [3] رواہ البخاری۔

عرفاً صفوں کا اتصال نہ ہو اور نماز بھی ایسی ہو جو راستے میں صحیح نہیں ہوتی جیسے نماز جمعہ عید، استسقاء، کسوف اور جنازہ۔

راستے میں اگر صفوں کا اتصال ہو تو اقتداء اور مقتدی کی نماز صحیح ہے رہی یہ صورت کہ جب راستے میں صفوں کا مطلق اتصال نہ ہو خواہ یہ ان نمازوں سے ہو جو راستے میں نہیں ہوتی یا ان میں سے نہ ہو مقتدی کی نماز صحیح نہیں اس واسطے کہ راستہ نماز کی جگہ نہیں جو ایسا ہو گیا جیسے نہر ہوتی ہے اسی طرح جو شخص ایک کشتی میں اور اس کا امام دوسری کشتی میں ہو اور دونوں جڑی نہ ہوں نماز صحیح نہیں اس لئے کہ پانی (کشتیوں کا) راستہ ہے اور صفیں متصل نہیں ہاں جب سخت خوف ہو تو ضرورت کی بنا پر وہ اقتداء ممنوع میں ہوگی۔

جب صفوں میں اتصال ہو تو جو شخص مسجد کے بالائی حصے میں یا مسجد سے باہر ہو وہ امام کی اقتداء کر سکتا ہے بلندی اقتداء کے لئے مانع نہیں۔

۵۔ مقتدی کی اپنے امام کی اتباع..... چونکہ اقتداء نماز کے افعال میں پیروی کا تقاضا کرتی ہے اور پیروی تب ثابت ہوگی جب مقتدی وہی نماز پڑھے جو اس کا امام پڑھ رہا ہے جب کی دلیل صحیحین کی حدیث ہے امام اسی لیے بنایا گیا ہے تا کہ اس کی پیروی کی جائے سو جب وہ تکبیر کہے تو تکبیر کہا کرو اور جب رکوع کرے تو رکوع کیا کرو۔

اس شرط کے مفہوم کی تحقیق میں مسالک میں کئی آراء ہیں جو اگر نہ ہو مقتدی کی نماز فاسد ہو جائے پیروی و اتباع تین صورتوں میں سے ایک کو نافذ کرنے سے متصور ہوگی مقارنہ مقتدی کا فعل امام کے فعل سے ملا ہوا ہو مثلاً تکبیر تحریمہ یا رکوع وغیرہ اس سے ملا ہوا ہو تعقیب عملاً مقتدی کا فعل امام کے فعل کے بعد ہو فعل میں قدرے تاخیر امام کو اپنا فعل ادا کر لینے کے بعد یہ اس فعل کو ادا کرے اور دوسرے رکن میں منتقل ہونے سے پہلے اس سے جا ملے۔

احناف.....فرماتے ہیں مذکورہ تین صورتوں میں سے ایک صورت کے ذریعہ اتباع نماز کے فرائض میں سے ایک فرض واجبات میں سے ایک واجب اور سنتوں میں سے ایک سنت ہے چنانچہ اگر اس کا امام کے ساتھ رکوع رہ گیا بایں طور کہ وہ امام سے پہلے یا بعد میں رکوع کرے رکوع میں اس کے ساتھ شرکت نہ کرے یا سجدہ امام سے پہلے یا بعد میں کرے امام کے ساتھ اس میں شریک نہ ہو، تو وہ رکعت بے کار جائے گی جس میں اتباع ثابت نہیں ہوئی۔ نماز کے سلام کے بعد اس کی قضاء واجب ہے ورنہ اس کی نماز باطل ہوئی اگر قنوت میں متابعت ترک کرے گا تو گنہگار ہے اس لیے کہ ایک واجب چھوڑ دیا اور اگر رکوع کی تسبیحات چھوڑیں تو اس نے سنت ترک کی ہے۔

لیکن یاد رکھا جائے چار کاموں میں اتباع لازمی نہیں۔ اوّل: جب امام جان بوجھ کر اپنی نماز میں ایک سجدے کا اضافہ کرے۔ دوم: عید کی تکبیرات میں اضافہ کرے۔ سوم: جنازہ کی تکبیرات میں اضافہ کر دے پانچ تکبیر کہہ دے۔ چہارم: قعدہ اخیرہ کے بعد فرض میں امام بھولے سے زائد رکعت کے لیے اٹھ گیا اگر مقتدی کے تنبہ کرنے سے لوٹ آئے تو نماز صحیح ہے سجدہ سہو واجب ہوگا اور اگر زائد رکعت کو سجدہ کے ساتھ مقید کر دیا تو مقتدی اکیلے سلام پھیر دے۔ اگر امام قعدہ اخیرہ سے پہلے اٹھ گیا اور زائد رکعت کو سجدہ سے مقید کر دیا تو سب کی نماز باطل ہے۔

مقتدی کو نو کام کرنے چاہئیں ان کے چھوڑنے میں پیروی نہ کرے..... تحریمہ میں رفع یدین، ثناء پڑھنا، تکبیراتِ رکوع، تکبیرات سجود، ان کی تسبیحات **سمع الله لمن حمده** کہنا تشہد پڑھنا سلام پھیرنا تکبیر تشریق۔

پانچ امور چھوڑنے میں امام کا اتباع کرے..... تکبیراتِ عید، قعدۂ اولی، سجدہ تلاوت، سجدۂ سہو، قنوت پڑھنے میں جب رکوع فوت ہونے کا خدشہ ہو البتہ جب یہ اندیشہ نہ ہو تو قنوت پڑھنا واجب ہے۔ تکبیر تحریمہ میں متابعت و پیروی افضل ہے اگر اس نے امام سے پہلے تکبیر کہہ لی تو اس کی نماز صحیح نہیں۔ اگر تکبیر میں تاخیر ہوگئی تو تکبیر تحریمہ کی فضیلت کا وقت نکل گیا اگر امام کی تکبیر کے ساتھ تکبیر کہی تو جائز ہے اگر امام سے پہلے تکبیر کہنے میں فارغ ہو گیا تو جائز نہیں۔ اسی طرح سلام پھیرنے میں امام کا اتباع افضل ہے جس کی صورت یہ ہے کہ مقتدی امام کے ساتھ سلام پھیرے اگر وہ تشہد مکمل کر چکا ہے نہ پہلے نہ بعد میں تشہد مکمل کرنے سے بعد امام سے پہلے سلام پھیر دیا تو اگر

بلاعذر ہو تو کراہت کے ساتھ اس کی نماز صحیح ہے اور اگر بعد میں سلام پھیرا تو افضلیت ترک کر دی اگر مقتدی نے تشہد مکمل نہیں کیا تو مکمل کر کے پھر سلام پھیرے۔

مالکیہ ❶ : متابعت..... یہ ہے کہ مقتدی کا فعل، امام کے فعل کے بعد ہے جس میں نہ سبقت کرے نہ برابری اور نہ تاخیر سے کام لے اس مفہوم میں امام کی پیروی تکبیر تحریمہ اور سلام میں شرط ہے جس کی صورت یہ ہے کہ امام کے بعد تکبیر تحریمہ اور امام کے بعد سلام پھیرے اگر اس کے برابر رہا تو نماز باطل ہو جائے گی۔ صحیح قول کے مطابق امام کے بعد شروع کرے اور یقیناً اس کے بعد یا اس کے ساتھ ختم کرے رہی تکبیر تحریمہ اور سلام کے علاوہ متابعت تو وہ شرط نہیں مثال کے طور پر اگر مقتدی رکوع سجود میں امام کے مساوی ہوا تو کراہت کے ساتھ اس کی نماز صحیح ہے سلام اور تکبیر تحریمہ کے علاوہ باقی ارکان میں امام سے سبقت کرنا حرام ہے امام کے ساتھ شریک رہتے ہوئے اگر اس سے سبقت ہو گئی تو نماز باطل نہیں ہو گی۔ اگر رکوع یا سجدے میں سبقت کی اور امام کا انتظار کیا یہاں تک (پھر) رکوع اور سجدہ کیا تو اس کی نماز صحیح ہے اس سبقت میں اگر عملاً ایسا کیا تو گنہگار ہو گا اور اگر اس کا انتظار نہیں کیا بلکہ اس سے پہلے سر اٹھالیا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ اگر بھولے سے سر اٹھایا اور پھر لوٹ آیا تو نماز صحیح ہے اگر امام سے پیچھے رہ گیا مثلاً جب امام نے رکوع سے سر اٹھایا اس وقت اس نے رکوع کیا تو اگر یہ صورت حال پہلی رکعت میں عمداً پیش آئی تو نماز باطل ہے اس لیے کہ اس نے مقتدی ہونے سے اعراض کیا ہے اور اگر بھولے سے پیش آئی تو اس رکعت کو شمار نہ کرے اور امام کے سلام کے بعد اس کی قضاء کرے رہی یہ صورت کہ جب وہ اپنے امام سے پہلے پہلی رکعت کے علاوہ کسی رکعت میں سر اٹھاتا ہے تو نماز باطل نہیں ہو گی اگر جان بوجھ کر کرے گنہگار ہو گا اگر نماز فجر میں مقتدی نے قنوت چھوڑ دیا جب کہ امام نے پڑھا ہے تو اسے گناہ نہیں ہو گا کیونکہ قنوت مستحب ہے۔

مقتدی ان امور میں امام کی پیروی نہ کرے..... بھولے سے امام زائد رکعت کے لیے اٹھے تو مقتدی بیٹھا رہے جان بوجھ کر اس کی پیروی کی نماز باطل ہو جائے گی جنازے میں چار سے زائد تکبیرات کہہ دے امام عید کی تکبیرات میں اضافہ کر دے اگر چہ زیادتی امام کے مسلک کے مطابق ہو۔

مقتدی یہ امور ادا کرے اگر چہ امام انہیں چھوڑ دے..... تکبیر تحریمہ میں ہاتھ اٹھانا جو مستحب ہے نماز کی تکبیرات، جو سنت ہیں نماز کے بعد تکبیرات تشریق جو مستحب ہیں، اگر مقتدی نے امام کے ساتھ ایک رکعت پالی تو اپنے امام سے سجدہ سہو کی ادائیگی جو سنت ہے اگر رکعت نہیں ملی تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی تکبیرات عید جو سنت ہیں مقتدی کو چاہیے کہ اگر امام نے قعدہ اولیٰ چھوڑ دینے میں اور گھٹنے ہاتھ زمین سے اٹھانے سے پہلے واپس آنے میں اپنے امام کی پیروی کرے اسی طرح اگر وہ سجدہ تلاوت چھوڑ دے تو اس میں بھی اس کی پیروی کرے سلام پھیرنا اگر امام نے ترک کر دیا تو نماز باطل ہے اگر چہ مقتدی نے اسے ادا کیا اس لیے کہ یہ ایسا رکن ہے جو ہر نمازی کے لئے ضروری ہے۔

شافعیہ..... ❷ فرماتے ہیں نماز کے افعال میں اتباع واجب ہے نہ کہ نماز کے اقوال میں مثلاً وہ اس طرح کہ مقتدی کے فعل کا آغاز امام کے فعل کی ابتداء کے بعد ہو اور امام کے فعل سے فراغت سے پہلے مقتدی کا فعل ہو اقوال میں متابعت مستحب ہے جس کی دلیل صحیحین کی حدیث ہے: امام اس لئے بنایا جاتا ہے تا کہ اس کی اقتداء و پیروی کی جائے اگر کسی فعل یا قول میں امام سے مل گیا تو نہ اس کا ضرر ہے اور نہ گنہگار ہو گا اس لیے کہ اقتداء ترتیب وار ہے نہ کہ اس میں مخالفت ہو رہی ہے البتہ اس سے کراہت ہوتی اور جماعت کی فضیلت ختم ہو جاتی ہے۔

---

❶ .....الشرح الصغير ١/ ٤٥٢، ٤٥٤، الشرح الكبير ١/ ٣٤٠ بداية المجتهد ١/ ١٥٨۔ ❷ مغنی المحتاج ١/ ٢٥٥ الحضرمية ٧١، المهذب ١/ ٩٦

سوائے تکبیر تحریمہ کے اس میں اگر مقتدی امام سے مل گیا تو نماز باطل ہو جائے گی ایسے ہی اگر مقتدی بلاعذر دو فعلی رکنوں میں امام سے آگے بڑھ گیا یا پیچھے رہ گیا یعنی اپنی پوری تکبیر تحریمہ میں امام کی مکمل تکبیر تحریمہ سے یقینی طور پر آگے نہ بڑھے یہ شرط ہے اور نہ اپنے امام سے بلاعذر دو فعلی رکنوں میں پہل وتاخیر نہ کرے اور نہ امام کے سلام سے سلام پھیرنے میں ہی پہل کرے۔

اس بنا پر اگر تکبیر تحریمہ کے علاوہ کسی فعل میں امام سے مل گیا یا کسی فعلی رکن میں آگے یا پیچھے ہو گیا تو اصح قول کے مطابق نماز باطل نہیں ہوگی البتہ صرف سلام میں مقارنت و برابری مکروہ ہے امام سے پہلے سلام پھیرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے اگر کوئی شخص امام سے دو فعلی رکنوں میں بلاعذر آگے بڑھ گیا جیسے امام ابھی قرأت میں مشغول ہے اور یہ سجدہ کرے تو نماز باطل ہو جائے گی غیر فعلی دو رکنوں میں سبقت سے کچھ نہیں ہوتا مثلاً تشہد اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے میں پہل کر لی۔ البتہ بلاعذر ایسا کرنا مکروہ ہے دو مختلف رکنوں مثلاً ایک فعلی اور دوسرا قولی ہو میں پہل کرنے سے گنہگار نہیں ہوگا جیسے فاتحہ پڑھنا اور رکوع کرنا لیکن فعلی رکن حرام ہے۔ چنانچہ کسی مکمل فعلی رکن میں امام سے پہلے سبقت کرنا مقتدی کے لیے حرام ہے۔ جیسے امام ابھی قیام میں ہے اور وہ رکوع کر لے یا رکوع سے سر اٹھا لے جس کی دلیل صحیح کی حدیث ہے: اس شخص کو کوئی خوف نہیں جو امام سے پہلے سر اٹھا لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا سر گدھے جیسا بنا دے یا اس کی شکل گدھے کی طرح کر دے [1] اگر کسی معذوری کی وجہ سے مقتدی امام سے پیچھے رہ گیا مثلاً بلاوسوسہ قرأت کرنے میں سستی کرنا موافق (ملنے والے) کا ثناء پڑھنے میں مشغول ہونا یا اس کے امام نے رکوع کر لیا ہے اور اسے فاتحہ کے بارے میں شک ہو گیا یا اس کا چھوڑ دینا یاد آ گیا یا امام نے جلدی قرأت کر لی، تو تین لمبے ارکان تک اسے معذور سمجھا جائے گا جیسا ہم موافق (شافعیہ کی اصطلاح ہے) کی بحث میں بیان کر چکے ہیں۔ اگر اس نے اضافہ کر دیا تو اصح یہ ہے کہ وہ اسی حالت میں امام کی پیروی کرے پھر امام کے سلام کے بعد اس کی تلافی کرے۔

حنابلہ..... [2] فرماتے ہیں: متابعت یہ ہے کہ نماز کے کسی فعل میں امام سے آگے نہ بڑھے خواہ تکبیر تحریمہ ہو یا سلام ہو ایسے کسی فعل میں امام سے پیچھے نہ رہے مقتدی کے لیے مستحب یہ ہے کہ امام جب اپنے رکن سے فارغ ہو جائے تب مقتدی اس کا آغاز کرے جس کی دلیل سابقہ حدیث ہے "امام اس لیے بنایا گیا ہے تاکہ اس کا اتباع کیا جائے۔"

اگر اس نے عمداً امام سے پہلے رکوع کر لیا بایں طور کہ اس نے رکوع کیا اور امام کے رکوع سے پہلے ہی سر بھی اٹھا لیا تو اس کی نماز باطل ہو گئی اگر رکوع کے علاوہ کسی رکن جیسے سجدہ کے لئے جھکنے میں سبقت کی، یا دوسری رکعت کے واسطے کھڑے ہونے میں پہل کر دی تو اس کی نماز باطل نہیں ہوئی لیکن اس پر واجب ہے کہ امام کے بعد اپنے کیے ہوئے افعال کی طرف لوٹ آئے ایسا اگر جہالت یا سہوا کیا تو اس کی نماز صحیح ہے لیکن جو کچھ اپنے امام کے بعد کیا ہے اس کا اعادہ اس پر لازم ہے۔ نماز کے کسی فعل میں امام سے سبقت کرنا حرام ہے۔ جس کی دلیل سابقہ دو حدیثیں ہیں امام اس لیے بنایا گیا ہے..... اسے کوئی خوف نہیں جو تم میں اپنا سر اٹھا لیتا ہے..... مقتدی کے لیے سوائے تکبیر تحریمہ اور سلام پھیرنے میں اپنے امام سے پیش قدمی اور موافقت مکروہ نہیں جیسے قرأت کرنا تسبیحات پڑھنا اور تشہد وغیرہ۔

اگر دو رکنوں میں عمداً سبقت کی تو اس کی نماز باطل ہے اور اگر سہواً ہو تو نماز باطل تو نہیں ہوتی البتہ کیے گئے فعل کا اعادہ کرے اگر اعادہ نہ کیا تو یہ رکعت شمار نہیں ہوگی۔ مقتدی اگر نماز کے افعال میں امام سے مل گیا تو شافعیہ کی طرح (ہمارے ہاں بھی) مکروہ ہے تکبیر تحریمہ میں امام سے آگے بڑھ گیا یا برابر رہا تو اس کی نماز باطل ہے خواہ عمداً ایسا کیا ہو یا سہواً۔ اور سلام میں عمداً پہل کی تو اس کی نماز باطل ہے اگر سہوا ایسا کیا تو امام کے سلام کے بعد سلام پھیرے ورنہ اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔

---

[1] ..... الشرح الصغیر ۱/۴۵۲، ۴۵۴، الشرح الکبیر ۱/۳۴۰ بدایۃ المجتہد ۱/۱۵۸۔ [2] کشاف القناع ۱/۵۴۶، ۵۴۹

اگر مقتدی جان بوجھ کر امام سے ایک رکن میں پیچھے رہ گیا اگر وہ رکن رکوع ہو تو نماز باطل ہے اور اگر رکوع کے علاوہ ہو یا تاخیر جہالت یا بھولے سے ہو تو جب تک دوسری رکعت کے رہ جانے کا اندیشہ نہ ہو اسے ادا کرنا واجب ہے اور اگر اس کا اندیشہ ہو تو امام کی پیروی کرے اور یہ رکعت شمار نہیں ہوگی امام کے سلام کے بعد اسے ادا کرنا واجب ہے۔

اگر امام سے تاخیر دو رکنوں میں عمداً ہو تو اس کی نماز باطل ہے اگر سہواً ہوئی ہو تو جب تک دوسری رکعت فوت ہونے کا خوف نہ ہو انہیں ادا کرنا واجب ہے ورنہ یہ رکعت شمار نہیں ہوگی امام کے سلام بعد اس رکعت کی قضاء کرے۔ اگر مقتدی بلا عذر کسی رکن میں اپنے امام سے پیچھے رہ جائے تو اس کی تفصیل آگے نکل جانے کے حکم جیسی ہے اگر نیند غفلت وغیرہ کسی عذر سے پیچھے رہ گیا تو اسے کر کے اپنے امام سے ملنا واجب ہے اگر ایسا نہ کیا تو وہ رکعت صحیح نہیں۔ امام کے سلام کے بعد اسے ادا کرے۔

اگر مقتدی قرأت کرنے میں امام سے آگے نکل گیا اور امام نے رکوع کر لیا مقتدی قرأت چھوڑ کر امام کی پیروی کرے اس واسطے کہ اس کے حق میں مستحب ہے جب کہ اتباع واجب ہے اور واجب ومستحب میں تعارض وٹکراؤ نہیں۔ رہا تشہد تو، اگر اس میں امام آگے بڑھ گیا تو مقتدی اسے پورا کر کے پھر سلام پھیرے۔ کیونکہ تشہد کے متعلق اوامر عام ہیں۔

خلاصہ...... یہ کہ امام کی تکبیر تحریمہ کے ساتھ ملنا حنفیہ وحنابلہ کے نزدیک جائز اور مالکیہ وشافعیہ کے ہاں ناجائز ہے جس سے نماز باطل ہو جاتی ہے جیسا اس میں (تکبیر تحریمہ میں) پہل کرنا بالاتفاق نماز کو باطل کر دیتا ہے رہا وہ شخص جس نے امام سے پہلے سر اٹھالیا تو اس نے جمہور کے نزدیک (یعنی ائمہ اربعہ) برا کیا لیکن نماز اس کی جائز ہے اس پر رجوع کرنا واجب ہے آ کر امام کا اتباع کرے۔

۶۔شافعیہ کے ہاں یہ بھی شرط ہے...... کہ اس سنت میں امام کی موافقت کی جائے جس میں زیادہ مخالفت بن جاتی ہے چنانچہ اگر امام نے سجدہ تلاوت چھوڑ دیا مقتدی نے سجدہ کر لیا یا اس کے برعکس ہوا، یا امام نے تشہد اول چھوڑ دیا اور مقتدی نے اسے ادا کیا تو اگر اسے معلوم ہے اور عمداً ایسا کیا تو اس کی نماز باطل ہے۔ اگر امام نے تشہد پڑھا اور مقتدی عمداً کھڑا ہو گیا تو اس کی نماز باطل نہیں ہوگی۔ اس لیے کہ وہ دوسرے فرض کی جانب منتقل ہوا ہے جو قیام ہے لیکن لوٹ آنا مستحب ہے، تاکہ اس اختلاف سے بچ سکے جو اس پر واجب ہو رہا ہے۔ سنت میں موافقت تین سنتوں میں منحصر ہے جمعہ کے روز نماز فجر کا سجدہ تلاوت سجدہ سہو، پہلا تشہد رہا قنوت تو اس میں مقتدی کے لیے اپنے امام کی پیروی واجب نہیں۔ خواہ پڑھے خواہ ترک کرے۔ شافعیہ کے ہاں یہ بھی شرط ہے کہ امام ایسی نماز میں ہو جس کا اعادہ کرنا واجب نہیں لہٰذا دو طہارتیں (وضو وتیمم) نہ پانے والے کی اقتداء کرنا صحیح نہیں کیونکہ اس کی نماز واجب الاعادہ ہے۔

۷۔احناف کے ہاں صف میں عورت کا برابر نہ کھڑے ہونا بھی شرط ہے اگر چہ وہ محرم ہو...... ورنہ تین آدمیوں کی نماز فاسد ہو جائے گی دائیں بائیں اور پیچھے والے کی نصوص پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اس کی چھ شرائط ہیں جو یہ ہیں۔ ❶

اول...... برابر میں کھڑی عورت رغبت دلانے والی ہو بایں طور اس کی عمر سات سال ہو اور اتنی فربہ ہو کہ اس سے صحبت کی جا سکے یا آٹھ یا زیادہ سالوں کی ہو۔ مجنون (پگلی) کی وجہ سے نماز فاسد نہیں ہوگی کیونکہ اس کی نماز جائز نہیں۔

دوم...... مطلق یعنی پورے ارکان والی نماز ہو جس میں رکوع سجدہ ہو اگر چہ دونوں اشارے سے پڑھ رہے ہوں۔ یا ان کی نماز ایک نہ ہو مثلاً صحیح قول کے مطابق ظہر کی نماز عصر پڑھنے والے کے پیچھے، مطلق نماز کہنے سے نماز جنازہ خارج ہو گئی اس میں عورت کی برابری سے نماز جنازہ فاسد نہیں ہوگی۔

---

❶......تبیین الحقائق ۱/۱۳۷، فتح القدیر ۱/۲۵۷، الدر المختار وردالمحتار ۵۱۴، ۵۳۵، ۵۳۷ تحقیقاً ادائیگی یہ ہے کہ برابری کی حالت میں اور تقدیراً یہ ہے کہ اس حالت میں جب لاحق اسے مکمل کر رہا ہو گویا تقدیراً فرضاً وہ امام کے پیچھے ہے۔

سوم.....تکبیر تحریمہ اور ادائیگی میں بھی وہ نماز دونوں میں مشترک ہو تحریمہ میں شرکت کا مفہوم یہ ہے کہ ان دونوں کے تحریمہ کی بنیاد امام سے تحریمہ پر ہو، اور ادائیگی میں شرکت کا مطلب ہے کہ جو کچھ وہ ادا کر رہے ہیں اس میں ان کا حقیقتاً یا تقدیراً امام ہوتا کہ مدرک کو بھی شامل رہے، جس نے شروع سے امام کے ساتھ مکمل نماز پائی ہے۔ اور لاحق کو بھی جس نے ابتدائی نماز پائی، نیند یا بے وضوگی کی وجہ سے نماز کا آخری حصہ اس سے رہ گیا ہو۔ رہا مسبوق تو اس کی رہ گئی نماز مکمل یا قضا کرتے فاسد نہیں ہوگی بغیر اشتراک نماز میں برابری مکروہ ہے۔ ❶

چہارم.....ان کے درمیان کم از کم انگلی کی موٹائی میں ہاتھ بھر یا اتنی گنجائش نہ ہو جس میں آدمی سما سکے۔

پنجم.....کامل رکن میں برابری ہو، چنانچہ اگر یہ صورت حال ہوئی کہ اس عورت نے تحریمہ ایک صف میں اور رکوع دوسری صف اور سجدہ تیسری صف میں کیا تو اس کے دائیں بائیں اور پیچھے والوں سب کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

ششم.....جہت ایک ہو چنانچہ اگر جہت بدل گئی جیسے کعبہ کے اندر کی نماز اور تاریک رات میں اندازے سے قبلہ رخ ہو کر نماز پڑھنے سے برابری کی وجہ سے نماز فاسد نہیں ہوگی۔

ان شرائط کا حاصل یہ ہوا..... برابر میں کھڑی عورت رغبت والی ہو امامت کی نیت ہو، رکن میں ہو مطلق نماز ہو تحریمہ اور ادائیگی میں اشتراک ہو، جگہ اور جہت ایک ہو، درمیان میں کوئی حائل اور کشادگی نہ ہو۔

اکیلی عورت کی وجہ سے تین آدمیوں کی نماز فاسد ہو جاتی ہے..... دائیں والے بائیں والے اور اس کے پیچھے والے کی صفوں کی انتہا تک اس کے علاوہ نہیں اس واسطے کہ جس کی نماز فاسد ہوگئی وہ اس عورت اور اس کے ساتھ والے کے درمیان حائل بن گیا۔

دو عورتیں چار آدمیوں کی نماز فاسد کر دیتی ہیں..... دو دائیں بائیں والوں کی، صحیح قول کے مطابق تین عورتیں اپنے دائیں والے کی اور ایک بائیں والے کی نماز فاسد کر دیتی ہیں اور تین تین آخری صف تک۔ خوبرو قابل شہوت بے ریش لڑکے کی برابری کی وجہ سے نماز فاسد نہیں ہوتی اس واسطے کہ عورت کی وجہ سے نماز کے فاسد ہونے کی علت شہوت نہیں بلکہ جگہ کی فرضیت کا ترک کرنا ہے۔

احناف کے علاوہ جمہور فرماتے ہیں..... عورت اگر مردوں کی صف میں کھڑی ہوگئی تو اس کے ساتھ والے اور پیچھے والے کی نماز فاسد نہیں ہوگی اور نہ عورتوں کی پوری صف کی وجہ سے ان سے پیچھے والے مردوں کی اقتداء میں کوئی رکاوٹ آئے گی، نہ اگلوں کی نماز باطل ہے اور نہ اس کی اپنی نماز اس طرح جیسے کوئی عورت نماز سے باہر کسی جگہ کھڑی ہو عورتوں کو مؤخر کرنے کا حکم "انھیں اس جگہ پیچھے رکھو جہاں اللہ تعالیٰ نے انھیں پیچھے رکھا ہے" ❷ اس کی عدم موجودگی سے فساد کا تقاضا نہیں کرتا۔ اس لیے کہ صفوں کی ترتیب صرف سنت نبوی ہے مردوں وعورتوں کا اس کے خلاف کرنے سے نماز باطل نہیں ہوگی جس کی دلیل یہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیں جانب کھڑے ہوئے ان کی نماز باطل نہیں ہوتی، حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ صف کے باہر ہی تکبیر تحریمہ کہہ کر رکوع کر کے چلتے ہوئے صف میں شامل ہوئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہارے شوق میں ترقی دے دوبارہ ایسے نہ کرنا۔

اسی طرح حنفیہ کے ہاں اقتداء کے صحیح ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ امام مقتدی کے درمیان عورتوں کی صف نہ ہو اگر وہ تین ہوئیں تو آخری صف تک تین مردوں کی نماز باطل ہو جائے گی اور اگر دو ہیں تو دو مردوں کی نماز آخری صفوں تک باطل ہو جائے گی اور اگر ایک ہو تو اس کے دائیں بائیں والوں کی نماز فاسد ہوگی۔ اور جو اس کے پیچھے ہے یعنی آخری صف میں سے ایک (آدمی مرد) کی نماز فاسد ہے۔

---

❶ الشرح الصغیر ۱/۴۵۸، المہذب ۱: ۱۰۰، کشاف القناع ۱: ۵۷۵، المغنی ۱/ ۲۱۵، ۲۴۳، القوانین الفقہیة ۶۹۔ ❷ اس کے متعلق محدثین کہتے ہیں: غریب مرفوع۔ حدیث ہے جو مصنف عبدالرزاق میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے موقوفاً نقل ہے جس کا طریق عبدالرزاق ہے اسے طبرانی نے اپنی معجم میں روایت کیا ہے۔ نصب الرایہ م ۲/ ۳۶)

احناف کے علاوہ فقہاء کا قول ہے..... مرد نماز پڑھ رہا ہو اور اس کے آگے کوئی دوسری عورت نماز پڑھ رہی ہو تو مکروہ ہے جس کی دلیل یہ حدیث ہے "انہیں وہیں مؤخر کرو جہاں اللہ تعالیٰ نے انھیں مؤخر رکھا ہے" رہی نماز کے علاوہ کی حالت تو وہ مکروہ نہیں جس کی دلیل حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا ہے اور ابو حفص حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں فرمایا: میرا بستر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی جگہ کے پاس (برابر) تھا۔ احناف نے اقتداء کی صحیح ہونے کے لیے ایک اور شرط کا ذکر کیا ہے جیسا ہم بتا چکے ہیں وہ امام کی شرط ہے۔ وہ امام کی نماز کا صحیح ہونا ہے اگر اس کا فاسد ہونا امام کے فسق یا بھولے سے موزوں پر مسح کی مدت ختم ہو جانے کی وجہ سے یا بے وضوگی وغیرہ کے ذریعہ ظاہر ہو جائے تو مقتدی کی نماز صحیح نہیں کیونکہ امام کی نماز (پر بنیاد رکھنا) کو بنیاد بنانا صحیح نہیں۔ ایسے ہی اس وقت بھی اقتداء صحیح نہیں جب امام کے خیال میں نماز صحیح ہو اور مقتدی کے خیال میں فاسد ہو کیونکہ وہ اپنے گمان میں فاسد کو بنیاد بنا رہا ہے لہٰذا صحیح نہیں۔ رہی یہ صورت کہ جب امام کے گمان میں نماز فاسد ہوگئی اور اسے اس کا علم نہیں۔ جب کہ مقتدی کو پتہ چل گیا تو اکثر کا قول یہ ہے کہ نماز صحیح ہے یہی زیادہ صحیح ہے اس واسطے کہ مقتدی اپنے امام کی نماز کو جائز سمجھتا ہے اپنے بارے میں اس کی اپنی رائے معتبر ہے۔ [1]

۸۔ **حنابلہ کے ہاں**..... یہ شرط ہے کہ مقتدی اگر ایک ہو تو امام کے دائیں جانب کھڑا ہو اگر اس نے مخالفت کی اور بائیں جانب یا پیچھے کھڑا ہو گیا جب کہ دائیں جانب جگہ خالی ہے اور اس نے مکمل ایک رکعت پڑھ لی تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی مرد ہو یا ہیجڑا اس واسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عباس اور جابر رضی اللہ عنہم کو نماز میں دائیں جانب پھیر لیا۔ اور اگر عورت ہو تو امام کے پیچھے کھڑے ہونے سے اس کی نماز باطل نہیں ہوگی کیونکہ اس کے کھڑے ہونے کی شرعی جگہ یہی ہے۔ مقتدی جب امام کے بائیں جانب کھڑا ہو گیا ابھی تک تکبیر تحریمہ کہی ہو یا نہ کہی ہو امام کے لئے مسنون ہے کہ اسے اپنے پیچھے سے دائیں جانب گھما لائے اس کا تحریمہ باطل نہیں ہوگا کیونکہ اس کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ابن عباس رضی اللہ عنہ اور جابر رضی اللہ عنہ کے ساتھ برتاؤ اس کی دلیل ہے جو پہلے گزر چکا ہے۔ [2]

دوم: امام اور مقتدی کے کھڑے ہونے کا مقام..... باجماعت نماز کے لئے مخصوص ترتیب وار کیفیت سنت نبوی سے ثابت ہے۔ جس کی صورت یہ ہے کہ امام آگے اور مقتدی اس کے پیچھے کھڑے ہوں خواہ مرد ہوں یا عورتیں جس کی دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو آپ کے صحابہ آپ کے پیچھے کھڑے ہوتے۔ [3] سوائے ننگوں کے سب امام آگے ہوں چنانچہ ننگے لوگوں کے امام کا درمیان میں کھڑے ہونا حنابلہ کے ہاں واجب اور دیگر فقہاء کے ہاں مستحب ہے اور عورتوں کی امام آگے کھڑے ہونے سے مستثنیٰ ہے چنانچہ وہ ان کے درمیان میں کھڑی ہو۔ اس لئے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ مروی ہے اور سعید بن منصور نے اسے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ ان دونوں نے عورتوں کی درمیان میں کھڑے ہو کر امامت کی [4] نیز عورت کے لئے پردے میں ہونا مستحب ہے اور یہ صورت عورت امام کے لیے زیادہ پردے کا باعث ہے۔

اور مقتدیوں کے کھڑے ہونے کی یہ صورت ہے۔ [5]

الف..... امام کے ساتھ جب ایک مرد یا سمجھدار بچہ ہو تو اسے امام کی دائیں جانب اپنی ایڑی قدرے پیچھے رکھ کے کھڑے ہونا مستحب ہے جمہور کے ہاں برابری میں کھڑے ہونا مکروہ ہے یا بائیں جانب یا پیچھے کھڑے ہونا کیونکہ اس سے سنت کی مخالفت لازم آتی ہے۔ البتہ نماز باطل نہیں ہوتی نماز صحیح ہے جیسا بیان کر چکے ہیں حنابلہ اس کے قائل ہیں کہ اگر اس طریقے کے مخالف ایک پوری رکعت پڑھی تو اس کی نماز باطل ہے۔

---

[1] ..... ردالمحتار ۱/۵۱۴۔ [2] کشاف القناع ۱/۵۷۳۔ [3] رواہ احمد وابوداؤد عن ابی مالک الاشعری (نصب الرایۃ ۲/۳۶ نیل الاوطار ۳/۱۸۲۔ [4] رواھما الشافعی فی مسندہ والبیھقی فی سننہ باسناد ین حسنین۔ [5] الدر المختار ۱/۵۲۹، ۵۳۴، فتح القدیر ۱/۳۵۴، الکتاب شرح اللباب ۱/۸۲، الشرح الصغیر ۱/۴۵۷، القوانین الفقھیۃ ۶۹ المھذب ۱/۹۹، المجموع ۴/۱۸۶ مغنی المحتاج ۱/۲۳۶ کشاف القناع ۱/۵۷۱، ۵۷۹، المغنی ۲/۲۰۴، ۲۱۲، ۲۱۲ بدایۃ المجتہد ۱/۱۴۳

اس کیفیت کی دلیل وہ روایت ہے جو ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: میں نے اپنی خالہ میمونہ کے ہاں رات بسر کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر نماز پڑھنے لگے میں بھی آپ کی بائیں جانب کھڑا ہوگیا آپ نے مجھے اپنی دائیں جانب کرلیا۔ ❶

ب..... اگر مرد اور عورت ہو تو مرد امام کے داہنے طرف اور عوت مرد کے پیچھے کھڑی ہو اور حنابلہ فرماتے ہیں: اگر مرد خنثیٰ مشکل کی امامت کررہا ہو تو صحیح یہ ہے کہ وہ امام کی دائیں جانب کھڑا ہو اسی میں احتیاط ہے ہوسکتا ہے کہ وہ مرد ہو۔ اگر ہیجڑے کے ساتھ ایک اور مرد بھی ہو تو مرد امام کی دائیں جانب اور ہیجڑا بائیں جانب مرد کی دائیں جانب کھڑا ہو دونوں امام کے پیچھے نہ کھڑے ہوں اس لئے کہ ممکن ہے وہ عورت ہو۔ اگر دو مرد اور ایک ہیجڑا ہو تو تینوں امام کے پیچھے صف بنا کر کھڑے ہوں۔

ج..... اگر دو مرد یا ایک مرد اور بچہ ہو دونوں امام کے پیچھے صف بنائیں۔ اسی طرح ایک یا کئی عورتیں ہوں وہ یا ساری امام کے پیچھے ایسی کھڑی ہوں کہ امام اور مقتدیوں کے درمیان تین ہاتھ سے زیادہ فاصلہ نہ ہو جس کی دلیل بحوالہ جابر رضی اللہ عنہ مسلم کی حدیث ہے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھی اور آپ کی دائیں جانب کھڑا ہوا پھر جابر بن صخر آئے وہ آپ کی بائیں جانب کھڑے ہوگئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ہاتھوں سے پکڑا اور ہمیں اپنے پیچھے لا کھڑا کیا ❷ رہا مرد بچہ عورت اور کئی عورتیں تو جیسا کہ صحیحین کی روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سلیم رضی اللہ عنہا کے گھر نماز پڑھی میں اور یتیم آپ کے پیچھے اور ام سلیم رضی اللہ عنہا ہمارے پیچھے کھڑی ہوئیں۔ ❸ جو کچھ ہم نے ذکر کیا اگر اس کی مخالفت ہوئی تو مکروہ ہے۔

د..... جب مرد، بچے، ہیجڑے، اور عورتیں جمع ہوں تو پہلے مرد پھر بچے پھر ہیجڑے اگر چہ جدا ہوں پھر عورتیں صف باندھیں دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے تم میں سے میرے قریب (نماز میں) اہل عقل ودانش ہوا کریں پھر ان سے قریب تر پھر ان سے قریب تر اور اختلاف نہ کرنا ورنہ تمہارے دلوں میں پھوٹ پڑ جائے گی اور خبردار بازاری شور وشغب سے بچنا ❹ اس بنا پر پہلی صف میں فضیلت وعمر والے لوگ آگے ہوں اور امام کے نزدیک زیادہ کامل لوگ ہوں بچوں اور لڑکوں کو پیچھے رکھا جائے وہ امام کے قریب نہ ہونے پائیں۔ زائد آدمی صف کے پیچھے کھڑا ہوا گر ایک شخص امام کے ساتھ کھڑا ہوگیا اور اس کے پیچھے صف ہے ایسا کرنا بالا جماع مکروہ ہے۔

ھ..... امام صف میں لوگوں کے وسط میں کھڑا ہو کیونکہ نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے۔ امام کو درمیان میں رکھنا اور خلا کو پر کرنا ❺ سنت یہ ہے کہ امام محراب میں کھڑا ہو کیونکہ مساجد کی محرابیں درمیان میں بنائی گئی ہیں یوں دونوں جانبین برابر رہیں گی۔ ان کی وجہ سے امام کے مقام کی تعین بھی ہوجاتی ہے۔ اس لیے اگر امام لوگوں کی دائیں یا بائیں جانب کھڑا ہوا تو اس نے برا کیا اور سنت کی مخالفت کی یہ برائی احناف کے ہاں مکروہ تحریمی سے کم درجہ کی ہے۔ البتہ مکروہ تنزیہی سے زیادہ بڑی ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اور ان کا قول زیادہ صحیح ہے مجھے یہ بات ناپسند ہے کہ امام دوستونوں کے درمیان یا کسی گوشے میں یا مسجد کے کونے میں یا کسی ایک ستون کے پاس کھڑا ہو کیونکہ یہ امت کے عمل کے برخلاف ہے احناف کے ہاں امام کا صف سے آگے ہونا واجب ہے۔

پہلی صف کی فضیلت..... مستحب یہ ہے کہ لوگ پہلی صف کی طرف پیش قدمی کریں ❻ اس لیے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ صف اول میں کیا (فضیلت) ہے تو قرعہ اندازی ہونے لگے ❼ اور حضرت براء رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے پہلی صف

---

❶ رواه البخاري ومسلم ❷ رواه مسلم وابوداؤد ولفظ الا خيران جابر وجبارا ❸ روى من حديث ابن مسعود وابى مسعود وبراء بن عازب فاما الا ول فاخرجه مسلم وابوداؤد والترمذي والنسائي واما الثاني رواه مسلم وابو داؤد والنسائي وابن ماجه واما الثالث فرواه الحاكم في المستدرك (نصب الراية ۲/ ۳۷) ❹ رواه ابوداؤد ❺ ردالمحتار ۱/ ۵۳۰۔ ❻ القوانين الفقهية ۶۹، بداية المجتهد ۱/ ۱۴۴، المجموع ۴/ ۱۹۰، الدر المختار ۱/ ۵۳۲ ❼ رواه البخاري ومسلم

والوں پر سلام بھیجتے ہیں ❶ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: مردوں کی بہترین صف پہلی ہے اور بری صف آخری ہے جب کہ عورتوں کی بہترین صف آخری ہے اور بری صف پہلی ہے ❷ اس میں پہلی صف کی مردوں کے حق میں افضلیت کی وضاحت ہے اور وہ بہترین صف ہے کیونکہ اس میں فضیلت کا حصول ہے اور آخری صف کا برا ہونا اس لحاظ سے ہے کہ آگے بڑھنے کی فضیلت جو صف اول میں مل رہی تھی اسے چھوڑ دیا گیا اور عورتوں کے حق میں آخری صف افضل ہے کیونکہ اس میں مردوں سے اختلاط سے دوری ہے۔ مستحب یہ ہے کہ لوگ امام کی دائیں جانب کا قصد کریں اس لیے حدیث میں آتا ہے: حضرت براء سے مروی ہے فرمایا: ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں جانب پسند تھی اس لیے کہ آپ پہلے دائیں جانب سے اختتام کر کے ان پر سلام بھیجتے ❸ اگر پہلی صف میں گنجائش نظر آئے تو اسے بھر دے یہ مستحب ہے اس لئے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پہلی صف مکمل کرو۔ اگر کوئی کمی ہو تو وہ آخری صف میں رہے۔ ❹

سوم: **امام کا صفیں برابر کرنے اور خلا پر کرنے کا حکم دینا**..... امام کے لئے مستحب ہے کہ وہ صفیں برابر کرنے اور خلا پر کرنے اور کندھے سیدھے رکھنے کا حکم دے ❺ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے: صفوں میں سیدھے رہو اور مل کر رہو اس لیے کہ میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے بھی دیکھ لیتا ہوں، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم دیکھتے کہ ہم میں سے ہر شخص اپنا کندھا اپنے ساتھ والے ساتھ اور اپنا قدم اپنے ساتھ والے کے قدم کے ساتھ ملا رہا ہوتا تھا ❻ اور امام کہے: اختلاف نہ کرو ورنہ تمہارے دل مختلف ہو جائیں گے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی وجہ سے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک کونے سے دوسرے کونے تک صف میں خلا کو تلاش کرتے، ہمارے سینوں اور کندھوں کو ہاتھ سے چھوتے اور فرماتے (آگے پیچھے ہو) اختلاف نہ کرو ورنہ تمہارے دل بگڑ جائیں گے۔ ❼

چہارم: **اکیلے شخص کی صف سے باہر نماز کا حکم**..... صفوں سے باہر اکیلے شخص کی نماز کے صحیح ہونے میں فقہاء کا اختلاف ہے جس کے متعلق دو آراء ہیں ❽ حنابلہ کے علاوہ جمہور کا قول ہے: اگر کوئی انسان سے صف سے باہر اکیلے نماز پڑھے تو اس کی نماز (فرضیت کے ساقط ہونے میں) کافی ہے۔ جس کی دلیل حضرت انس رضی اللہ عنہ کی وہ سابقہ حدیث ہے جس میں ضمناً بوڑھی عورت کے صف سے باہر اکیلے قیام کا ذکر ہے اور حدیث ابی بکرۃ رضی اللہ عنہ ہے کہ وہ رکوع کی حالت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے ابھی تک صف میں شامل نہیں ہوئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ ہوا آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہارے شوق میں اضافہ فرمائے دوبارہ ایسا نہ کرنا ❾ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔ میں رات کے آخری حصہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آیا آپ کو نماز پڑھتے دیکھا تو میں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھنی شروع کر دی، آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے کھینچ کر اپنے برابر لے آئے۔ ❿

البتہ شافعیہ اور حنفیہ کا کہنا ہے نماز باوجود کراہت کے صحیح ہے۔ شافعیہ کہتے ہیں: اگر نمازی تکبیر تحریمہ کہنے کی گنجائش نہ پائے پھر کسی کو صف میں سے کھینچ لے تاکہ صف بنا لے اختلاف سے بچنے کے لیے ٹھیک ہے اور جو احادیث اعادے کے متعلق وارد ہوئی ہیں انہیں استحباب پر محمول

---

❶..... حدیث صحیح رواہ ابوداؤد باسناد صحیح ❷ رواہ الجماعۃ الا البخاری عن ابی ہریرۃ (نیل الاوطار ۳/۱۸۳) ❸ رواہ مسلم ولفظ: کنا اذا صلینا خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احببنا ان نکون عن یمینہ یقبل علینا بوجھہ ❹ رواہ ابوداؤد باسناد حسن ❺ المجموع ۴/۱۲۴ بدایۃ المجتہد ۱/۱۴۴۔ ❻ رواہ البخاری ومسلم (نیل الاوطار ۳/۱۸۷ وروی الجماعۃ الا البخاری عن النعمان بن بشیر عباداللہ لتسونّ بین صفوفکم اولیخالفن اللہ بین (قلوبکم) وجوھکم (بحوالہ سابق) ❼ رواہ مسلم عن ابی ہریرۃ ورواہ عبد الرزاق عن جابر بن عبد اللہ رواہ احمد وابوداؤد عن ابن عمر ❽ البدائع ۱/۱۴۵ بدایۃ المجتہد ۱/۱۴۴، المجموع ۴/۱۹۲، الحضرمیۃ ۶۸، المغنی ۲/۲۱۱، القوانین الفقہیۃ ❾ ۶۹ رواہ احمد والبخاری وابوداؤ والنسائی (نیل الاوطار ۳/۱۸۴) ❿ رواہ احمد (بحوالہ سابقہ)

کیا ہے تا کہ دلائل میں تطبیق، واتفاق ہو سکے نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے صف سے باہر پڑھنے والے نمازی کی نماز نہیں ہوتی یعنی نماز کامل نہیں ہوتی جیسے آپ علیہ السلام کا ارشاد ہے کھانے کی موجودگی میں نماز (یکسوئی سے) نہیں ہوتی یہ رائے دلیل کی مضبوطی کی وجہ سے بہتر ہے لبتہ احناف کا کہنا ہے اگر اس نے اکیلے نماز شروع کی پھر چل کر صف میں پہنچا تو اگر نماز میں ایک صف کی مقدار چلا تو نماز فاسد نہیں ہوتی اور اگر اس سے زیادہ چلا تو نماز فاسد ہو جائے گی اور مالکیہ نے شافعیہ سے اتفاق نہیں کیا وہ فرماتے ❶ جسے صف میں جگہ نہ ملے اس کے پیچھے نماز پڑھ کے اپنی طرف کسی کو نہ کھینچے۔

حنابلہ..... فرماتے ہیں کہ اکیلے شخص کی نماز جب وہ صف سے باہر پوری رکعت پڑھے تو فاسد ہے جائز نہیں اس کا اعادہ واجب ہوگا جس کی دلیل حدیث وابصۃ بن معبد ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو صف سے باہر نماز پڑھتے دیکھا تو اسے اپنی نماز لوٹانے کا حکم دیا اور حدیث علی بن شبان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صف سے باہر ایک شخص کو نماز پڑھتے دیکھا آپ ٹھہر گئے یہاں تک کہ وہ شخص جانے لگا آپ نے فرمایا: اپنی نماز پھر سے پڑھو کیونکہ صف سے الگ ہو کر نماز پڑھنے والی کی نماز صف کے پیچھے نہیں ہوتی۔

مقصد پنجم: نماز میں نائب وخلیفہ بنانا:

استخلاف..... امام کا نمازیوں میں سے کسی ایسے مقتدی کو اپنا نائب بنانا جو امام بننے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ تا کہ جس معذوری کی وجہ سے امام ہٹا ہے وہ اس کی جگہ نماز مکمل کر سکے۔ دوسرا امام بن جائے گا اور پہلا امام ہونے سے نکل جائے گا اور دوسرے امام کا مقتدی بن جائے گا۔

استخلاف کا طریقہ..... امام مقتدی کا کپڑا پکڑے اگر چہ وہ مسبوق ہو اور اسے محراب کی جانب کھینچے لیکن مسبوق کی جگہ مدرک کو نائب بنانا زیادہ بہتر ہے اور امام کبڑا بن کے ناک پر ہاتھ رکھ پیچھے ہٹ جائے تا کہ لوگوں کو یہ تاثر ہو کہ اس کی نکسیر پھوٹ پڑی ہے خلیفہ بنانے کو اشارے سے مکمل کرے نہ کہ کلام وگفتگو سے باقی ماندہ رکعات کی طرف انگلی سے اشارہ کرے رکوع چھوڑنے کا اشارہ گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر کرے اور سجدہ چھوڑنے کا اشارہ پیشانی پر ہاتھ رکھ کر اور قرأت چھوڑنے کا اشارہ منہ پر ہاتھ رکھ کر کرے۔

اس کا سبب..... امام کو کسی عذر مثلاً بے وضوگی، سخت بیماری یا واجب قرأت جیسے فاتحہ وغیرہ سے لاچارگی کا پیش آنا اس کا سبب ہے اس کے احکام واسباب اور شرائط کے متعلق مسالک میں تفصیل ہے چنانچہ احناف ❷ فرماتے ہیں: نماز میں خلیفہ بنانا جائز ہے جس کی دلیل حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جسے قے آئے یا نکسیر پھوٹے یا منہ بھر کر ❸ الٹی ہو یا مذی نکلے تو اسے چاہیے وہ وہاں سے پلٹے وضو کرے اور اپنی سابقہ نماز پر بنا کرے اس تمام صورتحال میں کوئی بات نہ کرے ❹ علامہ کاسانی نے بدائع میں یہی روایت ان الفاظ سے نقل کی ہے لیکن مجھے نہیں ملی: جب تم میں سے کسی کو نماز کے دوران قے یا نکسیر آئے تو اپنے منہ پر ہاتھ رکھے اور اس شخص کو آگے کرے جو مسبوق نہیں اور خود وہاں سے ہٹ کر وضو کرے اور اپنی نماز پر بنا کرے جب تک اس نے بات نہ کی ہو۔

اس سلسلہ میں حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نائب بنانے کے بارے میں زیادہ صحیح ہے ابوبکر سے کہو لوگوں کو نماز پڑھائیں پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹ آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز پڑھائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

❶..... رواه الخمسة الا النسائی (نیل الاوطار ۳/۱۸۴) ❷البدائع ۱/۲۲۰، ۲۲۳، الدر المختار ۱/۵۶۰، ۵۷۴، فتح القدير ۱/۲۶۷، ۲۷۶ تبيين الحقائق ۱/۱۴۷، الکتاب مع اللباب ۱/۸۶۔ ❸منہ بھریا اس سے کم جو حلق سے نکلے اگر وہ لوٹ جائے تو قے ہے ورنہ قے نہیں۔ ❹اخرجه ابن ماجه والدارقطني والصحيح أنه مرسل وفيه ضعيف (نصب الراية ۲/۶۱) نيل الاوطار ۱/۱۸۷ وروى فى معناه عن ابن عباس عند الدارقطني وغيره وفيه متروک عن ابی سعيد عند الدار قطني وفيه متروک ايضاً (نيل الاوطار ۱/۱۸۸)

وہیں سے قرأت کا آغاز کیا جہاں تک ابوبکر رضی اللہ عنہ پہنچے تھے۔ ❶

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے کہ آپ کو حدث لاحق ہوا تو آپ پیچھے ہٹ گئے اور کسی شخص کو آگے کر دیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی ایسا ہی منقول ہے چونکہ لوگوں کو اپنی نماز پوری کرنے کے لیے امام کی ضرورت پڑتی ہے اور امام نے اس کا بندوبست کر دیا ہے تو جب وہ اپنے ذمہ لازم کام کی ادائیگی سے لاچار ہو جائے تو اس کی قدرت رکھنے والے سے کام لے گا جس میں مقتدیوں کی مصلحت کی رعایت ہے تاکہ اس کشمکش میں ان کی نماز باطل نہ ہو۔ اسی بنا پر امام کو اگر حدث لاحق ہو جائے تو وہ واپس ہو جائے اگر امام ہو تو کسی کو نائب بنائے اور وضو کر کے اپنی نماز پر بنا کرے تمام نمازیوں کے از سر نو نماز پڑھنا افضل ہے تاکہ اس اختلاف سے نکلا جا سکے کیونکہ بعض لوگ بناء کے قائل نہیں اگر وہ شخص جنون یا بے وضوگی کی وجہ عمداً قعدہ اولیٰ کی مقدار نہیں بیٹھا تو استئناف (از سر نو پڑھنا) متعین ہو جاتا ہے۔ یا نیند سے یا سوچنے دیکھنے شہوت سے چھونے کی وجہ سے احتلام ہو جائے یا بیہوشی اور قہقہہ سے تو چونکہ یہ عوارض شاذ و نادر پیش آتے ہیں لہٰذا شریعت کا بیان کردہ معذور شمار نہیں ہوگا بلکہ نئے سرے سے وضو اور نماز کا اعادہ کرے۔

نائب بنانے کا سبب...... یا تو مجبوراً وضو کا ٹوٹنا ہے یا اس میں اور اس کے سبب میں امام کا اختیار نہیں۔ اس میں وہ بے وضوگی بھی شامل ہے جو چھینک وغیرہ سے پیدا ہو یا امام ابوحنیفہ کی رائے کے مطابق مقدار فرض قرأت سے لاچاری ہو جس کی دلیل حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کیونکہ جب انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آہٹ محسوس کی تو قرأت کرنے سے رک گئے اور پیچھے ہٹ گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے اور نماز مکمل کرائی۔

پیشاب پاخانے کے دباؤ یا رکوع سجود کرنے سے لاچار ہونے کی وجہ سے کسی کو نائب نہ بنائے کیونکہ وہ بیٹھ کر نماز مکمل کر سکتا ہے یا خوف اور بالکل قرأت بھول جانے کی وجہ سے اس لیے کہ وہ ان پڑھ ہو گیا قوم کی نماز فاسد ہو جائے گی یا دوسرے سے نجاست لگنے کی وجہ سے جیسے بغیر حدث لاحق ہوئے بہت زیادہ پیشاب، یا ایک رکن کی مقدار نماز میں ستر کھلا رہ جائے اس وقت اس کی اور لوگوں کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

احناف کے ہاں نیابت تین شرطوں سے صحیح ہوگی:

اول...... پہلی نماز کو بنیاد بنانے کے لئے شرائط کی کثرت ہو اس واسطے کہ نیابت حقیقت میں نائب کی طرف سے امام کی پڑھی گئی نماز کو بنیاد بنانے کا نام ہے جو تیرہ ۱۳ شرطیں ہیں۔

بے وضوگی اس کے بدن سے زبردستی پیدا ہو کسی اور کی نجاست سے نہ ہو وہ حدث ایسا ہو کہ اس سے غسل واجب نہ ہو جیسے سوچنے سے انزال کا ہو جانا شاذ و نادر نہ ہو جیسے بیہوشی پاگل پن اور قہقہہ حدث کی حالت میں ایک رکن ادا نہ کرے یا چلے اور جان بوجھ کر نماز کے منافی کوئی کام نہ کیا ہو جیسے اپنے اختیار سے بے وضو ہو جانا نہ کوئی ایسا کام ہو جس کی اسے ضرورت نہیں جیسے قریب ہوتے ہوئے دور پانی کے لیے جانا بلا عذر ایک رکن کی مقدار تاخیر نہ کرے عذر یہ ہو سکتا ہے جیسے بھیڑ وغیرہ اور نہ یہ بات واضح ہوئی ہو کہ وہ نماز شروع کرنے سے پہلے ہی بے وضو تھا اگر وہ صاحب ترتیب تھا اور ترتیب اس سے مطلوب بھی تھی لیکن اسے فوت شدہ نماز یاد آئی جس کی صورت یہ ہے کہ چھٹی نماز کا وقت فوت شدہ نماز کے بعد ختم ہو جائے) اس لیے کہ اس سبب سے وہ جو وقتی نماز پڑھے گا فاسد ہو جائے گی اور مقتدی اپنی جگہ چھوڑ کر کہیں نماز مکمل نہ کرے جس امام یا مقتدی کو حدیث لاحق ہوا اسے چاہیے کہ وہ وضو کر کے لوٹ آئے اور اگر اس کا امام ابھی تک نماز مکمل نہیں کر چکا تو اس کے ساتھ نماز پڑھے۔ اگر اس نے اسی جگہ نماز مکمل کی تو اس کی نماز فاسد ہے رہا منفرد تو وہ اپنی اور دوسری جگہ نماز مکمل کر سکتا ہے اور امام اس شخص کو خلیفہ نہ بنائے جس میں امامت کی صلاحیت نہیں جیسے بچہ عورت اور ان پڑھ شخص۔ ان میں سے کسی ایک کو نائب بنایا تو اس کی اور لوگوں کی نماز

---

❶...... رواہ البخاری ومسلم

فاسد ہے۔

دوم..... یہ کہ امام مسجد سے یا عام نماز صحرا میں یا اس گھر سے جس میں وہ نائب بنانے سے پہلے نماز پڑھتا تھا نہ نکلے کیونکہ جب تک وہ حد کو عبور نہیں کرے اپنی امامت پر برقرار رہے گا اگر اس سے نکلا تو صحیح قول کے مطابق نائب اور قوم کی نماز باطل ہے امام کی نہیں بشرطیکہ جب تک کوئی نماز یا امامت کی نیت سے آگے نہ بڑھا ہو۔

سوم..... اگر وہ دائیں یا بائیں گیا تو نائب بنانے سے پہلے صفوں سے آگے نہ نکلا ہو اور اپنے سامنے دھرے سترے کو عبور نہ کیا ہو اور اگر سترہ نہیں تو معتمد قول کے مطابق اگر صحرا میں ہے تو سجدے کی جگہ کو پار نہ کیا ہو۔ اگر نیابت نہ ہوئی اور لوگوں نے تنہا تنہا نماز مکمل کی تو سب کی نماز باطل ہوئی۔

اگر امام نے کسی مسبوق لاحق یا مقیم کو خلیفہ بنایا اور وہ خود مسافر تھا صحیح تو ہے لیکن مدرک زیادہ بہتر ہے اگر مسبوق نے امام کی نماز مکمل کرائی تو سلام پھیرنے کے لیے کسی مدرک کو آگے کر دے اگر خلیفہ کی دو رکعتیں رہ گئیں تو اس کے لیے دو قعدے فرض ہیں اس واسطے کہ قعدہ اولیٰ تو امام پر فرض تھا اور یہ اس کا قائم مقام ہے اور دوسرا قعدہ اس پر فرض ہے۔ اگر خلیفہ بقیہ نماز کی مقدار سے ناواقف ہو تو احتیاطاً ہر رکعت میں قعدہ کرلے اس واسطے کہ احتمال ہوسکتا ہے کہ یہ رکعت امام کی نماز کا اخیر ہو۔

مالکیہ ❶ : نائب بنانا..... کسی معذوری کی وجہ سے امام کا مقتدیوں میں سے کسی ایک کو نائب بنانا تاکہ لوگوں کو نماز مکمل کرائے۔ اس کا حکم یہ ہے: جمعہ کے سوا مستحب اور جمعہ میں واجب ہے طریقہ لوگوں کو نماز مکمل کرانے کے لیے جماعت میں سے کسی ایک کو گفتگو یا اشارے سے نائب بنادے اپنی قریب والی صف میں سے نزدیکی آدمی کو خلیفہ بنانا مستحب ہے۔ اسے امام کے افعال کا زیادہ پتہ ہوگا اور اسے آگے کرنے میں آسانی بھی ہے خلیفہ اگر دو صفوں مقدار قریب ہے تو اصلی امام کی جگہ تک پیش قدمی کرنا مستحب ہے بے وضوگی اور اس کے یاد آنے اور ایسی نکسیر پھوٹنے کے وقت جس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے گفتگو ترک کرنا مستحب ہے نماز سے نکلتے وقت امام کا اپنی ناک کو پکڑ کر نکلنا مستحب ہے تاکہ لوگوں کو یہ تاثر دے کہ اس کے نکسیر پھوٹی ہے یوں اس پر پردہ بھی پڑ جائے گا۔

شرط..... یہ ہے کہ خلیفہ عذر لاحق ہونے سے پہلے نماز میں شامل ہو چکا ہو اگر چہ وہ خلیفہ نہیں بنا جماعت لوگوں میں سے ایک کو آگے کر دے اگر وہ کسی کو آگے نہ کریں تو خود ہی ایک آدمی آگے ہو جائے اگر ایسا نہ کیا اور تنہا تنہا نماز پڑھ لی تو سوائے جمعہ کے ان کی نماز صحیح ہے رہا جمعہ تو چونکہ اس میں جماعت شرط ہے اس لئے تنہا مکمل کرنے سے باطل ہو جائے گا۔ جہاں پہلا امام رکا ہے وہیں سے خلیفہ شروع کرے۔

خلیفہ بنانے کے عذر و اسباب تین ہیں:

اول..... امام یا کسی کے مال کا خوف ہو یا کسی کی جان ضائع ہونے کا ڈر اگر وہ بدستور نماز پڑھتا رہا، چنانچہ جب امام کو چوری یا غصب یا کسی بچے کا کنویں میں گر جانے یا آگ میں گر کر ہلاک ہونے یا زیادہ اذیت پہنچنے کا خوف ہو تو مال کی حفاظت اور جان کو ہلاکت سے نکالنے کے لیے نماز توڑنا واجب ہے۔

دوم..... امام پر ایسا عذر طاری ہو جائے جو امامت سے روک دے جیسے کسی رکن سے لاچاری قیام یا رکوع یا قرأت فاتحہ وغیرہ یا ایسی نکسیر جو امامت کے لیے مانع ہو جو درھم سے کم ہو وہ مانع نہیں رہی وہ نکسیر جو نماز کے لیے مانع ہے وہ ایک درھم سے زائد ہو اور بہہ کر جگہ سے لگ جائے یا مسجد پر لگنے کا خوف ہو تو اس صورت میں امام کے لیے خلیفہ بنانا مستحب ہے اگر چہ اس کے لیے نماز توڑنا واجب ہو۔ معتمد قول کے مطابق اس کی وجہ سے مقتدیوں کی نماز باطل نہیں ہوتی اسی طرح نماز میں امام پر نجاست گرنا یا اس کا یاد آ جانا معتبر قول کے مطابق بھی یہی حکم رکھتا ہے۔

---

❶..... الشرح الصغیر ۱/۴۶۵، ۴۷۲، الشرح الکبیر ۱/۳۴۹، ۳۵۸، القوانین الفقهية ۶۹

سوم.....امام پر کوئی ایسا عذر طاری جو جس سے نماز باطل ہو جاتی ہے جیسے پیشاب، ہوا وغیرہ سے نماز پڑھتے وضو کا ٹوٹ جانا یا اسے یاد آ گیا کہ وہ نماز سے پہلے ہی بے وضو ہو یا قہقہہ قابو سے باہر ہو گیا یا جنون، بیہوشی یا موت طاری ہو گئی یا مشہور قول کے مطابق اتنی نکسیر پھوٹی جس سے نماز باطل ہو جاتی ہے یا اسے یہ شک ہو گیا کہ وہ وضو کر کے نماز میں داخل ہوا یا بغیر وضو کے یا اتنا تو یقین ہو کہ وضو اور حدث ہے لیکن یاد نہیں کہ پہلے کیا پیش آیا۔ البتہ اگر اس میں شک ہو کہ وضو ٹوٹا یا نہیں تو نماز نہ توڑے بلکہ جاری رکھے پھر باوضو ہونا معلوم ہو گیا تو نماز لوٹانے کی ضرورت نہیں۔

اگر یہ صورتحال نہیں تو صرف امام نماز کا اعادہ کرے۔

مسبوق، خلیفہ کے سلام پھیرنے کا انتظار کرے اگر انتظار نہ کیا تو اس کی نماز باطل ہے اگر خلیفہ مسبوق ہے تو سب کی طرف اشارہ کرے کہ بیٹھے رہو اور خود باقیماندہ نماز کی قضاء کے لیے کھڑا ہو جائے اگر مسبوق خلیفہ کو پہلے امام کی نماز کا پتہ نہ ہو ان کی طرف اشارہ کر دے وہ اشارہ سے اسے سمجھائیں یا بات کر کے اگر اشارہ نہ سمجھ سکے، کسی نے خلیفہ سے کہا تم نے رکوع ساقط کر دیا تو اسی پر عمل کرے اگر چہ اس کے برعکس کا اسے علم نہ ہو خلیفہ پر لازم ہے کہ وہ امام کی نماز کے نظم کی رعایت کرے اور وہیں سے قرأت کا آغاز کرے جہاں سے امام نے چھوڑی ہے اگر اس کا پتہ ہو ورنہ ابتداء سے پڑھے اور بیٹھنے کی جگہ بیٹھے اس طرح سری اور جہری نمازوں کے مطابق کرے۔

شافعیہ..... ❶ مذہب جدید میں خلیفہ بنانا جائز ہے، پس جب امام جمعہ وغیرہ کی نماز سے جان بوجھ کر بے وضو ہونے یا حدث لاحق ہونے یا اسے بھولنے کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے جیسے نکسیر اور نماز باطل ہونے کام کا پے در پے کرنا یا بنا کسی سبب نکلے تو جدید مذہب کی اظہر روایت کے مطابق خلیفہ بنانا جائز ہے کیونکہ وہ نماز کا امین وذمہ دار ہے جو جائز ہے اور صحیح روایت سے ثابت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ان کے ساتھ بیٹھ گئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور لوگوں نے آپ کی اقتداء کر لی ❷ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نیزہ لگتے وقت خلیفہ بنایا تھا۔

نائب بنانا امام کے لیے مستحب ہے اگر از خود کوئی آگے بڑھ گیا تو جائز ہے نمازیوں کا کسی کو خلیفہ بنانے امام کے خلیفہ بنانے سے بہتر ہے کیونکہ یہ حق انھیں پہنچتا ہے البتہ جب جمعہ کی پہلی رکعت ہو تو اس وقت مقتدیوں پر واجب ہے کہ وہ کسی ایک کو خلیفہ بنائیں تا کہ جمعہ مل جائے نہ کہ دوسری رکعت میں اس میں خلیفہ بنانا لازمی نہیں کیونکہ مقتدیوں کو امام کے ساتھ ایک رکعت مل گئی جسے مسبوق کی طرح ایک رکعت کے ساتھ تنہا تنہا مکمل کر لیں گے۔

جمعہ کی نماز میں نیابت، دو شرطوں سے صحیح ہے:

پہلی..... کہ امام حدث لاحق ہونے سے پہلے کسی مقتدی کو جمعہ کا خلیفہ بنائے لہٰذا جو امام کا مقتدی نہیں اسے خلیفہ بنانا جائز نہیں اس مقتدی کا خطبہ میں اور پہلی رکعت میں حاضر ہونا شرط بھی نہیں یہی زیادہ صحیح قول ہے۔

دوسری..... قریب سے خلیفہ بنائے تا کہ خلیفہ بنانے سے پہلے اتنا وقت نہ گزرے جس میں کوئی چھوٹا رکن نماز ادا کیا جا سکے۔ اگر خلیفہ نے امام کے ساتھ جمعہ کی پہلی رکعت پالی تو خلیفہ اور مقتدیوں کا جمعہ مطلقاً مکمل ہوا اور اگر پہلی رکعت نہیں پائی تو اس کے علاوہ مقتدیوں کا جمعہ مکمل ہو گیا یہی زیادہ صحیح روایت ہے۔ اصح قول یہ ہے کہ مقتدیوں کے لیے جمعہ وغیرہ میں از سر نو اقتداء کی نیت لازمی نہیں البتہ جمعہ کے علاوہ کوئی شے نیابت صحیح ہونے کے لئے شرط نہیں بلکہ مقتدی کے علاوہ شخص کو بھی خلیفہ بنایا جا سکتا ہے زیادہ فاصلہ گزرنے کے بعد خلیفہ بنائے تو بھی کوئی حرج نہیں۔ لیکن جب خلیفہ مقتدی نہ ہو تو مقتدیوں کو دل میں خلیفہ بنانے سے پہلے اقتداء کی نیت کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کی نماز امام کی نماز

---

❶..... رواہ الشیخان کما بینا ❷ رواہ البیہقی۔

کے مخالف ہو کہ وہ مثلاً پہلی رکعت میں اور امام دوسری میں تھا اس وقت بھی مقتدیوں کو نیت کی ضرورت ہوگی جب اتنا وقت گزر جائے جس میں رکن ادا کیا جا سکے۔خلیفہ کو امام کی نماز کے نظم کی حفاظت واجب میں واجب اور مستحب میں مستحب ہے مسبوق پر بھی لازم ہے کہ وہ امام کی نماز کے طریقہ کی حفاظت کرے جب ایک رکعت پڑھ لے تو تشہد پڑھ کر ان کی طرف جدا ہونے کا اشارہ کرے یا وہ اس کا انتظار کریں۔

جمعہ کی نماز میں جب کسی کو خلیفہ نہیں بنایا گیا تو مقتدی جدائی کی نیت کر لیں اور اکیلے اپنی نمازیں مکمل کر لیں نماز صحیح ہے رہا جمعہ تو جب وہ جماعت کی رکعت پالیں تو مفارقت وجدائی کی نیت کی ضرورت ہے اور اگر آخر تک نمازیوں کی تعداد چالیس رہے تو دوسری رکعت میں اکیلے اکیلے جمعہ مکمل کرلیں۔

حنابلہ...... ❶ فرماتے ہیں: کسی عذر مثلاً خوف سخت بیماری قولی رکن مثلاً فاتحہ پڑھنے سے یا کسی واجب قولی رکن مثلاً رکوع وسجود کی تسبیحات پڑھنے سے لاچاری ہو تو خلیفہ بنانا جائز ہے امام کو حدث لاحق ہونے کی صورت میں خلیفہ بنانا جائز نہیں کیونکہ اس سے اس کی نماز تو باطل ہوگئی اسے نئے سرے سے نماز پڑھنا پڑے گی اس میں باقی ائمہ کا اختلاف ہے ان کی دلیل حدیث علی بن طلق رضی اللہ عنہ ہے جب تم میں سے کسی کی نماز میں ہوا خارج ہو جائے تو وہ پلٹے وضو کرے اور اس نماز کا اعادہ کرے ❷ جب کہ جمہور کی رائے زیادہ صحیح ہے اس واسطے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو (اس وقت خلیفہ جب آپ کو نماز فجر میں نیزہ لگا تھا۔خلیفہ اگر مقتدی نہ ہو جیسا کہ شافعیہ نے کہا ہے تو وہ امام کی نماز کو بنیاد بنائے۔چاہے قرأت ہو یا رکوع وسجدہ ہو اور مقتدیوں کی فراغت کے بعد قضا کرے اور اگر مسبوق ہو تو سلام سے پہلے کسی اور شخص کو سلام پھیرنے کے لیے خلیفہ بنائے اور جو نماز امام سے رہ گئی اس کی قضا کے لیے کھڑا ہو جائے۔اگر وہ (مسبوق خلیفہ) کسی (مدرک) کو خلیفہ نہ بنائے مقتدی کو اختیار ہے چاہے تو از خود سلام پھیرلیں اور چاہیں تو اس کا انتظار کریں اور اسے اپنی نماز کی قضاء کرنے بیٹھے ہیں پھر وہ انھیں سلام پھروائے۔اگر امام خلیفہ نہ بنائے تو قوم کے لئے اس کی جگہ کسی کو خلیفہ بنانا جائز ہے تاکہ انہیں نماز مکمل کرائے جیسا اکیلے ان کے لیے نماز مکمل کرنا جائز ہے۔اگر مقتدیوں میں سے ہر ٹولی نماز پڑھانے کے لیے امام کو آگے کرتی ہے تو شافعیہ کی طرح ان کے نزدیک جائز ہے احناف فرماتے ہیں: ان سب کی نماز فاسد ہے۔جو خلیفہ نماز میں امام کے ساتھ تھا وہ امام کی ترتیب پر نماز کی بنیاد رکھے یہاں تک کہ جہاں سے امام نے قرأت چھوڑی وہیں سے اس کا آغاز کرے کیونکہ امام کی قرأت اس کی قرأت ہے رہا وہ خلیفہ جو نماز میں امام کے ساتھ نہیں تھا تو وہ فاتحہ سے ابتداء کرے اور امام کی قرأت کو بنیاد نہ بنائے اس واسطے کہ اس نے فرض قرأت ادا نہیں کی اور اس فرضیت کو ساقط کرنے والا کوئی سبب بھی نہیں پایا گیا کیونکہ وہ کسی حالت میں مقتدی نہیں بنا لیکن جو فاتحہ کی قرأت امام نے کی ہے اسے سرا پڑھے اور باقی ماندہ قرأت کو جہرا پڑھے تاکہ امام کے فعل کو بنیاد بنانا ثابت ہو جائے۔اگر مسبوق خلیفہ کو یا اسے جو نماز میں امام کے ساتھ شامل نہیں تھا پہلے امام کی پڑھی گئی نماز کا علم نہ ہو تو خلیفہ یقین کی بنیاد پر پڑھے جیسا کہ کسی نمازی کو رکعات کی تعداد میں شک ہو جاتا ہے اگر مقتدی نے تنبیہ کے لیے سبحان اللہ کہا تو لوٹ کر پہلی ترتیب کو بنیاد بنائے خلاصہ: یہ کہ نائب بنانے کے سلسلہ میں سب سے وسیع مسلک شافعیہ کا ہے کیونکہ وہ اسے بلا سبب بھی جائز گردانتے ہیں اور امام کے بولنے سے بھی جائز ہے۔پھر مالکیہ پھر حنفیہ پھر حنابلہ۔

دوسری بحث......نماز جمعہ:

اس کی فرضیت ومقام، اس کی طرف جانے کی فضیلت وحکمت، کس پر جمعہ واجب ہے، اس کی کیفیت ومقدار، صحیح ہونے کی شرائط خطبہ کی سنتیں اور مکروہات، جمعہ کی سنتیں اور مکروہات خطبہ کے مفسدات جمعہ کے روز ظہر کی نماز، یوں اس بحث میں نو مقاصد ہوں گے۔چونکہ جمعہ میں لوگ جمع ہوتے ہیں اس لئے اسے جمعہ کہتے ہیں بقول بعض: اس دن کی کئی بھلائیاں یکجا ہو جاتی ہیں۔کسی کا قول ہے: کہ اس دن حضرت آدم

---

❶......المغنی ۲/۱۰۲، ۱۰۵، کشاف القناع ۱/۳۷۴-۳۷۷ ❷ رواہ ابو داؤد باسناد جید

علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔ یا اس وجہ سے حضرت حواء علیہا السلام سے ان کا ملاپ ہوا جاہلیت میں اس کا پرانا نام یوم العروبۃ ہے یعنی قابل تعظیم واضح، کسی نے یوم الرحمۃ بھی کہا ہے۔

مقصد اول: جمعہ کی فرضیت اور اس کا مقام...... جمعہ کے نماز فرض عین ❶ ہے چونکہ اس کا ثبوت دلیل قطعی سے ہے لہٰذا اس کا منکر کافر ہے یہ ایک مستقل فرض ہے جمعہ ظہر کا بدل نہیں کیونکہ جن لوگوں پر جمعہ فرض نہیں جیسے مسافر اور عورت ان کی طرف سے ظہر کی نیت سے ادا نہیں ہوتا اس کی تاکید ظہر سے زیادہ ہے بلکہ یہ تمام نمازوں سے افضل ہے اور اس کا دن تمام دنوں سے افضل مقام کا حامل ہے اور ایسا بہترین دن ہے جس میں سورج طلوع ہوتے ہی اللہ تعالیٰ سات لاکھ جہنمیوں کو جہنم سے آزاد کر دیتا ہے، جس کی وفات اس دن ہوئی ہوگی انہیں شہید جتنا اجر ملے گا عذاب قبر سے بچایا جائے گا اس کی فضیلت کی دلیل ایک مرفوع حدیث ہے جمعہ باقی دنوں کا سردار اور ان سے عظمت والا ہے (بلکہ) اللہ تعالیٰ ہاں کے اس کی عظمت وفضیلت عید الفطر اور عید الاضحیٰ سے زیادہ ہے ❷ ترمذی نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی ہے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: طلوع شمس والے دنوں میں جمعہ بہترین دن ہے۔ اس میں آدم علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اسی میں جنت جانا ہوا اور اسی میں وہاں سے نکالے گئے، اور قیامت صرف اسی دن قائم ہوگی۔ اس کے فرض عین اور مستقل فرض ہونے کے دلائل کہ یہ فرض کفایہ ہیں۔

قرآن سے دلائل یہ ہیں...... اے ایمان والو! جب جمعہ کے روز نماز کے لئے اذان دی جائے تو خرید وفروخت چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف پہنچنے کی کوشش کیا کرو یہاں سعی کا حکم ہے اور حکم وجوب کے لیے ہوتا ہے سعی وکوشش کسی واجب تک پہنچنے کے لئے ہی ہوتی ہے اور خرید وفروخت سے اس لیے روکا گیا تا کہ اس کے ذریعہ جمعہ سے غفلت نہ ہو اگر جمعہ واجب نہ ہوتا تو اس کی وجہ سے خرید وفروخت ترک کرنے کا حکم نہ ہوتا یہاں سعی سے مراد جمعہ کی طرف جانا ہے نہ کہ دوڑنا۔

حدیث سے دلائل یہ ہیں...... کچھ لوگ جمعے چھوڑنے سے باز آجائیں ورنہ اللہ تعالیٰ یقیناً ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا۔ اور وہ پھر لازماً غافل لوگوں میں شمار ہوں گے ❸ ارشاد ہے: جمعہ کی طرف جانا ہر بالغ مرد کے لئے لازم ہے ❹ اسی طرح ارشاد ہے: جس نے سستی کی بنا پر تین جمعے چھوڑ دیے اللہ تعالیٰ اس کا دل ہدایت سے بند کر دے گا گویا اس پر مہر لگ گئی۔ ❺

اسے ترک کرنے والا سزا کا حقدار ہے نبی علیہ السلام کا ارشاد ان لوگوں کے متعلق ہے جو اس سے رہ جاتے تھے "میرا ارادہ بن گیا تھا کہ میں ایک شخص کو جماعت کرانے کا حکم دوں پھر اپنے گھروں میں جمعہ سے رہ جانے والوں کے گھر جلا دوں۔ ❻

اجماع...... مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ جمعہ واجب ہے۔

ہجرت سے پہلے مکہ میں فرض ہوا چنانچہ دار قطنی کی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت سے پہلے جمعہ کی اجازت دی گئی لیکن مکہ میں جمعہ پڑھنے کا موقع نہ ملا آپ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو خط بھیجا، امابعد! اس دن کا انتظار کرنا جس میں یہودی اپنا سبت منانے کے لیے اونچی آواز سے زبور پڑھتے ہیں تو تم لوگ اپنی مسلمان خواتین اور بچوں کو جمع کر لینا زوال کے وقت جب

---

❶.....الدر المختار ۱/۷۴۷ الشرح الصغير ۱/۴۹۳ مغنی المحتاج ۱/۲۷۶، المغنی ۲/۲۹۴ کشاف القناع ۲/۲۱۔ ❷ذکرہ البیھقی فی فضائل الاوقات من حدیث ابی لبانۃ بن عبد المنذر ❸ رواہ مسلم عن ابی ہریرۃ رواہ احمد والنسائی من حدیث ابن عمر وابن عباس (نیل الاوطار ۳/۲۱) ❹رواہ النسائی عن حفصۃ رضی اللہ عنہا ورواہ ابوداؤد عن طارق بن شہاب بلفظ الجمعۃ حق واجب علی کل مسلم فی جماعۃ الا اربعۃ عبد مملوک او امراۃ اوصبی اومریض (نیل الاوطار ۳/۲۲۶) ❺رواہ الخمسۃ عن ابی الجعد الضمری ولہ صحبۃ وصححہ الحاکم ولاحمد وابن ماجہ من حدیث جابر نحوہ (نیل الاوطار ۳/۲۲۱) ❻رواہ احمد ومسلم عن ابن مسعود (نیل الاوطار ۳/۲۲۱)

سورج جمعہ کے روز ڈھل جائے تو اللہ تعالیٰ کے حضور دو رکعتیں ادا کر کے تقرب حاصل کرنا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ آمد تک حضرت مصعب بن عمیر نے سب سے پہلے جمعہ پڑھایا چنانچہ یہ لوگ ظہر زوال کے وقت جمعہ پڑھتے اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو جمع کیا مصعب ان کے ہاں مہمان تھے انھیں نماز پڑھاتے انھیں قرآن پڑھاتے اور اسلام کی تعلیم دیتے ان کا نام مقری تھا۔ بہر کیف اسعد رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بلایا اور مصعب نے نماز پڑھائی۔ اس کی دلیل کہ جمعہ مستقل فرض ہے ظہر کا آدھا نہیں اگر چہ اس کا وقت ظہر والا ہی ہے اسے پالیا جاتا ہے ظہر اس کی جگہ نہیں لے سکتی ہے حضرت عمر کا قول ہے: جمعہ کی دو رکعتیں ہیں پوری ہیں قصر نہیں، یہ بات تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی ہے جو جھوٹ گھڑے اس کا کچھ نہ رہے۔ [1]

دوسرا مقصد...... جمعہ کی طرف جانے کی فضیلت وحکمت:

حکمت...... اجتماعی فکر کو تقویت دینے مسلمانوں کے جمع ہونے، آپس میں ان کے تعارف باہمی محبت، ان کی بات کو یکجا کرنے اور انہیں قائد کی فرمانبرداری کی تربیت قیادت کے مطالبات کی ذمہ داری نبھانے شریعت اسلامی کے ذریعے ایک دستور، احکام، اخلاق آداب وسلوک کی یاددھانی اور جہاد کے اوامر کی تنفیذ اور جس کا مطالبہ اندرونی و بیرونی مصلحت کرتی ہے نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کے لیے جمعہ کو مشروع قرار دیا گیا ہے۔

خلاصہ...... کہ ہر ہفتے ہمیشہ وعظ ونصیحت کی تکرار کا فرد اور جماعت کی اصلاح پر واضح اثر پڑتا ہے "نصیحت کرتے رہو اس لیے کہ نصیحت سے ایمان والوں کو فائدہ ہوتا ہے۔"

جمعہ کی طرف جانا...... ان بلند مقاصد واہداف کے لیے اور اخروی ثواب حاصل کرنے کے لئے جمعہ کے لئے جانا واجب قرار دیا گیا جس کا حکم جمعہ جیسا ہے اس لیے کہ یہ اس تک پہنچنے کا ذریعہ ہے اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف چلو، وہاں پہلے پہنچنا فضیلت کا باعث ہے تجارتی کام جیسے لین دین اور زندگی کے مختلف کام چھوڑنا لازمی ٹھہراتا کہ اس سے غفلت نہ ہو اور ان کی مشغولی اسے بے کار و بے مقصد نہ بنا دے۔ جمہور کے ہاں اس پہلی اذان سے جمعہ کی طرف آنے کی ابتداء ہو جاتی ہے جو خطیب کے سامنے ہوتی ہے اور احناف کے ہاں پہلی اذان جو زوال کے وقت ہوتی ہے اسی سے ابتداء ہوتی ہے البتہ اگر اس کا گھر مسجد سے دور ہو تو اس پر اتنی سعی فرض ہے جس سے وہ فرض تک پہنچ سکے۔ [2]

جمعہ کے لیے پہلے پہنچنے میں ثواب کے کئی درجات ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے جمعہ کے روز غسل جنابت کیا اور چل پڑا تو گویا اس نے ایک اونٹ قربان کیا اور جو دوسرے گھڑی پہنچا تو گویا اس نے گائے قربان کی اور جو تیسری گھڑی گیا تو اس نے گویا سینگوں والے مینڈھے کی قربانی کی اور جو چوتھی گھڑی گیا تو اس نے مرغی کی قربانی کی اور جو پانچویں گھڑی گیا اس نے گویا انڈے کی قربانی دی اور جب امام نکل آتا ہے تو فرشتے ذکر سننے حاضر ہو جاتے ہیں۔ [3]

جمعہ کے لیے جانے کا پسندیدہ وقت...... مالکیہ کے علاوہ جمہور کی ایک جماعت کا اعتقاد ہے کہ وہ گھڑیاں دن کی ابتداء سے زوال تک ہیں جو پانچ حصوں میں منقسم ہوتی ہیں لہٰذا ان کے ابتدائی حصے میں نکلنا مستحب ہے لیکن جو کچھ مالکیہ نے ذکر کیا وہ زیادہ ظاہر ہے: یہ اس گھڑی کے اجزاء ہیں جو زوال سے پہلے ہوتی ہے اس واسطے کہ گھڑی (ساعۃ) شرعاً اور لغتاً وقت کے ایک جزء کو کہا جاتا ہے اور کسی ایک صحابی سے یہ منقول نہیں کہ وہ طلوع شمس سے پہلے یا طلوع کے تھوڑی دیر بعد جمعہ کے لئے نکلے ہوں۔ [4]

---

[1]...... رواہ الامام احمد وغیرہ وقال النووی فی المجموع: انہ حسن [2] المغنی ۲/ ۲۹۷. [3] رواہ الجماعۃ الا ابن ماجہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ (نیل الاوطار ۳/ ۲۳۷) [4] بدایۃ المجتہد ۱/ ۱۶۰ نیل الاوطار ۳/ ۲۳۰

جمعہ کے آداب سے جمعہ کی ادائیگی کی وجہ سے مومن کے دو جمعوں کے درمیانی گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے پانچ نمازیں، ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اور رمضان سے دوسرے رمضان درمیانی عرصے کے گناہوں کی مغفرت وکفارے کا سبب ہیں جب تک انسان کبیرہ گناہوں سے بچتا رہے ❶ اور نبی علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے: جو شخص غسل کر کے جمعہ کے لیے آیا اور امام کے خطبہ سے فارغ ہونے تک وہیں رہا پھر امام کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھی تو اس کے دوسرے جمعہ تک کے گناہ بخش دے جائیں گے اور مزید تین دن کے بھی۔ ❷

قبولیت کی گھڑی..... جمعہ میں ایک گھڑی ہے جس میں دعا قبول ہوتی ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن کا ذکر کر کے فرمایا: اس میں گھڑی ہے جو کسی مسلمان بندے کو مل جائے اور وہ کھڑا نماز پڑھ رہا ہو اللہ تعالیٰ سے جو مانگے گا اللہ تعالیٰ عطا کر دے گا آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے فرمایا وہ بہت کم ہے کہ اسے کوئی حاصل کرے ❸ گھڑی کی حد بندی کے متعلق کئی اقوال ہیں ان میں سے زیادہ صحیح جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے صحیح مسلم میں ثابت ہے یہ ہے: کہ وہ امام کے منبر پر بیٹھنے سے نماز کے اختتام تک کی گھڑی ہے۔

جمعہ کی خصوصیات..... جمعہ کی تقریباً سو خصوصیات ہیں جنہیں امام سیوطی نے ایک خاص کتاب میں خصوصیات یوم الجمعہ کے عنوان سے تفصیل سے لکھا ہے ❹ ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس میں ارواح جمع ہوتی ہیں قبروں کی زیارت کی جاتی ہے اس دن مردہ عذاب قبر سے محفوظ رہتا ہے جس شخص کا جمعہ یا شب جمعہ میں انتقال ہوگا اسے اس دن عذاب قبر سے امن ملے گا اس میں جہنم کو نہیں بھڑکایا جاتا اسی دن اہل جنت اپنے رب کا دیدار کریں گے۔ ❺

عبادت میں شرکت..... جو شخص اپنے گھر سے جمعہ اور اپنی ضروریات کے لئے نکلا لیکن اس کا بڑا مقصد جمعہ ہے تو اسے جمعہ کی طرف جانے کا ثواب مل جائے گا حنفیہ فرماتے ہیں ❻ اس سے معلوم ہوا کہ جو عبادت میں شریک ہوا تو اعتبار اکثریت کا ہے۔

جمعہ کی اذان کے وقت خرید وفروخت..... جیسا کہ پہلے بیان کر چکے ہیں کہ دوسری اذان جو خطیب کے سامنے دی جاتی ہے جمہور کے نزدیک اس وقت جمعہ کے لیے جانا واجب ہے جب کہ احناف فرماتے ہیں: اصح قول یہ ہے: کہ پہلی اذان کے بعد جمعہ کے لیے جانا واجب ہے اگر چہ ایسا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں نہ تھا بلکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہوا ہے۔ احناف کے ہاں مکروہ تحریمی اور دیگر فقہاء کے ہاں جمعہ سے غافل ہو کر خرید فروخت کرنا جیسے لین دین نکاح صلح کرنا اسی طرح بقیہ کام کاج، حرام ہیں یہ جمہور کے ہاں خطیب کے سامنے اذان شروع ہونے کے بعد کی بات ہے کیونکہ اس کی وجہ سے جمعہ کی طرف جانے سے غفلت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جمعہ کے روز نماز کی اذان دی جائے تو خرید وفروخت کی مشغولی چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف چل پڑو! نص میں بیع خرید وفروخت کا ذکر ہے بقیہ کاموں کو اس پر قیاس کیا گیا ہے، چاہے وہ کوئی سودا ہو یا نہ ہو کیونکہ یہ تمام کام مقصود اصلی جو جمعہ کی ادائیگی ہے اس سے روکتے ہیں ❼ شافعیہ نے یہ اضافہ کیا ہے کہ زوال کے بعد اور اذان سے پہلے بھی خرید وفرخت کی مشغولی مکروہ ہے۔

---

❶.....رواہ مسلم عن ابی هريرة (الترغيب والترهيب ۲/۹۲) ❷رواہ مسلم عن ابی هريرة ورواہ احمد عن ابی ابوب بلفظ اخر، ورواہ الطبرانی فی الاوسط عن ابن عمر ورواہ البز اروالطبرانی فی الاوسط عن ابن عباس واخر جه ابوداؤد عن عبد الله بن عمرو بن العاص (سبل السلام ۲/۵۴ نیل الاوطار ۳/۲۳۶. ❸متفق علیه (سبل السلام ۲/۵۴). ❹طبع دارالفکر بدمشق عام ۱۹۶۴. ❺الدرالمختار ۱/۷۷۳. ❻الدرالمختار ۱/۷۷۲. ❼الدرالمختار وردالمحتار ۱/۷۷۰البدائع ۲۷۰ بداية المجتهد ۱/۱۶۰، ۱/۱۶۷/۳۲، القوانين الفقهية ۳۱، المهذب ۱/۱۱۰، حاشية الدسوقی ۱/۳۸۶، مغنی المحتاج ۱/۲۵

حنابلہ...... (۱) فرماتے ہیں: کہ خرید وفروخت کے ماسوا معاملات جیسے معاملہ کرنا صلح اور نکاح کرنا حرام ہیں اس لئے کہ مانعت خرید وفروخت کی ہے۔ باقی کام غفلت میں اس کے برابر نہیں کیونکہ ان کا وجود نادر ہے اس لیے خرید وفروخت پر انہیں قیاس کرنا صحیح نہیں۔

لیکن مجھے نہ تو پہلی رائے کی درستگی میں تردد ہے اور نہ دوسری رائے کی طرف دھیان ہے اس واسطے کہ تمام کام اپنے اپنے مقصد سے ہوتے ہیں چونکہ حنابلہ ذرائع بند کرنے کے قائل ہیں تو ان پر لازم ہے کہ وہ ان تمام وسائل کو روکیں جو جمعہ سے غافل کرنے والے ہیں بیع کی حرمت اور جانے کا وجوب جمعہ کے مخاطب لوگوں کے حق میں خاص ہے رہے ان کے علاوہ لوگ جیسے عورتیں بچے اور مسافر تو ان کے حق میں یہ حرمت ثابت نہیں۔

کیا اذان کے وقت کا سودا صحیح ہے یا باطل ہے توڑ (۲) دینا چاہیے۔

احناف..... فرماتے ہیں: بیع صحیح ہے لیکن مکروہ تحریمی ہے اس واسطے کہ بیع چھوڑنے کا حکم بیع کی وجہ سے نہیں بلکہ خطبہ سننے کے ترک کی وجہ سے ہے انہی کے قریب شافعیہ کا قول ہے بیع صحیح ہے لیکن ہے حرام: مالکیہ فرماتے ہیں: وہ بیع فاسد بن جائے گی مشہور قول کے مطابق فسخ ہوگی ایسا ہی حنابلہ کا قول ہے یہ بیع صحیح ہیں اختلاف کا سبب: یہ ہے کسی ایسی چیز کی ممانعت جس کی اصل مباح ہے جب نہی کی صفت سے مقید ہو تو جس چیز سے روکا گیا ہے آیا اس کے فساد کو لوٹا دے گی یا نہیں۔

مقصد ثالث: جمعہ کس پر واجب ہے اور وجوب کی شرطیں...... ارکان، شرائط اور آداب کے لحاظ سے جمعہ دوسری پانچ نمازوں کی طرح ہے البتہ واجب ہونے صحیح اور لازم ہونے اور آداب بجالانے کے لحاظ سے چند شرائط کے ساتھ مخصوص ہے۔

جمعہ ہر مکلف (عاقل بالغ) آزاد مرد جو مقیم ہو مسافر نہ ہو کسی بیماری میں مبتلا نہ ہو۔ یعنی معذور نہ ہو اور اس نے اذان سنی ہو اس پر واجب ہے لہٰذا بچہ مجنون وغیرہ اس وجوب سے خارج ہیں ایسے ہی غلام، عورت، مسافر، بیمار، خوفزدہ، اندھا، اگرچہ احناف کے ہاں اسے پہنچانے والا ہو جب کہ مالکیہ وشافعیہ کے ہاں لے جانے والے کی موجودگی سے اس پر بھی واجب ہے۔ جسے (دور ہونے کی وجہ سے) اذان کی آواز نہ پہنچے جس کی تفصیل آرہی ہے اور نہ بارش کیچڑ اور اولے وغیرہ کی مشقت اٹھانے کی معذوری کی وجہ سے واجب ہے لیکن اگر یہ لوگ آجائیں اور لوگوں کے ساتھ مل کر نماز پڑھیں تو وقتی فرض سے سبکدوش ہو جائیں گے اس واسطے کہ انہوں نے مشقت برداشت کی ہے یوں اس مسافر کی مانند ہو جائیں جو (مسافر ہونے کے باوجود) روزہ رکھ لے اس واسطے کہ اس پر اجماع ہے کہ جس پر جمعہ واجب نہیں اگر وہ جمعہ ادا کرے تو اس کی ظہر جیسے صحیح ہے جمعہ بھی صحیح ہے۔ اس لئے کہ جب بے عذر کی طرف سے صحیح ہے تو معذور شخص زیادہ مستحق ہے ساقط تو اس پر شفقت کی وجہ سے ہوا ہے۔ یوں معذور کے لیے چھوڑنا رخصت ہے اگر اس نے جمعہ ادا کر لیا تو ظہر کے فرض ذمہ سے اتر جائیں گے اور یہ جمعہ فرض واقع ہوگا، رخصت ترک کرنے سے امر عزیمت کی طرف لوٹ آتا ہے یعنی اگر وہ اس میں حاضر ہونے کی مشقت اٹھائے گا تو اس پر واجب ہو جائے گا اور ادا بھی ہو جائے گا اور وہ اس میں امام بھی بن سکتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے واجب ہونے کی شرطیں یہ ہیں:

وجوب جمعہ کے لیے طہارت، نماز کی شرط واجب ہے یوں جمہور کے نزدیک تین (سلام، بلوغت، عقل) شرطیں ہیں اور مالکیہ کے ہاں دس ۱۰ ہیں جو یہ ہیں: مسلمان، بالغ، عقلمند ہونا، حیض ونفاس سے پاک ہونا، وقت کا داخل ہونا، بیداری، نسیان نہ ہو، زبردستی نہ ہو، پانی یا مٹی کا ہونا جہاں تک ممکن ہے فعل کی قدرت ہونا ان پر چار شرطوں کا اضافہ کیا جاتا ہے۔ (۳)

---

(۱)..... الدر المختار ۱/۷۶۲، ۶۴ البدائع ۱/۲۵۶، الکتاب مع اللباب ۱/۱۱۱، ۱۱۳، فتح القدیر ۱/۴۱۷ الشرح الصغیر ۱/۴۹۴ القوانین الفقهية ۷۹ بداية المجتهد ۱۵۱، مغنى المحتاج ۱/۲۷۶، المهذب ۱/۱۰۹ كشاف القناع ۲/۲۳، ۲۵ المغنى ۲/۲۹۸، ۳۲۷، ۳۳۸، ۳۴۲ (۲) احناف کے ہاں مدت اقامت ۱۵ روز جب کہ مالکیہ شافعیہ اور حنابلہ کے ہاں چار روز ہے۔ (۳) روی مرفوعا لکن قال البیهقی الصحیح وقفه علی ابن عمر.

۱.....مرد ہونا، لہٰذا عورت پر واجب نہیں۔

۲.....آزادی: اس لیے غلام، پر واجب نہیں۔

۳.....مقیم ہونا: جہاں جمعہ ہوتا ہو، اس لیے اس مسافر پر جمعہ واجب نہیں جس نے اقامت کی نیت نہیں کی جس کی دلیل یہ حدیث ہے مسافر پر جمعہ واجب نہیں۔ اس سلسلہ میں مسالک میں کچھ تفصیل ہے۔

حنفیہ.....فرماتے ہیں: بڑے شہر میں مقیم ہونا شرط ہے وہ ایسا شہر ہے جہاں جمعہ کے روز مکلّف لوگ بڑی مساجد میں نہ سما سکیں گاؤں اس کے برعکس ہے لہٰذا گاؤں کے مقیم پر جمعہ واجب نہیں ہے۔

جو شخص شہر کے فنا (صحن) وہ علاقہ جہاں تک اس کے اطراف پھیلے ہوئے ہیں جس کا اندازہ ایک فرسخ (۵۵۴۴م) مختار فی الفتاوی یہی قول ہے۔ میں رہتا ہو سو اس پر بھی جمعہ واجب ہے۔ رہا وہ شخص جو شہر سے باہر ہے تو اگر وہ میناروں سے بآواز بلند آذان سنتا ہے تو اس پر جمعہ واجب ہے یہ امام محمد کا قول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے شہر کے اطراف کے رہائشی پر جمعہ واجب نہیں۔ اس کے اور شہر کے درمیان کھیتوں وغیرہ کا فاصلہ ہو اگرچہ وہ اذان سنتا ہو مسافت کا اندازہ غلوۃ (چار سو ہاتھ) یا میل وغیرہ سے لگانا کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔

خلاصہ.....یہ ہوا کہ شہر کے باسی یا اس سے متصل علاقے کے رہائشی پر جمعہ واجب ہے۔ دیہات والوں پر واجب نہیں اگرچہ وہ قریب ہوں جو مسافر پندرہ دن کی نیت کر لے اس پر جمعہ واجب ہے کسی جگہ کا مستقل وطن (ہمیشہ کی اقامت) گاہ بن جانا جمعہ واجب ہونے کی شرط نہیں۔

مالکیہ.....جو مسافر چار صحیح یا زیادہ ایام قیام کرنے کی نیت کر لے اس پر جمعہ واجب ہے۔ اگرچہ اس سے منعقد نہیں ہوتا جمعہ شہر میں مقیم آدمی پر جمعہ واجب ہے اس مقیم پر بھی واجب ہے جو کسی گاؤں یا شہر سے دور تقریباً فرسخ یا تین میل، نہ کہ اس سے زیادہ مسافت میں رہتا ہو شہر کے کونے میں مینارے سے مسافت کا اندازہ لگایا جائے گا شہر کے لئے بڑا شہر ہونا شرط نہیں اس لئے گاؤں اور جھونپڑا آبادی میں جمعہ صحیح ہے۔ بالوں کے بنے گھروندے والوں پر جمعہ واجب نہیں اس لیے کہ اکثر وہ لوگ خانہ بدوش ہوتے ہیں۔ ہاں البتہ جب جمعہ شہر کے نزدیک ہوں اس طرح اس شخص پر واجب نہیں جو کسی جگہ کچھ وقت کے لیے قیام پذیر ہے خواہ اس میں مہینہ لگ جائے۔

اس لئے کسی شہر کو وطن بنانا ضروری ہے: جو ہمیشہ کی اقامت کہلاتی ہے۔

شافعیہ.....فرماتے ہیں: شہر، بڑے شہر اور گاؤں کے مقیم پر جمعہ واجب ہے خواہ اذان کی آواز سنے یا نہ سنے: اور شہر سے باہر والا اگر اذان کی آواز سنتا ہے تو اس پر بھی واجب ہے دلیل نبی علیہ السلام کا قول ہے: اذان سننے والے پر جمعہ واجب ہے لہٰذا فصل کاٹنے والوں پر اس وقت تک واجب نہیں جب تک اذان کی آواز نہ سنیں سننے کے سلسلہ میں اس کا اعتبار ہے کہ مؤذن شہر کے کونے میں کھڑا ہو آوازیں دی ہوں، ہوا ساکن ہو اور اس نے کان لگا رکھا ہو، اس صورت حال میں جب اذان سنے گا تو جمعہ لازم ہے اگر نہیں سنی تو لازم نہیں جس مسافر نے چار دن اقامت کی نیت کر لی یا جمعہ کی نماز فجر کے بعد سفر کیا تو اس پر جمعہ واجب ہے اگر فجر سے پہلے سفر کیا تو جمعہ واجب نہیں لیکن مسافر کی وجہ سے مطلوب عدد جو چالیس افراد ہیں کے ساتھ جمعہ منعقد نہیں ہوتا۔ بلکہ چالیس آدمی اسی وطن کے ہوں وطن بنانا انعقاد کی شرط ہے واجب ہونے کی شرط نہیں جیسا کہ جمعہ کی صحیح ہونے کی شرط آبادی ہے نہ کہ صحرا۔

حنابلہ.....کا مسلک ہے آبادی کے باسی یا اس کے قریب صحراء کے رہائشی پر جمعہ واجب ہے کوئی شخص شہر میں مقیم ہے اگرچہ وہ بڑا شہر نہیں اس میں جمعہ قائم کر لیا جائے اگرچہ اس کے اور جمعہ قائم کرنے کی جگہ کے درمیان فرسخ کا فاصلہ ہو اگرچہ وہ اذان نہ سنے کیونکہ وہ سارا

ایک شہر ہے قریب بعید ہونے میں کوئی فرق نہیں اس واسطے کہ فرسخ کی دوری قریب کے درجہ میں ہے اسی طرح اس شخص پر جمعہ واجب ہے جو شہر سے باہر ہے جہاں جمعہ قائم کیا جاتا ہے، شرط یہ ہے کہ اس میں اور اس جگہ میں تقریباً ایک فرسخ یا اس سے کم فاصلہ ہو جیسا مالکیہ کا قول ہے اس لیے کہ وہ جمعہ والوں میں سے ہے اذان سنتا ہے جیسے شہر ہوتے ہیں مینارہ سے سننے کا اعتبار ہے نہ کہ امام کے سامنے سے۔

معتبر سننے کا امکان ہے۔ جیسا کہ شافعیہ نے کہا ہے جب مؤذن بلند آواز ہو، ہوا رکی ہو، آوازیں بہت ہوں اور عوارضات بھی نہ ہوں مسافر پہ جمعہ اس وقت واجب ہے جب وہ چار یا زیادہ دن قیام کی نیت کرلے یا سفر سفر معصیت نہ ہوتا کہ کہیں معصیت اس کے لئے تخفیف کا سبب نہ بن جائے یا اس کے اور اس کے قیام والے شہر کے درمیان فرسخ یا کم کا فاصلہ ہو یا اس نے سفر کی مسافت سے کم مسافت میں سفر کیا ہو۔ جس گاؤں کی تعداد چالیس افراد سے کم ہو ان پر جمعہ واجب نہیں یا وہ خیموں (جو درخت کی شاخوں سے بنائے گئے گھر)۔

یا بالوں کے گھروں میں مقیم ہو یا سفری مسافت والا مسافر ہو (۸۹ کلومیٹر) یا اس کے اور جمعہ والی جگہ کے درمیان فرسخ یا زیادہ کا فاصلہ ہو یا اسی گاؤں میں رہتا ہو جہاں کے لوگ بجائے گرمیوں کے سردیوں میں یا سال کے کسی حصہ میں نقل مکانی کر جاتے ہیں تو چونکہ وہ وہاں کے باسی نہ ہوئے اور نہ وہ جمعہ کی اذان سنتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ حج وغیرہ کا سفر کرتے تو ان میں سے کسی نے سفر میں جمعہ کی نماز نہیں پڑھی قرآن وسنت سے صراحت کی وجہ سے منیٰ اور عرفہ میں جمعہ نہیں اس لیے کہ وہاں اس کا کرنا منقول نہیں۔

جمعہ کے دن سفر کرنا...... جمعہ کے روز نماز فجر کے بعد سفر کرنے کے [1] متعلق فقہاء کی دو آراء ہیں۔ حنفیہ اور مالکیہ کے ہاں جائز ہے جب کہ شافعیہ اور حنابلہ نے اسے اس وقت ممنوع قرار دیا ہے جب جمعہ فوت ہونے کا خطرہ ہو ظہر کا وقت داخل ہونے کے بعد اور نماز جمعہ ادا کرنے سے پہلے تو اس کی (سفر) ممانعت پر اتفاق ہے احناف فرماتے ہیں: جمعہ کے روز سفر کرنے میں کوئی حرج نہیں جب ظہر کا وقت داخل ہونے سے پہلے شہری آبادی سے نکل جائے اور صحیح یہ ہے کہ زوال کے بعد اور نماز پڑھنے سے پہلے سفر کرنا مکروہ ہے۔ جب کہ زوال سے پہلے مکروہ نہیں۔

مالکیہ...... نے بھی ایسا ہی کیا ہے کہ جمعہ کے روز زوال سے پہلے سفر کرنا جائز۔ ہے لیکن جسے راستے میں جمعہ کی نماز نہ مل سکے اس کے لئے مکروہ ہے اور زوال کے بعد سے لے کر نماز سے پہلے تک بالاتفاق حرام اور ممنوع ہے ان کی دلیل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے۔ جمعہ سفر سے نہیں روکتا۔

شافعیہ اور حنابلہ...... فرماتے ہیں: جس پہ جمعہ واجب ہو اس کے لئے زوال سے پہلے اور بعد میں سفر کرنا حرام ہے ہاں اگر اسے راستے میں جمعہ مل سکتا ہو یا ساتھیوں سے پیچھے رہ جانے کا ضرر ہو یا وہ سفر واجب ہو جیسے اس حج کے لیے سفر جس کا وقت تھوڑا ہو اور رہ جانے کا خدشہ ہو کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے اقامت کے گھر سے جمعہ کے روز سفر کیا اس کے لئے فرشتے بددعا کرتے ہیں اس کا سفر میں ساتھ نہیں دیا جاتا اور نہ اس کی ضرورت میں مدد کی جاتی ہے [2] یہ وعید مباح سفر کو شامل نہیں چونکہ جمعہ اس پہ واجب ہوا تھا اسے لہو ولعب میں مشغول ہو کر اس سے غافل نہیں ہونا چاہیے ایسا ناجائز ہے ایسے ہی شافعیہ کے ہاں شب جمعہ میں سفر کرنا مکروہ ہے امام غزالی کی احیاء العلوم، میں لکھا ہے جو شب جمعہ میں سفر کرتا ہے اس کے دونوں فرشتے اس کے لئے بددعا کرتے ہیں میرے اندازے میں مالکیہ اور حنفیہ کی رائے زیادہ صحیح ہے اس میں لوگوں کے لئے آسانی اور حرج کا دفعیہ ہے جب کہ فریق ثانی کی حدیث ضعیف ہے۔

---

[1] ......الدر المختار ۱/۷۷، الشرح الصغير ۱/۵۱۲، القوانين الفقهية ۸۰، المهذب ۱/۱۱۰، مغني المحتاج ۱/۲۷۸، المغني ۲/۳۶۲، ۳۶۴ الشرح الصغير ۱/۵۱۴، ۵۱۶ خصوصيات يوم الجمعه للسيوطي ۷۳ الشرح الكبير ۳۸۷۔ [2] رواه الدارقطني في الافراد واخرجه الخطيب في الرواة عن مالك بسند ضعيف عن ابي هريرة

۴۔ معذوری سے سلامتی...... جس شخص پر جمعہ واجب ہوتا ہے اس کے لئے صحتمند، مامون، آزاد، بینا ہونا، چلنے کی قدرت، اور قید نہ ہونا ضروری ہے، سخت بارش، کیچڑ اور اولے وغیرہ نہ ہوں جیسا کہ ہم تفصیلاً جمعہ جماعت کو ساقط کرنے والے عذروں میں بیان کر چکے ہیں۔ اس مریض پر جمعہ واجب نہیں جو اس کی ادائیگی سے لاچار ہے نہ اس تیماردار پر جس کے چلے جانے سے بیمار کے ضائع ہونے کا خدشہ ہو بوڑھے کھوسٹ پر واجب نہیں یا جسے اپنی جان مال کا خوف ہو یا قرض خواہ کا ڈر ہو یا کسی ظالم یا فتنے کا خطرہ ہو غلام پر بھی جمعہ واجب نہیں اس واسطے کہ وہ اپنے آقا کی خدمت میں مشغول رہتا ہے نابینا حنفیہ کے ہاں معذور ہے جب کہ حنابلہ اور صاحبین کے نزدیک اگر اسے لے جانے والا ہو تو اس پر واجب ہے۔ امام ابوحنیفہ، مالکیہ اور شافعیہ کے ہاں اگر لے جانے والا میسر بھی ہو پھر بھی جمعہ واجب نہیں جس کا پاؤں مفلوج یا کٹا ہوا ہو اس پر اور لنجے پر واجب نہیں قیدی پر اور بارش کیچڑ اور اولوں کی مشقت سے معذور پر واجب نہیں احناف کے ہاں دیہاتی پر بھی جمعہ واجب نہیں۔ ❶

حنابلہ کے ہاں بادشاہ کے سوا عید کے موقع پر حاضر ہونے والوں پر سے جمعہ ساقط ہو جاتا ہے:

حنابلہ فرماتے ہیں...... ❷ جیسے معذوروں مثلاً بیمار وغیرہ سے اور مشاغل کی وجہ سے جمعہ ساقط ہو جاتا ہے ایسے ہی ان لوگوں سے جمعہ ساقط ہو جاتا ہے جو بادشاہ کے ساتھ عید کے موقع پر حاضر ہوں جب اتفاق سے عید و جمعہ اکھٹے ہو جائیں لیکن یہ سقوط اسقاط حضور ہے نہ اسقاط وجوب سوائے امام کے اس سے ساقط نہیں: البتہ اگر اسے کوئی جمعہ پڑھانے والا نہ ملے تو ساقط ہے اس کا امام بننا صحیح ہے افضل یہ ہے کہ اس میں حاضر ہوا جائے تاکہ اختلاف سے بچا جا سکے، ان کی دلیل حضرت زید بن ارقم کی حدیث ہے جو چاہے جمعہ پڑھے ❸ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں تمہارے اس دن دو عیدیں اکٹھی ہو گئی ہیں جو چاہے اس کے لئے جمعہ سے کافی ہے اور ہم تو جمعہ پڑھیں گے ❹ چونکہ جمعہ ظہر سے ایک خطبہ ہی کی وجہ سے زائد ہے جس کا سماع عید میں ہو گیا تو دوسری بار بھی اس کا سماع کافی ہے اور دونوں کا وقت ایک ہے اس لیے ایک کے ذریعہ دوسرا ساقط ہو جائے گا جیسے ظہر کے ساتھ جمعہ آپ علیہ السلام کا یہ اشارہ کہ ہم تو جمعہ پڑھیں گے اس سے پتہ چلتا ہے کہ امام بادشاہ سے ساقط نہیں ہوتا اس لئے کہ اگر اس نے چھوڑ دیا تو جن لوگوں پر جمعہ واجب تھا یا جن سے ساقط ہوا لیکن وہ اسے پڑھنا چاہتے ہیں اس کی ادائیگی سے رک جائیں گے بادشاہ کے علاوہ لوگ اس کے برعکس ہیں ان کا یہ سبب نہیں۔

چوتھا مقصد: جمعہ کی کیفیت ومقدار...... جمعہ کی دو رکعتیں اور دو خطبے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جمعہ کی نماز دو رکعتوں پر مشتمل ہے (یہ ظہر کی) قصر (نماز) نہیں جو جھوٹ گھڑے اس کا ناس ہو ❺ اس کے دو رکن ہیں نماز اور خطبہ بالاجماع نماز کی دونوں رکعتوں میں جہری قرأت ہوگی اور خطبہ فرض ہے نماز سے پہلے دو خطبے پڑھے جائیں جو صحیح قول کے مطابق جمعہ کے صحیح ہونے کے لئے شرط ہیں عرب کے ہاں کم از کم خطبہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود دین و دنیا کے بارے وعظ و نصیحت اور قرآنی آیات پر مشتمل ہوتا ہے اور اس پر اتفاق ہے کہ اس سے پہلے چار رکعات سنت ہیں اور جمہور کے ہاں ماسوائے مالکیہ کے بعد میں بھی چار رکعتیں ہیں۔

مقصد پنجم...... جمعہ صحیح ہونے کی شرائط:

جمع صحیح ہونے کی سابقہ گیارہ ۱۱ شرائط کے علاوہ حنفیہ اور شافعیہ کے ہاں مزید سات شرطیں اور مالکیہ کے نزدیک مزید پانچ اور

---

❶ ...... المغنی ۲/ ۳۵۸، کشاف القناع ۲/ ۴۴۱. ❷ رواہ الامام احمد وابوداؤد ولفظه من شاء ان یصلی فلیصل. ❸ رواہ ابن ماجه وعن ابن عمر وابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم نحو ذلک ❹ البدائع ۱/ ۲۵۶، بدایة المجتهد ۱/ ۱۵۵ القوانین الفقهیة ۸۱ مغنی المحتاج ۱/ ۲۷۶ کشاف القناع ۲/ ۲۱، ۴۱ ❺ رواہ احمد وابن ماجه والنسائی

حنابلہ (۱) کے ہاں چار مزید شرطیں ہیں۔

ا۔ظہر کا وقت...... جمعہ صرف اسی وقت صحیح ہے اس کے بعد نہیں اور نہ جمعہ کی قضا ہے اگر وقت تنگ ہو تو ظہر کی تکبیر تحریمہ کہہ لیں سوائے حنابلہ کے جمہور کے نزدیک زوال سے پہلے جمعہ صحیح نہیں جس کی دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوال کے بعد جمعہ کی ادائیگی پر مواظبت وہمیشگی ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب سورج ڈھل جاتا تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ ادا فرماتے (۲) اسی پر خلفاء راشدین اور بعد کے لوگوں کا عمل جاری رہا ہے چونکہ جمعہ اور ظہر دونوں ایک وقت کے فرض ہیں ان کے اوقات میں اختلاف وتبدیل ہیں جیسے حضر وسفر کی نماز کے اوقات مختلف ہیں۔

حنابلہ...... کہتے ہیں کہ زوال سے پہلے جمعہ ادا کرنا جائز ہے اس کا پہلا وقت عید کا پہلا وقت ہے جس کی دلیل عبداللہ بن میدان سلمی کا قول ہے: میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جمعہ میں شریک تھا آپ کا خطبہ اور نماز دوپہر سے پہلے تھی پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس کا موقع ملا ان کی نماز اور خطبہ میرے کہنے کے مطابق دوپہر کے وقت تھا پھر حضرت عثمان کے دور میں ان کے ساتھ جمعہ میں شریک ہوا میرے کہنے کے مطابق جب دن ڈھل چکا اس وقت تھا میں نے کسی کو آپ پر نکتہ چینی کرتے نہیں دیکھا اور نہ کسی نے نکیر کی (۳) یوں یہ اجماع بن گیا چونکہ یہ بھی نماز عید ہے اس لیے عیدوں کے مشابہ ہوگئی۔

زوال سے پہلے جواز یا رخصت کے طور پر ادا کی جاسکتی ہے البتہ زوال کی وجہ سے واجب ہوگی لیکن زوال کے بعد ادا کرنا افضل ہے چنانچہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: جب سورج ڈھل جاتا اس وقت ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں جمعہ پڑھتے پھر واپسی پر ہم لوگ سایہ ڈھونڈتے جاتے (۴) تاکہ گرمی سے بچا جاسکے۔

جمعہ کا آخری وقت بلا اختلاف وہی ظہر کا آخری وقت ہے چونکہ یہ اس کا بدل ہے اس کی جگہ واقع ہے اس لئے اسی کے ساتھ ملانا ضروری ہے چونکہ دونوں میں کئی طرح سے مشابہت پائی جاتی ہے۔

جمعہ کی نماز کب ملتی ہے...... امام کے ساتھ نماز جمعہ کا کوئی حصہ پالینے کے بارے میں فقہاء کی دو رائے ہیں۔ حنفیہ کا راجح قول یہ ہے (۵) جمعہ کے روز جو امام کے ساتھ جتنی نماز جمعہ پالے پڑھ لے اس کا جمعہ مکمل ہے اس نے جمعہ پالیا اگر وہ امام سے تشہد یا سجدہ سہو میں جا ملے یہ امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ہے جس کی بنیاد نبی علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے جتنی نماز مل جائے پڑھ لو جو رہ گئی اس کی قضا کرلو (۶) جمہور (۷) فرماتے ہیں: جب امام کے ساتھ دوسری رکعت مل گئی تو جمعہ پالیا اور اسے جمعہ ہی مکمل کرے اگر دوسری رکعت نہیں ملی تو اسے ظہر مکمل کرے اس لئے کہ نبی علیہ السلام کا ارشاد عام ہے جسے جمعہ کی ایک رکعت ملے وہ اس کے ساتھ ایک اور ملالے اور روایت میں ہے جسے ایک رکعت مل گئی تو گویا اسے نماز مل گئی۔

---

(۱)..... الدرالمختار ۱/۷۴۷، ۷۶۱ فتح القدیر ۱/۴۰۸۔۴۱۲، البدائع ۱/۲۵۹، ۲۶۲، ۲۶۶ اللباب ۱/۱۱۰، ۱۱۲ الشرح الصغیر ۱/۴۹۵۔۵۰۰ الشرح الکبیر ۱/۳۷۲، ۳۷۸ بدایۃ المجتھد ۱/۱۵۲، ۱۵۴ القوانین الفقھیۃ ۸۰۔۸۱ مغنی المحتاج ۱/۲۷۹، ۲۸۵ المھذب ۱/۱۱۰، ۱۱۷ حاشیۃ الشرقاوی ۱/۲۶۱، ۲۶۶ کشاف القناع ۲/۲۲، ۳۴، ۴۲ المغنی ۲/۲۹۵، ۳۲۷، ۳۳۷، ۳۵۶، ۳۵۹ (۲) رواہ احمد والبخاری وابوداؤد والترمذی (نیل الاوطار ۳/۲۵۹) (۳) رواہ الدارقطنی واحمد واحتج بہ وقال وکذلک روی عن ابن مسعود وجابر وسعید ومعاویہ انھم صلوھا قبل الزوال (نیل الاوطار ۳/۲۵۹) (۴) رواہ الشیخان (نیل الاوطار سابقہ حوالہ) (۵) فتح القدیر ۱/۴۱۹ الکتاب مع اللباب ۱/۱۱۲۔ (۶) رواہ احمد وابن حبان عن سعید بن المسیب عن ابی ھریرۃ مرفوعاً قال مسلم: اخطا ابن عیینۃ فی ھذہ اللفظۃ ولا علم رواھا عن الزھری غیرہ اخرجہ ائمۃ الستۃ بلفظ: فما ادرکتم فصلوا وما فاتکم فاتموا (نصب الرایۃ ۲/۲۰۰) (۷) مغنی المحتاج ۱/۲۹۹ کشاف القناع ۲/۲۸، ۳۳، المغنی ۲/۳۱۲

دوسری روایت میں ہے جسے جمعہ میں ایک رکعت پڑھنے کا موقع مل گیا تو اسے نماز (جمعہ) مل گئی۔ ❶

۲۔شہر.....نماز جمعہ بڑے شہر میں ہو یا شہر کی عید گاہ میں ہو یہ شرط احناف کے ہاں ہے شہر ہر وہ جگہ ہے جہاں گورنر اور قاضی ہو جو احکام نافذ کرتے اور حدود قائم کرتے ہوں یہ فقہ حنفی کا مشہور مذہب ہے لیکن اکثر احناف کے ہاں مفتی بہ قول یہ ہے کہ شہر وہی ہے جس کی تعریف ہم پہلے بیان کر چکے ہیں: جس کی سب سے بڑی مسجد میں جمعہ کے مکلّف لوگ نہ سما سکیں۔ یہ تو وجوب اور صحیح ہونے کی شرط ہے لہٰذا شہر یا اس کے آس پاس کے علاوہ جگہ میں جمعہ صحیح نہیں ہوگا گاؤں والوں پر جمعہ نہیں کیونکہ وہ شہر کے آس پاس کا علاقہ نہیں بنتے اس لئے وہاں جمعہ ادا کرنا صحیح نہیں بڑے شہر کے شرط ہونے کی دلیل یہ ہے۔ عبدالرزاق نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے موقوفاً نقل کیا ہے جمعہ اور تشریق (عید صرف بڑے شہر میں ہوتے ہیں۔

مالکیہ.....اس کی جگہ آبادی کی ہو جو یا شہر ہوگا یا گاؤں پتھروں وغیرہ سے ان کی تعمیر ہوئی ہوتی ہے یا جھونپڑے جو نرکل یا شاخوں سے بنے ہوتے ہیں۔ نہ کہ بالوں اور کپڑوں کے بنے خیمے کیونکہ وہ لوگ خانہ بدوش ہوتے ہیں ایک جگہ پڑے نہیں رہتے۔ ان کی مشابہت مسافروں سے ہوگئی یہ جمعہ صحیح ہونے اور واجب ہونے کی شرط مالکیہ کے ہاں ہے۔ اس واسطے کہ ان کا ہاں صحیح یہ ہے کہ چار شرطیں امام، جماعت، مسجد اور آبادی کی جگہ وجوب اور صحیح ہونے دونوں کی شرطیں ہیں عموماً گاؤں اپنے باسیوں کے لئے خود کفیل ہوتا ہے وہاں انہیں امن میسر ہوتا اور دوسروں سے اپنی معاشی زندگی میں باکفایت ہوتے ہیں۔ ان کی سو یا اس سے کم زیادہ کے ذریعہ کوئی حد بندی نہیں جا سکتی۔

شافعیہ.....نے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ جمعہ شہر یا گاؤں کے نشان زدہ علاقہ میں قائم کیا جائے اگرچہ مسجد میں نہ ہو صحرا میں ہمیشہ رہنے والے خیمہ زدہ لوگوں پر جمعہ واجب نہیں اس واسطے کہ ان کی حالت مسافروں جیسی یا وہ سفر کے لئے تیار رہتے ہیں ان کے آبادی کی طرح بنے ہوئے گھر نہیں ہوتے نیز قبائل عرب جو مدینہ کے گرد نواح میں مقیم تھے جمعہ کے لیے نہیں آتے تھے اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اس کا حکم ہی دیا تھا۔ نشان زدہ علاقے سے مراد وہ زمین ہے جس پر تعمیرات کے لئے نشانات مقرر ہوں یہاں اس سے مقصود شہری عمارتیں ہیں جو ہمارے دور میں ہر کالونی کی ڈویلپمنٹ کے مشابہ ہے عرف کے مطابق عمارتوں کا اکٹھا ہونا ضروری ہے۔

حنابلہ.....جن لوگوں پر جمعہ واجب ہے وہ تعداد میں چالیس افراد یا اس سے زیادہ ہو آبادی کے رہنے والے یعنی کسی ایسے گاؤں کے مقیمی ہوں جس کی عمارتیں اکٹھی ہیں وہاں کا جیسا تعمیرات کا دستور ہے خواہ وہ پتھر سے یا مٹی یا پکی اینٹوں سے یا نرکل یا درختوں سے بنی ہوں اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے دیہاتوں کی طرف پیام بھیجا کہ وہ جمعہ پڑھا کریں خیموں، بالوں کے گھروندوں والوں اور خانہ بدوش لوگوں پر جمعہ واجب نہیں۔ اور نہ ان کی طرف سے اس کی ادائیگی صحیح ہے اس لئے کہ عموماً یہ آبادی کے لئے نصب نہیں کیے جاتے۔

خلاصہ.....یہ ہوا کہ جمہور کے ہاں جمعہ قائم کرنے کے لئے شہر یا گاؤں کا ہونا اور احناف کے ہاں بڑے گاؤں کا ہونا ضروری ہے لہٰذا چھوٹی بستیوں میں رہنے والوں پر جمعہ واجب نہیں یعنی ان (احناف) کے نزدیک بڑے شہر کا ہونا ضروری ہے ان کے علاوہ فقہاء کے ہاں شہر کا ہونا شرط نہیں: گاؤں اور شہر جمعہ قائم کرنے کے لئے برابر ہیں۔

۳۔ جماعت.....اصح قول کے مطابق طرفین (ابوحنیفہ ومحمد رحمہما) کے نزدیک کم از کم امام کے سوا تین مرد (آدمی) ہوں اگرچہ وہ بیمار یا مسافر ہوں اس واسطے کہ جمع کی کم از کم صحیح تعداد تین ہے جمعہ جماعت مستقل شرط ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف چلو جمعہ جماعت سے مشتق (نکلا) ہے ان کے لئے ایک واعظ کا ہونا ضروری ہے جو خطیب ہوتا ہے۔ اگر انہوں نے امام کو چھوڑ دیا یا تحریمہ کے بعد

❶.....اللفظ الاول لابن ماجه والثاني متفق عليه عند الشيخين والثالث رواه الاثرم

سجدے سے پہلے چلے گئے تو جمعہ باطل ہوجائے گا ظہر کی نماز پڑھی جائے گی۔ اگر واپس آ کر امام کو رکوع میں پایا یا امام کے ساتھ تین آدمی نماز پڑھتے مل گئے یا یہ لوگ خطبہ کے بعد چلے گئے اور امام نے دوسروں کو جماعت کرائی تو جمعہ صحیح ہے بہرکیف جماعت کا ہونا جمعہ کی ادائیگی منعقد ہونے کی شرط ہے نماز کے آخر تک دائمی اور باقی شرط نہیں۔ ادائیگی تمام ارکان کے پائے جانے سے ہوگی جو قیام قرأت رکوع اور سجود ہے اگر یہ لوگ تحریمہ کے بعد سجدے سے پہلے چلے گئے تو جمعہ فاسد ہے جیسا ہم بیان کر آئے ہیں از سر نو ظہر پڑھی جائے گی۔

مالکیۃ......نماز اور خطبہ کے لئے بارہ ۱۲ مردوں کا ہونا شرط ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں آپ جمعہ کے روز کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے شام کا ایک تجارتی قافلہ آیا لوگ اس کی طرف دوڑ پڑے یہاں تک آپ کے پاس صرف بارہ مرد رہ گئے جس پر جمعہ کے بارے میں آیت نازل ہوئی، جب یہ لوگ تجارت یا کوئی لہو ولعب کی چیز دیکھتے ہیں تو اس کی طرف لپک پڑتے ہیں اور تمہیں کھڑے کا کھڑا چھوڑ بھاگتے ہیں ❶ اس شرط کے لئے دو شرطیں ہیں اول: یہ تعداد شہر والوں کی ہو تجارت وغیرہ کے لئے قیام کرنے والی تعداد صحیح نہیں اس لئے کہ شہر میں مقیم لوگوں کی مذکورہ تعداد حاضر نہ تھی۔ دوم یہ امام کے ساتھ شروع خطبہ سے نماز کے سلام تک یہ لوگ باقی رہیں اگر ان میں سے کسی ایک کی نماز۔ اگر چہ امام کے سلام کے بعد فاسد ہوئی تو جمعہ باطل ہوجائے گا یعنی مشہور مسلک کے مطابق نماز مکمل ہونے تک جماعت کا باقی رہنا شرط ہے۔

حنابلہ اور شافعیہ......فرماتے ہیں کہ امام کے ساتھ چالیس یا زائد مردوں کی حاضری میں جن کا گاؤں والے مکلف آزاد مرد اور رہائشی ہونا ضروری ہے جمعہ قائم کیا جائے گا بشرطیکہ ان میں سے کوئی بھی سوائے ضرورت کے سردی یا گرمی میں رخت سفر نہ باندھتا ہو، اگر چہ وہ بیمار گونگے یا بہرے ہوں مسافر بھی نہ ہوں البتہ امام مسافر ہو تو جائز ہے جب مذکورہ چالیس کی تعداد سے افراد زیادہ ہوں۔ چالیس سے کم تعداد میں جمعہ منعقد نہیں ہوگا، جس کی دلیل حدیث کعب ہے جو مدینہ میں سب سے پہلی جمعہ کی نماز کی اس تعداد کو متضمن ہے جو اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ پڑھی گئی کہ وہ چالیس مرد تھے۔ ❷

بیہقی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں جمعہ پڑھایا تو چالیس مرد تھے چالیس سے کم کو آپ نے جمعہ پڑھایا ہو ثابت نہیں لہٰذا اس سے کم تعداد جائز نہیں اگر خطبہ میں چالیس کے چالیس یا کچھ نکل گئے جمعہ صحیح نہیں اس لیے کہ چالیس افراد کا خطبہ کے ارکان کا سماع کرنا مقصود ہے کیونکہ خطبہ کا مقصد ہی لوگوں کو سنانا ہے اگر جمعہ مکمل کرنے سے پہلے چالیس کی تعداد کم ہوگئی تو ظہر از سر نو پڑھیں گے جمعہ مکمل نہیں کریں گے اس واسطے کہ تعداد شرط ہے، جس کا پورے جمعہ میں طہارت کی طرح اعتبار کیا گیا ہے۔

مجھے لگتا ہے کہ جمعہ اجتماع کا مطالبہ کرتا ہے جب عرفا بڑے جماعت کا ثبوت ہوجائے گا تو جمعہ واجب اور صحیح ہوگا کسی متعین عدد کے بارے میں صریح نص نہیں ہے البتہ جمعہ میں جماعت بالاتفاق شرط ہے، اور یہ بات شریعت سے پہلے ہی معلوم ہے کہ نماز میں موجودگی کی حالت میں ہو۔

۴۔ امیر یا اس کا نائب ہی امام بنے اور بادشاہ کی طرف سے جامع مسجد کے دروازے آنے والوں کے لئے کھول کر عام اجازت دی جائے......احناف نے یہ دو شرطیں رکھی ہیں، اول بادشاہ ہو اگر چہ وہ حکومت پر قابض ہو یا اس کا نائب ہو یا جسے جمعہ قائم کرنے کی اجازت ہو جیسے آج کل وزارت اوقاف ہی جمعہ کی امام وخطیب ہے اس لیے کہ جمعہ بڑے مجمع میں قائم کیا جاتا ہے اور کبھی جمعہ کے سلسلہ میں لڑائی جھگڑا بھی بن جاتا ہے اس واسطے اس کے حکم کو پورا کرنا اور کسی کو آگے بڑھنے سے روکنا ضروری ہے دوم عام اجازت، جس کی

❶......حدیث الانفضاض هذا رواه احمد ومسلم والترمذی صحیحه (نیل الاوطار ۳/ ۲۸۱) ❷ رواه ابن ماجه وابوداؤد (نیل الاوطار ۳/ ۲۳۰)

صورت یہ ہے کہ جامع مسجد کے دروازے کھلے ہوں اور لوگوں کو اندر آنے کی کھلی اجازت ہو یعنی کسی ایسے شخص کو اندر نماز پڑھنے سے منع نہ کیا جائے جس کا جمعہ پڑھنا صحیح ہے۔ اس لئے کہ ہر مجمع حاضر ہونے کی اجازت طلب کرتا ہے اور اجتماع کا مفہوم صرف اجازت سے حاصل ہوسکتا ہے اور چونکہ جمعہ شعائرِ اسلام کا حصہ اور دین کا خاصہ ہے اس بنا پر اسے مشہور اور عام کر کے قائم کرنا چاہیے۔

احناف کے علاوہ کسی نے یہ دو شرطیں نہیں لگائیں۔ لہٰذا جمعہ صحیح ہونے کے لئے نہ کھلی اجازت ضروری ہے اور نہ بادشاہ وغیرہ کا حاضر ہونا شرط ہے اس لئے کہ جب حضرت عثمان محصور تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جمعہ پڑھایا کسی نے نکیر نہیں کی، بلکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ (1) نے اسے درست قرار دیا چونکہ جمعہ وقت کا فرض ہے اس لئے ان دو شرطوں کے نہ ہونے میں ظہر کے مشابہ (2) ہے۔

۵۔ امام کے ساتھ اور جامع مسجد میں ہوں...... یہ دو شرطیں مالکیہ نے لگائی ہیں جس کی تفصیل یہ ہے کہ مقیم امام کی اقتداء میں جمعہ پڑھا جائے علیحدہ علیحدہ پڑھنا صحیح نہیں وہ امام مقیم ہو مسافر نہ ہو اگرچہ وہاں کا رہائشی نہ ہو وہی خطیب ہو البتہ کوئی معذوری جیسے نکسیر یا وضو کا ٹوٹنا پایا جائے جس کی وجہ سے خلیفہ بنانا مباح ہو جائے وہ آزاد ہو لہٰذا غلام کی اقتداء میں جمعہ صحیح نہیں والی وحاکم ہونا بخلاف حنفیہ کے شرط نہیں۔

اس جامع مسجد میں ہو جہاں ہمیشہ لوگ جمع ہوتے ہوں لہٰذا گھروں حویلی کے صحن، خانگاہ اور نہ کسی کھلی زمین پر جائز ہے خلاصہ یہ کہ (دوسروں کے لئے) ممنوعہ علاقوں میں جائز نہیں جیسے حویلیاں اور دوکانیں وغیرہ۔

جامع مسجد کے لئے چار شرطیں ہیں...... تعمیر شدہ ہو اور اس کی عمارت عرف ومعاشرے کے مطابق ہو خواہ نرکل وغیرہ سے ہو ایک اور شہر سے متصل ہو لہٰذا شہر میں جمعہ ایک ہی ہوتا ہے لیکن جب کئی جمعے ہوں تو جس میں جمعہ صحیح ہوگا وہی جامع مسجد کہلائے گی پرانی اور سب سے پہلی جمعہ کی مسجد ہو اگرچہ اس کی تعمیر بعد میں ہوئی ہو راجح یہی ہے کہ جامع مسجد کا چھت والی ہونا شرط نہیں اور نہ اس میں ہمیشہ جمعہ یا ہمیشہ نماز پنجگانہ قائم کرنے کا ارادہ ہو۔

مسجدوں کے صحنوں میں جمعہ جائز ہے یہ ہر وہ جگہ ہے جو مسجد کے وسیع ہونے کی وجہ سے احاطہ سے باہر زائد ہوتی ہے مسجد سے متصل راستوں میں بھی جمعہ جائز ہے جب کہ درمیان میں دکانوں گھروں یا رکاوٹ بننے والی چیزوں کا فاصلہ نہ ہو خواہ مسجد تنگ ہو یا صفیں متصل ہوں یا نہ ہو لیکن بلاضرورت راستوں اور صحنوں میں جمعہ پڑھنا مکروہ ہے۔ اگرچہ مسجد لوگوں سے تنگ پڑ جائے پھر بھی مسجد کی چھت پر اور ممنوع جگہوں مثلاً حویلیاں اور دکانیں جمعہ جائز نہیں۔

۶۔ بلاضرورت کئی جمعے نہ ہوں...... شافعیہ نے جمعہ کے صحیح ہونے کے لئے یہ شرط قرار دی ہے کہ اس سے پہلے یا اس کے ساتھ شہر یا گاؤں میں جمعہ نہ ہو ہاں البتہ شہر بڑا ہو اور لوگوں کا ایک جگہ جمع ہونا مشکل ہو یا شہر کے اطراف دور ہوں انہیں جمعہ واجب ہونے کی سابقہ شرائط کے ساتھ مؤذن کی آواز نہ پہنچتی ہو تو دوسرا جمعہ جائز ہے اس شرط کی دلیل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سے زائد جمعہ قائم نہیں کیا ایک پر اکتفا مقصود کو ثابت کرنے کا زیادہ سبب ہے تاکہ اجتماع کا شعار ظاہر کیا جائے اور ایک بات کا پرچار کیا جائے۔

اگر اس سے پہلے کوئی جمعہ ہو جائے تو وہ صحیح ہے جب کہ بعد والا باطل ہے اس لیے ایک سے زائد نہیں ہوتا اگر دونوں ایک ساتھ مل گئے تو دونوں باطل ہوں گے پہلے اور برابر ہونے کا اعتبار ہے: جو امام کی تکبیر تحریمہ کی ''را'' سے پتہ چلے گی اگر پہلے والے کو معلوم ہوا لیکن بھول گیا تو سب کا جمعہ باطل ان پر ظہر واجب ہے صحیح فاسد کے ساتھ گیا اس لئے اگر مقارنہ برابری کا علم ہو یا سبقت اور برابری کا علم نہ ہو تو اگر وقت کافی ہو تو جمعہ کا اعادہ کیا جائے اس واسطے کہ یہاں جمعہ جائز طریقہ سے نہیں ہوا جگہ کی تنگی کی وجہ سے کئی جمعے ہوں تو جائز ہے اور صحیح قول کے مطابق سب کی نماز صحیح ہے چاہے اماموں کی تکبیر اکٹھی واقع ہوئی ہیں یا آگے پیچھے ترتیب وار، البتہ ظہر کی نماز احتیاطاً مسنون ہے، احتیاط اس کے

(1) ...... رواہ البخاری بمعناہ (2) کشاف القناع ۲/۴۱

لئے ہے جس نے ایسے شہر میں جمعہ پڑھا جہاں ضرورت کی بنا پر کئی جمعے ہوئے۔ اگر اس کے پہلے ہونے کا علم نہ ہو تو اس کے اختلاف سے بچنے کے لئے جو ضرورت کی بنا پر بھی کئی جمعوں کا قائل نہیں ظہر سمجھ کر اعادہ کیا جائے گا جمعہ کی نماز کے بعد ظہر کی آخری یا احتیاطاً ظہر کی نیت کرے تا کہ ظہر ادا کر کے وقتی قرض کی ذمہ داری سبکدوش ہو سکے۔

جمعہ کے بعد ظہر کی نماز...... اگر بلا ضرورت کئی جمعے ہوئے تو واجب ہے اور اگر کئی جمعے صرف بقدر ضرورت ہوئے تو مستحب ہے یا ضرورت سے زائد ہوئے لیکن یہ پتہ نہ ہو کہ تعدد واضافہ ضرورت کی بنا پر تھا یا نہیں۔ اس صورت میں ظہر کی نماز حرام ہے جب پورے شہر میں صرف ایک جمعہ ہوتا ہو جیسے رکھوں کا کوئی گاؤں۔ اسی طرح مالکیہ نے راجح قول کے مطابق کہا ہے: دو مسجدوں یا کئی مساجد میں کئی جمعے ممنوع نہیں جب شہر ایک ہو تو صرف ایک ہی جمعہ ہوگا کئی جمعے ہوئے تو پرانی اور سب سے پہلی جامع مسجد کا جمعہ صحیح ہے اگر چہ اس کی تعمیر بعد میں ہوئی ہو جیسا ہم بتا چکے ہیں۔ ❶

مذکور قول میں حنابلہ شافعیہ اور مالکیہ کے ساتھ ہیں۔ ❷

اگر شہر بڑا ہو جس میں کئی جامع مساجد کی ضرورت ہو یا فتنہ کے خوف والی حالت ہو کہ شہریوں میں پھوٹ پڑتی ہو یا شہر وسیع اور اس کے اطراف والے علاقے دور ہوں تو پورے شہر میں جمعہ کی نمازیں جائز ہیں اس لیے کہ اس نماز کے لئے اجتماع اور خطبہ مشروع ہے تو عید کی نماز کی طرح کئی جگہوں پر جائز ہے یہ ثابت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ عید کے روز عید گاہ کی طرف جاتے اور کمزور لوگوں کو نماز پڑھانے کے لیے ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ کو نائب بنا جاتے۔

رہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کا دوسرا جمعہ قائم نہ کرنا تو اس کی چنداں ضرورت نہ تھی اس لئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ کو سننا اور وہاں حاضر ہونے کو ترجیح دیتے تھے اگر چہ ان کے گھر دور ہوتے کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کا پیام پہنچاتے تھے پھر جب شہروں میں کئی جمعوں کے پڑھنے کی ضرورت محسوس ہوئی تو کئی مقامات پر جمعے پڑھے گئے کسی نے نکیر نہیں کی یوں یہ اجماع کی صورت اختیار کر گیا۔ اگر دو جمعوں کی ضرورت پڑے تو بلا ضرورت تیسرا اسی طرح چوتھا یا نچواں جائز نہیں ہوگا۔ بلا ضرورت شہر کی کئی جگہوں میں عید اور جمعہ قائم کرنا حرام ہے۔ بلا ضرورت دوسرے جمعہ کی اجازت دینا حرام ہے جیسے ضرورت سے زائد میں اجازت دینا حرام ہے۔ اگر بلا ضرورت کئی جگہ جمعے قائم ہوئے تو وہ جمعہ جو بادشاہ نے خود پڑھا یا پڑھایا اور اس کی اجازت دی وہ صحیح ہے کیونکہ دوسرے کو صحیح قرار دینا فیصلہ ہے اور اس کے جمعہ کو فوت کرنا ہے۔ اگر دو جمعے اجازت وعدم اجازت میں برابر ہو جائیں تو پہلا صحیح ہے اور دوسرا باطل ہے پہل کا پتہ امام کی تکبیر تحریمہ سے چلے گا جیسا کہ شافعیہ نے کہا ہے خطبہ یا سلام شروع کرنے سے نہیں اور اگر دونوں جمعے اکھٹے مل جائیں اور اجازت وعدم اجازت میں برابر ہوں تو دونوں باطل ہیں اس لئے کہ کسی ایک کو صحیح قرار دینا ممکن نہیں۔

اگر کسی شہر میں بلا ضرورت پڑھے گئے پہلے جمعہ کا پتہ نہ ہو یا یہ پتہ نہ ہو کہ کونسا پہلے تھا یا پہلے پتہ تھا پھر بھول گئے تو ظہر کی نماز پڑھیں گے۔

خلاصہ یہ رہا ہے کہ جمہور (مالکیہ کے مشہور قول اور شافعیہ حنابلہ) اور احناف میں سے علامہ کاسانی کی رائے بلا ضرورت کئی جمعے ناجائز ہیں۔

رہے جمہور ❸ احناف تو مفتی بہ قول کے مطابق ایک شہر کی کئی جگہوں میں حرج سے بچنے کے لئے ایک سے زیادہ جمعے ادا کرنا جائز ہے اس لئے کہ ایک ہی جگہ کو لازم قرار دینا انتہائی تنگی اور حرج ہے اکثر حاضرین کو مسافت طویل پڑے گی کئی جمعے ناجائز ہونے کی کوئی دلیل بھی نہیں ضرورت وحاجت اس شرط کے نہ ہونے کا تقاضا کرتی ہے خصوصاً بڑے شہروں میں زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔

---

❶ الشرح الصغير ۱/ ۵۰۰ القوانين الفقهية ۸۰۔ ❷ المغنی ۲/ ۳۳۴ کشاف القناع ۲/ ۴۲، ۴۴۔ ❸ الدرالمختار وردالمحتار ۱/ ۷۵۵ قال فی شرح المنية الاولی هو الاحتياط لا ن الخلاف فی جواز التعددوعد مه قوی و کون الصحيح جواز التعد دلضرورة للفتوی لايمنع شرعية الا حتياط للتقوی

حق یہ ہے...... آبادی وسیع اور لوگوں کی کثرت جمعہ کی ادائیگی میں آسانی کو مدنظر رکھنے کی ضرورت کی بنا پر یہ رائے وزنی ہے کئی جمعوں کو ممنوع قرار دینے کی کوئی شرعی دلیل نہیں۔ ابن رشد فرماتے ہیں: اگر تعدد نہ ہونا شرط ہوتا اور شہر، بادشاہ مسجد کے مالک کی جمعہ صحیح ہونے کی شرط لگائی جاتی تو یہ جائز نہ تھا کہ نبی علیہ السلام اس سے خاموش رہے اور نہ اس کا بیان کرنا ترک کرے۔ تا کہ آپ ان احکام کو لوگوں سے بیان کریں جوان کی طرف آئے ہیں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے تا کہ آپ ان کے اختلافی مسائل کو واضح کریں آج کے دور میں کئی جمعے اسلام کی ابتدائی آسانی اور نمازوں سے تنگی دور کرنے میں متفق ہے جیسے بعض شافعیہ نے ثابت کیا ہے کسی نمازی پر ظہر کی نماز واجب نہیں۔ جیسا کہ علامہ رملی نے کیا ہے مثلاً جن بڑے شہروں مثلاً قاہرہ، بغداد اور دمشق وغیرہ میں یہ صورت حال پیش آتی ہے رہا اس کا جمعہ جس نے پہل کی تو اس کا مطلب مسجد میں پہلے پہنچنے والے کے لیے اجر وثواب کی زیادتی ہے۔❶

۷۔ نماز سے پہلے خطبہ...... فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ خطبہ جمعہ کے لئے شرط ہے اس کے بغیر جمعہ صحیح نہیں ❷ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ کے ذکر کی طرف چلو ذکر سے مراد خطبہ ہے اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جمعہ خطبہ کے بغیر نہیں پڑھا ❸ اور آپ نے یہ بھی فرمایا ہے جیسے مجھے نماز پڑھتا دیکھتے ہوا ایسے نماز پڑھا کرو حضرت عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: خطبہ کی وجہ سے نماز جمعہ قصر (کم) ہوئی احناف کے ہاں اصح یہ ہے کہ خطبہ دو رکعتوں کے قائم مقام نہیں بلکہ ثواب میں ان کے برابر ہے جیسا کہ ایک اثر (صحابی کا قول) منقول ہے خطبہ نماز کا آدھا ہے یہ بالاتفاق نماز سے پہلے دو خطبے ہیں خطبہ کے شرائط میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ احناف ❹ فرماتے ہیں: طوال مفصل کی کسی سورت کی مقدار زوال کے بعد نماز سے پہلے امام دو مختصر مختصر خطبے دے۔ جن کے درمیان تین آیات کی مقدار بیٹھے پہلے سے دوسرے کو آہستہ پڑھے خطبہ کھڑے ہو کر لوگوں کی طرف رخ کر کے دونوں طرح کی بے وضوگیوں سے پاک ہو کر شرمگاہ ڈھانپ کر خطبے دے اگر چہ حاضرین بہرے یا سوئے پڑے ہوں اگر بیٹھ کر خطبہ دیا یا بے وضو دیا مقصد حاصل ہونے کی بناء پر جائز تو ہے لیکن ایک تو منقول عمل کی مخالفت دوم نئے وضو کرنے کی وجہ سے خطبہ اور نماز میں فاصلے کی وجہ سے مکروہ ہے قیام ان کے ہاں سنت ہے جس کا سبب یہ ہے کہ خطبہ اصح قول کے مطابق دو رکعتوں کے قائم مقام ہیں اس واسطے کہ یہ تو نماز کے منافی ہے کہ اس میں قبلہ بر پشت ہونا اور کلام کرنا پڑتا ہے اور اس کے لئے نماز کی سی شرائط نہیں۔

اگر خطیب صرف اللہ تعالیٰ کے ذکر پر اکتفا کرے مثلاً الحمد للہ لا الہ الا اللہ یا سبحان اللہ کہہ دے تو امام ابوحنیفہ کے ہاں باوجود کراہت کے جائز ہے اس لئے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف چلو جس سے مراد خطبہ ہے اس پر مفسرین کا اتفاق ہے ذکر کا اطلاق بھی کیا گیا ہے کم تھوڑے کا کوئی فرق نہیں اس پر زیادتی نسخ ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جب وہ خلیفہ بنے اور پہلے جمعہ کے لئے منبر پر چڑھے تو کہا الحمد للہ پھر کچھ نہ پڑھ سکے اتر آئے اور نماز پڑھائی علماء صحابہ موجود تھے کسی نے آپ پر نکیر نہیں کی جس سے معلوم ہوا یہ مقدار کافی ہے۔

صاحبین فرماتے ہیں: اتنا لمبا ذکر ضروری ہے جسے خطبہ کا نام دیا جا سکے جس کی کم سے کم مقدار تشہد ہے اس لئے کہ خطبہ واجب ہے اور سبحان اللہ الحمد للہ کو خطبہ نہیں کہا جاتا ہے۔

---

❶ ...... بدایۃ المجتہد ۱/۱۵۴۔ ❷ تبیین الحقائق ۱/۲۱۹ الشرح الصغیر ۱/۴۹۹ مغنی المحتاج ۱/۲۸۵ المغنی ۲/۳۰۲۔ ❸ اسے بیہقی نے ذکر کیا اور اس سے ابن الجوزی نے خطبۃ کے واجب ہونے کی دلیل نکالی ہے ساتھ یہ حدیث بھی ہے جیسے مجھے نماز پڑھتے دیکھو ویسے نماز پڑھو اور مسلم نے بحوالہ جابر بن سمرۃ نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ دیتے پھر بیٹھ جاتے پھر کھڑے ہو جاتے خطبہ کھڑے ہو کر ہی دیتے ابوداؤد نے بحوالہ ابن عمر نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو خطبے دیتے منبر پر چڑھنے کے بعد مؤذن کی تک بیٹھے رہتے پھر کھڑے ہو کر خطبہ دیتے پھر بیٹھ جاتے بات چیت نہ کرتے اور کھڑے ہو کر خطبہ دینے لگتے اس کے ایک راوی میں کلام ہے۔ ❹ (نصب الرایۃ ۲/۱۹۶) فتح القدیر مع العنایۃ ۱/۴۱۳، ۴۱۵ الدر المختار ۱/۷۵۷، ۷۶۰ مراقی الفلاح ۸۷ البدائع ۱/۲۶۲ تبیین الحقائق ۱/۲۱۹

احناف کے خطبہ کی چھ شرطیں ہیں......نماز سے پہلے خطبہ کے ارادے سے وقت میں ہو صحیح قول کے مطابق کم از کم وہ آدمی سن لے جن کی وجہ سے جمعہ ہوتا ہے اس لئے غلام، بیمار مسافر اگر چہ جنبی ہو کی حاضری کافی ہے صرف بچے اور عورت کا ہونا کافی نہیں اور نہ جماعت کا سننا شرط ہے یہ بھی شرط ہے کہ کسی زیادہ اجنبی عمل کا فاصلہ نہ ہو جیسے دوپہر کا کھانا یا نماز اور خطبہ میں غسل کرنا اگر اتنا فاصلہ پایا گیا تو خطبہ دہرایا جائے گا اس لئے کہ پہلا خطبہ باطل ہو چکا ہے امام اور خطیب کا ایک ہی ہونا شرط نہیں لیکن خطیب کے علاوہ کسی کو نماز پڑھانا مناسب نہیں کیونکہ وہ دونوں ایک ہی ہیں انہوں باوجود عربی کی قدرت ہونے کے عربی میں خطبہ دینا خواہ لوگ عربی ہوں یا نہ ہوں جائز قرار دیا ہے۔

دوسرے خطبہ سے پہلے آہستہ سے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھے اس کے بعد حمد وثناء پڑھے دونوں شہادتوں کا ذکر کرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے لوگوں کو وعظ ونصیحت کرے خلفاء راشدین اور آپ علیہ السلام کے دونوں چچوں (عباس وحمزہ) کا ذکر کرنا مستحب ہے بادشاہ کا ذکر کرنے دعا کرنا مستحب نہیں۔ جب کہ بعض نے جائز قرار دیا ہے یہ ثابت ہے کہ امیر کوفہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر کے لیے دعا کی تھی۔ جو کمال اس میں نہیں اسے بیان کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

مالکیۃ نے جمعہ کے دونوں خطبوں کی نو شرطیں لگائی ہیں: ❶

اول.....خطیب کھڑا ہو، زیادہ ظاہر یہ ہے کہ یہ واجب ہے شرط نہیں اگر بیٹھ کر خطبہ مکمل کرلے تو صحیح ہے۔

دوم.....دونوں خطبے زوال کے بعد ہوں، اگر اس سے پہلے ہوئے تو جائز نہیں سوم وہ ایسے ہوں کہ عرب ان کو خطبہ کہتے ہیں اگر چہ ایک ہی وزن پر ہو جیسے **اتقوا اللہ فیما امر وانتھوا عما عنه نھی وزجر** اگر اس نے سبحان اللہ لاالہ الااللہ یا اللہ اکبر کہہ لیا تو جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ثناء نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا مستحب ہے اس طرح تقویٰ کا حکم دینا مغفرت کی دعا کرنا اور قرآن کی تھوڑی بہت قرآت کرنا مندوب و مستحب ہے جب خطیب نے کہا:

الحمدللہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اما بعد:

اوصیکم بتقوی وطاعته واحذرکم عن معصیة ومخالفة

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جو ذرہ برابر نیکی کرے گا اسے دیکھ لے گا اور جو ذرہ برابر برائی کرے گا اسے بھی دیکھ لے گا پھر بیٹھ جائے پھر کھڑے ہونے کے بعد حمد وثناء اور نبی علیہ السلام پر درود بھیجنے کے بعد کہے **أما بعد! فاتقو اللہ فیما امر وانتھوا عمانھی وزجر یغفراللہ لنا ولکم** تو باتفاق علماء خطبہ دینے والا بن جائے گا۔

چہارم.....نماز کی طرح خطبہ مسجد کے اندر ہو اگر مسجد سے باہر دونوں خطبے دیئے تو صحیح نہیں ہوں گے۔

پنجم.....دونوں خطبے نماز سے پہلے ہوں ان دونوں سے پہلے نماز پڑھنا صحیح نہیں اگر دونوں خطبوں کو نماز سے مؤخر کیا تو اگر عرف کے لحاظ سے وقت قریبی ہو تو نماز لوٹائی جائے گی اور مسجد سے نہ نکلا ہو اگر وقت زیادہ گزر گیا دونوں خطبے لوٹائے جائیں اس لئے ان کی حیثیت نماز کے ساتھ ظہر کی دو رکعتوں کی طرح ہے۔

ششم.....دونوں خطبوں میں ایک جماعت حاضر ہو جو تعداد میں بارہ ہوں اگر وہ پہلے سے حاضر نہیں تو خطبے جائز نہیں اس واسطے کہ ان کی حیثیت دو رکعتوں کی سی ہے۔

ہفتم ہشتم اور نہم.....یہ ہے کہ جہراً دونوں خطبے ہوں عربی میں ہوں اگر چہ سننے والے عجم ہوں ان کے اجزاء باہمی ملے ہوں اور نماز ان سے ملی ہو مشہور قول کے مطابق خطبوں کے لیے طہارت وضو شرط ہیں۔ لیکن حدث اصغر واکبر کی وجہ سے طہارت حاصل نہ کرنا مکروہ ہے عرفا

---

❶.....الشرح الصغیر ۱/ ۴۹۹ الشرح الکبیر ۱/ ۳۷۲، ۳۷۸، ۳۸۶

جس عذر کا ختم ہونا قریب ہو اس کا انتظار کرنا واجب ہے جیسے خطبہ کے بعد بے وضو ہو جانا یا معمولی نکسیر پھوٹی اور پانی قریب ہے سوائے کسی معذوری کے خطبہ دینے والے کے علاوہ کوئی جمعہ نہ پڑھائے پاگل پن اور نکسیر باوجود یکہ پانی دور ہو طاری ہونے کی وجہ سے تو عذر ہے ورنہ امام خطیب ایک ہونا شرط ہے۔

شافعیہ..... ❶ خطبہ میں پندرہ ارکان وفرائض ہیں اللہ تعالیٰ کی تعریف نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا تقویٰ کی وصیت کرنا یہ تین باتیں تو دونوں خطبوں میں ضروری ہیں کسی ایک خطبہ ایسی آیت کی قرأت کرنا جو سمجھ میں آسکتی ہو۔

ضروری کام کے لئے مومن مردوں اور عورتوں کے لئے دعا کرنا۔

پہلا رکن حمد..... چنانچہ امام مسلم نے اسے روایت کیا ہے دوسرا خطبہ اس لیے کہ خطبہ عبادت ہے جس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ذکر کی ضرورت پڑتی ہے جیسے اذان اور نماز ہے تیسرا رکن بھی امام مسلم نے روایت کیا ہے چونکہ خطبہ سے مقصود وعظ ونصیحت اور خوف دلانا ہے وصیت کا لفظ تقویٰ سے متعین نہیں ہوجاتا یہی صحیح قول ہے اس لئے کہ فرض وعظ ونصیحت اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری پر ابھارنا ہے لہٰذا جو نصیحت کو واضح کرے وہی کافی ہے خواہ طویل ہو یا مختصر جیسے اطیعوا اللہ واقیموہ رہا چوتھا رکن تو شیخین نے اسے روایت کیا ہے چاہے وہ آیت وعدہ ہو یا وعید کوئی حکم ہو یا قصہ ہو۔ اور پانچوں رکن تو اسے خلف نے سلف سے نقل کیا ہے دعا کا دوسرے خطبہ میں ہونا تو یہی مناسب ہے کیونکہ دعا خاتمے پر ہوتی ہے۔ اصح یہ ہے کہ ارکان کی ترتیب شرط نہیں بلکہ سنت ہے دونوں خطبوں کی مندرجہ ذیل پندرہ شرطیں ہیں۔

نماز سے پہلے ہوں کسی سبب سے ان سے اعراض نہ ہو سنت کا اتباع کرتے ہوئے جیسے قیام کی قدرت ہو قیام کرنا عربی میں ہونا وقت میں زوال کے بعد ہونا دونوں خطبوں میں اتنی دیر اطمینان سے بیٹھنا جس میں سورہ اخلاص پڑھی جاسکے جیسے جلسہ کیا جاتا ہے مستحب ہے۔ اگر خطبہ دینے والا بیٹھا ہوا ہے تو دونوں خطبوں میں سکتہ کرکے فاصلہ کرے۔ اتنی تعداد کو سنانا جن کی موجودگی میں جمعہ ہوجاتا ہے یعنی خطیب اتنی آواز بلند کرے کہ پورے تیس افراد امام کے علاوہ ان خطبوں کے ارکان کو سن لیں سنانے اور سننے کا عملاً پایا جانا ضروری ہے صرف سننے سنانے کی صلاحیت سے کام نہیں چلے گا اگر وہ یا ان میں بعض افراد بہرے ہوں تو صحیح نہیں جیسے وہ دور ہوں خطیب بھی اگر چالیس افراد میں شامل ہو تو اپنے آپ کو سنانا بھی شرط ہے اور اگر وہ بہرا ہے تو کافی ہیں۔ دونوں خطبوں کے کلمات کو پے درپے کہنا اور ان میں اور نماز میں ترتیب برقرار رکھنا سنت کا اتباع کرتے ہوئے جائز ہے لہٰذا خطبہ اور نماز میں زیادہ فاصلہ نہ ہو جیسے احناف کہتے ہیں۔

سنت کے اتباع کی وجہ سے شرمگاہ ڈھانپنا جگہ مکان بدن اور کپڑے کا نجاست سے پاک ہونا حدث اصغر واکبر سے پاکی حاصل کرنا ضروری ہے اس لیے کہ خطبہ دو رکعتوں کے قائم مقام ہے یوں اس کی حیثیت نماز کی سی ہوگئی جس کے لئے وقت کا داخل ہونا تک شرط ہے اسی طرح نماز کی بقیہ شرائط جیسے شرمگاہ ڈھانپنا کپڑے بدن اور مکان کا پاک ہونا ضروری ہے، دونوں خطبے ایسی جگہ دیے جائیں جہاں جمعہ صحیح ہو خطیب مرد ہو اس کا قوم کی امامت کرنا صحیح ہو، اور عالم رکن کو رکن اور سنت کو سنت ہونے کا اعتقاد رکھے اور غیر عالم فرض کے سنت ہونے کا اعتقاد نہ رکھے۔

حنابلہ..... ❶ جمعہ سے پہلے دو خطبوں کا ہونا شرط ہے جس کے دلائل پہلے گزر چکے ہیں حضرت عمر اور عائشہ رضی اللہ عنہما کی روایت سے ان کا دو رکعتوں کا بدل ہونا بھی معلوم ہوچکا ہے یہ نہیں کہا جائے گا کہ وہ ظہر کی دو رکعتوں کا بدل نہیں اس واسطے کہ جمعہ ظہر کا بدل نہیں بلکہ اگر جمعہ رہ جائے تو ظہر اس کا بدل ہے دونوں خطبوں کے صحیح ہونے کے لئے مندرجہ ذیل شرائط ہیں: لفظ الحمدللہ سے اللہ کی تعریف ہو اس کے علاوہ کوئی لفظ کافی نہیں جس کی دلیل حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے جس کلام میں الحمدللہ سے آغاز نہ ہو تو وہ ادھورا

❶..... مغنی المحتاج ۱/ ۲۸۵، ۲۸۷ المھذب ۱/ ۱۱۱ الحضرمیة ۸۰. ❷ المغنی ۲/ ۳۰۲، ۳۱۰ کشاف القناع ۲/ ۳۴، ۳۷، ۴۰۔

ہے ❶ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشہد پڑھتے تو الحمد للہ کہتے۔ ❷
نبی علیہ السلام کے درود وسلام لفظ صلوٰۃ سے ہو اس لئے کہ جس عبادت میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کی ضرورت ہوتی ہے وہاں اللہ کے رسول کا ذکر بھی ہوتا ہے جیسے اذان میں ہے صلوٰۃ کے ساتھ سلام بھیجنا واجب نہیں پوری آیت کا پڑھنا جس کی دلیل حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا قول ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم آیات پڑھ کر لوگوں نصیحت کرتے ❸ چونکہ دونوں خطبے دو رکعتوں کے قائم مقام ہیں خطبہ فرض ہے اس لئے اس میں قرأت بھی واجب ہے جیسے نماز میں لیکن کوئی آیت مخصوص نہیں جو چاہے پڑھے اگر اس نے **ثم نظر و مدھا متان** پڑھا تو کافی نہیں اللہ تعالیٰ کے تقویٰ کی وصیت جو مقصود اصلی ہے اس کے بھی الفاظ متعین نہیں۔کم از کم **اتقو اللہ واطیعو اللہ** کے الفاظ ہیں یہ چاروں ارکان یا شرائط شافعیہ کے ساتھ متفق ہیں خطیب اگر کسی انسان کے لیے دعا کرنا چاہے تو دعا کرے کیونکہ مسلمان مردوں اور عورتوں کے حق میں دعا کرنا سنت ہے کسی مخصوص شخص بادشاہ تک کے لئے دعا کرنا فی الجملہ مستحب ہے اس واسطے کہ جب مسلمانوں کے بادشاہ میں بھلائی ہوگی تو وہ بھلائی مسلمانوں کو بھی پہنچے گی جیسا ہم بتا چکے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰ سیدنا ابوبکر وعمر کے لئے دعا کرتے تھے۔اگر خطیب نے صرف **اطیعو اللہ واجتنبوا معاصیہ** پر اکتفا کیا تو زیادہ ظاہر یہ ہے کہ کافی نہیں **سبحان اللہ لاالہ الا اللہ** خطبہ نہیں عام عرف میں جسے خطبہ کا کہا جاتا ہے اس کا ہونا ضروری ہے خطبہ کے دوران حرام گفتگو تھوڑی سی ہو تب بھی خطبہ باطل ہے جیسے اذان باطل ہو جاتی ہے خطبہ میں بارہ شرطیں ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں: سابقہ شرائط جسے قیام کی قدرت ہو قیام کرنا، اگر لاچاری یا کسی بیماری کی وجہ سے بیٹھ گیا تو حرج نہیں جیسے قیام سے لاچار بیٹھے شخص کی نماز صحیح ہے۔

دو خطبوں، ان کے اجزاء اور نماز میں تسلسل ہو جیسا ذکر ہوا لمبا فاصلہ صحیح نہیں اگر لمبی گفتگو یا لمبی سکوت سے فعل کیا تو نئے سرے سے خطبہ دے لمبے اور تھوڑے فاصلے کا اندازہ عرف سے لگایا جائے گا اگر وضو کی ضرورت پڑے تو جب تک فاصلہ زیادہ نہ ہو وضو کر کے اپنے خطبہ کو بنیاد بنا سکتا ہے۔

انما الاعمال بالنیات حدیث کی وجہ سے نیت شرط ہے اگر بغیر نیت خطبہ دیا تو احناف اور ان کے نزدیک اس کا کوئی اعتبار نہیں مالکیہ نے نیت کو شرط قرار نہیں دیا۔ جیسے شافعیہ کے ہاں شرط نہیں۔انہوں نے تو نہ پھیرنے والے کی شرط لگائی ہے چنانچہ کسی کو چھینک آئی تو اس نے **الحمد للہ** کہہ دیا تو خطبہ کے لئے کافی نہیں اتنی آواز بلند ہو جسے متعین تعداد جو چالیس افراد پر مشتمل ہے سن سکے، اگر سننے سے کوئی رکاوٹ جیسے نیند غفلت یا بعض کا بہرا پن کا عارضہ نہ پیش آئے۔ آواز کا پستی یا دوری کی وجہ سے انہوں نے خطبہ نہ سنا تو صحیح نہیں اس لئے کہ مقصود حاصل نہیں ہوا، اگر شنوائی نیند غفلت یا بارش وغیرہ کی وجہ سے یا بہرے پن یا حاضرین کے عجمی ہونے کی وجہ سے نہ ہو سکے اور امام خطیب سننے والا اعربی ہے تو نماز وخطبہ صحیح ہے۔

خطبہ عربی میں ہو باوجود قدرت کے عربی کے بغیر صحیح نہیں جیسے قرآن کا پڑھنا جو بغیر عربی کے صحیح نہیں قرأت کے بجائے لاچاری کی وجہ سے خطبہ دوسری زبان میں صحیح ہے، معتبر تعداد کو سنانا: جو چالیس یا اس سے زیادہ افراد ہوں واجب مقدار کے سننے کی وجہ سے ضروری ہے اس لئے کہ یہ نماز کے لئے شرط ہے جس کے لئے یہ تعداد بھی شرط ہے جیسے تکبیر تحریمہ کا معاملہ ہے۔ حدث اصغر واکبر سے پاکی حاصل کرنا، ستر ڈھانپنا، نجاست دور کرنا خطبہ کے لئے شرط نہیں یہ تمام چیزیں سنت ہیں ابن قدامۃ فرماتے ہیں: مسلک کے کے مناسب جنابت سے پاکی حاصل کرنا ہے۔

یہ بھی شرط نہیں کہ جو خطبے دے وہی نماز پڑھائے کیونکہ خطبہ نماز سے الگ ہے البتہ یہ سنت ہے اس واسطے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود یہ دونوں کام کرتے تھے آپ کے خلفاء کا بھی یہی عمل رہا کسی معذوری کی بنا پر ایک شخص خطبہ دے اور دوسرا نماز پڑھائے جائز ہے۔اسی طرح

❶.....رواہ ابوداؤد ورواہ جماعۃ مرسلاً۔ ❷ رواہ ابوداود۔ ❸ رواہ مسلم

دونوں خطبے ایک شخص کو دینا بھی شرط نہیں اس واسطے کہ دونوں خطبے جدا جدا ہیں بلکہ ایسا کرنا مستحب ہے تا کہ مذکورہ اختلاف سے گلوخلاصی ہو دونوں خطبوں کے درمیان خفیف سا جلسہ کرنا مستحب ہے۔

کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح کیا کرتے تھے ❶ معذوری کی وجہ سے بیٹھے بیٹھے خطبہ دیا اور سکتہ کر کے فصل کیا تو جائز ہے لوگوں کی طرف خطیب کا رخ کرنا مسنون ہے اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح کیا کرتے تھے۔ اس سے جلدی سنائی دیتا ہے اور زیادہ بہتر ہے۔ اگر اس کی مخالفت کر کے قبلہ رخ ہوا اور لوگوں کی طرف پیٹھ کی تو اس کے بغیر بھی مقصد حاصل ہو جانے کی بنا پر صحیح ہے۔

مقصد ششم......خطبہ کی سنتیں اور مکروہات:

رہی خطبے کی سنتیں تو احناف کے ہاں اٹھارہ ۱۸ ہیں جن کی تفصیل فقہاء کی آراء سمیت آرہی ہے۔ ❷

۱......طہارت اور ستر ڈھانپنا جمہور کے نزدیک سنت اور شافعیہ کے ہاں خطبہ صحیح ہونے کی شرط ہے جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں۔

۲......خطبہ منبر پر ہونا بالاتفاق ہے تا کہ اتباع سنت ہو جیسا کہ شیخین نے روایت کیا ہے منبر کا محراب کی دائیں جانب (یعنی امام کی نماز گاہ سے) کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر ایسے ہی رکھا گیا ہے قبلہ کی جانب اور منبر میں ایک یا دو ہاتھ کا فاصلہ ہونا چاہیے۔ اگر منبر دستیاب نہیں تو کسی اونچی جگہ پہ خطبہ دے کیونکہ اس سے زیادہ شنوائی ہوتی ہے اگر مشکل ہو تو کسی چیز جیسے لاٹھی وغیرہ سے ٹیک لگا کر خطبہ دے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ دینے کا یہی انداز تھا جب ابھی تک منبر نہیں بنا تھا آپ نے کھجور کے تنے کے ساتھ کھڑے ہو کر بھی خطبہ دیا جب منبر بن گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ادھر منتقل ہو گئے جس پر تنے سے رونے کی آواز آئی آپ اس کے پاس آئے اس سے چمٹ گئے اس پر ہاتھ پھیرا، آپ کے منبر کے سوائے آرام والی سیڑھی کے تین سڑھیاں تھیں قریب والی سیڑھی پر کھڑے ہونا مستحب ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا۔

۳......خطبہ شروع کرنے سے پہلے منبر پر بیٹھنا حدیث ابن عمر پر عمل کی وجہ جو پہلے گزر چکی ہے اور ابوداؤد نے روایت کی ہے، متفق علیہ ہے۔

۴......بجائے دائیں بائیں متوجہ ہونے کے لوگوں کی طرف رخ کرنا بالاتفاق سنت ہے چنانچہ ابن ماجہ نے بحوالہ عدی بن ثابت وہ اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب منبر پر کھڑے ہوتے تو لوگوں کا رخ آپ کی طرف ہوتا تھا۔

۵......منبر پر چڑھتے لوگوں کو سلام کرے تا کہ سنت کا اتباع ہو یہ شافعیہ اور حنابلہ کے ہاں ہے اور مالکیہ کے ہاں خطبہ دینے کے لیے نکلتے وقت سلام کرے جس کی دلیل ابن ماجہ کی روایت بحوالہ جابر رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب منبر پر چڑھتے تو سلام کرتے ❸ کیونکہ اس میں لوگوں کی طرف پشت کرنے کے بعد منبر پر چڑھتے ہوئے رخ کرنا پڑتا ہے جو کسی قوم سے جدائی کے مشابہ ہے اور پھر وہ شخص واپس آجائے سلام کا جواب دینا واجب ہے امام ابوحنیفہ کے نزدیک قوم کو سلام نہ کرے اس لئے کہ وہ انہیں ممنوع کلام پر مجبور نہیں کر سکتا۔ جب کہ دوسری حدیث غیر مقبول ہے۔

۶......خطیب کے سامنے جب وہ منبر پر بیٹھ جائے ایک مؤذن اذان دے نہ کہ پوری جماعت یہ وہی متفق علیہ اذان ہے جو عہد نبوی میں

---

❶ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آپ دونوں خطبے کھڑے ہو کر دیتے اور دونوں میں تھوڑی دیر بیٹھتے متفق علیہ۔ ❷ مراقی الفلاح ۸۸ البدائع ۱/۲۶۳، ۲۶۵، فتح القدیر ۱/۴۲۱ الدر المختار ۱/۸۵۸، ۷۶۰، ۷۷۲ الشرح الصغیر ۱/۵۰۳، ۵۰۶، ۵۱۰ القوانین الفقھیۃ ۸۱ بدایۃ المجتھد ۱/۱۵۲، ۱۵۸، المھذب ۱/۱۱۲ مغنی المحتاج ۱/۲۸۸، ۲۹۰، الحضرمیۃ ۸۱ کشاف القناع ۲/۳۸، ۴۱، ۴۹، ۵۵، المغنی ۲/۲۹۵، ۳۰۰، حاشیۃ الباجوری ۱/۲۳۰ المجموع ۴/۴۲۰، ۴۲۴۔ ❸ ورواہ الاثرم عن ابی بکر وعمر وابن مسعود دوابن الزبیر وراوی البخاری عن عثمان لکن فی اسناد حدیث جابر ابن لھیعۃ (نیل الاوطار ۳/۲۶۱)

تھی، امام بخاری سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں جمعہ کے روز پہلی اذان امام کے منبر پر بیٹھنے کے وقت ہوتی ہے یہی عہد نبوی صدیقی اور فاروقی کا معمول تھا جب حضرت عثمان والی بنے اور لوگوں کی تعداد بڑھ گئی انہوں نے زوراء پر تیسری اذان کا اضافہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ہی مؤذن ہوتا تھا۔

۷..... الحمد للہ اللہ کی ثناء، شہادتین، نبی پر درود، وعظ ونصیحت اور قرآن کی کسی ایت سے آغاز کرنا دوخطبے دینا دونوں کے درمیان بیٹھنا، دوسرے خطبہ کے آغاز میں حمد وثناء اور درود دہرانا۔ اسی میں مومن مردوں اوعورتوں کی مغفرت نعمتوں کے اجراء عذاب کے دفعیہ دشمنوں کی مغلوبی بیماریوں سے شفایابی کے لئے دعا واستغفار کرنا۔

یہ تمام امور احناف کے ہاں سنت اور مالکیہ کے نزدیک مستحب ہیں انہی میں سے شافعیہ کے ہاں پانچ ارکان وہ ہیں جو سوائے دعا جو حنابلہ کے ہاں ہے چار شرطیں ہیں جیسا ہم بیان کر آئے ہیں۔

زوراء معتبر یہ ہے کہ مدینہ کے بازار کی ایک جگہ ہے یہ تیسری اذان حقیقت میں منبروں پر پہلی اذان ہے زائد ہونے کی بنا پر تیری اور حقیقی اذان ہونے کی وجہ سے دوسری ہے اسے تیسری اذان سے اس لئے تعبیر کیا گیا ہے کہ اقامت دوسری اذان ہے۔

ورواہ ایضا النسائی وابوداؤد، نیل الاوطار ۳/ ۲۶۲

مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ میں یہ آیت یا ایھا الذین امنوا اتقو اللہ وقولوا قولاً سدیداً سے لے کر فوزاً عظیما تک پڑھا کرتے تھے مالکیہ کے ہاں پہلا خطبہ کسی قرآنی آیت پر ختم کرنا چاہیے اور دوسرے کے اختتام پر یہ الفاظ کہنے چاہیے: یغفر اللہ لنا ولکم اسی طرح صحابہ کے لئے رضی اللہ عنہ کہہ کر بادشاہ کے لئے دشمن پر غلبہ اور اس کے ذریعہ اسلام کی شان وشوکت کی دعا کرنا چاہیے۔

شافعیہ..... فرماتے ہیں دوسرا خطبہ استغفر اللہ لی ولکم پر ختم کرنا چاہے۔

۸..... آواز بلند کر کے لوگوں کو خطبہ سنانا جمہور کے ہاں سنت مالکیہ کے نزدیک مستحب ہے کیونکہ اس سے زیادہ پتہ چلتا ہے مسلم جابر رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے روایت کرتے ہیں: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ دیتے آپ کی آنکھوں کے ڈورے سرخ ہو جاتے آواز بلند ہو جاتی اور غصہ بڑھ جاتا یوں لگتا آپ کسی لشکر کے بارے میں خبر دار کر رہے ہیں کہ وہ لشکر صبح پہنچا یا شام پہنچا فرماتے: امابعد سب سے بہتر کلام اللہ کی کتاب ہے.....

۹..... دوران خطبہ خطیب کا کھڑے کھڑے بائیں ہاتھ سے لاٹھی تلوار یا کمان پر سہارا لینا جمہور کے ہاں سنت مالکیہ کے ہاں مستحب ہے چنانچہ حکم بن حزن رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: میں وفد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا ہمیں آپ کے ساتھ جمعہ پڑھنے کا موقع ملا آپ اپنی کوکھ سے تلوار کمان یا لاٹھی سے ٹیک لگا کر کھڑے ہوتے ❶ یہ آپ کے لئے ممکن تھا نیز اس سے خطیب کو قوت ملتی ہے جیسے وہ منبر پر اپنا دایاں ہاتھ رکھے۔

۱۰..... دونوں خطبے مختصر ہوں پہلے کی نسبت دوسرا زیادہ مختصر ہو یہ بھی جمہور کے ہاں سنت اور مالکیہ کے ہاں مستحب ہے۔ چنانچہ امام مسلم حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت نقل کی ہے مرد کا لمبی نماز اور مختصر خطبہ اس کی دینی سمجھ کی علامت ہے سو نماز لمبی اور خطبہ مختصر پڑھا کرو ❷ خطبہ کا بلیغ قابل سمجھ اور اذان کی طرح ہو رنگ برنگے کلام سے خالی ہونا مسنون ہے خطیب لوگوں کو وعظ میں وہی باتیں کہے جن جن پر اس کا اپنا عمل ہوتا کہ اس کے وعظ وبیان سے فائدہ ہو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اے ایمان والوں! ان باتوں کا دعویٰ کیوں کرتے ہو جن پر عمل

---

❶..... ابن القیم نے زاد المعاد میں اس کی تحقیق کر کے لکھا ہے کہ منبر بننے سے پہلے ایسا کیا کرتے تھے۔ ❷ رواہ احمد ایضا (نیل الاوطار ۳/ ۲۶۹

نہیں کرتے اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ بات بے حد ناراضگی کا سبب ہے کہ تم ایسی باتیں کرو جن پر تمہارا عمل نہیں۔ ❶

١١..... خطبہ کے دوران خاموش رہنا شافعیہ ❷ کے ہاں حاضرین کے لیے مسنون ہے ان کے لئے بولنا مکروہ ہے۔ جدید قول میں ہے: ان کے لئے گفتگو کرنا حرام نہیں ارشاد ربانی ہے جب قرآن پڑھا جائے تو کان لگاؤ اور خاموش رہو اکثر مفسرین کا کہنا ہے کہ یہ خطبہ کے بارے میں ہے گفتگو کی کراہت نبی علیہ السلام کے اس ارشاد کی وجہ سے ہے جمعہ کے دن جب تم نے اپنے ساتھ والے سے کہا: چپ رہو اور ادھر امام خطبہ دے رہا ہے تو تم نے لغو کام کیا ❸ اور آپ علیہ السلام کا ارشاد ہے جس نے کہا: چپ ہو جاؤ تو اس نے لغوبات کہی اور جو لغویات کرے اس کا جمعہ نہیں ❹ علماء فرماتے ہیں اس کا مطلب ہے کہ اس کا جمعہ کامل نہیں کیونکہ وقتی فرض سے وہ سبکدوش ہو جاتا ہے امام احمد نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے ایک حدیث نقل کی ہے: جمعہ کے روز امام کے خطبہ کے دوران جس نے گفتگو کی تو اس کی مثال کتابیں لادے گدھے کی طرح ہے اور جو اس سے کہے: چپ رہو! تو اس کا جمعہ نہیں خطبہ کے دوران کلام و گفتگو کا حرام نہ ہونا ان احادیث کی وجہ سے ہے جن میں بولنے کی اجازت کا پتہ چلتا ہے جیسے صحیحین کی حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے: ایک دفعہ جمعہ کے روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے ایک دیہاتی کھڑے ہو کر عرض کرنے لگا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مال ہلاک ہو گئے اہل وعیال بھوکے ہو گئے اللہ تعالیٰ کے حضور ہمارے لئے دعا فرمایئے آپ نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا فرمائی آپ نے اس کی گفتگو پر نکیر نہیں کی اور نہ اس کے سامنے خاموشی کے وجوب کو بیان کیا اس وقت تمام حاضرین برابر تھے۔

شافعیہ اور انہی کی طرح حنابلہ نے خاموشی میں سے چند امور مستثنیٰ قرار دیے ہیں۔ اندھے کو کنویں میں گرنے سے ڈرانے کے لئے بولنا یا اس کی طرف بچھو کے رینگنے کی اطلاع کرنا اگر اشارے سے کام چلے نہ بولنا مستحب ہے مسجد میں داخل ہونے والے مختصر سی تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں جن میں صرف واجبات پر اکتفا کرے۔ چھینکنے والے کو جواب دینا جب اس نے الحمد للہ کہا ہو اور چھینکنے والے کو چھینک کے وقت الحمد للہ کہنا، سلام کا جواب دینا اگرچہ آنے والے کے لئے سلام میں پہل کرنا مکروہ ہے۔ اس واسطے کہ سلام کا جواب واجب ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر سننے پر درود پڑھنا۔ اسی طرح حنابلہ نے امام کے دعا شروع کرتے وقت کلام کرنے کو مباح کہا ہے کیونکہ اس وقت خطبہ کے ارکان سے فارغ ہو چکا ہوتا ہے اور دعا کے لئے خاموش رہنا ضروری نہیں اور جو شخص امام خطیب سے دور ہو اور اس کی آواز نہ سن رہا ہو اس کے لئے آہستہ آہستہ ذکر و قرأت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کی مشغولی کو مباح قرار دیا ہے۔ ایسا کرنا خاموش رہنے سے بہتر ہے تاکہ اجر وثواب حاصل ہو۔ عام دلائل کی وجہ سے سجدہ تلاوت کرے اپنی آواز اونچی نہ کرے نہ قرآن پڑھانے اور نہ فقہ کی تکرار و مذاکرہ کے وقت تاکہ دوسرا شخص ہے کان لگا کر سننے سے غافل نہ ہو۔

نماز نہ پڑھے اس لئے کہ امام کے آجانے کے بعد سوائے تحیۃ المسجد کے کسی نفل نماز کی ابتدا کرنا حرام ہے۔ حلقہ بنا کر نہ بیٹھے اس واسطے کہ جمعہ کی نماز سے پہلے حلقہ بنا کر بیٹھنا مکروہ ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے روز نماز سے پہلے حلقہ بنانے سے منع فرمایا ہے: ❺ مالکیہ اور حنابلہ کے ہاں امام کے خطبہ شروع کرتے وقت اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف منبر پر بیٹھتے وقت سے ہی خاموش رہنا واجب ہے۔ مالکیہ اور حنابلہ کے ہاں سوائے خطیب کے کسی کے لئے گفتگو کرنا حرام ہے مالکیہ کی ہاں نہ سلام کرے نہ جواب دے اور چھینک والے کو دعا دے احناف کے ہاں دور ہو یا نزدیک بات کرنا مکروہ تحریمی ہے اسی طرح سلام کا جواب دینا چھینک والے کو دعا دینا جو چیزیں نماز میں حرام ہیں وہی خطبہ میں ممنوع ہیں لہٰذا کھانا پینا بولنا اگرچہ تسبیح یا نیکی کا حکم ہو حرام ہے اسے چاہیے کہ وہ کان لگائے اور خاموش رہے گونگے کا اشارہ

---

❶..... آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے فرمایا: مجھے ایک قوم دکھائی گئی جن کے ہونٹ قینچی سے کاٹے جا رہے ہیں مجھے بتایا گیا یہ آپ کی امت کے وہ خطباء ہیں جو اپنے کہے پر عمل نہیں کرتے تھے۔ ❷ مغنی المحتاج ١/ ٢٨٧۔ ❸ رواہ الجماعۃ الا ابن ماجہ عن ابی ہریرۃ (نیل الاوطار ٣/ ٢٧١۔ ❹ رواہ احمد وابوداؤد عن علی رضی اللہ عنہ (المصدر السابق) ❺ رواہ احمد وابوداؤد والنسائی

گفتگو جیسا ہے اس واسطے کہ خرید وفروخت میں یہ بولنے کے قائم مقام ہے۔ خطبہ سے پہلے اور خطبہ کے بعد بولنا بالاتفاق مباح ہے۔ خطبوں کے درمیان جلوس میں شافعیہ حنابلہ اور امام ابو یوسف کے ہاں مباح ہے جب کہ مالکیہ اور امام محمد بن الحسن کے نزدیک اس حالت میں حرام ہے۔ مالکیہ کے ہاں خطبہ کے دوران چھینکنے والے کو آہستہ سے الحمدللہ کہنا مستحب ہے نیز ان کے ہاں اگر چہ خلاف اولیٰ ہے تھوڑا بہت اللہ تعالیٰ کا ذکر جیسے سبحان اللّٰہ لاالٰہ الا اللّٰہ آہستہ آہستہ کرنا جائز ہے۔ ❶

جبکہ زیادہ ذکر اور اونچی آواز سے ممنوع ہے اس لئے کہ اس سے واجب جو کان لگا کر سننا ہے چھوٹ جاتا ہے۔

خطیب اور خطیب سے پوچھنے کے لئے بولنا حرام نہیں جیسے وہ کسی لغو کام کرنے والے کو حکم دے یا کوئی سنت کی مخالفت کر رہا ہو یا اسے روک رہا ہو کہ چپ رہو بات نہ کرو لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگوں وغیرہ اور جسے اس نے حکم دیا اسے اپنا عذر ظاہر کرنے کے لئے جواب دینا جائز ہے اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سلیک سے پوچھا جو مسجد میں داخل ہوئے ہی تھے کیا تم نے نماز پڑھ لی آپ اس وقت خطبہ دے رہے انہوں نے عرض کیا نہیں ❷ اور ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمر جمعہ کے روز خطبہ دے رہے تھے کہ ایک صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے حضرت عمر نے منبر سے ہی انہیں پکار کر کہا: یہ کونسا وقت ہے وہ کہنے لگے: آج میں مشغول تھا اور اپنے گھر نہ جاسکا اسی دوران اذان سنی اور مجھے وضو کرنے سے زیادہ کچھ کرنے کا موقع نہ ملا حضرت عمر نے فرمایا: صرف وضو! تمہیں معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل کرنے کا حکم دیتے تھے ❸ چونکہ بات کرنے کی حرمت کی وجہ اس خاموش رہنے سے غفلت اور خطبہ سننے میں خلل ہے جو یہاں نہیں پائی جارہی اسی طرح مذکورہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ کسی ضرورت کے متعلق یا کوئی مسئلہ پوچھنے کے لئے امام سے گفتگو کرسکتا ہے۔

خطیب کے سامنے آیت درود پڑھنا...... ان اللّٰہ وملائکتہ یصلون علی النبی اور حدیث اذاقلت لصاحبك انصت فقد لغوت پڑھنا جو بدعت ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس وجہ سے مکروہ تحریمی ہے کہ امام کے منبر پر چڑھنے کے بعد بولنا حرام ہے۔ صاحبین کے نزدیک جائز ہے مالکیہ کے ہاں مکروہ بدعت ہے البتہ اگر واقف نے اپنی وقف کی تحریر میں یہ شرط لگائی ہو تو الگ بات ہے شافعیہ فرماتے ہیں: یہ ایک اچھی بدعت ہے جس میں بھلائی کی یاد دہانی ہے اور حنابلہ نے خطبہ سے پہلے اور دونوں خطبوں میں جلسہ کے وقت بات کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔

۱۲...... امام کے خطبہ دیتے وقت آنے والے کا تحیۃ المسجد پڑھنا شافعیہ ❹ حنابلہ کے ہاں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کی وجہ سے سنت ہے: ایک شخص اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا کہ آپ اس وقت لوگوں کو خطبہ دے رہے تھے فرمایا: اے فلاں تم نے نماز پڑھ لی ہے اس نے کہا: نہیں فرمایا: اٹھو اور پڑھ لو ایک روایت میں ہے دو رکعتیں پڑھ لو ❺ ایک اور روایت میں آپ کا ارشاد ہے جب تم میں سے کوئی مسجد آئے اور امام خطبہ دے رہا ہو تو اسے دو رکعتیں پڑھ لینی چاہیے ❻ تحیۃ المسجد کے علاوہ جو نماز بھی ہے وہ امام کے منبر پر چڑھ جانے سے حرام ہو جاتی ہے اگر چہ آپ نے خطبہ شروع نہ کیا ہو۔ امام ابوحنیفہ اور امام مالک ❼ رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جب امام منبر پر بیٹھنے کے

---

❶ ..... البدائع ۱/ ۲۶۴، الكتاب مع اللباب ۱/ ۱۱۵ مراقی الفلاح ۸۸ الشرح الصغير ۵۰۹ الشرح الكبير ۱/ ۳۸۷ بداية المجتهد ۲/ ۳۲۰، ۳۲۵ كشاف القناع ۲/ ۳۷۔ ❷ رواه مسلم وروى فى موضوعه عن جابر (نيل الاوطار ۳/ ۲۵۶) ❸ متفق عليه۔ ❹ المجموع ۴/ ۴۲۷، المهذب ۱/ ۱۱۵ المغنى ۲/ ۳۱۹۔ ❺ متفق عليه بل رواه الجماعة وروى الخمسة الا اباداؤد عن ابى سعيد الخدرى مثله (نيل الاوطار ۳/ ۲۵۵) ❻ رواه مسلم بلفظه والبخارى بمعناه عن جابر ورواه احمد ومسلم وابوداؤد اذا جاء احدكم يوم الجمعة والامام يخطب فليركع ركعتين ليتجوز فيها (نيل الاوطار ۳/ ۲۵۶)۔ ❼ اللباب ۱/ ۱۱۵ مراقى فلاح ۸۸ القوانين الفقهية ۸۱ بداية المجتهد ۱/ ۱۵۸

لئے آجائے تو نہ کوئی نماز ہے اور نہ گفتگو لہٰذا تحیۃ المسجد نہیں پڑھی جائے گی مکروہ ہے آنے والا آکر بیٹھ جائے دوگانہ ادا نہ کرے۔اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا جو لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا آیا بیٹھ جاؤ تم نے لوگوں کو بڑی اذیت وتکلیف پہنچائی ❶ البتہ مالکیہ اس شخص کے لئے تحیۃ المسجد جائز قرار دیتے ہیں۔جس کی لوگ اقتداء کرتے ہوں جیسے امام بادشاہ اور عالم ان کے علاوہ کے لئے جائز نہیں۔

۱۳۔امام کا منبر سے اترنا......شافعیہ فرماتے ہیں کہ جتنا ممکن ہو خطبہ اور نماز کے درمیان ترتیب وتسلسل کو برقرار رکھا جائے اس لئے مؤذن کی اقامت سے فراغت کے ساتھ امام کو محراب میں پہنچنے کے لئے منبر سے جلدی اترنا چاہیے۔

حنابلہ......فرماتے ہیں امام جب خطبہ سے فارغ ہو جائے تو مؤذن کے **قد قامت الصلاۃ** پر نیچے اتر آئے جیسا کہ نماز کے وقت خطیب کے علاوہ ان کے ہاں کھڑا ہوا جاتا ہے منبر پر تو وقار سے چڑھنا چاہے لیکن اترتے وقت بغیر جلد بازی کے تیزی کرنی چاہیے۔تاکہ خطبوں اور نماز میں تسلسل برقرار رہے۔شافعیہ کے علاوہ جمہور جنہوں نے خطبوں میں وضو کو شرط قرار نہیں دیا وہ اسے سنت مانتے ہیں۔

خطبہ کے مکروہات:

حنفیہ و مالکیہ ......کے نزدیک خطبہ کے مکروہات یہ ہیں سابقہ سنتوں میں سے کسی سنت کو ترک کرنا ان میں سب سے اہم (مکروہ) لمبا خطبہ اور روضو ترک کرنا ہے یہ دونوں مکروہ ہیں انہی میں سے امام ابوحنیفہ کے ہاں :امام کا منبر پر بیٹھتے لوگوں سلام کرنا ہے اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ امام کے علاوہ اور جگہ نہ ہونے کی وجہ سے دوران خطبہ لوگوں کی گردنیں پھاندنا مکروہ ہے اس سے بیٹھے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث عبداللہ بن بسر میں جو پہلے گزر چکی اس سے منع فرمایا ہے بیٹھ جاؤ تم نے لوگوں کو بڑی اذیت پہنچاتی ہے ❷ شافعیہ اور حنفیہ کے نزدیک مختار قول کے مطابق کراہت تحریمی ہے۔البتہ خالی جگہ ہو تو جائز کیونکہ لوگ خالی جگہ چھوڑنے میں کوتاہی کرتے ہیں باوجودیکہ مالکیہ کے ہاں خلاف اولیٰ ہے الانگنے کی کراہت حنابلہ اور شافعیہ کے ہاں مطلقاً ہے خواہ خطبہ سے پہلے ہو یا خطبہ کے دوران اس لئے کہ اصل علت بیٹھے لوگوں کو اذیت پہنچانا ہے۔جگہ نہ ہونے کی وجہ سے خطیب کے منبر پر بیٹھنے سے پہلے مالکیہ کے ہاں الانگ پھلانگ مکروہ ہے کیونکہ اس سے بیٹھے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے البتہ انہوں نے خطبہ کے بعد نماز کے لئے پھلانگنے کو جائز قرار دیا ہے اور نماز سے پہلے جگہ یا کسی اور وجہ سے بھی جائز ہے اسی طرح دوسروں کے ساتھ انہوں نے مطلقاً صفوں میں چلنے کی اجازت دی ہے چاہے خطبہ کی حالت میں ہو اس لئے کہ اس کا تعلق الانگ سے نہیں ہے۔

حنابلہ نے خالی جگہ کے لئے اور اس شخص کے لئے پھلانگنے کی اجازت دی ہے جو مخصوص جگہ نماز پڑھنے کا عادی ہو اس طرح جگہ کے لئے شافعیہ پھاندنے کو جائز کہتے ہیں اس کے یہ بھی اضافہ کیا ہے کہ جب پھاندنے والا ایسا آدمی ہو جو کسی کو تکلیف نہیں پہنچاتا جیسے نیک یا عظیم شخص تو جائز ہے یا پہلی صفیں ان لوگوں سے پر ہوں جن سے جمعہ منعقد نہیں ہوتا جیسے بچے تو اس صورت میں پھاند پھلانگ واجب ہے احناف فرماتے ہیں :دو شرطوں سے گردنیں پھلانگنے میں کوئی حرج نہیں اول :اس فعل سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے مثلاً کسی کے کپڑے پر پاؤں آئے یا کسی کے بدن سے چھوئے۔دوم امام کے خطبہ شروع کرنے سے پہلے ہو ورنہ مکروہ تحریمی ہے ہاں اگر پھاندنا کسی ضرورت کی وجہ سے مثلاً جگہ تک پہنچنا پھاندنے سے ہی ممکن ہو لہٰذا ان کے ہاں امام کے خطبہ شروع کرنے سے پہلے اور کسی کو تکلیف دیے بغیر پھاندنے میں کوئی حرج نہیں۔

---

❶......رواہ ابوداؤد والنسائی وابن ماجہ واحمد عن عبداللہ بن بسر وزاد احمد : آنیت ای ابطات وتاخرت(نیل الاوطار ۲۵۲/۳) ❷وروی احمد ایضا عن ارقم بن ابی الارقم المخز ومی الذی یتخطی رقاب الناس یوم الجمعہ ویفرق بین الاثنین بعد خروج الامام کالجارّ قصبہ (ای امعاءہ) فی النار(نیل الاوطار ۲۵۲/۳)

شافعیہ اور حنابلہ کے ہاں سابقہ سنتوں کو ترک کرنا علی الاطلاق مکروہ نہیں بلکہ بعض مکروہ اور بعض خلاف ہے۔

خطبہ میں شافعیہ کے ہاں مکروہ کام...... دوران خطبہ سننے والا گفتگو کرے ایک جماعت خطیب کے سامنے اذان دے یہ حنابلہ کے ہاں بھی مکروہ ہے دوسرے خطبہ میں امام متوجہ ہوا اپنے ہاتھ وغیرہ سے اشارہ کرنا منبر کی سیڑھوں کو بجانا دوران خطبہ حاضرین احتباء (پٹکے سے کمر اور ٹانگیں باندھ) کر کے بیٹھنا اس لئے کہ اس کی ممانعت صحیح حدیث سے ثابت ہے ❶ نیز اس سے نیند آتی ہے مندرجہ ذیل کام بھی شافعیہ کے نزدیک خلاف اولیٰ ہیں: خطبہ کے دوران امام اور حاضرین کا بلاضرورت آنکھیں بند کرنا جسے اونگھ آئے مسنون ہے کہ وہ دوسری جگہ منتقل ہو جائے اگر پھلانگ سے کسی کو تکلیف نہ ہو جس کی دلیل ترمذی کی حدیث ہے جسے ابوداؤد نے صحیح قرار دیا ہے جب تم میں سے کسی کو بیٹھے بیٹھے اونگھ آ جائے تو وہ دوسری جگہ منتقل ہو جائے سنت اونگھ پر حملہ اور اس پر غلبہ پانے والی ہے۔

حنابلہ ❷ کے ہاں یہ کام مکروہ ہیں...... خطبہ دیتے وقت خطیب کا لوگوں کی طرف پیٹھ کرنا خطبہ دعا کے وقت دونوں ہاتھ اٹھانا اس میں مالکیہ شافعیہ وغیرہ سے اتفاق ہے ستر پوشی کے ساتھ حنابلہ نے احتباء (پٹکا بندی) کی اجازت دی ہے کیونکہ صحابہ کی ایک جماعت کا فعل ہے اس سے ممانعت والی حدیث کو ضعیف کہا ہے اسی طرح انہوں نے قرفصاء اکڑوں بیٹھنے کو جائز قرار دیا ہے جس کی کیفیت یہ ہے کہ سرینوں پر بیٹھ کر دونوں گھٹنوں کو سینے سے ملایا جائے اور پاؤں کے دونوں تلوے زمین سے لگے ہوں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اس طرح بیٹھنے کی کوشش کرتے تھے اس سے زیادہ عاجزی سے بیٹھنے کا کوئی انداز نہیں۔ شافعیہ اور حنابلہ کے ہاں مسجدوں میں انگلیاں باہم ملانا اس وقت سے مکروہ ہے جب آدمی اپنے گھر سے مسجد کے ارادے سے نکلے، چنانچہ حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی مسجد میں ہو تو ہرگز اپنی انگلیاں باہم نہ ملائے اس لئے کہ یہ شیطانی عمل ہے تم میں سے وہ شخص نماز میں ہی شمار کیا جائے گا جب تک مسجد سے باہر نہ نکلے ❸ بعض علماء کا قول ہے: جب وہ نماز کے انتظار میں ہوتا کہ احادیث میں تطبیق ہو سکے اس لئے کہ روایت میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب اس نماز سے فارغ ہوتے جسے مکمل کرنے سے پہلے سلام پھیرا ہوتا اپنی انگلیوں کو آپس میں ملا لیتے، رہی مسجد جاتے ہوئے تشبیک کی کراہت تو اس حدیث کی وجہ سے ہے جو حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی اچھی طرح وضو کرے اور مسجد کے ارادے سے باہر نکلے تو ہرگز اپنی انگلیوں کو آپس میں نہ ملائے اس لئے کہ وہ (حکما) نماز میں ہے ❹ خطبہ کے دوران فضول کام کرنا مکروہ ہے نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے جس نے کنکریوں کو چھوا اس نے لغو کام کیا ❺ اسی طرح جب تک سخت پیاس نہ لگے پانی پینا مکروہ ہے۔

خطبہ کے وقت صدقہ خیرات کرنا:

احناف...... ❻ فرماتے ہیں: ہر حال میں سوال کے لئے گردنیں پھلانگنا مکروہ تحریمی ہے بعض حنفیہ نے اس وقت سوال کرنا اور دینا پسند کیا ہے جب سوال کرنے والا نمازی کے سامنے سے نہ گزرے نہ گردنیں پھلانگے اور نہ اصرار کر کے مانگے ایسا ہی حنابلہ ❼ وغیرہ نے کہا ہے: کہ خطبہ کے وقت کسی سائل کو صدقہ نہ دے اس لئے کہ سائل نے ایک ناجائز کام کیا ہے لہٰذا کوئی آدمی ناجائز کام پر اس کی مدد نہ کرے۔ امام احمد فرماتے ہیں: مجھے یہ بات زیادہ پسند ہے کہ سائل کو کنکریاں ماری جائیں اس لیے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا تھا جب ایک

---

❶..... رواه ابوداؤد والترمذي وحسنه عن سهل بن معاذ : ان النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن الحبوة يوم الجمعة والامام يخطب ❷ المغني ٣٢٦/٢ كشاف القناع ٤٠/٢، ١٣٧٩/١. ❸ رواه احمد ورواه مسلم في صحيحه عن ابي هريرة ❹ رواه ابوداؤد ❺ رواه ابن ماجه عن ابي هريرة وهو حديث حسن وصححه الترمذي. ❻ الدر المختار ٧٧٢/١. ❼ كشاف القناع ٥٣/٢ المغني ٣٢٦/٢

سائل نے سوال کیا اور امام خطبہ دے رہا تھا۔ اور نہ سائل کو خطبہ کے دوران صدقہ دیا جائے کیونکہ یہ حرام پر اعانت ہے۔

اگر کسی نے خطبہ سے پہلے سوال کیا پھر خطبہ دینے بیٹھ گیا تو اس پر صدقہ کرنا اور اسے صدقہ دینا جائز ہے حنابلہ نے بن مانگے سائل کو خطبہ کے دوران صدقہ دینا جائز قرار دیا ہے اسی طرح اسے بھی جس کے لئے امام نے سوال کیا ہو مسجد کے دروازے پر آتے یا جاتے صدقہ دینا بنسبت خطبہ ہوتے وقت صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔

مقصد ہفتم...... جمعہ کی سنتیں اور مکروہات:

نماز جمعہ کے لئے مندرجہ ذیل امور سنتیں ہیں:

۱...... جمعہ کے لئے جانے والے شخص کو چاہیے کہ وہ غسل کر کے خوشبو لگا کر عمدہ کپڑے پہنے یہ جمہور کے نزدیک سنت اور مالکیہ کے نزدیک مستحب عمل ہے جس کی دلیل حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہے جو جمعہ کی طرف سویرے جانے کے بارے میں پہلے گزر چکی ہے جو جمعہ کے دن (اگر جنابت سے ہو) غسل جنابت کر کے چل نکلے تو گویا اس نے اونٹ کی قربانی گردانی اور بیہقی کی حدیث جو صحیح سند سے مروی ہے: جو مرد اور عورت بھی جمعہ کے لئے آئے غسل کر کے آئے اور جو کسی معذوری کی وجہ سے) نہ آسکے اس پر غسل واجب نہیں دونوں حدیثوں کا تذکرہ مسنون غسلوں میں گزر چکا ہے جو یہ ہیں: جمعہ کا غسل ہر بالغ شخص پر واجب ہے یہ وجوب سنت ہونے پر محمول ہے دوسری حدیث ہے: جس نے جمعہ کے روز وضو کیا تو بھی بہتر اور اچھی بات ہے اور جس نے غسل کیا تو غسل کرنا افضل ہے غسل کا وقت جمعہ کی فجر سے زوال تک ہے نماز کے لئے جانے کے قریب غسل کرنا افضل ہے اس لئے کہ اس سے بدبو ختم کرنے میں زیادہ مدد ملتی ہے مالکیہ کے ہاں مسجد جانے کے ساتھ اس کا اتصال شرط ہے تھوڑے بہت وقفے سے کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ اگر زیادہ تاخیر ہوگئی یا وہ مسجد سے باہر کوئی چیز کھانے لگا یا مسجد سے باہر اپنے اختیار یا مجبوری سے سو گیا تو غسل کو لوٹائے گا اس لئے کہ وہ غسل باطل ہو چکا ہے اس لئے ان کے ہاں فجر سے پہلے والا غسل کافی نہیں اور نہ اس غسل کا اعتبار ہے، جو جانے کے ساتھ متصل نہ ہو۔ غسل میں نیت کی ضرورت ہے اس واسطے کہ یہ محض عبادت ہے جس میں نیت کی ایسے ہی ضرورت ہے جیسے نیا وضو کرتے وقت ضرورت پڑتی ہے۔[1]

مالکیہ ...... فرماتے ہیں کہ دوپہر کے وقت جمعہ کے لئے جانا چاہیے اور زوال سے گھڑی بھر پہلے آغاز کرنا چاہیے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے اس کا فائدہ یہ ہے کہ امام سے نزدیک ہونا مقصود ہے ذکر میں (خطبہ) حاضر ہوا کر و امام کے قریب ہو کیونکہ آدمی پیچھے ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ جنت میں تاخیر سے داخل ہوگا اگر وہاں اس کا داخلہ مقدر رہے [2] اور سکون سے چلنا اس حدیث سے ثابت ہے جو صحیحین میں ہے جب نماز کے لئے آؤ تو تم پر وقار کی کیفیت طاری ہو اگر معذوری ہو تو آنے جانے میں سوار ہونا جائز ہے قرأت یا ذکر میں مشغول ہونا اس حدیث کی وجہ سے ہے جب تم میں سے کوئی آدمی اپنی (مسجد والی) جگہ پر بیٹھا رہتا ہے تو فرشتے اس کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں وہ کہتے ہیں اللہ! اس کی مغفرت فرما، اللہ! اس پر رحم فرما، جب تک بے وضو نہ ہو یہ دعا جاری رہتی ہے جب تک تم میں سے کوئی شخص نماز کی وجہ سے پابند ہو تو وہ نماز میں ہی شمار سمجھا جائے گا [3] جس سے پتہ چلا کہ نمازی کی کیفیت قرأت ذکر میں مشغول رہنا ہونی چاہیے جمعہ کے لیے سویرے جانا امام کے علاوہ لوگوں کے لئے مسنون ہے اس کے لئے سویرے آنا مسنون نہیں (تحصیل حاصل ہے)

۳...... نماز سے پہلے کپڑے بدن وغیرہ کی صفائی کرنا جس میں ناخن ترشوانا، مونچھیں کاٹنا، بغلیں نوچنا (افضل ہے) زیر ناف بال صاف

---

[1] البدائع ۱/۲۶۹ الدر المختار ۱/۷۷۲ الشرح الصغير ۱/۵۰۳، ۵۰۹ بداية المجتهد ۱/۱۵۸ القوانين الفقهية ۸۱ مغنى المحتاج ۱/۲۹۰، ۲۹۵ حاشية الباجورى ۱/۲۲۸، ۲۳۰ المهذب ۱/۱۱۳ كشاف القناع ۲/۴۲، ۵۳ المغنى ۲/۳۵۰، ۳۵۵، ۳۶۵۔ [2] رواه ابوداؤد صححه الحاكم ووافقه الذهبى [3] رواه الشيخان

کرنا وغیرہ شامل ہیں منہ کی بدبو وغیرہ کو مسواک سے دور کرنا اور جہاں کہیں جسم میں میل کچیل جم جاتا ہو امام کو چاہیے کہ اپنی ہیئت صورت عمامہ اور چادر اوڑھنے میں اچھا انداز اپنائے تاکہ سنت کا اتباع ہو اس لیے کہ وہ لوگوں کی نظروں میں ہوگا۔

اگر اس نے جمعہ اور جنابت کا ایک ہی غسل کیا اور نیت دونوں کی کر لی تو بلا اختلاف کافی ہے جمعہ کا غسل سنت موکدہ ہے۔

رہی خوشبو لگانا اور عمدہ یا اچھے کپڑے پہننا تو وہ اس حدیث کی وجہ سے ہے جس نے جمعہ کے روز غسل کیا اور اگر اس کے پاس خوشبو تھی تو وہ لگائی اور اپنے عمدہ کپڑے پہنے اور سکون ووقار سے نکلا یہاں تک کہ مسجد آ گیا موقع ملا تو دو رکعتیں ادا کیں اور کسی کو اذیت بھی نہیں پہنچائی اور جب امام نکلا تو خاموش رہا یہاں تک نماز ادا کر لی تو یہ نماز جمعہ اس کے لئے دوسرے جمعہ تک کفارہ ہے ❶ جمعہ کے روز سفید لباس پہننا مستحب ہے سفید کپڑے افضل لباس ہیں جس کی دلیل یہ حدیث ہے سفید لباس پہنا کرو کیونکہ یہ زیادہ پاکیزہ اور خوشبودار ہوتا ہے اور اسی میں اپنے مردوں کو کفن دیا کرو۔ ❷

۲..... جمعہ کے لئے سکون ووقار کے ساتھ سویرے سویرے پیدل جانا، امام کے قریب بیٹھنا راستے میں قرأت یا ذکر میں مشغول رہنا جیسا کہ سنت سے ثابت ہے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی سابقہ حدیث اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے جس نے جمعہ کے دن اعضاء دھوئے اور غسل کیا دوسرے کو سویرے اٹھایا اور خود بھی سویرے اٹا سوار ہوئے بغیر پیدل چلا امام کے قریب رہا کان لگا کر خطبہ سنا کوئی لغو کام نہیں کیا تو اسے ہر قدم کے بدلے سال بھر کے عمل کا ثواب یوں ملے گا کہ اس نے روزے رکھے اور رات قیام کیا ہے۔ ❸

اسی طرح اگر ناخن بڑھے ہوں تو جمعہ کے روز تراشنا مسنون ہے جمعرات اور سوموار کے روز بقیہ دنوں کی سنت مسنون ہے جمعہ کے روز بن سنور کر رہنے کی دلیل وہ حدیث ہے جو بغوی نے اپنی سند سے عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے نقل کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر جمعہ اپنی موچھیں اور ناخن تراشتے۔

احناف..... ❹ افضل یہ ہے کہ جمعہ کے بعد سر منڈائے اور ناخن تراشے جمعہ سے پہلے ایسا کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس میں حج کا مفہوم پایا جاتا ہے جب کہ حج سے پہلے سر منڈانا اور ناخن وغیرہ تراشنا جائز ہے۔

۴..... جمعہ اور شب جمعہ میں سورۃ الکہف پڑھنا آپ علیہ السلام کا ارشاد ہے جو جمعہ کے روز سورۃ الکہف پڑھتا ہے اس کے لئے دونوں جمعوں کے درمیانی دنوں میں نور کی روشنی ہوتی ہے ❺ ایک روایت میں ہے: جس نے جمعہ یا شب جمعہ میں سورۃ الکہف پڑھ لی وہ دجالی فتنے سے محفوظ ہوگا البتہ دن کے وقت پڑھنے کی زیادہ تاکید ہے حکمت یہ ہے کہ قیامت جمعہ کے روز برپا ہوگی جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے اور جمعہ اس سے مشابہت رکھتا ہے اس لئے کہ لوگوں کا اس میں اجتماع واکٹھا ہوتا ہے اور سورۃ الکہف میں قیامت کی ہولناکیوں کا ذکر ہے۔

۵..... جمعہ اور شب جمعہ میں دعا کی کثرت کرنا، دن کے وقت تو اس لئے کہ امید ہے قبولیت کی گھڑی مل جائے اس واسطے کہ نبی صلی اللہ

---

❶..... رواہ احمد عن ابی ایوب رضی اللہ عنہ (نیل الاوطار ۲۳۶/۳) ❷ رواہ احمد والترمذی والنسائی وابن ماجہ والحاکم عن سمرۃ وھو الصحیح حسن۔ ❸ رواہ الترمذی وحسنہ والحاکم وصححہ وابوداؤد وابن ماجہ وقولہ غسل یہ لفظ تشدید سے جائز اور تخفیف سے راجح ہے مراد اپنے کپڑے اور سر دھویا پھر غسل کیا یا بیوی سے صحبت کر کے اسے غسل کرنے پر مجبور کیا پھر غسل کیا جیسا کہ حنابلہ کے ہاں جمعہ کے رز یہی سنت ہے یا اعضاء وضو دھونے پر غسل بھی کر لیا۔ ❹ الدر المختار وردالمحتار ۷۷۲/۱، ۷۸۸ ❺ رواہ الحاکم وقال صحیح الاسناد وروی الدارقطنی والبیھقی من قرء الیلۃ الجمعۃ اضاء لہ من النور ما بین وبین السبت العتیق وفی بعض الطرق: غفر لہ الی الجمعۃ الاخری وفضل ثلاثۃ ایام وصلی علیہ الف ملک حتی یصبح وعوفی من الداء وذات الجنب والبرص والجذام وفتنۃ الدجال۔

علیہ وسلم نے جمعہ ذکر کر کے فرمایا: اس کی ایک گھڑی میں اگر کسی مسلمان بندے کا نماز پڑھتے اتفاق ہو گیا تو اللہ تعالیٰ سے اس گھڑی میں جو کچھ مانگے گا اللہ تعالیٰ اسے عطا کر دے گا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے فرمایا: وہ گھڑی بہت ہی کم ہے ❶ اور مسلم کی روایت ہے وہ مختصر سی گھڑی ہے درست یہ ہے کہ قبولیت کی گھڑی میں جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے وہی قول اختیار کیا جائے جو صحیح مسلم میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ امام کے منبر پر بیٹھنے سے نماز کے اختتام تک رہتی ہے۔

۶..... جمعہ اور شب جمعہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود بھیجنا جس کی دلیل یہ حدیث ہے تمہارا سب سے فضلیت والا دن جمعہ ہے، جس میں مجھ پر بکثرت درود بھیجا کرو اس واسطے کہ تمہارا درود میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے ❷ اور اس حدیث کی وجہ سے جمعہ اور شب جمعہ مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو جس نے مجھ پر ایک بار درود بھیجا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔ ❸

درود کے الفاظ یوں ہونے چاہیے:

اللّٰھم صل علی محمد عبدك ونبيك ورسولك النبی الامی

یا یہ ہونے چاہیں:

اللهم صلی علی محمد كما ذكرك الذاكرون وصل علی محمد وعلی ال محمد كما غفل عن ذكره الغافلون

۷۔ امام پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۃ جمعہ اور دوسری رکعت میں سورۃ منافقون پڑھے تا کہ سنت کا اتباع ہو جیسے مسلم نے روایت کیا ہے نیز مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی اور هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ پڑھا کرتے تھے۔

۸..... سورۃ الم السجدۃ اور هل اتی علی الا نسان پڑھنا جمعہ کی نماز فجر میں مسنون ہے اس لیے کہ حضرت ابن عباس اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کی فجر میں الم تنزيل اور هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ ❹ پڑھا کرتے تھے لیکن ان کی پابندی نہیں کرنی چاہیے۔ اس لئے کہ حدیث کے الفاظ سے ان کا پتہ چلتا ہے کہیں لوگ انہیں فرض نہ سمجھ لیں۔ ❺

۹..... جمعہ سے پہلے چار رکعتیں اور جمعہ کے بعد چار رکعتیں جیسے ظہر کی ہیں جمہور کے ہاں مستحب ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ سے پہلے چار رکعت ادا فرماتے تھے ❻ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی جمعہ سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے تھے چنانچہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد چار چار رکعتیں پڑھا کرتے تھے ❼ محدثین کی جماعت نے ماسوائے امام بخاری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی جمعہ پڑھ لے تو اس کے بعد چار رکعتیں پڑھے جمعہ کے بعد کی کم از کم سنتیں دو رکعت ہیں اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے بعد دو رکعتیں ہیں جیسا کہ مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے جمعہ سے پہلے نفل پڑھنا جب تک امام منبر پر نہ پہنچے ❽ تو پھر تحیۃ المسجد ہی ہے امام احمد نبیشۃ الھذ لی سے بحوالہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کرتے ہیں: فرمایا: مسلمان جب جمعہ کے روز غسل کرتا ہے پھر مسجد آتا ہے کسی کو تکلیف نہیں پہنچاتا پھر جب دیکھتا ہے کہ امام ابھی تک نہیں آیا تو جتنی میسر ہوتی ہے نماز پڑھ لیتا ہے اور دیکھے کہ امام نکل آیا بیٹھ جاتا ہے کان لگا کر سنتا اور خاموش رہتا ہے یہاں تک کہ امام جمعہ ادا کر لے۔ تو اگر اس جمعہ اس کے تمام گناہ نہ بخشے گئے تو دوسرے جمعہ تک کے لئے کفارہ بن جائے گا مالکیہ ❾ فرماتے ہیں: پہلی اذان کے وقت نفل پڑھنا مکروہ

---

❶..... رواه الشيخان وذكر في رواية وهو قائم يصلي والمراد با لصلاة انتظار ها وبا لقيام الملازمة ❷ رواه ابوداؤد وغيره بأسانيد صحيحة ❸ رواه البيهقي با سناد جيد. ❹ رواه مسلم ❺ رواه ابن ماجه ❻ رواه سعيد بن منصور ❼ رواه ابوداؤد ومن حديث ابن عمر وروى الجماعة عن ابى عمران صلى الله عليه وسلم كا ن يصلي بعد الجمعه ركعتين في بيته (نيل الاوطار ۳/ ۲۸۰) ❽ رواه ابوداؤد. ❾ الشرح الصغير ۱/ ۱ ۵۱

ہے مسجد میں بیٹھے شخص کے لئے اذان سے پہلے مکروہ نہیں اور نہ اسے آنے والے کے لئے جو قابل اقتداء شخص ہو جیسے عالم بادشاہ اور امام ان کے علاوہ لوگوں کے لئے مکروہ ہے خوف ہے کہ لوگ اسے واجب سمجھنے کا عقیدہ نہ بنالیں۔ لوگوں کے جانے تک جمعہ کے بعد بھی نفل پڑھنا مکروہ ہے۔ سنت پڑھنے والے کے لئے مسنون یہ ہے کہ وہ حنابلہ کے نزدیک مسجد میں اپنی مخصوص جگہ پر پڑھے۔ اور شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک ان میں اور جمعہ کے خطبہ کے درمیان گفتگو یا جگہ منتقل کرنے یا اپنے گھر جانے کے ذریعہ فصل کرلے۔ جیسا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے ”فرمایا: میں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مقصود (محراب کے ساتھ بنے کمرہ) میں جمعہ پڑھا جب امام نے سلام پھر دیا تو میں اپنی جگہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگا جب آپ تشریف لائے تو میری طرف پیام بھیجا فرمایا: جو کچھ کیا ہے دوبارہ نہ کرنا اس لیے جب کبھی بھی جمعہ پڑھو تو گفتگو یا باہر جانے کے بغیر کوئی نماز نہ پڑھو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے کہ ہم گفتگو کیے یا باہر نکلے بغیر اس کے ساتھ اور نماز ملائیں۔

شافعیہ...... (۱) فرماتے ہیں: جمعہ کی نماز کے ساتھ کسی نماز کو نہ ملانا مسنون ہے تا کہ اتباع ہو جس روایت کو امام مسلم نے روایت کیا ہے گفتگو یا جگہ بدلنے وغیرہ سے فاصلہ ہو جاتا ہے۔

۱۰...... جمعہ کے بعد سورۃ فاتحہ، اخلاص اور معوذتین پڑھنا۔

ابن السنی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث نقل کی ہے جس نے جمعہ کے دن امام کے سلام پھیرتے وقت اپنے پاؤں دہرے کرنے سے پہلے سورۃ فاتحہ، قل ھو اللہ احد اور معوذتین سات سات بار پڑھے اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اور اسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لانے والوں کے بقدر اجر وثواب دیا جاتا ہے۔

۱۱۔ جمعہ کے روز اونگھنے والے کے لئے جگہ تبدیل کرنا مستحب ہے جیسا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: جمعہ کے دن جب تم میں سے کسی کو اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے اونگھ آ جائے تو وہ دوسری جگہ چلا جائے۔ (۲)

سابقہ مکروہات خطبہ کے بعد مزید مکروہات جمعہ:

احناف...... (۳) جمعہ کے روز ظہر کی نماز باجماعت مکروہ ہے جہاں جمعہ قائم کیا جاتا ہے وہ شہر ہے جیل یا جیل سے باہر ایسا ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

۲...... نیز احناف فرماتے ہیں: جب امام منبر پر بیٹھ جائے اور موذن اس کے سامنے اذان دے دے تو خرید وفروخت مکروہ تحریمی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد اس کی دلیل ہے اے ایمان والو! جب جمعہ کے روز نماز کے لئے اذان دی جائے تو خرید وفروخت ترک کر کے اللہ تعالیٰ کے ذکر (خطبہ) کی طرف چل پڑو بیع (خرید وفروخت) ترک کرنے کا حکم اس کے کرنے سے نہی ہے اور نہی کا کم سے کم درجہ کراہت ہے۔

۳...... باتفاق علماء گردنیں پھلانگنا مکروہ ہے جس کی تفصیل مکروہات خطبہ میں بیان ہو چکی ہے۔

۴...... کسی شخص کو اس کی جگہ سے اٹھانا اور خود اس جگہ بیٹھنا حرام ہے (۴) جیسا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ آدمی اپنے بھائی کو اس کی جگہ سے اٹھائے اور خود وہاں بیٹھ جائے (۵) چونکہ مسجد اللہ تعالیٰ کا گھر ہے جس میں سب لوگ برابر کے شریک ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

---

(۱)......مغنی المحتاج ۱/ ۲۹۵. (۲) رواہ الامام احمد فی مسند وابومسعود احمد بن الفرات فی سننہ. (۳) البدائع ۱/ ۲۷۰.

(۴) کشاف القناع ۲/ ۴۹ المغنی ۲/ ۳۵۱. (۵) متفق علیہ ولفظ مسلم: لا یقیمن احدکم اخاہ یوم الجمعة ثم لیخالف الی مقعدہ فیقعد فیہ ولکن یقول: افسحوا.

اس (مسجد حرام) میں ٹھہرنے والا اور باہر سے آنے والا (استحقاق ومقداری میں) برابر ہے تو جو کسی جگہ پہلے پہنچ گیا وہی اس کا مستحق ہے۔ آپ علیہ السلام کا ارشاد ہے "جو کسی ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں کوئی پہلے نہیں پہنچا تو وہی اس کا حقدار ہے۔ ❶

اگر کوئی جائے نماز بچھی دیکھے تو حنابلہ کے ہاں راجح قول کے مطابق اسے نہ اٹھائے۔ جو اس کی طرف سے نائب ہے اور اس طرح اس کا مالک محروم ہوگا اور دوسری کی ملکیت میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف ہوگا بعض دفعہ اس سے جھگڑے تک کی نوبت آجاتی ہے۔ کیونکہ وہ پہلے پہنچا تھا۔ جیسے کوئی غیر آباد زمین میں جا کر پتھروں کی حد بندی کردے یہ نماز سے پہلے کی بات ہے لیکن جب نماز ہونے لگے تو اس جگہ نماز پڑھ لینی چاہیے کیونکہ اس کپڑے کا کوئی مقام نہیں عزت واحترام تو اس کے مالک ہے اور وہ موجود نہیں اس پر بیٹھنا اور نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

۵۔ مالکیہ...... ❷ جمعہ کے روز جمعہ کی وجہ سے کام کاج چھوڑنا مکروہ ہے جس میں یہود ونصاری کے ساتھ ہفتے اور اتوار منانے میں مشابہت ہے آنے اور بیٹھنے والے کا کسی کو سلام کرنا اور سلام کا جواب دینا خواہ اشارہ سے ہو حرام اسی طرح چھینکنے والے کو جواب دینا اور اس کا آگے سے جواب دینا لغو م کام کرنے والے کو منع کرنا یا لغو کام سے باز رہنے کا اشارہ کرنا حرام ہے۔

بھیڑ میں پیٹھ وغیرہ پر سجدہ کرنا...... حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ فرماتے ہیں ❸ بھیڑ میں پھنسے شخص کو جب کسی انسان کی پیٹھ یا قدم پر سجدہ کرنے کی قدرت ہو اس پر لازم ہے اور یہ اس کے لئے کافی ہے۔ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جب بھیڑ بڑھ جائے تو اپنے بھائی کی پیٹھ پر سجدہ کرے ❹ اس لئے کہ عاجزی میں جتنا اس سے ہوسکا اس نے کردیا تو صحیح ہے جیسے کوئی کہنی پر سجدہ کرے۔ اس میں اجازت کی ضرورت بھی نہیں اس واسطے کہ یہ معمولی کام ہے۔ مالکیہ: فرماتے ہیں: ایسا نہ کرے اگر ایسا کیا تو نماز باطل ہوجاتی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے زمین پر اپنی پیشانی ٹکاؤ۔

مقصد ہشتم...... جمعہ فاسد کرنے والے امور:

جن چیزوں سے باقی نمازیں فاسد ہوجاتی ہیں ان سے جمعہ بھی فاسد ہوجاتا ہے۔ بعض مخصوص مفسدات کا اضافہ کیا جاتا ہے جو یہ ہیں: ❺

ا..... جمہور کے نزدیک دوران نماز ظہر کے وقت کا ختم ہونا اور مالکیہ فرماتے ہیں: فاسد نہیں ہوتا جمعہ دیگر نمازوں کی طرح اپنے وقت پر مقرر ہے۔ جو ظہر کا وقت ہے اور وقت نکلنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ اسی طرح امام ابوحنیفہ کے نزدیک تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد وقت ختم ہونے سے باطل ہوجائے گا جب کہ صاحبین کے نزدیک فاسد نہیں ہوگا۔

۲..... جماعت کا جمعہ سے امام کا رکعت کو سجدہ سے مقید کرنے سے پہلے، رہ جانا جس کی صورت یہ ہے کہ لوگ اس کے پیچھے سے چلے جائیں یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے صاحبین کے نزدیک جمعہ فاسد نہیں ہوگا رہا امام کا رکعت کو سجدہ سے مقید کرنے کے بعد جماعت کا رہ جانا یعنی چلے جانا تو اس پر امام ابوحنیفہ اور صاحبین کا اتفاق ہے کہ جمعہ فاسد نہیں ہوتا۔ اگر وقت ختم ہونے پہ جماعت کے رہ جانے سے جمعہ فاسد ہوگیا تو ظہر ادا کی جائے گی۔ اور اگر ان مفاسد سے فاسد ہوا جس سے عام نمازیں فاسد ہوتی ہیں جیسے قصداً وضو توڑنا بات چیت وغیرہ کرنا تو شرائط کے ہوتے ہوئے جمعہ ادا کیا جائے گا۔

مقصد نہم...... جمعہ کے دن ظہر کی نماز:

اگرچہ جمعہ کی نماز ایک بنیادی فریضہ ہے: لیکن بعض حالات میں اس کی جگہ ظہر کی نماز ادا کی جاتی ہے: جمعہ کے بعد اور جمعہ سے پہلے گھر

❶..... رواہ ابوداؤد ❷ الشرح الصغیر ۱/ ۵۱۱، ۵۱۳۔ ❸ المحتاج ۱/ ۲۹۸ المهذب ۱/ ۱۵ المغنی ۲/ ۳۱۳ کشاف القناع ۲/ ۳۲۔ ❹ رواہ البیهقی باسناد صحیح وسعید بن منصور فی سننه ❺ البدائع ۱/ ۲۶۹

میں بلاعذر ظہر کی نماز پڑھنا، معذور لوگوں کا ظہر کی باجماعت نماز ادا کرنا، اور جن لوگوں پر جمعہ واجب نہیں انہیں ظہر کی نماز جلدی پڑھنا۔ جن شرائط سے جمعہ صحیح ہوتا ہے ان میں خلل یا وقت ختم ہونے کی بنا پر ظہر کی نماز ادا کرنا۔

اول: جمعہ کے بعد ظہر کی نماز ادا کرنا...... اگر شہر میں ایک ہی جمعہ ہوتا ہو تو باتفاق فقہاء وہ صحیح ہے کسی کو ظہر کی نماز ادا کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ اس صورت میں حرام ہے البتہ جب ہر شہر میں بیشتر جمعے ہوتے ہوں جیسا عصر حاضر میں ہو رہا ہے تو مالکیہ کے نزدیک سب سے پہلی جامع مسجد کا جمعہ صحیح ہے دوسری جامع مساجد کے نمازیوں پر ظہر کی نماز ادا کرنا واجب حنابلہ کے نزدیک وہ جمعہ صحیح ہے جس میں حاکم شریک ہو باقی جامع مسجدوں کے نمازیوں کو ظہر کی نماز ادا کرنا ضروری ہے پہلا جمعہ تکبیر تحریمہ (اللہ اکبر) کی رائے سے معتبر سمجھا جائے گا۔ وہی شافعیہ کے ہاں منعقد ہے دوسری مساجد والوں پر ظہر کی نماز ادا کرنا واجب ہے۔ اس شخص پر بھی ظہر کی نماز واجب ہے جو جمعہ سے لیٹ ہو جائے یا برابری کی حالت میں ہو یا پہل اور برابری میں شک ہو اگر بلاضرورت کئی جمعے ہوں جیسا کہ اسلامی ممالک میں رائج ہے اور اگر متعدد جمعے ضرورت کی وجہ سے ہوں تو ظہر کی نماز احتیاطاً پڑھ لینی چاہیے۔ آج کل اس فرض کو قابو میں رکھنا بے حد مشکل ہے۔

فقہ حنفی کے مطابق ایک شہر میں کئی جمعے صحیح ہیں تاکہ تنگی نہ ہو اور جمعہ کے بعد ظہر کی باجماعت نماز مکروہ تحریمی ہے۔ اس کی ساری تفصیل بلاضرورت کئی جمعے نہ پڑھنے کی شرط میں گزر چکی ہے حق بات یہ ہے کہ جمعہ وقتی فرض ہے۔ جس نے کئی جمعوں کی نفی شرط قرار دی ہے اس کی اسلام کے آغاز میں کوئی عملی شکل نہیں جس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ اگرچہ افضل ایک جمعہ ہی ہے جو کوئی اکیلے ظہر پڑھنا چاہے اس پر کوئی پابندی نہیں۔ جماعت کے بعد ظہر کی باجماعت نماز پر اس لئے پابندی مناسب ہے تاکہ مسلمانوں کی جمعیت کی حفاظت ہو۔ بڑے شہروں کی حالت اور اس کی آبادی کی کثرت کو اسلام کے آغاز میں مدینہ منورہ پر قیاس نہیں کرنا چاہیے اس لئے کہ اس وقت لوگ کم تعداد میں تھے خلیفہ مسلمانوں کا خطیب ہوتا ہے اور اس کا منبر تمام مسلمانوں کو جہاد میں بتانے اور وباء قحط وغیر بڑے حادثات کی باگ ڈور قابو کرنے کا ذریعہ اور وسیلہ ہوتا ہے۔

دوم: جمعہ کے روز بلاعذر گھر پر ظہر کی نماز پڑھنا:

احناف...... ❶ جمعہ کے روز جس نے اپنے گھر کسی مجبوری کے بغیر امام سے پہلے ظہر کی نماز پڑھ لی تو حرام ہے اور اس کی نماز کا جواز موقوف ہے پھر اسے خیال آیا اگرچہ مسلک کے مطابق وہ معذور تھا کہ وہ جمعہ میں جائے اور ادھر رخ کر لیا امام جمعہ کی تیاری میں تھا ابھی اقامت نہیں ہوئی تو اس کی ظہر کی نماز باطل ہوگئی چلنے سے امام ابوحنیفہ کے نزدیک نفل میں تبدیل ہو جائے گی اگرچہ وہ اسے نہ مل سکے کیونکہ جمعہ کی طرف چلنا جمعہ کی خاصیت ہے لہٰذا اسے احتیاطاً ظہر کے خاتمہ میں اس کے قائم مقام سمجھا جائے گا۔ برعکس اس صورت کے جب اس سے فارغ ہوگیا کیونکہ اس کے لیے نہیں چلا جاتا۔

صاحبین فرماتے ہیں: جب تک امام کے ساتھ شامل نہ ہو جائے ظہر باطل نہیں ہوتی کیونکہ چلنا ظہر کے علاوہ ہے جسے مکمل ہونے کے بعد ختم نہیں کرے گا۔ جب کہ جمعہ کا درجہ ظہر سے بڑھ کر ہے جو اسے ختم کر دے گا۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی امام کے فارغ ہونے کے بعد چلے۔ اس پر تینوں ائمہ (ابوحنیفہ، ابویوسف اور محمد علیہم الرحمۃ) کا اتفاق ہے کہ اگر جمعہ سے فراغت کے بعد چلنے کی وجہ سے بالاتفاق ظہر باطل نہیں ہوگی۔ جمہور (مالکیہ اور شافعیہ جدید قول میں اور حنابلہ) فرماتے ہیں: امام کی جمعہ کی ادائیگی سے ظہر پڑھنا صحیح نہیں۔ اگر گمان ہو کہ وہ جمعہ پالے گا تو اس کی طرف جانا لازم ہے کیونکہ وہ فرض ہے اگر مل جائے تو پڑھ لے اگر رہ جائے تو ظہر کی نماز واجب ہے اگر یہ گمان ہو کہ جمعہ کی نماز نہیں ملے گی۔ انتظار کرے اور یقین ہو جائے کہ امام جمعہ سے فارغ ہو چکا ہے پھر ظہر پڑھے۔

---

❶...... الکتاب مع اللباب ۱/۱۱۳، البدائع ۱/۲۵۷ الدر المختار ۱/۷۶۴ فتح القدیر ۱/۴۱۷ مراقی الفلاح ۸۹۔

خلاصہ یہ ہوا...... جمعہ سے پہلے ظہر پڑھ لی تو صحیح نہیں بلکہ جمعہ واجب ہے اور اگر جمعہ کے بعد پڑھا تو باوجود نافرمانی کے کافی ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ اس نے وہ نماز پڑھی جس کے پڑھنے میں اسے مخاطب نہیں کیا گیا اور جس کا مخاطب تھا اسے چھوڑ دیا لہٰذا صحیح نہیں۔ جیسے کوئی ظہر کے بجائے عصر پڑھ لے اس میں کسی کا کوئی جھگڑا نہیں کہ اسے جمعہ کا خطاب ہے لہٰذا اس سے ظہر ساقط ہوگئی جیسے اگر وہ دور ہوتا تو یہی حکم تھا نیز اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ وہ اسے چھوڑنے اور جمعہ کی طرف نہ جانے کی وجہ سے گنہگار ہوگا۔

سوم: معذور لوگوں کا ظہر کی با جماعت نماز پڑھنا:

احناف...... ❶ فرماتے ہیں کہ جس جگہ جمعہ ہوتا ہے جیسے بڑا شہر وغیرہ تو وہاں جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد معذور لوگوں کا جن میں مسافر، بیمار، قیدی وغیرہ شامل ہے۔ ظہر کی جماعت کرانا مکروہ تحریمی ہے اس سے جمعہ میں خلل پڑتا ہے جو تمام جماعتوں کو جمع کرتا ہے بسا اوقات جسے عذر نہیں وہ بھی ان کی اقتداء کر لیتا ہے نیز اس میں دوسری جماعت قائم کر کے جمعہ سے ٹکراؤ کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ رہے وہ دیہاتی لوگ جن پر جمعہ واجب نہیں ظہر کی باجماعت نماز پڑھ سکتے ہیں۔ اسی طرح ان شہری لوگوں کے لئے ظہر کی نماز جماعت کی شکل میں مکروہ ہے جس کا جمعہ رہ گیا ہے۔ انہیں ظہر کی نماز تنہا تنہا بغیر اذان اقامت اور جماعت کے پڑھ لینی چاہئے امام کے فارغ ہونے تک مریض کے لئے ظہر کی نماز تاخیر سے پڑھنا مستحب ہے۔

احناف کے علاوہ جمہور...... ❷ کا کہنا ہے: جس شخص کا جمعہ کسی معذوری کی وجہ سے رہ گیا ہو یا جن پر جمعہ واجب نہیں انہیں ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا جائز ہے۔ تاکہ جماعت کا ثواب حاصل ہو سکے حدیث ہے جماعت کی نماز فرد کی نماز سے پچیس درجے زیادہ ثواب رکھتی ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان کا جمعہ رہ گیا تو انہوں نے علقمہ اور اسود کو لے کر باجماعت نماز ادا کی۔

لیکن مالکیہ فرماتے ہیں: جو لوگ زیادہ معذور ہیں ان کے علاوہ لوگوں کے لئے ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا مستحب نہیں جنہیں زیادہ معذوری رہتی ہے وہ جماعت سے پڑھ سکتے ہیں۔

حنابلہ...... کی رائے یہ ہے کہ مسجد نبوی میں اس کا اعادہ جماعت کی صورت میں مستحب نہیں اور نہ اس مسجد میں جس میں نماز کا ارادہ مکروہ ہوتا ہے نیز جس مسجد میں جمعہ قائم ہو چکا۔

اس میں مکروہ ہے اس لئے کہ اس سے تہمت کا اندیشہ ہے کہ اسے جمعہ سے اعراض ہے یا وہ امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا قائل نہیں یا اس کے ساتھ مسجد میں نماز کا اعادہ کرے گا۔ بسا اوقات تو کوئی فتنہ برپا ہو جاتا ہے جس سے اسے اور دوسروں کو نقصان پہنچے کا خطرہ ہے اسے یہ نماز اپنے گھر یا ایسی جگہ پڑھنی چاہیے جہاں یہ مفاسد نہ ہوں۔ جمہور کا احناف کے ساتھ اس پر اتفاق ہے کہ جسے اپنی معذوری ختم ہونے کی امید ہو وہ جمعہ سے ناامید ہونے تک ظہر کی نماز مؤخر کر سکتا ہے کیونکہ بسا اوقات وہ عذر زائل ہو جاتا ہے اگر ظہر سے فراغت کے بعد اس کا عذر زائل ہوا جیسے وہ سفر سے لوٹا یا بیماری سے شفایاب ہوا یا قید سے رہا ہوا گر جمعہ پالیا تو اس کا اعادہ کرے۔ ایسے ہی بچہ جب بالغ ہو جائے ظہر کے بعد جمعہ کا اعادہ کرے گا۔

چہارم: جن لوگوں پر جمعہ واجب نہیں ان کا جلدی ظہر کی نماز پڑھنا:

اکثر ❸ اہل علم کا قول ہے وہ معذور لوگ جن پر جمعہ واجب نہیں جیسے مسافر، غلام، عورت، بیمار، لنجا اور باقی معذور لوگ انہیں امام سے پہلے

---

❶...... فتح القدير ١/ ٤١٩، الدر المختار ١/ ٧٦٢۔ ❷ القوانين الفقهية ٨٠ الشرح الصغير مع حاشية العارى ١/ ٥٠٨ مغنى المحتاج ١/ ٢٧٩ المهذب ١/ ١٠٩ المغنى ٢/ ٣٤٤ كشاف القناع ٢/ ٢٦۔ ❸ سابقه حواله جات۔

ہر کی نماز پڑھ لینی چاہیے کیونکہ انہیں جمعہ کا خطاب نہیں۔ ان کی ظہر کی نماز صحیح ہے جیسے کوئی شخص جمعہ کی جگہ سے دور رہتا ہو۔ اگر ظہر پڑھ کر جمعہ کی طرف چل پڑا جمہور کے نزدیک اس کی ظہر کی نماز باطل نہیں ہوگی اور جمعہ اس کے حق میں نفل ہوگا خواہ اس کا عذر زائل ہوا یا نہیں امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں: جمعہ کی طرف جانے سے ظہر باطل ہو جائے گی جیسا انہوں پہلے مقام پر فرمایا ہے۔

پنجم: وقت ظہر ختم ہونے کی وجہ سے ظہر کی نماز پڑھنا:

اگر ظہر کا وقت ختم ہو جائے یا اتنا تنگ ہو جائے کہ اس میں دو خطبوں کی گنجائش نہ رہے تو جمعہ ساقط ہو جاتا ہے علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جمعہ کی قضا نہیں ہو سکی (1) بلکہ ظہر پڑھی جائے گی کیونکہ ادائیگی کی شرائط کے مطابق قضاء ہوتی ہے جب کہ ادائیگی کی مخصوص شرائط فوت ہو چکی ہیں جس کا حصول فرد کے لئے مشکل ہے لہٰذا جمعہ ساقط ہوگا اس کے برعکس باقی فرض اعمال جب اپنے وقت سے رہ جائیں ان کی قضاء ہو جاتی ہے۔

ششم: جمعہ کی کسی شرط کے خلل کی وجہ سے ظہر پڑھنا:

وقت کے علاوہ جمعہ صحیح ہونے کی کسی شرط میں خلل ہو جیسے نمازیوں کی مطلوبہ تعداد کم ہو یا (جمہور کے نزدیک) مسبوق کو امام کے ساتھ ایک رکعت نہ ملے یا (احناف کے نزدیک) یا نماز کا کوئی حصہ اگر چہ سجدہ سہو ہی ہو نہ ملے یا آبادی زیادہ نہ ہو تو جمعہ کے بجائے ظہر کی نماز پڑھی جائے گی۔ (2)

تیسری بحث.....مسافر کی نماز (قصر اور جمع)

اس میں دو مقصد ہیں:

اول.....چار رکعت نماز کا قصر اس کی شرعی حیثیت، قصر کا سبب اور شرائط مسافر کی مقیم کی اور مقیم کی مسافر کی اقتداء کرنا، کس سے قصر مانع ہے سفر کی رہ گئی نماز کی قضاء سفر میں سنت نماز وغیرہ۔

دوم.....دو نمازوں کو جمع کرنے کے اسباب وشرائط:

مقصد اول.....چار رکعتی نماز کا قصر

اول.....قصر کی مشروعیت کیا قصر رخصت ہے یا عزیمت؟

قصر از روئے قرآن، حدیث اور اجماع جائز ہے (3) رہا قرآن سے ثبوت تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے دوران سفر اگر تمہیں کفر پر ور لوگوں کی فتنہ انگیزی کا اندیشہ ہو تو نماز قصر کرنے میں کوئی حرج نہیں'' قصر خوف کی حالت میں ہو یا امن میں جائز ہے۔ لیکن آیت میں قصر کو خوف کے ساتھ مشروط کرنا پیش آمدہ حالت کے ثابت کرنے کے لئے ہے کیونکہ آپ علیہ السلام کا کوئی سفر بھی اس سے خالی نہیں رہا ایک دفعہ یعلی بن امیہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: ہم لوگ امن کے باوجود بھی قصر کریں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کا تم پر ایک صدقہ واحسان ہے سو اللہ تعالیٰ کا صدقہ قبول کرو۔ (4)

---

(1).....البدائع ۲۶۹/۱ مغنی المحتاج ۲۷۹/۱ المغنی ۳۱۸/۲ حاشیۃ الباجوری ۲۲۳/۱ (2) البدائع ۲۶۶/۱ مغنی المحتاج ۲۷۹/۱ المغنی ۳۱۲/۲، ۳۲۳، ۳۳۲ کشاف القناع ۳۱/۲۔ (3) المغنی ۲۵۴/۲ کشاف القناع ۵۹۳/۱ مغنی المحتاج ۲۶۲/۱۔ (4) رواہ مسلم

قصر از روئے سنت کئی متواتر احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سفروں میں حج کے لئے جارہے ہوتے یا عمرے کے لئے کسی غزوے کا ارادہ ہوتا یا کسی جنگ میں مصروف ہوتے قصر کیا کرتے تھے حضرت ابن عمر کا فرمان ہے: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا ہوں آپ سفر میں دو رکعتوں سے زیادہ نماز نہیں پڑھا کرتے تھے یہی معمول ابوبکر وعمر اور عثمان رضی اللہ عنہ کا بھی تھا۔ ❶

اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ جس نے کوئی ایسا سفر کیا جس میں نماز قصر ہوتی ہے خواہ وہ سفر واجب ہو جیسے مسجد حرام جہاد ہجرت اور عمرہ کا سفر خواہ مستحب ہو جیسے بھائیوں کی زیارت بیمار پرسی اور دو میں سے کسی ایک مسجد مدینہ اور اقصیٰ کی زیارت کا سفر والدین یا ان میں سے کسی ایک کی ملاقات کا سفر چاہے مباح ہو جیسے سیر وتفریح یا تجارتی سفر چاہے زبردستی ہو جیسے قیدی اور جلاوطن زانی (زنا کار) ایسا غیر محصن (غیر شادی شدہ) زانی جسے کوڑے لگانے کے بعد جلاوطن کیا جائے، چاہے مکروہ ہو جیسے جماعت کے بغیر تنہا سفر کرنا۔

قصر چار رکعتی نماز کا دو رکعتوں میں سمٹ جانا۔

جن نمازوں میں بالا جماع قصر ہے...... ❷ وہ ظہر، عصر اور عشاء کی چار رکعتی نمازیں ہیں جس سے فجر اور مغرب جدا ہیں۔ فجر کی تو ایک رکعت رہ جائے گی جس جیسا کوئی فرض نہیں اگر مغرب کا قصر ہوا جو دن کے وتر ہیں اس کا وتر ہونا باطل ہو جائے گا امام احمد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالہ سے روایت کرتے ہیں: نماز دو رکعت فرض ہوئی۔ ماسوائے مغرب کے کیونکہ وہ دن کی طاق نماز ہے پھر حالت قیام میں اس میں اضافہ ہوا اور سفر والی اپنی حالت پر رہی علی بن عاصم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک حدیث نقل کرتے ہیں جس میں فجر، مغرب اور جمعہ کا قصر سے استثناء ہے۔

سفر سے متعلقہ احکام..... قصر، جمع بین الصلوتین، تین دن موزوں پر مسح سفر کی حالت میں رمضان میں افطار، یہ چار مسائل تو لمبے سفر سے متعلق ہیں، عورت کا بغیر محرم نکلنا جمعہ، عیدین اور قربانی کا ساقط (واجب نہ) ہونا، لاچار کا مردار کھانا سواری پر بیٹھے نماز پڑھنا تیمم کرنا اور اس کے ذریعہ فرض کا ساقط کرنا یہ مسائل چھوٹے سفر سے تعلق رکھتے ہیں البتہ مردار کھانا اور تیمم کرنے کا تعلق سفر سے نہیں۔ ❸

قصر کا حکم بالفاظ دیگر قصر رخصت ہے یا واجب عزیمت؟..... اسے یوں بھی تعبیر کر سکتے ہیں کہ آیا مسافر پر شرعاً قصر کرنا واجب ہے یا قصر اور اتمام پر اختیار ہے قصر واتمام میں سے افضل کیا ہے۔

اس سلسلہ میں فقہاء کی تین معتبر آراء ہیں کہ قصر فرض ہے قصر سنت ہے قصر رخصت ہے جس میں مسافر کو اختیار ہے۔ ❹

احناف..... قصر واجب عزیمت ہے ہر چار رکعتی نماز میں سے دو رکعت مسافر کے لئے فرض ہے۔ قصداً اس میں اضافہ کرنا ناجائز ہے اگر سہواً ہو تو سجدہ سہو واجب ہے۔ اگر چار رکعتی نماز مکمل کر دی اور چار رکعت پڑھ لی اور دوسری رکعت میں تشہد کی مقدار بیٹھا تھا تو فریضہ کی ادائیگی کے لیے دو رکعتیں کافی ہوں گی دو مزید رکعتیں نفل بن جائیں گی اس طرح کر کے اس نے برا کیا اگر دوسری رکعت میں تشہد کی مقدار نہیں بیٹھا تو اس کی نماز باطل ہے۔ فرض کے ساتھ فرض کی تکمیل سے پہلے نفل مل جل گیا ہے اس لئے۔ ان کی دلیل ثابت احادیث ہیں ان میں سے ایک حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا نماز دو دو رکعت فرض ہوئی تھی تو سفری نماز تو اپنی اصل پر برقرار رہی جب کہ حضر (قیام کی حالت) میں اضافہ کر دیا گیا ❺ اور حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی حضر میں نماز کی چار رکعتیں اور سفر میں دو

---

❶ ..... متفق علیه وروی مثله فی الصحیحین عن ابن مسعود وانس۔ ❷ کشاف القناع ۱/۵۹۵ المغنی ۲/۲۶۷۔ ❸ اللباب مع شرح الکتاب ۱/۱۰۶ کشاف القناع ۱/۶۰۸ مغنی المحتاج ۱/۲۷۵، المغنی ۲/۲۶۱۔ ❹ الدر المختار ۱/۷۳۵ مراقی الفلاح ۷۲ الکتاب مع الباب ۱/۱۰۷ بدایة المجتهد ۱/۱۶۱ القوانین الفقهیة ۸۴ الشرح الکبیر ۱/۳۵۸ مغنی المحتاج ۱/۲۷۱ المهذب ۱/۱۰۱ کشاف القناع ۱/۶۰۱ المغنی ۲/۲۶۷، ۲۰۰۔ ❺ اخرجه الشیخان فی الصحیحین وفی لفظ: فرض الله الصلاة حین فرضها رکعتین فاتمها فی الحضر واقرت صلاة السفر علی الفریضة الاولی (نصب الرایة ۳/۱۸۸)

جب کہ خوف کی حالت میں ایک رکعت فرض کی ہے۔ (۱)

مالکیہ کا مشہور اور راجح قول: یہ ہے کہ قصر سنت مؤکدہ ہے جس کی دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل ہے کیونکہ آپ کے کسی سفر کے متعلق صحیح ثابت نہیں کہ آپ نے کبھی نماز مکمل کی ہو جیسا کہ سابقہ احادیث میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

شافعیہ اور حنابلہ فرماتے ہیں..... قصر اختیار کے انداز میں رخصت ہے لہٰذا مسافر چاہے تو قصر کرے چاہے تو مکمل نماز پڑھے۔ جب کہ حنابلہ کے ہاں قصر اتمام سے مطلقاً افضل ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ہمیشگی کی ہے۔ یہی آپ کے بعد خلفاء کا معمول رہا ہے۔ شافعیہ کے مشہور قول کی مطابق قصر اس وقت اتمام سے افضل ہے جب فی نفسہ قصر کی کراہت ہو یا وہ احناف کے ہاں تین مراحل تقریبا ۹۶ کلومیٹر پہنچ جائے تا کہ سنت کا اتباع ہوتا کہ اس شخص کے اختلاف سے نکلا جا سکے جس نے اسے واجب کہا ہے جیسے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، لیکن اگر سفر میں روزے سے کوئی نقصان نہ ہو تو افطار سے روزہ رکھنا افضل ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”تم روزے سے رہو یہ تمارے حق میں زیادہ بہتر ہے۔

ان کے دلائل:

۱..... سابقہ آیت قرآنی، نماز کی کمی کرنے میں تم پر کوئی حرج نہیں، جس سے پتہ چلتا ہے کہ قصر رخصت ہے دیگر رخصتوں کی طرح اس کے کرنے اور چھوڑنے میں اختیار ہے۔

۲..... حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی سابقہ حدیث یہ اللہ تعالیٰ کا تم پر صدقہ واحسان ہے سو اللہ تعالیٰ کا صدقہ قبول کرو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اللہ تعالیٰ کو اپنی رخصتوں پر عمل ایسے ہی پسند ہے جیسے عزائم پر عمل پسند ہے۔ (۲)

۳..... صحیح مسلم اور دیگر کتب سے ثابت ہے کہ صحابہ کرام جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر پر جاتے تو بعض حضرات قصر کرتے اور بعض اتمام کرتے بعض روزے سے ہوتے اور بعض افطار کرتے پھر کسی پر کوئی نکتہ چینی نہ کرتا۔ (۳)

۴..... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں: میں رمضان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک عمرہ کے سفر میں نکلی آپ نے افطار کیا اور میں روزے سے تھی آپ نے قصر نماز پڑھی میں نے مکمل کی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میرے ماں باپ آپ پر واری آپ نے افطار کیا اور میں نے روزہ رکھا آپ نے قصر نماز پڑھی میں نے مکمل کی آپ نے فرمایا: عائشہ (رضی اللہ عنہا)! تم نے اچھا کیا۔ (۴)

ان چار دلائل سے ظاہر ہوتا ہے کہ قصر رخصت ہے

دوم: قصر کی شرعی حیثیت:

قصر کی حکمت..... مسافر سے اس مشقت اور حرج کو دور کرنا جو عموماً سفر میں پیش آتی ہے اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے حقوق میں آسانی اور فرائض کی ادائیگی کی ترغیب دینا اور ذمہ داری کو نبھانے میں متنفر ہونے سے بچانا ہے جس کے بعد کوتاہی اور سستی کرنے والے کے لئے فرض نماز چھوڑنے کے متعلق کوئی ذریعہ اور حجت باقی نہیں رہتی۔

---

(۱) اخرجه مسلم ورواه الطبراني بلفظ افترض رسول الله صلى الله عليه وسلم ركعتين في السفر كما افترض في الحضر اربعا نصب الراية ۲/۱۸۹۔ (۲) رواه احمد والبيهقي عن ابن عمر والطبراني عن ابن عباس مرفوعاً وعن ابن مسعود بنحوه موقوفا على الاصح وذكره احمد عن ابن مسعود بلفظ ان الله يحب ان تؤتى رخصة كما يكره ان تؤتى معصية وهو ضعف۔ (۳) قال النووي في شرح مسلم لكن ليس في صحيح مسلم قوله فمنهم القاصر ومنهم المتم۔ (۴) الدر المختار ۱/۷۳۳، ۷۳۶ تبيين الحقائق: ۱/۲۱۵ ومابعد فتح القدير: ۱/۴۰۵ وما بعد۔

قصر جائز ہونے کی وجہ...... وہ لمبا سفر ہے جمہور کے ہاں اور احناف کے ہاں سفر مباح ہے قصر کے لئے وہ مباح سفر جس کے ذریعہ احکام شرعیہ تبدیل ہوجاتے ہیں کہ متعلق گفتگو کے لئے چار امور میں بحث مطلوب ہے جو یہ ہیں: وہ مسافت جس میں قصر جائز ہے سفر کی وہ قسم جس میں نماز قصر ہوتی ہے: سفر مباح ہو یا کوئی سا سفر ہو وہ جگہ جہاں سے مسافر قصر کا آغاز کرے گا (سفر کی ابتداء) اس مدت کی مقدار جس میں مسافر کسی جگہ اقامت کرے تو نماز قصر کرے گا۔

دوم: وہ سفر جس میں قصر نماز پڑھی جائے گی:

حنفیہ...... حنفیہ [1] فرماتے ہیں کہ ہر طرح کے سفر میں قصر کرنا جائز ہے چاہے وہ سفر عبادت ہو مباح ہو یا گناہ ہو لہٰذا ڈاکوؤں کے لیے یا گناہ کی خاطر سفر کرنے والے کسی اور مسافر کے لیے قصر کرنا جائز ہے۔ اس لئے کہ مشروع چیز کے ساتھ ملا ہوا قبح مشروعیت کو ختم نہیں کرتا۔ ملے ہوئے قبح سے مراد ایسا قبح ہے جو جدا ہو سکے جیسے اذان جمعہ کے وقت خرید وفروخت کرنا۔ اس میں سعی ترک کرنے کی وجہ سے قباحت آئی ہے اور یہ جدا ہو سکتی ہے۔ اس لئے کہ بعض اوقات خرید وفروخت کے علاوہ کسی اور وجہ سے بھی جمعہ کی طرف سعی چھوڑ دی جاتی ہے۔ اور کبھی اس کے برعکس بھی ہو جاتا ہے۔ سفر کی بھی یہی صورت حال ہے کہ چوری ڈاکہ وغیرہ بغیر سفر کے بھی ممکن ہیں اور اس کے برعکس بھی ممکن ہے، قبح لعینہ مشروعیت کو ختم کر دیتا ہی جیسے کفر اسی طرح شرعی قبح بھی مشروعیت کو ختم کر دیتا ہے جیسے آزاد آدمی کی بیع۔ گناہ گار اور فرمانبردار کے سفر کی رخصت حاصل کرنے میں برابری پر حنفیہ کی دلیل کو دوسرے الفاظ میں نصوص کے اطلاق سے تعبیر کر سکتے ہیں وہ یہ آیت کریمہ **وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ** (النساء/۱۰۱) اور جب تم زمین میں سفر کرو۔

اور اس لیے بھی کہ سفر بذات خود کوئی گناہ نہیں گناہ تو اس کے بعد یا اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس لیے وہ قصر کی رخصت پر اثر انداز نہیں ہوگا۔

جمہور...... حنفیہ کے سوا جمہور فرماتے ہیں کہ جو رخصتیں سفر کے ساتھ خاص ہیں جیسے قصر کی نماز پڑھنا دو نمازوں کو جمع کرنا روزہ چھوڑنا موزوں پر تین ایام تک مسح کرنا سواری پر نفل نماز پڑھنا وغیرہ یہ سب گناہ والے سفر میں مباح نہیں جیسے غلام کے بھاگنے ڈاکا ڈالنے اور شراب اور حرام چیزوں کی تجارت کے لیے کیا جانے والا سفر ایسا آدمی گناہ والا مسافر ہے یعنی جو آدمی گناہ کی وجہ سے یا حرام کام کے لئے سفر کرے تو اس کے لئے قصر کرنا حرام ہے اس لئے کہ سفر رخصت کا سبب ہے لہٰذا اس کو گناہ سے وابستہ نہیں کیا جا سکتا ہے ان کے نزدیک اصول یہ ہوا: **الرخص لاتناط بالمعاصی** رخصتیں گناہوں سے وابستہ نہیں ہوتیں یہاں تک کہ ضرورت کے وقت مردار کھانے کا بھی یہی حکم ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: **فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ** (البقرة: ۲/۱۷۳) ہاں اگر کوئی انتہائی مجبوری کی حالت میں ہوں وہ نافرمان اور تجاوز کرنے والا نہ ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔

اور اس لئے بھی کہ رخصت مباح مقصد کو حاصل کرنے میں مدد دینے کے لیے مشروع ہوئی تھی تاکہ مصلحت حاصل ہو جائے۔ اگر اس کو گناہ کے لیے بھی مشروع کر دیا جائے تو یہ حرام کام میں مدد ہوگی حالانکہ شریعت اس سے پاک ہے۔

مالکیہ فرماتے ہیں کہ لہو ولعب والا سفر کرنے والے کے لیے قصر کرنا مکروہ ہے دوران سفر گناہ کرنے والے کے لیے قصر کرنا اور سفر کی دوسری رخصتوں سے فائدہ اٹھانا جائز یعنی ایسا آدمی جو کسی مشروع کام کے ارادے سے سفر کرے لیکن دوران سفر کسی گناہ، زنا، چوری، غصب، تہمت غصب وغیرہ کا ارتکاب کرلے تو ایسے آدمی کے لئے قصر وغیرہ کی رخصت حاصل کرنا جائز ہے اس لئے کہ اسکے سفر کا مقصود گناہ نہیں بلکہ ایک مشروع کام تھا اس طرح وہ مقیم گناہگار کی طرح ہو گیا۔

---

[1] ...... بداية المجتهد ۱/۱۶۳، الشرح الصغير: ۱/۴۷۷ مغنى المحتاج ۱/۲۶۸ المهذب ۱/۱۰۲ المغنى ۲/۲۶۱ وما بعد ۸/۵۹۷ كشاف القناع ۱/۵۹۶، ۶/۱۹۴۔

علامہ نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی آدمی نے مباح سفر شروع کیا پھر اسے گناہ والا سفر بنا دیا تو صحیح قول کے مطابق اسے رخصت حاصل نہیں ہوگی۔ اگر اس نے گناہ والے سفر کا آغاز کیا اور پھر توبہ کرلی تو توبہ کے وقت سے اسے نئے سرے سے سفر کرنے والا سمجھا جائے گا۔

سوم: وہ جگہ جہاں سے مسافر قصر کی ابتداء کرے گا

سفر کی ابتداء..... قصر کرنے کے لیے محض سفر کی نیت کافی نہیں بلکہ باقاعدہ طور پر سفر کا آغاز کرنا ضروری ہے۔ فقہاء[1] کا اتفاق کہ سفر کی ابتداء جس سے قصر وغیرہ جائز ہوتی ہے یہ ہے کہ مسافر اس شہر کے گھروں سے باہر نکل آئے اور انہیں پیٹھ پیچھے چھوڑ دے یا جس طرف سے وہ نکلا ہے اس طرف کی آبادی سے باہر نکل جائے اگرچہ دوسری طرف کی آبادی سے باہر نہ نکلا ہو۔ اس لئے کہ کسی جگہ ٹھہرنے کا تعلق داخل ہونے سے ہے اور سفر کا تعلق وہاں سے نکلنے سے ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ اِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ..... النساء: ۴/ ۱۰۱

اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ نماز میں قصر کرلو۔

اور زمین میں سفر کرنے والا نکلے بغیر نہیں ہوسکتا۔ اس میں مذاہب کی تفصیل عنقریب آرہی ہے اور اس وقت نماز پوری نہ پڑھے جب تک اس شہر کے گھروں کے شروع میں نہ پہنچ جائے جس میں ٹھہرنے کا ارادہ ہے۔ اور مسافر اور وقت تک سفر کے حکم میں رہے گا جب تک کسی جگہ مخصوص مدت تک ٹھہرنے کی نیت نہیں کرلیتا۔ مدت کی بحث آگے آئے گی۔

چہارم۔ اس وقت کی مقدار جس میں قصر کی جائے گی..... مسافر کو اس وقت تک قصر کا حق حاصل رہے گا جب تک ایک معین مدت تک کسی شہر میں ٹھہرنے کی نیت نہ کرلے۔ اس مدت کی تعین میں فقہاء کی دو رائیں ہیں۔[2]

حنفیہ..... حنفیہ فرماتے ہیں کہ مسافر جب کسی شہر میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرلے تو مقیم بن جاتا ہے اور اس کے لیے قصر کرنا منع ہوجاتا ہے۔ اگر اس مدت کی نیت کرلی تو پوری نماز لازم ہوجائے گی اگر اس سے کم عرصے کی نیت کی تو وہ قصر کرنی ہوگی۔

ان کی دلیل یہ ہے کہ وہ مدت اقامت کو عورت کی مدت طہر پر قیاس کرتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ دونوں صورتیں اصل کی طرف واپسی کی موجب بنتی ہیں۔ مدت طہر اس طہارت کی واپسی کو ثابت کرتی ہے جو حیض سے ساقط ہوگئی تھی اور مدت اقامت اس چیز کی واپسی کو ثابت کرتی ہے جو سفر سے ساقط ہوگئی تھی لہٰذا جس طرح طہر کی مدت پندرہ دن مقرر کی گئی ہے اسی طریقے سے اقامت کی کم سے کم مدت مقرر کی جائے گی۔

یہ تقریر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب آپ سفر کے دوران کسی شہر میں داخل ہوں اور پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ ہو تو پوری نماز پڑھو اور اگر پتہ نہ ہو کہ کب کوچ کرنا ہے تو قصر کرو۔

اگر وہ کسی خاص کام کے ہوجانے کا منتظر ہو تو قصر ے کرے اگرچہ انتظار کئی سالوں تک طویل ہوجائے۔ اگر کوئی شہر میں داخل ہوا اور اس میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہیں کی اور سفر کا انتظار کرتا رہا اور یہ کہتا رہا کہ کل نکلوں گا یا پرسوں نکلوں گا یہاں تک کہ کئی سالوں تک ٹھہرا رہا تو دو رکعتیں پڑھے یعنی قصر کرے۔ اس لئے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ آذربائیجان میں چھ مہینے ٹھہرے رہے اور قصر کرتے رہے صحابہ رضی اللہ

---

[1]..... الکتاب مع اللباب: ۱/۱۰۷ مراقی الفلاح: ۷۱ فتح القدیر ۱/ ۳۹۶، بدایة المجتهد ۱/ ۱۶۳ الشرح الصغیر: ۱/ ۴۷۶ وما بعد مغنی المحتاج: ۱/ ۲۶۳ ومابعد، المهذب: ۱/ ۱۰۲ المغنی: ۲/ ۲۵۹۔ ۲۶۱۔ [2] فتح القدیر جمع العنایة ۱/ ۳۹۷ وما بعد اللباب: ۱/ ۱۰۷ ومابعد بدایة المجتهد ۱/ ۱۶۳ ومابعد الشرح الصغیر ۱/ ۴۸۱، مغنی المحتاج: ۱/ ۲۶۴ ومابعد، المهذب ۱/ ۱۰۳ کشاف القناع ۱/ ۶۰۵ القوانین الفقهیه: ۸۵ الشرح الکبیر ۱/ ۳۶۴۔

عنہم کی ایک جماعت سے یہی منقول ہے۔

اگر کوئی لشکر جنگ والی زمین میں داخل ہوا اور وہاں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کی یا کسی شہر یا قلعے کا محاصرہ کیا تو وہ قصر کریں گے نماز پوری نہیں پڑھیں گے۔ اس لئے کہ ان کی نیت صحیح نہیں ہے وہ تذبذب کا شکار رہیں اور اس تردد میں ہیں کہ دشمن کو شکست دے کر ٹھہرے رہیں یا شکست کھا کر بھاگ جائیں۔ مالکیہ کا بھی یہی مذہب ہے۔

مالکیہ اور شافعیہ..... مالکیہ اور شافعیہ فرماتے ہیں کہ مسافر نے کسی جگہ چار دن ٹھہرنے کی نیت کر لی تو وہ نماز پوری پڑھے گا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے قصر کی اباحت کے لیے زمین میں سفر کی شرط لگائی ہے مقیم اور اقامت

کا عزم رکھنے والا مسافر نہیں ہوتا۔ اور سنت یہ بتاتی ہے کہ چار سے کم دن مسافرت کو ختم نہیں کرتے صحیحین میں ہے: مہاجر مناسک کی ادائیگی کے بعد تین دن قیام کرے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرے کے دوران تین دن قیام کیا اور قصر کرتے رہے۔ ❶

مالکیہ نے اس مدت سے مدت اقامت کی بیس نمازیں مراد لی ہیں۔ اگر اس سے کم ہو تو قصر کرے۔

مالکیہ اور شافعیہ کے صحیح قول کے مطابق داخل ہونے اور نکلنے والے دن شمار نہیں ہوں گے۔ اس لئے کہ پہلا دن پڑاؤ ڈالنے اور دوسرا کوچ کرنے کا ہوتا ہے اور یہ دونوں سفر کی مصروفیات ہیں۔

حنابلہ..... حنابلہ فرماتے ہیں کہ اگر چار دنوں یا بیس نمازوں سے زیادہ کی نیت کی تو نماز پوری پڑھے اس لئے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ والی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم چار ذی الحجہ کی صبح مکہ تشریف لائے چار پانچ اور چھ تاریخ کو وہیں قیام کیا۔ آٹھویں دن کی صبح کی نماز پڑھی۔ پھر منیٰ میں تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان دنوں میں قصر کرتے رہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم نے مکہ میں دس دن قیام کیا اور قصر کرتے رہے ❷ علامہ ابن حجر رضی اللہ عنہ فتح الباری میں فرماتے ہیں: اس میں کوئی شک نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں چودہ تاریخ کو صبح پہنچے۔ اس طرح مکہ اور اس کے گردونواح میں قیام کی مدت دس دن رات ہوئی جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ میں قیام کی مدت صرف چار دن ہوئی اس لئے کہ آٹھویں دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے نکل گئے تھے اور منیٰ میں نماز پڑھی تھی۔

حنابلہ کے نزدیک داخل ہونے اور نکلنے کا دن بھی مدت میں شمار کیا جائے گا۔

اگر وہ کسی کام کے ہو جانے کا منتظر تھا جس کا ہونا کسی وقت بھی متوقع تھا یا اسے دشمن سے جہاد کی امید تھی یا وہ ہر روز سامان سفر کرتا رہتا تھا تو اس کے لیے قصر کرنا مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک جائز ہے جب تک اقامت کی نیت نہیں کر لیتا چاہے قیام کی مدت کتنی ہی لمبی کیوں نہ ہو جیسا کہ حنفیہ نے بیان کیا ہے۔

شافعیہ فرماتے ہیں کہ وہ داخل ہونے اور نکلنے والے دنوں کے علاوہ اٹھارہ دنوں تک قصر کر سکتا ہے۔

اس حدیث کو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اسی طرح امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے اور حسن کہا ہے اگرچہ اس کی سند میں ضعف ہے لیکن اس کے شواہد ہیں جن سے اس کی تلافی ہو جاتی ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے اس میں اور بھی روایات ہیں جن میں سے اصح انیس والی ہے جیسا کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے میں نے اٹھارہ والی روایت کو انیس پر ترجیح دی حالانکہ وہ اصح ہے اس لئے کہ پہلی روایت جو حضرت عمران رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں اضطراب نہیں جب کہ دوسری ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں اضطراب ہے اس میں ۱۹ بھی ہے اور ۱۷ بھی۔

---

❶..... دیکھئے نیل الاوطار: ۳/ ۲۰۷ و مابعد صحیحین کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین پر مکہ میں اقامت کرنا حرام قرار دیا تھا پھر تین دن ٹھہرنے کی رخصت دی (المجموع ۴/ ۲۴۳) ❷ متفق علیہ (سابقہ حوالہ)

سوم: قصر کی شرطیں...... فقہاء نے قصر کے صحیح ہونے کے لیے درج ذیل شرطیں لگائی ہیں: [1]

ا۔ سفر لمبا ہو...... پہلی شرط یہ ہے کہ سفر لمبا ہو۔ اس کی مقدار جمہور کے نزدیک دو مرحلے یا دو دن یا سولہ فرسخ ہے جبکہ حنفیہ کے نزدیک تین مرحلے یا تین دن راتوں سمیت۔ اس بارے میں اختلاف ماقبل میں بیان ہو چکا ہے۔

۲۔ سفر مباح ہو حرام یا ممنوع نہ ہو...... دوسری شرط یہ ہے کہ سفر مباح ہو حرام یا ممنوع نہ ہو جیسے چوری ڈاکے وغیرہ کے لیے سفر۔ یہ شرط جمہور کے نزدیک ہے حنفیہ یہ شرط نہیں لگاتے۔ اگر کسی نے گناہ والا سفر کیا تو شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک اسی کی نماز نہیں ہوگی اس لئے کہ یہ ایسے آدمی کا فعل ہے جو اس کے حرام ہونے کا اعتقاد رکھتا ہے۔ جیسے کوئی نماز پڑھے اور اس کا اعتقاد یہ ہو کہ وہ بے وضو ہے۔ مالکیہ کے نزدیک ایسے آدمی کی قصر درست ہو جائے گی مگر اسے گناہ ہوگا۔

حنابلہ کے نزدیک مکروہ سفر میں قصر نہیں کرسکتا۔ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک کرسکتا ہے حنفیہ کے نزدیک حرام کردہ اور مباح ہر طرح کے سفر میں قصر جائز ہے جیسا کہ ہم نے بیان کردیا ہے تجارت اور سیر و تفریح کے لیے کیا جانے والے سفر اور مساجد، آثار اور قبروں کو دیکھنے کے لیے کیے جانے والے سفر میں قصر کرسکتا ہے۔ حنابلہ کے نزدیک بھی قبروں کی زیارت کے بارے میں یہی صحیح ہے۔

۳۔ اپنی جائے اقامت سے آبادی کو عبور کر دینا...... تیسری شرط یہ ہے کہ اپنی جائے اقامت سے آبادی کو عبور کرلے جیسا کہ گزر چکا ہے۔ اس شرط کی توضیح میں فقہاء کی چند تفریعات ہیں۔

حنفیہ...... حنفیہ [2] فرماتے ہیں کہ شہر کے جن گھروں میں وہ رہائش پذیر تھا ان کو اس جانب سے عبور کرے جس جانب سے نکلا ہے۔ اگرچہ دوسری طرف سے عبور نہ کیا ہو اور۔ تمام گھروں کو عبور کرے اگرچہ وہ متفرق ہوں لیکن ان کا تعلق اسی شہر سے ہو اسی طرح شہر کے ارد گرد کی جگہیں اور ملے ہوئے گاؤں کو بھی عبور کرے یہ بھی شرط ہے کہ جائے اقامت سے ملے ہوئے علاقے کو بھی عبور کرلے۔ اس سے مراد وہ جگہ ہے جو مقامی باشندوں کی مصالح کے لیے تیاری کی جاتی ہے جیسے جانوروں کی دوڑ مردوں کو دفن کرنے اور مٹی ڈالنے کے لیے۔

البتہ گھروں کا نظروں سے اوجھل ہونا، ویران گھروں کو اور باغات کو عبور کرنا شرط نہیں اس لیے کہ یہ آبادی میں سے نہیں سمجھے جاتے اگرچہ یہ ملے ہوئے ہوں یا شہر والے وہاں رہتے ہوں۔

اگر وہ خیموں میں رہتا ہو تو ان سے نکلنا ضروری ہے۔ اگر وہ پانی پر یا جنگل میں رہتا ہو تو اس سے جدا ہونا ضروری ہے۔ بشرطیکہ جنگل بہت زیادہ وسیع نہ ہو اور نہر کا منبع یا گرنے کی جگہ دور نہ ہو ورنہ آبادی کو عبور کرنے کا اعتبار ہوگا۔

مالکیہ...... مالکیہ [3] فرماتے ہیں کہ مسافر شہری ہوگا دیہاتی یا پہاڑی۔

شہری...... یعنی شہر قصبے یا گاؤں میں رہنے والا اگرچہ وہاں جمعہ نہ ہوتا ہو۔ یہ اس وقت قصر کرے گا جب عمارتوں اور ان کے گرد و نواح سے باہر نکل جائے۔ اسی طرح ان باغات سے آگے نکل جائے جو ساتھ ملے ہوئے ہوں اگرچہ حکماً ملے ہوئے ہوں کہ وہاں کے باشندے آگ یا کھانے پکانے میں ان سے فائدہ اٹھاتے ہوں اور وہاں رہتے ہوں اگرچہ سال کا کچھ ہی حصہ کھیتوں سے باہر نکلنا شرط نہیں اسی طرح ان باغات سے باہر نکلنا بھی شرط نہیں جو ملے ہوئے نہ ہوں یا ان میں سال کے کسی بھی حصے میں رہائش نہ رکھی جاتی ہو۔

---

[1] ...... تبیین الحقائق ۱/۲۰۹۔۲۱۶، القوانین الفقہیۃ ۸۴۔۸۵، الشرح الصغیر: ۱/۴۸۶، مغنی المحتاج: ۱/۲۶۶۔۲۷۱، المہذب: ۱/۱۰۱، ۱۰۳ الحضر میۃ ۷۶ ومابعد کشاف القناع ۱/۵۹۳۔۲۰۳ مراقی الفلاح: ۷۱۔ [2] ردالمحتار ۱/۷۳۲ ومابعد۔ [3] الشرح الکبیر مع الدسوقی: ۱/۳۵۹ ومابعد

دیہاتی.....یعنی دیہاتوں یا خیموں میں رہنے والا۔ یہ اس وقت قصر کرے گا جب تمام خیموں یا قبیلے گھروں یا باہمی تعاون کرنے والے خیموں کو عبور کر لے اگر وہ متفرق ہوں۔ حیث جمعهم اسم الحی والدار ❶ او الدار فقط کہ ان کو ایک ہی قبیلے اور قیام گاہ یا صرف قیام گاہ کا نام شامل ہو۔

پہاڑی.....یعنی پہاڑوں کا رہنے والا یہ جب اپنے مقام سے باہر نکل جائے تو قصر کرے گا جس گاؤں میں رہائشی باغات نہ ہوں وہاں کا باشندہ اس وقت قصر کرے گا جب وہ گاؤں کے گھروں اور اس کے اطراف میں موجود ویران عمارتوں سے باہر نکل جائے۔

باغات کا رہنے الا اپنی جگہ سے جدا ہوتے ہی قصر شروع کر دے گا چاہے وہ باغات شہر سے ملے ہوئے ہوں یا جدا ہوں۔

شافعیہ.....شافعیہ ❷ فرماتے ہیں کہ اگر شہر یا گاؤں کی شہر پناہ ہو تو صحیح قول کے مطابق سفر کی ابتدا شہر پناہ کو کراس کرنے سے ہوگی اگر چہ اس کے بعد بھی آبادی ہو۔

اگر شہر یا گاؤں کی شہر پناہ نہ ہو تو سفر کی ابتداء آخری آبادی سے آگے نکل جانے سے ہوگی۔

اگر چہ درمیان میں نہر باغ یا ویرانہ ہو، یہاں تک کہ جائے اقامت سے ملا ہوا یا علیحدہ کوئی گھر بھی نہ بچے۔ البتہ وہ متروک ویرانہ جو آبادی سے خارج ہو اس کو کراس کرنے کی شرط نہیں۔ اس لیے کہ وہ جائے اقامت نہیں اسی طرح باغات اور کھیتوں کو عبور کرنا بھی شرط نہیں اگر وہ اس جگہ سے ملے ہوئے ہوں جہاں سے سفر کر رہا ہے۔ جس گاؤں کی شہر پناہ نہ ہو اس کے ساتھ ملا ہوا قبرستان بھی پار کرنا ضروری ہے۔

خیموں کا رہائشی اس وقت قصر کرے گا جب اپنی قیام گاہ کے گھروں۔ سے آگے بڑھ جائے چاہے وہ گھر اکٹھے ہوں یا الگ الگ۔ اسی طرح خیموں کے منافع سے بھی آگے نکل جانا ضروری ہے جیسے راکھ پھینکنے کی جگہ بچوں کے کھیل کا میدان اور گھوڑے باندھنے کی جگہ اس لیے کہ ان کو جائے اقامت میں شمار کیا جاتا ہے۔

اگر وادی کے عرض میں سفر کر رہا ہو تو منافع کو عبور کرنے میں وادی کے عرض (چوڑائی) کا اعتبار ہوگا۔ اگر اونچی زمین میں سفر کر رہا تو اترنے کی جگہ سے آگے بڑھنے کا اعتبار ہوگا اور اگر پست زمین میں سفر کر رہا ہو تو اوپر چڑھنے کی جگہ کا اعتبار ہوگا یہ اس وقت ہے جب کہ یہ تینوں (وادی کا عرض، چڑھنے کی جگہ اور اترنے کی جگہ) معتدل ہوں اگر بہت وسیع ہوں تو عرف کے مطابق قیام گاہ سے آگے بڑھنے کا اعتبار ہوگا۔

عمارتوں اور خیموں کے علاوہ رہنے والا سفر اس کے کجاوے اور اسکے منافع کی جگہ عبور کرنے سے شروع ہوگا۔ یہ ساری تفصیل خشکی کے سفر کی تھی۔ بحری سفر کشتی کے حرکت میں آتے ہی یا چلتے ہی شروع ہو جاتا ہے۔ اگر کشتی شہر کی عمارتوں کے برابر میں چل رہی، تو ان عمارتوں سے آگے نکلنا ضروری ہے۔

اپنے وطن کی شہر پناہ یا اگر شہر پناہ نہ ہو تو آبادی تک پہنچے سے سفر ختم ہو جائے گا۔

حنابلہ.....حنابلہ فرماتے ہیں ❸ کہ مسافر اس وقت قصر کرے گا جب وہ اپنی قوم کے خیموں یا اپنے گاؤں کے آباد گھروں سے جدا ہو جائے چاہے شہر پناہ کے اندر ہو یا باہر۔ جدائی ایسی ہو جسے عرف میں جدائی سمجھا جاتا ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے قصر زمین میں سفر کرنے والے کے لیے مباح کی ہے۔ اسی طرح چاہے اس کے ساتھ ویران گھر یا صحرا ملے ہوئے ہوں اگر ویران گھروں کے ساتھ آباد گھر یا ایسے باغات ملے ہوئے ہوں جن میں ان کے مالکان رہتے ہوں اگر چہ مہمانی کے طور پر رہتے ہوں گے جیسے سیر و تفریح کے لیے تو ویران گھروں آباد گھروں اور رہائشی باغات سے جدا ہوئے بغیر قصر نہیں کرے گا۔

---

❶ .....الحی سے قبیلہ مراد ہے اور الدار سے وہ جگہ مراد ہے جہاں پڑاؤ ڈالا جاتا ہے الحلہ اور المنزل کا ایک ہی معنی ہے۔ ❷ مغنی المحتاج: ۱/ ۲۶۳ ومابعد۔ ❸ المغنی: ۲/ ۲۶۱ کشاف القناع: ۱/ ۵۹۸

اگر ایک شہر کے کئی محلے ہوں، ہر محلہ دوسرے سے الگ ہو جیسے ماضی میں بغداد ہوتا تھا تو جب اپنے محلے سے نکلے اس سے جدا ہوتے ہی قصر جائز ہو جائے گی۔ اگر محلے آپس میں ملے ہوئے ہوں جیسے آج کل کے شہروں کے محلے تو سب سے جدا ہوئے بغیر قصر نہ کرے۔

اگر دو گاؤں آپس میں قریب قریب ہوں اور ایک کی عمارتیں دوسرے سے ملی ہوئی ہوں تو وہ ایک ہی کی طرح ہیں۔ اگر عمارتیں ملی ہوئی نہ ہوں تو ہر ایک علیحدہ گاؤں کے حکم میں ہے۔

ملاح جو اپنی کشتی چلاتا ہو اس کا کشتی کے سوا کوئی گھر نہ ہو اس کا گھر، تنور اور ضروریات اسی کشتی میں ہو تو اس کے لیے رخصت سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں۔

۴..... ابتداء سفر سے ہی متعین جگہ کا ارادہ کرنا: چوتھی شرط یہ ہے کہ سفر کی ابتداء ہی سے متعین جگہ کا ارادہ کرے اور بلاتردد یہ عزم کرے کہ قصر کی مسافت طے کرے گا۔ لہٰذا ھائم (آوارہ) آدمی قصر اور افطار نہیں کرسکتا۔ اس سے مراد وہ آدمی ہے جو منہ اٹھائے پھرتا رہتا ہے یہ پتہ ہی نہیں ہوتا کہ کہاں جا رہا ہے۔ اسی طرح درج ذیل لوگوں کا بھی یہی حکم ہے۔

جو بھاگے ہوئے غلام یا حیوان کو یا مقروض کو تلاش کرنے کے لیے نکلا ہو جب بھی ملے واپس ہو جائے وہ سیاح جو کسی متعین جگہ کا ارادہ نہ رکھتا ہو۔

وہ آدمی جو پوری زمین کا طواف کرے لیکن قصر کی مطلوبہ مسافت طے کرنے کا ارادہ نہ ہو۔

اس لئے کہ اس نے مسافت طے کرنے کا ارادہ نہیں کیا۔

جمہور کے نزدیک وہ آدمی بھی قصر نہیں کرے گا جس نے مسافت طے کرنے کا ارادہ کیا ہو اور درمیان میں اقامت کی نیت کی ہو جو سفر کو ختم کردے۔ جیسا کہ ہم بیان کریں گے حنفیہ فرماتے ہیں کہ وہ بالفعل مقیم ہونے تک قصر کرسکتا ہے۔ پہلے سے اقامت کی نیت حضر نہیں یہی رائے معقول اور اتباع کے زیادہ لائق ہے۔

۵۔ مستقل بالرائے ہو کسی کے تابع نہ ہو..... پانچویں شرط یہ ہے کہ وہ مستقل بالرائی ہو۔ لہٰذا جو آدمی کسی کا تابع ہو یعنی کسی ایسے آدمی کا تابع ہو جو اس کے معاملات کا ذمہ دار ہے جیسے بیوی اپنے شوہر کے ساتھ، سپاہی اپنے امیر کے ساتھ خادم اپنے آقا کے ساتھ اور طالب علم اپنے استاد کے ساتھ ان میں سے کوئی بھی اپنا مقصد نہ جانتا ہو تو قصر نہ کرے۔ اس لیے کہ متعین جگہ کے ارادے والی شرط نہیں پائی گئی۔

شافعیہ کے نزدیک یہ شرط قصر کی مسافت طے ہونے سے پہلے کے ساتھ مقید ہے۔ اگر انھوں نے قصر کی مسافت طے کرلی تو قصر کریں اگرچہ ان کے متبوع قصر نہ کریں اس لئے کہ ان کے سفر کا لمبا ہونا یقینی ہو گیا۔

شافعیہ نے مزید یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر تابع نے تبعیت سے فارغ ہوتے ہی سفر سے واپسی کی نیت کرلی جیسے سپاہی جب اس کا نام کٹ جائے یا خادم جب خدمت چھوڑ دے تو وہ قصر کی مسافت طے کیے بغیر قصر نہ کرے۔ ان کے نزدیک قصر کی مسافت دو مرحلے یا دو دن ہے۔

حنفیہ کے نزدیک شرط مطلق ہے۔ تابع اس وقت تک قصر نہیں کرسکتا جب تک متبوع سفر کی نیت نہ کرلے اور جب تک متبوع کے اقامت کی نیت کرنے کا علم نہ ہو جائے اصح یہ ہے کہ تابع پر نماز پوری پڑھنا لازم نہیں، اگر اس نے علم ہونے سے پہلے ہی متبوع کے خلاف نماز پڑھ لی تو اصح یہ ہے کہ نماز صحیح ہو جائے گی۔

۶۔ قصر کرنے والا پوری نماز پڑھنے والے کے پیچھے یا مشکوک کے پیچھے نماز نہ پڑھے..... یہ شرط شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک ہے کہ قصر کرنے والا مقیم کی یا ایسے مسافر کی جو پوری نماز پڑھ رہا ہو اقتدا نہ کرے۔ اسی طرح ایسے آدمی کی اقتداء بھی نہ کرے جس کا سفر مشکوک ہو۔ اگر اس نے ایسا کر ہی لیا تو پوری نماز پڑھنا واجب ہوگی اگرچہ اقتدا قعدۂ اخیرہ میں کی ہو۔

حنفیہ کے نزدیک وقت کے اندر اندر مسافر مقیم اقتداء کر سکتا ہے۔ البتہ نماز پوری پڑھنی ہوگی اس لئے کہ اس کا فرض دو سے چار کی طرف بدل گیا ہے لیکن وقت نکلنے کے بعد مقیم کی اقتداء جائز نہیں اس لیے کہ اس کے فرض کی صرف دو رکعتیں اس کے ذمہ پکی ہوگئی ہیں اب وقت نکلنے کے بعد وہ چار میں نہیں بدلیں گی۔ اگر اس نے مخالفت کی اور اس کی اقتداء کر لی تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔

۷۔ **ہر نماز کے ساتھ قصر کی نیت کرے**...... یہ شرط بھی شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک ہے وجہ یہ ہے کہ نماز میں اصل ہے کہ پوری پڑھی جائے۔ اگر مطلق نیت کی جائے تو اس سے پوری نماز مراد ہوگی اس لئے قصر کی نیت کرنا ضروری ہے۔

مالکیہ کے نزدیک سفر کی پہلی قصر نماز میں قصر کی نیت کافی ہے باقی نمازوں میں نیت کی تجدید ضروری نہیں۔ جیسا کہ رمضان کے شروع میں روزے کی نیت باقی مہینے کے لیے کافی ہوتی ہے۔

حنفیہ کے نزدیک نماز سے پہلے سفر کی نیت کافی ہے جب اس نے سفر کی نیت کر لی تو اس کا فریضہ قصر کی دو رکعتیں ہوگئیں لہٰذا ہر نماز کے وقت قصر کی نیت کرنے کی ضرورت نہیں۔

۸۔ **بلوغ**...... یہ شرط حنفیہ کے نزدیک ہے۔ انکے نزدیک بچہ سفر میں قصر نہیں کر سکتا۔ جمہور فقہاء نے یہ شرط نہیں لگائی۔ لہٰذا بچے کے لیے قصر کرنا صحیح ہے اس لئے کہ ہر وہ آدمی جو صحیح قصد کر سکتا ہو اور مقررہ مسافت تک سفر کی نیت کر لے تو وہ قصر کرے گا۔

۹۔ **نماز کے شروع سے آخر تک سفر جاری رہے**...... یہ شرط شافعیہ کے نزدیک ہے۔ لہٰذا اگر اس کی کشتی جائے اقامت پر پہنچ گئی یا اسے وہاں سے لے گئی یا اسے یہ شک پڑ گیا کہ کیا اس نے اقامت کی نیت کی ہے؟ یا یہ شک پڑ گیا کہ جس شہر میں وہ پہنچا ہے وہ اسی کا ہے یا نہیں اور ان تمام حالات میں وہ نماز کی حالت میں تھا تو اپنی نماز پوری کرے اس لئے کہ رخصت کا سبب یا تو ختم ہو گیا ہے یا اس کے ختم ہونے میں شک پیدا ہو گیا ہے۔

قصر کی شرطوں میں فقہاء کی آراء کا خلاصہ:

حنفیہ کا مذہب...... قصر وہ آدمی کرے گا جس نے سفر کی نیت کی ہو اور معین جگہ کا ارادہ کیا ہو اگرچہ گناہ والا سفر ہو جب وہ جائے اقامت کے گھروں سے آگے نکل جائے اور اس سے متصل فنائے شہر کو بھی عبور کر لے۔ فناء سے مراد وہ جگہ ہے جو شہر کے مصالح کے لیے تیار کی گئی ہو جیسے قبرستان جانوروں کی دوڑ کا میدان وغیرہ اسی طرح شہر کے اردگرد کے گھروں کا اور عمارتوں سے آگے نکلنا بھی شرط ہے۔ اس لئے کہ یہ بھی شہر کے حکم میں ہے۔ اسی طرح صحیح قول کے مطابق شہر کی اردگرد کی عمارتوں سے ملے ہوئے گاؤں کو عبور کرنا بھی شرط ہے۔

سفر کی نیت کے صحیح ہونے کے لیے تین شرطیں ہیں:

ٹھہرنے یا سفر کرنے میں مستقل بالحکم ہو۔ بالغ ہو۔ سفر تین دن سے کم نہ ہو۔

مالکیہ کا مذہب...... قصر کی چھ شرطیں ہیں:

۱...... سفر لمبا ہو اس کی مقدار مشہور قول کے مطابق اڑتالیس میل ہے۔

۲...... سفر کی ابتداء ہی سے بلاتردد مسافت طے کرنے کا عزم کرے۔

۳...... معین سمت کا ارادہ ہو۔

۴...... سفر مباح ہو۔

۵...... شہر اور اس سے متصل عمارتوں اور آباد باغات سے آگے نکل جائے۔

۶.....سفر کے دوران کسی جگہ چار شب ورز قیام کرنے کا عزم نہ کرے

شافعیہ کا مذہب.....قصر کی شرطیں آٹھ ہیں۔

۱.....سفر طویل ہو۔یعنی اڑتالیس ہاشمی [1] میل یا دو مرحلے۔ان سے مراد دو معتدل دنوں کا رات کے بغیر یا دو معتدل راتوں کا دن کے بغیر یا ایک معتدل دن اور ایک معتدل رات کا چلنا بوجھل چال سے سمندری سفر خشکی کے سفر کی طرح ہے۔

۲.....سفر کے شروع ہی سے متعین جگہ کا قصد کرنا تاکہ پتہ چل سکے کہ اگر وہ طویل ہے تو قصر کی جائے ورنہ نہیں۔

۳.....سفر مباح ہو۔لھذا گناہ والا سفر کرنے والا اور شوہر سے بھاگی ہوئی عورت کے لیے قصر جائز نہیں۔

۴.....قصر کے جائز ہونے کا علم ہو۔لہٰذا اگر کسی نے قصر کے جواز سے لاعلم ہوتے ہوئے قصر نماز پڑھی تو نماز صحیح نہیں ہوگی۔اس لیے کہ وہ نماز سے کھیل رہا ہے۔

۵.....ہر نماز شروع کرتے وقت قصر کی نیت کرے۔

۶.....نماز کے دوران قصر کی نیت کے منافی حرکت سے بچے۔جیسے پوری نماز پڑھنے کی نیت۔اگر اس نے قصر کی نیت کے بعد ایسی نیت کرلی تو پوری نماز پڑھے۔

۷.....پوری نماز پڑھنے والے،مشکوک السفر اور بے وضو امام کی اقتداء میں ایک لحظے کے لیے بھی کھڑا نہ ہو۔اگر اس نے نماز کے کسی بھی حصہ میں اقتداء کرلی تو پوری نماز پڑھنی لازم ہوگی۔اس لئے کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح اسناد کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ ان سے سوال کیا گیا کہ اس مسافر کا کیا حکم ہے جو اکیلا دو رکعت نماز پڑھتا ہے اور مقیم کی امامت میں چار رکعت نماز پڑھتا ہے۔آپ نے فرمایا یہی سنت ہے۔

۸.....آخر میں انھوں نے یہ شرط بھی لگائی ہے کہ وہ پوری نماز میں مسافر ہو۔اگر نماز ہی میں اقامت کی نیت کرلی یا اس کی کشتی اقامت والے گھر پہنچ گئی تو پوری نماز پڑھے۔

حنابلہ کا مذہب.....قصر کی شرطیں آٹھ ہیں:

۱.....سفر طویل ہو یعنی اڑتالیس ہاشمی میل۔

۲.....واجب ہو یا مباح ہو۔

۳.....اپنے گاؤں کے گھروں سے آگے نکل جائے اور انہیں پیٹھ پیچھے چھوڑ دے جیسے عرف میں جدا ہونا سمجھا جاتا ہے۔

۴.....مذکورہ مسافت کے سفر کی نیت کرے۔سفر کی مسافت میں مسافر کی نیت کا اعتبار ہوگا نہ کہ حقیقت کا۔جس نے مذکورہ مسافت کی نیت کرلی وہ قصر کرے اگرچہ مسافت پوری کیے بغیر واپس آجائے۔

۵.....سفر کی ابتداء سے متعین جگہ کا ارادہ کرے۔

۶.....پہلی نماز کے وقت قصر کی نیت کرے۔

۷.....مقیم کی اقتداء نہ کرے،جس کے سفر میں شک ہو اس کی اقتداء نہ کرے اور جس پر نماز لوٹانا واجب ہے اس کی اقتداء نہ کرے جیسے کسی مقیم امام کی اقتداء جسے نماز میں حدث ہوجائے اب اس مسافر پر پوری نماز لوٹانا واجب ہوگا۔اس لیے کہ یہ ابتداء میں پوری واجب ہوئی تھی۔اب قصر کی صورت میں لوٹانا جائز نہیں ہوگا۔

---

[1].....الھاشمیۃ: یہ بنوامیہ کی طرف منسوب ہے۔

۸..... پوری نماز میں مسافر رہے۔ جیسا کہ شافعیہ فرماتے ہیں۔

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سفر کی مقدار میں کوئی متعین مسافت مقرر نہیں لوگوں کے عرف وعادت میں جسے سفر کہا جائے اس میں قصر جائز ہے۔ شرعی اور لغوی اعتبار سے سفر کی کوئی حد مقرر نہیں۔ بلکہ جس کو وہ سفر کہیں وہ سفر ہے۔ (۱)

چہارم: مسافر کا مقیم کے پیچھے نماز پڑھنا اور مقیم کا مسافر کے پیچھے:

مسافر کا مقیم کے پیچھے نماز پڑھنا..... فقہاء کا اتفاق (۲) ہے کہ مسافر کا مقیم کی اقتداء کرنا جائز ہے۔ البتہ مالکیہ کے نزدیک جائز مع الکراہتہ ہے۔ اس لئے کہ مسافر نے اپنی سنت یعنی قصر کی مخالفت کی ہے۔ اسی طرح فقہاء کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ جب مسافر نے مقیم کی اقتداء کی تو اس پر امام کی متابعت میں پوری چار رکعتیں پڑھنا واجب ہے۔ حنفیہ کے نزدیک اس کا فرض چار رکعتوں میں بدل جائے گا جیسا کہ اقامت کی نیت کرنے سے بدل جاتا ہے۔

حنفیہ نے اقتداء کے جواز کے لیے نماز کا وقت باقی رہنے کی شرط لگائی ہے، اگر چہ تکبیر تحریمہ کے بقدر ہی ہو۔ وقت نکل جانے کے بعد مسافر کی مقیم کے پیچھے اقتداء جائز نہیں۔ اس لیے کہ وقت گزر جانے کے بعد اس کا فرض سبب کے گزر جانے کی وجہ سے نہیں بدل سکتا ہے جیسا کہ اقامت کی نیت سے ان کی نزدیک نہیں بدلتا۔

پوری نماز پڑھنے کی سنت سے دلیل وہی ہے جو ہم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے کہ ان سے پوچھا گیا اس مسافر کے بارے میں کیا حکم ہے جو انفرادی طور پر دو رکعت نماز پڑھتا ہے اور مقیم کی امامت میں چار رکعت تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہی سنت ہے (۳) حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ امام کے ساتھ چار رکعت اور اکیلے دو رکعت پڑھا کرتے تھے (۴) وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے اس کی مخالفت نہ کرو!

شافعیہ اور حنابلہ مزید فرماتے ہیں کہ اگر مسافر امام کو نکسیر آ جائے اور کوئی دوسرا اس کا خلیفہ بن جائے تو مقتدی نماز پوری پڑھیں نہ کہ امام۔

مقیم کا مسافر کے پیچھے نماز پڑھنا..... فقہاء کا (۵) اس پر بھی اتفاق ہے کہ مقیم کا مسافر کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز ہے مالکیہ کے نزدیک بھی کراہت کے ساتھ جائز ہے اس لئے کہ اس کی نیت امام کی نیت کے خلاف ہے۔ جب مسافر مقیم مقتدیوں کے ساتھ دو رکعتیں پڑھے تو سلام پھیر دے پھر مقتدی اپنی نماز پوری کر لیں۔ مسافر امام کے لیے مستحب ہے کہ وہ دونوں سلاموں کے بعد کہہ دے کہ اپنی نماز پوری کر لو! میں مسافر ہوں تا کہ یہ وہم دور ہو جائے کہ امام بھول گیا ہے اور جاہل آدمی کو نماز کی رکعتوں کی تعداد میں شبہ نہ ہو جائے وہ یہ نہ سمجھ لے کہ یہ چار رکعت والی نہیں بلکہ دو رکعت والی نماز ہے۔

حنفیہ نے ذکر کیا ہے کہ یہ بات نماز شروع ہونے سے پہلے کہنا مناسب ہے ورنہ سلام کے بعد جواز کی دلیل حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھی سفر کیا واپسی تک دو رکعت نماز پڑھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے موقع پر مکہ میں اٹھارہ دن رہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کے سوا تمام نمازوں میں دو دو رکعت نماز پڑھاتے اور پھر فرماتے: اے اہل مکہ!

---

(۱)..... فتاویٰ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ: ۲۴/۱۲۔۱۸، ۱۳۵۔ (۲) الکتاب مع اللباب ۱/۱۰۹ مراقی الفلاح، ۷۲ الدر المختار: ۱/۷۴۰ ومابعد، فتح القدیر: ۱/۳۹۹، الشرح الصغیر: ۱/۴۸۲ القوانین الفقھیۃ: ۸۴ المہذب: ۱/۱۰۳ مغنی المحتاج: ۱/۲۶۹، کشاف القناع ۱/۶۰۲ المغنی: ۲/۲۸۴، المجموع: ۴/۲۳۶۔۲۴۲۔ (۳) اسکو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے مسند میں روایت کیا ہے۔ یہاں السنۃ سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ (۴) رواہ مسلم (۵) سابقہ حوالہ جات: الکتاب، مراقی، الدر، فتح القدیر ۱/۴۰۱ القوانین، الشرح الصغیر: ۴۸۲، ۴۸۴ المغنی: ۲۸۶

اٹھ کر دوسری دو رکعتیں پڑھ لو اس لئے کہ ہم مسافر ہیں۔ ❶

اگر امام قصر کی نیت کے بعد بھول کر یا لاعلمی کی وجہ سے نماز پوری پڑھنے کے لیے کھڑا ہو جائے تو مقتدی سبحان اللہ کہے۔ اور امام لوٹ آئے تو سجدہ سہو کرے اور اگر نہ لوٹے تو مقتدی اس کی پیروی نہ کرے بلکہ بیٹھا رہے یہاں تک کہ امام سلام پھیر لے۔

پنجم: قصر سے مانع بننے والی چیزیں...... چند چیزوں سے مسافر کا سفر ختم ہو جاتا ہے، قصر کرنا منع ہو جاتا ہے اور نماز پوری پڑھنا واجب ہو جاتا ہے سفر کے دوران ایک معین مدت تک کسی جگہ اقامت کی نیت کرنا (یہ مدت حنفیہ کے نزدیک پندرہ دن، مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک چار دن اور حنابلہ کے نزدیک چار دن سے زائد ہے۔

اپنی مستقل جائے اقامت کی طرف بالفعل لوٹ جانا۔

اور اس کے علاوہ بعض دوسرے حالات جو مذاہب میں مقرر ہیں۔

ا۔ مسافر معین مدت تک اقامت کی نیت کرے...... اس لئے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ جاتے ہوئے اور مکہ میں قیام کے دوران واپسی تک دو رکعتیں پڑھیں۔ ❷

چونکہ نصوص نے مدت اقامت کی کوئی حد مقرر نہیں کی اس لیے اس کی مقدار میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

حنفیہ...... ❸ حنفیہ فرماتے ہیں کہ آدھا مہینہ (پندرہ دن) یا اس سے زائد اقامت کی نیت کرنے سے قصر کرنا منع ہو جاتا ہے چاہے یہ نیت نماز میں ہی کیوں نہ ہو۔ بشرطیکہ نماز کا وقت ختم نہ ہوا ہو اور وہ لاحق نہ ہو۔ اگر اس نے اس مدت سے کم اقامت کی نیت کی ہو چاہے ایک ہی گھڑی کم ہو یا اس نے وقت نکلنے کے بعد اقامت کی نیت کی ہو اور وہ اسی میں ہو یا وہ لاحق ہو یعنی اس نے نماز کے شروع میں امام کو پایا ہو امام مسافر ہو پھر اس مقتدی کا وضو ٹوٹ جائے یا سو جائے اور امام کے فارغ ہونے کے بعد متنبہ ہو اور اقامت کی نیت کرے تو ایسا آدمی پوری نماز نہیں پڑھے گا بلکہ قصر کرے گا اگر چہ کئی سالوں تک مسافر ہے۔ اس لیے کہ آدھے مہینے سے کم وقت میں اقامت متحقق نہیں ہوتی اور اس لیے کہ وقت ختم ہونے کے بعد واجب ذمہ میں پکا ہو جاتا ہے جیسا کہ وقت کے اندر اور اس لیے کہ لاحق حکماً ایسے ہی ہوتا ہے جیسے امام کے پیچھے ہو۔

اقامت کی نیت قصر سے اس وقت مانع بنے گی جب چار شرطیں پائی جائیں۔

شرط...... چلنا بالفعل ترک کر دے۔ اگر ٹھہرنے کی نیت کی اور سفر بھی جاری رکھا تو مقیم نہیں بنے گا اسی پر قصر کرنا واجب ہوگا۔

دوسری شرط...... جائے اقامت ایسی ہو کہ اس میں ٹھہرا جا سکے جیسے شہر یا گاؤں اس طرح خیموں والوں کے لئے جنگل اگر اس نے ایسی جگہ ٹھہرنے کی نیت کی جو ٹھہرنے کے قابل نہیں جیسے سمندر متروک جزیرہ اور غیر آباد صحرا تو قصر کرے گا۔

تیسری شرط...... ایک جگہ ٹھہرنے کی نیت ہو اگر اس نے پندرہ دن کے لیے دو مستقل شہروں میں ٹھہرنے کی نیت کی جیسے مکہ اور منی میں تو یہ نیت ٹھیک نہیں ہے وہ قصر کرے گا اس لیے کہ ایک ہی جگہ پر پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرنا ضروری ہے۔

---

❶ اسکو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ، ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو صحیح کہا ہے۔ اس کی سند میں ضعف ہے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے شواہد کی وجہ سے اسے حسن کہا ہے جیسا کہ ابن حجر نے فرمایا ہے امام مالک نے مؤطا میں ایسی ہی روایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔ اس کی اسناد کے رجال ثقہ ائمہ ہیں۔ (نیل الاوطار: ۱۶۶/۳) ❷ اس کو ابو داؤد طیالسی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں روایت کیا۔ نیل الاوطار: ۲۰۸/۳۔ ❸ الدر المختار ورد المحتار ۷۳۸،۷۳۶/۱ الکتاب مع اللباب: ۱۰۸،۱۰۷/۱

چوتھی شرط...... اقامت کی نیت کرنے والا مستقل بالرائے ہو۔ اگر وہ کسی کے تابع ہو جیسے عورت اور خادم ہو تو وہ قصر کرے گا اگر چہ اقامت کی نیت کی ہو الا یہ کہ اسے علم ہو جائے اس کے متبوع نے اقامت کی نیت کر لی ہے تو وہ اس کی طرح پوری نماز پڑھے جیسا کہ گزر چکا۔

جو آئندہ کل یا اس کے بعد سفر کرنے کا انتظار کر رہا ہو یا کسی آنے والے یا قافلے کا منتظر ہو اور وہ نصف ماہ تک لیٹ نہ ہو یا وہ ایسے لشکر کے ساتھ ہو جس نے دار الحرب میں ٹھہرنے کی نیت کر لی ہو یا دار الحرب میں قلعے کا محاصرہ کر رکھا ہو تو وہ قصر کرے۔ پوری نماز نہ پڑھے جیسا کہ ہم نے بیان کر دیا۔

مالکیہ...... مالکیہ فرماتے ہیں: ❶ کہ پورے چار دن کسی جگہ ٹھہرنے کی نیت کرنے سے قصر کرنا منع ہو جاتا ہے داخل ہونے اور نکلنے کے دن ان میں شامل نہیں ہوں گے۔ البتہ ان چار دنوں میں بیس نماز آنی ضروری ہیں ورنہ قصر منع نہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اسے اس بات کا علم ہو کہ اس جگہ عام طور پر چار دن ٹھہرا جانا ہے مثلاً قافلے والوں کی عادت ہو کہ اس جگہ چار دن ٹھہرا کرتے ہوں تو نماز پوری پڑھے۔

اگر اس پر بیس نمازیں واجب نہ ہوں مثلاً ہفتے کی فجر سے پہلے شہر میں داخل ہوا اور منگل کے غروب آفتاب تک ٹھہرنے کی نیت کی اور عشاء سے پہلے نکل گیا تو قصر کرے گا اور اسکے سفر کا حکم ختم نہیں ہوگا اس لئے کہ اگر چہ چار دن پورے ہیں لیکن اس پر بیس نمازیں واجب نہیں ہوئیں۔

اگر چار دن قیام نہ کیا ہو مثلاً عصر سے پہلے وہ شہر میں داخل ہوا ابھی ظہر کی نماز نہیں پڑھی تھی اور پانچویں دن کی صبح کے بعد کوچ کرنے کی نیت کر لی تو وہ قصر کرے گا۔ سفر کا حکم ختم نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ اگر چہ اس پر بیس نمازیں واجب ہوگئی ہیں لیکن اس کا قیام صرف تین پورے دنوں کے لیے رہا ہے لھذا دونوں شرطوں کا ایک ساتھ پایا جانا ضروری ہے۔ پورے چار دنوں کا قیام اور بیس نمازوں کا وجوب۔

اگر وہ کسی کام کے لیے ٹھہرا کہ جب کام ہو گیا تو چلا جائے گا تو قصر کرتا رہے گا چاہے مدت لمبی ہو جائے الا یہ کہ اسے علم ہو کہ اسکا کام چار دنوں سے پہلے نہیں ہو سکتا۔ یہی حکم اس آدمی کا ہے جو ٹھہرنے کی نیت نہ کرے اور طویل عرصے تک ٹھہرا رہے۔ وہ قصر کرے گا۔

جس کسی نے حالت نماز میں اقامت کی نیت کر لی وہ نماز توڑ دے اگر اس نے ایک رکعت دونوں سجدوں سمیت پڑھ لی ہو تو دوسری ساتھ ملانا مستحب ہے۔ اگر اس نے یہی نماز پوری کر لی یا اسی کو قصر بنالیا تو کافی نہیں ہوگی۔ اگر اس نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد ٹھہرنے کی نیت کی تو اسے اختیاری وقت یعنی معتاد وقت میں لوٹا دے۔

جائے اقامت کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ ٹھہرنے کا قابل ہو۔ اقامت کی نیت سے اس سے لشکر والی صورت مستثنیٰ ہے جو دار الحرب میں ہو اور وہاں چار دن یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرلے۔ اس کے سفر کا حکم ختم نہیں ہوگا اور وہ قصر کرے گا۔

شافعیہ...... شافعیہ ❷ فرماتے ہیں کہ قصر کرنا اس وقت منع ہوگا جب مسافر پورے چار دن بھی راتوں کے ٹھہرنے کی نیت کرے یا مطلقاً ٹھہرنے کی نیت کرلے۔ صحیح قول کے مطابق داخل ہونے اور نکلنے کے دن شامل نہیں ہوں گے۔ اسی طرح اصح قول کے مطابق جگہ کا ٹھہرنے کے قابل ہونا بھی ضروری نہیں۔ اگر چار دن سے کم کی نیت کی تو قصر کرے گا۔ اگر اسے کوئی کام ہو اور اسے یقین ہو کہ وہ چار دن میں نہیں ہوگا۔ تو وہ وہ پوری نماز پڑھے، قصر نہ کرے چاہے ٹھہرنے کی نیت ہو یا نہ ہو۔

اگر وہ کسی شہر میں اس نیت سے ٹھہرے کہ جب بھی اس کا کام ہوا تو چلا جائے گا اور وہ کام کسی وقت بھی متوقع ہو تو وہ اٹھارہ دن تک قصر کر سکتا ہے جیسا کہ میں ذکر کر چکا ہوں۔

حنابلہ...... حنابلہ فرماتے ہیں (۳) کہ اگر مسافر نے مطلق ٹھہرنے کی نیت کی کوئی وقت مقرر نہیں کیا تو اس کے لیے قصر منع ہے اگر چہ وہ

❶..... الشرح الکبیر: ۱/۳۶۴، الشرح الصغیر: ۱/۳۶۵، القوانین الفقھیہ: ۸۵ ❷ مغنی المحتاج: ۱/۲۶۴ و مابعد۔ ❸ کشاف القناع: ۱/۶۰۵

جگہ ٹھہرنے کے قابل نہ ہو جیسے جنگل یا دارالحرب۔ اسی طرح اگر اس نے بیس نمازوں سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت کی یا چار دنوں سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت کی جن میں داخل ہونے اور نکلنے کے دن شامل ہیں تو وہ پوری نماز پڑھے۔

اگر وہ کسی ایسے کام کے لیے ٹھہرا جس کا ہونا متوقع ہو تو وہ قصر کرے گا اگرچہ کئی سال گزر جائیں جمہور فقہاء کی یہی رائے ہے البتہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف اٹھارہ دن تک قصر کر سکتا ہے جیسا کہ بیان ہوا۔

۲۔ دائمی جائے اقامت کی طرف واپسی یا واپسی کی نیت..... اس صورت سے میں اقامت اور وطن کی جدید اصطلاحات کی روشنی میں فقہاء کی قدیم اصطلاحات پر اعتماد کرتے ہوئے بحث کروں گا جدید اصطلاحات درج ذیل ہیں۔

الف۔ وطن..... کسی ملک کا وہ صوبہ جس کی طرف آدمی کی نسبت کی جاتی ہے اور آجکل صوبائی تقسیم کے لحاظ سے یہی قومیت کی بنیاد بنتا ہے۔ اس اصطلاح کا ہماری بحث سے کوئی تعلق نہیں۔

ب۔ دائمی جائے اقامت..... یعنی کام کی جگہ جہاں آدمی رہتا ہے یا کمائی کی جگہ۔

ج۔ جائے ولادت..... وہ ملک جہاں آدمی کی پیدائش اور نشو و نما ہوتی ہے وہیں اس کے گھر والے اور خاندان والے رہتے ہیں۔ حنفیہ کے نزدیک یہ دونوں وطن اصلی ہیں۔ اس لیے کہ ولادت شادی یا مستقل رہنے کی جگہ ہی وطن اصلی کہلاتی ہے۔

د۔ وقتی جائے اقامت..... وہ جگہ جہاں آدمی ایک مخصوص عرصے تک ٹھہرے یا کسی کام کے لیے کم و بیش مدت کے لیے ٹھہرے۔ اس کے مقابلے میں حنفیہ کا وطن اقامت اور وطن سکنی ہے۔ وطن اقامت جو پندرہ دن یا اس سے زیادہ ہو۔ وطن سکنی جو پندرہ دن سے کم ہو۔

ھ۔ بیوی کا شہر..... وہ شہر جس میں بیوی رہتی ہو چاہے اکیلی بیوی ہو یا دوسری بیوی ہو۔ یہ بھی وطن اصل کے مفہوم میں داخل ہے۔

ہماری بحث ان آخری چار اصطلاحات سے متعلق ہے۔

حنیفہ..... حنفیہ فرماتے ہیں [1] کہ وطن کی تین قسمیں ہیں:

وطن اصلی..... وہ جگہ جہاں آدمی کی پیدائش ہو یا شادی ہو یا شادی تو نہ ہوئی ہو مگر وہاں ہی رہنے کا ارادہ ہو وہاں سے منتقل ہونے کا ارادہ نہ ہو۔

وطن اقامت..... وہ جگہ جہاں پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت ہو۔

وطن سکنی..... جہاں پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت ہو۔ محققین نے وطن کی تبدیلی میں اس کا اعتبار نہیں کیا۔

مسافر اپنی نماز عادۃً کب پوری کرے گا۔ جب مسافر اپنے شہر یعنی دائمی جائے اقامت میں داخل ہو جائے تو نماز پوری کرے۔ اگرچہ اقامت کی نیت نہ کی ہو جیسے کوئی اپنے کام کے سلسلے میں واپس اپنے شہر آیا تو قصر نہیں کرے گا اس لئے کہ اپنا شہر اقامت کے لیے متعین ہے اور رخصت کا سبب یعنی سفر ختم ہو چکا ہے۔ یہ اس صورت میں ہے کہ اگر وہ مدت سفر (تین دن بمع راتوں کے) کی مقدار چل چکا ہو۔ اگر سفر کی مسافت طے کئے بغیر ہی واپسی ہوگئی ہو تو محض واپسی کی نیت سے ہی نماز پوری پڑھے گا اس لئے کہ قصر والا سفر نہیں پایا گیا۔ خلاصہ یہ کہ ان دو صورتوں میں نماز پوری پڑھنا واجب ہے۔ وطن کی طرف واپسی کی صورت میں اور قصر کی مسافت طے کرنے سے پہلے وطن واپسی کی نیت

---

[1] ..... اللباب: ۱۰۹/۱ مراقی الفلاح ۸۳ الدر المختار ورد المحتار: ۷۳۶/۱، ۷۴۲ ومابعد فتح القدیر: ۴۰۳/۱ ومابعد

کرنے سے۔ اگر قصر کی مسافت طے کرنے کے بعد واپسی ہو تو بالفعل اپنے شہر پہنچنے تک قصر کرتا رہے گا۔

وطن سے منتقل ہونے کی صورت میں مسافر کب پوری نماز پڑھے گا اور کب قصر کرے گا:

الف: وطن اصلی سے منتقلی...... اگر دائمی جائے اقامت جیسے آجکل ملازمت کی جگہیں ہوتی ہیں سے منتقل ہو کر دوسرے وطن چلا جائے جس میں اس کی بیوی ہو یا اپنی پیدائش کی جگہ چلا جائے جہاں اس کی بیوی رہتی ہو جیسے دیہات میں تو وہ پوری نماز پڑھے گا جیسے ایک آدمی دمشق میں ملازم تھا وہ دیہات میں اپنے اصلی گاؤں گھر والوں (بیوی) سے ملنے چلا گیا تو وہ اپنی نماز پوری پڑھے گا چاہے ملازمت کی جگہ اور دیہات کے درمیان قصر کی مسافت ہو یا نہ ہو اس لیے کہ اس صورت میں اس کے دو وطن ہیں اور ہر ایک آپ کا وطن اصلی ہے۔

اگر اس کے گھر والے دیہات میں نہ رہتے ہوں تو وہ قصر کرے گا اگر چہ اس کی زمین اور مکان وہاں موجود ہوں اس لئے کہ مقام پیدائش اگر چہ وطن اصلی ہوتا ہے لیکن وہ دوسرے وطن اصلی یعنی ملازمت کی جگہ سے باطل ہو گیا ہے اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ اگر کسی نے خود گھر والوں اور سامان سمیت دوسری جگہ ہجرت کر لی تو اس کا وطن اصلی باطل ہو گیا اب اگر پہلی جگہ کسی کام سے آیا تو قصر کرنا واجب ہو گا۔

اسی طرح اگر ملازمت والی جگہ سے منتقل ہو گیا اور دوسری جگہ کو اپنا وطن بنالیا اب اگر اس ملازمت والی جگہ آئے تو نماز میں قصر کرے گا۔ اس لئے کہ یہ جگہ اب اس کا وطن نہیں رہی وجہ یہ ہے کہ وطن اصلی دوسرے وطن اصلی سے باطل ہو جاتا ہے لیکن سفر سے باطل نہیں ہوتا۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد مکہ میں اپنے آپ کو مسافروں میں شمار کیا۔ ہاں اگر دوسرے شہر میں ایک مخصوص مدت تک کے لیے سفر کیا مثلاً دمشق چھوڑ کر حلب کیا پھر دمشق لوٹ آیا تو نماز پوری پڑھے گا۔ اس لیے کہ وطن اصلی نہ تو وطن اقامت سے باطل ہوتا ہے اور نہ ہی سفر سے۔ وجہ یہ ہے کہ کوئی بھی چیز اپنے سے کم درجے والی چیز سے باطل نہیں ہوتی بلکہ برابر والی یا اس سے اوپر والی چیز سے باطل ہوتی ہے۔

ب: وطن اقامت سے منتقلی...... جو آدمی مختلف شہروں میں منتقل ہوتا رہا ایک شہر میں وہ پندرہ دن کے لیے ٹھہرا پھر دوبارہ اسی شہر میں واپسی آیا تو وہ قصر کرے گا الا یہ کہ نئے سرے سے پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کر لے۔ اس لیے کہ وطن اقامت دوسرے وطن اقامت سے اور سفر شروع کرنے سے باطل ہو جاتا ہے جس طرح کہ وطن اصلی سے باطل ہو جاتا ہے۔

وطن اقامت کسی دوسری جگہ سے سفر شروع کرنے سے باطل نہیں ہوتا الا یہ کہ مسافر کا اس پر سے گزر ہو اور اس کے اور سفر والی جگہ کے درمیان قصر کی مسافت سے کم فاصلہ ہو۔

مالکیہ...... مالکیہ فرماتے ہیں [1] کہ مسافر پر درج ذیل صورتوں میں قصر منع ہے۔

مسافر اپنے اصلی شہر میں واپس آجائے جہاں اس کی پیدائش ہوئی ہے اور جس کی طرف اس کی نسبت کی جاتی ہے اسی طرح اگر اس شہر سے گزر ہو تو بھی قصر منع ہے۔

کسی شہر میں دائمی اقامت کی نیت کر دینے سے، اپنی بیوی کے شہر میں داخل ہونے سے بشرطیکہ اس سے ہمبستری کر چکا ہو اور وہ نافرمان (ناشزۃ) نہ ہو۔ اگر چہ چار دن ٹھہرنے کی نیت نہ کی ہو۔

کسی شہر میں چار دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرنے سے۔

---

[1] الشرح الکبیر ۱/ ۳۶۲ وما بعد: الشرح الصغیر: ۱/ ۸۰ وما بعد

ایسی بیوی کے شہر میں داخل ہونا قصر سے مانع نہیں جس سے ہمبستری نہ کی ہوئی ہو یا وہ نافرمان ہو۔
رہا واپسی کا معاملہ تو واپسی اس کے لیے مستقل سفر ہے اگر وہاں قصر کی مسافت ہو تو قصر کرے ورنہ پوری نماز پڑھے۔
راستے میں اپنے وطن یا بیوی کے ہاں جانے کی نیت کرنے سے بھی قصر کرنا منع ہو جاتا ہے بشرطیکہ اس کے اور نیت کردہ گھر کے درمیان قصر کی مسافت نہ ہو۔

شافعیہ.....شافعیہ فرماتے ہیں ❶ کہ گرمیوں سردیوں کی دائمی جائے اقامت کو وطن کہتے ہیں۔
ان کے نزدیک درج ذیل صورتوں میں قصر منع ہے۔
وطن واپسی لوٹنے سے۔
کسی جگہ مطلقاً ٹھہرنے کی نیت کرنے سے یا پورے چار دن ٹھہرنے کی نیت کرنے سے یا کسی ایسے کام کے لیے جو مذکورہ مدت میں ہی پورا ہو سکتا ہے۔
وطن واپس لوٹنے کی نیت سے یا اس میں تردد کی وجہ سے بشرطیکہ وہ ٹھہرا ہوا ہو چل نہ رہا ہو اور مستقل ہو کسی کے تابع نہ ہو۔ اگرچہ وہ جگہ ٹھہرنے کے قابل نہ ہو جیسے جنگل وغیرہ۔ قصر کی مسافت سے کم ہو اگر وہ رکا ہوا نہ ہو بلکہ چل رہا ہو اور مستقل نہ ہو بلکہ تابع ہو جیسے بیوی اپنے شوہر کے تابع ہوتی ہے تو بالفعل واپسی تک قصر کرے۔
درج ذیل صورتوں میں نماز پوری نہیں پڑھے گا بلکہ قصر کرے گا۔
اگر وہ اپنے وطن سے محض گزرنے کا ارادہ رکھتا ہو وہاں ٹھہرنا نہ ہو۔
اگر وہ کسی شہر میں کسی کام کے سلسلے میں ٹھہرا ہوا ہو اور وہ کام کسی بھی وقت متوقع ہو تو اٹھارہ دن تک قصر کر سکتا ہے۔
وطن یعنی دائمی جائے اقامت کے علاوہ کسی واپس لوٹنے کی صورت میں بھی قصر کرے گا اگرچہ وہاں اس کے گھر والے اور خاندان والے ہو۔ اگر کوئی کام نہ ہو تو غیر وطن کی طرف واپسی کی نیت کرنے سے قصر نہیں کرے گا اگر کوئی حاجت ہو تو قصر کرے۔ ❷

حنابلہ.....حنابلہ فرماتے ہیں کہ ان صورتوں میں قصر کرنا منع ہے۔
ا۔ وطن واپسی کی صورت میں۔
قصر کی مسافت طے کرنے سے پہلے واپسی کی نیت کرنے سے۔
اپنے وطن سے گزرتے ہوئے۔ اگرچہ گزرنے کے علاوہ کوئی حاجت نہ ہو۔ اس لیے کہ یہ اس وقت مقیم کے حکم میں ہے۔
کسی ایسے شہر سے گزرتے ہوئے جس میں اس کی بیوی ہو اگرچہ یہ اس کا وطن نہ ہو۔ اس سے جدا ہونے تک قصر منع ہے۔ اس لئے کہ یہ بھی اس صورت میں مقیم کی طرح ہے۔
اس شہر سے گزرتے وقت جس میں شادی کی ہو۔ اس سے جدا ہونے تک قصر منع ہے۔ اس لیے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا۔ جس نے کسی شہر میں شادی کی ہو وہ وہاں مقیم والی نماز پڑھے ❸ اس حدیث کا ظاہر یہ بتاتا ہے کہ بیوی کی جدائی کے بھی یہی حکم ہے۔ لیکن اگر اس کے وہاں رشتہ دار جیسے ماں باپ ہوں یا مویشی ہو یا مال ہو تو قصر منع نہیں ہے جب کہ یہ مذکورہ لوگوں میں سے نہ ہو۔

---

❶.....مغنی المحتاج: ۱/۲۶۴۔ ❷ کشاف القناع: ۱/۶۰۰۔ ❸ رواہ احمد رحمۃ اللہ علیہ۔

مذاہب کی آراء کا خلاصہ

حنفیہ...... ❶ حنفیہ کے نزدیک ان صورتوں میں قصر کرنا منع ہو جاتا ہے۔

۞...... کسی ایک شہر یا گاؤں میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرنے سے۔ دو شہروں میں ٹھہرنے کی نیت کرنے سے قصر کا حکم ختم نہیں ہوتا اگر ان میں سے کسی ایک کو شب باشی کے لیے متعین نہ کیا ہو۔

۞...... اپنے وطن یعنی دائمی جائے اقامت کی طرف واپسی کرنے سے اگر اپنے شہر سے قصر کی مسافت طے کر چکا ہو۔

۞...... مسافر کے مقیم کی اقتداء کرنے سے۔

۞...... مستقل بالرائی نہ ہونے کی وجہ سے۔

۞...... کسی متعین جہت کا قصد نہ کرنے کی صورت میں۔

مالکیہ...... ❷ درج ذیل پانچ صورتوں میں سے کوئی ایک صورت پیش آ جائے تو قصر کرنا منع ہو جاتا ہے:

۱...... جس شہر میں اسے واپس آنا تھا اس میں داخل ہونے سے چاہے وہ اس کا وطن ہو یا نہ ہو اور اگر اس نے وہاں چار دن ٹھہرنے کی نیت نہ کی ہو۔ البتہ اگر اس نے کسی شہر میں وقتی اقامت اختیار کی ہو وہ اس کو سفر کی نیت سے چھوڑ دے اور پھر اسی شہر میں واپس آ جائے تو قصر کرے گا۔

وہ شہر جہاں سے اس نے سفر کیا ہے اس سے اس کا اپنا وطن یا بیوی کی جگہ مراد ہے جو مسافت کے دوران آتی ہو۔ شہر میں داخلہ قصر کے لیے مانع ہے اس لیے کہ شہر میں داخل ہونے کے بعد غالب گمان یہی ہوتا ہے کہ اس میں ٹھہر جائے۔ جبکہ ٹھہرنے کی نیت قصر کے لیے مانع بنتی ہے تو ٹھہرنے کا فعل بطریق اولیٰ مانع بنے گا۔

۲...... سفر کی مسافت طے کرنے سے پہلے ہی اپنے وطن یا اپنی مدخول بھا بیوی کی جگہ کی طرف واپس لوٹنا۔ محض واپس کی ابتداء ہی سے سفر کا حکم ختم ہو جائے گا۔ ❸

۳...... ایک شہر سے دوسرے شہر جاتے ہوئے اپنے وطن سے گزر ہو جائے تو اس میں داخل ہونے سے قصر کرنا منع ہو جائے گا۔

۴...... پورے چار دن جس میں بیس نمازیں آتی ہوں کسی جگہ ٹھہرنے کی نیت کرنے سے یا اس بات کا پہلے سے علم ہونے سے کہ عادۃً اس جگہ چار دن ٹھہرا جاتا ہے۔ مثلاً قافلے والوں کی یہ عادت ہے کہ وہاں چار دن ٹھہرتے ہیں۔

۵...... مدخول بھا بیوی کی جگہ جانے سے۔ اس لیے کہ وہ وطن کے حکم میں ہے۔ باقی رشتہ داروں ماں باپ وغیرہ کے ہاں جانا قصر سے مانع نہیں۔

شافعیہ...... ❹ ان صورتوں میں قصر منع ہے۔

۞...... کسی جگہ پورے چار دن ٹھہرنے کی نیت کرنے سے۔

۞...... وطن یعنی دائمی جائے اقامت لوٹنے سے۔

۞...... مسافر کے مقیم یا مشکوک السفر کی اقتداء کرنے سے۔

۞...... کسی معین جہت کا ارادہ کئے بغیر سفر کرنے سے۔

---

❶...... اللباب شرح الکتاب: ۱/۱۰۷-۱۰۸ مراقی الفلاح: ۷۲ الدر المختار: ۱/۷۳۶-۷۳۸ ❷ الشرح الکبیر: ۱/۳۶۲، ۳۶۴، الشرح الصغیر: ۱/۴۸۰-۴۸۱ ❸ مغنی المحتاج ۱/۲۶۷-۲۷۱ ❹ کشاف القناع: ۱/۶۰۰-۶۰۵

- .....قصر کی مسافت سے کم میں مستقل بالرائے نہ ہونے سے۔
- .....گناہ والے سفر میں۔
- .....نماز کے دوران سفر ختم کر دینے سے۔
- .....نماز کے شروع میں قصر کی نیت نہ کرنے سے۔

حنابلہ.....حنابلہ کے نزدیک ایسی صورتوں میں قصر منع ہے۔

۱.....مسافر کے اپنے وطن سے گزرنے سے۔ اگرچہ گزرنے کے علاوہ کوئی کام نہ ہو۔

۲.....ایسے شہر سے گزرنے سے جس میں اس کی بیوی ہو۔ اگرچہ یہ اس کا وطن نہ ہو

۳.....اس شہر سے گزرنے سے جس میں شادی کی تھی۔ ان حالات کا ذکر قریب میں ہی گزر چکا ہے۔

۴.....اگر حضرت میں حالت اقامت نماز شروع کی ہو اور پھر سفر کرے۔

۵.....اگر حضر میں اس پر نماز کا وقت گزر جائے پھر سفر کرے۔

۶.....اگر چار رکعت والی نماز سفر میں شروع کی پھر قیام کر لیا جیسے کوئی کشتی پر سوار تھا اور اس کی کشتی نماز کے دوران وطن پہنچ گئی حضر کے حکم کو غلبہ دیتے ہوئے۔

۷، ۸.....اگر سفر میں حضر کی نماز یاد آ گئی یا اس کے برعکس ہوا یعنی حضر میں سفر کی نماز یاد آ گئی تو اس پر پوری نماز پڑھنا لازمی ہے۔ اس لیے کہ وہ اصل ہے اس لئے حضر کے حکم کو غالب رکھا جائے گا۔

۹، ۱۰.....اگر اس نے مقیم یا کسی اور ایسے آدمی کی اقتداء کر لی ہو جس پر پوری نماز پڑھنا لازم ہے۔

۱۱.....کسی ایسے آدمی کی اقتداء کر لی جس کے مسافر ہونے میں شک تھا۔ یا کسی ایسے آدمی کی اقتداء کی جس کے بارے میں غالب گمان یہ تھا کہ وہ مقیم ہے اگرچہ بعد میں اس کا مسافر ہونا ظاہر ہو جائے۔ اس لئے کہ نماز شروع کرتے وقت اس کا مسافر ہونا یقینی نہیں تھا۔

۱۲.....کسی ایسی نماز کی ابتداء کی جس کو پورا کرنا لازم تھا۔ وہ فاسد ہوگئی تو اس کو لوٹایا جیسے کسی مقیم کے پیچھے نماز پڑھنے لگا۔ نماز کے دوران حدث لاحق ہو گیا تو پوری نماز لوٹانا لازم ہوا۔ اس لیے کہ یہ پہلے پوری لازم ہوئی تھی اب اس کی قصر لوٹانا جائز نہیں۔

۱۳.....اگر نماز شروع کرتے وقت قصر کی نیت نہیں کی تو پوری نماز پڑھنا لازم ہے۔ اس لیے کہ اصل یہی ہے اور مطلق نیت سے یہی مراد ہوگی۔

۱۴.....اگر نماز میں شک ہو جائے کہ قصر کی نیت کی تھی یا نہیں تو اگر بعد میں نماز کے دوران یاد آ جائے تو پوری نماز پڑھنا لازم ہے۔ اس لئے کہ نماز کے بعض حصہ میں پوری نماز پڑھنے کا سبب پایا گیا ہے اسی کو اصل ہونے کی وجہ سے غالب رکھا جائے گا۔

۱۵.....اگر اس نے پوری نماز یا کچھ نماز سفر میں جان بوجھ کر چھوڑ دی کہ بلا عذر اس کو مؤخر کرتا رہا یہاں تک کہ اس کا وقت نکل گیا تو ایسی نماز پوری پڑھنا لازم ہے حرام سفر پر قیام کرتے ہوئے اس لیے کہ جان بوجھ کر بلا عذر نماز کو مؤخر کرنے سے وہ گناہ گار ہو گیا ہے۔

۱۶.....سفر کو گناہ والے سفر میں بدلنے کا عزم کرنا جیسے ڈاکہ زنی وغیرہ اور کسی ایسی جگہ میں واپسی کی نیت کرنا کہ اس کے اور وطن کے درمیان قصر کی مسافت سے کم فاصلہ ہو۔

۱۷.....اگر نماز میں ہی گناہ والے سفر سے توبہ کر لی تو اس کو پورا کرنا لازم ہے اسی طرح اگر قصر کے حرام ہونے کے اعتقاد کے باوجود قصر نماز پڑھ لی تو پوری نماز پڑھے اگرچہ وہ اپنے اعتقاد میں غلط ہو۔

۱۸.....اگر مسافر نے قصر کی نیت کرنے کے بعد دوران نماز پوری نماز پڑھنے کی نیت کی تو وہ پوری نماز پڑھے اس لیے کہ اس نے اصل کی طرف رجوع کیا ہے۔

۱۹.....اسی طرح اگر اس نے کسی شہر میں چاہے وہ شہر دار الحرب میں ہو یا نا قابل اقامت جنگل ہو مطلق ٹھہرنے کی نیت کی عرصہ مخصوص نہیں کیا تو بھی پوری نماز پڑھے گا اس لئے کہ اقامت کی نیت کرنے سے قصر کو مباح کرنے والا سفر ختم ہو گیا۔

۲۰.....اگر بیس نمازوں سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت کی تو پوری نماز پڑھے۔

۲۱.....اگر نیت میں شک ہو کہ قصر سے مانع اقامت کی نیت کی ہے یا نہیں تو پوری نماز پڑھے اس لئے یہ پوری نماز پڑھنا اصل ہے محض رخصت کے شک کی وجہ سے اس کو نہیں چھوڑ جائے گا۔

ششم: سفر میں فوت شدہ نمازوں کی قضاء.....فوت شدہ نمازوں کی قضاء کے بیان میں یہ بحث گزر چکی ہے یہاں میں اختصار کے ساتھ فقہاء کی آراء ذکر کرتا ہوں۔

حنفیہ اور مالکیہ.....حنفیہ ❶ اور مالکیہ فرماتے ہیں کہ سفر میں فوت شدہ نماز کی قضا حضر میں (مقام پر) دو کے بعد نہیں بدلتا۔ اور اس لیے بھی کہ قضاء اداء کے مطابق ہوتی ہے۔

شافعیہ اور حنابلہ.....شافعیہ اور حنابلہ فرماتے ہیں کہ حضر میں فوت ہونے والی نماز کی قضاء چار رکعت ہے چاہے سفر میں قضاء کی جائے یا حضر میں۔ اس لیے کہ قصر سفر کی رخصتوں میں سے ایک ہے لہٰذا سفر ختم ہوتے ہی وہ باطل ہو جائے گی جیسے تین دن تک مسح کرنے کی رخصت اور اس لیے بھی کہ یہ نماز اس پر پوری پوری ثابت ہوئی تھی۔

سفر کی فوت شدہ نمازوں کی قضاء سفر میں بطور قصر ہوگی نہ کہ حضر میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا راجح قول یہی ہے اس لئے کہ یہ سفر میں واجب ہوئی ہے اس لئے سبب کے وجود کو دیکھا جائے گا۔ ❷

مجھے یہ دونوں رائیں برابر لگتی ہیں۔ دونوں میں سے ایک کو لیا جا سکتا ہے۔ دینی اعتبار سے جس میں زیادہ احتیاط لگے اسے اختیار کر لے۔

ہفتم۔ سفر میں سنت نماز:

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ❸ سفر میں مطلق نوافل کے استحباب پر فقہاء متفق ہیں۔ البتہ سنن مؤکدہ کے بارے میں اختلاف ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور بعض دیگر حضرات نے ان کو ترک کیا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور نے ان کو مستحب کہا ہے۔

ان کی پہلی دلیل وہ عام احادیث ہیں جو مطلقاً سنن مؤکدہ کے مندوب ہونے کے بارے وارد ہوئی ہیں اور وہ حدیث کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح کے دن چاشت کی نماز اور صبح کی دو رکعتیں پڑھیں جب سب سو گئے تھے یہاں تک کہ سورج طلوع ہو گیا تھا اور دوسری احادیث جن کو اصحاب السنن نے روایت کیا ہے۔

دوسری دلیل مطلق نوافل پر قیاس ہے۔

باقی صحیحین میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے جو مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا میں نے انہیں سفر میں نفل پڑھتے نہیں دیکھا۔ ایک اور روایت میں ہے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا میں نے انہیں سفر میں دو رکعت سے زیادہ نماز نہیں پڑھتے دیکھا۔

---

❶.....فتح القدیر: ۱/۴۰۵ مراقی الفلاح ۷۲ اللباب: ۱/۱۱۰ القوانین الفقهیه: ۷۱ الشرح الکبیر: ۱/۲۶۳، ❷مغنی المحتاج: ۱/۲۶۳، المغنی: ۲/۲۸۲ وما بعد ❸نیل الاوطار: ۳/۲۱۹ وما بعد۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ بھی ایسے ہی کرتے تھے تو اس کے بارے میں علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہوسکتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سنتیں اپنی قیام گاہ پر پڑھی ہوں اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے نہ دیکھا ہو اس لیے کہ نفل گھر میں پڑھنا افضل ہے اور ہوسکتا ہے بعض اوقات بیان جواز کے لیے چھوڑ بھی دیا ہو۔

حنفیہ فرماتے ہیں...... ❶ کہ اگر مسافر حالت امن اور حالت قرار میں ہو یعنی کسی جگہ ٹھہرا ہوا ہو تو سنن مؤکدہ ادا کرے اور اگر خوف کی حالت میں ہو اور سفر جاری ہو تو چھوڑ دے۔ یہی مختار ہے امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اس موضوع پر فرماتے ہیں: سفر میں سنن مؤکدہ پڑھنا جائز ہے۔ جو چاہے پڑھے اور جو چاہے چھوڑ دے۔ اس پر ائمہ کا اتفاق ہے کبھی بوجہ ضرورت ان کو پڑھنا افضل ہوتا ہے اور کبھی چھوڑنا افضل ہوتا ہے جب کہ انسان اس سے افضل کسی کام میں مصروف ہو لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سنن مؤکدہ میں سے فجر کی دو رکعتوں اور وتر کے علاوہ کچھ نہیں پڑھتے تھے۔ رہی ظہر سے پہلے اور بعد اور مغرب کے بعد کی سنتیں تو ان کے بارے میں کسی سے یہ منقول نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سفر میں پڑھی ہوں۔ ❷

دوسرا مقصد......جمع بین الصلوتین/ دو نمازوں کو جمع کرنا:

اول: دو نمازوں کو جمع کرنے کی مشروعیت......حنفیہ ❸ کے سوا جمہور کے نزدیک ظہر اور عصر کی جمع تقدیم یعنی ظہر کے وقت میں اور جمع تاخیر یعنی عصر کے وقت میں دونوں جائز ہیں جمعے میں ظہر کی طرح جمع تقدیم جائز ہے۔ اسی طرح مغرب اور عشاء میں جمع تقدیم اور تاخیر دونوں جائز ہیں۔ البتہ یہ قصر کی طرح طویل سفر (۸۹ کلومیٹر) میں جائز ہے۔

جمع بین الصلوٰتین ظہر اور عصر میں اور مغرب اور عشاء ہوتی ہے۔ پہلی نماز کے وقت میں جمع کو جمع تقدیم اور دوسری نماز کے وقت میں جمع کو جمع تاخیر کہتے ہیں۔ البتہ دو نمازوں کو جمع نہ کرنا افضل ہے اس سے اختلاف سے بھی بچت ہو جاتی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس پر ہمیشگی نہیں کی اگر یہ افضل ہوتا تو قصر کی طرح اس پر بھی ہمیشگی فرماتے۔

جمع تاخیر کی دلیل حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ والی احادیث ہیں جو صحیحین میں آئی ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سورج کے مائل ہونے سے پہلے سفر کرتے تو ظہر کو عصر تک مؤخر کر دیتے پھر ٹھہر کر دونوں کو جمع فرمادیتے اور اگر سفر سے پہلے سورج مائل ہو جاتا تو ظہر پڑھتے اور پھر سوار ہوتے۔ ❹

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ والی حدیث میں ہے کہ انہیں گھر والوں میں سے کسی کی مدد کے لیے بلایا گیا تو انہیں تیز چلنا پڑا۔ انھوں نے مغرب کو شفق غروب ہونے تک مؤخر کیا پھر رک کر دو نمازوں کو جمع کیا۔ اور انہیں بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب تیز چلنا ہوتا تھا تو اس طرح کرتے تھے۔ ❺

جمع تقدیم کی دلیل حضرت معاذ رضی اللہ عنہ والی صحیح حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک میں جب مغرب کے بعد سفر کرتے

---

❶......الدر المختار: ۱/ ۷۴۳۔ ❷فتاوی: ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ: ۲۲/ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ❸الشرح: ۱/ ۳۶۸ مغنی المحتاج: ۱/ ۲۷۱ وما بعد: المھذب ۱/ ۱۰۴ کشاف القناع ۲/ ۱۳ ۱ ۱ المغنی: ۲/ ۲۷۱۔ ❹متفق علیہ (نیل الاوطار: ۳/ ۲۱۲) ❺امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث ان الفاظ میں نقل کی ہے۔ اس مفہوم کی روایت امام ابن ماجہ کے علاوہ محدثین کی ایک جماعت نے نقل کی ہے جمع تاخیر کی حدیث حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے (نیل الاوطار ۳/ ۲۱۳ وما بعد)

تو عشاء جلدی پڑھتے۔ اسے مغرب کے ساتھ پڑھ لیتے۔ ❶

حنفیہ...... حنفیہ ❷ فرماتے ہیں کہ دو موقعوں کے علاوہ جمع بین الصلوتین جائز نہیں۔ ایک تو حاجی کے لیے عرفہ کے دن ظہر اور عصر کی جمع تقدیم ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ۔ اس لئے کہ عصر اپنے مقررہ وقت سے پہلے ادا کی جاتی ہے اس لئے اس کی اقامت الگ ہوگی تاکہ لوگوں کو پتہ چل جائے۔ دوسرے مزدلفہ کی رات مغرب اور عشاء کی جمع تاخیر ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ یہاں عشاء اپنے وقت پر ہوتی ہے اس لئے علیحدہ اقامت کی ضرورت نہیں۔

ان کی دلیل یہ ہے کہ نماز کے اوقات تواتر سے ثابت ہیں۔ انہیں خبر واحد کی وجہ سے ترک کرنا جائز نہیں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جیسے شیخین نے روایت کیا ہے: قسم اس ذات کی جس کے بغیر کوئی معبود نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی نماز اس کے وقت کے علاوہ نہیں پڑھی سوائے دو نمازوں کے۔ عرفہ میں ظہر اور عصر کو جمع کیا ہے اور مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کو۔

حق یہ ہے کہ جمع بین الصلوتین جائز ہے اس لئے کہ یہ سنت سے ثابت ہے۔ اور سنت قرآن کی طرح شریعت کا ماخذ ہے۔

دوم: جمع بین الصلوتین کے اسباب اور شرطیں...... جمع تقدیم وتاخیر کو جائز کہنے والوں کا اتفاق ہے کہ تین احوال میں جمع جائز ہے۔ سفر، بارش اسی طرف برف اور اولے اور عرفہ او مزدلفہ کی جمع۔ ان کے علاوہ دیگر احوال میں اور جمع کے صحیح ہونے کی شرطوں میں اختلاف ہے۔

مالکیہ...... مالکیہ فرماتے ہیں کہ ظہر اور عصر میں اور مغرب اور عشاء میں جمع تقدیم اور جمع تاخیر کے اسباب چھ ہیں: سفر بارش، اندھیرے میں کیچڑ، بیماری جیسے بے ہوشی وغیرہ عرفہ اور مزدلفہ۔

ان سب صورتوں میں جمع بین الصلوتین جائز ہے سوائے عرفہ اور مزدلفہ کے کہ یہاں جمع سنت ہے۔

سفر...... سفر میں جمع مطلقاً جائز ہے چاہے سفر لمبا ہو یا چھوٹا۔ بشرطیکہ سفر خشکی کا ہو بحری نہ ہو اس لیے کہ رخصت کو اپنے مورد پر بند رکھتے ہیں۔ اسی طرح وہ مسافر گناہ والا اور لہولعب والا سفر نہ کررہا ہو۔

سفر میں جمع تقدیم کے جواز کی دو شرطیں ہیں:

۱...... جب ظہر کا وقت داخل ہو تو مسافر اپنے پڑاؤ والی جگہ میں آرام کررہا ہو۔

۲...... عصر کے وقت سے پہلے کوچ کرنے کی نیت ہو اور آرام کے لیے اگلا پڑاؤ سورج غروب ہونے کے بعد کرنا ہو۔ اگر اصفرار شمس سے پہلے آرام کرنے کی نیت کی ہو تو صرف ظہر پڑھے گا اور عصر کو اپنے اختیاری وقت تک مؤخر کرنا واجب ہوگا۔ اگر پہلے بھی پڑھ لی تو ادا ہو جائے گی۔

اگر اصفرار شمس کے بعد اور غروب سے پہلے آرام کی نیت کی ہو تو ظہر کو اپنے وقت میں پڑھے اور عصر میں اختیار ہے چاہے تو پہلے پڑھے اور چاہے تو بعد میں جب آرام کے لئے رکے اس وقت پڑھ لے۔

اگر ظہر کا وقت داخل ہوتے وقت سفر جاری تھا تو اگر اس نے سورج کے اصفرار کے وقت یا اس سے پہلے رکنے کی نیت کی ہے تو ظہر تو مؤخر

---

❶ ...... اس حدیث کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ، ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ، حاکم رحمۃ اللہ علیہ، بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو حسن اور بیہقی اور ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح کہا ہے۔ (سابقہ حوالہ)

❷ اللباب (۱/ ۱۸۵، ۱۸۷)

کر دے اور عصر کے ساتھ جمع تاخیر کر دے۔ اگر غروب کے بعد رکنے کی نیت کی ہو تو دونوں نمازوں میں جمع صوری کرے ظہر کو اس کے آخری اختیاری وقت میں پڑھے اور عصر کو اس کے پہلے اختیاری وقت میں پڑھے۔

مغرب اور عشاء کی بھی یہی تفصیل ہے۔ بس زوال (وقت ظہر) کی جگہ غروب آفتاب آ جائے گا غروب کی جگہ طلوع فجر آ جائے گا اور اصفرار شمس کی جگہ رات کے آخری دو ثلث آ جائیں گے۔

مرض...... پیٹ درد کے مریض وغیرہ کے لیے جمع صوری جائز ہے کہ پہلے فرض کو اس کے اختیاری وقت کے آخر میں اور دوسرے فرض کو اس کے اختیاری وقت کے شروع میں اداء کرے۔ اس صورت میں فائدہ یہ ہوگا کہ جمع صوری مکروہ نہیں ہوگی۔ تندرست آدمی کے لیے جمع صوری مکروہ ہوتی ہے۔

جیسے دوسری نماز (عصر اور عشاء) کے وقت بے ہوش ہونے سر چکرانے یا بخار کا خوف ہو تو وہ دوسری نماز کو پہلی کے ساتھ پڑھ سکتا ہے۔ راجح قول کے مطابق یہ جائز ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مریض کو اگر اپنی عقل کے کھو جانے کا خوف ہو یا جمع میں اس کے لیے زیادہ آسانی ہو تو وہ جمع کر سکتا ہے اور اس کا وقت پہلی نماز کا وقت ہے۔

بارش اور کیچڑ...... بارش، برف اور اولے یا اندھیرے میں کیچڑ بالفعل موجود ہو یا متوقع یہ ہو صرف جمع تقدیم کو جائز کرتے ہیں وہ بھی مغرب اور عشاء مسجد میں باجماعت پڑھنے والوں کے لیے جب کہ بارش زیادہ ہو اور عام لوگ اپنے سر ڈھانپنے لگیں۔ اسی طرح کیچڑ اور مٹی بھی اتنی زیادہ ہو کہ متوسط قسم کے لوگ جوتی نہ پہن سکیں۔ جمع صرف اسی وقت جائز ہے جب کیچڑ اور اندھیرا دونوں ہوں۔ کسی ایک کے پائے جانے سے جمع جائز نہیں۔

اگر جمع بین الصلوٰتین کے شروع ہونے کے بعد بارش ختم ہوگئی تو اسے جاری رکھنا جائز ہے مشہور یہ ہے کہ یہ دونوں نمازیں الگ الگ اذان اور اقامت کے ساتھ ہوں گی پہلی اذان مغرب کے لیے منارے پر بلند آواز سے ہوگی۔ دوسری آذان آہستہ سے مسجد کے اندر ہوگی نہ کہ منارے پر اذان کے لیے مغرب پڑھنے میں تین رکعت کی مقدار تاخیر کرنا مستحب ہے۔ پھر مسجد میں نفل پڑھے بغیر گھروں کو لوٹ جائیں۔ اس لئے کہ اس وقت نفل مکروہ ہیں۔ جمع کے بعد شفق غروب ہونے تک مسجد میں نفل اور وتر نہیں پڑھ سکتے۔

دونوں نمازوں کے درمیان نفل نہیں پڑھے جائیں گے۔ نفل مکروہ ہیں لیکن جمع کے صحیح ہونے سے مانع نہیں۔ یہ جمع مسجد کے پڑوسی کے لیے جائز نہیں اگر چہ وہ مریض ہو اور اس کے لیے مسجد جانا مشکل ہو یا عورت ہو اور اس سے فتنے کا خدشہ نہ ہو۔

اسی طرح یہ جمع اس کے لیے بھی جائز نہیں جو مسجد میں اکیلے نماز پڑھے۔ ہاں اگر وہ امام راتب ہو اور اسے اپنے گھر لوٹنا ہو تو وہ اکیلا بھی نمازوں کو جمع کر سکتا ہے۔ وہ جمع اور امامت دونوں کی نیت کرے گا۔ اس لیے کہ یہ بمنزلہ جماعت ہے۔

پہلی نماز میں جمع کی نیت کرنا واجب ہے جیسا کہ امامت کی نیت۔

حج میں جمع بین الصلوتین...... حج میں جمع بالاتفاق سنت ہے۔ حاجی کے لیے سنت ہے کہ عرفہ میں ظہر اور عصر کی جمع تقدیم کرے چاہے وہ عرفہ کا رہنے والا ہو یا دوسرے مقامات حج منی، مزدلفہ وغیرہ کا یا آفاقی ہو یعنی کسی دوسرے شہر یا ملک سے آیا ہو۔ جو عرفہ کا رہنے والا نہ ہو اس کے لیے قصر سنت ہے اگر قصر کی مسافت نہ بنتی ہو۔

حاجی کے لیے یہ بھی سنت ہے کہ مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی جمع تاخیر کرے۔ جو مزدلفہ کا رہنے والا نہ ہو اس کے لیے عشاء میں قصر کرنا سنت ہے۔ اس لئے کہ قاعدہ یہ ہے کہ جمع تمام حاجیوں کے لیے سنت ہے اور قصر ان لوگوں کے ساتھ خاص ہے جو اس جگہ کے رہنے والے نہ

ہوں یعنی عرفہ اور مزدلفہ کے۔

شافعیہ...... نے جمع صرف سفر بارش اور حج کے دوران عرفہ اور مزدلفہ میں جائز قرار دی ہے۔

بارش یا پگھلنے والے اولوں اور برف کی وجہ سے جمع کا حکم یہ ہے کہ زیادہ راجح قول کے مطابق جمع تقدیم اس آدمی کے لیے جائز ہے جو دور کی مسجد میں جماعت سے نماز پڑھے۔ اور راستے میں بارش سے تکلیف پہنچتی ہو۔ شافعیہ کا جدید مذہب یہ ہے کہ اس میں جمع تاخیر منع ہے۔ اس لئے کہ بارش کا مسلسل جاری رہنا یقینی نہیں۔ یہ رک جاتی ہے اور بلا عذر نماز اپنے وقت سے ہٹ جاتی ہے۔

جمع تقدیم پر ان کی دلیل صحیحین میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی رویت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے میں ظہر اور عصر ایک ساتھ اور مغرب اور عشاء ایک ساتھ پڑھیں امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں یہ زیادتی بھی منقول ہے: بغیر کسی خوف اور سفر کے جمع تقدیم کے جواز کے لیے شرط یہ ہے کہ پہلی نماز کا سلام پھیرتے وقت بارش موجود ہوتا کہ دوسری نماز کے شروع میں بارش جاری ہو بارش کا دونوں نمازوں کے درمیان امتداد ضروری ہے۔ باقی اوقات میں بارش کا نہ ہونا مضر نہیں۔ ❶

بارش میں عصر کی جمعے کے ساتھ جمع تقدیم کی جاسکتی ہے اگرچہ خطبے کے وقت بارش نہ ہو رہی ہو اس لیے کہ خطبہ نماز کا حصہ نہیں۔

ان کے ہاں مشہور یہی ہے کہ کیچڑ، ہوا، اندھیرے اور بیماری کی وجہ سے جمع جائز نہیں دلیل نماز کے اوقات والی حدیث ہے۔ کسی صریح نص کے بغیر اس کی مخالفت جائز نہیں۔ اور اس لیے بھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت سی بیماریوں میں مبتلا ہوئے۔ ان سے بیماری کی وجہ سے جمع بین الصلوٰتین صراحتاً منقول نہیں، اور اس لیے بھی کہ جو ضعیف ہو اور اس کا گھر مسجد سے بہت دور ہو تو واضح مشقت کے باوجود اس کے لیے جمع جائز نہیں لہٰذا مریض کا بھی یہی حکم ہے۔

حاجی کے لیے عرفہ میں جمع تقدیم اور مزدلفہ میں جمع تاخیر مندوب ہے جیسا کہ مالکیہ کا مذہب ہے سفر کی وجہ سے جمع تقدیم اور تاخیر دونوں جائز ہیں بشرطیکہ سفر لمبا ہو جیسے قصر میں ہوتا ہے۔

جمع تقدیم کی شرطیں...... جمع تقدیم کے لے چھ شرطیں ہیں:

اول: جمع کی نیت...... یعنی پہلی نماز کے شروع میں جمع تقدیم کی نیت کرے۔ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ نماز کے دوران بھی نیت کی جاسکتی ہے چاہے سلام کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو۔

دوم: ترتیب...... یعنی جس نماز کا وقت ہے اس کو پہلے پڑھنا: پہلی نماز کو مقدم کرے اس کے بعد دوسری نماز پڑھے وقت پہلی نماز کا ہے۔ دوسری پہلی کے تابع ہے متبوع کو مقدم کرنا ضروری ہے اگر پہلی سے ابتداء کر کے دونوں نمازیں پڑھیں پھر پتہ چلا کہ پہلی نماز کسی شرط یا رکن کے خوف ہو جانے کی وجہ سے فاسد ہوگئی ہے تو دوسری بھی فاسد ہو جائے گی۔ اس لیے کہ پہلی سے شروع کرنے کی شرط نہیں پائی گئی۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ دوسری نفل ہو جائے گی۔

سوم: پے در پے پڑھنا...... کہ درمیان میں کوئی طویل فاصلہ نہ آجائے۔ اس لئے کہ جمع کرنے سے یہ ایک ہی نماز کی طرح بن گئی ہیں اس لئے نماز کی رکعتوں کی طرح پے در پے پڑھنا ضروری ہے۔ یعنی جس طرح ایک نماز کی رکعتوں میں تفریق جائز نہیں اسی طرح ان دو کے درمیان بھی تفریق جائز نہیں۔ اگر دونوں نمازوں کے درمیان فاصلہ آگیا چاہے کسی عذر کی وجہ سے ہو جیسے بھول بے ہوشی وغیرہ تو جمع باطل ہو جائے گی اور دوسری نماز کو اپنے وقت تک مؤخر کرنا واجب ہوگا۔ اس لیے کہ جمع بین الصلوتین کی شرط نہیں پائی گئی۔ اگر ان کے درمیان فاصلہ تھوڑا ہو تو کوئی حرج نہیں۔ جیسے اذان، اقامت اور طہارت کا فاصلہ۔ اس لیے کہ صحیحین میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی

---

❶ ...... المجموع ۲۵۳/۴۔ ۲۶۹ المهذب: ۱۰۴/۱ ومابعد مغني المحتاج: ۲۷۱/۱۔ ۲۷۵۔

اللہ علیہ وسلم نے جب نمرہ میں نمازوں کو جمع کیا تو دونوں نمازوں کے درمیان نماز کے لیے اقامت کہی۔
فاصلہ کی کمی زیادتی کا پتہ عرف سے چلے گا۔ اس لیے کہ شریعت اور لغت میں اس کا کوئی ضابطہ نہیں۔
تیمم کرنے والا بھی وضو کرنے والے کی طرح جمع بین الصلوٰتین کر سکتا ہے۔ اس کے لیے پانی کی تلاش میں تھوڑا بہت فاصلہ مضر نہیں۔ اس لیے کہ یہ نماز کی مصلحت میں شامل ہے۔ لہٰذا یہ اقامت کے مشابہ ہو گیا بلکہ اس سے بھی اولیٰ ہے اس لئے کہ یہ شرط ہے جب کہ اقامت شرط نہیں۔
یہ بات ملحوظ رہے کہ یہ تینوں شرطیں صحیح قول کے مطابق جمع تاخیر میں واجب نہیں۔

چہارم: دوسری نماز شروع کرنے تک سفر جاری رہے..... چاہے نماز شروع کرنے کے فوراً بعد دوران نماز ہی سفر ختم ہو جائے۔ البتہ اگر دوسری نماز شروع کرنے سے پہلے سفر ختم ہو گیا تو جمع صحیح نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ سبب ختم ہو گیا ہے۔

پنجم: دوسری نماز تک..... پہلی کا وقت یقینی طور پر باقی ہو۔

ششم: پہلی نماز کے صحیح ہونے کا گمان ہو..... اگر عصر جمعے کے ساتھ ایسی جگہ پڑھی جہاں بلاضرورت متعدد جگہوں پر جمع ہوتا ہو اور اسے پہلے ہونے یا ساتھ ہونے میں شک ہو تو عصر کی جمع کے ساتھ جمع تقدیم صحیح نہیں۔

جمع تاخیر کی شرطیں..... جمع تاخیر کے لیے صرف دو شرطیں ہیں:

اول: پہلی نماز کا وقت نکلنے سے پہلے تاخیر کی تھی اگرچہ ایک ہی رکعت کے بقدر ہو..... یعنی اتنا وقت ہو کہ اگر اس میں شروع کر دے تو نماز ادا ہو اور اگر شروع نہ کرے تو گناہ گار ہو اور نماز قضاء ہو نیت کے شرط ہونے کی دلیل یہ ہے کہ کبھی نماز کو جمع کے لیے مؤخر کیا جاتا ہے اور کبھی کسی اور وجہ سے۔ لہٰذا نیت ضروری ہے جس سے شروع اور غیر مشروع تاخیر میں امتیاز ہو جائے۔

دوم: دوسری نماز کے مکمل ہونے تک سفر کا جاری رہنا..... اگر دوسری نماز تک سفر جاری نہ رہا، اس نے اقامت اختیار کر لی اگرچہ نماز کے دوران ہی ہو تو پہلی نماز (ظہر یا مغرب) قضاء ہو جائے گی۔ اس لیے کہ یہ عذر کی وجہ سے دوسری کے تابع ہے۔ اور عذر اس کے مکمل ہونے سے پہلے زائل ہو گیا ہے۔
اس صورت میں ترتیب واجب نہیں۔ اس لئے کہ دوسری نماز کا وقت ہی پہلی کا بھی وقت ہے۔ لہٰذا دونوں میں سے جس سے بھی ابتداء کرنا چاہے جائز ہے، اسی طرح پے درپے پڑھنا بھی واجب نہیں اس لیے کہ پہلی دوسری کے ساتھ ایسے ہی ہے جیسے فوت شدہ نماز وقتی نماز ساتھ۔ لہٰذا دونوں میں تفریق جائز ہے۔ ترتیب سے پڑھنا اور پے درپے پڑھنا سنت ہے، شرط نہیں۔

نماز کی سنتیں..... جب ظہر اور عصر جمع کی جائیں تو ظہر کی پہلے والی سنتیں پہلے پڑھے۔ بعد میں بھی پڑھ سکتا ہے چاہے جمع تقدیم ہو یا تاخیر۔ اگر جمع تاخیر کی ہو تو درمیان میں بھی پڑھ سکتا ہے۔ ظہر پہلے پڑھی ہو یا عصر دونوں کا یہی حکم ہے۔
اگر مغرب اور عشاء جمع کی جائیں تو ان کی سنتیں مؤخر کرنی ہوں گی۔ اگر جمع تاخیر ہو تو مغرب کی سنتیں درمیان میں بھی پڑھی جا سکتی ہیں۔ بشرطیکہ مغرب پہلے پڑھی ہو۔ اسی طرح عشاء کی سنتیں بھی درمیان میں پڑھی جا سکتی ہیں بشرطیکہ جمع تاخیر ہو اور عشاء پہلے پڑھی ہو باقی ممنوع ہیں۔

حنابلہ..... حنابلہ [1] کے نزدیک جمع تقدیم اور تاخیر آٹھ حالات میں جائز ہے۔

---

[1] ..... کشاف القناع ۲/۳۔۸ المغنی: ۲/۲۷۳۔۲۸۱

اول: طویل سفر..... ایسا لمبا سفر جو چار رکعت والی نماز میں قصر کو حلال کر دے کہ وہ سفر حرام یا مکروہ نہ ہو اور دو دن کی مسافت کے برابر ہو۔ اس لئے کہ جمع بین الصلوٰتین ایک رخصت ہے جو سفر کی مشقت دور کرنے کے لیے ہے۔ لہٰذا یہ طویل سفر کے ساتھ خاص ہو گی جیسے قصر اور موزوں پر تین دن تک مسح کرنا۔

دوم: بیماری..... ایسی بیماری جو جمع نہ کرنے کی صورت میں مشقت اور ضعف کا ذریعہ بنے اس لیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوف اور بارش کے بغیر نمازوں کو جمع کیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ خوف اور سفر کے بغیر نمازوں کو جمع کیا ❶ اور اس کے بعد بیماری کے علاوہ کوئی عذر نہیں۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ بیماری سفر سے زیادہ سخت ہے۔ مریض کو مسافر کی طرح تقدیم اور تاخیر میں اختیار ہے اگر اس کے لیے دونوں برابر ہو تو تاخیر اولیٰ ہے۔

سوم: دودھ پلانا..... دودھ پلانے والی کے لیے نمازوں کو جمع کرنا جائز ہے۔
اس لیے کہ ہر نماز کے لیے نجاست سے پاکی حاصل کرنے میں مشقت ہوتی ہے لہٰذا یہ مریض کی طرح ہوئی۔

چہارم: سب نمازوں کے لیے پانی یا مٹی سے طہارت حاصل کرنے سے عاجز ہونا..... ان دونوں سے عاجز کے لیئے جمع بین الصلاتین جائز ہے تاکہ اس سے مشقت کو دور کیا جا سکے اس لیے کہ یہ مسافر اور مریض کی طرح ہے۔

پنجم: وقت کی پہچان سے عاجز ہونا..... جو وقت نہ پہچان سکتا ہو اس کے لیے بھی جمع بین الصلوٰتین جائز ہے جیسے اندھا۔

ششم: استحاضہ وغیرہ..... مستحاضہ اور اس جیسے دوسرے لوگوں جیسے مسلسل بول مذی دائمی نکسیر کے مریضوں کے لیے جمع جائز ہے اس لیے کہ حضرت حمنہ والی گزشتہ حدیث میں آیا ہے کہ جب اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے استحاضہ کے بارے میں سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تو ظہر کو مؤخر کرنے سے اور عصر کو جلدی پڑھنے والا پھر غسل کر کے دونوں نمازوں کو جمع کرنے پر قادر ہے تو ایسا ہی کرے ❷ پیشاب نہ روک سکنے والا اور اسی طرح کے دوسرے مریض اسی حکم میں ہیں۔

ہفتم اور ہشتم: عذر یا کام کاج..... اگر کسی کو کوئی کام کاج ہو یا کوئی ایسا عذر ہو کہ جس کی وجہ سے جمعہ اور جماعت کو چھوڑا جا سکتا ہو جیسے اپنی جان آبرو، یا مال کا خوف ہو یا جمع ترک کرنے سے ضروری کمائی میں نقصان ہو رہا ہو وغیرہ یہ ایک راستہ ہے جس میں مزدور لوگ اور کسان اپنی باری پر پانی لگانے کے لیے پناہ لیتے ہیں۔

بارش..... بارش کی وجہ سے مغرب اور عشاء کو جمع کرنا جائز ہے جیسے کہ مالکیہ کہتے ہیں اس لیے کہ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن فرماتے ہیں بارش والے دن مغرب اور عشاء کو جمع کرنا سنت ہے ❸ اس سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔
ظہر اور عصر کو جمع کرنا جائز نہیں اس لیے کہ حضرت ابوسلمہ کے قول میں صرف مغرب اور عشاء کا ذکر ہے۔ بارش کی وجہ سے جمع پہلے وقت میں ہوتی ہے۔ اس لئے کہ سلف کا طریقہ یہی ہے۔ اور اس لیے بھی کہ پہلی نماز کو دوسری تک مؤخر کرنے سے مشقت، اندھیرے میں نکلنا اور عشاء کا وقت داخل ہونے تک مسجد میں انتظار کرنا لازم آتا ہے اگر لوگوں نے جمع تاخیر طے کر لی تو جائز ہے۔

مسئلہ..... جمع بین الصلوتین اس بارش میں جائز ہے جس سے کپڑے بھیگ جائیں اور اس میں نکلنے سے مشقت ہو۔ برف اور اولے بھی اس میں بارش کی طرح ہیں۔ البتہ نمی اور ہلکی بارش جس سے کپڑے گیلے نہ ہو اس سے جمع کرنا مباح نہیں۔

---

❶..... رواہما مسلم من حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ۔ ❷ اس کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ ابوداؤد اور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اسکو صحیح کہا ہے۔ ❸ رواہ الاثرم۔

اصح یہ ہے کہ صرف کیچڑ بھی عذر ہے۔ اس لئے کہ اس میں بھی بارش کی طرح مشقت ہوتی ہے اس سے جوتے اور کپڑے خراب ہوتے ہیں پھسلن پیدا ہوتی ہے جس سے انسان کو تکلیف پہنچتی ہے اور اس کے کپڑے بھی خراب ہوتے ہیں اس لیے یہ گیلا ہونے سے پریشان کن ہے۔

اسی طرح ٹھنڈی تاریک رات میں شدید ہوا کی وجہ سے بھی جمع جائز ہے۔ اس لیے کہ یہ جمعہ اور جماعت کا عذر ہے۔ نافع رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں بارش والی رات یا ہوا والی ٹھنڈی رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منادی آواز لگاتا کہ اپنے گھروں میں نماز پڑھو۔ ❶

یہ تمام اعذار جمع تقدیم اور تاخیر کو مباح کرتے ہیں یہاں تک کہ گھر میں نماز پڑھنے والے کے لیے مسجد میں نماز پڑھنے والے کے لیے اگر چہ اس کے راستے پر چھت ہو اور مسجد میں رہنے والے کے لیے اسی طرح اس آدمی کے لیے جس کو مسجد تک چند قدم چلنا پڑھتا ہو اور چاہے اس کو بہت تھوڑی مشقت کرنا پڑتی ہو۔

جب جمع تقدیم اور تاخیر دونوں مباح ہوں تو جس حال میں جو زیادہ آسان ہو وہی افضل ہے۔ اسلئے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی گزشتہ حدیث میں حسب ضرورت تقدیم اور تاخیر کا اختیار ہے ❷ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک میں ایک دن نماز مؤخر فرمائی۔ پھر باہر آ کر ظہر اور عصر اکٹھی پڑھیں اور اندر تشریف لے گئے پھر باہر آئے اور مغرب اور عشاء اکٹھی پڑھیں ❸ اگر دونوں برابر ہوں تو تاخیر افضل ہے اس لیے کہ اس میں زیادہ احتیاط ہے۔ اس سے آدمی اختلاف سے بھی بچ جاتا ہی اور تمام احادیث پر بھی عمل ہو جاتا ہے۔

علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر اور حضر دونوں میں نمازوں کو جمع فرمایا تا کہ امت کو حرج نہ ہو۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر اسی طرح مغرب اور عشاء بغیر کسی خوف اور سفر کے ایک ساتھ پڑھیں۔ ❹

لیکن حج کے دوران عرفہ میں ظہر اور عصر کی جمع تقدیم ہوگی اور مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی جمع تاخیر ہوگی۔

اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے وقت عرفہ میں دعا میں مشغول ہونے کی وجہ سے اور مغرب کے وقت مزدلفہ کی طرف جانے کی مشغولیت کی وجہ سے ایسا ہی کیا۔

جمع کی شرطیں...... جمع تقدیم اور تاخیر کے صحیح ہونے کے لیے نمازوں کے درمیان ترتیب کا خیال رکھنا شرط ہے۔ پہلی نماز کو دوسری پر مقدم کیا جائے گا۔ صحیح قول کے مطابق یہاں بھول جانے سے ترتیب ساقط نہیں ہوتی جس طرح کہ فوت شدہ نمازوں کی قضاء میں ساقط ہوتی ہے۔

جمع تقدیم کی دیگر شرائط:

اول: پہلی...... نماز کے شروع میں جمع کی نیت کرنا۔ اس لئے کہ حدیث میں آتا ہے اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہوتا ہے۔

دوم: پے در پے پڑھنا...... لہٰذا دونوں نمازوں کے درمیان اقامت اور ہلکے سے وضو کی مقدار سے زیادہ تفریق جائز نہیں۔ اس لئے

---

❶ ...... رواہ ابن ماجہ۔ ❷ اس کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور احمد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے اس کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے (نیل الاوطار: ۳/ ۲۱۳) ❸ علامہ ابن عبدالبرؒ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ حدیث ثابت الاسناد ہے۔ ❹ فتاوی ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ۲۴/ ۶۴، ۲۷ ومابعد۔

کہ جمع کا مطلب ہے لگا تار کرنا اور ملانا۔ یہ بات لمبے فاصلے سے حاصل نہیں ہوتی۔تھوڑی بہت تفریق معاف ہے۔اقامت اور وضونماز کے مصالح میں سے ہیں۔

سوم: دونوں نمازوں کے شروع میں......اور پہلی نماز کے سلام کے وقت جمع بین الصلوتین کو مباح کرنے کے عذر کا پایا جانا۔جیسے سفر، مرض وغیرہ۔اس لئے کہ پہلی نماز شروع کرنا مقام نیت ہے اور اس سے فارغ ہونا اور دوسری نماز شروع کرنا مقام جمع ہے۔اگر اس سے پہلے بارش ختم ہو جائے اور اس کے بعد کیچڑ نہ ہو تو جمع کرنا باطل ہو جائے گا۔

چہارم: سفر اور مرض میں عذر......دوسری نماز سے فارغ ہونے تک جاری رہنا شرط ہے اگر سفر اس سے پہلے ہی ختم ہو گیا تو جمع باطل ہو جائے گی۔اگر جمع بارش اولوں اور برف کی وجہ سے ہو اور ان کے بعد کیچڑ ہو جائے تو دوسری نماز سے فارغ ہونے تک عذر کا جاری رہنا شرط نہیں۔

جمع تاخیر کی دیگر شرطیں......جمع تاخیر کی دو شرطیں ہیں:

اول......پہلی نماز کی وقت میں جمع کی نیت کر لینا جب تک کہ اتنا وقت ہو جس میں نماز پڑھی جا سکے۔اگر پہلی نماز کا وقت اتنا تنگ رہ گیا کہ اس میں نماز نہیں پڑھی جا سکتی تو جمع صحیح نہیں۔اس لیے کہ نماز کے پڑھنے میں اتنی تاخیر کرنا حرام ہے جس میں نماز ادا کرنے کا وقت بھی نہ بچے اس قدر تاخیر سے وہ گناہ گار ہوگا۔

دوم......دوسری نماز کا وقت داخل ہونے تک عذر باقی رہے۔اس لیے کہ جمع کو جائز کرنے والی چیز عذر ہے جب وہ باقی نہیں رہا تو جمع بھی جائز نہیں ہوگی۔جیسے مریض ٹھیک ہو جائے مسافر پہنچ جائے یا بارش رک جائے۔دوسری نماز کا وقت داخل ہونے کے بعد عذر زائل ہو جانے کا کچھ اثر نہیں۔اس لئے کہ دونوں نمازیں اس کے ذمہ واجب ہو گئی ہیں۔لہٰذا دونوں کو پڑھنا واجب ہے۔

دونوں جمعوں میں ترتیب شرط ہے جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں۔جمع تاخیر میں پے در پے پڑھنا شرط نہیں۔لہٰذا دونوں کے درمیان نفل پڑھنا جائز ہے۔اسی طرح دوسری نماز میں جمع کی نیت بھی شرط نہیں اس لئے کہ وہ اپنے وقت پر ادا کی جا رہی ہے۔وہ بہر صورت ادا ہے۔

جمع کی دونوں قسموں میں امام کا اور مقتدی کا اتحاد شرط نہیں۔اگر جمع کی دونوں نمازوں میں امام مختلف ہوں یا جمع نہ کرنے والے امام کے پیچھے جمع کی نیت کر لی تو جمع صحیح ہے اس لیے کہ ہر نماز کا اپنا حکم ہوتا ہے اور وہ اپنی نیت سے منفرد ہوتی ہے۔

اگر جمع کے بعد پتہ چلا کہ کسی رکن وغیرہ کے بھول جانے کی وجہ سے پہلی نماز فاسد ہو گئی تھی تو پہلی اور دوسری دونوں باطل ہو جائیں گی۔

نمازوں کی سنتیں......اگر پہلی نماز کے وقت میں نمازوں کو جمع کیا تو دوسری نماز کی سنتیں اور وتر دوسری نماز کا وقت داخل ہونے سے پہلے پڑھنا جائز ہے اس لیے وہ سنتیں فرض نماز کے تابع ہوتی ہیں اس لیے ادائیگی اور وقت میں بھی تابع ہوں گی۔چونکہ وتر کا وقت عشاء اور صبح کے درمیان ہے اور اس نے عشاء پڑھ لی ہے اس لئے وتر کا وقت عشاء کو جمع کرنے کے بعد داخل ہو جائے گا۔

چوتھی بحث عیدین کی نماز:

وجہ تسمیہ......عید کا مطلب ہے لوٹنا عید کو عید اس لیے کہتے ہیں کہ ہر سال اس دن اللہ تعالیٰ کے احسانات بندوں کی طرف لوٹتے ہیں۔ جیسے کھانے سے منع کرنے کے بعد اجازت دینا، صدقہ فطر، طواف زیارت کر کے حج کی تکمیل کرنا قربانی کا گوشت وغیرہ۔

اور اس لیے بھی کہ عام طور پر یہ خوشیوں اور مسرتوں کی فراوانی کا دن ہوتا ہے اور ہر سال انہی خوشیوں کے ساتھ واپس لوٹتا رہتا ہے۔اور بار بار آتا ہے۔

بحث کا مضمون......نماز عید کے بارے میں درج ذیل عنوانات کے تحت بحث ہوگی: اس کی مشروعیت کے دلائل، اس کا فقہی حکم، اس کا وقت، اس کی جگہ، اس کا طریقہ، اس کا خطبہ، عیدین میں تکبیر کا حکم، عید کی سنتیں مستحبات اور وظائف، عید سے پہلے اور بعد میں نفل پڑھنا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عید الاضحیٰ اور عید الفطر پڑھنے اور خطبہ دینے کا طریقہ:

اول: نماز عید کی مشروعیت کے دلائل......نماز عید ہجرت کے پہلے سال مشروع ہوئی اس پر دلیل حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے فرماتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو اہل مدینہ دو دنوں میں کھیلتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ دو دن کیسے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم زمانہ جاہلیت میں ان دونوں میں کھیلا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان دونوں سے بہتر دن دیے ہیں عید الفطر اور عید الاضحیٰ۔''

اس کی مشروعیت کے دلائل قرآن، سنت اور اجماع ہیں۔ ❶ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ ......الکوثر ۱۰۸/ ۲

لہٰذا تم اپنے پروردگار (کی خوشنودی) کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔ آسان ترجمہ از حضرت مفتی تقی عثمانی

سنت میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر سے ثابت ہے کہ وہ عیدین کی دو رکعتیں ادا فرمایا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے دو ہجری کو عید الفطر کی نماز ادا فرمائی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نماز عید میں موجود تھا وہ سب نماز خطبہ سے پہلے پڑھتے تھے انہی سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کی نماز اذان اور اقامت کے بغیر پڑھی۔ ❷

دوئم: نماز عید کا فقہی حکم......نماز عید کا حکم کیا ہے؟ اس بارے میں تین آراء ہیں: فرض کفایہ، واجب اور سنت۔

حنابلہ......حنابلہ کا ظاہر مذہب ❸ یہ ہے کہ نماز عید فرض کفایہ ہے۔ جب اتنے لوگ نماز پڑھ لیں جو کافی ہوں تو باقیوں کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گی نماز جنازہ کی طرح۔ اس لئے کہ گزشتہ آیت میں ہے:

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ ......الکوثر ۱۰۸/ ۲

اس سے مشہور قول کے مطابق نماز عید مراد ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے بعد کے خلفا نے بھی اس پر مداومت کی ہے۔ اور اس لیے بھی کہ یہ دین کی ظاہری علامت میں سے ہے اس لئے یہ جہاد کی طرح واجب ہوگی۔ یہ ہر مسلمان پر واجب عین نہیں۔ اس لئے کہ اعرابی کی آگے آنے والی حدیث میں ہے الا ان تطوع (مگر یہ کہ تو نفل پڑھے) یہ پانچ نمازوں کے علاوہ کسی نماز کے واجب ہونے کی نفی کرتی ہے۔ عید نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھ نماز پڑھنے والوں کے فعل کی وجہ سے واجب ہے۔ اگر کسی علاقے کے لوگ بلا عذر نماز عید کو ترک کر دیں اور ان کی تعداد چالیس تک پہنچتی ہو تو حاکم ان سے قتال کرے گا جیسا کہ اذان میں ہوتا ہے۔ اس لیے کہ شعائر اسلام میں سے ہے۔ اور اس کو ترک کرنا دین کی توہین ہے۔

حنفیہ......حنفیہ کے نزدیک ❹ جس پر جمعہ واجب ہے اس پر نماز عیدین بھی واجب ہے۔ اس کی شرطیں بھی وہی ہیں جو جمعے کی ہیں سوائے خطبے کے کہ عید کا خطبہ سنت ہے۔

---

❶...... المغنی: ۲/ ۳۶۷، مغنی المحتاج: ۱/ ۳۱۰۔ ❷متفق علیہ۔ ❸المغنی: ۲/ ۳۶۷، کشاف القناع ۲/ ۵۵۔ ❹فتح القدیر: ۱/ ۴۲۲، الدر المختار: ۱/ ۷۷۴، تبیین الحقائق: ۱/ ۲۲۳ ومابعد، مراقی الفلاح: ۸۹

وجوب پر ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عید پر ہمیشگی کی ہے۔

مالکیہ اور شافعیہ...... مالکیہ (۱) اور شافعیہ کے نزدیک یہ سنت مؤکدہ ہے اور تاکید میں وتر کے قریب ہے یہ انہی لوگوں کے لیے سنت ہے جن پر جمعہ واجب ہے یعنی ایسا آدمی جو ہو بالغ ہو آزاد ہو اور جمعے والی جگہ پر مقیم ہو یا اس سے ایک فرسخ (۵۵۴۴ میٹر) دور ہو مالکیہ کے نزدیک بچے عورت، غلام اور ایسے مسافر کے لیے مستحب نہیں جس نے سفر کا حکم ختم کرنے والی اقامت کی نیت نہ کی ہو۔ نوجوان عورت کے علاوہ کے لئے مستحب ہے حاجی کے لیے مستحب نہیں اسی طرح اہل منیٰ کے لیے بھی مستحب نہیں اگرچہ وہ حاجی نہ ہوں۔

شافعیہ کے نزدیک جماعت کی طرف منفرد کے لیے بھی مشروع ہے۔ اسی طرح فلاح عورت، مسافر خنثیٰ اور بچے کے لیے بھی مشروع ہے۔ لہٰذا ان کے نزدیک جماعت اور تعداد وغیرہ کے اعتبار سے جمعے کی شرطوں پر موقوف نہیں ہوگی۔ سب کے لیے عید کی نماز پڑھنا چھوڑنے سے افضل ہے سوائے منیٰ میں حج کرنے والے کے۔

نماز عید کے سنت ہونے پر ان کی دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے جو آپ نے سوال پوچھنے والے اعرابی کو نماز کے بارے میں فرمایا تھا۔ پانچ نمازیں اللہ تعالیٰ نے بندوں پر فرض کی ہیں اس نے کہا کیا مجھ پر ان کے علاوہ بھی کوئی نماز لازم ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں سوائے اس کے کہ آپ نفل پڑھیں (۲) اور مؤکدہ اس لیے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ہمیشگی کی ہے۔

عید، سالوں اور مہینوں کی مبارک باد مباح ہے۔ سنت ہے نہ بدعت۔ (۳)

نماز عید کے وجوب اور جواز کی شرطیں:

حنفیہ...... حنفیہ فرماتے ہیں: (۴) کہ جمعے کے وجوب اور جواز کے لیے جو جو شرطیں ہیں وہی عیدین کی نماز کے وجوب وجواز کی شرطیں ہیں یعنی امام، جماعت، شہر اور وقت سوائے خطبے کے کہ عید کا خطبہ نماز کے بعد سنت ہے۔ اگر اسے چھوڑ دیا تو بھی نماز ہو جائے گی۔

امام یعنی سلطان، حاکم یا اس کے نائب کی موجودگی: یہ جمعہ کی طرح عید کی ادائیگی کے لیے شرط ہے اس لیے کہ یہ سنت سے ثابت ہے اور اس لیے بھی کہ اگر سلطان کی شرط نہ لگائی جائے تو لوگوں کے جمع ہونے اور امامت پر تنازع کرنے کی وجہ سے فتنہ کا خطرہ ہے۔ اس لئے کہ امامت رفعت وعظمت کی علامت ہے شہر: اس پر دلیل حضرت علی رضی اللہ عنہ کی موقوف روایت ہے: جمعہ تشریق اور عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز صرف مصر جامع یا بڑے شہر میں ہوتی ہے۔ (۵)

جماعت اس لیے کہ اس کی ادائیگی جماعت سے ہی ہوتی ہے۔

وقت...... اس لیے کہ اس کی ادائیگی ایک مخصوص وقت میں بھی ہوتی ہے جیسا کہ سلف صالحین کا توارث چلا آرہا ہے۔

مرد ہونا، عاقل ہونا، بالغ ہونا، آزاد ہونا صحت مند ہونا، اور مقیم ہونا جمعے کی طرح عید کی شرائط وجوب ہیں لہٰذا عورتوں بچوں، مجنونوں اور غلاموں پر اپنے آقاؤں کی اجازت کے بغیر عید واجب نہیں۔ اسی طرح اپاہج، مریض اور مسافر پر بھی عید واجب ہیں جیسا کہ ان پر جمعہ واجب نہیں۔

حنابلہ...... حنابلہ فرماتے ہیں (۶) نماز عید کے صحیح ہونے کے لیے اہل مقام کی تعداد چالیس ہونا ضروری ہے اور اس کے لیے اجازت شرط نہیں ہے مسافر، غلام، عورت اور منفرد اہل وجوب کے تابع ہو کر عید پڑھ سکتے ہیں۔

---

(۱)......الشرح الصغیر : ۱/۵۲۳ القوانین الفقهیه: ۸۵ مغنی المحتاج: ۱/۳۱۰، المهذب: ۱/۱۱۸۔ (۲) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ سے نقل کی ہے (نصب الرایۃ: ۲/۲۰۸) (۳) مغنی المحتاج: ۱/۳۱۶۔ (۴) البدائع: ۱/۲۷۵، ۲۶۱۔ (۵) اس کو ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے مصنف میں روایت کیا ہے اور امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے۔ لا جمعة ولا تشريق الا في مصر جامع (نصب الراية ۲/۱۹۵) (۶) کشاف القناع: ۲/۵۸، المغنی ۲/۳۹۲ء

عورتوں کا نماز عید پڑھنا..... فقہاء کا اتفاق ہے جن میں حنفیہ اور مالکیہ بھی شامل ہیں کہ جوان عورتوں کے لیے جمعہ عیدین اور کسی بھی نماز کے لیے نکلنے کی گنجائش نہیں وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ (الاحزاب ۳۳/۳۳) ٹھہر رہنے کا امر کرنا نقل حرکت کی نہی ہے اور اس لیے بھی کہ عورتوں کا نکلنا بلاشبہ۔

فتنے کا باعث ہے اور فتنہ حرام ہے اور حرام کی طرف لے جانے والی چیز بھی حرام ہوتی ہے۔

بوڑھی عورتوں کو فجر، مغرب، عشاء، اور عیدین میں رخصت دینے میں کوئی حرج نہیں ظہر، عصر اور جمعہ میں اختلاف ہے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ جوان اور بوڑھی عورت کی دوسرے آئمہ کے نزدیک بھی یہی تفصیل ہے۔

شافعیہ اور حنابلہ ❶ فرماتے ہیں کہ عورتوں کے عیدگاہ میں جانے میں کوئی حرج نہیں البتہ خوشبو لگانے والی اور زیب و زینت والے کپڑے پہننے والی نہیں جا سکتی اس لیے کہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نوجوان لڑکیوں، حائضہ عورتوں اور پردہ نشین عورتوں کو عید کے دن نکالا کرتے تھے۔ حائضہ عورتیں نماز سے الگ رہتی تھیں وہ صرف اس خیر کے موقع میں شرکت کرتی تھی۔ ❷

جب عورتوں نے عیدگاہ جانا ہو تو پانی سے صاف ستھری ہو جائیں، خوشبو نہ لگائیں لباس فاخرہ نہ پہنیں اور مردوں سے الگ رہیں ان کے ساتھ اختلاط نہ کریں۔ حائضہ عورتیں گزشتہ حدیث کی وجہ سے نماز کی جگہ سے الگ رہیں اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو اور انہیں چاہئے کہ وہ خوشبو لگائے بغیر نکلیں ❸ اور اس لیے بھی کہ عورتیں جب خوشبو لگا کر اور زیب و زینت والے کپڑے پہن کر نکلتی ہیں فتنہ فساد کا ذریعہ بنتی ہیں۔

سوئم۔ نماز عید کا وقت..... فقہاء کا اتفاق ہے کہ نماز عید کا وقت سورج کے ایک یا دو نیزے بلند ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے۔ یعنی طلوع کے تقریباً نصف گھنٹے کے بعد اور یہ زوال سے کچھ پہلے تک یعنی ظہر کا وقت داخل ہونے سے پہلے تک رہتا ہے یہی نماز چاشت کا وقت ہے۔ اس لیے کہ طلوع آفتاب کے وقت نماز پڑھنا ممنوع ہے۔ عین طلوع ہوتے وقت نماز پڑھنا حرام ہے اور اس کے بعد جمہور کے نزدیک مکروہ ہے۔ اگر سورج کے ایک نیزے کے بقدر بلند ہونے سے پہلے نماز پڑھ لی تو حنفیہ کے نزدیک، یہ نماز عید نہیں ہوگی بلکہ حرام نفل ہوں گے۔ ❹

نماز کو جلدی اور دیر سے پڑھنا..... عید الاضحیٰ کی نماز اول وقت میں پڑھنا مسنون ہے تاکہ منیٰ میں حاجیوں کی ذبح کے موافق ہو جائے۔ عید الفطر کی نماز کو اول وقت سے کچھ مؤخر کرنا سنت ہے۔ اس لیے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے مرسلاً مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو لکھا جو کہ نجران میں تھے عید الاضحیٰ جلدی پڑھا کرو عید الفطر مؤخر کیا کرو اور لوگوں کو وعظ و نصیحت کیا کرو اور اس لئے کہ اس وقت میں قربانی بھی کرنی ہوتی ہے اور صدقہ فطر بھی دینا ہوتا ہے۔

کیا نماز عید کی قضا کی جائے گی اور کیا نماز عید اکیلے پڑھی جائے گی...... اس میں فقہاء کی دو رائیں ہیں۔

حنفیہ اور مالکیہ...... حنفیہ اور ❺ مالکیہ کے نزدیک جو عید کی نماز امام کے ساتھ نہ پڑھ سکے تو اس کی قضاء نہیں کر سکتا۔ اس لیے کہ اس کا

---

❶...... مغنی المحتاج: ۱/۳۱۰ المھذب: ۱/۱۱۹ المجموع: ۴/۹۶، ۳۶۵، ۵/۱۱ المغنی: ۲/۳۷۵ کشاف القناع: ۲/۵۸۔
❷ رواه الجماعة عواتق عاتق کی جمع ہے دوشیزہ ذوات الخدر پردہ نشین مراد کنواری لڑکی الحیض: ماہواری والی عورتیں۔ ❸ رواه البخاری و مسلم رحمۃ اللہ علیہما۔ ❹ فتح القدیر: ۱/۴۳۴ اللباب: ۱/۱۱۷ مراقی الفلاح: ۹۰ الدر المختار: ۱/۷۷۹ البدائع: ۱/۲۷۶ الشرح الصغیر: ۱/۵۲۴ القوانین الفقهیه: ۸۵ مغنی المحتاج: ۱/۳۱۰ المھذب: ۱/۱۱۸ کشاف القناع ۲/۵۶۔ ❺ فتح القدیر ۱/۴۲۹ اللباب: ۱/۱۱۸ الشرح الصغیر: ۱/۵۲۴ القوانین الفقهیه: ۸۵

وقت فوت ہو گیا ہے اور نوافل کی قضا نہیں ہوتی۔ اور اس لیے بھی کہ اس کی بطور عبادت مشروعیت ایسی شرائط کے ساتھ مشروع ہے جو منفرد میں نہیں پائی جاتیں اگر وہ کسی دوسرے امام کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہو تو پڑھ لے۔ اس لیے کہ نماز عید بالاتفاق کئی جگہوں پر ادا ہو جاتی ہے۔ منفرد عید کی نماز نہیں پڑھ سکتا۔ یہ با جماعت ادا کی جاتی ہے۔

شافعیہ اور حنابلہ..... شافعیہ ❶ اور حنابلہ فرماتے ہیں کہ جو کوئی امام کے ساتھ نماز عید نہ پڑھ سکے اس کے لئے سنت یہی ہے کہ نماز عید اس کے طریقے کے مطابق قضا کرلے۔ اس لئے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا تھا۔ اور اس لیے بھی کہ یہ نماز کی قضاء ہے اس لیے یہ دوسری نمازوں کی طرح اپنے طریقے پر ادا کی جائے گی وہ عید کے دن یا اس کے بعد جب بھی چاہے قضاء کرسکتا ہے لیکن افضل یہ ہے کہ اس دن قضاء کرلے۔

منفرد غلام، مسافر اور عورت کی نماز عید جائز ہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔

شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک مدرک کا حکم...... اگر نمازی امام کو خطبے کی حالت میں پائے تو تحیۃ المسجد پڑھے اور بیٹھ کر خطبہ سنے اگر مسجد میں ہو۔ پھر زوال سے پہلے یا زوال کے بعد جب چاہے عید اسی طریقے سے پڑھے۔ چاہے اکیلا ہو یا چالیس سے کم کی جماعت۔ اس لئے کہ عید کی نماز شافعیہ کے نزدیک نفل ہے لہٰذا اسے منفرد بھی پڑھ سکتا ہے۔ جیسے نماز کسوف۔ حنابلہ جو نماز عید کی فرضیت کے قائل ہیں ان کے نزدیک بھی یہ نفل ہو جائے گی اس لئے کہ فرض کفایہ پہلے لوگوں کے با جماعت پڑھنے سے ساقط ہو گیا ہے۔ ❷

اگر اس نے امام کو تشہد کی حالت میں پایا تو اس کے ساتھ بیٹھے۔ جب امام سلام پھیر دے تو وہ کھڑے ہو کر دو رکعتیں پڑھے اور ان دونوں میں تکبیر پڑھے۔ اور اس لئے کہ اسے ایسی نماز کا کچھ حصہ ملا ہے جو چار سے بدل نہیں تو اسے دوسری نمازوں کی طرح حسب ترتیب ادا کرے۔

دوسرے دن نماز عید پڑھنا...... اگر لوگوں کو زوال کے بعد (ظہر کے وقت) عید کا پتہ چلے یا لوگوں سے چاند پوشیدہ رہ جائے۔ اور وہ زوال کے بعد امام کے سامنے چاند دیکھنے کی گواہی دیں یا کوئی مانع عذر پیش آجائے جیسے شدید بارش تو دوسرے دن نماز عید پڑھنے کے بارے میں دو رائیں ہیں:

مالکیہ ❸ کے نزدیک دوسرے دن نماز عید نہیں پڑھی جائے گی۔ اور نماز جمعہ کے قائم مقام نہیں ہو سکتی اس لئے کہ اسکا وقت نکل چکا ہے۔

جمہور ❹ کے نزدیک نماز عید تین دن تک پڑھی جاسکتی ہے اس لیے کہ ابو عمیر بن انس نے اپنے صحابی چچوں سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہمیں شوال کا چاند نظر نہ آیا تو ہم نے روزہ رکھ لیا۔ دن کے آخر میں ایک قافلہ آیا۔ انھوں نے گواہی دی کہ انھوں نے کل چاند دیکھا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو روزہ افطار کرنے اور کل عید کی نماز کے لیے نکلنے کا حکم دیا۔ ❺ بیہقی

یہی راجح ہے۔ ابوبکر الخطیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اتباع کے زیادہ لائق ہے حضرت ابوعمیر رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیح ہے۔ اسی پر عمل واجب ہے۔ اور فرائض کی طرح ہے۔

اگر دو آدمیوں نے شوال کی اکتیسویں رات چاند دیکھنے کی گواہی دی تو بالاتفاق اگلے دن نماز پڑھی جائے گی۔ اور یہ قضا نہیں ہوگی اس لئے کہ ان کا فطر کا دن آئندہ کل ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس دن تم افطار کرو وہی تمہارا

---

❶...... مغنی المحتاج: ۱/۳۱۵ المغنی: ۲/۳۹۰ المهذب: ۱/۱۲۰ کشاف القناع: ۲/۵۸۔ ❷ کشاف القناع: ۲/۶۳۔ ❸ القوانین الفقهية ۵۸ ومابعد ❹ الدر المختار: ۱/۷۸۳، تبيين الحقائق: ۱/۲۲۶، الفتاوى الهندية: ۱/۱۴۲، مراقی الفلاح: ۹۱ المهذب: ۱/۱۲۱ مغنی المحتاج: ۱/۳۱۵، المغنی: ۲/۳۹۱ ومابعد: کشاف القناع: ۲/۵۶۔ ❺ اس کو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو حسن کہا ہے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے صحیح اسانید کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اسے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ اسناد صحیح ہے (المجموع ۵/۳۱)

فطر کا دن ہے۔جس دن تم قربان کرو وہی تمہارا قربانی کا دن ہے اور جس دن تم عرفات جاؤ وہی تمہارا یوم عرفہ ہوگا۔ ❶

چہارم: نماز عید ادا کرنے کی جگہ......اس بارے میں فقہاء کی دو قریب ❷ قریب رائیں ہیں:

جمہور...... کے نزدیک غیر مکہ میں عید کی جگہ مصلی ہے یعنی شہر سے باہر کا میدان مسجد میں بلا ضرورت اور بلا عذر عید پڑھنا مکروہ ہے اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عید گاہ میں نماز پڑھتے تھے کراہت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کی مخالفت کی وجہ سے ہے اگر عذر ہو تو مکروہ نہیں اس لیے کہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک دفعہ عید کے دن بارش ہوگئی تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں مسجد میں نماز پڑھائی ❸ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی بارش میں مسجد میں نماز عید پڑھی۔

مکہ میں مسجد حرام میں نماز عید پڑھنا افضل ہے اس لیے کہ اس کا مرتبہ بلند ہے اور کعبہ بھی نظر آتا ہے اور وہ دین کے سب سے بڑے شعائر میں سے ہے۔

شافعیہ......شافعیہ فرماتے ہیں نماز عید مسجد میں پڑھنا افضل ہے۔اس لیے کہ مسجد دوسری جگہوں سے بلند مرتبہ اور صاف ستھری ہوتی ہے لیکن اگر شہر کی مسجد تنگ ہو تو عید گاہ میں نماز پڑھنا سنت ہے۔اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے عید گاہ کی طرف نکلتے تھے ❹ اور اس لیے بھی کہ نماز عید میں لوگ زیادہ ہوتے ہیں اگر مسجد تنگ ہو تو لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر مسجد کھلی ہو اور میدان میں نماز پڑھ لی جائے تو کوئی حرج نہیں اور اگر مسجد تنگ ہو اور اسی میں نماز پڑھ لی جائے اور عید گاہ نہ جایا جائے تو مکروہ ہے۔

اگر کچھ لوگ ضعیف ہو تو امام شہر کی مسجد میں کسی کو اپنا نائب بنا دے جوان کو نماز پڑھائے۔اس لیے کہ ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب بنایا تا کہ وہ کمزور لوگوں کو نماز پڑھا سکیں۔ ❺

حنفیہ فرماتے ہیں کہ عید کے دن ممبر کو عید گاہ نہیں لے جایا جائے گا البتہ یہاں بنانے میں حرج نہیں۔

پنجم: نماز عید کا طریقہ......نماز عید کی بالاتفاق دو رکعتیں ہیں۔اس لیے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:" عید الاضحیٰ کی دو رکعتیں، عید الفطر کی دو رکعتیں ہیں، نماز فجر کی دو رکعتیں ہیں اور نماز جمعہ کی دو رکعتیں ہیں یہ مکمل ہیں قصر نہیں اور یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی ہے۔اور نامراد ہوا وہ شخص جس نے جھوٹ باندھا ❻ نماز عید میں نماز شروع کرنے کے بعد زائد تکبیرات ہوتی ہیں۔حنفیہ کے نزدیک تین تین مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک پہلی میں چھ اور دوسری میں پانچ اور شافعیہ کے نزدیک پہلی میں سات اور دوسری میں پانچ۔یہ تکبیرات قرأت سے پہلے کہی جائیں گی البتہ حنفیہ کے نزدیک دوسری رکعت میں تکبیریں قرأت کے بعد ہوں گی۔فاتحہ کے بعد دو سورتیں پڑھنا مندوب ہے جمہور کے نزدیک یہ دونوں سورۃ اعلی اور سورۃ غاشیہ ہیں لیکن مالکیہ کے نزدیک دوسری رکعت میں سورۃ شمس اور اس جیسی سورتیں پڑھے اور شافعیہ کے نزدیک سورۃ ق اور سورۃ قمر پڑھے۔نماز عید کے لیے اذان واقامت نہیں ہوتی اس لیے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور حضرت ابوبکر حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ عید میں

---

❶..... یہ حدیث صحیح ہے اس کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے روایت کیا ہے (سابقہ حوالہ) ❷ تبیین الحقائق: ۱/۲۲۴، مراقی الفلاح: ۹۰ القوانین الفقهیه: ۸۵، الدر المختار ورد المحتار: ۱/۷۷۷، الفتاوی الهندیه: ۱/۱۴۰، مغنی المحتاج: ۳۱۲ ومابعد، الجموع: ۵/۵ ومابعد المهذب: ۱/۱۱۸ کشاف القناع: ۲/۵۹۔ ❸ اس کو امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے جید سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسکو روایت کیا ہے اور صحیح کہا ہے (المجموع: ۵/۲) ❹ یہ حدیث صحیح ہے اسکو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو سعید خدری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ ❺ اس کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے الضعفہ: بفتح الضاد والعین یہ ضعفاء کے معنی میں ہے ضعیف کی جمع ہے۔ ❻ اس کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نسائی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

موجود تھا ان سب نے خطبہ سے پہلے اذان واقامت کے بغیر نماز پڑھی ❶ سنت یہ ہے کہ نماز عید کے لیے الصلاۃ جامعۃ کہہ کر آواز لگائی جائے۔ اس لئے کہ یہ امام زھری سے مروی ہے ❷ اور اس کو نماز کسوف پر قیاس کیا گیا ہے۔

مالکیہ کے سوا جمہور کے نزدیک نماز عید کی ابتداء دل اور زبان کی نیت سے ہوگی زبان سے یوں کہے گا۔ میں اللہ تعالیٰ کے لیے عید کی نماز پڑھا ہوں چاہے امام ہو یا مقتدی۔ اور نماز شروع کرنے کے بعد دعائے افتتاح یا ثنا پڑھے۔

مختلف مذاہب میں نماز عید کا طریقہ:

حنفیہ..... ❸ حنفیہ فرماتے ہیں کہ پہلے نماز ہونے والی ہے، کی آواز لگائی جائے گی۔ پھر نمازی چاہے امام ہو یا مقتدی نماز عید کی نیت کرے گا دل سے بھی اور زبان سے بھی یوں کہتے ہوئے: میں اللہ تعالیٰ کے لیے نماز عید پڑھ رہا ہو" پھر تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ ناف کے نیچے باندھے گا۔ پھر امام اور مقتدی دونوں ثناء (سبحانك اللهم وبحمدك) پڑھیں گے۔ اس کے بعد امام اور مقتدی تین زائد تکبیریں کہیں گے۔ یہ تکبیر تحریمہ اور رکوع والی تکبیروں سے زائد ہوتی ہیں اس لیے انہیں زوائد کہتے ہیں۔ ہر تکبیر کے لیے ہاتھ اٹھا کر چھوڑ دے گا اور پھر تین تسبیحات کی مقدار خاموش رہے گا۔ اس دوران کوئی ذکر مسنون نہیں البتہ سبحان اللہ والحمدللہ ولاالٰہ الا اللہ واللہ اکبر کہنے میں کوئی حرج نہیں۔ تکبیرات زائدہ کے بعد دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھ لے گا۔

پھر امام اعوذ باللہ اور بسم اللہ آہستہ پڑھے گا اور فاتحہ اور اس کے بعد سورت بلند آواز سے پڑھے گا فاتحہ کے بعد پوری سورہ اعلیٰ پڑھنا مستحب ہے۔ اس کے بعد امام اور مقتدی رکوع کریں گے۔

دوسری رکعت میں بسم اللہ، سورۃ فاتحہ اور سورت پڑھے گا تا کہ دونوں قرأتین مل جائیں حنفیہ کے نزدیک یہی افضل ہے۔ دوسری رکعت میں سورہ غاشیہ پڑھنا مستحب ہے۔ ❹

پھر امام اور مقتدی پہلی رکعت کی طرح تین دفعہ تکبیرات زائدۃ کہیں اس لیے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: وہ ایک تکبیر کہہ کر نماز شروع کرے اس کے بعد تین تکبیریں کہے قرأت کرے تکبیر کہہ کر رکوع کرے اور پھر سجدہ کرے۔ پھر دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہوا کر قرأت کرے تین تکبیریں کہے اور پھر ایک تکبیر کہہ کر رکوع کرے ❺ اس کے بعد دوسری رکعت سلام تک مکمل کرے۔

اگر امام نے دوسری رکعت میں تکبیریں قرأت سے پہلے کہہ دیں تو بھی جائز ہے یہی حکم اس وقت ہے جب اس نے تین سے زیادہ تکبیریں کہہ دیں ہوں البتہ اگر سولہ سے زیادہ تکبیریں کہہ دے تو مقتدیوں کے لیے متابعت لازم نہیں ہے۔

---

❶ ..... یہ صحیح حدیث ہے اسکو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح اسناد کے ساتھ بخاری اور مسلم کی شرط پر روایت کیا ہے۔ صرف یہ کہ انھوں نے عمر رضی اللہ عنہ یا عثمان رضی اللہ عنہ کہا ہے۔ اس کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ وہ دونوں فرماتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن اذان نہیں دیتے تھے۔ ❷ اس کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ضعیف اسناد کے ساتھ مرسلا روایت کیا ہے نماز کسوف پر قیاس اس ضعیف حدیث سے مستغنی کر دیتا ہے۔ امام ابخاری رحمۃ اللہ علیہ اور مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن کے وقت ایک منادی کو الصلوٰۃ جامعۃ کی آواز لگانے کا حکم دیا۔ (المجموع ۵/۷ االشرح الصغیر: ۲/ ۱۹۱) ❸ اللباب: ۱/ ۱۱۷ ومابعد: مراقی الفلاح: ۹۰ فتح القدیر: ۱/ ۴۲۵۔ ۴۲۷: تبیین الحقائق: ۱/ ۲۲۵، الدرالمختار: ۱/ ۷۷۹۔ ۷۸۲، البذائع: ۱/ ۲۷۷ ومابعد، الفتاوی الھندیۃ ۱/ ۱۴۱۔ ❹ اس کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعا روا ت کیا ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین اور جمعہ میں سورہ اعلی اور سورۃ غاشیہ پڑھتے تھے مرۃ نے اسکو صرف عیدین کے بارے میں روایت کیا ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو حضرت سمرۃ سے عیدین کے بارے میں نقل کیا ہے (نیل الاوطار: ۳/ ۲۹۶) ❺ اسکو امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے آلا ثار میں نقل کیا ہے ۴۰ (نصب الرایۃ: ۲/ ۲۱۴ حاشیے ہیں)۔

اگر امام تکبیریں بھول کر رکوع کر لے تو واپس لوٹ کر تکبیریں کہے اور رکوع دوبارہ کرے قرأت لوٹانے کی ضرورت نہیں۔

مسبوق......مسبوق اگر زائد تکبیر سے پہلے امام کے ساتھ شریک ہو تو امام کی پیروی کرتا رہے اور اگر زائد تکبیروں کے بعد قرأت کے وقت آیا ہو تو تکبیر تحریمہ کہہ کر زائد تکبیرات اپنے طور پر کہے۔ اس لیے کہ وہ مسبوق ہے۔

اگر رکوع کے وقت آیا ہو تو رکعت ٹوٹ ہونے کا خدشہ ہونے کی صورت میں کھڑے کھڑے تکبیر تحریمہ کہہ کر زائد تکبیریں کہے اور امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہو جائے۔ اور اگر یہ خدشہ ہو کہ امام رکوع سے سر اٹھا لے گا تو تکبیر تحریمہ کہے اور رکوع کی تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا جائے۔ اس لیے کہ اگر وہ رکوع نہیں کرے گا تو رکوع اور رکعت دونوں فوت ہو جائیں گی۔ یہ جائز نہیں۔ امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک زائد تکبیریں رکوع میں کہے گا اس لیے کہ رکوع قیام کے حکم میں ہے۔ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تکبیریں نہیں کہے گا اس لئے کہ وہ اپنی جگہ یعنی قیام سے چھوٹ گئی ہیں قنوت کی طرح ساقط ہو جائیں گی۔

پہلی رائے جو کہ راجح ہے کے مطابق اگر تکبیرات اور تسبیحات دونوں کہنا ممکن ہو تو دونوں کہے اگر یہ ممکن نہ ہو تو تکبیرات کہے اور تسبیحات چھوڑ دے۔ اس لئے کہ تکبیرات واجب ہیں اور تسبیحات سنت ہیں۔ اور واجب کام میں لگنا اولیٰ ہوتا ہے۔ اگر تکبیریں مکمل ہونے سے پہلے امام نے سر اٹھا دیا تو وہ بھی سر اٹھا لے اس لئے کہ امام کی پیروی واجب ہے اور باقی تکبیریں اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائیں گی۔ اس لیے کہ ان کی اپنی جگہ چھوٹ گئی ہے۔

یہ ساری تفصیل اس صورت میں ہے جب کہ وہ پہلی رکعت میں پہنچ جائے۔ اگر دوسری رکعت میں پہنچے تو تکبیر تحریمہ کہہ کر امام کے ساتھ دوسری رکعت میں شامل ہو جائے۔ جب امام نماز سے فارغ ہو جائے تو وہ اپنے طور پر چھوٹی ہوئی رکعت پڑھے۔ اس لیے کہ وہ چھوٹی ہوئی رکعت کی ادائیگی میں منفرد ہے۔ بخلاف لاحق کے اس لئے کہ وہ حکماً امام کے پیچھے ہوتا ہے۔

اگر نماز عید اور نماز جنازہ جمع ہو جائیں تو نماز عید نماز جنازہ سے مقدم ہوگی اور نماز جنازہ خطبے سے مقدم ہوگی۔

مالکیہ......حنفیہ کی طرح مالکیہ [1] بھی یہ کہتے ہیں کہ نماز عید کی دو رکعتیں جہراً۔

اذان واقامت کے بغیر پڑھی جائیں گی اور ان میں سورۃ اعلیٰ اور اس جیسی سورتیں اور سورۃ الشمس اور اس جیسی سورتیں پڑھنا مستحب ہیں۔

البتہ ان کے نزدیک پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے بعد چھ تکبیریں اور دوسری رکعت میں قیام کی تکبیر کے علاوہ پانچ تکبیریں کہی جائیں گی یہ تکبیریں قرأت سے پہلے کہنا مستحب ہے اگر قرأت کے بعد کہہ دیں تو بھی ٹھیک ہے لیکن خلاف مستحب ہے اگر امام تکبیریں قرأت سے مؤخر کر لے یا مذکورہ مقدار سے زیادہ کہہ لیے تو مقتدی اس کی پیروی نہ کرے۔ تکبیروں کی تعداد پر ان کی دلیل اہل مدینہ کا عمل اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول ہے: میں نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کے ساتھ عید الاضحیٰ اور عید الفطر پڑھی انہوں نے پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے سات تکبیریں کہیں دوسری رکعت میں قرأت سے پہلے پانچ تکبیریں کہیں۔

تکبیروں کو پے در پے کہنا مستحب ہے البتہ امام کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ ہر تکبیر کے بعد انتظار کرے تا کہ مقتدی بھی تکبیر کہہ دیں مشہور قول کے طابق صرف تکبیر تحریمہ میں ہاتھ اٹھائے جائیں گے باقی تکبیروں میں ہاتھ اٹھانا مکروہ ہے۔ تکبیر کہنے والا خاموش رہے اس کے لئے تسبیح تحمید تہلیل وغیرہ پڑھنا مکروہ ہے۔

زائد تکبیریں سنت مؤکدہ ہیں۔ اگر ان میں سے کچھ بھول جائیں اور قرأت کے دوران یا اس کے بعد یاد آ جائیں تو رکوع سے پہلے پہلے تکبیر کہہ دے اور قرأت لوٹائے اور پہلی قرأت زیادہ کر لینے کی وجہ سے سلام کے بعد سجدہ سہو کرے۔

---

[1] ......الشرح الصغیر ۸/۵۲۵ ومابعد الشرح الکبیر: ۱/۳۹۷، ۴۰۰ القوانین الفقھیہ ۸۶ بدایۃ المجتھد: ۱/۲۰۹ ومابعد،

اگر رکوع کے بعد یاد آئیں تو وجوبی طور پر اپنی نماز جاری رکھے اور تکبیروں کے لیے نہ لوٹے اس لیے کہ فرض سے نفل کی طرف نہیں لوٹا جاتا اور نہ نماز باطل ہو جاتی ہے۔ امام سجدہ سہو کر کے چاہے ایک ہی تکبیر چھوٹی ہو اس لیے کہ ہر تکبیر سنت مؤکدہ ہے۔ مقتدی کی طرف سے امام ذمہ دار ہوگا۔ اگر مقتدی کو امام کی تکبیر نہ سنائی دے تو وہ اندازے سے تکبیر کہے۔

مسبوق...... امام کی تکبیر کے دوران فوت ہونے والی تکبیریں نہیں کہے گا البتہ اقتداء میں تاخیر کی وجہ سے رہ جانے والی تکبیروں کو امام کے فارغ ہونے کے بعد مکمل کرے گا۔

اگر مقتدی قرأت کے دوران امام کے ساتھ شریک ہو تو تکبیر تحریمہ کے بعد زائد تکبیریں کہے گا چاہے پہلی رکعت ہو یا دوسری پہلی رکعت میں چھ تکبیریں اور دوسری میں پانچ تکبیریں کہے گا اگر اس کی پہلی رکعت فوت ہو گئی ہو تو قیام کی تکبیر کے علاوہ مزید چھ تکبیریں قضاء کرے گا اگر امام کے ساتھ ایک رکعت سے بھی کم شریک ہوا تو امام کے سلام کے بعد دو رکعتیں قضاء کرے پہلی میں چھ تکبیریں اور دوسری میں پانچ تکبیریں کہے۔

شافعیہ...... ❶ یہ بھی دعائے افتتاح، تعوذ اور جہری قرأت میں حنفیہ کے ساتھ متفق ہیں البتہ ان کے نزدیک تکبیریں پہلی رکعت میں سات اور دوسری میں پانچ ہیں یہ تکبیریں قرأت سے پہلے کہی جائیں گی اور سب میں ہاتھ بھی اٹھائے جائیں گے ہر دو تکبیروں کے درمیان ایک درمیانی آیت کے برابر ٹھہرے گا۔ اور سینے کے نیچے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کے تھلیل تکبیر اور اللہ کی بڑائی بیان کرے گا اور اس میں باقیات صالحات (سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ، واللہ اکبر ❷) اچھی طرح پڑھے پھر تعوذ پڑھے اور قرأت کرے۔ تکبیر نہ فرض ہے اور نہ نماز کا جز ہے۔ یہ سنت ہے یا ہیئت ہے جیسے تعوذ اور دعائے افتتاح لہٰذا ان کو جان بوجھ کر یا بھولے سے چھوڑ دینے سے سجدہ سہو نہیں کیا جائے گا۔ اگرچہ ان سب کو یا بعض کو چھوڑنا مکروہ ہے۔

اگر نمازی تکبیریں بھول گیا اور قرأت شروع کر دی اور رکوع سے پہلے یاد آ گئیں تو اب ان کا تدارک نہیں کرے گا اگرچہ ابھی سورۃ فاتحہ بھی پوری نہ ہوئی ہو، یہ تکبیریں جدید مذہب کے مطابق فوت ہو چکی ہیں، اس لیے کہ ان کا محل باقی نہیں رہا۔ اگر وہ لوٹ آیا تو نماز باطل نہیں ہو گی۔ اگر وہ رکوع سے یا اس کے بعد تکبیریں کہنے کے لیے قیام کی طرف لوٹا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی بشرطیکہ اسے علم اور ہو اور اسے جان بوجھ کر کیا ہو۔ لاعلمی بھول کی طرح ہے۔

اگر امام مقررہ تکبیرات سے زائد تکبیریں کہہ دے تو مقتدی اس کی پیروی نہ کرے اور اگر امام نے تکبیریں چھوڑ دیں تو مقتدی اس کی پیروی میں تکبیریں چھوڑ دے۔ اگر اس نے تکبیریں نہ چھوڑیں اور مسلسل تین مرتبہ ہاتھ اٹھا دیئے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ اس لیے کہ اس نے عمل کثیر کیا ہے جس سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔ اگر مسلسل تین بار ہاتھ نہیں اٹھائے تو نماز باطل نہیں ہو گی۔ اگر امام نے مقررہ تعداد سے کم تکبیریں کہیں تو مقتدی اس کی پیروی کرے۔ وہ مسبوق جس کی نماز کا بعض حصہ رہ گیا ہو وہ جب اپنی فوت شدہ نماز سے فارغ ہو تو تکبیریں کہے گا۔

دلائل...... تکبیروں کی تعداد پر ان کی دلیل وہ حدیث ہے جو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے اور اسے حسن کہا ہے ❸ کہ آپ

---

❶ ..... مغنی المحتاج: ۳۱۰/۱۔ ۳۱۱، المھذب: ۱۲۰/۱ المجموع ۱۸/۵ وما بعد ❷ اگر لوگوں کا معمول یہ ورد لکھا جاتا تو بہتر تھا یعنی (اللہ اکبر کبیرا، والحمد للہ کثیر وسبحان اللہ بکرۃ واصیلا و صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا محمد و آلہ وسلم تسلیماً کثیراً) ساتویں تکبیر کے بعد یہ نہ کہے بلکہ دوسری نمازوں کی طرح تعوذ اور سورہ فاتحہ پڑھے۔ ❸ عن کثیر بن عبد اللہ عن ابیہ عن جدہ۔ اسکو امام ابن ماجہ نے بھی نقل کیا ہے اس میں قرأۃ کا ذکر نہیں ہے۔ امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسناد حسن کے ساتھ عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے روایت کیا ہے (نیل الاوطار: ۲۹۷/۳)

صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدین کی پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے سات بار اور دوسری رکعت میں قرأت سے پہلے پانچ بار تکبیر کہی۔

تکبیروں کے درمیان تسبیح وتحمید پر ان کی دلیل وہ حدیث ہے جو بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے قولاً وفعلاً نقل کی ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ انھوں نے سچ کہا اور وہ باقیات صالحات ہیں: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا ۝ ......الکہف ۱۸/ ۴۶

ابن عباس رضی اللہ عنہ اور بہت سوں کے نزدیک یہی ہے۔

رفع یدین پر ان کی دلیل وہ روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ عید کی ہر تکبیر میں ہاتھ اٹھاتے تھے۔ ❶

مسنون سورتیں......سورہ فاتحہ کے بعد پہلی رکعت میں سورہ ق (۵۰) اور دوسری رکعت میں سورہ قمر (۵۴) پوری پوری اور بلند آواز سے پڑھنا سنت ہے دلیل ابوواقد لیثی کی روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز میں **ق والقرآن المجید** (ق/ ۵۰/ ۱) اور **اقتربت الساعة** (القمر: ۵۴/ ۱) پڑھا کرتے تھے ❷ جہری قرأت اس وجہ سے ہوگی کہ سلف صالحین سے بعد والوں نے یہی نقل کیا ہے۔

اگر پہلی رکعت میں سورہ اعلیٰ اور دوسری رکعت میں سورہ غاشیہ پڑھی تو یہ بھی سنت ہے۔ اس لئے کہ یہ بھی صحیح مسلم سے ثابت ہے۔ اسی طرح پہلی رکعت میں سورۃ کافرون اور دوسری میں سورہ اخلاص بھی پڑھ سکتا ہے۔

حنابلہ...... ❸ یہ دعائے افتتاح اور تعوذ میں مالکیہ کے سوائے جمہور کی طرح ہیں۔ اور تکبیروں کی تعداد میں مالکیہ کی طرح ہیں کہ پہلی رکعت میں چھ اور دوسری میں پانچ زائد تکبیریں ہوں گی۔ اس لئے کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے روایت کیا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عید میں بارہ تکبیریں کہیں سات پہلی رکعت میں اور پانچ دوسری رکعت میں ❹ شافعیہ کی برعکس انھوں نے سات تکبیروں میں تکبیر تحریمہ کو بھی شامل کیا ہے۔

ہر تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھائے اس لیے کہ حضرت وائل حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر میں ہاتھ اٹھایا کرتے تھے' اور ہر دو زائد تکبیروں کے درمیان یہ پڑھے:

اللہ اکبر کبیراً والحمد للہ کثیراً وسبحان اللہ بکرۃ واصیلاً و صلی اللہ علیہ وسلم تسلیماً کثیراً

دلیل حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ والی حدیث ہے جو ابھی شافعیہ کے رائے میں گزری۔ چاہے تو کوئی اور ذکر بھی کرسکتا ہے اس لیے کہ اس میں کوئی ذکر مخصوص نہیں۔ دونوں رکعتوں کی آخری تکبیروں کے بعد کوئی ذکر نہ کرے۔

تکبیریں اور ان کا درمیانی ذکر شافعیہ کی طرح ان کے نزدیک بھی سنت ہے واجب نہیں۔ اسے جان بوجھ کر یا بھولے سے چھوڑنے سے

---

❶ ......اس کو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث مرسل میں روایت کیا ہے جو حضرت عطا سے مروی ہے سنن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقطع اور ضعیف سند کے ساتھ مروی ہے۔ ❷ اسکو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ بہت سے محدثین نے روایت کیا ہے ابو واقد: ان کا نام حارث بن عوف ہے (نیل الاوطار ۳/ ۲۹۶ المجموع ۵/ ۲۰۱۹) ❸ المغنی: ۲/ ۳۷۶، ۳۹۶ کشاف القناع ۲/ ۵۹۔ ۶۱۔ ۶۳، ۶۵۔ ❹ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔ اس باب میں یہ سب سے بہتر حدیث ہے اسکو امام ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے اور ابن المدینی نے اس کو صحیح کہا ہے۔ ایک روایت میں ہے تکبیریں سات پہلی رکعت میں اور پانچ دوسری رکعت میں ہیں قرأت ان دونوں کے بعد ہے۔ اس کو امام ابوداؤد اور دارقطنی نے روایت کیا ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تکبیروں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا اختلاف ہے اور سب جائز ہیں۔ علامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: تکبیرات عیدین میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی صحیح حدیث مروی نہیں۔''

نماز باطل نہیں ہوتی۔ اگر تکبیریں چھوڑ دیں اور قرأت شروع کردی تو تکبیروں کی طرف نہ لوٹے۔ اس لئے کہ یہ سنت ہے جس کا محل باقی نہیں رہا۔ جیسے کوئی ثناء اور تعوذ بھول جائے اور قرأت شروع کردے۔ یا سورت پڑھنا چھوڑ کر رکوع میں چلا جائے۔

اسی طرح اگر وہ اس وقت پہنچا جب امام زائد تکبیریں یا ان کا کچھ حصہ کہہ کر کھڑا تھا تو اب تکبیریں نہیں کہے گا اس لئے کہ محل باقی نہیں رہا۔ جیسے وہ آدمی جو رکوع میں امام کو پہنچے۔

مسبوق جس کی کچھ نماز چھوٹ گئی ہو چاہے نیند یا غفلت کی وجہ سے ہو وہ جب اپنی فوت شدہ نماز قضاء کرلے تو تکبیریں کہے یہی اکثر اہل علم کا قول ہے۔ اور قضاء اپنے طریقے سے کرے۔ ان کی دلیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا محمول ہے: نماز کا جو حصہ مل جائے پڑھ لو اور جو رہ جائے اس کی قضاء کرلو۔"

پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اعلیٰ پڑھے اور دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد سورہ غاشیہ پڑھے۔ اس لئے کہ حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم عیدین میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى اور هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ پڑھا کرتے تھے ❶ اس لئے کہ سورہ اعلیٰ میں نماز اور صدقات پر ابھارا گیا ہے۔ ❷

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّىٰ ﴿١٤﴾ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ ﴿١٥﴾ ......الاعلیٰ: ۸۷/ ۱۴۔ ۱۵

فلاح اس نے پائی ہے جس نے پاکیزگی اختیار کی اور اپنے پروردگار کا نام لیا اور نماز پڑھی۔ آسان ترجمہ

اور قرأت بلند آواز سے کی جائے گی اس لئے کہ دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم عیدین اور استسقاء میں قرأت جہراً کرتے تھے۔"

ششم: عید کا خطبہ......عید کی دو خطبے جمہور کے نزدیک سنت اور مالکیہ کے نزدیک مستحب ہیں۔ یہ خطبے ارکان، شروط سنتوں اور مکروہات میں جمع کے دو خطبوں کی طرح ہیں۔ البتہ جمع کے برعکس یہ نماز کے بعد پڑھے جاتے ہیں۔ اس میں مسلمانوں کا کوئی اختلاف نہیں۔

عید الفطر کے خطبہ میں امام صدقہ فطر کے احکام بیان کرے ❸ اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ان کو اس دن سوال سے مستغنی کردو ❹ اور عید الاضحیٰ کے خطبے میں قربانی، تکبیرات تشریق اور وقوف عرفہ کے احکامات بیان کرے تاکہ حاجیوں کے ساتھ اور ان کی اس دن کی حاجتوں اور ضرورتوں کے ساتھ مشابہت ہوجائے۔ عید سے پہلے والے جمع کے خطبے میں اس کی اچھی طرح تعلیم دے جب منبر پر چڑھے تو حنفیہ کے نزدیک نہ بیٹھے اور حنابلہ اور مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک استراحت کے لیے بیٹھ جائے۔

خطبے کے سنت ہونے کی دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پیروی ہے خطبے میں حاضر ہونا اور اسے سننا واجب نہیں۔ اس لئے کہ حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا:

میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عید کی نماز پڑھی جب نماز پوری ہوگئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم خطبہ دیں گے جو خطبے کے

---

❶ ......اس کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے اسی طرح کی حدیث نقل کی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ ❷ حضرت سعید بن المسیب اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی یہی تفسیر کی ہے۔ ❸ اللباب: ۱/ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔، مراقی الفلاح: ۹۱، تبیین الحقائق: ۱/ ۲۲۶، فتاوی الهندية ۱/ ۱۴۱ فتح القدير: ۱/ ۴۲۸ وما بعد الدر المختار: ۱/ ۷۸۲۔ ۷۸۴ الشرح الصغير: ۱/ ۵۳۰ الشرح الكبير: ۱/ ۴۰۰ القوانين الفقهيه: ۸۶ مغنی المحتاج: ۱/ ۳۱۱ ومابعد المهذب ۱/ ۱۲۰ المجموع: ۵/ ۳۶ المغنی: ۲/ ۳۸۴، ۳۸۷ كشاف القناع: ۲/ ۶۱۔ ۶۲۔ ❹ دیکھئے کشاف القناع: ۲/ ۶۲۔

لیے بیٹھنا چاہے تو بیٹھ جائے اور جو جانا چاہے چلا جائے ❶ اگر عید کا خطبہ چھوڑ دیا جائے تو بھی نماز ادا ہو جائے گی۔

خطبے کا نماز جمعہ کے بعد ہونا بھی اتباع سنت کی وجہ سے ہے۔حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نماز عید خطبے سے پہلے پڑھتے تھے ❷ اگر امام نے خطبہ نماز سے پہلے دے دیا تو حنفیہ کے نزدیک صحیح ہوگا البتہ خلاف سنت ہونے کی وجہ سے برا ہوگا اس لیے کہ سنت خطبے کو مؤخر کرنا ہے۔

خطیب خطبے کی ابتداء تکبیر سے کرے۔اسی طرح خطبے کے دوران میں تکبیر کہتا رہے مالکیہ کے نزدیک اس کی کوئی حد مقرر نہیں ہے۔بعض کہتے ہیں کہ ان کے نزدیک شروع میں سات مرتبہ تکبیر کہے۔جمہور کے نزدیک پہلے خطبے میں پے در پے نو تکبیریں کہے اور دوسرے میں بھی پے در پے سات تکبیریں کہے اس لیے کہ سعید بن منصور نے عبید اللہ بن عتبہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: دونوں عیدوں میں امام خطبہ دینے سے پہلے نو بار تکبیر کہتا تھا اور دوسری خطبے میں سات بار۔'' حنفیہ کے نزدیک بھی یہ مستحب ہے کہ امام منبر سے اترنے سے پہلے چودہ مرتبہ تکبیر کہے۔امام کے لیے مندوب یہ ہے کہ خطبے سے فارغ ہونے کے بعد اتباع سنت میں تکبیریں دوبارہ کہے تاکہ جو پہلے نہیں سن سکے تھے اب سن لیں۔اگر چہ وہ عورتیں ہی کیوں نہ ہوں۔رواہ الشیخان

فائدہ.....مشروع خطبے دس ہیں۔خطبہ جمعہ، دونوں عیدوں کے خطبے کسوف اور خسوف کے خطبے، خطبہ استسقاء، خطبہ نکاح اور حج کے خطبے جو شافعیہ کے نزدیک چار اور حنفیہ کے نزدیک تین ہیں یہ سب خطبے نماز کے بعد ہوتے ہیں۔البتہ جمعہ اور عرفہ کے دونوں خطبے نماز سے پہلے ہوتے ہیں اور خطبہ نکاح کے ساتھ نماز نہیں ہوتی۔اسی طرح یہ سب خطبے دو دو ہوتے ہیں۔سوائے خطبہ نکاح کے اور خطبہ عرفہ کے علاوہ شافعیہ کے نزدیک حج کے باقی تین خطبے یہ ایک ایک ہوتے ہیں۔

ان خطبوں میں سے تین الحمدللہ سے شروع ہوں گے۔خطبہ جمعہ خطبہ استسقاء اور خطبہ نکاح پانچ یا چھ کی ابتداء تکبیر سے ہوگی: خطبہ عیدین اور تین یا چار حج کے خطبے البتہ مکہ او، عرفہ والے خطبوں کی ابتداء تکبیر سے ہوگی پھر تلبیہ ہوگا اور آخر میں خطبہ ہوگا۔

خطبہ جمعہ اور خطبہ عید میں فرق:

۱.....خطبہ جمعہ نماز سے پہلے ہوتا ہے۔اور خطبۂ عید نماز کے بعد ہوتا ہے اگر خطبۂ عید نماز سے پہلے کہہ دیا تو حنفیہ کے سوا دیگر ائمہ کے نزدیک صحیح نہیں ہوگا۔اور نماز کے بعد اعادہ مستحب ہوگا۔

۲.....جمعہ کے دونوں خطبے الحمدللہ سے شروع ہوتے ہیں۔شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک ایسا کرنا شرط یا رکن ہے حنفیہ کے نزدیک سنت ہے اور مالکیہ کے نزدیک مندوب ہے۔عیدین کے دونوں خطبے تکبیر سے شروع کرنا سنت ہے۔

۳.....حنفیہ مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک خطبۂ عید سننے والے کے لیے امام کی تکبیر کے ساتھ آہستہ آہستہ تکبیر کہنا سنت ہے جب کہ جمع کے خطبے کے دوران بات چیت کرنا حرام ہے۔جمہور کے نزدیک ذکر کا بھی یہی حکم ہے۔حنفیہ فرماتے ہیں اصح یہی ہے کہ جمعہ اور عید کے خطبے کے دوران ذکر مکروہ نہیں۔حنابلہ کے نزدیک جمعہ اور عید کے خطبے کے دوران تکبیر کے علاوہ کوئی بات کرنا حرام ہے۔شافعیہ فرماتے ہیں کہ جمعہ اور عید کے خطبوں کے دوران بات چیت حرام نہیں مکروہ ہے حاضرین خطبے کے دوران تکبیر نہ کہیں بلکہ خاموشی سے سنیں۔

---

❶.....اس کو امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔اس کے راوی ثقہ ہیں۔اسی طرح امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے ان دونوں نے کہا ہے کہ یہ مرسل ہے (نیل الاوطار ۳/ ۳۰۵) ❷ متفق علیہ۔شیخین نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت کیا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن عید گاہ کی طرف جاتے تو سب سے پہلے نماز پڑھتے پھر لوگوں کی طرف رخ کرتے لوگ اپنی صفوں میں بیٹھے ہوتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں وعظ نصیحت کرتے اور احکام بتاتے.....(نیل الاوطار: ۳/ ۳۰۳)

۴.....جمہور کے برعکس حنفیہ کے نزدیک عید کے خطبے میں جب امام منبر پر چڑھے گا تو بیٹھے گا نہیں۔ جبکہ جمعہ کے خطبے میں بیٹھے گا۔

۵.....مالکیہ کے نزدیک عید کے خطبے کے دوران اگر امام کو حدث لاحق ہو جائے تو خطبہ جاری رکھے گا کسی کو نائب نہیں بنائے گا۔ بخلاف جمعہ کے خطبے کے کہ اگر اس میں وضو ٹوٹ جائے تو کسی کو نائب بنائے گا۔

۶.....شافعیہ کے نزدیک جمعہ کے خطبے کی شرطیں قیام طہارت، ستر عورت اور دونوں خطبوں میں بیٹھنا۔ یہ سب عید کے خطبے کے لیے شرط نہیں بلکہ سنت ہیں۔

ہفتم: عیدین میں تکبیر کا حکم.....فقہاء کا اتفاق ہے کہ عیدین میں صبح سے نماز تک اور ایام حج میں نمازوں کے بعد تکبیر مشروع ہے۔

عیدین میں صبح سے نماز تک تکبیر کہنا:

حنفیہ.....❶ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عید الفطر میں عید گاہ کی طرف جاتے ہوئے آہستہ تکبیر کہنا مستحب ہے اس لیے کہ حدیث میں آتا ہے: بہترین ذکر وہ ہے جو آہستہ ہو اور بہترین رزق وہ ہے جو کافی ہو جائے ❷ جب عید گاہ پہنچ جائے تو ذکر بند کر دے۔ دوسری روایت کے مطابق نماز تک بند کرے۔ صاحبین کے نزدیک تکبیریں بلند آواز سے کہی جائیں گی۔ عید الاضحیٰ کے لیے جاتے وقت راستے میں بلند آواز سے تکبیر کہنے پر اتفاق ہے۔

جمہور.....❸ جمہور فرماتے ہیں کہ صبح سے نماز تک گھروں، مسجدوں بازاروں اور راستوں میں بلند آواز سے تکبیر کہے۔ اور نماز شروع ہونے تک جاری رکھے۔ حنابلہ کے نزدیک خطبے سے فارغ ہونے تک جاری رکھے اور یہ عید الفطر میں عید الاضحیٰ سے زیادہ مؤکد ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۸۵﴾ ......البقرۃ: ۲/۱۸۵

تاکہ تم (روزوں کی) گنتی پوری کر لو، اور اللہ نے تمہیں جو راہ دکھائی اس پر اللہ کی تکبیر کہو اور تاکہ تم شکر گزار ہو اور اس لیے کہ اس میں اسلامی شعائر کا اظہار اور دوسروں کے لیے نصیحت ہے۔

مطلق تکبیر (جو نماز کے بعد نہیں ہوتی).....شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک عید الفطر کی رات غروب آفتاب کے بعد سے مستحب ہے نہ کہ اس سے پہلے۔ مقید تکبیر (جو نمازوں کے بعد کہی جاتی ہے) حنابلہ کے نزدیک اور شافعیہ کے صحیح قول کے مطابق عید الفطر کی رات مسنون نہیں۔ اس لئے کہ یہ روایات میں وارد نہیں ہے۔

تکبیر کا صیغہ.....تکبیر کا صیغہ حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک جفت ہے۔

اللہ اکبر اللہ اکبر، لاالہ الااللہ واللہ اکبر، اللہ اکبر (دو) وللہ الحمد

اس لئے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی آگے آنے والی حدیث میں ایسے ہی ہے اس کے علاوہ دو خلفاء راشدین رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے۔

---

❶.....فتح القدیر: ۱/۴۲۳ الفتاوی: الهندية ۱/۱۴۲ مراقی الفلاح: ۹۰ اللباب: ۱/۱۱۷، الدرالمختار: ۱/۷۸۴۔۷۸۵۔ ❷ اسکو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ ابن حبان اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے شعب الایمان میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ❸ الشرح الصغير: ۱/۵۲۹ القوانين الفقهية: ۸۶ المجموع: ۵/۳۔۳۷ مغنی المحتاج: ۱/۳۱۴ وما بعد، كشاف القناع: ۲/۶۳۔۶۴ المغنی: ۲/۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۲، ۳۷۴، ۳۹۳۔۵۹۵۔

مالکیہ اور شافعیہ کے قول جدید میں تکبیر کے صیغے میں اللہ کبیر تین دفعہ ہوگا:

اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر

مالکیہ کے نزدیک یہی احسن ہے۔ اگر (لاالہ الااللہ واللہ اکبر، اللہ اکبر وللہ الحمد) کا اضافہ کیا تو حسن ہے۔ اس لیے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایات میں یہی وارد ہے شافعیہ کے نزدیک تیسری تکبیر کے بعد (اللہ اکبر اکبیراً والحمدللہ کثیرا وسبحان اللہ بکرۃ واصیلاً) کا اضافہ مستحب ہے۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا پر کہا تھا۔ اس کے بعد یہ کہنا مسنون ہے:۔

لاالہ الااللہ ولا نعبد الا ایاہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکافرون لاالہ الا اللّٰہ وحدہ صدق وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ لاالہ الااللہ واللہ اکبر

اور حنفیہ کے نزدیک یہ زیادتی اگر وہ چاہے۔ اور ختم ان الفاظ سے کرے:

اللھم صلی علی محمد وعلی آل محمد وعلی أصحاب محمد وعلی أزواج محمد وسلم تسلیماً کثیراً

ایام حج میں نمازوں کے بعد تکبیر کہنا (تکبیرات تشریق:

حنفیہ ❶ ..... حنفیہ فرماتے ہیں اصح یہ ہے کہ مردوں عورتوں پر تکبیر تشریق ❷ ایک مرتبہ کہنا واجب ہے۔ اگر اس سے زیادہ کہی تو یہ فضیلت کی بات ہے۔ یہ تکبیر ہر فرض عین نماز کے بعد کہی جاتی ہے اور درمیان میں کوئی ایسا فصل نہیں کیا جاتا جو نماز پر بناء سے مانع ہو (جیسے مسجد سے نکل جانا بات کرنا جان بوجھ کر وضو توڑنا) نماز جماعت سے پڑھی ہوا کیلے پڑھی ہو یا قضاء نماز ہو سب کے بعد تکبیر تشریق پڑھی جاتی ہے۔ مرد تکبیر بلند آواز سے کہیں گے اور عورتیں آہستہ آواز سے وتر اور عید کی نماز کے بعد تکبیر نہیں کہی جائے گی۔

مدت ..... امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تکبیر تشریق یوم عرفہ کی فجر سے عید کی عصر تک کہی جائے گی۔ صاحبین کے نزدیک ایام تشریق کے آخری دن (۱۳ ذی الحجہ) کی عصر تک کہی جائے گی۔ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے یہ کل تیس (۳۰) نمازیں بنتی ہیں۔

ہر فرض نماز پڑھنے والے ہر فرض نمازوں کے بعد تکبیر واجب ہے چاہے منفرد ہو مسافر ہو یا مقتدی ہو۔ اس لئے کہ صاحبین کے مفتی بہ قول کے مطابق یہ اس کے تابع ہے۔ مسبوق پر بھی لاحق کی طرح اپنی چھوٹی ہوئی نماز مکمل کر کے تکبیر کہنا واجب ہے۔ اگر امام تکبیر نہ کہے تو مقتدی تکبیر کہہ دیں۔

محرم پہلے تکبیر کہے پھر تلبیہ پڑھے ❸ تکبیر کہنے کے لیے طہارت ضروری نہیں۔ اسی طرح یہ بھی ضروری نہیں کہ امام تکبیر کہے گا تو مقتدی کہے گا۔ اگر امام تکبیر چھوڑ بھی دے تو مقتدی تکبیر کہہ دے۔

دلائل ..... تکبیر کے وجوب اور مدت پر ان کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

وَاذْكُرُوا اللَّهَ فِيٓ أَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ...... البقرۃ: ۲/ ۲۰۳

اور اللہ کو گنتی کے (ان چند) دنوں میں (جب تم منیٰ میں مقیم ہو) یاد کرتے رہو۔ (آسان ترجمہ)

---

❶ ..... الدر المختار: ۱/ ۸۴۲۔ ۸۸۷، تبیین الحقائق: ۱/ ۲۲۶ ومابعد اللباب: ۱/ ۱۱۹ ومابعد فتح القدیر: ۱/ ۵۳۰۔ ۴۳۱۔ ❷ التشریق: گوشت کے ٹکڑے کرنا اور دھوپ میں خشک کرنا عید کے بعد کے تین دنوں میں عام طور پر قربانی کا گوشت کاٹ کے دھوپ میں خشک کیا جاتا ہے اس لیے انہیں ایام تشریق کہتے ہیں۔ ایام تشریق ایام معدودات ہیں۔ ایام معلومات ذی الحجہ کے پہلے دس دن ہیں۔ ❸ درمختار میں ہے کہ محرم تلبیہ سے ابتدا کرے۔

اسی طرح حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم عرفہ کی فجر سے ایام تشریق کے آخری دن کی عصر تک جب فرض نمازوں کا سلام پھیرتے تھے تو تکبیر کہتے تھے۔دوسرے الفاظ یوں ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عرفہ کی صبح فجر کی نماز پڑھتے تو اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہوتے اور فرماتے: اپنی جگہوں پر رہو! اور یہ تکبیر پڑھتے:

الله اکبر الله اکبر لااله الا الله والله اکبر الله اکبر ولله الحمد

اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرفہ کی صبح سے ایام تشریق کے آخری دن کی عصر تک تکبیر کہتے۔ ❶

مالکیہ...... جماعت ❷ اور منفرد کے لیے ہر وقتی فرض نماز کے بعد تکبیر کہنا مستحب ہے یہ تکبیریں یوم النحر کی ظہر سے چوتھے دن کی صبح تک پندرہ وقتی نمازوں کے بعد کہی جائیں گی۔اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَ يَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ الحج:۲۲/۲۸

اور متعین دونوں میں اللہ کا نام لیں۔

اس خطاب سے مقصود اگر چہ اہل حج ہیں لیکن جمہور کے نزدیک یہ حاجیوں اور غیر حاجیوں کے لیے عام ہے۔لوگوں نے اس کو عمل کے ذریعے قبول کیا ہے۔لوگ حاجیوں کے تابع ہیں اور وہ ظہر سے تکبیریں کہتے ہیں۔

نفل اور قضاء نمازوں کے بعد تکبیر نہیں کہے گا۔اگر تکبیر بھول جائے تو یاد آنے پر کہہ دے بشرطیکہ زیادہ وقت نہ گزرا ہو۔اگر مسجد سے باہر نکل جائے یا عرف کے مطابق زیادہ عرصہ گزر جائے تو نہ کہے۔اگر امام تکبیر بھول جائے تو مقتدی کے لئے تکبیر کہنا مستحب ہے۔بھول جانے والے کو تنبیہ کرنا مستحب ہے چاہے بات سے ہی کیوں نہ ہو۔

شافعیہ......شافعیہ ❸ کے نزدیک زیادہ ظاہر یہ ہے کہ حاجی نمازوں کے بعد یوم النحر کی ظہر سے تکبیر کہے اس لئے کہ یہ منی میں پہلی نماز ہے اور تلبیہ ختم ہونے کا وقت بھی یہی ہے۔اور ایام تشریق کے آخری دن صبح کی نماز میں تکبیروں کا سلسلہ ختم کرے۔اس لئے کہ یہ منی میں اس کی آخری نماز ہے۔جیسا کہ مالکیہ کہتے ہیں ظاہر اور مشہور قول کے مطابق غیر حاجی بھی حاجی کی طرح ہے۔اس لئے کہ لوگ حاجیوں کے تابع ہیں۔اور اس لئے بھی کہ مسلم کی حدیث مطلق ہے: منی میں گزرنے والے دن کھانے پینے اور اللہ کے ذکر کے دن ہیں'' بعض کے نزدیک یوم عرفہ کی صبح سے ایام تشریق کے آخری دن کی عصر تک تکبیریں کہی جائیں گی۔شہروں میں اس پر عمل ہو رہا ہے صحیح روایات سے ثابت ہے کہ حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کو اختیار کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہی اصح ہے۔حاجی عید الاضحیٰ کی رات تکبیر نہ کہے بلکہ تلبیہ پڑھے۔

اس لئے کہ تلبیہ اس کا شعار ہے۔عمرہ کرنے والا طواف شروع کرنے تک تلبیہ پڑھے۔

زیادہ ظاہر یہ ہے کہ ان دونوں میں تمام نمازوں کے بعد تکبیر پڑھے چاہے وہ فوت شدہ ہوں یا سنت مؤکدۃ، نذر مانی ہوئی نماز، مطلق نوافل مقید نوافل اور سبب والے نوافل ہوں جیسے تحیۃ المسجد اس لیے کہ یہ وقت کا شعار ہے۔

---

❶ ......اس کو امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔اس میں جابر جعفی سیئی الحال ہے اور عمرو بن شمر اس سے بھی زیادہ کمزور ہے بلکہ وہ ہلاک ہونے والوں میں سے ہے (نصب الرایۃ ۲/۲۲۳ وما بعد) صحیح یہ ہے کہ صیغہ تکبیر امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے جید سند کے ساتھ منقول ہے صنعانی (سبل السلام: ۲/۷۲) میں فرماتے ہیں تکبیر کے بارے میں سب سے صحیح روایت وہ ہے جو امام عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سلمان سے صحیح سند کے ساتھ روایت کی ہے فرماتے ہیں تکبیریں یوں کہو الله اکبر الله اکبر کبیرا'' یہ حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ، مجاہد رحمۃ اللہ علیہ اور ابن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی مروی ہے۔اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی قول ہے۔اس میں یہ زیادتی ہے۔'' ولله الحمد۔ ❷ بدایۃ المجتھد: ۱/۲۱۳، الشرح الصغیر ۱/۵۳۱ القوانین الفقھیہ: ۸۶ الشرح الکبیر: ۴۰۱۔ ❸ مغنی المحتاج: ۱/۳۱۴، المھذب: ۱/۱۲۱، المجموع: ۵/۲۴۔۳۲۔

عیدین میں تکبیر گھروں، راستوں، مسجدوں اور بازاروں میں بلند آواز سے سنت ہے۔ اس لئے کہ حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین میں حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ، جعفر رضی اللہ عنہ، حسن، رضی اللہ عنہ حسین رضی اللہ عنہ، اسامۃ بن زید رضی اللہ عنہ، زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور ایمن بن ام ایمن رضی اللہ عنہ کے ساتھ بلند آواز سے تہلیل وتکبیر کہتے ہوئے نکلتے تھے۔ اور حدادین والے راستے سے (1) مصلی تک جاتے تھے۔

ایام معلومات یعنی ذوالحجہ کے پہلے عشرے میں مویشیوں، اونٹ گائے، بکری کو دیکھ کر بھی تکبیر کہی جائے گی۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ يَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ......الحج:۲۲/۲۸)

اور متعین دنوں میں ان چوپایوں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ نے انہیں عطا فرمائے ہیں۔

حنابلہ...... (2) حنابلہ فرماتے ہیں کہ عیدین میں تکبیر مطلقاً مسنون ہے مسجدوں گھروں اور راستوں میں سفر اور حضر میں ہر اس جگہ تکبیر کا اظہار مسنون ہے جہاں اللہ کا ذکر جائز ہو۔ مردوں کے لیے بلند آواز سے تکبیر کہنا سنت ہے۔ یہ تکبیریں ہر اس آدمی کے لیے سنت ہیں جو نماز کا اہل ہو یعنی ممیز اور بالغ ہو چاہے آزاد ہو یا غلام، مرد ہو یا عورت، شہری ہو یا دیہاتی۔ اور یہ ہر فرض نماز کے بعد کہی جائیں گی چاہے قضاء نماز ہی کیوں نہ ہو جو کہ بر قول مشہور جماعت سے پڑھی جائے۔ تکبیرات تشریق یوم عرفہ کی فجر سے ایام تشریق کے آخری دن کی عصر تک تینتیس نمازوں کے بعد کہی جائیں گی۔ اس لئے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز عرفہ میں پڑھی اور ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اللہ اکبر اللہ اکبر۔ اور ایام تشریق کی آخری دن کی عصر تک تکبیر کہی (3) بعض روایات میں یہ ہے:

اللہ اکبر اللہ اکبر لاالہ الا اللہ واللہ اکبر وللہ الحمد

مدت تکبیر میں مسافر مقیم کی طرح ہے اور حاجی غیر حاجی کی طرح اس لئے کہ وہ اس سے پہلے تلبیہ کہنے میں مشغول تھا اب وہ تکبیر سے ابتداء کرے اور پھر تلبیہ کہے اس لیے کہ تکبیر نماز کی جنس سے ہے۔

اکیلے نماز پڑھنے والا تکبیر نہ کہے۔ اس لیے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے: تکبیر اس کے لیے ہے جو جماعت سے نماز پڑھے اور اس لیے بھی یہ ہے کہ یہ ایسا ذکر ہے جو عید کے وقت کے ساتھ خاص ہو۔ اس طرح یہ خطبے کے مشابہ ہو گیا۔

اگر امام تکبیر بھول جائے تو مقتدی کہہ دے تاکہ فضیلت حاصل ہو جائے۔ جیسے آمین کہنے میں ہوتا ہے امام تکبیر لوگوں کی طرف مڑ کر کہے۔ اس لیے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ والی گزشتہ حدیث میں ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف رخ کرتے اور فرماتے اپنی جگہوں پر رہنا اور پھر تکبیر کہتے۔" غیر امام قبلہ رخ ہو کر تکبیر کہے اس لیے کہ یہ نماز کے ساتھ مختص ذکر ہے لہٰذا یہ اذان اور اقامت کے مشابہ ہو گیا۔ ایک بار تکبیر کہنا کافی ہے۔ اگر ایک سے زیادہ بار کہہ دیا تو بھی کوئی حرج نہیں۔ اگر تین بار کہے تو اچھا ہے نماز عید کے بعد تکبیر کہنا اولی ہے۔ اس لیے کہ یہ نماز جماعت کے ساتھ فرض کی گئی ہے۔ اس طرح یہ نماز فجر کے مشابہ ہو گئی۔ اور اس لیے بھی کہ یہ نماز عید کے ساتھ سے زیادہ خاص ہے لہٰذا یہ اس کی تکبیر کی بھی زیادہ حقدار ہے۔

ایام معلومات یعنی ذی الحجہ کے پہلے دس دن میں بھی تکبیر کہنا مستحب ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ يَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ الحج:۲۲/۲۸

اور متعین دنوں میں اللہ کا نام لیں۔

(1)......المصلی: مدینہ کے قریب ایک صحرائی جگہ تھی جو کہ مسجد نبوی کے بھی قریب پڑتی تھی اب یہ مدینہ منورہ میں داخل ہو گئی ہے اور اس میں اب مسجد غمامۃ بنی ہے۔ (2) کشاف القناع رحمۃ اللہ علیہ /۶۳۔۶۷ المغنی: ۲/۳۹۳۔۳۹۸۔ (3) اسکو دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد طرق سے روایت کیا ہے ہم اس کا ضعف بتا چکے ہیں۔

ہشتم: عید کی سنتیں: مستحبات اور وظائف:

عید الاضحیٰ کے آنے سے پہلے عشرہ ذی الحجہ میں کارہائے خیر کا خوب اہتمام کرنا مستحب ہے ان دنوں میں اللہ تعالیٰ کا ذکر، روزے، صدقات اور دیگر نیک کام زیادہ سے زیادہ کیے جائیں اس لیے کہ یہ ان افضل ترین ایام میں سے ہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے: کسی بھی دن کا عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں ان ایام کے عمل سے زیادہ محبوب نہیں۔ یعنی عشرہ ذی الحجہ کے عمل سے۔ لوگوں نے پوچھا کیا جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں، فرمایا: جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں! الا یہ کہ کوئی آدمی اپنی جان اور مال لے کر نکلے اور واپس کچھ نہ لائے۔ ❶

ذی الحجہ کے پہلے دس دن میں ناخن تراشنے اور بال منڈانے سے رکے رہنا مستحب ہے۔ اس لیے کہ صحیح مسلم کی حدیث میں وارد ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب عشرہ ذی الحجہ آجائے اور آپ میں سے کوئی قربانی کرنا چاہتا ہو تو وہ اپنے بال نہ کاٹے اور ناخن نہ تراشے۔

عید کے موقع پر تکبیر کے علاوہ درج ذیل کام مندوب ہیں۔

عید کی دونوں راتوں کو جاگ کر اللہ کی عبادت۔ ذکر، نماز، تلاوت، قرآن تکبیر تسبیح اور استغفار میں مشغول رہنا۔ رات کا آخری ایک تہائی ان اعمال میں گزرے۔ بہتر یہ ہے کہ پوری رات شب بیداری کرے اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: جو ثواب کی نیت سے عید الفطر اور (عید الاضحیٰ کی رات شب بیدار کرے تو اس کا دل اس دن مردہ نہیں ہوگا جس دن دل مردہ ہو جائیں گے۔ عشاء اور فجر کی نماز جماعت سے پڑھنا اس کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔

دونوں عیدوں کی رات کو دعائیں قبول ہوتی ہیں: اس لیے ان میں دعا مانگنا مستحب ہے اسی طرح جمعہ کی رات رجب کے شروع کی دو راتوں اور نصف شعبان کی رات میں بھی دعا مستحب ہے۔

۲..... جمعہ پر قیاس کرتے ہوئے عید کے دن بھی غسل کرنا خوشبو لگانا، مسواک کرنا اور اچھا لباس زیب تن کرنا مندوب ہے تا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اظہار اور شکر کیا جا سکے۔ غسل کا وقت شافعیہ نے نزدیک آدھی رات کو داخل ہوتا ہے مالکیہ کے نزدیک رات کے آخری چھٹے حصے میں داخل ہوتا ہے۔ البتہ صبح کی نماز کے بعد کرنا مندوب ہے حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک غسل کا وقت صبح کے بعد عید گاہ جانے سے پہلے پہلے ہے۔ حنفیہ کے نزدیک عید کا غسل نماز عید کے لیے ہے۔

اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر اور یوم النحر کو غسل فرمایا کرتے تھے ❷ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ عید کے دن غسل فرمایا کرتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن خوشبو لگایا کرتے تھے چاہے گھر والوں کی خوشبو ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سرخ چادر ❸ جو آپ

---

❶ رواہ ابن المنذر ❷ اس کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ بہت سے محدثین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے (نیل الاوطار ۳/۲۱۲) ❸ مراقی الفلاح: ۱/۸۹ ومابعدها تبیین الحقائق: ۱/۲۲۴ ومابعدها فتح القدیر: ۱/۴۲۳، ۴۲۹، الفتاوی الهندیة ۱/۱۴۰ الدر المختار: ۱/۷۷۶ ومابعدها اللباب ۱/۱۱۶ ومابعدها الشرح الصغیر: ۱/۵۲۷۔۵۳۱ مغنی المحتاج: الشرح الصغر ۱/۳۱۲ وما بعدها المهذب: ۱/۱۱۹ المغنی ۲/۳۲۹، ۳۷۴، ۳۸۹، ۳۹۹، کشاف القناع: ۲/۵۶۔۵۸

۱..... اس کو طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے مجمع کبیر میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ امام دارقطنی نے اس کو موقوفاً روایت کیا ہے علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کی اسانید ضعیف ہیں۔ امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے یہ حدیث حسن ہے الفاظ یہ ہیں:

من قائم لیلتی العید محتسب للہ تعالیٰ لم یمیت قلبه یوم تموت القلوب

جو عید کی دونوں راتوں میں ثواب کی نیت سے کھڑا ہو اس کا دل اس دن مردہ نہیں ہوگا جس دن دل مردہ ہو جائیں گے۔

۱..... اس کو ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا یہ ضعیف ہے۔ (نصب الرایۃ: ۱/۸۵)

۲..... اس کو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ اور ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک جوڑا تھا جو آپ جمعہ اور عیدین کو پہنا کرتے تھے۔

صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن زیب تن فرمایا کرتے تھے۔ اور ہم بتا چکے ہیں کہ عورتیں فتنے کے خدشتے کے پیش نظر پرانے کپڑوں میں خوشبو لگائے بغیر نکلا کرتی تھیں۔

جمعہ کی طرح عید کے دن بھی صفائی اور آرائش کرے ناخن کاٹ لے اور بدبو زائل کر دے۔ امام کے لیے اس کی زیادہ تاکید ہے۔ اس لیے کہ اس پر سب لوگوں کی نظریں ہوتی ہیں۔

۳۔ مقتدی کا اگر کوئی عذر نہ ہو تو عیدگاہ کی طرف پیدل جائے۔ اور صبح سویرے نکلے فجر کے بعد چاہے سورج نکلنے سے پہلے بھی نکلنا پڑے تو نکل جائے۔ تاکہ باوقار انداز سے چل کر عیدگاہ پہنچے اور گردنیں پھلانگے بغیر امام کے قریب بیٹھے اور نماز کا انتظار کرنے کا موقع مل جائے۔ اس سے اس کو زیادہ اجر وثواب ملے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے: عید کی لیے پیدل چلنا سنت ہے ❶ اور اس لیے بھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید اور جنازے میں سوار ہو کر نہیں چلے۔

امام کے لیے نماز کے وقت تک کے لئے تاخیر کرنا سنت ہے اس لیے کہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے امام مسلم نے نقل کیا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر اور عید الضحیٰ کے دن نماز کے لیے نکلتے تو سب سے پہلے جو کام کرتے وہ نماز ہوتی تھی۔

واپسی پر سوار ہونے میں کوئی حرج نہیں اس لیے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان پھر جب آپ واپس لوٹیں تو سوار ہو جائیں اور اس لیے کہ اب اس کا مقصود عبادت نہیں حنفیہ فرماتے ہیں کہ جمعہ اور عیدین میں سوار ہونے میں کوئی حرج نہیں۔ البتہ جو پیدل چلنے پر قادر ہو اس کے لیے چلنا افضل ہے۔

حنفیہ نے اس کو مندوب سے تعبیر کیا ہے۔

التبکر......عبادت کو نشاط سے ادا کرنے کی غرض سے پہلے وقت میں یا وقت سے بھی پہلے جا پہنچنا۔

الابتکار......: نماز کے لیے جلدی جانا تاکہ فضیلت اور صف اول حاصل ہو جائے۔

امام اور مقتدی جمعہ کی طرح عید میں بھی ایک راستہ سے جائیں اور دوسرے راستے سے واپس آئیں۔ اس لیے کہ یہ سنت ہی جیسے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ❷ نے روایت کیا ہے۔ اور اس لیے بھی تاکہ دونوں راستے گواہی دیں یا زیادہ اجر ملے جاتے ہوئے طویل راستے سے جائے تاکہ زیادہ ثواب ملے اور واپسی چھوٹے راستے سے کرے۔

مستحب یہ ہے کہ امام عید الاضحیٰ کی نماز کے لیے جلدی نکلے اور عید الفطر کی نماز کے لیے کچھ دیر سے نکلے۔ اس لیے کہ ایک مرسل روایت میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم فرمایا اور اس لیے بھی تاکہ قربانی اور فطرہ دینے کے لیے کھلا وقت ملے جیسے کہ گزرا۔

۴ عید الفطر میں نماز سے پہلے طاق عدد میں کھجوریں لینا اور عید الاضحیٰ میں نماز سے واپس لوٹنے تک کھانے کو مؤخر کرنا عید الفطر میں نماز سے پہلے کھانا عید الاضحیٰ میں نماز سے پہلے نہ کھانے سے زیادہ مؤکدہ ہے۔ اس لیے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن اس وقت تک نہیں نکلتے تھے جب تک کھجوریں نہ کھا لیتے ❸ ایک منقطع روایت میں یہ بھی ہے: اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھجوریں طاق عدد میں تناول فرماتے تھے۔ اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن کچھ تناول کیے بغیر نہیں نکلتے تھے اور عید الاضحیٰ کے دن نماز پڑھے بغیر کچھ نہیں کھاتے تھے۔ ❹ تاکہ اگر اس نے قربانی کرنی ہو تو اس میں سے

---

❶ اس کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اکثر اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ ❷ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب عید کے لیے نکلتے تو راستہ بدل دیتے تھے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

❸ رواہ البخاری رحمۃ اللہ علیہ (نصب الرایۃ: ۲/ ۲۰۸) ❹ رواہ الترمذی رحمۃ اللہ علیہ وابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ (سابقہ حوالہ)

کھائے اور بہتر یہ ہے کہ وہ کلیجی کھائے اس لئے کہ اس کو کھانا اور ہضم کرنا زیادہ آسان ہے۔ اگر اس نے قربانی نہ کی ہو تو حنابلہ کے نزدیک اسے اختیار ہے چاہے نماز سے پہلے کھائے یا بعد۔ عید الاضحیٰ میں کھانا مؤخر کرنا مطلقاً مندوب ہے قربانی کی ہو یا نہ کی ہو۔

۵.....لوگوں کے نماز کے لیے جانے سے پہلے صدقہ فطر ادا کردے صدقہ فطر نماز سے پہلے بھی ادا کیا جاسکتا ہے تاکہ فقراء عید کے موقعہ پر اسے استعمال میں لاسکیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر اس لئے مقرر کیا تاکہ لغویات اور بری باتوں سے روزے دار کا کفارہ بن جائے اور مساکین کا کھانا جس نے نماز سے پہلے ادا کردیا تو یہ قبول شدہ صدقہ ہے اور جس نے نماز کے بعد ادا کیا تو یہ عام صدقات میں سے ایک صدقہ ہے۔ ❶

۶.....گھر والوں پر وسعت کرے اور حسب استطاعت عام عادت۔ سے زیادہ نفل صدقہ کرے۔ تاکہ وہ سوال سے مستغنی ہوجائیں۔

۷.....مسلمانوں سے ملتے ہوئے چہرے سے خوشی اور بشاشت کا اظہار کرے۔ فرحت وشادمانی کے اظہار اور اخوت ومحبت کے رابطوں کو مضبوط کرنے کے لیے زندہ رشتہ داروں اور دوست احباب سے ملنے کے لیے جائے۔

۸.....حنفیہ فرماتے ہیں کہ فجر کی نماز محلے کی مسجد میں ادا کرنا مستحب ہے تاکہ اس کا حق ادا ہوجائے۔ اس کے بعد عیدگاہ کی طرف جائے جمہور فقہاء کی رائے یہ ہے کہ نماز مسجد کے بجائے عیدگاہ میں پڑھنا مستحب ہے۔ شافعیہ کے نزدیک بھی اگر مسجد تنگ ہو تو عیدگاہ میں نماز پڑھنا سنت ہے ورنہ مسجد افضل ہے۔ جیسا کہ ہم نماز عید کی جگہ کے بیان میں بتاچکے ہیں۔

نہم۔ عید سے پہلے اور بعد میں نوافل پڑھنا......اس بارے میں فقہاء کی دو رائے ہیں۔ جمہور کی رائے یہ ہے کہ نماز عید سے پہلے اور بعد میں نماز نہیں پڑھی جائے گی میرے نزدیک یہی اصح ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے۔ کہ نماز سے پہلے اور سورج بلند ہونے کے بعد اور اسی طرح نماز کے بعد بھی غیر امام نماز پڑھ سکتا ہے آراء کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

حنفیہ......کے نزدیک ❷ نماز عید سے پہلے نوافل مطلقاً مکروہ ہیں گھر میں بھی اور عیدگاہ میں بھی۔ اور بعد میں صرف عیدگاہ میں مکروہ ہیں گھر میں جائز ہیں۔ اس لئے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما والی حدیث میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن نکلے اور دو رکعتیں پڑھی۔ ان سے پہلے نماز پڑھی نہ بعد میں ❸ اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں آتا ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم عید سے پہلے نماز نہیں پڑھتے تھے اور جب گھر لوٹتے تو دو رکعتیں پڑھتے۔(۴)

مالکیہ......مالکیہ (۵) کا مشہور قول یہ ہے کہ عید سے پہلے اور بعد عیدگاہ میں نوافل پڑھنا مکروہ ہے دلیل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے۔ مسجد میں نوافل مکروہ نہیں نہ پہلے اور نہ بعد۔ پہلے تو اس لیے مکروہ نہیں کہ عید کے لیے سورج طلوع ہونے کے بعد نکلنا سنت ہے۔ اور اس وقت کے نوافل بالاتفاق مطلوب ہیں۔ اور نماز کے بعد اس لیے مکروہ نہیں کہ اس وقت اہل بدعت کا جماعت کے لیے مسجد میں آنا نادر ہے۔

---

❶.....اس کو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ، اور حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو صحیح کیا ہے۔ (نیل الاوطار ۴۰/ ۱۸۴) ❷ فتح القدیر: ۱/ ۴۲۴، الدر المختار: ۱/ ۷۷۷ ومابعدها، اللباب: ۱/ ۱۱۷ مراقی الفلاح: ۹۰ ❸ اس کو محدثین کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے (نیل الاوطار: ۳/ ۳۰۰ اس کی تائید حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ہوتی ہے جو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور ترمذی نے نقل کی ہے اور امام ترمذی نے اس کو صحیح کہا ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ وہ عید سے پہلے نماز کو ناپسند کرتے تھے۔ ❹ اس کو امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اسی معنی میں روایت کیا ہے (نیل الاوطار: ۳/ ۳۰۱) ❺ بدایۃ المجتهد: ۱/ ۲۱۲ الشرح الکبیر: ۱/ ۴۰۰ الشرح الصغیر: ۱/ ۵۳۱

حنابلہ.....حنابلہ فرماتے ہیں: ❶ کہ امام اور مقتدی دونوں کے لیے نماز سے پہلے اور بعد کی جگہ میں نوافل ادا کرنا مکروہ ہے چاہے مسجد ہو یا عیدگاہ دلیل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی گزشتہ حدیث اور اسی جیسی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔ایک دلیل یہ بھی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس سے منع فرماتے تھے اور اسی کے مطابق انکا عمل بھی تھا۔اور اس لیے بھی کہ دوسرے ممنوعہ اوقات کی طرح اس وقت بھی نوافل ممنوع ہیں۔

امام اور مقتدی دونوں کے لیے نماز کی جگہ پر قضاء نمازیں پڑھنا مکروہ ہے چاہے مسجد ہو یا عیدگاہ یہ اس لئے ہے تا کہ دوسرے لوگ اس کی پیروی نہ شروع کر دیں۔

نماز عید کی جگہ سے باہر نکل کر گھر میں یا کسی اور جگہ نوافل پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔اس لیے کہ حضرت حرب نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ آپ عید کے دن جب گھر لوٹ جاتے تو چار رکعت یا دو رکعت نماز ادا کرتے۔یہی حنفیہ کا مسلک ہے۔

عید کے دن ایک آدمی کا دوسرے کو تقبل اللہ منا ومنك (اللہ تعالیٰ میری اور آپ کی طرف سے قبول فرمائیں) کہنے میں کوئی حرج نہیں۔

شافعیہ.....❷ شافعیہ فرماتے ہیں کہ غیر امام کے لیے سورج بلند ہونے کے بعد نماز عید سے پہلے نوافل پڑھنا مکروہ نہیں اس لیے کہ کراہت کا کوئی سبب نہیں پایا جارہا۔ یہ وقت نماز کے کے ممنوع اوقات میں سے نہیں ہے اور اس لیے بھی کہ حضرت ابو بردہ، حضرت انس، حضرت حسن اور حضرت جابر بن زید رضی اللہ عنہم کے بارے میں مروی ہے کہ وہ عید کے دن امام کے نکلنے سے پہلے نماز پڑھتے تھے۔

سورج بلند ہونے سے پہلے کراہت کی وجہ یہ ہے کہ یہ وقت مکروہ ہے۔امام کے لیے پہلے بھی اور بعد میں بھی نفل پڑھنا مکروہ ہے۔ایک تو غیر اہم کام میں لگنے کی وجہ سے اور دوسرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کی مخالفت کی وجہ سے غیر امام عید کی نماز کے بعد اگر خطبہ سن رہا ہو نفل مکروہ ہیں ورنہ نہیں۔

اگر کوئی امام کے خطبے کے دوران داخل ہو تو نماز مسجد میں ہونے کی صورت میں پہلے تحیۃ المسجد پڑھے اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: جب تم میں سے کوئی مسجد آئے تو دو رکعتیں پڑھے'' جیسا کہ نوافل کے بیان میں گزر چکا ہے۔پھر خطبے سے فارغ ہونے کے بعد مسجد میں نماز عید پڑھے اگر تحیۃ المسجد کے بجائے نماز عید پڑھ لی تو اسے تحیۃ المسجد اور عید دونوں کا ثواب مل جائے گا یہی اولیٰ ہے اگر مسجد میں داخل ہوتے وقت اس کے ذمہ فرض نماز ہو تو وہی ادا کرے۔تحیۃ المسجد کا ثواب بھی اسی سے مل جائے گا۔

اگر نماز کھلے میدان میں ہو رہی ہو تو خطبے کے دوران آنے والے کے لیے بیٹھ کر خطبہ سننا سنت ہے۔اس لئے کہ یہاں تحیۃ المسجد نہیں ہوتی ہے خطبہ سننے کے بعد نماز عید ادا کرے۔لیکن اگر نماز فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو تو خطبہ سننے پر نماز کو مقدم کرے۔نماز مؤخر کرنے کی صورت میں اسے اختیار ہے کہ عیدگاہ میں نماز پڑھے یا کہیں اور جا کر۔البتہ اگر تاخیر سے نماز فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو تو وہیں پڑھے۔

دہم: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عیدین کی نماز اور خطبہ پڑھنے کا طریقہ..... یہ بحث اس طریقے کے بیان پر ختم کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔یہ طریقہ ثقہ راویوں سے مروی ہے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی سند سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عید الفطر کی نماز کی تکبیریں سات پہلی رکعت میں اور پانچ دوسری رکعت میں ہیں۔اور قراءت (سورہ فاتحہ اور سورت) دونوں رکعتوں میں تکبیروں کے بعد ہوگی۔❸

---

❶..... کشاف القناع: ۲/ ۶۴، المغنی: ۲/ ۳۸۷، ۳۹۹۔ ❷ المهذب: ۱/ ۱۱۹ مغنی المحتاج: ۱/ ۳۱۳۔ ❸ اس کو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے امام بخاری سے اس کی تصحیح نقل کی ہے اس کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور علی ابن مدینی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نقل کیا ہے اور ان دونوں نے صحیح کہا ہے۔(سبل السلام: ۲/ ۶۸)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن نکلتے تو سب سے پہلے نماز پڑھتے۔ پھر مڑ کر لوگوں کے سامنے کھڑے ہوتے۔ لوگ اپنی صفوں میں بیٹھے رہتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں وعظ ونصیحت کرتے اور احکام بتاتے۔ ❶

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں عید کا دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اذان واقامت کے بغیر قبل از خطبہ نماز پڑھی پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ٹیک لگا کر کھڑے ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ سے ڈرنے کا حکم دیا: اطاعت اختیار کرنے پر ابھارا اور لوگوں کو وعظ ونصیحت کی۔ پھر چلے گئے یہاں تک کہ عورتیں آگئیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو وعظ نصیحت کی۔ ❷

حضرت سعد موذن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبے کے بیچوں بیچ تکبیر پڑھا کرتے تھے۔ عیدین کے خطبے میں تکبیر کثرت سے پڑھتے تھے۔ ❸

حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: سنت یہ ہے کہ امام عیدین میں دو خطبے دے۔ دونوں کے درمیان فصل کرنے کے لیے بیٹھے۔

یازدھم۔ عید کے دن نماز جمعہ..... اگر اتفاقاً عید جمعے کے دن آجائے تو عید پڑھنے والوں سے جمعہ ساقط ہو جائے گا۔ سوائے امام کے کہ اس سے جمعہ ساقط نہیں ہوا۔ البتہ اگر اس کے ساتھ جمعہ پڑھنے والا کوئی نہ ہو تو جمعہ ساقط ہو جائے گا۔ یہ حنابلہ کا مذہب ہے۔ اس لئے کہ امام ابوداؤد وامام احمد رحمۃ اللہ علیہما نے ایاس بن الجار ملہ الشامی سے نقل کیا ہے فرماتے ہیں میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا انھوں نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا آپ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجودگی میں دونوں عیدیں عید اور جمعہ ایک ہی دن میں جمع ہوئی ہیں۔ انھوں نے فرمایا ہاں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کیا؟ انھوں نے فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید پڑھی اور جمعہ میں رخصت دے دی اور فرمایا: جو پڑھنا چاہے پڑھ لے یا یہ کہا جو جمعہ پڑھنا چاہے پڑھ لے۔“ ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا آج کے دن دو عیدیں جمع ہوگئی ہیں۔ جو چاہے تو اس کی عید کی نماز جمعہ کی طرف سے بھی کافی ہو جائے گی ہم جمعہ پڑھیں گے۔ اور اس لیے بھی کہ عید کا خطبہ سن کر مقصود حاصل ہو گیا۔ اب دوبارہ سننے کے بجائے یہی کافی ہوگا۔ اور اس لیے بھی کہ اس کا وقت ان کی رائے میں ایک ہے۔ لہٰذا ان میں سے ایک دوسرے سے ساقط ہو جائے گا۔ جیسے جمعہ ظہر کے ساتھ۔

جمہور..... جمہور (باقی مذاہب والے) فرماتے ہیں کہ جمعہ واجب ہوگا۔ اس لئے کہ جمعہ کے حکم والی آیت اور وجوب جمعہ پر دلالت کرنے والی احادیث عام ہیں۔ اور اس لیے بھی کہ یہ دونوں واجب نمازیں ہیں ان میں سے ایک دوسری سے ساقط نہیں ہوگی۔ جیسے ظہر عید کے ساتھ۔ ❹

پانچویں بحث..... نماز کسوف اور نماز خسوف سورج گرہن اور چاند گرہن کی نماز:

خاکہ..... کسوف اور خسوف کا مطلب، نماز کسوف اور نماز خسوف وغیرہ کی مشروعیت، اس کی صنعت (اس کا طریقہ، اس میں قرأت بلند

---

❶ متفق علیہ (سابقہ حوالے ۲۷) ❷ رواہ مسلم والنسائی: (نیل الاوطار: ۳ / ۳۰۴) ❸ اس کو امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے اس میں ضعیف راوی ہے اسی طرح کی حدیث امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ کی حدیث میں روایت کی ہے فرماتے ہیں کہ خطبے کو نو الگ الگ تکبیرات سے شروع کرنا اور دوسرے خطبے کو سات الگ الگ تکبیرات سے شروع کرنا سنت طریقہ ہے (نیل الاوطار: ۳ / ۳۰۵) اسکو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا (سابقہ حوالہ) ❹ المغنی لابن قدامہ: ۲ / ۳۵۸۔

آواز یا آہستہ آواز سے کرنا اس کا وقت کیا خطبہ اس کے لیے شرط ہے اس کی جماعت اور اس کی جگہ، کیا چاند گرہن سورج گرہن کی طرح ہے) مسبوق اس کو کب پائے گا اگر نماز کسوف کے ساتھ دوسری نماز جمع ہو جائے تو کس کو مقدم کیا جائے گا۔

اول۔ کسوف اور خسوف کا مطلب.....کسوف اور خسوف ایک ہی چیز ہیں۔ ان دونوں کو کسوفان اور خسوفان کہا جاتا ہے۔ فقہا کی تعبیر میں مشہور یہ ہے کہ کسوف سورج کے ساتھ خاص ہے اور خسوف چاند کے ساتھ۔

کسوف.....سورج اور زمین کے درمیان چاند کا اندھیرا آ جانے کی وجہ سے دن کے وقت سورج کی روشنی کا کلی یا جزوی طور پر چلے جانا۔

خسوف.....سورج اور چاند کے درمیان زمین کا سایہ آ جانے کی وجہ سے رات کے وقت چاند کی روشنی کا کلی یا جزوی طور پر چلے جانا۔

سورج گرہن عام طور پر اس وقت ہوتا ہے جب مہینے کی آخری راتوں میں چاند چھپ جائے اور سورج اور چاند اکٹھے ہو جائیں چاند گرہن چودہویں کا چاند طلوع ہونے کے وقت ہوتا ہے جب کہ سورج اور چاند آمنے سامنے ہو جائیں۔

دوم: نماز کسوف اور نماز خسوف کی مشروعیت اور انکا فقہی حکم:

فقہاء کا اتفاق ہے کہ کسوف وخسوف کی نماز سنت سے ❶ ثابت ہے اور سنت مؤکدہ ہے ❷ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

ومن آیاتہ اللیل والنہار والشمس والقمر، لا تسجدوا للشمس و لا للقمر واسجدوا للہ الذی خلقھن

اور اسی کی نشانیوں میں سے ہیں یہ رات اور دن اور سورج اور چاند۔ نہ سورج کو سجدہ کرو نہ چاند کو اور سجدہ اس اللہ کو کرو جس نے انہیں پیدا کیا ہے۔

آسان ترجمہ قرآن

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات کے دن فرمایا: سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں دو نشانیاں ہیں۔ کسی کی موت یا زندگی سے ان کو گرہن نہیں لگتا جب تم ایسی صورت حال دیکھو تو نماز پڑھو اور دعا مانگو یہاں تک کہ گرہن ختم ہو جائے۔ ❸

یہ سفر وحضر میں مردوں اور عورتوں کے لیے یعنی ہر اس آدمی کے لیے مشروع ہے جو پانچ نمازوں کا۔ مخاطب ہے۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن کے وقت نماز پڑھی۔ جیسا کہ شیخین نے روایت کیا ہے۔ اسی طرح چاند گرہن کی نماز بھی پڑھی جیسا کہ ابن حبان نے اپنی کتاب ثقات میں روایت کیا ہے اس نماز میں جمعہ اور عیدین کی طرح بچے اور بوڑھیاں بھی شریک ہو سکتے ہیں۔ جس پر جمعہ واجب ہوا سے بالاتفاق اس کا حکم دیا جائے گا۔

یہ نماز واجب نہیں اس لیے کہ صحیحین کی گزشتہ حدیث میں ہے: کیا مجھ پر پانچ نمازوں کے علاوہ نماز واجب ہے" تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں! الا یہ کہ آپ نفل پڑھیں۔"

یہ اذان واقامت کے بغیر مشروع ہوئی ہے۔ اس میں جماعت مسنون ہے اور الصلوٰۃ جامعۃ (نماز ہو رہی ہے) کی آواز لگانا مستحب

---

❶.....مالکیہ اور حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز کسوف سنت مؤکدہ ہے اور نماز خسوف مندوب ہے۔ ❷ البدائع ۱/ ۲۸۰) الدر المختار: ۱/ ۷۸۸، الشرح الصغیر: ۱/ ۵۳۲، ۵۳۶ القوانین الفقہیہ ۸۸ مغنی المحتاج: ۱/ ۳۱۶، المہذب: ۱/ ۱۲۲، المغنی: ۲/ ۴۲۶ وما بعد کشاف القناع ۲/ ۶۷ ومابعد ❸ متفق علیہ بین البخاری ومسلم واحمد رحمۃ اللہ علیہم (نیل الاوطار: ۳/ ۳۲۶) امام بخاری اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے یہ حضرت عائشہ اور حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہما کی حدیث میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی نقل کیا ہے۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی روایت کیا ہے (نصب الرایۃ ۲:/ ۲۳۱)

ہے۔ اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آواز لگانے کے لیے منادی بھیجا۔ ❶

یہ مختلف مذاہب کی آئندہ بیان کردہ تفصیل کے مطابق جماعت کے ساتھ یا الگ الگ، سرا یا جہرا خطبے کے ساتھ یا بغیر خطبے کے اداء کی جائے گی۔ لیکن اس کو جامع مسجد میں جماعت کے ساتھ پڑھنا افضل ہے اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نماز مسجد میں پڑھی۔ ❷

نماز ستسقاء کی طرح اس میں بھی امام کی اجازت شرط نہیں۔ اس لیے کہ یہ دونوں نفل ہیں اور نفل میں امام کی اجازت شرط نہیں۔

اس کے لیے غسل مسنون ہے ❸ جیسا کہ مسنون غسلوں کے بیان میں گزر چکا۔ اس لئے کہ اس نماز کے لیے اجتماع اور شافعیہ کے نزدیک خطبہ مشروع ہے۔ اور مالکیہ کے نزدیک وعظ مندوب ہے۔ اس لئے جمع اور عیدین کی طرح اس میں بھی غسل سنت ہوگا۔

گھبراہٹ کے وقت کی نماز:

مالکیہ...... ❹ مالکیہ فرماتے ہیں کہ زلزلوں، دہشت ناک واقعات اور عبرت ناک حالات کے وقت کسی خاص نماز کا حکم نہیں دیا جائے گا۔ اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج اور چاند گرہن کے علاوہ کے لیے کوئی نماز نہیں پڑھی حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں اس طرح کے بعض واقعات پیش آئے تھے۔ اسی طرح آپ کے بعد کے خلفاء نے بھی ایسی کوئی نماز نہیں پڑھی۔

جمہور...... جمہور فرماتے ہیں ❺ ہیں کہ زلزلے کے وقت انفرادی طور پر نماز پڑھی جائے گی۔ اس لئے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایسا ہی کیا تھا ❻ حنابلہ کے نزدیک زلزلے کے علاوہ دیگر ہونے والے واقعات کے لیے نماز نہیں پڑھی جائے گی۔ جیسے بجلیاں، آندھی، دن میں اندھیرا چھا جانا رات کے وقت روشنی ہو جانا وغیرہ۔ اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس بارے میں کچھ منقول نہیں حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے دور میں شق قمر، آندھیوں اور بجلیوں کے واقعات پیش آئے تھے۔

حنفیہ اور شافعیہ نے شاید یہ بھی کہا ہے کہ زلزلے کی طرح کے دیگر دہشت ناک واقعات انفرادی طور پر عام نمازوں کی طرح دو رکعتیں پڑھنا مستحب ہے۔ لیکن یہ رکعتیں خسوف کی طرح نہ ہوں جیسے اگر بجلیاں چمکنے لگیں دن کے وقت شدید اندھیرا ہو جائے۔ شب وروز میں کسی بھی وقت شدید ہوا برف باری اور بارشیں شروع ہو جائیں۔ وبائیں پھیل جائیں دشمن کا خوف غالب ہو یا اس طرح کے ہولناک حالات ہوں۔ اس لیے کہ یہ سب بندوں کو ڈرانے والی نشانیاں ہیں تا کہ وہ گناہ چھوڑ دیں اور اس کی اطاعت کی طرف واپس آ جائیں اسی سے ان کی کامیابی اور کامرانی وابستہ ہے۔ یہ حضرات اس کو نماز کسوف پر قیاس کرتے ہیں ❼ نماز کسوف مصیبت کو دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے التجاء ہے مومن کی شان یہی ہے کہ جب بھی اس پر کوئی مصیبت آتی ہے خطرات آتے ہیں یا حالات ومشکلات کا شکار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اس لئے سنت یہی ہے کہ جب زلزلے آندھیاں، بجلیاں اور زمین میں دھنسنے کے واقعات ہوں تو سب کو پورے اہتمام سے دعاؤں میں لگنا چاہیے تا کہ غفلت نہ ہونے پائے اس لئے کہ جب تیز ہوا چلتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے:

اللھم انی اسئلك خیرھا وخیر مافیھا وخیر ماارسلت به واعوذبك من شرھا وشر مافیھا وشر ما ارسلت به

---

❶..... متفق علیہ عن عبداللہ بن عمرو (نیل الاوطار ۳/۳۲۵) ❷ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہ کی متفق علیہ حدیث کی وجہ سے۔ ❸ المھذب: ۱/۱۲۲ کشاف القناع: ۱/۱۷۲، ۲/۲۸ مغنی المحتاج: ۱/۳۱۹۔ ❹ القوانین الفقھیہ ۸۸۔ ❺ مراقی الفلاح: ۹۲، البدائع: ۱/۲۸۲، الحضرمیہ: ۸۸، المجموع: ۵/۵۸ ومابعد، المھذب: ۱/۱۲۳، المغنی: ۲/۴۲۹ کشاف القناع: ۲/۷۳۔ ❻ اس کو سعید بن منصور رحمۃ اللہ علیہ اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔ ❼ حنفیہ نے ان الفاظ میں ایک غریب حدیث ذکر کی ہے: جب تم گھبراہٹ کے واقعات دیکھو تو دعاؤں کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو (اللہ کا ذکر اور استغفار کرو)۔ (نصب الرایۃ ۲/ ۲۳۴، ۲۳۵)

سوم۔ **نماز کسوف کی صفات**..... نماز کسوف سے متعلقہ چھ امور میں فقہاء کا اختلاف ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

ا۔ طریقہ..... نماز کسوف کے طریقے کے بارے میں فقہاء کی دو رائیں ہیں۔

حنفیہ..... نماز (1) کسوف کی دوسری نمازوں نماز عید نماز جمعہ وغیرہ کی طرح دو رکعتیں ہیں۔

سوم: نماز استسقاء کی صفت، وقت، اس کا مکلّف اور اس میں قرأت

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (2) کے علاوہ جمہور کے نزدیک نماز استسقاء کی دو رکعتیں ہیں جو شہر سے باہر کھلے میدان میں جماعت سے ادا کی جائیں گی۔ اس میں اذان و اقامت نہیں ہوتی۔ لوگوں کو بلانے کے لیے الصلوٰۃ جامعۃ کی آواز لگائی جائے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز استسقاء کھلے میدان میں ہی ادا کی۔ یہ دوسری جگہوں سے زیادہ کشادہ ہوتا ہے۔ نماز استسقاء کی دونوں رکعتوں میں عید کی طرح بلند آواز سے قرأت کی جائے گی۔ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک عید کی طرح تکبیرات کہی جائیں گی۔ پہلی رکعت میں تعوذ سے پہلے سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں کہی جائیں گی۔ ہر تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھائے جائیں گے اور دو تکبیروں کے درمیان ایک معتدل آیت کی مقدار ٹھہرا جائے گا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: استسقاء کی سنتیں عید والی ہی ہیں لہٰذا اس کا سنت طریقہ یہی ہوگا کہ تکبیرات عید کے ساتھ اور اذان و اقامت کے بغیر کھلے میدان میں ادا کی جائے۔ اس لیے کہ اس نماز میں اجتماع اور خطبہ مشروع ہے۔

مالکیہ شافعیہ اور صاحبین کا مشہور قول یہ ہے کہ تکبیر کے بجائے استغفار پڑھا جائے۔ یعنی نماز استسقاء میں تکبیر نہیں بلکہ اس کی جگہ استغفار ہوگا۔

عیدین کی طرح اس میں بھی کوئی بھی سورت بلند آواز سے پڑھ سکتا ہے البتہ مالکیہ کے نزدیک سبح اور **والشمس وضحاها** پڑھنا افضل ہے حنابلہ اور صاحبین کے نزدیک اس میں عیدین کی طرح بھی سورہ اعلیٰ اور سورہ غاشیہ پڑھے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث میں اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے جو ابن قتیبہ رضی اللہ عنہ نے غریب الحدیث میں ذکر کی ہے۔ چاہے تو حالات کی مناسبت سے پہلے رکعت میں سورہ نوح پڑھے اور دوسری سورت میں بلاتعین کوئی بھی سورت پڑھ لے۔

شافعیہ کے نزدیک اصح یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سورہ ق بلند آواز سے پڑھے اور دوسری رکعت میں سورہ قمر پڑھے۔ یا سورہ اعلیٰ اور سورہ غاشیہ پڑھے یہ قیاس کی وجہ سے ہے، نص کی وجہ سے نہیں۔ بلند آواز سے قرأت کرنے کی دلیل حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہما وغیرہ کی حدیث ہے: پھر دو رکعتیں پڑھیں۔ ان میں قرأت اونچی آواز سے کی (3) منفرد بھی جماعت کی طرح نماز پڑھے گا۔ لیکن جماعت افضل ہے۔

نماز استسقاء کے لیے کھلے میدان میں نکلنا مستحب ہے سوائے مکہ مدینہ اور بیت المقدس کے کہ ان میں مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ میں نماز ادا کی جائے گی لوگ تین دن پرانے ان دھلے کپڑے پہن کر تواضع اور عاجزی سے خشیت الٰہی دل میں لیے سر جھکائے پیدل نکلیں گے۔ ہر روز نکلنے سے پہلے صدقہ کریں گے، توبہ کی تجدید کریں گے اور کمزوروں، بوڑھے مردوں عورتوں اور بچوں کے ذریعے بارش مانگیں گے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز استسقاء کے لیے امام کی اجازت شرط نہیں۔ اس لئے کہ مقصود دعا ہے اور دعا کے لیے امام کی اجازت شرط نہیں۔ شافعیہ کے نزدیک شرط ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے دو روایتیں ہیں۔ (4)

---

(1)..... البدائع: ۱/ ۲۸۰ فتح القدیر: ۱/ ۴۳۲ ومابعد، مراقی الفلاح: ۹۲ الدرالمختار ۱/ ۷۸۸ ومابعد، الکتاب والباب: ۱/ ۱۲۰ ومابعد۔ (2) القوانین الفقہیۃ ۸۷ الشرح الکبیر: ۱/ ۴۰۵ الشرح الصغیر: ۵۳۷ مغنی المحتاج: ۱/ ۳۲۳ ومابعد: المھذب: ۱/ ۱۲۳ کشاف القناع: ۲/ ۷۴۔ ۷۵، : المغنی: ۲/ ۴۳۰۔ ۴۳۲۔ (3) اس کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، بخاری رحمۃ اللہ علیہ ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا (نیل الاوطار: ۴/ ۵) (4) البدائع: ۱/ ۲۸۴ مغنی المحتاج: ۱/ ۳۲۵، المغنی: ۲/ ۴۳۸ ومابعد

وقت......نماز استسقاء کا کوئی خاص وقت مقرر نہیں یہ عید والے وقت کے ساتھ خاص نہیں البتہ ممنوعہ اوقات میں بالاتفاق ادا نہیں کی جاسکتی۔ اس لئے کہ اس کے لئے کافی کھلا وقت ہے لھذا ممنوع اوقات میں ادا کرنے کی ضرورت نہیں۔ نماز استقاء کو دن کے شروع میں عید کے وقت میں ادا کرنا سنت ہے، اس لیے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت نکلتے تھے جب سورج کا کنارہ ظاہر ہو جاتا تھا ❶ اور اس لیے بھی کہ یہ جگہ اور صفت میں عید کے مشابہہ ہے۔ اسی طرح وقت میں بھی اس کے مشابہہ ہوگی۔ اس لئے کہ اس کا وقت سورہ کے زوال سے ختم نہیں ہوتا۔ اس کا کوئی معین دن نہیں ہوتا اس لیے اسکا وقت میں معین نہیں ہوگا۔

اسی طرح نماز استقاء کے وقت میں زوال کی قید بھی نہیں۔ زوال کے بعد بھی ادا کر سکتے ہیں۔

جیسا کہ دوسرے نوافل ادا کیے جاسکتے ہیں ❷ اگر فرض نمازوں کے بعد یا خطبہ جمعہ میں بارش مانگی گئی تو سنت ادا ہوگئی۔ نماز کے بغیر دعا کے ذریعے بھی استسقاء جائز ہے۔ اس لئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ وہ استسقاء کے لیے نکلے۔ اور منبر پر چڑھ کر فرمانے لگے:

استغفروا ربكم انه كان غفارا، يرسل السماء عليكم مدرارا، ويمددكم باموال وبنين ويجعل لكم جنات ويجعل لكم انهارا استغفروا ربكم انه كان غفارًا

اپنے پروردگار سے مغفرت مانگو یقین جانو وہ بہت بخشنے والا ہے۔ وہ تم پر آسمان سے خوب بارش برسائے گا اور تمہارے مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمہارے لیے باغ پیدا کرے گا اور تمہاری خاطر نہریں مہیا کرے گا اپنے پروردگار سے مغفرت مانگو یقین جانو وہ بہت بخشنے والا ہے۔

پھر آپ رضی اللہ عنہ منبر سے نیچے اتر گئے۔ کہا گیا: اے میر المومنین! اگر آپ بارش مانگ لیتے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے آسمان کے پچھتر مانگے ہیں جن سے بارش برستی ہے۔ ❸

بوڑھوں عورتوں اور بچوں کی شرکت......نماز استقا کے مکلف ❹ وہ مرد ہیں جو پیدل چلنے پر قادر ہوں، مالکیہ کے مشہور قول کے مطابق عورتوں اور غیر ممیز (ناسمجھ) بچوں کو اس کا حکم نہیں دیا جائے گا۔

شافعیہ اور حنفیہ کے نزدیک اس میں بچوں، بوڑھوں، بوڑھیوں، بے کشش عورتوں بدشکل خناثی کو شریک کرنا مستحب ہے۔ اس لئے کہ ان کی دعائیں قبولیت کے زیادہ قریب ہیں۔ اس لیے کہ بڑی عمر کے لوگوں کا دل نرم ہوتا ہے۔ اور چھوٹے بچے بے گناہ ہوتے ہیں۔ اور اس لئے بھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: تمہیں تمہارے کمزوروں کی وجہ سے رزق اور مدد ملتی ہے ❺ جوان لڑکیوں اور خوش شکل عورتوں کی شرکت فتنے کے خوف کی وجہ سے مکروہ ہے۔

جانوروں کو ساتھ لے جانا...... مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک جانوروں اور مجنونوں کو ساتھ لے جانا مستحب نہیں۔ اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں کیا۔

---

❶......رواہ ابوداؤد۔ ❷بدایۃ المجتھد: ۱/ ۲۰۹، الشرح الصغیر: ۱/ ۵۳۸ مغنی المحتاج: ۱/ ۳۲۴، المغنی: ۲/ ۴۳۲، ۴۴۰ ومابعد، کشاف القناع: ۲/ ۷۵۔ ❸امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا المجادیح: مجدح کی جمع ہے (پچھتر) ہر وہ ستارہ جس کے بارے میں عربوں کا خیال تھا کہ اس سے بارش برستی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حقیقی پچھتر تو استغفار ہے جس کی وجہ بارش برستی ہے نہ کہ انواء حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہاں تشبیہ دی ہے بعض کہتے ہیں کہ مجادیح سے مراد مفاتیح (چابیاں) ہیں ایک روایت میں مفاتیح السماء آیا ہے (المجموع: ۵/ ۷۶، ۷۸ ومابعد) ❹البدائع: ۱/ ۲۸۳ ومابعد، اللباب: ۱/ ۱۲۳، فتح القدیر: ۱/ ۴۴۱ مراقی الفلاح: ۹۳ الدر المختار: ۱/ ۷۹۱ المجموع: ۵/ ۷۲، ۸۳، القوانین الفقھیہ: ۸۷، الشرح الصغیر: ۱/ ۵۳۸ مغنی المحتاج: ۱/ ۳۲۲۔۳۲۳ المھذب: ۱/ ۱۲۳۔۱۲۵، المغنی: ۲/ ۴۳۰، ۴۳۹، ۴۴۱ کشاف القناع: ۲/ ۷۶۔۷۷، ۸۲۔ ❺رواہ البخاری

حنفیہ اور شافعیہ کے اصح قول کے مطابق جانوروں اور ان کے بچوں کو ساتھ لے جانا مستحب ہے۔ حنابلہ کے نزدیک بھی یہ مستحب ہے۔ اس لئے کہ رزق سب کے درمیان مشترک ہوتا ہے ❶ اور اس لیے بھی کہ جانوروں کی شرکت سے مجموعی منظر نامہ مزید قابل رحم ہو جائے گا ہر طرف چیخ و پکار اور دلدوز مناظر نظر آ رہے ہوں گے۔ بزار نے ضعیف سند کے ساتھ مرفوعاً روایت کیا ہے اگر دودھ پیتے بچے، نماز گزار بندے اور کھاتے پیتے جانور نہ ہوتے تو تم پر اللہ تعالیٰ کی طرف عذاب نازل ہو جاتا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام استسقاء کے لئے نکلے آپ نے پیٹھ کے بل پڑی چیونٹی دیکھی جو کہہ رہی تھی: اے اللہ! میں آپ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہوں ہم آپ کے رزق سے مستغنی نہیں ہو سکتے حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: واپس ہو جاؤ! تمہیں کسی اور کی دعا سے بارش مل گئی۔ ❷

برگزیدہ لوگوں کو وسیلہ...... دیندار اور نیک لوگوں کو شریک کرنا مستحب ہے۔ اس لیے کہ ایسا کرنے سے ان کی دعا جلد قبول ہوگی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید بن اسود جرشی کے وسیلے سے بارش کی دعا مانگی تھی۔ دوسری بار ضحاک بن قیس نے بھی انہی کے وسیلے سے بارش مانگی تھی۔ لھذا نیک لوگوں کا وسیلہ اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خشک سالی والے سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے بارش کی دعا کی۔ فرمایا: اے اللہ! یہ آپ کے نبی کے چچا ہیں۔ ہم ان کے ذریعے سے آپ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں آپ بارش برسا دیجئے وہ دعا میں لگے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے بارش برسادی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ! ہم آپ سے سب سے بہتر اور سب سے افضل یزید بن اسود کے ذریعے سے مدد طلب کرتے ہیں۔ اے یزید! ہاتھ اٹھاؤ انھوں نے ہاتھ اٹھائے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ مغرب سے ڈھال جتنا بادل بلند ہوا۔ ہوا چلی اور خوب بارش ہوئی یہاں تک کہ ان کے لیے گھر پہنچنا مشکل ہو گیا۔ ❸

استسقاء کے لیے نکلنے کی ہیئت جیسا کہ ہم نے بیان کیا یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی اور انکساری کے ساتھ پرانے کپڑے پہن کر نکلے زیب وزینت والے کپڑے نہ پہنے خوشبو نہ لگائے اس لئے کہ یہ اعلیٰ درجے کی زینت ہے۔ چال ڈھال اور نشست و برخاست میں فروتنی اور عاجزی ہو۔ عجز و نیاز، توجہ اور تذلل سے اللہ کے حضور دعا کرے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (استسقاء کے لئے) تواضع فروتنی اور عاجزی سے پرانے کپڑوں میں نکلے۔ ❹

کیا ذمی بھی شریک ہوں گے:

حنفیہ...... حنفیہ فرماتے ہیں کہ ذمی استسقاء میں شریک نہیں ہوں گے۔ اس لئے کہ شرکت برائے دعا ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ مَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ۝ الرعد: ۱۳/ ۱۴

اور کافروں کے دعا کرنے کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ بھٹکتی پھرتی رہے۔

اور اس لئے بھی کہ مقصود اللہ تعالیٰ کی رحمت اتروانا ہے جب کہ ان پر اللہ کی لعنت اترتی ہے اگر چہ راجح یہ ہے کہ کافر کی دعا کبھی استدراجاً قبول ہو جاتی ہے۔ اور گزشتہ آیت وما دعاء الخ (الرعد: ۱۳/ ۱۴) آخرت سے متعلق ہے۔

---

❶ ..... سابقہ حوالہ ❷ چیونٹی کے پانی مانگنے والی حدیث کے ہم معنی حدیث حاکم نے حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اس کی سند صحیح ہے۔ المجموع: ۵/ ۶۸) ❸ حضرت عمر رضی اللہ عنہ والی حدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ والی حدیث مشہور ہے۔ (المجموع: ۵/ ۶۸، نیل الاوطار: ۴/ ۲) ❹ اس حدیث کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نسائی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا۔ (نیل الاوطار ۴/ ۶)

جمہور...... جمہور فرماتے ہیں کہ ذمیوں کو مسلمانوں کے ساتھ جانے سے نہیں روکا جائے گا۔ البتہ انھیں یہ حکم دیا جائے گا کہ الگ رہیں، جائے نماز میں اور نکلتے وقت مسلمانوں کے ساتھ اختلاط نہ کریں۔ شافعیہ کے نزدیک ان کا نکلنا اور اختلاط کرنا دونوں مکروہ ہیں۔ ان کی دعا پر آمین نہیں کہا جائے گا۔ اس لیے کہ کافر کی دعا مقبول نہیں ہوتی اور ان کو شرکت سے نہیں روکا جائے گا۔ اس لئے کہ وہ بھی اپنے خداؤں سے رزق مانگتے ہیں۔ اللہ کا فضل بہت وسیع ہے کبھی اللہ تعالیٰ استدراجاً اور دنیاوی ضرورت کے تحت ان کی دعا بھی قبول کر لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۲﴾ الاعراف: ۷ / ۱۸۲

اللہ تعالیٰ دنیا میں ایمان والوں کی طرح ان کو بھی رزق دیتے ہیں۔

ذی مسلمانوں سے الگ رہیں گے اس لیے کہ ممکن ہے ان پر عذاب آ جائے اور تمام شرکا، اس کی لپیٹ میں آ جائیں قوم عاد نے بھی بارش مانگی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر تیز ہوا چلا دی جس نے انہیں ہلاک کر دیا۔

چہارم: استسقاء کا خطبہ:

امام ابوحنیفہ...... امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ❶ فرماتے ہیں کہ استسقاء کا کوئی خطبہ نہیں۔ اس لئے کہ خطبہ جماعت کے تابع ہوتا ہے جب کہ نماز استسقاء کی ان کے نزدیک جماعت ہی نہیں ہوتی ان کے نزدیک استسقاء دعاء اور استغفار کا نام ہے جن میں امام قبلہ رخ ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جب استسقاء کی نماز کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تواضع، عاجزی اور فروتنی سے پرانے ❷ کپڑے پہن کر نکلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عید کی طرح دو رکعتیں پڑھی لیکن اس کے خطبے کی طرح خطبہ نہیں دیا۔ ❸

صاحبین...... صاحبین فرماتے ہیں: امام لوگوں کو دو رکعتیں پڑھائے دونوں میں جہری قرأت کرے پھر خطبہ دے دعا قبلہ رخ ہو کر کرے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عید کی طرح دو خطبے دے جن کے درمیان بیٹھے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک خطبہ دے۔ زیادہ تر خطبہ استغفار پر مشتمل ہو۔

جمہور...... مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک امام نماز عید کی طرح نماز استسقاء کے بعد دو خطبے دے۔ اس لئے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز استسقاء میں وہی کچھ کیا جو نماز عیدین میں کرتے تھے۔ حنابلہ کے نزدیک نماز کے بعد ایک خطبہ دے۔ اس لئے کہ ایک سے زائد خطبے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں۔

ان حضرات کے خطبے پر اور اس کے نماز کے بعد ہونے پر دلیل حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز استسقاء کے لئے نکلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دو رکعتیں اذان واقامت کے بغیر پڑھائیں پھر خطبہ ارشاد فرمایا اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھائے اور اپنا چہرہ قبلہ رخ کر دیا پھر چادر الٹی دایاں حصہ بائیں پر اور بایاں دائیں پر رکھا۔ ❹

شافعیہ کے نزدیک خطبہ سے پہلے بھی جائز ہے اس لئے کہ عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دن

---

❶...... فتح القدیر ج: العنایہ ۱ / ۴۳۹ ومابعد، البدائع: ۱ / ۲۸۳ ومابعد، اللباب: ۱ / ۱۲۲ ومابعد ❷ یعنی عام کام کاج والے کپڑے پہن کر، زیب وزینت والا لباس اتار کر اللہ کے حضور تواضع اختیار کرتے ہوئے۔ ❸ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، نسائی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا (نیل الاوطار ۴ / ۶) ❹ الشرح الصغیر: ۱ / ۵۳۹، القوانین الفقھیہ: ۸۷ بدایۃ المجتھد: ۱ / ۲۰۸، المجموع: ۵ / ۷۵ و مابعد، مغنی المحتاج: ۱ / ۳۲۴ ومابعد، الشرح الکبیر لدردیر: ۱ / ۴۰۶ کشاف القناع: ۲ / ۸۰، المغنی: ۲ / ۴۳۳۔۴۳۶

دیکھا جب آپ رضی اللہ عنہ نماز استسقاء کے لیے نکلے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی طرف پیٹھ پھیری اور قبلہ رخ ہو کر دعا کرنے لگے۔ ❶
پھر اپنی چادر الٹی اس کے بعد دو رکعتیں پڑھیں جن میں بلند آواز سے قرأت کی۔ ❷

مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک عید اور استسقاء کے خطبے میں فرق یہ ہے کہ استسقاء کے خطبے میں امام تکبیر کی جگہ استغفار پڑھتا ہے۔
استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم واتوب علیہ۔ استسقاء کے خطبے میں بالاتفاق استغفار کثرت سے پڑھا جائے گا۔
اس لئے کہ استغفار بارش برسنے کا سبب ہے حضرت سعید روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ استسقاء کے لیے نکلے اور صرف استغفار کیا۔ لوگوں نے کہا کہ ہم نے آپ کو بارش مانگتے نہیں دیکھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے آسمان کے پچھتروں کے ذریعہ بارش مانگی ہے جن سے بارش برستی ہے۔ پھر یہ آیت پڑھی:

اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۙ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۝ ❸

مالکیہ کے نزدیک پہلے اور دوسرے خطبے کے شروع میں استغفار کی کوئی حد نہیں شافعیہ کے نزدیک خطیب پہلے خطبے میں نو بار اور دوسرے میں سات بار استغفار کرے۔ زیادہ سے زیادہ استغفار مستحب ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۙ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۝ نوح: ۷۱/ ۱۰۔۱۱

اپنے پروردگار سے مغفرت مانگو یقین جانو وہ بہت بخشنے والا ہے۔ وہ تم پر آسمان سے خوب بارشیں برسائے گا۔

حنابلہ کے نزدیک امام خطبے کی ابتداء ترتیب سے نو بار تکبیر کہنے سے کرے۔ جیسا کہ عید کے خطبے میں ہوتا ہے۔ ان کے نزدیک خطبے میں درود شریف کثرت سے پڑھنا چاہیے اس لئے کہ یہ قبولیت میں مددگار ہوتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں دعا زمین و آسمان کے درمیان ٹھہری رہتی ہے۔ جب تک درود شریف نہ پڑھا جائے اوپر نہیں جاتی ❹ اور آیت اَسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝ (نوح: ۷۱، ۱۰) کثرت سے پڑھے اسی طرح وہ سب آیتیں جب میں استغفار کا حکم ہے کثرت سے پڑھے۔ اللہ تعالیٰ نے بارش برسانے کا وعدہ استغفار کے ساتھ کیا ہوا ہے۔

خطبے میں دعا

امام پہلے خطبے میں دعا مانگے...... یہ دعا حضرت ابن ❺ عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آئی ہے:

اللھم اسقنا غیثا مغیثا، ھنیاً مریئًا مریعاً، غدقاً، مجللاً سحًا طبقًا دائمًا

اللھم اسقنا الغیث ولا تجعلنا من القانطین (ای الآیسین بتا خیر المطر) اللھم ان العباد والبلاد والخلق من الاواء (شدۃ الجوع) والجھد (قلۃ الخیر وسوء الحال) والضنک (ای الضیق) مالا نشکوالا الیك اللھم انبت لنا الزرع وادرّ لنا الضرع، واسقنا من برکات السماء وانبت لنا من برکات الارض اللھم

---

❶......اس کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا (نیل الاوطار: ۴/ ۴) امام احمد رضی اللہ عنہ نے اسی طرح کی حدیث حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی ہے ❷ اسکو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ مسلم رحمۃ اللہ علیہ، ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے جہری قرأت کا ذکر نہیں کیا (سابقہ حوالہ) ❸ اس کی تخریج امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ سے گزر چکی ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح کی ایک روایت ہے (نیل الاوطار ۴/ ۷) مجادیع السماء سے مراد آسمان کے انواء ہیں اور انواء سے مراد وہ ستارے ہیں جن سے عربوں کے بقول بارش ملتی تھی۔ استغفار کو اس سے تشبیہ دی۔ ❹ رواہ الترمذی رحمۃ اللہ علیہ ❺ اس کو ابن ماجہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ! ہم پر ایسی بارش برسا جو ہمیں سیراب کر کے مشقت سے نجات دلائے خوشگوار مفید اور نشوونما کرنے والی ہو خوب پانی والی اور خیر والی ہر جگہ برسنے والی ہو، شدت سے لگاتار برسے پوری زمین کا احاطہ کیے ہوئے اور ضرورت پوری ہونے تک جاری رہے۔

ارفع عنا الجهد والعری و الجوع، واكشف عنا من البلاء مالايكشفه غيرك

اللهم انا نستغفرك انك كنت غفارا فارسل السماء علينا مدرارًا (ای درا والمراد مطرا كثيراً)

یہ سب دعائیں ایک ہی حدیث سے ثابت ہیں جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

دعا میں آہستہ اور بلند آواز سے خوب مبالغہ کرے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ......الاعراف: ۷/ ۵۵)

تم اپنے پروردگار کو عاجزی کے ساتھ چپکے چپکے پکارا کرو۔ آسان ترجمہ

قوم امام کی دعا پر آمین کہے۔ امام دعا کرے: اے اللہ! تو نے ہمیں دعا کا حکم دیا اور ہم سے اس کو قبول کرنے کا وعدہ کیا۔ ہم نے آپ کے حکم کے مطابق دعا کرلی۔ آپ اپنے وعدے کے مطابق اسے قبول کرلیں۔ بے شک آپ وعدہ کے خلاف نہیں کرتے ❶ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں سے ایک دعا ❷ یہ ہے:

الحمدلله رب العالمين الرحمن الرحيم : مالك يوم الدين، لا اله الا الله يفعل ما يريد، اللهم انت الله لا اله الا انت، انت الغنى ونحن الفقراء، انزل علينا الغيث واجعل ما انزلت لنا قوة وبلا غا الى حين

اگر امام آہستہ دعا کرے تو لوگ بھی آہستہ دعا کریں۔ اگر وہ بلند آواز سے دعا کرے تو لوگ بھی ایسا ہی کریں۔

دعا کے دوران خطیب کے لیے قبلہ رخ ہونا حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی گزشتہ حدیث کی وجہ سے مستحب ہے۔ صاحبین کی یہی رائے ہے کہ امام خطبے میں دعا کرتے ہوئے قبلہ رخ ہو۔

مالکیہ فرماتے ہیں کہ دونوں خطبوں سے فارغ ہونے کے بعد قبلہ رخ ہو کر کھڑا ہو اور مصیبت اور قحط کے دور ہونے کے لیے، بارش اور رحمت برسانے کے لیے اور گناہوں کی بخشش کے لیے خوب مبالغے کے ساتھ دعا کرے۔ لوگوں میں سے کسی کے لیے دعا نہ کرے۔

شافعیہ فرماتے ہیں کہ امام دوسرے خطبے کا ابتدائی حصے (جیسے ایک تہائی) گزرنے کے لیے قبلہ رخ ہو۔ پھر آہستہ اور بلند آواز سے دعا کرے ❸ پھر لوگوں کی طرف مڑے اور انہیں مان کر چلنے کی ترغیب دے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے ایک دو آیتیں پڑھے مومن مردوں عورتوں کے لیے دعا کرے اور ان الفاظ کے ساتھ ختم کردے۔ استغفر الله لى ولكم حنابلہ فرماتے ہیں کہ خطبے کے دوران قبلے کی طرف رخ کرے۔

دعاء میں ہاتھ اٹھانا...... دعائے استسقاء میں ہاتھ اٹھانا مستحب ہے اس لئے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ حدیث میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم استسقاء کے سوا کسی دعا میں ہاتھ بلند نہیں کرتے تھے اس میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ اتنے بلند کرتے تھے کہ بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگتی تھی ❹ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی کی ایک حدیث میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھائے اور لوگوں نے بھی ہاتھ اٹھائے۔“

---

❶ ......اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: واذا سالک عبادی (البقرة: ۲/ ۱۸۶) سری دعا اخلاص سے زیادہ قریب ہوتی ہے اس میں خشوع خضوع زیادہ ہوتا ہے اور جلد قبول ہوتی ہے۔ ❷ اس حدیث کو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ، ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ اور حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے (سنن ابی داؤد: ۱/ ۲۶۷، نیل الاوطار: ۴/ ۳) ❸ علامہ نوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس سے معلوم ہوا کہ دعا کے وقت قبلہ رخ ہونا مستحب ہے۔ وضو، غسل، تیمم، قرأت اور دیگر کا بھی یہی حکم ہے سوائے اس کے جو کسی دلیل سے خارج ہو جائے جیسے خطبہ۔ ❹ امام احمد، بخاری اور مسلم رحمۃ اللہ علیہم میں متفق علیہ (نیل الاوطار: ۴/ ۸)

چادر الٹنا یا پلٹنا..... صاحبین حضرت امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں کہ دعا کے وقت امام چادر الٹے اس لئے کہ ایک روایت میں آتا ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نماز استسقاء پڑھی اپنی پیٹھ لوگوں کی طرف کی قبلہ رخ ہوئے اور اپنی چادر الٹی''۔

چادر الٹنے کا طریقہ یہ ہوگا کہ اگر مربع ہو تو اوپر والے حصے کو نیچے کرلے اور اگر گول ہو جیسے جبہ تو دائیں جانب کو بائیں کرے۔

لوگ اپنی چادریں نہ الٹیں اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں کو اس کا حکم دینا منقول نہیں ہے۔ امام ابو حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چادر الٹنا سنت نہیں ہے۔ اس لئے کہ استسقاء ان کے نزدیک دعا ہے۔ تو دوسری دعاؤں کی طرح اس میں بھی چادر الٹنا مستحب نہیں ہوگا۔

جمہور فرماتے ہیں کہ امام قبلہ رخ ہوتے وقت چادر پلٹے گا۔ اس میں بھی وہی اختلاف ہے جو قبلہ رخ ہونے کے وقت میں ہے۔ مرد حضرات بھی بیٹھے بیٹھے امام کی طرح چادریں پلٹیں جیسا کہ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ ❶ بالا احادیث میں گزرا۔ اور اس لیے بھی تاکہ اللہ تعالیٰ ان کی خشک سالی کو شادابی میں بدل دے یہ معنی حدیث میں بھی آئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر پلٹی تاکہ قحط دور ہو جائے۔ ❷

چادر پلٹنے کا طریقہ یہ ہے کہ دایاں کنارا بائیں طرف اور بایاں دائیں طرف کرے مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک تنکیس نہیں کی جائے گی یعنی نیچے پاؤں کی طرف والے کنارے کو کندھوں پر نہیں ڈالا جائے گا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا جدید مذہب یہ ہے کہ تنکیس بھی کی جائے گی۔ یعنی اوپر والا حصہ نیچے اور نیچے والا اوپر کیا جائے گا۔ اس لیے کہ حدیث شریف میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز استسقاء پڑھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک کالا کپڑا تھا آپ نے اس کے نچلے حصے کو پکڑ کو اوپر کرنا چاہا لیکن اس میں مشکل ہوئی۔ آپ نے دائیں کو بائیں اور بائیں کو دائیں پلٹ لیا۔ ❸

لوگوں کے چادر پلٹنے پر دلیل حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری لیے نماز استسقاء پڑھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لمبی دعا فرمائی اور خوب مانگتے رہے پھر قبلہ رخ ہوئے اور چادر پلٹی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا باہر والا حصہ اندر کو پلٹا لوگوں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چادر پلٹی۔ ❹

حنابلہ فرماتے ہیں کہ چادر الٹی ہی رکھی جائے گی یہاں تک کہ گھر پہنچ کر کپڑوں کے ساتھ اتار دی جائے اس لئے کہ اس کا اعادہ منقول نہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ چادر کا پلٹنا نیک شگونی کے لیے ہے کہ حالات کی تختی آسودگی میں بدل جائے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیک فالی کو پسند فرماتے تھے۔

پنجم: استسقاء کے مستحبات..... استسقاء میں درجہ ذیل امور ❺ مستحب ہیں کچھ کا تذکرہ پہلے خطبے اور نماز کے لیے جانے کے بیان میں گزر چکا ہے۔ ❻

۱۔ امام لوگوں کو حکم دے کہ وہ گناہوں سے توبہ کریں، نیکی اور بھلائی کے کاموں صدقہ وغیرہ سے اللہ کا قرب حاصل کریں۔ مظالم کا ازالہ کریں اور حقوق ادا کریں۔ اس لیے کہ اس سے قبولیت کی امید زیادہ ہو جائے گی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ❼

---

❶..... اس کی تخریج گزر چکی ہے علامہ زیلعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسے ائمہ ستہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا (الدرایۃ ۲/ ۲۴۲) ❷ دیکھیے نیل الاوطار ۴/ ۳۰۴ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر کی لمبائی چار ذراع تھی اور چوڑائی دو ذراع اور ایک بالشت تھی۔ ❸ اس کو دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے جعفر بن محمد عن ابیہ کی سند سے روایت کیا ہے۔ ❹ رواہ احمد رحمۃ اللہ علیہ وابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اخمیصہ سیاہ رنگ کا مربع کپڑا جس کی دو دھاریاں ہوں (نیل الاوطار ۴/ ۱۱۰۲۱) ❺ رواہ احمد رحمۃ اللہ علیہ (نیل الاوطار ۴/ ۱۱) ❻ شیخین نے ان الفاظ میں روایت کیا ہے: مجھے فال اچھی بات اور پاکیزہ بات پسند ہے مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے میں نیک فال پسند کرتا ہوں۔ ❼ الدر المختار: ۱/ ۷۹۲۔ البدائع ۱/ ۲۸۴، اللباب: ۱/ ۱۲۲ ومابعد، مراقی الفلاح: ۹۳ القوانین الفقهیه ۶۷ الشرح الصغیر: ۱/ ۵۳۸۔ ۵۴۰ مغنی المحتاج: ۱/ ۳۲۲۔ ۳۲۶ المهذب ۱/ ۱۲۳۔ ۱۲۵ المغنی: ۲/ ۴۳۰، ۴۳۸ کشاف القناع ۲/ ۷۵ ومابعد۔

وَ يٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ......هود: ۱۱/ ۵۲)

اے میری قوم اپنے پروردگار سے گناہوں کی معافی مانگو، پھر اس کی طرف رجوع کرو وہ تم پر آسمان سے موسلا دھار بارشیں برسائے گا۔ آسان ترجمہ

اور اس لیے کہ گناہ اور مظالم قحط اور بارش رکنے کا سبب ہیں اور تقویٰ برکات کا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ لَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰۤى اٰمَنُوْا وَ اتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ......الاعراف: ۷/ ۹۶

اگر یہ بستیوں والے ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کر لیتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین دونوں طرف سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے۔ آسان ترجمہ

امام لوگوں کو نماز استسقاء سے پہلے تین دن مسلسل روزے رکھنے کا کہے۔ آخری روزے کے دن یا چوتھے دن روزے کی حالت میں لوگ میدان میں نکلیں۔ اس لئے کہ روزہ مشقت اور عاجزی کی وجہ سے بارش برسنے کا ذریعہ بنتا ہے۔ ایک روایت میں آتا ہے: تین آدمیوں کی دعا رد نہیں ہوتی: روزے دار کی افطار تک عادل حاکم اور مظلوم۔ ❶

شافعیہ فرماتے ہیں کہ لوگوں پر امام کی حکم برداری لازم ہے۔ حنابلہ فرماتے ہیں کہ اس کے حکم سے روزہ اور صدقہ لازم نہیں ہوتے۔

امام انہیں صدقہ کا بھی حکم دے۔ اس لیے کہ یہ بھی رحمت کو اتارنے کا سبب ہے۔ اسی طرح وہ لوگوں کو باہمی دشمنی ختم کرنے کا حکم دے اس لئے کہ دشمنی گناہوں اور جھوٹ پر برانگیختہ کرتی ہے اور خیر و برکت کے نزول میں رکاوٹ بنتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا: میں تمہیں شب قدر کے بارے میں بتانے کے لیے آیا تھا لیکن فلاں اور فلاں باہم جھگڑ گئے جس کی وجہ سے وہ اٹھا دی گئی ❷ امام نماز کے لیے نکلنے کا دن متعین کردے۔ ❸

۲۔ نماز استسقاء کے لیے امام اور لوگ مسلسل تین دن تک پیدل میدان کی طرف جائیں۔ لیکن مکہ، مدینہ اور بیت المقدس کے لوگ مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ میں جمع ہوں جیسا کہ میں نے پہلے بیان کیا۔

اگر امام (حاکم) نہ نکلے تو حنفیہ کے نزدیک لوگ اپنے طور پر استسقاء کے لیے نکلیں۔ اور جا کر دعاؤں میں لگے رہیں۔ جماعت سے نماز نہ پڑھیں۔ الا یہ کہ امام کسی کو جماعت کرانے کا حکم دیا ہو۔ اس لیے کہ یہ دعا ہے اس میں امام کی موجودگی ضروری نہیں۔ اگر وہ امام کی اجازت کے بغیر نکلے تو بھی جائز ہے، اس لیے کہ امام کی اجازت شرط نہیں ہے۔

شافعیہ فرماتے ہیں کہ اگر حاکم شہر میں موجود ہو تو اس کی اجازت کے بغیر میدان میں نہیں نکلنا چاہیے۔ اس لئے کہ فتنے کا خوف ہے۔ حنابلہ کے ہاں دو روایتیں ہیں: ایک یہ کہ امام یا اس کے نائب کے بغیر نکلنا مستحب نہیں۔ اگر نکل گئے ہوں تو نماز اور خطبے کے بغیر صرف دعا کر کے واپس ہو جائیں دوسری روایت یہ ہے کہ وہ اپنے طور پر نماز پڑھیں۔ ان میں سے کوئی ایک خطبہ دے دے۔

۳۔ نماز استسقاء کے لیے صفائی کا اہتمام کرے۔ غسل کرے، مسواک کرے، بدبو دور کرے ناخن تراشے تاکہ لوگوں کو تکلیف نہ ہو۔ اس لئے کہ یہ جمعہ کی طرح لوگوں کے اجتماع کا دن ہے۔

خوشبو لگانا مستحب نہیں ہے۔ اس لیے کہ یہ عاجزی اور فروتنی کا دن ہے اور اس لیے بھی کہ خوشبو زینت کے لیے ہوتی ہے اور یہ زیب و زینت کا وقت نہیں۔

۴۔ آدمی نماز کی جگہ کی طرف تواضع، تذلل، عاجزی اور فروتنی کے ساتھ پرانے کپڑے پہن کر جائے۔ اس لئے کہ حضرت ابن

---

❶..... اس کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اس میں روزے دار والد اور مسافر کی دعا کہا ہے۔ ❷ امام احمد اور مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت ابوسعید خدری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ (نیل الاوطار ۴/ ۲۷۷) تلاحی: تنازع جھگڑا۔ ❸ اس کو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ (نیل الاوطار: ۴/ ۳)

عباس رضی اللہ عنہ کی گزشتہ حدیث میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز استسقاء کے لیے تذلل تواضع اور عاجزی سے نکلے یہاں تک کہ نماز کی جگہ پہنچ گئے۔ ❶

۵۔ دیندار اور نیکوکار لوگوں بزرگوں! متقی علماء، بوڑھیوں، بچوں اور جانوروں کا توسل اختیار کرنا تا کہ رحم باری متوجہ ہو اور حاجات کے لیے خوف چیخ وپکار ہو۔ جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں ❷ حاضرین میں سے ہر ایک سری طور پر اپنے خالص اعمال کے ذریعے شفاعت طلب کرے۔

۶۔ نماز کھلے میدان میں پڑھی جائے۔ اس لئے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے: لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خشک سالی کی شکایت کی۔ آپ نے منبر لانے کا حکم دیا اور وہ آپ کے لئے میدان میں ❸ رکھا گیا۔

اور اس لیے بھی کہ مجمع زیادہ ہوتا ہے اس لئے کھلے میدان میں ہی زیادہ سہولت ہے۔

۷۔ خطبے میں ماثور دعائیں پڑھنا جیسا کہ ہم نے بیان کیا اور بارش برستے وقت بھی۔ اس لئے کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے: دعا چار مقامات پر قبول ہوتی ہے صفوں کے ملنے کے وقت بارش برستے وقت نماز کھڑی کرتے وقت اور کعبے کو دیکھتے وقت اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب بارش دیکھتے تو فرماتے صَيِّبًا نَافِعًا یعنی اللہ کرے شدید اور مفید بارش ہو۔ مختلف احادیث سے بارش برسنے کے موقع کی دعاؤں کا مجموعہ یہ ہے:

اللهم صيبا هنيا وسيبًا (اى عطاء) نافعا مطرنا بفضل الله ورحمته

اگر زیادہ بارش سے نقصان ہو رہا ہو تو یہ دعا پڑھے:

اللهم حوا لينا ولا علينا اللهم على الاكام والظراب وبطون الا ودية ومنا بت الشجر ❹

اللهم سقيا رحمة ولاسقيا عذاب ولا محق ولا بلاء وهدم ولا غرق❺

زمانہ جاہلیت کا ایک غلط خیال اور مکروہ قول...... زمانہ جاہلیت میں عرب بارش کو نوء (ایک ستارے کے طلوع اور دوسرے کے غروب کا وقت کی طرف منسوب کرتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ درحقیقت نوء ہی بارش برساتا ہے اگر یہ اعتقاد رکھے بغیر، بارش کی نسبت نوء کی طرف کی تو مکروہ ہے۔ اور اگر اسی کو فاعل حقیقی سمجھ لیا تو کفر ہے۔ صحیحین کی وہ روایت اسی پر محمول ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میرے کچھ بندے مجھ پر ایمان لاتے ہیں اور کچھ میرا انکار کرتے ہیں۔ جو یہ کہتے ہیں کہ ہم پر بارش اللہ کے فضل اور رحمت سے برسی تو وہ مجھ پر ایمان لانے والے اور ستاروں کا انکار کرنے والے ہیں اور جو یہ کہتے ہیں کہ ہم پر فلاں ستارے کو نوء کی وجہ سے بارش برسی تو وہ میرا انکار کرنے والے ہیں اور ستاروں پر ایمان لانے والے ہیں۔

ہوا کو برا بھلا کہنا مکروہ ہے...... ہوا کو برا بھلا کہنا مکروہ ہے۔ سنت یہ ہے کہ اس وقت دعاؤں میں لگ جائے۔ حدیث شریف میں آتا ہے: ہوا اللہ کی رحمت ہے کبھی رحمت لے کر آتی۔

---

❶... امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ❷ علماء کا اتفاق ہے کہ قبولیت کی امید سے قبر کے پاس دعا کرنا عبادت نہیں بلکہ بدعت ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول اعوذ بكلمات الله التامة من سر ما خلق کے بارے میں فرماتے ہیں کہ پناہ مخلوق کی نہیں ہوتی۔ (کشاف القناع ۲/۷۷) ❸ اس کو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ بخاری اور مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی شرط پر صحیح ہے۔ (۴) متفق عليه عن انس رضى الله عنه الظراب: یہ ظرب کی جمع ہے چھوٹا ٹیلہ (نیل الاوطار: ۴/۱۳۰) (۵) اسکو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند میں روایت کیا ہے یہ روایت مرسل ہے (نیل الاوطار: ۴/۱۰)

ہے اور کبھی عذاب جب ہوا چلے تو تم اسے برا بھلا نہ کہو بلکہ اللہ تعالیٰ سے اس کی خیر مانگو اور اس کے شر سے پناہ طلب کرو ❶۔ اس موقعے پر یہ دعا پڑھے جو پہلے بھی گزر چکی ہے۔

اللھم انی اسئلك خیرھا وخیر ما فیھا وخیر ما ارسلت به، واعوذ بك من شرھا وشرما فیھا وشر ماارسلت به❷

اللھم اجعلھا رحمة ولا تجعلھا عذابا اللھم اجعلھا ریاحا ولا تجعلھا ریحا❸

گرج اور کڑک کے وقت کی دعا: گرج اور کڑک کے وقت اللہ کی تسبیح بیان کرے:

سبحان من یسبح الرعد بحمدہ والملائکة من خیفته❹

بجلی چمکنے کے وقت یہ دعا پڑھے:

سبحان من یریکم البرق خوفًا وطمعًا

مستحب یہ ہے کہ آسمانی بجلی کی طرف نہ دیکھے۔ اس لیے کہ سلف صالحین گرج اور چمک کی طرف اشارہ ناپسند کرتے تھے۔ اور ایسے وقت میں دعا پڑھتے تھے:

لاالہ الا اللہ وحدہ لاشریك له سبوح قدوس اس لئے اس مسئلے میں ان کی پیروی اختیار کی جائے گی۔

ستارہ ٹوٹتے وقت یہ پڑھے:

ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ❺

چند دیگر اذکار...... گدھے کی آواز سنے تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگے:

استعیذ باللہ من الشیطان الرحیم...... بخاری ومسلم

کتے کی آواز سنے تو یہ پڑھے:

استعیذ باللہ من الشیطان الرحیم...... ابوداؤد

مرغ کی آواز سنے تو اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگے۔ بخاری ومسلم

۸...... سرسبز علاقے والے قحط زدہ علاقے والوں کے لیے دعا کریں اس لئے کہ یہ نیکی اور تقویٰ میں تعاون کی ایک صورت ہے۔

---

❶...... اس کو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نسائی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ❷...... اس کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔ ❸ اس کو امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے۔ ❹ اس کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطا میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ بجلی و بجلی گرج پر قیاس کیا گیا ہے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے بعد یہ بھی نقل کیا ہے:

اللھم لا تقتلنا بغضبك ولا تھلکنا بعذابك وعافنا قبل ذلك

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حلیہ میں ابوزکریا سے نقل کیا ہے: جس نے سبحان اللہ وبحمدہ عن البرق کہا تو اس پر بجلی نہیں گرے گی۔ ❺...... اس کو ابن سنی اور طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا ہے۔

۹.....شافعیہ کے نزدیک سال کی پہلی بارش اور ہر بارش کے شروع میں باہر نکلنا مستحب ہے۔ باہر نکل کر ستر کے علاوہ کچھ جسم ننگا کرے تاکہ برکت کے طور پر کچھ بارش پہنچ جائے۔ امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کپڑا اٹھایا تاکہ بارش پہنچ سکے اور فرمایا یہ تازہ تازہ اپنے رب سے آئی ہوئی ہے ❶ یعنی ابھی ابھی پیدا کی ہوئی اور نازل کی ہوئی ہے۔ بارش کے بہتے ہوئے پانی سے غسل کرنا یا وضو کرنا بھی مستحب ہے۔ اس لیے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الام میں منقطع سند کے ساتھ روایت بیان کی ہے کہ جب بارش کا پانی بہتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: ہمیں اس پانی کی طرف لے جاؤ جسے اللہ تعالیٰ نے پاک کرنے والا بنایا ہے تاکہ ہم اس سے پاکی حاصل کریں اور اس پر اللہ کا شکر ادا کریں۔''

۱۰.....مالکیہ فرماتے ہیں کہ نماز استسقاء سے پہلے اور بعد میں میدان یا مسجد میں نوافل جائز ہیں۔ اس لیے کہ استسقاء سے مقصود برائیوں کا خاتمہ اور نیکیوں کی کثرت ہے۔

بخلاف عید کے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ شافعیہ کے علاوہ جمہور کے نزدیک میدان میں نفل پڑھنا نماز سے پہلے اور بعد میں مکروہ ہے۔ مسجد میں مالکیۃ کے نزدیک مکروہ نہیں حنابلہ اور حنفیہ کے نزدیک مسجد میں بھی مکروہ ہے۔ لیکن حنفیہ کے نزدیک بعد میں مکروہ نہیں۔

مسئلہ.....دعا جب کوئی چیز مانگنے کے لیے کی جائے تو ہتھیلی کے اندر والے حصے سے کی جاتی ہے اور جب کوئی مصیبت دور کرنے کے لیے کی جائے تو ہتھیلی کی پشت سے کی جاتی ہے ❷

۱۱۔ اگر بارش نہ برسے تو نماز استسقاء دوسری اور تیسری بار پڑھی جائے گی۔

اگر انھوں نے نماز استسقاء کی تیاری کی لیکن اس سے پہلے ہی بارش برس گئی تو بھی جمع ہو کر شکر اور زیادہ بارش کی دعا کریں۔ اور معروف نماز استسقاء اللہ تعالیٰ کے شکر کے طور پر پڑھیں۔ جیسے دعاء وغیرہ کے لیے جمع ہوتے ہیں۔ صحیحین میں آیا ہے آدمی کی دعا قبول ہوتی ہے جب تک کہ جلدی نہ کرے کہ یہ کہنے لگے میں نے دعا کی مگر قبول نہیں ہوئی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ ......ابراہیم ۱۴/۷

اگر تم نے واقعی شکر ادا کیا تو میں تمہیں اور زیادہ دوں گا۔

اصبغ سے حکایت بیان کی گئی ہے کہ انھوں نے کہا مصر کے دریائے نیل کے لیے مسلسل پچیس دن نماز استسقاء پڑھی گئی۔

ساتویں بحث.....صلوٰۃ الخوف نماز خوف/خوف کی نماز:

خاکہ.....صلوٰۃ الخوف کی مشروعیت، سبب اور شرطیں کیفیت اور طریقہ مسبوق کے قضا کرنے کا طریقہ، فاسد کب ہوگی؟ گھمسان کی جنگ اور شدید خوف کے وقت کی نماز۔

---

❶.....اس کو بھی امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور ابوداؤد نے نقل کیا ہے (نیل الاوطار ۴/ ۱۲) ❷ یہ خلاد بن سائب عن ابیہ کی حدیث سے مستفاد ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا مانگتے تھے تو ہتھیلیوں کا اندرونی حصہ آسمان کی طرف کرتے تھے۔ اور جب پناہ مانگتے تھے تو ہتھیلیوں کی پشت آسمان کی طرف کرتے تھے۔'' امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بارش کے لیے دعا مانگی اور اپنی ہتھیلی کی پشت سے آسمان کی طرف اشارہ کیا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت جو اگرچہ ضعیف ہے اللہ تعالیٰ سے اپنی ہتھیلیوں کے اندر رونے سے مانگا کرو پشت سے نہ مانگا کرو۔ (سبل السلام: ۲/ ۸۳)

اول: صلوۃ الخوف کی مشروعیت...... جمہور فقہاء کے نزدیک صلوۃ الخوف مشروع ہے ❶ یہ نماز کفار سے قتال کے دوران قرآن وسنت سے ثابت ہے۔

قرآن: قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ اِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآىِٕكُمْ وَلْتَاْتِ طَآىِٕفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَ اَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً ...... النساء: ۴/ ۱۰۲

اور (اے پیغمبر) جب تم ان کے درمیان موجود ہو اور انہیں نماز پڑھاؤ تو دشمن سے مقابلے کے وقت اس کا طریقہ یہ ہے کہ) مسلمانوں کا ایک گروہ تمہارے ساتھ کھڑا ہو جائے اور اپنے ہتھیار ساتھ لے لے پھر جب یہ لوگ سجدہ کر چکیں تو تمہارے پیچھے ہو جائیں اور دوسرا گروہ جس نے ابھی تک نماز نہ پڑھی ہو آگے آجائے اور وہ تمہارے ساتھ نماز پڑھے اور وہ اپنے ساتھ اپنے بچاؤ کا سامان اور اپنے ہتھیار لے لے کافر لوگ یہ چاہتے ہیں کہ تم اپنے ہتھیاروں اور اپنے سامان سے غافل ہو جاؤ تو وہ ایک دم تم پر ٹوٹ پڑیں۔ آسان ترجمہ

جو حکم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ثابت ہو وہ آپ کی امت کے حق میں بھی ثابت ہوتا ہے جب تک کہ اس پر کوئی دلیل نہ مل جائے کہ یہ حکم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا حکم دیا ہے۔ رہی یہ بات کہ اس آیت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاص طور پر مخاطب کیا گیا ہے واذا کنت (النساء: ۴/ ۱۰۲) تو اس سے حکم خاص نہیں ہوتا اس لئے کہ دوسری آیت میں زکوٰۃ کے عام حکم میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاص طور پر مخاطب کیا گیا ہے:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً ...... التوبہ: ۹/ ۱۰۳

(اے پیغمبر!) ان لوگوں کے مال میں سے صدقہ وصول کرو۔

سنت...... صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز خوف چار مقامات پر پڑھی۔

۱..... غزوہ ذات الرقاع میں جو صحیح قول کے مطابق غزوہ خندق کے بعد ہوا

۲..... بطن نخل میں جو کہ نجد میں غطفان کی زمین میں ایک جگہ کا نام ہے۔

۳..... عسفان میں جو مکہ سے تقریباً دو مرحلے دور ہے۔

۴..... ذی قرد میں جو کہ مدینے سے ایک برید کے فاصلے پر واقع پانی ہے۔ اس کو غزوہ غابہ بھی کہتے ہیں یہ ربیع الاول سن چھ ہجری میں صلح حدیبیہ سے پہلے ہوا۔ ❷

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صلوۃ الخوف چوبیس مرتبہ پڑھی۔ اس کے بارے میں مزید احادیث صلوۃ الخوف کے طریقے کے ذیل میں آئیں گی۔ ساتھ ساتھ یہ حدیث بھی اس کی دلیل ہے:

صلوا کما رایتمونی اصلی

نماز پڑھو جیسے تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے۔

اجماع صحابہ..... صلوٰۃ الخوف پڑھنے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور

---

❶..... فتح القدیر ۱/ ۴۴۱، الدر المختار: ۱/ ۷۹۲، اللباب: ۱/ ۱۲۴، بدایۃ المجتہد: ۱/ ۱۶۹ الشرح ۱/ ۵۱۷ القوانین الفقہیہ ۸۳ مغنی المحتاج: ۱/ ۳۲۷ المہذب ۱/ ۱۰۵ المغنی: ۲/ ۴۰۰ ومابعد، کشاف القناع: ۳/ ۹. ❷ الدر المختار ورد المحتار: ۱/ ۷۹۴، ۷۹۵۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے صلوٰۃ الخوف پڑھی ہے۔

فقہاء کی آراء...... جمہور فقہاء کے نزدیک صلوٰۃ الخوف سفر وحضر میں جائز ہے مالکیہ کا مشہور مذہب بھی یہی ہے البتہ ابن ماجشون مالکی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ صرف سفر میں جائز ہے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نماز خوف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں شروع تھی۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ اِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ ......النساء: ۴/ ۱۰۲)

جب تم ان کے درمیان موجود ہو۔

اور اس کی مشروعیت کی علت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں یہ تھا کہ ہر فریق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھنے کی فضیلت حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ فضیلت حاصل کرنے میں حریص تھے۔ یہ علت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ختم ہوگئی ہے۔ ہر گروہ ایک خاص امام کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے۔ لہٰذا نماز ایسے طریقے سے نہیں پڑھی جائے گی جس میں آنا جانا اور اس طرح کے نماز کے منافی کام ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نماز خوف ایک امام کے پیچھے نہیں پڑھی جائے گی بلکہ دو اماموں کے پیچھے پڑھی جائے گی۔ ان دونوں میں سے ایک ایک گروہ کو دو رکعتیں پڑھائے گا پھر دوسرا بھی دوسرے گروہ یعنی پہرہ والے گروہ کو دو رکعتیں پڑھائے گا اور جس گروہ نے نماز پڑھ لی ہے وہ پہرہ دے گا۔

لیکن اس استدلال کو رد کیا گیا ہے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نماز خوف پڑھی ہے وہ جواز کے باقی رہنے یا نہ رہنے کے بارے میں زیادہ جانتے تھے۔

اس کی مشروعیت کی غرض لوگوں کے دلوں میں یہ بات جاگزیں کرنا ہے کہ با جماعت نماز اسلام میں کتنی اہم ہے؟ اس سے باہمی اجتماعی تعلق مضبوط، پائیدار اور دائمی ہوتا ہے یہاں تک کہ مصائب خطروں اور بحرانوں میں بھی۔

اکثر کے نزدیک خوف کی وجہ سے نماز کی کیفیت اور طریقے میں تبدیلی آتی ہے رکعتوں کی تعداد میں تبدیلی نہیں آتی۔

دوم: صلوٰۃ الخوف کا سبب اور شرطیں...... (۱) علامہ ابن عابدین کے مطابق صلوٰۃ الخوف کا سبب دشمن کے حملے کا خوف ہے۔ اور دشمن کی موجودگی شرط ہے جس طرح مسافر کی نماز میں مشقت سبب ہے اور شرعی سفر شرط ہے خوف سے مراد حقیقی خوف نہیں بلکہ دشمن کی موجودگی ہے۔ دشمن کی موجودگی کو ہی حقیقی خوف کے قائم مقام کر دیا گیا ہے۔ نماز خوف قتال کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر طرح کے خوف میں جائز ہے۔ جیسے سیلاب سے بھاگنا اسی طرح آگ، درندہ، حملہ آور یا نقصان دہ اونٹ یا کتا چور، سانپ۔ بشرطیکہ ان سے بچنے کی صورت نہ ہو۔ (۲)

صلوٰۃ الخوف کی شرطیں درج ذیل ہیں۔ (۳)

۱۔ **قتال مباح ہو**...... یعنی اس کی شرعاً اجازت ہو چاہے واجب ہو جیسے حربی کافروں باغیوں اور ایسے ڈاکوؤں سے قتال کرنا جو خون بہانا اور عزتیں پامال کرنا چاہتے ہوں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ......النساء: ۴/ ۱۰۱

---

(۱) ردالمحتار ۱/ ۷۹۳۔ (۲) المجموع ۴/ ۳۱۹۔ (۳) الدرالمختار: ۴/ ۷۹ فتح القدیر: ۱/ ۴۴۱ اللباب: ۱/ ۱۲۵ شرح الرسالہ: ۱/ ۲۵۳۔ ۲۵۴ الشرح الصغیر: ۱/ ۵۱۷ مغنی المحتاج: ۱/ ۳۰۵۔ ۳۰۶ المہذب: ۱/ ۱۰۵ کشاف القناع ۳/ ۹، القوانین الفقہیہ: ۸۳۔ ۸۴، المغنی: ۳/ ۴۰۶، ۴۰۸، ۴۱۶، ۴۱۸ ومابعد، الشرح الکبیر: ۱/ ۳۹۱۔ ۳۹۴۔

اگر تمہیں اس بات کا خوف ہو کہ کافر لوگ تمہیں پریشان کریں گے۔

یا وہ قتال جائز ہو جیسے ان لوگوں سے قتال کرنا جو مسلمانوں کا مال لینا چاہتے ہیں۔

لہٰذا باغیوں اور گناہ والا سفر کرنے والوں کے لیے صلوۃ الخوف جائز نہیں اس لیے کہ یہ رحمت تخفیف اور رخصت ہے یہ گناہوں کی وجہ سے جائز نہیں ہوسکتی۔ یعنی صلوٰۃ الخوف ممنوع یا حرام قتال میں جائز نہیں ہوگی جیسے اہل عدل سے قتال کرنا یا مال والوں سے انکا مال چھیننے کے لیے قتال کرنا۔

۲۔ **دشمن یا درندے کی موجودگی یا غرق ہونا یا جلنے کا خوف**...... جس کی جان یا مال کو دشمن کا خوف ہو یا کوئی اور خطرہ ہو تو جمہور اور مالکیہ کے مشہور قول کے مطابق اس کے لیے صلوۃ الخوف جائز ہے چاہے سفر ہو یا حضر، بحر ہو یا برا، قتال ہو یا کچھ اور اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان عام ہے:

وَ اِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ ......النساء: ۴/ ۱۰۲

جب تم ان کے درمیان موجود ہو اور انہیں نماز پڑھاؤ۔

یہ ہر حال کے لیے عام ہے۔ اگر انھوں نے سایہ دیکھا اور اسے دشمن گمان کر کے صلوۃ الخوف پڑھ لی۔ اگر بعد میں وہ دشمن ہی نکلے تو نماز ہو جائے گی ورنہ نہیں ہوگی۔ اگر نماز خوف کے بغیر ہو تو فاسد ہو جائے گی۔

شافعیہ اور حنابلہ فرماتے ہیں کہ جو شخص حالت امن میں ہو اور وہ نماز پڑھ رہا ہو تو وہ اپنی نماز مکمل کر لے اور جو شخص امن میں ہو پھر اس کا خوف بڑھتا جائے تو وہ صلوٰۃ خوف پڑھے۔

مالکیہ کہتے ہیں: جو شخص امن کی حالت میں ہو وہ امن کی نماز پڑھے اور مقیم کی نماز مکمل ہوگی جب کہ سفر کی چار رکعتی نماز قصر ہوگی چونکہ خوف عدد رکعات میں موثر نہیں ہوتا جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے وہ سفر جو قصر کو مباح کر دیتا ہے اس کی مقدار ۸۹ کلومیٹر ہے امام ہر طائفہ کو ایک رکعت پڑھائے گا اور حالت حضر میں امام ہر طائفہ کو دو دو رکعتیں پڑھائے گا۔

سوم: صلوۃ خوف ادا کرنے کا طریقہ..... فقہاء نے دو پہلوؤں پر اتفاق کیا ہے لشکر کے لیے جائز ہے کہ وہ دو اماموں کے پیچھے نماز پڑھیں ہر جماعت ایک امام کے پیچھے نماز پڑھے جب خوف میں شدت آ جائے اور جماعت کرنی دشوار ہو تو فوجیوں کے لیے جائز ہے کہ الگ الگ سوار یا پیادہ نماز ادا کریں اور اپنے اپنے مورچوں اور خندقوں میں نماز ادا کریں رکوع اور سجدہ میں اشارے کریں جس طرف منہ چاہیں موڑ لیں خواہ قبلہ کی طرف یا کسی اور طرف البتہ تکبیر تحریمہ قبلہ رو ہو کر کہیں بشرطیکہ اس پر قادر ہوں چونکہ یہ نماز بوجہ ضرورت کے لیے ضرورت کی وجہ سے ارکان اور قبلہ کی طرف منہ کرنا ساقط ہو جاتا ہے۔

رہی بات نماز خوف جماعت کے ساتھ پڑھنے کی جو کہ ایک امام کے پیچھے ہو تو یہ نماز ہر اس طریقہ سے جائز ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے چنانچہ احادیث میں یہ سولہ طریقہ بیان ہوئے ہیں۔ ان میں سے بعض صحیح مسلم میں اکثر سنن ابی داؤد میں اور ان میں سے نو صحیح ابن حبان میں البتہ وہ طریقہ اختیار کرنا صحیح ہے جو نماز کے لئے زیادہ محتاط ہو اور اس میں چوکیداری کی رعایت بھی ہو۔

ان سب سے سات طریقے زیادہ مشہور ہیں۔ ان میں سے جمہور نے وہ طریقے اختیار کیے ہیں جو ان کے نزدیک زیادہ قوی اور صحیح ہیں۔ حنابلہ نے ان سب طریقوں کو جائز قرار دیا ہے اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سہل رضی اللہ عنہ کی حدیث کو اختیار کیا ہے جو آ یا جاتی ہے۔ ❶

---

❶...... دیکھئے اللباب ۱/ ۱۲۵ فتح القدیر: ۱/ ۴۴۱۔ بدایۃ المجتھد ۱/ ۱۷۰ المغنی ۲/ ۴۰۱ مغنی المحتاج: ۱/ ۳۰۱ الشرح الصغیر ۱/ ۵۱۸ القوانین الفقھیۃ ۸۳ کشاف القناع ۲/ ۱۰ نیل الاوطار میں ۳/ ۳۱۶ الشرح الکبیر ۱/ ۳۹۱ شرح الرسالۃ ۱/ ۲۵۳

اول:عسفان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز......❶ شافعیہ اور حنابلہ نے اس طریقہ کا اس صورت میں اعتبار کیا ہے جب دشمن سوئے قبلہ ہو اس کی تفصیل یہ ہے کہ امام اپنے پیچھے لوگوں کی دو یا اس سے زیادہ صفیں بنائے امام انھیں ایک رکعت پڑھائے اور سجدہ تک پڑھائے جب امام سجدہ کرے اور امام کے پیچھے والی صف امام کے ساتھ سجدہ کرے جب کہ دوسری صف چوکیداری کرتی رہے یہاں تک کہ امام دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے جب امام کھڑا ہو جائے تو پیچھے والی صف سجدہ کرے اور ان کے ساتھ مل جائے۔

دوسری رکعت میں وہ صف امام کے ساتھ سجدہ کرے جس نے پہلے چوکیداری کی تھی اور دوسری صف چوکیداری کرتی رہے جب امام تشہد کے لئے بیٹھ جائے تو چوکیداری کرنے والی صف سجدہ کرے اور پھر دونوں صفیں تشہد میں بیٹھ جائیں اور امام سبھی کو سلام پھیروائے یہ نماز قصر ہوگی چونکہ حالت سفر ہے حنابلہ نے اس طریقہ کے لیے یہ شرط لگائی ہے کہ مسلمانوں کو پیچھے سے دشمن کے شب خون مارنے کا خوف نہ ہو اور یہ کہ بعض کفار مسلمانوں سے پوشیدہ نہ ہوں اور یہ کہ نمازیوں میں ایسی کثرت ہو جن کی تفریق ممکن ہو ہر جماعت تین یا اس سے زائد افراد پر مشتمل ہو۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے طائفہ کا ذکر جمع کے لفظ سے کیا ہے چنانچہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

فَإِذَا سَجَدُوْا النساء۴/ ۱۰۲

اور کم از کم جمع کے افرد تین ہوتے ہیں۔ اگر مسلمانوں کو کفار کی کمین گاہ کا خوف ہو یا بعض کفار مسلمانوں سے پوشیدہ ہوں یا مسلمانوں کی تعداد چھ اشخاص سے کم ہو تو پھر اس طریقہ کے علاوہ دوسرے طریقہ سے نماز پڑھیں۔

دوم:غزوہ ذات الرقاع میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز......غزوہ ذات الرقاع میں جس صفت پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہے یہ طریقہ شافعیہ اور حنابلہ کا مختار طریقہ ہے بشرطیکہ جب دشمن قبلہ کے علاوہ کسی اور سمت میں ہو یہ شرط حنابلہ کے نزدیک معتبر ہے مالکیہ کے مشہور مذہب کے مطابق یہ صورت مطلقاً مختار ہے خواہ دشمن سوئے قبلہ ہو یا نہ ہو۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ امام لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کردے ایک جماعت امام کے ساتھ ہو اور دوسری جماعت دشمن کی طرف چوکیداری کر رہی ہو، دو رکعتی نماز میں امام اذان واقامت کے ساتھ پہلی جماعت کو ایک رکعت پڑھائے تین رکعتی اور چار رکعتی نماز میں پہلی جماعت کو دو رکعتیں پڑھائے پھر یہ جماعت اپنے تئیں نماز پوری کر لے اور سلام پھیر کر چلی جائے اور چوکیداری کے فرائض انجام دے۔

پھر دوسری جماعت آجائے اور امام انھیں دو رکعتی نماز میں دوسری رکعت پڑھائے اور چار رکعتی نماز میں آخری دو رکعتیں پڑھائے جب کہ مغرب کی نماز میں تیسری رکعت پڑھائے امام سلام پھیر دے اور مقتدی اپنی نماز پوری کریں سورت فاتحہ بھی پڑھیں اور ساتھ کوئی اور سورت بھی البتہ مالکیہ کے نزدیک امام کے سلام پھیرنے کے بعد مقتدی نماز پوری کریں جب کہ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک امام سلام نہ پھیرے بلکہ مقتدیوں کا انتظار کرے اور جب مقتدی بقیہ نماز پڑھ کر تشہد بھی پڑھ لیں ان کے ساتھ سلام پھیرے البتہ وقفہ کے دوران امام تشہد دھراتا رہے یا طویل دعائیں کرتا رہے ان کی دلیل یہ آیت ہے:

وَلْتَأْتِ طَآئِفَةٌ أُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ النساء:۴/ ۱۰۲

چاہیے کہ دوسری جماعت آجائے جنھوں نے نماز نہیں پڑھی او وہ آپ کے ساتھ (یعنی امام کے ساتھ) نماز پڑھیں یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مقتدیوں کی نماز ساری کی ساری امام کے ساتھ ہو، امام کی معیت دو صورتوں میں حاصل ہو جاتی ہے یا تو تکبیر تحریمہ کی فضلیت حاصل ہو یا سلام کی فضلیت حاصل ہو۔

سوم:ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز......صلوٰۃ خوف کا یہ طریقہ حنفیہ کا مختار

---

❶...... طریقہ ابوداؤد نے نقل کیا ہے اور یہ ابوعباس زرقانی کی حدیث میں آیا ہے۔

طریقہ ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ امام لوگوں کو دو گرہوں میں تقسیم کردے ایک گروہ دشمن کی طرف چوکیداری کرتا رہے اور دوسرا گروہ امام کے پیچھے نماز پڑھے چنانچہ یہ گروہ جو امام کے پیچھے نماز پڑھے امام انھیں ایک رکعت اور دو سجدے پڑھائے پھر جمہور کے نزدیک یہ گروہ یہیں اپنی بقیہ نماز پوری کر کے چلا جائے اور چوکیداری کرے۔ جب کہ حنفیہ کے نزدیک یہ گروہ ایک رکعت کے بعد نماز مکمل کیے بغیر چوکیداری کے لیے دشمن کی طرف چلا جائے۔

پھر دوسرا گروہ آجائے اور امام انھیں ایک رکعت اور سجدے پڑھائے تشہد پڑھے اور تنہا سلام پھیرے تا کہ اپنی نماز مکمل کر لے اور یہ گروہ امام کے پیچھے سلام نہ پھیرے چونکہ یہ مسبوق ہیں البتہ یہ لوگ چلتے ہوئے دشمن کی طرف چوکیداری کے لئے چلے جائیں، جب کہ جمہور کے نزدیک یہ گروہ اپنی نماز پوری کرے اور پھر چوکیداری کے لئے جائے حنفیہ کہتے ہیں پھر پہلا گروہ آجائے اور نماز مکمل کرے یا اپنی اپنی جگہ پر نماز مکمل کرے تا کہ چلنا نہ پڑے یہ گروہ بغیر قرأت کے نماز مکمل کرے چونکہ یہ لاحقین کے حکم میں ہیں تشہد پڑھیں اور سلام پھیر کر چوکیداری کے لئے چلے جائیں۔

پھر دوسرا گروہ آجائے اور یہ گروہ قرأت کر کے اپنی نماز مکمل کرے چونکہ یہ مسبوقین کے حکم میں ہیں چنانچہ امام مالک کے شاگرد اشہب کا مذہب حنابلہ کے اس مذہب کے موافق ہے۔

حالت اقامت میں نماز پنجگانہ کی ادائیگی کا طریقہ...... اور امام مقیم ہو تو پہلے گروہ کو چار رکعتی نماز کی دو رکعتیں پڑھائے اور دوسرے گروہ کو بھی دو رکعتیں پڑھائے تا کہ دونوں گروہوں کے درمیان برابری ہو جائے۔ مذاہب اربعہ میں مغرب کی نماز کی صورت میں پہلے گروہ کو دو رکعتیں اور دوسرے گروہ کو ایک رکعت پڑھائے چونکہ جب فضیلت دہی کے سوا کوئی چارہ کار نہ ہو تو پہلا گروہ اس کا زیادہ حقدار ہے اور جو فضیلت دوسرے گروہ کی فوت ہو چکی وہ امامت کے ساتھ سلام پھیرنے سے پوری کر لے۔ امام صبح کی نماز ہر گروہ کو ایک ایک رکعت پڑھائے۔

چہارم: مقام بطن نخل ❶ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صلوٰۃ خوف...... جب دشمن بسوئے قبلہ نہ ہو تو شافعیہ نے اس طریقہ نماز کا اعتبار کیا ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ امام دو مرتبہ پوری پوری نماز پڑھے ہر طائفہ (گروہ) کو پوری نماز ایک بار پڑھائے اور ہر طائفہ کو سلام بھی پھیر والے، یہ طریقہ اچھا معلوم ہوتا ہے چونکہ اس میں تکلیف کم ہے اور بار بار امام سے جدا نہیں ہونا پڑتا زیادہ سے زیادہ اس میں یہ لازم آتا ہے کہ دوسری نماز میں امام کی نماز نفل ہوگی جب کہ مقتدیوں کی نماز فرض ہوگی اور یہ بالاتفاق جائز ہے رہی بات حنابلہ اور حنفیہ کی سوان حضرات کے نزدیک متنفل کے پیچھے مفترض کی نماز فقط صلوٰۃ خوف کی صورت میں جائز ہے اور اس کے علاوہ ممنوع ہے۔

پنجم: غزوہ ذات الرقاع میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز...... حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے یہ صورت روایت کی ہے ❷ اس کی تفصیل یوں کہ امام پوری چار رکعات پڑھے اور ہر گروہ امام کے پیچھے صلوٰۃ قصر یعنی دو دو رکعتیں پڑھے یوں امام کی چار رکعتیں ہو جائیں گی اور قوم (مقتدیوں) کی دو دو رکعتیں ہوں گی جو قصر ہوں گی۔

ششم: مقام ذی قرد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز...... ❸ یہ طریقہ نماز خوف ابن عباس، حذیفہ، زید بن ثابت وغیرہم رضی اللہ عنہم سے مروی ہے ❹ جب کہ اکثر فقہاء نے اس طریقہ کا انکار کیا ہے چنانچہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ

---

❶ ...... مقام بطن نخل نجد میں سرزمین غطفان میں ایک جگہ ہے۔ یہ حدیث شیخین، احمد، ابوداؤد و نسائی نے ابوبکرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے درواہ الشافعی والنسائی عن جابر مرفوعا رحمۃ اللہ علیہ۔ ❷ متفق علیہ بین احمد والشیخین والبخاری مسلم (نیل الاوطار ۳/ ۳۱۹) ❸ مقام ذی قرد مدینہ سے تقریبا ۲۲ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ ❹ حدیث ابن عباس رواہ النسائی باسناد رجالہ ثقات وحدیث حذیفہ رواہ ابوداؤد والنسائی وحدیث زید رواہ النسائی (نیل الاوطار ۳/ ۳۲۱)

کی حدیث پایۂ نبوت کو نہیں پہنچتی چونکہ نقص رکعات میں خوف موثر نہیں ہوتا، جب کہ امام احمد اور محدثین نے اس طریقہ کو جائز قرار دیا ہے چونکہ اس صورت کی احادیث صحیحہ ہیں بہر حال اس کی تفصیل یہ ہے کہ امام لوگوں کی دو صفیں بنائے ایک صف امام کے پیچھے کھڑی ہو دوسری صف دشمن کے مقابل رہے چار رکعتی نماز جس کی قصر جائز ہوتی ہے امام ہر گروہ کو فقط ایک رکعت پڑھائے اور دوسری رکعت کی قضاء نہیں۔

ہفتم: غزوہ نجد والے سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے صحابہ کو نماز پڑھانا..... اس طریقہ نماز کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے ❶ اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ ایک گروہ امام کے ساتھ کھڑا جب کہ دوسرا گروہ دشمن کے مدمقابل کھڑا ہو بایں طور کہ ان کی پشتیں قبلہ کی طرف ہوں، پھر امام تکبیر تحریمہ کہے اور اس کے ساتھ دونوں گروہ تکبیر تحریمہ کہیں، پھر امام کے ساتھ ایک گروہ ایک رکعت پڑھے پھر یہ گروہ دشمن کا سامنا کرنے چلا جائے پھر دوسرا گروہ آجائے اور وہ اپنے تئیں ایک رکعت پڑھے جب کہ امام کھڑا رہے پھر امام اس گروہ کو بقیہ رکعت پڑھائے پھر وہ گروہ آجائے جو دشمن کے سامنے کھڑا تھا وہ اپنے تئیں ایک رکعت پڑھے جب کہ امام بیٹھا رہے پھر امام سلام پھیرے اور سب مقتدی امام کے ساتھ سلام پھیر دیں یعنی اس صورت میں ابتدا اور انتہاء میں امام کے ساتھ دونوں گروہ مشترک ہوتے ہیں۔❷

دوران نماز اسلحہ اٹھائے رکھنا..... شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک شدف خوف کی حالت میں دوران نماز اسلحہ اٹھائے رکھنا مسنون ہے ❸ چونکہ اسی میں احتیاط ہے تا کہ دشمن کا دفاع بھی ہوتا رہے چنانچہ فرمان باری تعالیٰ ہے وَلْيَأْخُذُوٓا أَسْلِحَتَهُمْ اور وہ پہلے ہتھیار ساتھ لے لے۔ (النسائی: ۴/ ۱۰۲) پھر فرمان ہوا:

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِن كَانَ بِكُمْ أَذًى مِّن مَّطَرٍ أَوْ كُنتُم مَّرْضَىٰٓ أَن تَضَعُوٓا أَسْلِحَتَكُمْ

اور اگر تمہیں بارش کی وجہ سے تکلیف ہو یا تم بیمار ہو تو اس میں بھی تم پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم اپنے ہتھیار اتار کر رکھ دو یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ عذر کے نہ ہوتے ہوئے اس میں گناہ ہے البتہ نجس اسلحہ اپنے ساتھ دوران نماز نہ اٹھائے اسی طرح تیر اور نیزہ بھی نہ ساتھ رکھے جس سے لوگوں کو اذیت پہنچے۔

حالت خوف میں نماز جمعہ..... شافعیہ اور حنابلہ کہتے ہیں کہ حضر کی حالت میں خوف پیش آنے کی صورت میں نماز جمعہ پڑھی جائے ❹ البتہ سفر کی حالت میں نماز جمعہ نہ پڑھی جائے اس میں شرط یہ ہے کہ ہر گروہ چالیس آدمیوں سے زائد پر مشتمل ہو اور وہ ایسے ہوں جن کی نماز جمعہ صحیح ہوتی ہو اور وہ خطبہ بھی سنتے ہوں۔

نماز جمعہ کے لئے عسفان میں پڑھی گئی نماز یا ذات الرقاع کے موقع پر پڑھی گئی نماز کا طریقہ اختیار کیا جائے بطن نخل والا طریقہ اختیار نہ کیا جائے چونکہ اس میں نماز میں تعدد ہے اور اس میں امام کو ہر طائفہ کے ساتھ دو مرتبہ نماز پڑھنی ہوتی ہے، جب کہ جمعہ کی نماز ایک بار پڑھ لینے کے بعد دوسری مرتبہ نہیں پڑھی جاتی یوں بھی جائز نہیں کہ ایک گروہ کو خطبہ دے اور دوسرے گروہ کو نماز پڑھائے بلکہ ضروری ہے کہ جس نے خطبہ سنا ہو وہ نماز میں بھی حاضر ہو۔

صلوٰۃ خوف میں امام کا بھول جانا..... مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کہتے ہیں ❺ جب امام لشکر کو دو گروہوں میں تقسیم کردے جیسا کہ ذات الرقاع اور عسفان کے مواقع میں نمازیں ادا کی گئیں اور پھر نماز پڑھانی شروع کی اور امام سے بھول ہوگئی تو اس کی بھول سب کو لاحق رہو گئی لہٰذا

---

❶.....رواہ احمد وابوداؤد والنسائی (نیل الاوطار ۳/ ۳۲۰) ❷ صلوٰۃ خوف کی سولہ صورتیں احادیث میں منقول ہیں۔ احادیث میں غور وخوض سے معلوم ہوتا ہے کہ دشمن، جنگ، علاقہ اور مسلمانوں کے اس وقت کے احوال کے پیش نظر جونسی صورت مناسب ہو وہ اختیار کرلی جائے تو کافی سمجھی جائے گی۔ ❸ مغنی المحتاج ۱/ ۳۰۴ کشاف القناع ۲/ ۷ المهذب ۱/ ۱۰۷۔ ❹ مغنی المحتاج: ۱/ ۳۰۳ المغنی ۲/ ۴۰۵ کشاف القناع ۲/ ۱۷۔ ❺ الشرح الصغیر ۱/ ۵۲۰، مغنی المحتاج: ۱/ ۳۰۳ کشاف القناع ۲/ ۱۲، المهذب: ۱/ ۱۰۵

نماز مکمل کرتے وقت سجدہ سہو کیا جائے گا چونکہ امام کی نماز میں فی الواقع نقص واقع ہوا ہے البتہ مالکیہ کہتے ہیں پہلا گروہ سلام سے پہلے سجدہ کرے دوسرے گروہ امام کے ساتھ سجدہ کرے۔

اگر دوسری رکعت میں مفارقت کے بعد سہو ہوا تو پہلے گروہ کو سجدہ سہو لاحق نہیں ہوگا چونکہ پہلا گروہ سجدہ سہو کے سبب کے پیدا ہونے سے پہلے ہی الگ ہو گئے ہیں ہاں البتہ دوسرا گروہ نماز کے آخر میں امام کے ساتھ سجدہ سہو کرے اور حالت انتظار میں انہیں سجدہ سہو لاحق ہوگا۔

اگر ہر گروہ کو سہو لاحق ہوا پہلے گروہ کو پہلی رکعت میں اور دوسرے گروہ کو دوسری رکعت میں چونکہ پہلا گروہ حقیقۃً امام کی اقتداء میں ہے اور دوسرا گروہ حکماً امام کی اقتدا میں ہے۔

چہارم: نماز خوف میں مسبوق کی قضاء..... مسبوق جو قضاء کرے گا وہ اس کی اول نماز ہوگی یا آخر تا ہم اس موضوع پر تفصیلاً صلوٰۃ الجماعت میں گفتگو ہو چکی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مسبوق کو امام کے ساتھ جو نماز مل گئی وہ اس کی اول نماز ہے اور جو قضاء کرے گا وہ اس کی نماز کا آخری ہے چونکہ حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو نماز تم نے پالی وہ پڑھ لو اور جو فوت ہوگی اسے مکمل کرلو اس حدیث کی روشنی میں متبادر فی الذہن یہی ہوتا ہے اعمال نماز کی جو ترتیب ہے اسی کے مطابق مسبوق کی نماز ہوگی۔

چنانچہ جو شخص نماز مغرب میں ایک رکعت پائے وہ ایک رکعت کے لئے کھڑا ہو اور فاتحہ اور سورت پڑھے پھر تشہد کے لئے بیٹھ جائے پھر ایک رکعت اور پڑھے اور اس میں صرف سورت فاتحہ پڑھے۔

حنفیہ کا مذہب اور حنابلہ کا ظاہری مذہب یہ ہے کہ مسبوق جو قضاء کرے گا وہ اس کی نماز کا اول حصہ ہوگا اور جو نماز امام کے ساتھ پائے گا وہ اس کی نماز کا آخری حصہ ہوگا۔ یعنی اعمال نماز کی ترتیب طبعیہ کے برعکس ہے چونکہ حدیث میں ہے جو نماز پالو وہ پڑھ لو اور جو فوت ہو جائے اس کی قضاء کرلو لہٰذا مسبوق ثناء، تعوذ فاتحہ اور سورت پڑھے گا اور جب امام کے ساتھ مغرب کی صرف ایک رکعت پائے تو بعد میں دو رکعتیں اکٹھی پڑھے اور ان کے درمیان تشہد کے لئے نہ بیٹھے۔

مالکیہ کہتے ہیں..... اقوال وافعال میں فرق کیا جائے گا، لہٰذا اقوال میں یعنی قرأت میں قضاء کرے گا جیسے حنفیہ اور حنابلہ کا موقف ہے اور افعال میں بناء کرے گا جیسے شافعیہ کا موقف ہے۔ فتامل

پنجم: صلوٰۃ خوف کب باطل ہوتی ہے..... حنفیہ کہتے ہیں صفوں کی درستی کے سواء اور غرض کے لئے چلنے سے صلوٰۃ خوف باطل ہو جاتی ہے، حدث کا لاحق ہو جانا اور مطلقاً سوار ہونا چونکہ سوار ہونا عمل کثیر ہے جب کہ سوار ہونا ایسا عمل ہے جس کی چنداں ضرورت نہیں بخلاف چلنے کے چونکہ چلنا ایسا عمل ہے جس کے سوا کوئی چارہ نہیں ایسے ہی قتال کثیر سے بھی نماز فاسد ہو جاتی ہے البتہ تھوڑی بہت جنگ سے فاسد نہیں ہوتی جیسے تیر چلا دینا دوران نماز نمازیوں کو قتال نہیں کرنا چاہیے چونکہ اس کی ضرورت نہیں ہوتی اگر جنگ لڑی اور عمل کثیر کے حکم میں آ گئی تو نماز باطل ہو جائے گی یہ چلنے کی بخلاف ہے چونکہ صف بندی کے لئے چلنا پڑتا ہے امام نووی کہتے ہیں: چیخ وپکار اور بات چیت جائز نہیں اگر چیخ لگائی اور دو حروف ظاہر ہو گئے تو نماز باطل ہو جائے گی چونکہ چیخ کی ضرورت نہیں ہوتی بخلاف چلنے کے افعال یسیرہ کے کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں چونکہ چھوٹے موٹے افعال عمل کثیر نہیں ہوتے اور صلوٰۃ خوف ہی بطریق اولیٰ مفسد نہیں ہوگی۔

اگر افعال کثیرہ صادر ہوئے اگر قتل وقتال، نہ ہوں تو نماز بالاتفاق باطل ہو جائے گی اور اگر افعال کثیرہ جنگ کے متعلق ہوں جیسے نیزہ مارنا، بار بار تلوار چلانا اگر ان کی چنداں احتیاج نہ ہو تو نماز باطل ہو جائے گی چونکہ عبث کے حکم میں ہے۔

اگر ان کی حاجت تھی اور ضرورت تھی تو اکثر فقہاء کے نزدیک نماز باطل نہیں ہوگی اس کی دلیل یہ ہے کہ اس صورت کو چلنے پر قیاس کر لیا گیا ہے دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ قتال کا دارومدار تلوار کی ضرب پر ہے جو غالباً ایک دو ضربوں سے حاصل نہیں ہوتا اور مختلف ضربوں میں فرق کرنا بھی

ناممکن ہے۔

ہشتم: گھمسان کی جنگ اور شدت خوف کے وقت نماز......ہم نے پہلے اشارہ کر دیا ہے کہ فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ شدت خوف کے وقت نماز کی کوئی معین صورت نہیں ہے بلکہ لشکر اشاروں سے بھی نماز پڑھ سکتا ہے، فقہاء کی عبارتیں مندرجہ ذیل ہیں۔

حنفیہ......کہتے ہیں ❶ اگر لشکر کا خوف شدت اختیار کر جائے بایں طور کہ دشمن نماز کا موقع بھی نہ دے اور مسلمان فوجی گاڑیوں وغیرہ سے نیچے اترنے سے عاجز ہوں تو سوار ہی الگ الگ نماز پڑھیں، چونکہ اس صورت میں اقتداء درست نہیں اس لیے کہ امام اور مقتدیوں کی جگہ مختلف ہے رکوع وسجدہ اشاروں سے کریں اور جس طرف چاہیں رخ کر لیں بشرطیکہ جب قبلہ کی طرف رخ کرنے پر قدرت نہ ہو۔ چنانچہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا......البقرۃ ۲ ۲۳۹

اگر تمہیں خوف لاحق ہو تو پیادہ یا سوار ہو کر نماز ادا کر لو۔

بوجہ ضرورت قبلہ کی طرف رخ کرنے کا حکم ساقط العمل ہو گیا جیسے ارکان نماز ساقط ہو جاتے ہیں۔

تیراک......سمندر میں تیرنے والے کے لئے اگر گھڑی بھر کے لئے اعضاء بدن کو سکون میں چھوڑ دینا ممکن ہو تو اشاروں سے نماز پڑھ لے ورنہ تیراک کی نماز درست نہیں جیسے چلنے والے کی نماز اور بالفعل شمشیر زنی میں مصروف شخص کی نماز درست نہیں ہوتی۔ ❷

جمہور......کہتے ہیں گھمسان کی جنگ کے دوران شدت خوف کی حالت میں نماز صحیح ہے اور اشاروں سے ادا کی جائے گی اسے صلوٰۃ مسابقہ یعنی شمشیر زنی کے وقت کی نماز کہا جاتا ہے۔

مالکیہ......کہتے ہیں شدت خوف کے وقت، شمشیر زنی کے وقت یا گھمسان کی جنگ کے وقت آخر وقت جو کہ مختار وقت ہے میں نماز پڑھنا جائز ہے ❸ اگر رکوع اور سجدہ کرنا ممکن نہ ہو تو اشارے کئے جائیں سجدہ کے لئے رکوع سے تھوڑا زیادہ جھکے اور نماز تنہا تنہا پڑھی جائے پیدل چلتے ہوئے یا سوار ہو کر ٹھہر کر یا آگے بڑھتے ہوئے خواہ رخ قبلہ کی طرف ہو یا نہ ہو۔

بوجہ ضرورت کے گھمسان کی جنگ میں نمازی کے لیے چلنا دوڑنا، ٹھوکر مارنا دوڑ لگانا تلوار سے وار کرنا دشمن کو نیزہ مارنا بچاؤ کا کلام کرنا ابھارنے کے متعلق کلام کرنا، امر الٰہی قبلہ کی طرف رخ نہ کرنا اور خون آلود تلوار ہاتھ میں رکھنا سب امور حلال ہیں۔ اگر گھمسان کی جنگ میں امن کی حالت پیدا ہو جائے تو رکوع وسجدہ کر کے نماز مکمل کی جائے گی۔

شافعیہ......کہتے ہیں ❹ جب گھمسان کی جنگ چھڑ جائے یا خوف بڑھ جائے ہر مجاہد جیسے ممکن ہو نماز پڑھے خوار سوار ہو یا پیادہ رکوع اور سجدہ میں اشارے کرے اگر رکوع سجدہ سے عاجز ہو تو سجدہ کو ذرا نیچے جھک کر کرے ترک قبلہ میں معذور سمجھا جائے گا اسی طرح اعمال کثیرہ میں بوجہ ضرورت معذور سمجھا جائے گا، البتہ چیخ وپکار میں معذور نہیں سمجھا جائے گا بلکہ چیخ وپکار سے نماز باطل ہو جائے گی اگر اسلحہ مقدار معفو سے زیادہ خون آلود ہو جائے تو اسلحہ پھینک دے تا کہ نماز باطل نہ ہو اگر اسلحہ کو اٹھائے رکھنے کے سوا کوئی چارہ کار نہ ہو تو اٹھائے رکھ سکتا ہے چونکہ اٹھانے کی ضرورت ہے ایسی حالت میں ظاہر مذہب میں قضاء نہیں۔

---

❶......الدر المختار ۱/۷۹۴ فتح القدیر: ۱/۴۴۵ مراقی الفلاح ۹۴ اللباب ۱/۱۲۷۔ ❷ شمشیر زنی کے دوران کسی شخص کے لیے بھی نماز پڑھنا صحیح نہیں۔ ❸ دیکھئے بدایۃ المجتھد ۱/۱۷۲ الشرح الصغیر ۱/۵۲۰ شرح الرسالۃ ۱/۲۵۴ القوانین الفقھیۃ ۸۳۔ ❹ مغنی المحتاج: ۱/۳۰۴ المھذب ۱/۱۰۷

نمازی شدت خوف میں عام خوف پیش آنے کی صورت میں بھی نماز خود پڑھ سکتا ہے مثلاً نماز، خواہ حالت حضر میں ہو یا حالت سفر میں قتال وہزیمت میں یا آگ اور سیلاب سے بھاگ رہا ہو یا درندے سے بھاگ رہا ہو یا مقروض ہو اور تنگدستی کی وجہ سے بھاگ رہا ہو اور قید ہونے کا خوف ہو صلوٰۃ خوف پڑھ سکتا ہے۔

حنابلہ..... کہتے ہیں ❶ جب خوف بڑھ جائے اور مجاہدین شمشیر زنی میں مصروف ہوں تو سوار و پیادہ نماز پڑھ سکتے ہیں۔ خواہ قبلہ رو ہوں یا نہ ہوں، رکوع وسجدہ میں بقدر طاقت اشارے کریں سجدہ رکوع کی بنسبت ذرا زیادہ جھک کے ہو۔ جیسے مریض سجدہ ذرا زیادہ جھک کے کرتا ہے اگر ہو سکے۔

تو تکبیر تحریمہ قبلہ رو ہو کر کہیں ورنہ جس طرف رخ ہو کہہ دیں دوران نماز آگے بھی بڑھ سکتے ہیں اور پیچھے بھی ہٹ سکتے ہیں۔ تلوار سے وار بھی کر سکتے ہیں اور نیزوں سے حملہ اور بھی ہو سکتے ہیں آگے بڑھ کر حملہ بھی کر سکتے ہیں اور بھاگ بھی سکتے ہیں البتہ نماز کو وقت سے مؤخر نہ کریں۔

شدت خوف کی حالت میں جماعت کے ساتھ مجاہدین کا نماز پڑھنا صحیح ہے بلکہ اگر متابعت ممکن ہو تو جماعت واجب ہے سوار و پیادہ جماعت کر سکتے ہیں اگر جماعت ممکن نہ ہو تو جماعت واجب نہیں اور نہ ہی جماعت کا انعقاد ہوگا۔

شدت خوف میں امام کے مقتدی سے مؤخر ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اسی طرح اسلحہ کے خوف میں آلودہ ہونے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں اگرچہ آلودگی زیادہ کیوں نہ ہوں البتہ چیخ وپکار اور کلام سے نماز باطل ہو جاتی ہے چونکہ اس کی حاجت میں یہ نماز اس شخص کے لئے بھی جائز ہے جو دشمن سے بھاگا ہو اور اس کا بھاگنا مباح ہو جیسے قتل کا خوف ہونا یا سیلاب سے بھاگنا درندے سے بھاگنا، آگ سے بھاگنا یا ظالم قرض خواہ سے بھاگنا، یا اپنی جان کا ایک اہل وعیال کا یا مال کا مذکورہ بالا اشیاء میں سے کسی چیز کا خوف ہو۔

آٹھویں بحث.....نماز جنازہ اور جنائز، شہید اور قبور کے احکام:

اس میں چار مقاصد ہیں۔ یہ معلوم ہو جانا چاہے کہ جنازہ (جیم کی فتح یا کسرہ کے ساتھ) سے مراد وہ میت ہے جو تابوت میں رکھی ہو۔

پہلا مقصد..... موت سے پہلے مسلمان سے جو مطالبہ ہوگا موت کے وقت جو چیزیں مستحب ہیں اور موت کے بعد تجہیز وتکفین۔

دوسرا مقصد..... میت کے حقوق (غسل تلقین، نماز جنازہ کا اٹھانا اور دفن)

تیسرا مقصد..... تعزیت اور میت پر رونا دھونا۔

چوتھا مقصد..... اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہونا۔

ہر مقصد میں کثیر فروع ہیں میں ہر مقصد پر علیحدہ علیحدہ بحث کروں گا۔

پہلا مقصد..... وہ امور جو قبل از موت مسلمان سے مطلوب ہیں:

بوقت موت جو امور مستحب ہیں اور موت کے تجہیز وتکفین

موت کے لئے تیار رہنا..... دو زندگیوں یعنی دنیا کی حیات فانی اور آخرت کی حیات ابدی کے درمیان موت ایک پل کی حیثیت رکھتی ہے جب کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے اور جو شخص دنیا میں اچھے اعمال کرتا ہے اسے برے حساب سے نجات مل جاتی ہے اور آخرت میں

---

❶..... المغنی ۲/ ۴۱۶ کشاف القناع ۲/ ۱۸۔

عذاب سے خلاصی مل جاتی ہے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی بہشتوں میں آباد ہو جاتا ہے اور جو شخص برے اعمال کرتا ہے اسے دوزخ کی آگ کے عذاب میں پڑنا ہوگا ہاں البتہ اللہ جسے معاف فرمادے۔

حقیقت میں موت ایک جہان سے دوسرے جہان میں منتقل ہونے کا نام ہے موت فنا نہیں۔ بالفاظ دیگر یوں کہہ لیجیے کہ روح کا بدن سے جدا ہونا موت ہے جمہور متکلمین کے نزدیک روح: جسم لطیف ہے جو بدن کے رگ وریشے میں رچا بسا ہوتا ہے جیسے ہری ٹہنی میں پانی کا موجود ہونا۔ اہل سنت والجماعت کے نزدیک روح فنا نہیں ہوتی باقی رہتی ہے چنانچہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا ......الزمر ۳۹/ ۴۲

اللہ تعالیٰ تمام روحوں کو ان کی موت کے وقت قبض کرلیتا ہے۔

یعنی جسموں کو موت دیتے وقت روحوں کو قبض کرلیا جاتا ہے۔

موت کو یاد رکھنا چاہیے..... موت کا یاد رکھنا اور اس کے لئے تیاری کرنا ہر انسان کے لئے مستحب ہے ❶ چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: لذات کو قطع کرنے والی چیز یعنی موت کو زیادہ سے زیادہ یاد کرو ❷ بیہقی اور نسائی نے یہ اضافہ کیا ہے چنانچہ جس چیز کو کثرت سے یاد کیا جاتا ہے وہ قلت کا شکار ہو جاتی ہے اور جس چیز کو قلیل یاد کیا جائے وہ بکثرت پائی جاتی ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے اس طرح حیاء کرو جیسا کہ اس سے حیاء کرنے کا حق ہے صحابہ نے عرض کی: یا نبی اللہ! الحمد للہ! ہم اللہ تعالیٰ سے حیاء کرتے ہیں آپ نے فرمایا: اس طرح حیاء کرنا مقصود نہیں، بلکہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے اس طرح حیاء کرتا ہو جیسا کہ حیاء کرنے کا حق ہے وہ اپنے سر اور جو کچھ سر میں محفوظ ہو اسکی حفاظت کرے پیٹ اور جو کچھ پیٹ میں بھرا پڑا ہے اس کی حفاظت کرے موت اور بوسیدگی کو یاد کیا جائے جو شخص آخرت کا خواہشمند ہو وہ دنیا کی زینت کو ترک کردے سو جس شخص نے ایسا کیا گویا اس نے اللہ تعالیٰ سے اس طرح حیاء کی جس طرح کہ اس سے حیا کرنے کا حق ہے۔ ❸

موت کے لئے تیاری..... گونا گوں تاریکیوں سے بغاوت کرکے معافی اور گناہوں سے توبہ کرکے اور اطاعت کی طرف متوجہ ہوکر موت کی تیاری کی جائے۔ چنانچہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

فَمَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّہٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا یُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّہٖٓ اَحَدًا ﴿۱۱۰﴾ الکھف ۱۸/ ۱۱۰

سو جو شخص اپنے رب سے ملاقات کا امیدوار ہو وہ نیک عمل کرے اور رب تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کو قبر کھودتے دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم رو پڑے حتیٰ کہ آپ کے آنسوؤں سے مٹی نمناک ہوگئی اور فرمایا: اے میرے بھائیو! اس شخص کی طرح تیاری کرو ❹ یعنی موت کی تیاری کرو اور تیاری کا سامان کرو۔

اللہ تعالیٰ کے بارے میں موت کے وقت حسن ظن..... مریض کے لئے مسنون ہے کہ بوقت وفات اسے اللہ تعالیٰ سے حسن ظن ہو اسوقت اپنے گناہوں اور خطاؤں کو بھول جائے بلکہ یہ اعتقاد رکھے کہ میں رب کریم اور گناہوں کو بخشنے والی ذات کا سامنا کرنے جارہا ہوں۔ چنانچہ بخاری ومسلم کی ایک حدیث قدسی ہے کہ میں اپنے بندے کے ظن (گمان) کے پاس ہوتا ہوں۔

---

❶..... المھذب: ۱/ ۱۲۶ مغنی المحتاج ۱/ ۳۲۹ کشاف القناع ۲/ ۸۷، المغنی: ۲/ ۴۴۸۔ ❷رواہ الترمذی والنسائی وابن ماجہ وابونعیم فی الحلیۃ عن ابن عمر رضی اللہ عنہا رواہ الحاکم والبیقھی عن ابی ھریرۃ ورواہ الاخرون عن انس وھو صحیح۔ ❸رواہ الترمذی باسناد حسن۔ ❹رواہ ابن ماجہ باسناد حسن۔

بیمار کی تیمارداری..... مریض کی عیادت مسنون ہے ❶ حضرت براء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم جنازوں کے ساتھ چلیں اور مریض کی تیمارداری کریں ❷ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے کہ مسلم کے دوسرے مسلمان پر چھ حقوق ہیں: جب تم مسلمان سے ملاقات کرو اسے سلام کرو جب مسلمان تمہیں دعوت دے تم اس کی دعوت قبول کرو جب مسلمان تم سے خیر خواہی کا طالب ہو تم اس سے خیر خواہی کا معاملہ کرو جب مسلمان کو چھینک آئے اور وہ چھینک پر الحمد للہ کہے تو تم جواب میں یرحمک اللہ کہو، جب بیمار ہو جائے اس کی عیادت کرو اور جب مرجائے تو اس کے ساتھ چلو ❸ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان بھی کسی دوسرے مسلمان کی صبح کو عیادت کرتا ہو اس کے لئے شام تک ستر ہزار فرشتے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں اگر شام کے وقت عیادت کرے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں اور عبادت کرنے والا جنت میں میوہ خوری کر رہا ہوتا ہے۔ ❹

رقیہ (جھاڑ پھونک)..... جب کوئی شخص مریض کے پاس جائے تو اس کے لیے صحت یابی اور عافیت کی دعا کرے اور اسے دم کرے چنانچہ ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہا: اے ابوحمزہ مجھے تکلیف ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا میں تمہیں وہ دم نہ کروں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے؟ ثابت رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ نے کہا: جی ہاں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ دم پڑھا:

اللھم رب الناس مذھب الباس اشف انت الشافی شفاء لایغادر سقمًا

یا اللہ! اے لوگوں کے پروردگار درد تکلیف کو ختم کرنے والے شفا عطا فرما تو ہی شفا دینے والا ہے ایسی شفاء عطا فرما جو بیماری کو باقی نہ چھوڑے۔ ❺

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت میں دم یوں ہے:

بسم اللہ ارقیك من کل شیءٍ یوذیك من شر کل نفس وعین حاسدۃ اللہ یشفیك

یہ دعا پڑھنا مستحب ہے:

اسال اللہ العظیم رب العرش العظیم ان یشفیك

یہ دعا سات مرتبہ پڑھے چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی مریض کی عیادت کرنے جائے جب کہ اس کی موت کا وقت قریب نہ ہوا ہو تو اس کو مریض کے پاس سات مرتبہ یہ دعا پڑھنی چاہیے، اللہ تعالیٰ اسے اس مرض سے عافیت بخشے گا۔

مریض کے پاس سورت فاتحہ پڑھنا بھی مستحب ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے تمہیں کیا معلوم کہ سورت فاتحہ رقیہ ہے مریض کے پاس سورت اخلاص اور معوذتین بھی پڑھے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ثبوت بھی ہے اور ابوداؤد کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی مریض کے عیادت کرنے جائے اسے چاہئے کہ یہ دعا پڑھے:

اللھم اشف عبدك ینکا بك عدوا اویمشی لك الی صلوۃ

یا اللہ! اپنے بندے کو شفا عطا فرما۔ یہ تیری مدد کے ذریعے دشمن کو مار بھگائے گا یا تیری رضا کے لئے نماز کے لئے چلے گا۔ ❻

نیز صحیح روایت سے ثابت ہے کہ جبرئیل امین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عیادت کرنے آئے تو انھوں نے یہ دم پڑھا:

بسم اللہ ارقیك من کل شیءٍ یوذیك من شر کل نفس اوعین حاسد، اللہ یشفیك باسمہ ارقیك

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب مریض کے پاس تشریف لے جاتے یہ کلمات کہتے:

---

❶..... مغنی المحتاج: ۱/۳۵۷ المھذب ۱/۱۲۶ المجموع ۵/۹۴ المغنی ۲/۴۴۹ کشاف القناع ۲/۸۵. ❷رواہ البخاری ومسلم.

❸رواہ البخاری ومسلم وابوداؤد ❹قال الترمذی ھذا حدیث حسن غریب. ❺قال ابوزرعۃ کلا ھذین الحدیثین صحیح.

❻حدیث حسن رواہ ابوداؤد الحاکم والترمذی والنسائی عن ابن عباس

لابأس طهور ان شا الله

مریض کی ڈھارس بندھائی جائے..... عیادت کرنے والے کو مریض کی حالت دریافت کرنا چاہیے زندگی میں اسے امید دلائے جس سے وہ خوش رہے چونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جب تم کسی مریض کے پاس جاؤ تو زندگی کے بارے میں اسے تسلی دو ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ کی موت تو نہیں ٹل سکتی البتہ مریض کا دل خوش ہو جائے گا❶ عیادت کرنے والا مریض کو توبہ کرنے اور وصیت کرنے کے بارے میں ترغیب دے۔ چنانچہ حدیث ہے مسلمان کا حق ہے کہ اس کے پاس کوئی چیز ہو جو دو راتیں اس کے پاس گزار دے کہ اس کے پاس اس کی وصیت لکھی ہونی چاہیے۔❷

مریض کے پاس عائد کو زیادہ دیر تک نہیں بیٹھنا چاہیے چونکہ اس میں ڈانٹ ڈپٹ کا خوف ہے❸ دن کو دوپہر کے وقت عیادت کرنا مکروہ ہے صبح کو یا شام کو عیادت کی جائے رمضان میں رات کے وقت عیادت کی جائے چونکہ بسا اوقات مریض کی ایسی حالت دیکھنے میں آتی ہے جو اس کے ضعف پر دلالت کرتی ہے❹۔

صبر و شکایت اور اللہ تعالیٰ سے حسن ظن..... مریض اپنے درد اور تکلیف کی خبر دے طبیب کے علاوہ جو بھی ہو اسے خبر دے لیکن شکوہ سے بچ کر پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد کرے چنانچہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جب شکایت سے پہلے شکر، تو وہ شکایت نہیں ہوتی۔

مریض اور ہر مبتلائے آزمائش کو صبر کی تلقین کرنا مستحب ہے۔ چنانچہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَ اصۡبِرۡ وَمَا صَبۡرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ

صبر کر اور تمہارا صبر اللہ ہی کے واسطے ہے۔

نیز فرمان نبوی ہے: صبر روشنی ہے❺ ایک اور روایت ہے کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! دعا کریں اللہ تعالیٰ مجھے شفاء عطا فرمائے۔

آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں اور اللہ تعالیٰ تمہیں شفا دے گا اگر چاہو تو صبر کرو اور اسکا تمہارے اوپر کوئی حساب نہیں عورت نے کہا میں صبر کرتی ہوں تاکہ مجھ پر کوئی حساب نہ ہو۔❻

صبر جمیل..... ایسا صبر جس میں تکلیف کا مخلوق سے شکوہ اور شکایت نہ کی جائے البتہ رب تعالیٰ سے شکایت صبر جمیل کے منافی نہیں بلکہ رب تعالیٰ سے شکوہ مطلوب ہے چنانچہ حضرت ایوب علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے شکوہ کرتے ہوئے کہا:

رَبِّ اَنِّیۡ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَ اَنۡتَ اَرۡحَمُ الرّٰحِمِیۡنَ

اے میرے پروردگار مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو نہایت رحم کرنے والا ہے۔

اسی طرح حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا:

اِنَّمَاۤ اَشۡكُوۡا بَثِّیۡ وَ حُزۡنِیۡۤ اِلَی اللّٰهِ

میں اپنے غم اور حزن کی شکایت اللہ تعالیٰ ہی سے کرتا ہوں۔

---

❶..... رواه ابن ماجه وهو ضعيف ❷ متفق عليه عن حديث ابن عمر۔ ❸ یہ حکم تب ہے جب مریض کو زیادہ دیر بیٹھنے سے اذیت اور تکلیف ہوتی ہے اگر مریض کی خواہش ہو کہ عائد میرے پاس بیٹھا رہے تو اس صورت میں اس کے پاس بیٹھنا باعث ثواب ہے۔ ❹ یہ سطور لکھتے وقت یعنی ۱۴ رمضان المبارک ۱۴۳۰ کو مجھے استطلاق بطن کا شدید مرض لاحق ہوا دروازے بھی نہ رکھ سکا اور مقتدی رات کو میری عیادت کے لئے آئے اس سنت کے احیاء پر الحمد للہ اور اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں یہ عجیب اتفاق ہے کہ میری بیماری اور یہ سطور موافق رہیں۔ ❺ رواہ مسلم۔ ❻ رواہ البغوی عن ابی هريرة

اوپر کی سطور میں گزر چکا ہے کہ مریض کو رب تعالیٰ سے حسن ظن رکھنا چاہیۓ چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص ہر گز نہ مرے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ سے حسن ظن رکھتا ہو ❶ یعنی اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ گمان ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ سے رحم وکرم کی امید رکھتا ہو، اور درگزر کا امیدوار ہو، چونکہ اللہ تعالیٰ اکرم الاکرمین ہے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے، لغزشوں کو درگزر کر دیتا ہے لہٰذا مریض خوف پر رجا (امید) کو مقدم رکھے جیسا کہ صحیح حدیث میں آیا ہے میں اپنے بندے کے حسن ظن کے پاس ہوتا ہوں۔ ❷

تمنائے موت مکروہ ہے..... بیماری یا تنگدستی کی وجہ سے موت کی تمنا کرنا مکروہ ہے چنانچہ صحیحین میں حدیث ہے۔ تم میں سے کوئی شخص کسی مصیبت میں مبتلا ہونے کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے آگر اس سے سوا چارہ کار نہ ہو تو یوں کہے: یا اللہ جب تک میرے لئے زندگی بہتر ہو مجھے زندہ رکھ اور جب میرے لیے موت بہتر ہو مجھے وفات دے دے۔

دین کی تباہی یا خوف فتنہ کی وجہ سے موت کی تمنا کرنا مکروہ نہیں چنانچہ فرمان نبوی ہے'' یا اللہ جب تو اپنے بندوں کو کسی فتنہ میں مبتلا کرے تو مجھے فتنہ میں ڈالے بغیر میری روح قبض کر لے فی سبیل اللہ شہادت کی تمنا کرنا اس موت کی تمنا نہیں جو ممنوع ہے۔

علاج معالجہ..... شافعیہ کہتے ہیں: مریض کے لئے علاج کرنا مسنون ہے چنانچہ حدیث ہے اللہ تعالیٰ نے جو بیماری بھی پیدا کی ہے ضرور اسکی دوا پیدا فرمائی ہے جو حرام کے علاوہ ہے ❸ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو بیماری بھی نازل کی اس کی دوا ضرور نازل فرمائی، جو دوائی سے جاہل رہا جاہل رہا جس نے دوائی معلوم کی معلوم کر لی تمہیں گائے کا دودھ پینا چاہیے چونکہ گائے ہر قسم کے درخت (جڑی بوٹی) کھاتی ہے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیماری اور دوائی نازل فرمائی ہے ہر بیماری کی دوا پیدا کی ہے علاج کرو لیکن حرام چیز سے علاج مت کرو ❹ مریض کو علاج اور دوائی لینے پر مجبور کرنا مکروہ ہے چونکہ اس سے مریض کی تشویش بڑھتی ہے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے المجموع میں لکھا ہے کہ اگر توکل علی اللہ کی وجہ سے علاج ترک کر دیا جائے تو یہ باعث فضیلت ہے ❺ حنابلہ بھی کہتے ہیں کہ علاج نہ کرانا افضل ہے چونکہ یہ توکل کے زیادہ قریب ہے البتہ علاج کرانا واجب نہیں ہاں بالاتفاق جائز ہے اور توکل کے منافی نہیں۔ اس کی دلیل ابودرداء رضی اللہ عنہ کی سابق حدیث ہے۔

زہر وغیرہ سے علاج کرنا حرام ہے چنانچہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَ لَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ...... البقرۃ ۲/ ۱۹۵

اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو۔

عیادت ذمی..... حنابلہ کہتے ہیں: ذمی کی عیادت حرام ہے جیسے ذمی کو سلام میں ابتداء کرنا حرام ہے۔ ❻

شافعیہ کہتے ہیں: ذمی کی عیادت کرنا مستحب نہیں ہے ❼ ہاں البتہ جائز ہے بشرطیکہ ذمی پڑوسی ہو یا رشتہ دار ہو یا ذمی کے قبول اسلام کی امید ہو چونکہ اس میں صلہ رحمی اور پڑوسی کا حق ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک یہودی لڑکا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا وہ بیمار ہو گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے تا کہ اس کی عیادت کریں آپ صلی اللہ علیہ وسلم لڑکے کے سر کے پاس بیٹھے اور اس سے فرمایا: اسلام قبول کر و لڑکے نے اپنے باپ کی طرف دیکھا جب کہ اسکا باپ اس کے پاس ہی بیٹھا

---

❶ ..... رواہ مسلم۔ ❷ الحدیث متفق علیه فی الصحیحین عن ابی هریرة مرفوعًا ❸ قال الترمذی حسن صحیح ❹ رواه ابوداؤد فی سننه باسناد ضعیف، ولم یضعفه هو وما لم یضعفة عنده صحیح اوحسن رواه البخاری عن ابی هریرة ❺ المجموع ۵/ ۹۵۔

❻ کشاف القناع: ۲/ ۸۸۔ ❼ المجموع ۵/ ۹۹، مغنی المحتاج: ۱/ ۳۲۹

ہوا تھا باپ نے کہا: ابوالقاسم کی بات مان لو چنانچہ لڑکے نے اسلام قبول کرلیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے آپ کہہ رہے تھے تمام تعریفیں اس ذات کی ہیں جس نے اس لڑکے کو دوزخ کی آگ سے نجات دے دی۔

توبۂ یاس اور ایمان یاس..... علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ یاس کا ایمان غیر مقبول ہے ❶ چونکہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

فَلَمْ یَکُ یَنْفَعُهُمْ اِیْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ...... غافر ۴۰/۸۵

جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھا انھیں ان کا ایمان نفع نہ پہنچا سکا۔

(یاس) ایسی حالت کو کہا جاتا ہے جب انسان موت کے اسباب کو سامنے دیکھ رہا ہو اور قطعی طور پر اسے یقین ہو کہ لامحالہ موت اسے آن لے گی۔

اشاعرہ..... کہتے ہیں حالت یاس کی توبہ مقبول نہیں ہوتی جیسے ایمان یاس مقبول نہیں چونکہ اختیار معدوم ہو جاتا ہے اور توبہ کا رکن مہیا نہیں ہوتا توبہ کا رکن یہ ہے صمیم قلب سے مستقبل میں ارتکاب معاصی کی طرف نہ لوٹنے کا تہیہ کرنا ہے۔

حنفیہ..... کے نزدیک مختار یہ ہے کہ حالت یاس کی توبہ مقبول ہے ہاں البتہ یاس کا ایمان مقبول نہیں چونکہ کافر عارف باللہ نہیں ہوتا وہ جدید ایمان وعرفان کی ابتدا کر رہا ہوتا ہے جب کہ فاسق کو رب تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے اس کی حالت بقاء کی حالت ہوتی ہے بقاء ابتداء سے زیادہ آسان ہے چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اللہ تعالیٰ اس وقت بندہ کی توبہ قبول کرتا ہے جب تک بندہ غرغرہ کی حالت کو پہنچ جائے ❷ غرغرہ کی حالت اس وقت ہوتی ہے جب روح گلے تک پہنچ جائے، اور اس وقت قوت گویائی مفقود ہو جاتی ہے۔

اچانک پیش آنے والی موت اور بعث بعد الموت کی ہیت..... صحیح بات یہ ہے کہ میت کو اعمال کی اسی حالت میں اٹھایا جائے گا جس حالت میں اسے موت آئی ہو۔ چنانچہ فرمان نبوی ہے: بندہ کو انہی اعمال پر اٹھایا جائے گا جن پر اس کی موت ہوئی ہو ❸ فجاۃ (اچانک) کی موت درحقیقت افسوناک جھٹکا ہے چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فجات کی موت سے اللہ کی پناہ مانگی ہے دونوں حدیثوں میں تطبیق یہ ہے کہ پہلی حدیث کو اس شخص پر محمول کیا جائے گا جو وصیت اور توبہ کے ساتھ باہم جڑا ہوا ہوں رہی بات بیدار رہنے والوں کی سو ان کے لئے تخفیف اور نرمی ہے۔ چنانچہ ابن مسعود اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث مروی ہے کہ فجاۃ کی موت مومن کے لئے درجات ہے اور کافر کے لئے غفلت کا ایک جھٹکا ہے۔ ❹

بوقت موت جو حالت مستحب ہے..... جس شخص کو موت حاضر ہو چکی ہو اس کے لئے مندرجہ ذیل امور مستحب ہیں ❺ موت حاضر ہونے کہ علامات یہ ہیں کہ پاؤں میں ڈھیلا پن آ جاتا ہے ناک ٹیڑھی ہو جاتی ہے رخسار اندر دھنس جاتے ہیں اور مریض پر موت کے دلائل کا حاضر ہو جانا۔

---

❶..... ردالمحتار والدرالمختار ۱/۷۹۶۔ ❷ غرغرہ کی حالت کو فرعونی ایمان سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے یعنی جاتی بار میرا نام بھی لیتے جائے۔ والحدیث اخرجہ ابوداؤد واحمد والترمذی وابن حاجب وابن حبان والحاکم البیہقی عن ابن عمر وھو حدیث حسن ❸ رواہ مسلم وابن ماجہ عن جابر ❹ مغنی المحتاج ۱/۳۲۸۔ ❺ الدرالمختار وردالمحتار ۷۹۵ فتح القدیر: ۱/۴۴۶ القوانین الفقہیۃ ۹۱ اللباب: ۱/۱۲۷ بدایۃ المجتہد ۱/۲۱۸ الشرح الصغیر ۱/۵۶۱ الشرح الکبیر ۱/۴۲۳ مغنی المحتاج: ۱/۳۳۰ المہذب ۱/۱۲۶ الشرح الکبیر ۱/۴۲۳

مریض کو قبلہ رخ دائیں پہلو پر لٹانا..... یہی اتباع سنت ہے چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیت اللہ تمہارے زندوں اور مردوں کا قبلہ ہے ❶ نیز حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ مجھے قبلہ رخ لٹا دو حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے ام رافع کو کہا تھا مجھے قبلہ رو کر دو۔ ❷

اگر قبلہ رو کرنا جگہ کی تنگی کی وجہ سے دشوار ہو یا کسی اور وجہ سے تو گدی کے بل مریض کو لٹا دیا جائے بایں طور کہ چہرہ اور پاؤں قبلہ رخ ہوں چونکہ اس حالت میں روح نکلنا آسان ہوتی ہے، اگر یہ بھی دشوار ہو تو مریض کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا جائے قریب المرگ مریض کو چمچ یا روئی وغیرہ کے ساتھ ٹھنڈا پانی ٹپکانا مسنون ہے۔

شہادتین کی تلقین..... تلقین کا طریقہ یہ ہے کہ مریض کے پاس بیٹھا ہوا آدمی خود کلمہ لاالــہ الا اللّٰہ پڑھے چونکہ فرمان نبوی ہے کہ اپنے مردوں کو (مرتے وقت) کلمہ لا الہ الا اللہ کی تلقین کرو ❸ ایک اور روایت میں یہ اضافہ ہے کہ جو مسلمان بھی وقت موت یہ کلمہ کہتا ہے اسے روزخ سے نجات مل جاتی ہے نیز ابوداؤد اور حاکم نے معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ جس کا آخری کلمہ لاالــہ الا اللّٰہ ہو وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔

حنفیہ اور مالکیہ..... کہتے ہیں: غرغرہ سے پہلے شہادتین کی تلقین مستحب ہے چونکہ شہادت اولیٰ ثانیہ کے بغیر مقبول نہیں ہوتی، البتہ تلقین سبھی علماء کے نزدیک لطف وآرام اور نرمی سے کی جائے زبردستی تکرار اور حکم نہ دیا جائے تاکہ مریض انکار نہ کر دے اگر مریض کوئی اور بات کر دے تو لاالہ الا اللّٰہ کو دہرا دیا جائے تاکہ آخری کلام میں ہو۔

حنفیہ نے یہ اضافہ کیا ہے کہ مردہ کو قبر میں دفن کرنے کے بعد تلقین نہ کہی جائے ❹ بہرحال اگر دفن کے بعد تلقین کہی تو اہل سنت کے نزدیک مشروع ہے اور یہ کہنا کافی ہے:

یافلاں بن فلاں اور یاعبداللہ بن عبداللہ اذکر دینك الذی کنت علیه فی دارالدنیا من شهادة لااله الا اله وان محمدرسول الله وقل: رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد نبیاً ❺

مریض سے جو کلمات کفریہ ظاہر ہوں ان کی معافی طلب کی جائے اور مسلمانوں کے مردوں جیسا معاملہ کیا جائے چونکہ مریض اس حال میں ہوتا ہے کہ اسکی عقل زائل ہوتی ہے۔

اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے کہ قبر میں فرشتوں کا سوال ہونا حق ہے اور بنی آدم کے ہر ذی روح سے قبر میں سوال کیا جائے گا۔ ابن عبدالبر اور سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک راجح یہ ہے کہ آثار اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ سوال صرف مومن سے یا منافق سے کیا جاتا ہے یعنی اس آدمی سے سوال ہوگا جو اہل قبلہ میں شمار ہوتا ہو اور منکر کا فرنہ ہو۔

قبر میں جن سے سوال نہیں ہوگا..... حافظ سیوطی نے ذکر کیا ہے کہ آٹھ لوگوں سے قبر میں سوال نہیں ہوگا۔

شہید، سرحدوں پر چوکیداری کرنے والا، طاعون میں ہلاک ہونے والا صدیق، بچے، جمعہ کے دن مرنے والا یا جمعہ کی رات مرنے والا، ہر رات تَبَارَكَ الَّذِیْ پڑھنے والا بعض نے سورت سجدہ کو بھی اس کے ساتھ ضم کیا ہے۔ مرض الموت میں قل ھو اللہ احد پڑھنے والا۔

ج: مردے کے پاس تلاوت قرآن کرنا..... مالکیہ کہتے ہیں: بوقت موت قرأت کرنا مکروہ ہے اگر سنت سمجھ کر ایسا کرے جیسا کہ

---

❶..... رواہ ابوداؤد۔ ❷ اخرجه احمد(نصب الرأیة ۲/ ۲۵۰) ❸ اخرجه الجماعة الا البخاری عن ابی سعید الخدری وروی ایضا عن ابی هریرة وجابر بن عبدالله وعائشة وعبد الله بن جعفر وواثلة بن الاسقع وابن عمر (نصب الرایة ۲/ ۲۵۳) ❹ حنفیہ کے ہاں دو روایتیں ہیں دوسری روایت تلقین پڑھنے کی ہے یہی معمول بہا ہے۔ ❺ یہ تلقین دوسرے الفاظ میں بھی منقول ہے۔

موت کے بعد قرأت مکروہ ہے اور قبر پر قرأت مکروہ ہے چونکہ اسلاف کا یہ عمل نہیں ہے لیکن متأخرین کے نزدیک قرأت اور ذکر کرنے میں کوئی حرج نہیں کہ اس کا ثواب مردہ کو بخشا جائے انشاءاللہ میت کو اجر پہنچے گا۔

جمہور کہتے ہیں مردے کے پاس سورت یٰس پڑھنا مندوب ہے چنانچہ حدیث ہے اپنے مردوں کے پاس (مرتے وقت) سورت یٰس پڑھو بعض متأخرین حنفیہ اور شافعیہ نے سورت رعد کو پڑھنا بھی اچھا سمجھا ہے چونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ سورت رعد سے روح آسانی کے ساتھ نکل جاتی ہے۔

سورت یٰس پڑھنے کی حکمت یہ ہے کہ اس میں قیامت اور بعثت کے احوال مذکور ہیں جب مردہ کے پاس پڑھی جائے گی اسے یہ احوال از سرنو یاد ہو جائیں گے۔

د: **مریض کے اہل خانہ کا نرم دل شخص اسے سنبھالے**......یعنی وہ آدمی جو مرنے کو سنبھالنا جانتا ہو اور پرہیز گار شخص ہو جب مریض مر جائے تب کا سنبھالنا مراد ہے موت سے پہلے کا نہیں اسے چاہے کہ مردے کی آنکھیں بند کر دے جبڑے باندھ دے اسکا طریقہ یہ ہے کہ پٹی لے کر نیچے والے جبڑے کو سر کے ساتھ باندھ دے تاکہ دیکھنے میں مردے کی حالت اچھی معلوم ہو میت کو درست کرتے وقت کہے:

بسم اللہ وعلی ملة رسول اللہ، اللھم یسّر علیہ امرہ وسھل علیہ ما بعدہ واسعدہ بلقائك واجعل ماخرج الیہ خیرا مما خرج عنہ

حنفیہ کہتے ہیں......بوقت موت مردے کہ پاس سے حائضہ، نفاس والی عورت اور جنبی اٹھ کر چلا جائے، چونکہ ان کے ہوتے ہوئے فرشتے نہیں آتے۔

مردے کے پاس خوشبو اود ھونی کا انتظام کیا جائے، میت کے جوڑوں کو پیچھے ہٹا کر سیدھا کر دیا جائے [1] یعنی پہلے ہاتھوں کو ڈولے پر لایا جائے پھر سیدھے لمبائی کے رخ چھوڑ دیئے جائیں پنڈلیاں رانوں کے ساتھ لگائی جائیں اور انہیں پیٹ کے ساتھ پر ٹانگیں سیدھی کر لی جائیں انگلیوں کو بھی درست کر لیا جائے ہلکے کپڑے کے ساتھ میت کا پورا بدن ڈھانپ دیا جائے جیسا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا گیا کہ آپ کو منقش چادر سے ڈھانپ دیا گیا پھر قدرے بھاری چیز مثلاً لوہا یا پتھر میت کے پیٹ پر رکھ دی جائے تاکہ پیٹ نہ پھولنے پائے ورنہ بدنما لگے گا چارپائی وغیرہ پر میت رکھ دی جائے تاکہ حشرات الارض سے محفوظ ہو جائے کپڑے اتار دیئے جائیں تاکہ خراب ہونے سے بچے رہیں قبلہ رو کر کے لٹا دیا جائے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے دونوں ہاتھ میت کے دونوں پہلوؤں کے ساتھ لمبائی کے رخ چھوڑ دیئے جائیں ہاتھوں کو سینے پر باندھنا جائز نہیں چونکہ یہ کفار کا عمل ہے حنفیہ کے نزدیک غسل سے پہلے قرأت قرآن مکروہ ہے تبرکا میت کا بوسہ لینا جائز ہے چونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن مظعون کا بوسہ لیا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وفات کے بعد بوسہ لیا [2] اگر میت کے اہل خانہ میت کو دیکھنا چاہیں تو انہیں دیکھنے سے منع نہ کیا جائے [3] چونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب میرے والد شہید ہوئے میں کپڑا ہٹا کر والد رضی اللہ عنہ کا چہرہ دیکھنے لگا اور رونے لگا۔

ھ: **موت کا اعلان**......حنابلہ کے علاوہ جمہور کہتے ہیں [4] کسی کی موت پر نماز وغیرہ کے لیے اعلان کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ چنانچہ شیخین کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو اس دن نجاشی کی وفات کی خبر دی جس دن اس نے وفات پائی آپ نے

---

[1]......ایسا اس لئے کیا جائے تاکہ اعضاء کی اکڑ ختم ہو جائے بہتر یہ ہے کہ جوں ہی روح پرواز کرے اعضا سنبھال لئے جائیں۔ [2] الحدیث الاول رواہ احمد وابن ماجہ والترمذی وصححہ عن عائشۃ والحدیث الثانی رواہ البخاری والنسائی وابن ماجہ عن عائشۃ۔ [3] لیکن اسے رسم بنا لینا بدعت ہے۔ [4] الدر المختار ۱/۸۴۰ مراقی الفلاح ۹۵ الشرح الصغیر ۱/۵۶۲ مغنی المحتاج: ۱/۳۵۷۔

جعفر بن ابی طالب زید بن حارثہ اور عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر دی بعض متاخرین حنفیہ نے اعلان موت کو مستحسن قرار دیا جائے یہی قول اصح ہے چنانچہ جو شخص عالم زاہد ہو یا ایسا شخص ہو جس سے تبرک حاصل کیا جاتا ہو کی موت کا اعلان بازاروں میں کیا جائے۔

موت کا اعلان کرنا خصوصاً ہمارے زمانہ میں زیادہ بہتر ہے چونکہ میت کے ساتھ بہت سارے حقوق متعلق ہوتے ہیں اور میت کے ذمہ بہت ساری ذمہ داریاں ہوتی ہیں جیسے قرض وغیرہ۔

جاہلیت والا اعلان...... البتہ جاہلیت والا اعلان مکروہ ہے یعنی میت کے مفاخر اور ماثر کو بیان کر کے اعلان کرنا چونکہ اس سے منع کیا گیا ہے۔ اس معنی کی حدیث کو ترمذی نے صحیح قرار دیا ہے۔

حنابلہ...... کہتے ہیں موت کا اعلان کرنا مکروہ ہے اعلان موت یہ ہے کہ ایک آدمی کو بھیج کر لوگوں میں اعلان کرنا کہ فلاں شخص مر چکا ہے اس کی نماز جنازہ میں حاضر ہو جاؤ ❶ ان کی دلیل حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے وہ کہتے میں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو موت کا اعلان کرنے سے منع فرماتے سنا ہے حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب میں مر جاؤں میری موت کی خبر کسی کو نہ دینا میں ڈرتا ہوں کہ یہ اعلان عام نہ ہو جائے۔ ❷ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میت کی خبر پھیلانا اعلان جاہلیت ہے۔ صاحب مہذب نے شافعیہ کے نزدیک میت کے اعلان کو مکروہ قرار دیا ہے ہاں البتہ شافعہ کے نزدیک قابل اعتماد مذہب وہی ہے جو امام نووی نے پہلے ذکر کیا ہے۔

و: کفن دفن میں جلدی کرنا...... جب موت کا یقین ہو جائے تو تین چیزوں میں جلدی کرنی چاہئے۔ (۱) کفن دفن (۲) قرضے ادا کرنا (۳) وصیت پوری کرنا (تجہیز و تکفین) کفن و دفن میں جلدی کرنی چاہئے تا کہ میت کی حالت تبدیل نہ ہو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میت کی عزت و وقار اسے جلدی دفن کرنے میں ہے چنانچہ روایت ہے کہ حضرت طلحہ بن براء بیمار ہو گئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کے لیے تشریف لائے آپ نے فرمایا: میں یہی سمجھتا ہوں کہ طلحہ نے مرنا ہی ہے مجھے اطلاع کرنا اور جلدی کرنا چنانچہ مناسب ہیں کہ مسلمان کی لاش اس کے اہل خانہ کے ہاں روک کر رکھ لی جائے ❸ اس کی تائید ان احادیث سے بھی ہوتی ہے جو جنازے کو جلدی لے جانے کے متعلق ہیں جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ اے علی تین چیزوں میں ہرگز تاخیر نہ کی جائے (۱) نماز جب اسکا وقت ہو جائے (۲) جنازہ جب تیار ہو جائے (۳) غیر شادی شدہ جب اسکا کوئی برابر کا مل جائے ❹

اتنا وقت جنازہ کو انتظار میں رکھنے میں کوئی حرج نہیں جتنے وقت میں لوگوں کی ایک جماعت اکٹھی ہو جائے لیکن شرط یہ ہے کہ جنازے کے فساد اور لوگوں کی مشقت کا خوف نہ ہو۔

ادائے قرض میں جلدی کرنا...... میت کا قرضہ جلدی ادا کرنا چاہیے تا کہ اس کی مسئولیت میں تخفیف ہو جائے چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کی روح اس کے قرضہ کے ساتھ لٹکی رہتی ہے یہاں تک کہ اس کی طرف سے قرضہ ادا کر دیا جائے ❺ یہ اس وقت ہے جب میت کا مال ہو جس سے قرضہ ادا ہو سکتا ہو رہی بات اس کی جس کے پاس مال نہ ہو اور وہ ادائے قرض کا عزم رکھتا تھا کہ مر گیا تو اس کے بارے میں احادیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے قرض ادا کر دے گا جیسے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث جس شخص نے قرضہ لیا اور اس کے دل میں قرضہ کی ادائیگی کا خیال موجود ہو اور وہ مر گیا تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دیتے ہیں اور اس کے قرض خواہ کو اللہ تعالیٰ راضی کر دیتا ہے جو شخص قرضہ لے اور اس کے دل میں ادائیگی کا خیال نہ ہو اور وہ مر جائے تو قیامت کے دن قرض خواہ کو اللہ تعالیٰ اسے قرضہ

---

❶......المغنی ۲/۵۷۰ المہذب: ۱/۱۳۲۔ ❷ قال الترمذی ہذا حدیث حسن۔ ❸ رواہ ابوداؤد عن الحصین بن وحوح وفی اسنادہ مجہولان (نیل الاوطار ۴/۲۲) ❹ اخرجہ احمد والترمذی (نیل الاوطار ۴/۲۳) ❺ رواہ احمد وابن ماجہ والترمذی وقال حدیث حسن من حدیث ابی ھریرۃ

وصول کروائے گا❶ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ قرضہ کی دو قسمیں ہیں جو شخص مرگیا درحالکیہ ادائیگی کی اس کی نیت ہو میں اس کا ولی وسرپرست ہوں اور جو شخص مرگیا اور حالیکہ قرضہ کرنے کی نیت نہ ہو اس شخص کی نیکیوں سے قرضہ چکایا جائے گا اور اس دن دینار اور درہم نہیں ہوں گے۔❷

وصیت پوری کرنے میں جلدی کرنا..... وصیت اس سے جلدی پوری کی جائے تاکہ میت کو ثواب جلدی ملے اور موصی لہ وصیت کی ہوئی چیز سے نفع اٹھائے لیکن معلوم رہے کہ وصیت قرضہ کی ادائیگی کے بعد اور ورثاء کے حقوق سے قبل نافذ ہوگی۔

دوسرا مقصد: میت کے حقوق..... میت کے اپنے قریبی رشتہ داروں عزیزوں اور دوستوں پر چار حقوق ہیں یہ فرض کفائی حقوق ہیں (۱) تجہیز (۲) تکفین (۳) میت پر نماز جنازہ (۴) جنازہ اٹھانا اس کے ساتھ چلنا اور اسے دفن کرنا۔ ان چار امور پر علماء کا اجماع ہے اور صحیح احادیث میں ان چیزوں کا حکم دیا گیا ہے البتہ جنازے کے ساتھ چلنا سنت ہے جیسا کہ آیا چاہتا ہے۔ اگر غسل اور کفن کے بغیر میت کو دفن کردیا تو قبر اکھاڑ کر ان حقوق کو پورا کرنا اور تدارک کرنا ضروری ہے۔

پہلا فرض: میت کو غسل دینا..... اس میں ان چیزوں پر گفتگو ہوئی، غسل کا حکم غسل، دینے والا کون ہو۔ مغسول کی حالت اور اس کی شرائط غسل کی کیفیت غسل کی مقدار اور مندوبات، کیا میت کو وضو کرایا جائے گا۔❸

پہلی چیز: غسل کا حکم..... میت کو غسل دینا فرض کفایہ ہے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے متعلق فرمایا وہ اونٹ سے گر کر ہلاک ہوگیا تھا اسے پانی اور بیری کے پتوں کے ساتھ غسل دو اور دو کپڑوں میں اسے غسل دو❹ جب موت یقینی ہوجائے تو جلدی جلدی غسل دینا ضروری ہے، اگر غسل سے پہلے دفن کردیا گیا تو قبر کا اکھاڑنا لازمی ہے پھر میت کو غسل دیا جائے اگر پوری میت کی بجائے میت کا آدھا جسم ملے تو شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک غسل دیا جائے گا اور نماز پڑھی جائے گی چونکہ صحابہ نے ایسا کیا ہے۔ امام ابوحنفیہ اور مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر جسم کا اکثر ملا تو اس پر نماز پڑھی جائے گی ورنہ نہیں۔ اگر پانی دستیاب نہ ہو تو میت کو تیمم کردیا جائے۔

دوسری چیز: غسل کون دے..... مرد کو مرد غسل دے اور عورت کو عورت، یعنی اپنی ہی جنس کا فرد غسل دے اگر میت کے پاس کافر ہو تو جمہور کے نزدیک وہی اسے غسل دے اسی طرح اجنبیہ عورت مردہ عورت کو غسل دے لیکن اس کا خاوند غسل نہ دے۔

کیا میاں بیوی ایک دوسرے کو غسل دے سکتے ہیں..... حنفیہ کہتے ہیں: مرد اپنی مردہ بیوی کو غسل نہیں دے سکتا اور ایسا کرنا ناجائز ہے عورت کو چھونا بھی جائز نہیں چونکہ موت سے نکاح منقطع ہوجاتا ہے البتہ صحیح قول کے مطابق خاوند، مردہ بیوی کو دیکھ سکتا ہے چونکہ دیکھنا چھونے سے ضعیف ہے لہٰذا دیکھنا شبہ اختلاف کی بناء پر جائز ہے عورت اپنے خاوند کو غسل دے سکتی ہے اگرچہ عورت طلاق رجعی کی عدت میں ہو، یا عورت ذمیہ ہو اس میں شرط یہ ہے کہ غسل کے وقت تک زوجیت باقی رہے۔

جمہور..... کہتے ہیں زوجین ایک دوسرے کو مرنے کے بعد غسل دے سکتے ہیں، اور غسل دیتے وقت ہاتھ پر ایک کپڑا لپیٹ لیں کہ مس نہ کریں برابر ہے عورت مسلمان ہو یا ذمیہ ہو ذمیہ ہونے کی صورت میں چنانچہ حنابلہ کا اختلاف ہے کہ وہ مسلمان خاوند کو غسل نہیں دے سکتی ان

---

❶.....اخرجه الطبرانی عن ابی امامة مرفوعاً۔ ❷اخرجه الطبرانی ایضاً۔ ❸الدر المختار: ۱/۸۰۰ فتح القدیر: ۱/۴۴۸، مراقی الفلاح: ۹۶ اللباب: ۱/۱۲۸ الشرح الصغیر ۱/۵۴۲ القوانین الفقهیة ۹۲ بدایة المجتهد: ۱/۲۱۸ مغنی المحتاج: ۱/۳۲۲ المهذب ۱/۱۲۷ المغنی ۲/۴۵۳ کشاف القناع ۲/۹۶۔ ❹متفق علیه۔

کے ہاں بھی یہی شرط ہے کہ رابطہ زوجیت موت تک برقرار رہے۔ اسی طرح عورت اپنے خاوند کو غسل دے سکتی ہے۔ شافعیہ کے نزدیک اگر چہ رابطۂ زوجیت منقطع ہو جائے مثلاً عدت میں تھی اور مدت گزر چکی اور شادی بھی کر لی۔ اس کی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی حدیث آیا چاہتی ہے جب کہ غیر شافعیہ کہتے ہیں بائنہ عورت اجنبیہ کی مانند ہے اور مطلقہ رجعیہ بیوی کی مانند ہے میاں بیوی غسل کے وقت مقام ستر کے علاوہ بدن کو دیکھ سکتے ہیں۔

زوجین کے ایک دوسرے کو غسل دینے پر جمہور کے دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بقیع سے ایک جنازے سے واپس آئے جب کہ مجھے سر میں درد تھا میں نے کہا: ہائے میرے سر کا درد آپ نے فرمایا: بلکہ میں بھی کہتا ہوں کہ ہائے میرا سر اگر تو مجھ سے پہلے مرگئی تو تمہارا کیا نقصان ہوتا میں تمہیں غسل دوں گا کفن پہناؤں گا پھر تمہارے اوپر نماز پڑھوں گا اور اور تمہیں دفن کر دوں گا۔ ❶

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں جس چیز کا مجھے بعد میں علم ہوا اگر اسکا مجھے پہلے علم ہو جاتا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل ان کی ازواج ہی دیتیں۔ ❷

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غسل دیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی اسماء رضی اللہ عنہا کو وصیت کی تھی کہ وہی انھیں غسل دیں۔ ❸

آدمی اپنے محارم کو کپڑے کے اوپر سے غسل دے سکتا ہے۔

بچہ یا بچی جو ابھی حد اشتہاء تک نہ پہنچے ہوں انھیں مرد بھی غسل دے سکتا ہے اور عورت بھی، چونکہ ایسے بچوں کو دیکھنا اور مس کرنا حلال ہے جب کہ حنابلہ کے نزدیک صبی ممیز کا غسل صحیح لیکن مکروہ ہے۔ میت کو غسل دینے کا زیادہ حق وہی شخص رکھتا ہے جسے اس پر نماز پڑھنے کا حق ہے اور عورت کو غسل دینے کا زیادہ حق اس کی قریب ترین رشتہ دار کا ہے عورتیں خاوند پر مقدم ہوں گی یہ حنابلہ اور شافعیہ کے نزدیک ہے جب کہ مالکیہ کے نزدیک زوجین عصبات پر مقدم ہوں گے اور تنازع کے وقت حاکم کا فیصلہ حرف آخر ہوگا۔ مرد کو غسل دینے میں سب سے زیادہ حقدار اس کے عصبات میں لہٰذا باپ مقدم ہوگا پھر دادا پھر بیٹا، پھر پوتا پھر بھائی، پھر بھتیجا، پھر چچا پھر چچازاد بھائی چونکہ یہ لوگ میت پر نماز پڑھانے کا حق رکھتے ہیں لہٰذا غسل کا بھی حق ہے عالم کو معمر پر مقدم کیا جائے گا عصبات کے بعد شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک بیوی غسل دینے کی حقدار ہے لیکن اختلاف سے بچنے کے لئے اجنبی لوگ بیوی سے زیادہ حقدار ہیں۔ پھر مردے کی محرم عورتیں ماں، بیٹی، بہن، پھوپھی، خالہ یہ مالکیہ کے نزدیک ہے۔ اگر کوئی محرم عورت نہ ملے تو اجنبی عورت مردے کو تیمم کرا دے۔

حنابلہ نے عصبات پر میت کے وصی کو مقدم کیا ہے بشرطیکہ عادل ہو۔ چنانچہ وصی غسل دیتے کا دوسرے لوگوں کی نیت زیادہ حق رکھتا ہے چنانچہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی کہ ان کی بیوی انھیں غسل دے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی کہ انھیں محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ غسل دیں۔

عورت کو غسل دینے میں اس کی قریبی رشتہ دار عوتیں زیادہ حقدار ہیں اور یہ ہر وہ عورت ہے جسے اگر مرد فرض کر لیا جائے تو اس کے ساتھ اس میت (عورت) کا نکاح جائز نہ ہو ❹ چونکہ ان کی شفقت زیادہ ہوتی ہے پھر ان کے بعد غیر محرم ذوی الارحام جیسے چچا کی بیٹی، اس کے بعد پھر اجنبیہ عورت پھر شافعیہ اور حنابلہ کے اصح قول کے مطابق خاوند جب کہ اجنبیہ خاوند سے زیادہ حقدار ہے تا کہ اختلاف سے نکلا جائے پھر اس کے بعد محرم مرد اس ترتیب کے ساتھ جو نماز میں مقرر ہے وہ عورتیں نہ ہونے پر غسل دیں چچازاد اجنبی کی طرح ہوتا ہے۔

---

❶.....رواہ احمد وابن ماجہ۔ ❷ رواہ احمد وابوداؤد وابن ماجہ۔ ❸ یہ چیزیں واقعات ہیں قانون نہیں ہیں۔ قانون یہی ہے کہ مرد عورت کو غسل نہ دے۔ ❹ جیسے بیٹی، پوتی، ماں، دادی، خالہ، پھوپھی وغیرہ۔

اگر کوئی عورت تنہا تھی کہ وہ مردوں کے پاس مرگئی یا اکیلا مرد تھا وہ عورتوں کے پاس مرگیا تو اس کا محرم اسے تیمّم کرائے اگر محرم نہ ہو تو حنفیہ، حنابلہ اور شافعیہ کے نزدیک اجنبی تیمم کرادے اور ہاتھ پر کپڑا وغیرہ لپیٹ دے مالکیہ کہتے ہیں ہاتھ کے پنجوں تک اجنبی مرد عوت کو تیمم کرائے اور کہنیوں تک عورت مرد کو تیمم کرائے۔

غسل دینے والے کی شرائط......غسل دینے والے میں مندرجہ ذیل شرائط پائی جانی چاہیں۔

ا۔ **اسلام**......غسل دینے والا کافر نہ ہو چونکہ غسل عبادت ہے کافر عبادت کا اہل نہیں۔

ب۔ **نیت**......نیت بھی شرط ہے چونکہ حدیث ہے اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔

ج۔ **عقل**......غیر عاقل نیت کا اہل نہیں ہوتا اس لئے عقل شرط ہے

جمہور نے اسلام اور نیت کی دو شرطیں نہیں لگائیں لہذا کافر کا غسل دینا بھی صحیح ہے۔اور بغیر نیت کے بھی غسل صحیح ہے۔لیکن پانی میں ڈوب کر مرنے والے کو از سر نو غسل دینا واجب ہے ہاں البتہ پانی میں غسل کی نیت سے تین بار اسے حرکت دی جائے۔چونکہ ہم میت کو غسل دینے کا مامور ہیں لیکن حنفیہ کہتے ہیں کہ نیت طہارت صحیح ہونے کی شرط نہیں بلکہ مکلفین کے ذمہ سے فرض کے اسقاط کے لئے شرط ہے۔

غسل دینے والے میں جو چیز مستحب ہے......غسل دینے والے کے لئے مستحب ہے کہ وہ ثقہ ہو امین ہو اور غسل کے احکام کو جانتا ہو چونکہ ابن عمر رحمۃ اللہ علیہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے تمہارے مردوں کو صرف امانتدار شخص غسل دیں۔ ❶

غسل دینے والے کو اور جو اس کے پاس موجود ہو اسے چاہیے کہ نظریں جھکائے رکھیں ہاں البتہ بوقت ضرورت نظریں اوپر اٹھا سکتے ہیں غسل دینے والا اگر کوئی عیب دیکھے تو اسے پوشیدہ رکھے کسی سے بیان نہیں کرے، چونکہ فرمان نبوی ہے جو شخص مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا ❷ ایک اور حدیث ہے کہ جو شخص کسی میت کو غسل دے اور اس میں امانت کو ادا کردے اور اس وقت جو عیب دیکھے کسی سے بیان نہ کرے تو وہ گناہوں سے ایسا پاک ہوسکتا ہے جیسے اسے اسکی ماں نے جنم دیا تھا۔نیز آپ نے فرمایا: غسل کا کام تمہارا قریب ترین رشتہ دار کرے اگر وہ غسل دینا جانتا ہو اگر وہ غسل کا کام نہ جانتا ہو تو یہ فریضہ ایسے شخص کو سپرد کرو جو امانتدار اور متقی ہو ❸ ایک اور حدیث جس شخص نے میت کو غسل دیا اور اس کا عیب چھپائے رکھا اللہ تعالیٰ اس کی چالیس مرتبہ مغفرت فرمائیں گے ❹ اگر غسل دینے والا کوئی اچھی علامات دیکھے مثلاً چہرے کی رونق تبسم تو اس کا اظہار مستحب ہے تاکہ اس پر زیادہ سے زیادہ رحمت بھیجا جائے اور لوگوں کو اس کے طریقہ کی ترغیب ہو اور اس کی سیرت کی مشابہت اختیار کی جائے۔

میت کو آنکھوں سے چھپائے رکھنا مستحب ہے چونکہ بسا اوقات میت کے بدن میں کوئی عیب ہوسکتا ہے۔جیسے وہ زندگی میں چھپا تا رہا ہو جیسا کہ میں نے پہلے ذکر کیا ہے چنانچہ حدیث ہے اپنے مردوں کی اچھائیاں بیان کرو اور ان کی برائیوں سے رک جاؤ۔

کھلی فضاء میں میت کو غسل نہیں دینا چاہے بلکہ اوپر چادر میں وغیرہ تان لینی چاہیے بلکہ افضل یہ ہے کہ گھر کے اندر غسل دیا جائے غسل دینے میں دوسرے سے مدد نہ لینا مستحب ہے اگر مددگار کے بغیر چارہ کار نہ ہو تو مدد لینا جائز ہے، جو شخص غسل میں مدد نہ کر رہا ہو اسکا غسل کے وقت میت کے پاس موجود ہونا مکروہ ہے۔

میت کے پاس دھونی کا ہونا مستحب ہے وہ میت جو سات سال یا اس سے زائد عمر کا ہو اسکے ستر کے اعضاء کو دیکھنا جائز نہیں۔چونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: زندہ و مردہ کی ران کی طرف مت دیکھو ❺ میت کے اعضاء مستورہ کو مس کرنا جائز

---

❶......رواه ابن ماجه عن النبي صلى الله عليه وسلم ❷ متفق عليه عن ابن عمر (نيل الاوطار ۲۵/۴) ❸ رواه احمد عن عائشة وفي اسناده جابر الجعفي وفيه كلام كثير ❹ رواه الحاكم عن ابي رافع وهو صحيح۔ ❺ رواه ابوداؤد

نہیں چونکہ جب دیکھنا جائز نہیں تو مس کرنا بطریق اولیٰ ناجائز ہوگا۔

مستحب یہ ہے کہ میت کے بدن کی طرف صرف اسی حصہ کو دیکھا جائے جس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں میت کے سارے بدن کو مس نہ کرے چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہاتھ پر کپڑا باندھ کر غسل دیا اور قمیص کے نیچے سے غسل دیا اعضاء مستورہ کو غسل دیتے وقت کپڑے وغیرہ کو استعمال کرنا واجب ہے جب کہ پورے جسم کے لیے کپڑے کا استعمال کرنا مستحب ہے۔

افضل یہ ہے کہ میت کو مفت غسل دیا جائے حنابلہ کے نزدیک غسل تکفین، اٹھانا اور دفن کرنے پر اجرت لینا مکروہ ہے جب کہ حنفیہ نے ان امور میں اجرت لینا جائز قرار دیا ہے لہٰذا جنازہ اٹھانے والے اور قبر کھودنے والے غسل دینے والے کی مانند ہیں۔ اطاعت پر اجرت لینا جائز نہیں ہے۔ یہ متقدمین کی رائے ہے جب کہ متاخرین نے اجرت علی الطاعت کو جائز قرار دیا جمہور کے ہاں غسل دینے والے کے لئے بعد میں غسل کرنا مستحب ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی میت کو غسل دے وہ خود بھی غسل کرے۔ ❶

مغسول کی حالت......افضل یہ ہے کہ میت کو ایسی جگہ رکھا جائے جو لوگوں سے پردہ میں ہو اور میت کو کسی تختے پر لٹایا جائے کسی چھت کے نیچے رکھنا افضل ہے چونکہ چھت میں میت کے لئے زیادہ ستر کا سامان ہے ❷ اگر میت کا سر کٹا ہوا ہو یا اعضاء کٹے ہوئے ہوں تو اعضاء ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ کر باندھ دیئے جائیں تا کہ برے نہ محسوس ہوں۔ اگر میت سے کوئی چیز گرے مثلاً دانت وغیرہ تو دھو کر کفن میں میت کے ساتھ رکھ دی جائے۔

مستحب یہ ہے کہ غسل دینے والا میت کو اپنے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھائے اور اس کے پیٹ پر ہلکے سے مس کرے تا کہ میت میں پڑی ہوئی چیز جو نکلنے کے قریب ہو نکل جائے، اس دوران میت پر پانی بہائے اگر کچھ نکلے دھو ڈالے تا کہ بد بو نہ پھیلے پھر گدی کے بل میت کو لٹا دے۔

مغسول کے اعضاء مستورہ کو چھپانا واجب ہے ہاں البتہ جس کی عمر سات سال سے کم ہو اسے نہ چھپانے میں کوئی حرج نہیں سات سال سے کم عمر والے کو ننگے بدن نہلانا بھی درست ہے پھر جمہور کے نزدیک میت کے کپڑے اتار دینا مستحب ہے چونکہ کپڑے اتار کر غسل کرانا از زیادہ آسان اور پاکی کے زیادہ باعث ہے۔ زندہ انسان کے غسل کے زیادہ مشابہ ہے اور نجاست پھیلنے سے محفوظ ہوگا جب کہ میت سے نجاست کے نکلنے کا احتمال ہو۔

اگر ہلکی قمیص جس کی آستین کھلی ہوں میں میت کو غسل دیا تو جائز ہے شافعیہ کہتے ہیں میت کو ننگا نہ کیا جائے بلکہ قمیص میں غسل دینا مستحب ہے چونکہ اس میں میت کا زیادہ ستر ہے چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قمیص میں غسل دیا تھا۔ ❸

چوتھی چیز: غسل واجب کرنے کی شرائط

......میت کے غسل کو واجب کرنے والی شرائط مندرجہ ذیل ہیں: ❹

۱۔ **یہ کہ میت مسلمان ہو**......لہٰذا کافر میت کو غسل دینا واجب نہیں بلکہ جمہور کے نزدیک حرام ہے، شافعیہ نے کافر کو غسل دینے کو جائز قرار دیا ہے چونکہ میت کو غسل نظافت کے لیے دیا جاتا ہے نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے والد کو غسل دیں اور کفن دیں ❺ شافعیہ کے نزدیک اصح یہ ہے کہ میت کو کفن دینا اور دفن کرنا واجب ہے۔

---

❶......رواہ ابوداؤد وابن ماجه وابن حبان وقال البيهقي الصحيح انه موقوف على ابى هريرة المجموع ۵/ ۱۴۱۔ ❷الدر المختار ۱/ ۸۰۰ الشرح الصغير ۱/ ۵۴۶ المهذب ۱/ ۱۲۸ مغنى المحتاج: ۱/ ۳۳۲ كشاف القناع ۲/ ۱۰۳ المغنى ۲/ ۴۵۷ بداية المجتهد ۱/ ۲۲۲۔ ❸رواہ ابوداؤد وغيره باسناد صحيح ❹الدر المختار ۱/ ۴ المهذب ۱/ ۱۲۴ المغنى ۲/ ۵۲۲ كشاف القناع ۲/ ۱۲۶۔ ❺رواہ ابوداؤد والنسائی۔

۲۔ ناتمام بچے کے احکام...... مالکیہ کے نزدیک مردہ نومولود بچے اور ناتمام بچے پر نماز نہیں پڑھی جائے گی الا یہ کہ اس کی زندگی دودھ پینے سے یا حرکت کرنے سے یا پہنچنے سے معلوم ہو جائے اگر چہ پل بھر کے لئے ہی کیوں نہ زندہ رہے نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ چونکہ حدیث ہے بچے پر نماز نہیں پڑھی جائے گی۔ (یعنی وہ بچہ جو مردہ پیدا ہو) وہ وارث بھی نہیں بنتا اور موروث بھی یہاں تک کہ اس سے کوئی ایسی دلیل نہ مل جائے جو اس کی زندگی پر دلالت کرتی ہے ❶ ابن ماجہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نقل کی ہے کہ جب ناتمام بچے میں زندگی کی کوئی رمق پائی گئی اس پر نماز پڑھی جائے گی اور وہ وارث بھی ہوگا۔

حنفیہ...... کہتے ہیں کہ اگر مولود میں زندگی کی رمق پائی گئی تو اس پر نماز پڑھی جائے گی وہ وارث بھی بنے گا اور موروث بھی اور اگر زندگی کی رمق نہ پائی گئی تو اسے نہلائے جائے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اسکا نام رکھا جائے یہی اصح قول ہے غیر ظاہر الراویہ کے مطابق اسی پر فتویٰ ہے چونکہ بنی آدم کے اکرام واحترام کا یہی تقاضا ہے یعنی مولود جب زندہ پیدا ہوا تو وہ بڑے شخص کے حکم میں ہوگا اگر چہ اس سے چیخ نہ نکلے اگر مردہ پیدا ہوا پھر اگر تمام بچہ ہو تو نہلایا جائے، اگر ناتمام ہو تو غسل نہ دیا جائے بلکہ اس پر پانی بہایا جائے اور کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے اور اس کا نام رکھا جائے چونکہ قیامت کے دن اسے بھی اٹھایا جائے گا۔

شافعیہ...... کہتے ہیں کہ اگر نومولود میں زندگی کی علامت پائی جائیں اسے غسل دیا جائے اس پر نماز پڑھی جائے چونکہ احتیاطاً زندگی کا احتمال ہے اور اگر زندگی کی علامتیں نہ پائی گئیں تو اس پر نماز نہ پڑھی جائے اگر چار ماہ کا ہو چونکہ زندگی کا ظہور نہیں وہ البتہ غسل وکفن واجب ہے اور اگر چار ماہ سے کم کا ہو تو صحیح مذہب کے مطابق غسل نہ دیا جائے۔ حنابلہ کہتے ہیں اگر ناتمام بچہ چار ماہ سے زیادہ کا ہوا اسے غسل دیا جائے اور اس پر نماز پڑھی جائے چونکہ حدیث ہے ناتمام بچے پر نماز پڑھی جائے۔

خلاصہ...... اگر تمام بچے میں زندگی کی رمق پائی جائے تو فقہاء کے نزدیک بالاتفاق غسل دینا واجب ہے اور اس پر نماز بھی پڑھی جائے گی اگر اس پر زندگی کی علامتیں ظاہر نہ ہوں تو حنفیہ کے نزدیک غسل کفن اور دفن مطلقاً ہوگا شافعیہ کے نزدیک اگر چار ماہ کا ہو تب غسل کفن اور دفن ہوگا اگر چار ماہ کا نہ ہوا تو نماز نہیں پڑھی جائے گی جب کہ حنابلہ کے نزدیک اگر چار ماہ سے زیادہ کا ہو تو غسل دیا جائے گا اور نماز بھی اس پر پڑھی جائے گی گو شافعیہ اور حنابلہ کا اس پر اتفاق ہے کہ تمام بچہ اگر چار ماہ سے قبل کا ہو تو اسے غسل نہیں دیا جائے گا۔

۳۔ میت کا جسد پورا یا اکثر پایا جائے...... یہ شرط حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک معتبر ہے یعنی حنفیہ کے نزدیک اکثر بدن یا نصف بدن سر کے ساتھ پایا جائے مالکیہ کے نزدیک دو تہائی بدن سر کے ساتھ پایا جائے ورنہ اسے غسل دینا مکروہ ہے شافعیہ اور حنابلہ کہتے ہیں: اگر میت کا کچھ حصہ پایا گیا اگر چہ قلیل حصہ ہی کیوں نہ ہوا سے غسل دیا جائے گا اور اس پر نماز بھی پڑھی جائے گی چونکہ صحابہ نے ایسا کیا ہے۔

۴۔ یہ کہ وہ شہید نہ ہو جو اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر معرکہ میں قتل کیا گیا ہو...... جیسا کہ بعد میں آیا چاہتا ہے شہید کو غسل اور کفن نہیں دیا جائے گا او اس پر نماز بھی نہیں پڑھی جائے گی کپڑوں سمیت شہید کو دفن کیا جائے گا اور اسلحہ وغیرہ جمہور کے نزدیک اتار دیا جائے گا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں شہید کو غسل تو نہیں دیا جائے گا البتہ اس پر نماز پڑھی جائے گی عدم غسل پر دلیل شہدائے احد کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ انہیں غسل مت دو چونکہ ہر زخم اور بہنے والے خون سے قیامت کے دن مشک کی خوشبو مہک رہی ہوگی آپ نے شہدائے احد پر نماز نہیں پڑھی۔ ❷

---

❶ ...... رواہ ابوداؤد والترمذی وفی اللفظ الترمذی والطفل یعلٰی علیہ وقال ھذا حدیث حسن صحیح۔ ❷ رواہ احمد۔ لیکن بعد میں پڑھی جیسا کہ اپنے مقام پر آرہا ہے۔

پانچویں چیز: کیا میت کو وضو کرایا جائے...... ائمہ مذاہب کا اس پر اتفاق ہے کہ غسل دینے والے پر لازمی ہے کہ میت جو چھوٹا نہ ہو کو وضو کرائے جیسا کہ زندہ کو وضو کرایا جاتا ہے۔ نجاست اور میل وغیرہ کو صابن سے زائل کرنے کے بعد وضو کرایا جائے شرمگاہوں کو کپڑے کے ساتھ دھویا جائے حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک کلی اور ناک میں پانی نہیں ڈالا جائے گا چونکہ اس میں حرج ہے چونکہ جب پانی منہ اور ناک میں داخل ہوگا تو پیٹ تک پہنچ جائے گا جو پیٹ میں پڑے نجاست کو حرکت دے سکتا ہے جب کہ مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک ہلکے سے کلی اور ناک میں میں پانی ڈالا جائے، اگر میت جنبی ہو یا حائضہ ہو یا نفاس والی عورت ہو تو کلی اور ناک میں پانی بالاتفاق ڈالا جائے گا تا کہ طہارت کا وظیفہ مکمل ہو جائے۔

اسی اصول کے مطابق میت کو غسل دینے میں وضو سے ابتداء کی جائے چونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان عورتوں سے فرمایا تھا جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کو غسل دیا تھا اس کی دائیں طرف سے ابتداء کرے اور اعضاء وضو کو پہلے دھوئے۔ (1) ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے جب تم اس کے اعضاء کو پانی اور بیری کے پتوں کے ساتھ اچھی طرح دھولو تو اسے نماز جیسا وضو کراؤ اور پھر اسے غسل دو۔ (2)

چھٹی چیز: غسل کی کیفیت مقدار اور مندوبات...... غسل جنابت جو کہ واجب ہوتا ہے کہ طرح غسل میت بھی ہے یہ غسل ایک ہی بار ہوتا ہے ازالہ نجاست کے بعد پورے جسم کو دھونا ہوتا ہے شرط یہ ہے کہ پانی طاہر ہو، میت کو چارپائی یا تختہ پر رکھ دیا جائے ناف کے نیچے سے لے کر گھٹنوں تک ستر کر لیا جائے جمہور کے نزدیک قبل ازیں کپڑے اتار دینے چاہیں۔ جبکہ شافعیہ کے نزدیک میت کو قمیص پہنائی جائے غسل دینے والا اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر شرمگاہ کو دھوئے پھر وضو کرائے۔

پھر سر اور داڑھی خطمی بیری کے پتوں کے ساتھ دھوئی جائے تا کہ غسل وغیرہ اتر جائے پھر میت پر پانی بہائے اگر بیری کے لئے نہ ملیں تو صابن وغیرہ استعمال کیا جائے گا پھر نظافت کے لئے میت پر پانی بہایا جائے غسل دینے والا اپنی انگلی میت کے منہ میں داخل کرے اور انگلی سے دانتوں میں مسواک کرائے میت کا منہ نہ کھولے میت کے ہاتھوں کے ناخنوں کو ملے جو میل ہو وہ بھی صاف کرے۔

پھر میت کو بائیں پہلو پر لٹا کر دائیں پہلو پاؤں تک دھلائے پھر بایاں پہلو دھوئے اور صابن سے دھوئے پھر خالص پانی بہائے یہ میت کا پہلا واجب غسل ہو گیا۔

تین بار غسل کے عمل کو دہرانا مستحب ہے لہٰذا دوسری اور تیسری بار بھی غسل دیا جائے۔ پھر میت کو ایک کپڑے میں رکھ لیا جائے اور خوشبو میت کے سر اور داڑھی میں لگائی جائے، اور کافور اعضائے سجدہ پر لگائی جائے، حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک محرم بالحج اور محرم بالعمرہ اور غیر محرم اس میں سب برابر ہیں۔ لہٰذا محرم کو خوشبو لگائی جائے گی اور اس کا سر ڈھانپا جائے گا چونکہ غسل کا حکم مطلقاً ہے۔

شافعیہ اور حنابلہ کہتے ہیں: محرم کا سر نہیں ڈھانپا جائے گا اور نہ ہی اسے خوشبو لگائی جائے گی چونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ ایک شخص کو اس کی سواری نے پٹک دیا جس سے اس کی گردن ٹوٹ گئی وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا اور مر گیا، درحالیکہ اس نے احرام باندھ رکھا تھا آپ نے فرمایا: اسے دو کپڑوں میں کفن دے دو اور اسے پانی اور بیری کے ساتھ غسل دو اور اسکا سر مت ڈھانپو اور اس کے قریب خوشبو مت لاؤ چونکہ قیامت کے دن یہ تلبیہ کہتے ہوئے اٹھے گا (3) گویا شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک محرم میت محرم زندہ کی طرح ہوتا ہے۔

خالص ٹھنڈے پانی سے غسل دیا جا سکتا ہے شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک غیر محرم کے لئے تھوڑا کافور پانی میں ملایا جا سکتا ہے چونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم دیا ہے (4) نیز کافور بدن کو قوت بخشتا ہے اور حشرات ارض کو دور رکھتا ہے لیکن حنفیہ کہتے ہیں اگر ممکن ہو تو پانی

---

(1) ..... متفق علیه (2) رواه الجماعة عن ام عطية (نيل الاوطار ۴/۳۰) (3) رواه الجماعة (نيل الاوطار ۴/۴۰) (4) وهو حديث متفق عليه من حديث ام عطية

گرم کیا جائے چونکہ گرم پانی سے صفائی اچھی طرح ہوتی ہے حنابلہ کہتے ہیں میت کو حمام میں غسل دیا جاسکتا ہے اگر حاجت ہو تو گرم پانی استعمال کیا جاسکتا ہے اگر حاجت نہ ہو تو گرم پانی کا استعمال مکروہ ہے۔

میت کا غسل طاق عدد میں ہونا چاہیے چونکہ حدیث ہے اللہ تعالیٰ طاق ہے اور طاق کو پسند کرتا ہے ❶ وضو دہرانے کی ضرورت میں اگر تین بار غسل دینے سے میت صاف نہ ہو تو سات مرتبہ غسل دیا جاسکتا ہے اگر سات بار سے بھی صاف نہ وہ تو افضل یہ ہے کہ پھر نہلایا جائے چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے غسل دو تین بار پانچ بار یا سات بار یا اگر تم بہتر سمجھتی ہو تو اس سے زیادہ بار بھی غسل دے سکتی ہو۔ ❷

کیا میت کے بالوں کو کنگھی کی جائے اور بال ناخن کاٹے جائیں...... ❸ حنفیہ اور مالکیہ کہتے ہیں میت کے بالوں میں کنگھی کی جائے اور نہ ہی بال مونڈھے جائیں ناخن نہ کاٹے جائیں ہاں البتہ ٹوٹا ہوا ناخن الگ کیا جاسکتا ہے سر اور داڑھی کے بال نہ کاٹے جائیں میت کی ختنیں بھی نہ کی جائیں چونکہ اب اس کی چنداں ضرورت نہیں رہی نیز بال اور ناخن وغیرہ زینت کے لئے کاٹے جاتے ہیں جب کہ میت زینت سے بے نیاز ہو چکا۔ لہٰذا زینت مکروہ ہے جب کہ کراہت حنفیہ کے نزدیک تحریمی ہے اگر ناخن یا بال کاٹ دیئے تو میت کے ساتھ کفن میں لپیٹ دیئے جائیں۔ یہی بہتر رائے ہے چونکہ میت ہر مالہ اور ماعلیہ کے ستر کا محتاج ہے شافعیہ کا جدید قول ہے کہ میت کے سر اور داڑھی کے بالوں کو کنگھی کی جاسکتی ہے جو بال یا دانت اکھڑ جائے اسے میت کے ساتھ کفن میں واپس کر دیا جائے سر کے بال، ناخن، بغلوں کے بال زیر ناف بال اور مونچھوں کا کاٹنا ظاہر مذہب میں مکروہ ہے چونکہ میت کے جملہ اجزاء قابل احترام ہیں اور جس عمل کا کوئی ثبوت نہ ہو وہ بدعت ہوتا ہے اور بدعت کی عام نہی اس عمل کی نہی صحیح ہوگی، اگر میت غیر مختون ہو تو اسکا ختنہ نہ کیا جائے۔

حنابلہ کی امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے دو روایتیں منقول ہیں راجح روایت کے مطابق غیر محرم کی مونچھیں کاٹی جاسکتی ہے اگر اسکے ناخن لمبے ہوں کاٹے جاسکتے ہیں بغلوں کے بال بھی لئے جاسکتے ہیں چونکہ بغلوں کے بالوں کا لینا نظافت سے متعلق ہے لہٰذا یہ میل کچیل کے ازالہ کے مترادف ہے۔ اس کی تائید سنن فطرت کے عمومی دلائل سے ہوتی ہے بال ناخن جو بھی میت کے کاٹے جائیں وہ میت کے ساتھ کفن میں لپیٹ لئے جائیں۔ چنانچہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ام عطیہ رضی اللہ عنہا کے حدیث روایت کی ہے وہ کہتی ہیں میت کا سر دھویا جائے جو بال گریں اور غاسل کے ہاتھوں پر اٹک جائیں دھو کر میت کے سر میت پھر سے جوڑ دیئے جائیں نیر بالوں اور ناخنوں کا زندہ شخص کے حق میں دفن کرنا مستحب ہے میت کے حق میں بطریق اولیٰ مستحب ہیں۔ جو بال وغیرہ لئے ہوں انھیں دوبارہ دھویا جائے چونکہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے۔ اس بال کو دھو اور بالوں کے ساتھ واپس جوڑ دو دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ بال میت کے بدن کا جزء ہیں جیسے عضو ایک جزء ہے۔ رہی بات عورت کی سو مالکیہ، حنفیہ اور باقی مذاہب کے نزدیک عورت کے بالوں کی مینڈھیاں کرنا مستحب ہے۔

روئی کا استعمال...... حنفیہ کہتے ہیں ظاہر الروایات میں روئی کا استعمال روا نہیں، لیکن علامہ زیلعی اور صاحب درمختار کہتے ہیں میت کے منہ پر روئی رکھنے میں کوئی حرج نہیں اسی طرح اگر اگلے اور پچھلے راستوں سے یا کان ناک سے یا منہ سے خون وغیرہ کے بہنے کا خدشہ تو روئی رکھی جاسکتی ہے۔

اسی طرح دوسرے مذاہب کے فقہاء بھی کہتے ہیں کہ اگر کسی مخرج سے نجاست یا خون وغیرہ کے نکلنے کا خوف ہو تو روئی رکھی جاسکتی ہے حنابلہ کے نزدیک میت کے سر تلے روئی رکھی جائے۔

---

❶......رواه ابن نصر عن ابی هريرة وعن ابن عمر رواه الترمذی عن علی وابن ماجه عن ابن مسعود ❷رواه الجماعة من حديث ام طية (نيل لا وطار ۴/۳۰) ❸الدرالمختار ۱/۸۰۳ مراقی الفلاح ۹۶ القوانين الفقهية ۹۳ الشرح الصغير ۱/۵۶۸ مغنی المحتاج ۱/۳۳۳ المغنی ۲/۵۴۱ كشاف القناع ۲/۱۱۰

مندوبات غسل کا خلاصہ...... میت کے غسل میں مندرجہ ذیل امور مستحب اور مندوب ہیں:

۱...... غسل کے شروع میں زندہ شخص کی طرح میت کو وضو کرایا جائے اور وضو نجاست یا میل وغیرہ صابن کے ساتھ زائل کرنے کے بعد کرایا جائے۔

۲...... جب میاں بیوی میں سے کوئی ایک دوسرے کو غسل دے رہا ہو تو ستر عورت کیا جائے۔

۳...... جمہور کے نزدیک ستر عورت کے بعد میت کے کپڑے اتار دیئے جائیں جب کہ شافعیہ کے نزدیک قمیص پہن کر غسل دیا جائے غسل کے وقت میت کے بدن کو ڈھانپے رکھنا مسنون ہے تاکہ شرمگاہ یا کسی عیب پر نظر نہ پڑنے پائے میت کو دیکھنا مکروہ ہے حتی کہ غسل دینے والا بھی بلاضرورت نہ دیکھے چونکہ میت کا سارا بدن عورت (پردہ کی چیز) کے حکم میں ہے۔

۴...... غسل میں بیری کے پتوں یا صابن کا استعمال کرنا اور آخیر میں کافور کا استعمال مندوب ہے، شافعیہ کے نزدیک ہر بار تھوڑی مقدار میں کافور استعمال کیا جائے یہ تب ہے جب کافور آسانی سے دستیاب ہو ورنہ خالص ٹھنڈا پانی استعمال کیا جائے اور بوقت حاجت گرم پانی بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔

۵...... طاق عدد میں غسل دینا یعنی تین بار یا پانچ بار یا سات بار تکرار غسل کے ساتھ تکرار وضو کی ضرورت نہیں، البتہ تین بار غسل کا عمل دہرانا مستحب ہے اور ایک بار غسل دینا واجب ہے اگر طاق تعداد میں غسل دینے کے بعد کسی مخرج سے کوئی نجاست نکلے تو حنابلہ کے نزدیک وضو اور غسل دونوں دہرائے جائیں جب کہ دوسرے فقہاء کے نزدیک نجاست کا ازالہ کافی ہے۔

۶...... دوران غسل ہلکے سے بطن کو دبانا تاکہ وہ نجاست جو قریب الخروج ہو نکل جائے۔

۷...... آگے اور پیچھے کے مخرجوں پر کثرت سے پانی بہانا تاکہ نجاست اچھی طرح صاف ہو جائے اور بدبو کم سے کم رہے چونکہ اموات میں یہ چیزیں بکثرت ہوتی ہیں غسل کے بعد میت کا بدن خشک کیا جائے تاکہ کفن گیلا نہ ہو۔

۸...... غسل دینے والا اپنے ہاتھ پر دبیز کپڑا لپیٹے خصوصاً زیر ناف نہلاتے وقت ہاتھوں پر کپڑا لپیٹنا ضروری ہے غاسل کے لئے مستحب ہے کہ میت کے بدن بغیر کپڑے کے مس نہ کرے۔

۹...... مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک میت کے دانتوں اور ناک کو کپڑے سے صاف کرنا، تاکہ مضمضہ اور استنشاق ہو جائے۔ اسی طرح حنابلہ کے نزدیک میت کے دانتوں اور ناک کو تر کپڑے سے صاف کیا جائے، اور منہ اور ناک میں پانی نہ داخل کیا جائے، ناخنوں کے نیچے پڑی ہوئی میل کو صاف کر دیا جائے۔

۱۰...... منہ میں کلی کراتے اور ناک میں پانی ڈالتے وقت سر کو تھوڑا جھکا لیا جائے تاکہ پانی پیٹ میں نہ پہنچ جائے پاک کپڑے کے ساتھ کفن دینے سے پہلے میت کا بدن خشک کر لینا چاہے۔

۱۱...... جو شخص غسل میں مدد و معاون نہ ہو اس کا غسل کے وقت حاضر نہ ہونا۔

۱۲...... دائیں طرف سے غسل شروع کرنا یعنی پہلے دائیں طرف کا غسل کرایا جائے پھر بائیں طرف پھر غاسل میت کو بائیں پہلو پر لٹائے گدی اور پشت کو نہلاتے ہوئے پاؤں تک چلا جائے پھر دائیں پہلو پر لٹا کر بائیں پہلو کو اسی طرح نہلائے ہر دفعہ تین تین بار پانی بہائے یا اس سے زائد مرتبہ جو بھی حسب حاجت ہو

۱۳...... حنابلہ کے نزدیک مرد کی داڑھی اور عورت کے سر کے بالوں میں خضاب لگانا مستحب ہے اس کی دلیل حضرت انس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اپنے مردوں کے ساتھ وہی معاملہ کرو جو تم اپنے نو بیاہے جوڑوں کے ساتھ کرتے ہو۔

۱۴..... میت کے سر اور داڑھی پر خوشبو لگائی جائے اعضائے سجدہ پر کافور لگائی جائے یعنی پیشانی، ناک، ہاتھ، گھٹنے اور پاؤں پر کافور لگائی جائے یہ مالکیہ اور حنفیہ وغیرہ کے کے نزدیک برابر ہے میت کو خوشبو لگائی جائے میت کا سر دھویا جائے۔ طاق تعداد میں چارپائی کو دھونی دی جائے تاکہ بدبو نہ پھیلنے پائے اور اس میں میت کی تعظیم بھی ہے۔

دوسرا فرض: میت کو کفن پہنانے کے بیان میں..... اس میں یہ امور زیر بحث ہوں گے۔ کفن کا حکم، کفن لازمی، مقدار کفن، کفن کا طریقہ اور کیفیت، اور کفن میں جو چیزیں مندوب ہیں۔ ❶

پہلی چیز: کفن پہنانے کا حکم اور ملزم کفن..... میت کو کفن پہنانا مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو محرم کے بارے میں حکم دیا۔ اسے اسی کے دو کپڑوں میں کفن دو۔ ❷

تجہیز و تکفین اور قبرستان تک اٹھا کر لے جانے کے جملہ اخراجات میت کے ترکہ میں سے ہوں گے، تجہیز و تکفین کے اخراجات قرضہ اور وصیت پر مقدم ہوں گے اگر میت کا ترکہ نہ ہو تو یہ اخراجات اس شخص پر لاگو ہوں گے جس پر حالت زندگی میں میت کے اخراجات لازم تھے وہ اپنے مال سے خرچ کرے حنفیہ کے نزدیک بیوی کے کفن دفن کا خرچہ خاوند پر ہوگا شافعیہ کے اصح مذہب میں بھی یہی ہے، چونکہ زندگی میں خاوند پر بیوی کا خرچہ لازمی تھا مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک بیوی کا خرچ خاوند کو لازم نہیں چونکہ زندگی میں ملک بضع سے نفع اٹھانے کے بدلہ میں خاوند پر خرچہ لازم تھا اس کی دلیل یہ ہے کہ زندگی میں خرچی بیوی کے نشوز (نافرمانی) اور بائنہ ہو جانے سے ساقط ہو جاتا ہے جب کہ یہ نفع موت کی وجہ سے منقطع ہو چکا لہٰذا بیوی اجنبیہ کے مشابہ ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ پہلی رائے کو قبول عام حاصل ہے چونکہ موت وحیات میں خرچہ میں کوئی فرق نہیں رہی یہ بات کہ نشوز (نافرمانی) کی وجہ سے جو خرچہ ساقط ہو جاتا ہے وہ اس لئے تاکہ عورت خاوند کے گھر واپس لوٹ آئے۔

اگر میت کے کفن دفن کا خرچہ برداشت کرنے والا کوئی شخص نہ پایا جائے تو کفن دفن کا خرچہ بیت المال سے ہوگا۔ اگر بیت المال میں نہ ہو تو مسلمانوں پر لاگو ہوگا کہ وہ پس میں چندہ کر کے کفن دفن کا سامان کریں۔

دوسری چیز: کفن کا طریقہ، مقدار اور کیفیت..... غسل کے بعد میت کو ایسے کپڑے میں کفن دیا جائے جو زندگی میں اس کے لئے پہننا حلال تھا ❸ ایسے کپڑے میں کفن دیا جائے جو جائز ہو مرد کو ریشمی کپڑے میں کفن نہ دیا جائے جمہور کے نزدیک ریشمی کپڑے میں عورت کو کفن دیا جا سکتا ہے جب کہ حنابلہ کے نزدیک عورت کو ریشمی کپڑے میں کفن دینا جائز نہیں کفن میں یہ چیز شرط ہے کہ کفن باریک نہ ہو جس سے بدن ظاہر ہوتا ہو، ایسا کپڑا ستر نہیں کرتا لہٰذا اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے کفن پاک وصاف ہو اگر پاک کپڑا دستیاب ہو تو نجس کپڑے سے کفن دینا جائز نہیں۔

وہ لباس جو میت جمعہ اور عیدین کے موقع پر پہنتا ہو اس جیسے کپڑے میں حنابلہ کے نزدیک اسے کفن دینا واجب ہے جب کہ مالکیہ اور حنفیہ کے نزدیک مستحب ہے ہاں اگر میت نے کسی کپڑے کی وصیت کی ہو تو اسی کپڑے میں اسے کفن دیا جائے۔

چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کو کفن دے تو اسے چاہیے کہ اچھی طرح سے اسے کفن دے۔ ❹ کفن کا اچھا ہونا حنابلہ کے نزدیک واجب ہے جب کہ دوسرے فقہاء کے نزدیک مستحب ہے۔

---

❶..... اللباب: ۱/ ۱۳۰ مراقی الفلاح ۹۷ فتح القدیر: ۱/ ۴۵۲ الدر المختار ورد المحتار ۱/ ۸۰۶ القوانین الفقهية ۹۳ الشرح الصغير ۱/ ۵۵۱ بداية المجتهد ۲۲۴ مغنی المحتاج: ۱/ ۳۳۶ المهذب ۱/ ۱۲۹ المغنی ۲/ ۴۶۴ کشاف القناع: ۲/ ۱۱۸۔

❷ رواه الجماعة عن ابن عباس (نيل الاوطار: ۴/ ۴۰) ❸ مغنی المحتاج ❹ رواه احمد ومسلم وابوداؤد عن جابر ورواه ابن ماجه والترمذی عن ابی قتادہ؛

کم از کم کفن ایک کپڑا ہونا ہے جو پورے بدن کو ڈھانپ دے البتہ محرم کا سر شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک نہ ڈھانپا جائے، اس کے اسقاط کے متعلق میت کی وصیت نافذ العمل نہیں ہوگی کفن کی اکثری مقدار سات کپڑے ہیں مرد کے لئے تین کپڑے افضل ہیں اور عورت کے لئے پانچ کپڑے ہیں مرد کے کپڑوں کی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سحول بستی کے بنے ہوئے تین سفید کپڑوں میں کفن دیا گیا یہ کپڑے نئے یمانی تھے، اس میں نہ قمیص تھی نہ عمامہ آپ کو اس کفن میں داخل کر دیا گیا۔ ❶

عورت کے لئے پانچ کپڑے اس لئے افضل میں چونکہ اس میں عورت کا زیادہ سے زیادہ ستر ہے دوسری دلیل لیلیٰ ثقفیہ کی بعد میں آنے والی حدیث بھی ہے فقہاء کی اس میں کافی تفصیلات ہیں، جو یہ ہیں۔

حنفیہ..... کہتے ہیں کفن کی تین اقسام ہیں: کفن ضرورت، کفن کفایت، کفن سنت پھر ان میں سے ہر ایک یا تو مرد کا ہوگا یا عورت کا، چنانچہ کم از کم کفن جو مرد کو دیا جائے وہ دو کپڑے ہوں کفن سنت کے تین کپڑے ہیں، عورت کے کفن کے کم از کم تین کپڑے ہوں اور عورت کا کفن سنت پانچ کپڑے ہیں۔

ا۔ کفن ضرورت مرد وعورت کے لئے..... یہ وہ مقدار ہے جو ضرورت یا عجز کی حالت میں پائی جائے بہر حال وہ مقدار جس سے مکلفین سے فرض ساقط ہو جائے وہ کم از کم کفن (یعنی اقل کفن) ہے اور کم از کم کفن وہ ہے جو بدن کو کافی ہو، چونکہ حضرت معصب بن عمیر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو انہیں صرف ایک کپڑے میں کفن دیا گیا۔ ❷

۲۔ کفن کفایت..... یہ کفن کی وہ ادنیٰ مقدار ہے جو زندگی میں پہنا جائے اور بعد از موت وہی مقدار اسکا کفن ہو وہ مرد کے لئے دو کپڑے ہیں ازار اور لفافہ اور عورت کے لئے یہی دو کپڑے اور اوڑھنی (خمار) ہے اس سے کم کفن مکروہ ہے۔ مرد کے دو کپڑے کفن ہونے کی دلیل یہ ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت ہوا تو انھوں نے فرمایا: مجھے انہی دو کپڑوں میں کفن دو جن میں میں نماز پڑھتا تھا۔ اور انھیں دھولو، چونکہ یہ دو کپڑے پیپ اور مٹی کے لئے ہیں ❸ دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ دو کپڑے زندوں کا ادنیٰ لباس ہے۔

ازار..... کفن کا ازار حالت زندگی کے ازار کے خلاف ہے یہ سر سے پاؤں تک ہے، لفافہ بھی اسی کی مثل ہوگا، ابن ہمام کہتے ہیں: میں نہیں جانتا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ میت کا ازار زندہ کے ازار کے خلاف ہے۔

عورت کی بات رہی سو اس کا ستر مقصود ہے کہ اوڑھنے کے ساتھ ستر کیا جائے، اور یہ چہرے اور سر کو خمار سے ڈھانپنے سے ہوگا۔

۳۔ کفن سنت..... دوسرے دونوں کفنوں کی بنسبت یہ مکمل کفن ہے مرد کے لئے۔ اس میں تین کپڑے ہیں: ازار، قمیص، لفافہ، قمیص دن سے پاؤں تک ہوگی اور اس کی کلی نہیں ہوگی اور نہ ہی آستیں ہوں۔

عورت کے پانچ کپڑے..... ازار، قمیص، خمار (اوڑھنی) خرقہ جس سے سر باندھا جائے (سینہ بند) یہ کپڑا سینے سے ناف تک ہونا چاہئے اور لفافہ۔

مرد کے کفن سنت کی دلیل ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا ایک وہ قمیص جس میں آپ نے وفات پائی، اور دو نجرانی کپڑے ❹ یہ حنفیہ اور مالکیہ کی دلیل ہے جو قمیص کے مستحب ہونے کی قائل ہیں۔ جب کہ جمہور اس

---

❶ ..... رواہ الجماعۃ عن عائشہ (نیل الاوطار ۳۶/۴) ❷ رواہ الجماعۃ الا ابن ماجہ عن خباب بن الارت رضی اللہ عنہ (نیل الاوطار ۳۳/۴) ❸ رواہ ابن سعید فی الطبقات وتکرہ محمد بن الحسن فی الآثار بلاغا۔ ❹ رواہ احمد وابوداؤد و فی سندہ یزید بن ابی زیاد وھو مجمع علی ضعفہ (نیل الاوطار ۲۶/۴)

طرف گئے ہیں کہ قمیص مستحب نہیں، ان کی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سابق حدیث ہے کہ دو آپ کے کفن میں قمیص اور عمامہ نہیں تھا۔

حنفیہ کے نزدیک اصح مذہب میں عمامہ میت کے لئے مکروہ ہے، عمامہ سے مراد وہ کپڑا ہے جو سر کو لپیٹ لیا جائے چونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکور بالا حدیث میں عمامہ کی نفی ہے جب کہ متاخرین علماء اور اشراف نے عمامہ کو اچھا سمجھا ہے تین سے زیادہ پانچ تک کپڑوں میں اضافہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

عورت کے کفن مسنون کی دلیل لیلیٰ بنت قانف ثقفیہ کی حدیث ہے جس میں ہے کہ ام کلثوم بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کفن کے پانچ کپڑے تھے۔ ❶

مردوں کو ریشمی کپڑے عصفر میں رنگے ہوئے کپڑے اور زعفران رنگے ہوئے کپڑے میں کفن دینا مکروہ ہے ہاں البتہ اگر ان کپڑوں کے علاوہ کوئی اور کپڑا دستیاب نہ ہو تو یہی کپڑے دھو کر کفن میں استعمال کیے جا سکتے ہیں۔

تکفین کی کیفیت...... مرد کو کفن پہنانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے لفافہ پھیلایا جائے پھر اس پر ازار پھیلایا جائے پھر قمیص پھر ازار لپیٹا جائے اور بائیں جانب سے لپیٹنے میں ابتداء کی جائے پھر بائیں جانب کو اوپر ڈالا جائے جیسے زندگی کی حالت میں پھر آخر میں لفافہ لپیٹا جائے عورت کو کفن پہنانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے لفافہ اور ازار پھیلائے جائیں پھر میت کو ازار پر رکھا جائے میت کو ازار پہنایا جائے عورت کے بال دو حصوں میں تقسیم کر کے قمیص کے اوپر سینے پر ڈال دینے چاہیے پھر بالوں کے اوپر خمار اوڑھایا جائے جو لفافہ کے نیچے ہو پھر ازار اور لفافہ لپیٹ دیا جائے، پھر کفن کے اوپر ایک کپڑا باندھ لیا جائے اور پاؤں کے اوپر بھی کپڑا باندھ لینا چاہے۔

مالکیہ...... کہتے ہیں: کفن کی کم از کم مقدار ایک کپڑا ہے اور اکثر مقدار سات کپڑے جب کہ طاق تعداد میں دفن کے کپڑوں کا ہونا مستحب ہے، چنانچہ تین کفن دو سے افضل ہیں مرد کے لئے اتنا کفن واجب ہے جس سے ستر عورت کا سامان ہو سکے باقی کپڑے سنت ہیں جو اس سے زائد ہوں وہ مندوب ہیں، رہی بات عورت کی سو اسکا پورا بدن ڈھانپنا واجب ہے۔

مالکی مذہب میں مشہور یہ ہے کہ مرد کے پانچ کپڑے ہوں ازار (جو ناف سے گھٹنوں تک ہو) قمیص جس کی آستینیں ہوں عمامہ اور دو لفافے، چونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے مقصود بیان اباحت ہے نہ کہ حد مقرر کرنا۔

عورت کو سات کپڑوں میں کفن دینا افضل ہے عورت کے لئے دو لفافے زیادہ ہوں گے یوں عورت کے لئے کل لفافوں کی تعداد چار ہوگی چونکہ یعلی ثقفیہ کی حدیث میں اباحت کو بیان کرنا مقصود ہے نہ کہ حد مقرر کرنا جیسے مرد کے کفن میں اوپر گزرا۔

خمار مستحب ہے جو عورت کے سر اور چہرے پر لپیٹا جائے جو کہ مرد کے عمامہ کے بدلہ میں ہو، اکنا شملہ رکھنا مندوب ہے جو مرد کے چہرے پر ڈال جائے، ریشم یا نجس کپڑے سے کفن دینا مکروہ ہے بشرطیکہ متبادل کپڑا دستیاب ہو ورنہ مکروہ نہیں۔

شافعیہ...... کہتے ہیں: کفن کی کم از کم مقدار ایک کپڑا ہے جو اعضاء مستورہ کو ڈھانپ دے یہ مرد کے بدن کا ناف اور گھٹنے کے درمیان کا حصہ اور عورت کا ہاتھ اور چہرے کے علاوہ سارا بدن ہے میت کے حق کی بنسبت ایک کپڑا واجب ہے اس کے سارا بدن کے لئے کافی ہے البتہ محرم مرد کا سر اور محرمہ کا چہرہ مستثنیٰ ہے چونکہ اس میں محرم کے اکرام کا تقاضا ہے۔

جب سادہ کپڑا دستیاب ہو تو ریشم اور عفران میں رنگے ہوئے کپڑے میں کو کفن دینا حرام ہے عورت کو ان کپڑوں میں کفن دینا جائز ہے لیکن مکروہ ہے۔

مرد کے لئے تین لفافوں کا ہونا افضل ہے چونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سابق حدیث میں یہی ہے، جیسا کہ حنفیہ کے نزدیک بھی

---

❶ ..... رواه احمد رواه ابو داؤد وفي بعض رجاله كلام عند البعض (المصب الراية ۲/۲۶۳)

ہے اور افضل یہ ہے کہ اس میں قمیص اور عمامہ نہ ہو دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے البتہ کراہت کے ساتھ چوتھا اور پانچواں کپڑا بھی جائز ہے یعنی قمیص اور عمامہ کا اضافہ کر لینے سے، چونکہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک بیٹے کو پانچ کپڑوں میں کفن دیا قمیص عمامہ اور تین لفافے۔ ❶

عورت اور خنثیٰ کے لئے پانچ لفافے ہونا افضل ہے.....ازار، قمیص، پھر خمار پھر دو لفافے چونکہ اس میں عورت کا زیادہ ستر ہے، اس سے زیادہ کفن کے کپڑوں کا ہونا مکروہ ہے، کفن دینے کی کیفیت یہ ہے کہ خوبصورت اور کھلا لفافہ پھیلایا جائے، دوسرا اس کے اوپر رکھا جائے تیسرا اس کے اوپر ہر لفافے کے اوپر حنوط اور کافور رکھی جائے پھر اس کے اوپر میت کو گدی کے بل رکھ دیا جائے اس پر حنوط اور کافور ہو پھر دونوں پلے لپیٹ کے باندھ دیئے جائیں جب میت قبر میں رکھی جائے تو وہ رسیاں جن کے ساتھ کفن باندھے ہوں کھول دی جائیں محرم مذکر کو سلا ہوا کپڑا نہ پہنایا جائے نہ اسکا سر ڈھانپا جائے اور محرمہ کا چہرہ نہ ڈھانپا جائے۔

حنابلہ..... کہتے ہیں کفن واجب ایک کپڑا ہے جو پورے بدن کو ڈھانپ دے خواہ عورت ہو یا مرد، افضل یہی ہے جیسا کہ شافعیہ کہتے ہیں کہ مرد کو تین سفید کپڑوں میں کفن دیا جائے اور کپڑوں کے درمیان خوشبو رکھی جائے، ان کپڑوں میں قمیص اور عمامہ نہ ہو کپڑے اس سے زائد بھی نہ ہوں اور کم بھی نہ ہوں۔ اس کی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سابق حدیث ہے دو کپڑوں میں بھی کفن دینا جائز ہے چونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے محرم کے بارے میں فرمایا تھا، جو سواری سے گر کر ہلاک ہو گیا تھا: اسے پانی اور بیری کے پتوں کے ساتھ غسل دو اور اسے دو کپڑوں میں کفن دے دو، تین کپڑوں سے زائد کپڑے مکروہ ہیں چونکہ اس میں مال کو ضائع کرنا ہے۔

احرام کے ممنوعات کو سامنے رکھتے ہوئے محرم کو بیری کے پتوں کے ساتھ غسل دیا جائے خوشبو نہ لگائی جائے، اور اس کے سر اور پاؤں نہ ڈھانپے جائیں۔

بچے کو ایک ہی کپڑے میں کفن دیا جا سکتا ہے، اگر تین کپڑوں میں بچے کو کفن دے دیا تو اس میں کوئی حرج نہیں اگر مرد کے لئے ایک کپڑا دستیاب نہ ہو جو اس کے پورے بدن کو ڈھانپتا ہو تو سر کو ڈھانپ دیا جائے اور پاؤں پر پتے اور گھاس ڈال دیا جائے۔

عورت کو پانچ کپڑوں میں کفن دینا افضل ہے یعنی قمیص، ازار، لفافہ، خمار اور پانچواں کپڑا جس سے عورت کی رانیں باندھی جائیں اس کی دلیل لیلیٰ ثقفیہ کی حدیث ہے دوسری روایت ام عطیہ رضی اللہ عنہ کی بھی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں ازار قمیص، خمار اور دو کپڑے مزید اور دیئے۔

کیفیت تکفین..... جیسا کہ شافعیہ کے مذہب میں گزر چکا ہے البتہ یہ معلوم رہے کہ خمار سر پر اوڑھایا جاوے گا ازار درمیان میں قمیص پہنائی جائے گی، کفن کے کپڑوں کو دھونی دی جائے اوپر والے لفافے پر خوشبو وغیرہ نہ رکھی جائے چونکہ حضرت عمر، ابن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم اسے مکروہ سمجھتے تھے، وہ کپڑا جو نعش پر رکھا جاتا ہے اس پر بھی خوشبو قسم کی کوئی چیز نہ رکھی جائے البتہ اعضائے سجدہ کو خوب خوشبو لگائی جائے، چونکہ ان اعضاء کا اکرام ہے اسی طرح بغلوں کے نیچے ناف میں بھی خوشبو لگائی جائے چونکہ ابن عمر رضی اللہ عنہ ان جگہوں میں خوشبو لگاتے تھے میت کے سر اور داڑھی کو بھی خوشبو لگائی جائے آنکھ کے اندر خوشبو لگانا مکروہ ہے چونکہ اس سے آنکھ خراب ہو جاتی ہے۔

اوپر والے لفافے کا پلو جو بائیں طرف کا ہو وہ دائیں طرف ڈال دیا جائے پھر دائیں طرف کا پلو بائیں طرف ڈال دیا جائے چونکہ قباء، چادر وغیرہ زندہ شخص اسی طرح اوڑھتا ہے پھر دوسرا اور تیسرا لفافہ اسی طرح لپیٹا جائے، پاؤں کی بنسبت سر کے نیچے کفن کا کپڑا زیادہ ہونا چاہیے چونکہ سر کی شرافت ہے اور ڈھانپنے کا زیادہ حقدار ہے چہرے اور سر سے جو کفن بچے وہ پاؤں پر کر دیا جائے تاکہ کفن میں میت صندوق کی مانند ہو اور

---

❶..... رواہ البیھقی

کفن منتشر نہ ہونے پائے اگر انتشار کا خطرہ ہو تو لفافے میں ہلکا کپڑا رکھ کر گرہ لگادی جائے پھر قبر میں رکھتے وقت گرہیں کھول دی جائیں۔ چونکہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ جب تم میت کو قبر میں داخل کرو تو کفن کی گرہیں کھول دو۔ ❶

اگر مردے کو زندہ شخص کی کسی قمیص میں کفن دیا گیا جس کی آستینیں ہوں اور کلیاں ہو اور کفن ازار اور لفافہ بھی ہو تو یہ جائز ہے اس میں کراہت نہیں ہے چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن ابی کو اپنی قمیص پہنائی جب وہ مر گیا۔ ❷

مرد وعورت کو ریشمی کپڑے میں کفن دینا حرام ہے، ایسے کپڑے میں بھی کفن دینا حرام ہے، جو سونا یا چاندی سے بنا ہوا ہو ہاں البتہ بوقت ضرورت جب متبادل کپڑا دستیاب نہ ہو تو اسی کپڑے میں کفن دیا جا سکتا ہے، عورت کے لئے ریشمی کپڑا اس لئے حرام ہے حالانکہ زندگی میں اسکے لئے مباح تھا چونکہ ریشمی کپڑا سامان زینت ہے اور محل شہوت ہے جب کہ موت پر سب ختم ہو چکا۔

تیسری چیز: وہ امور جو کفن میں مندوب (مستحب) ہیں..... کفن کی صفت اور مقدار کے ہوتے ہوئے مندرجہ ذیل امور مندوب ہیں۔

ا.....کفن سفید ہو کاٹن یا روئی کا ہو تو زیادہ ہی بہتر ہے چونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، سفید کپڑے پہنو چونکہ یہ تمہارے بہترین کپڑے ہیں اور انہی سفید کپڑوں میں اپنے مردوں کو بھی کفن دو۔ ❸

۲.....لوبان اور اگر وغیرہ سے کفن کو دھونی دینا اور طاق عدد میں دھونی دینا مندوب ہے چونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب تم کسی میت کو دھونی دو تو طاق عدد میں دو۔ ❹

البتہ محرم کو حنابلہ اور شافعیہ کے نزدیک خوشبو نہ لگائی جائے اس کی دلیل یہ ہے کہ ایک شخص سواری سے نیچے گر کر ہلاک ہو گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانی اور بیری کے پتوں کے ساتھ اسے غسل دو اور اسے اپنے ہی دو کپڑوں میں اسے خوشبو نہ لگاؤ، اس کا سر بھی نہ ڈھانپو چونکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے تلبیہ کہتے ہوئے زندہ کرے گا۔ ❺

مالکیہ اور حنفیہ کا اس میں اختلاف ہے چنانچہ یہ حضرت کہتے ہیں: اس شخص کا یہ واقعہ جزی واقعہ ہے اسے عموم حاصل نہیں لہٰذا اسی کے ساتھ خاص ہے۔ داؤدی نے امام مالک کی طرف سے یوں اعتذار کر دیا ہے کہ انھیں یہ حدیث پہنچی ہی نہیں ہوگی، اور جواب بھی یہ دیا گیا ہے کہ حدیث ظاہر ہے اور حج میں اسکا علت ہونا بھی واضح ہے لہٰذا یہ محرم کے لیے عام حکم ہے، اصول یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو حکم کسی ایک کے لئے ثابت ہو گا وہ دوسروں کے لئے بھی ثابت ہوگا۔ یہاں تک کہ دوسرے دلائل سے تخصیص ثابت ہو جائے۔ کفن کے کپڑوں کے اندر کافور رکھنا مندوب ہے روئی کے ساتھ کافور لگا کر آنکھوں ناک منہ، کان، اور مخرج میں لگانا اور سجدہ کے اعضاء پر لگانا بھی مندوب ہے، اسی طرح ڈھانپے اعضاء مثلاً بغلوں گھٹنوں کے اندر اور کانوں کے پیچھے لگانا بھی مندوب ہے۔

۳.....ایک کفن سے زائد ہونا، چنانچہ دو کفن ایک سے افضل ہیں کفن کے کپڑے طاق عدد میں ہوں۔

۴.....کفن طاق تعداد میں ہو، چنانچہ تین کپڑے دو اور چار سے افضل ہیں

۵.....کفن عمدہ ہونا چاہیے لیکن غلو اور حد سے تجاوز نہ کیا جائے، چونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کا سرپرست ہو وہ اس کا کفن اچھا رکھے ❻ مالکیہ اور حنفیہ کے نزدیک عمدہ کفن مندوب ہے، اور ایسا کپڑا ہو جو جمعہ کے روز پہنا جاتا

---

❶.....رواہ الترمذی ❷ رواہ البخاری ❸ رواہ الخمسة (احمد و اصحاب السنن الاربعة) النسائی و صححه الترمذی عن ابن عباس ورواہ ایضا الشافعی وابن حبان والحاکم والبیقهی وصححه ابن القطان (نیل الاوطار ۳۸/۴) ❹ رواہ احمد والبیهقی والبزار وقیل رجاله رجال الصحیح (نیل الاوطار ۴۰/۴) ❺ رواہ الجماعة عن ابن عباس۔ ❻ رواہ ابن ماجه والترمذی وسبق ذکر روایة اخری عن جابر عند احمد ومسلم والترمذی (نیل الاوطار ۳۴/۴)

ہے، تا کہ برکت کا حصول ممکن ہو۔

حنابلہ کے نزدیک کفن کا کپڑا ایسا ہونا واجب ہے جو جمعہ اور عیدین کے موقع پر پہنا جاتا ہے چونکہ شارع کی طرف سے کفن کو عمدہ رکھنے کا حکم ہے۔

شافعیہ کے نزدیک..... عمدہ کفن مستحب ہے چونکہ کفن کے اچھے ہونے سے مراد یہ ہے کہ کپڑا سفید ہو صاف ستھرا ہو پورا پورا ہو کفن کا ارفع ہونا مقصود نہیں چونکہ مبالغہ مکروہ ہے لہٰذا دھلا ہوا کفن نئے کفن سے افضل ہے چونکہ مآل کار کفن نے قبر میں پوشیدہ ہی ہو جانا ہے قطن دوسرے کپڑوں سے افضل ہے۔

سبھی علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ کفن میں مبالغہ کرنا اچھا نہیں چونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کفن میں غلومت کرو چونکہ کفن بہت جلد چھین لیا جاتا ہے۔ ❶

تیسرا فرض: میت پر نماز پڑھنا..... اس عنوان کے ذیل میں ان امور پر بحث ہوگی، نماز جنازہ کا حکم، نماز جنازہ کا زیادہ حقدار کون ہے، جب زیادہ جنازے جمع ہو جائیں، نماز جنازہ کے ارکان، امام جنازہ سے کہاں کھڑا ہو، مسبوق کی حالت، شرائط نماز کی نیت، نماز کی سنن، وقت دفن کے بعد میت پر نماز جنازہ، غائبانہ نماز جنازہ، مسجد اور قبرستان میں نماز جنازہ، اور نومولود کی نماز جنازہ۔

پہلی چیز: نماز جنازہ کا حکم..... میت جو شہید نہ ہو اس کی نماز جنازہ فرض کفایہ ہے اور یہ زندوں پر بالا جماع فرض کفایہ ہے جیسے تجہیز و تکفین اور دفن زندوں پر فرض کفایہ ہے ❷ جب اس فرض کو بعض لوگ ادا کر دیں تو باقی لوگوں کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا یہ اس امت کی خصوصیات میں سے ہے جیسے تہائی مال کی وصیت اس امت کی خصوصیت ہے، جب کہ صحابہ کرام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز پڑھی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ناتمام بچے اور مکمل بچے پر نماز جنازہ پڑھنے کا حکم دیا ہے نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کی نماز جنازہ پڑھی ہے۔ ❸

حنفیہ کے نزدیک نماز جنازہ مسلمان پر فرض ہے البتہ چار قسم کے لوگ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ وہ یہ ہیں باغی، ڈاکو جب لڑائی میں مارے جائیں اہل عصبیت، شہر میں اسلحہ لے کر زبردستی گھس آنے والے یا گلے گھونٹنے والی جماعت۔

باغی..... مسلمانوں کی وہ جماعت ہے جو مسلمانوں کے امام (حکمران) کے حکم سے ناحق عدول کر جائیں اور بغاوت کر بیٹھیں مرنے والوں کو نہ ہی غسل دیا جائے گا اور نہ ہی ان پر نماز پڑھی جائے گی ایسا ان کی تحقیر اور اہانت ورسوائی کے لئے کیا جائے گا تا کہ دوسروں کو عبرت ہو، یہ تب ہے جب باغی دوران جنگ قتل ہوں اگر امام کی رٹ چلنے کے بعد یا سرینڈر کرنے کے بعد باغی قتل ہوئے تو غسل بھی دیا جائے گا اور ان پر نماز بھی پڑھی جائے گی چونکہ اس صورت میں باغیوں کا قتل ایک پالیسی اور سیاست کے تحت ہوگا تا کہ ان کی شوکت ٹوٹ جائے یہ حد کے حکم میں ہے چونکہ اس کا نفع عوام الناس کو جاتا ہے۔

راہزن ڈاکو..... یہ بھی مسلمانوں کی جماعت ہے جو راہگیروں کے اموال لوٹنے کے لئے کے لئے خروج کر لیتے ہیں انھیں بھی غسل دیا جائے گا اور نہ ہی ان پر نماز پڑھی جائے گی جب امام کو ان پر کنٹرول حاصل ہو گیا اور پھر مقتول پائے گئے تو غسل بھی دیا جائے گا اور نماز بھی پڑھی جائے گی چونکہ ایسی حالت میں راہزن کو قتل کرنا بطور حد یا بطور قصاص تھا۔

---

❶..... رواه ابوداؤد عن علي وهو حديث حسن۔ ❷ الدر المختار وردالمحتار ۱/۸۱۱ مراقی الفلاح ۹۸ المهذب ۱/۱۳۲۔ ❸ روى الصلاة على النبي ابن ماجه عن ابن عباس وروى وابوداؤد الصلوة على السقط عن المغيرة وروى احمد والنسائي والترمذي الصلاة على الطفل وروى احمد وشيخان الصلاة على النجاشي (نيل الاوطار ۴/۴)

اگر کوئی باغی یاڈاکو طبعی موت مرا خواہ دار وگیری سے پہلے یا بعد اس پر نماز پڑھی جائے گی۔

اہل عصبہ یا اہل عصبیہ...... یہ وہ جماعت ہے جو ظلم وتعدی کی بنا پر ایک دوسرے کا تعاون کرنے لگیں یا قوم وقبیلہ کے لئے اکٹھے ہوئے ہوں، اہل عصبیت میں سے اگر کوئی ہلاک ہو جائے تو اس کا حکم باغی جیسا ہے جو اوپر گزر چکا ہے ان میں جو شخص پتھر لگنے سے اس دوران مر جائے اسکا بھی یہی حکم ہے البتہ اگر جدا جدا ہو جانے کے بعد کوئی مر جائے تو اس پر نماز پڑھی جائے گی۔

شہر میں گھس آنے والا...... حنفیہ کے نزدیک مفتی بہ رائے کے مطابق ان سے مراد بھی راہزن ہیں یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے چنانچہ جب کوئی شخص اسلحہ لے کر شہر میں داخل ہو رات کا وقت یا دن کے وقت یا گلے گھونٹنے والی جماعت داخل ہو، سیاستاً انھیں قتل کیا جائے گا، تاکہ فساد نہ پھیلنے پائے اور اسکا شر بھی جاتا رہے اسکا حکم راہزن اور ڈاکو جیسا حکم ہے یعنی نہ غسل دیا جائے گا، اور نہ ہی نماز پڑھی جائے گی۔

والدین میں سے کسی ایک کو جو قتل کردے اس پر نماز نہیں پڑھی جائے گی تاکہ اس کی رسوائی ہو یہ تب ہے جب امام اسے قصاصاً قتل کردے، البتہ اگر طبعی موت مر جائے تو نماز پڑھی جائے گی۔

جو شخص جان بوجھ کر اپنے آپ کو قتل کردے (خودکشی کردے) اسے غسل دیا جائے گا اور نماز بھی پڑھی جائے گی حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک یہی قول مفتی بہ ہے اگرچہ اس کا گناہ دوسرے کو قتل کرنے والے سے عظیم تر ہے چونکہ یہ فاسق ہوتا ہے اور زمین پر فساد پھیلانے والا نہیں ہوتا، اگر اپنی ذات پر ظلم کرنے والا ہوتا ہے جیسے مسلمانوں کے باقی فساق۔

جبکہ فقہاء کی ایک جماعت جیسے امام ابو یوسف، اور ابن ہمام کی رائے ہے کہ خودکشی کرنے پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی، چونکہ صحیح مسلم کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص لایا گیا جس نے خودکشی کی ہوئی تھی آپ نے اس پر نماز نہیں پڑھی۔ ❶

مالکیہ کہتے ہیں جو شخص حد یا قصاص میں مارا جائے امام اس پر نماز جنازہ نہ پڑھے جب کہ امام کے علاوہ باقی لوگ اس پر نماز پڑھ لیں، ❷ چونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماعز رضی اللہ عنہ پر نماز نہیں پڑھی، اور آپ نے کسی کو ان پر نماز جنازہ پڑھنے سے منع نہیں کیا۔ ❸

مالکیہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اہل فضل (علماء اور صلحاء) کو اہل بدعت پر نماز جنازہ پڑھنے سے اجتناب کرنا چاہئے، اور اس شخص کی نماز جنازہ بھی نہ پڑھیں جو ظاہراً کبیرہ گناہ کرتا ہو۔

حنابلہ نے نماز جنازہ کی فرضیت سے شہید اور ظلماً مقتول کی نماز جنازہ کو مستثنیٰ کیا ہے یعنی ان پر نماز جنازہ پڑھنا فرض ہیں۔ جیسے جمہور نے حنفیہ کے علاوہ شہید کو مستثنیٰ کیا ہے، یہ ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت میں خیانت کرنے والے پر نماز جنازہ چھوڑ دی ہے اور خودکشی کرنے والے پر بھی نماز نہیں پڑھی۔ ❹

دوسری چیز: نماز جنازہ پڑھانے کا حقدار کون ہے...... اس بارے میں فقہاء کی تین آراء ہیں۔ ❺

پہلی رائے: حنفیہ کی رائے...... اگر سلطان موجود ہو تو وہ نماز جنازہ پڑھنے کا حقدار ہے، اگر سلطان نہ ہو تو اسکا نائب زیادہ حقدار ہے چونکہ سلطنت کا یہی تقاضا ہے نیز سلطان اور اس کے نائب کو مقدم نہ کرنے میں انکی تحقیر وتذلیل ہے، اگر نائب بھی موجود نہ ہو تو قاضی نماز

---

❶...... رواہ مسلم عن جابر بن سمرۃ ❷ بدایۃ المجتہد ۱/ ۲۳۱ القوانین الفقہیۃ ۹۴ شرح الرسالہ ۱/ ۲۷۶۔ ❸ رواہ ابوداؤد ❹ الاوّل رواہ احمد واصحاب السنن الا الترمذی عن زید بن خالد الجھنی والثانی رواہ الجماعۃ الا البخاری عن جابر بن سمرۃ (نیل الاوطار ۴/ ۴۶) ❺ دیکھئے فتح القدیر ۱/ ۴۵۷ الدرالمختار ۱/ ۸۲۳ اللباب ۱/ ۱۳۱ مراقی الفلاح ۹۴ بدایۃ المجتہد ۱/ ۲۳۳ القوانین الفقہیۃ ۹۴ الشرح ۱/ ۵۵۸ مغنی المحتاج ۱/ ۳۴۶ المغنی: ۲/ ۴۸۰ کشاف القناع ۲/ ۱۲۷۔

جنازہ پڑھائے چونکہ قاضی کو ولایت عام حاصل ہوتی ہے، اگر قاضی بھی موجود نہ ہو تو بستی کا امام نماز پڑھائے چونکہ میت زندگی میں اس کے پیچھے نماز پڑھنے پر راضی تھا لہٰذا، بعد از وفات وہی اس پر نماز جنازہ پڑھانے کا حقدار ہے، پھر مذکر عصبات میں سے جو ولی ہو وہ مقدم ہوگا البتہ باپ بیٹے پر مقدم ہوگا۔ پھر اقرب فالاقرب کی ترتیب کے مطابق اولیاء مقدم ہوں گے اسی ترتیب کے مطابق جو نکاح میں کارفرماں ہوتی ہے اور اولیاء میں جسے حق تقدم حاصل ہو وہ دوسرے کو اجازت دے سکتا ہے، جس شخص کو تقدم کی ولایت حاصل ہو تو وصیت کی صورت میں دوسرا شخص زیادہ حقدار ہوگا اور یہی مفتی بہ قول۔ چونکہ وصیت باطل ہے۔

اگر میت پر ولی سلطان یا نائب کے علاوہ کسی اور نے نماز پڑھی تو ولی اعادہ کرسکتا ہے ولی چاہے تو قبر ہی پر اعادہ کرسکتا ہے چونکہ ولی کو حق ولایت حاصل ہوتا ہے اگر ولی نے نماز پڑھ دی ہو تو دوسرا شخص دوبارہ نماز نہیں پڑھ سکتا چونکہ پہلی نماز پڑھنے سے فرض ادا ہو چکا جب کہ نفلی نماز جنازہ غیر مشروع ہے۔

اگر بغیر نماز جنازہ کے میت کو دفن کر دیا گیا تو قبر پر ہی نماز جنازہ پڑھی جائے جب تک میت کے پھولنے اور پھٹنے کا خدشہ اور ظن غالب نہ ہو۔ حال، زمانہ اور جگہ کے مختلف ہونے سے حکم مختلف ہوسکتا ہے۔ ❶

دوسری رائے مالکیہ اور حنابلہ کی رائے...... میت پر نماز جنازہ پڑھانے کا زیادہ حقدار وہ شخص ہے جس کی میت نے وصیت کی ہو چونکہ صحابہ کا عمل اسی پر رہا ہے۔ چنانچہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کی نماز جنازہ پڑھائیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی کہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ ان کی نماز جنازہ پڑھائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے وصیت کی تھی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ان کی نماز جنازہ پڑھائیں ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے وصیت کی تھی کہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ ان کی نماز جنازہ پڑھائیں پھر والی یا امیر نماز جنازہ پڑھانے کا زیادہ حقدار ہے، چونکہ حدیث ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو اس کی سلطنت میں امامت نہ کرائے پھر اولیاء عصبات ترتیب نکاح کے مطابق نماز جنازہ کا حق رکھتے ہیں لہٰذا باپ مقدم ہوگا اسی طرح اوپر چلے جائیں۔ پھر بیٹا اگرچہ نیچے آجائیں پھر اقرب فالاقرب کے اصول کے مطابق رشتہ دار نماز پڑھانے کے حقدار ہیں، لہٰذا بھائی مقدم ہوگا پھر چچا پھر چچازاد بھائی علی ھذا۔

لیکن مالکیہ کے نزدیک بھائی اور بیٹا دادا پر مقدم ہوگا چونکہ بیٹا بنوۃ کا نتیجہ ہے اور دادا ابوۃ کا نتیجہ ہے مالکیہ کے نزدیک جب مرد نہ ہوں تو عورتیں علیحدہ علیحدہ نماز پڑھائیں چونکہ مالکیہ کے نزدیک عورتوں کی امامت درست نہیں۔

افضل فالافضل مقدم ہوگا لہٰذا مرد عورتوں پر مقدم ہوں گے بڑے چھوٹوں پر مقدم ہوں گے اسی طرح جس شخص کو دینی برتری حاصل ہوگی وہ مقدم ہوگا اگر سبھی برابر ہوں تو معمر مقدم ہوگا اگر عمر میں سب برابر ہوں تو ان میں سب سے زیادہ کتاب اللہ کا قاری ہو۔

مثلاً قرعہ ڈالا جائے گا یا باہمی رضامندی سے جسے امامت کے لئے منتخب کریں۔ یہ مالکیہ کا قول ہے جب کہ حنابلہ کے نزدیک وہی شخص نماز جنازہ میں مقدم ہوگا جو فرض نمازیں پڑھانے کا زیادہ حقدار ہو، چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے لوگوں کو وہ شخص امامت کرائے جو ان میں سب سے زیادہ کتاب اللہ کا قاری ہو۔

تیسری رائے شافعیہ کی جدید رائے...... ولی نماز جنازہ پڑھانے کا زیادہ حقدار ہے اگرچہ میت نے غیر ولی کے لئے وصیت کی ہو، چونکہ وصیت اسکا حق ہے لہٰذا اسقاط سے وصیت کا نفاذ نہیں ہوگا جیسے وراثت چونکہ نماز جنازہ سے مقصود میت کے لئے دعا کرنا ہے اور قریبی رشتہ دار کی دعا قبولیت کے زیادہ قریب ہے چونکہ قریبی رشتہ دار کا دل دکھا ہوتا ہے اور وہ غمزدہ ہوتا ہے۔ صحابہ کرام نے جو نماز جنازہ کی وصیتیں کی

---

❶ ...... مثلاً سندھ میں گرمی شدید ہوتی ہے زیادہ سے زیادہ میت قبر میں تین دن کے بعد پھول جاتا ہے جب کہ کشمیر میں ہفتہ تک بھی نہیں پھولتا۔

تھیں وہ اس پر محمول ہیں کہ اولیاء نے انھیں اجازت دے دی تھی۔لہٰذا باپ مقدم ہوگا پھر دادا پھر اس کے اوپر پھر بیٹا پھر پوتا اگر چہ نیچے آ جائیں پھر بھائی ظاہر مذہب میں ہے کہ حقیقی بھائی باپ شریک بھائی پر مقدم ہوگا۔ پھر حقیقی بھتیجا پھر باپ شریک بھائی کا بیٹا پھر وارثت کی ترتیب کے مطابق بقیہ عصبات لہٰذا حقیقی چچا مقدم ہوگا پھر باپ شریک چچا پھر حقیقی چچا کا بیٹا پھر باپ شریک چچا کا بیٹا۔

پھر ذوی الارحام اقرب فالا اقرب کے اصول پر لہٰذا ماں کا باپ یعنی نانا مقدم ہو پھر ماں شریک بھائی پھر ماموں پر ماں کا چچا۔

اگر دو ولی جمع ہو جائیں جو ایک ہی درجہ کے ہوں جیسے دو بیٹے یا دو بھائی اور وہ دونوں امامت کرا سکتے ہوں تو معمر کو مقدم کیا جائے گا۔

تیسری چیز: زیادہ جنازے جمع ہونے کی حالت......تمام مذاہب میں بالاتفاق متعدد جنازوں پر دفعۃً نماز جنازہ پڑھنا جائز قرار دیا گیا ہے۔ جب کہ علیحدہ علیحدہ جناز پڑھنا افضل ہے افضل فالافضل کو مقدم کیا جائے گا چونکہ نفرادی طور پر جنازہ پڑھنے کا عمل اکثر ہے اور قبولیت کے زیادہ قریب ہے۔

ایک سے زیادہ جنازے جمع ہونے کی حالت میں حنفیہ کہتے ہیں کہ عرضاً ایک صف بنائی جائے اور امام افضل کے پاس کھڑا ہو یا طولاً قبلہ رو صف بنائی جائے بایں طور کہ ہر جنازے کا سینہ امام کی سامنے ہو اور اس کے محاذی ہو۔

چوتھی چیز: نماز جنازہ کے ارکان سنن اور کیفیت......حنفیہ کے نزدیک نماز جنازہ کے دو رکن ہیں، مالکیہ کے نزدیک پانچ ارکان ہیں شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک سات ارکان ہیں۔

حنفیہ کا مذہب......حنفیہ کے نزدیک نماز جنازہ کے دو ارکان ہیں ❶ چار تکبیرات، قیام اور پہلی تکبیر۔ تکبیر تحریمہ رکن ہے شرط نہیں لہٰذا اس پر دوسری تکبیر کی بنا جائز نہیں ہے، چار تکبیرات میں سے ہر ایک تکبیر رکعت کے قائم مقام ہے، اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیرنا واجب ہے۔ گویا حنفیہ کے نزدیک واجب صرف ایک ہی چیز ہے اور وہ سلام ہے جب کہ رکن اور چیزیں ہیں تکبیر اور قیام نیت شرط ہے رکن نہیں نماز جنازہ سوار ہو کر یا بیٹھ کر جائز نہیں ہے۔❷

سنتیں......نماز جنازہ کی تین سنتیں ہیں، تحمید وثناء اور دعا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم: پر درود بھیجنا۔ تحمید اور ثناء تو **سبحانک اللھم وبحمدك** یہ پہلی تکبیر کے بعد پڑھی جائے گی، درود دوسری تکبیر کے بعد پڑھا جائے گا میت کے لئے دعا تیسری تکبیر کے بعد پڑھی جائے گی نمازیوں کی تین صفیں ہونا مستحب ہے چونکہ حدیث ہے جس شخص پر تین صفیں نماز جنازہ پڑھیں اس کی بخشش ہو جاتی ہے۔

کیفیت......مقدم صرف پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھائے پھر اس کے بعد ثناء پڑھے، پھر دوسری تکبیر کہہ کر تشہد کی طرح درود شریف پڑھے چونکہ دعا سے پہلے درود شریف پڑھنا مسنون ہے پھر تیسری تکبیر کہے اس کے بعد اپنے لئے مسلمانوں کے لئے اور میت کے لئے دعا کرے، پھر چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیرے چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آخری نماز جنازہ پڑھائی تھی اس میں چار تکبیریں کہی ہیں گویا چوتھی تکبیر حلال ہونے کا وقت ہے اور یہ سلام کے ساتھ ہو جاتا ہے اس تکبیر کے بعد دعا نہیں بلکہ صرف سلام ہے، ظاہر الروایۃ میں یہی ہے بعض مشائخ حنفیہ نے یہ دعائیں پڑھنا آخری تکبیر کے بعد مختار سمجھی ہیں۔

ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الاخرة حسنة وقنا عذاب النار اور **ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذھدیتنا...... الآیة**

نماز جنازہ میں قرأت اور تشہد نہیں ہے، اگر امام نے پانچ تکبیریں کہہ دیں تو اس کی اتباع نہیں کی جائے گی مقدم انتظار کرے یہاں تک کہ

---

❶ الدر المختار ۱/۸۱۳ مراقی الفلاح ۹۸ فتح القدیر: ۱/۴۵۹۔ ❷ روی عن حدیث ابن عباس عند الحاکم ومن حدیث عمر بن الخطاب عندا لبیھقی والطبرانی، ومن حدیث ابن ابی خیثمه عند ابن عبد البر ومن حدیث انس عند الحارث بن ابی اسامة فی مسنده (نصب الرایة ۲/۲۶۷)

امام کے ساتھ سلام پھیرے دعا میں کوئی چیز معین نہیں ہے، تیسری تکبیر کے بعد ماثور دعا کرنا زیادہ بہتر ہے ان دعاؤں میں سے ایک یہ بھی ہے اللھم اغفرله

وارحمه وعافه واعف عنه واکرم نزله ووسع مدخله واغسله با لماء والثلج والبرد
ونقه من الخطایا کما ینقی الثوب الابیض من الدنس وابدله دارا خیراً من داره واهلا
خیراً من اهله وادخله الجنة وقه فتنه القبر وعذاب النار❶

ایک ماثور دعا یہ بھی ہے:

اللهم اغفر لحینا ومیتنا وشاهدنا وغائبنا وصغیرنا وکبیرنا وذکرنا وانثانا اللهم من احییته منا فاحیه علی الاسلام ومن توفیته منا فتوفه علی الا یمان اللهم لا تحر منا اجره ولا تضلنا بعده❷

مجنون اور بچے کے لئے استغفار نہ کیا جائے چونکہ ان دونوں کا گناہ نہیں ہوگا بلکہ ان کی دعا میں یوں کہے۔❸

اللهم اجعله لنا فرطا واجعله لنا اجرا وذخرا واجعله لنا شافعًا ومشفعًا

مالکیہ کا مذہب...... مالکیہ کے نزدیک نماز جنازہ کے پانچ ارکان ہیں۔

اول......نیت یعنی نماز جنازہ سے میت پر نماز پڑھنے کا ارادہ ہو، یا مسلمان مردوں میں سے جو حاضر ہوں ان پر نماز پڑھنے کا قصد ہو مردے کا مذکر یا مونث ہونے کی معرفت شرط نہیں فرض کفایہ کا عدم استحضار میں کوئی نقصان نہیں، مذکر و مونث ہونے کا اعتقاد بھی ضروری نہیں۔

دوم......دوسرا رکن چار تکبیرات ہیں چار میں کمی بیشی نہیں ہونی چاہیے چونکہ ہر تکبیر ایک رکعت کے قائم مقام ہے اگر امام نے جان بوجھ کر یا بھولے سے پانچویں تکبیر زائد کہہ دی تو اس کا انتظار نہیں کیا جائے گا بلکہ اس سے پہلے ہی سلام پھیر دیں جب کہ تکبیر من کل وجہ رکعت کی طرح نہیں، اگر انتظار کریں تو امام کے ساتھ سلام پھیریں اور نماز صحیح ہوگی۔

اگر امام نے چار سے کم تکبیریں کہیں تو امام کو تسبیح کہہ کر آگاہ کیا جائے، اگر امام نے چوتھی تکبیر کہہ دی تو اس کے ساتھ مقتدی بھی تکبیر کہیں اور اس کے ساتھ سلام پھیریں اگر امام رجوع نہ کرے تو مقتدی اپنے تئیں تکبیر کہیں اور سلام پھیرلیں ان کی نماز صحیح ہوگی۔

چنانچہ بعض اسلاف کا موقف ہے کہ نماز جنازہ کی تکبیرات چار سے زائد ہیں اور بعض کا موقف ہے کہ چار سے کم ہیں۔

شیعہ امامیہ کی رائے ہے کہ نماز جنازہ کی پانچ تکبیرات ہیں❹ اور ان کے درمیان چار دعائیں ہیں اور کوئی دعا متعین نہیں ہے، چار سے زائد تکبیرات کے قائلین کی دلیل حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ انھوں نے نماز جنازہ پڑھی اور نماز میں پانچ تکبیرات کہیں پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: میں نہ ہی بھولا ہوں اور نہ ہی مجھ سے وہم ہوا ہے البتہ میں نے اسی طرح تکبیرات کہی ہیں جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہی ہیں آپ نے ایک جنازے پر نماز پڑھائی اور پانچ تکبیرات کہیں۔❺

جمہور اہل سنت والجماعت نے چار تکبیرات کو راجح قرار دیا ہے نیز چار تکبیرات کی روایت صحیحین میں ہے اور اس پر عمل کرنے پر صحابہ کا اجماع بھی ہے اور یہ آپ کا آخری عمل بھی تھا۔❻

سوم......تکبیرات کے درمیان میت کے لئے دعائیں کرنا، اگر چہ اللھم اغفرلہٗ یہی کر دی جائے، اور چوتھی تکبیر کے بعد اگر چاہے تو دعا کرے، چاہے تو دعا نہ کرے اور سلام پھیر دے مشہور یہ ہے کہ دعا واجب نہیں ہے جب کہ دردیر کے نزدیک مختار ہے کہ اس تکبیر کے بعد دعا

---

❶......رواه مسلم والترمذی والنسائی عن عوف بن مالک❷رواه مسلم واصحاب السنن الاربعة❸الشرح الصغیر ۱/۵۵۳ القوانین الفقهیة ۹۴ شرح الرسالة ۱/۲۸۰ الشرح الکبیر ۱/۴۱۱ بدایة المجتهد ۱/۲۲۶۔❹المختصر النافع فی فقه الامامة ۲۴۔❺رواه احمد وفی اسناده یحیی بن عبد الله الجابری و هو متکاع به۔❻اخرجه الحاکم عن ابن عباس۔

واجب ہے، نماز جنازہ میں سورت فاتحہ کی قرأت نہیں لیکن احناف کی رعایت ورع میں سے ہے۔

اگر سامنے میت دو ہوں تو دعا میں تثنیہ کا صیغہ استعمال کرے اگر دو سے زیادہ ہوں تو جمع کا صیغہ استعمال کرے، دو ہونے کی حالت میں یوں کہے: **اللھم انھما عبداك وابنا عبیدك وابنا امتك كانا یشھدا:** جماعت کے لئے یوں کہے: **اللھم انھم عبیدك ابناء عبیدك ابناء اماتك كانوا یشھدون**۔ اگر مرد عورتیں جمع ہوں تو مؤنث پر مذکر کو تغلیب دے۔

میت کے لئے دعا کرنے کی دلیل یہ حدیث ہے، جب تم میت پر نماز پڑھو تو اس کے لئے اخلاص۔

کے ساتھ دعا کرو ❶ ہر تکبیر کے بعد امام اور مقتدی کی طرف سے دعا ہو، میت کے لئے کم از کم یہ دعا تو ضرور ہو۔ **اللھم اغفر له، یا اللھم ارحمه** یا اس کے معنی میں جو دعا بھی ہو۔

سب سے اچھی دعا وہ ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اور ثناء ودرود کے بعد یوں کہے:

اللھم انه عبدك وابن عبادك وابن امتك كا ن یشھد ان لااله الاالله وان محمداً
عبد ك ورسولك وانت اعلم به اللھم ان كان محسنا فزد فی احسانه
وان كان مسیئا فتجاوز عن سیئاته اللھم لاتحرمنا اجره ولا تفتنا بعده

یا اللہ یہ میت تیرا بندہ ہے تیرے بندوں کا بیٹا ہے تیری بندی کا بیٹا ہے یہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی دیتا رہا ہے، اور تو اسکا بخوبی علم رکھتا ہے، یا اللہ اگر یہ نیکوکار تھا تو اسکی نیکی میں اضافہ فرما، اور اگر گناہگار تھا تو اس کے گناہوں کو معاف فرما، یا اللہ اس کے اجر وثواب سے ہمیں محروم نہ کر اور اس کے بعد ہمیں فتنہ میں نہ ڈالنا۔ ❷

اگر عورت کا جنازہ ہو تو یہ دعا پڑھے (یعنی تیسری تکبیر کے بعد) **اللھم انھا امتك وبنت عبدك وبنت عبدك** الخ بچہ ہو تو یہ پڑھے:۔

اللھم انه عبدك وابن عبدك انت خلقته ورزقته وانت امته وانت تحییه
اللھم اجعله لوالد یه سلفا وذخرا وفرطا واجرا وثقل به موا زینھما واعظم به اجورھما
وتفتنا وایاھما بعده اللھم الحقه بصالح سلف المؤ منین فی كفا لة ابراھیم
وابد له دارا خیرا من داره واھلا خیراً من اھله وعا فه من فتنه القبر وعذاب جھنم

چہارم..... جہراً ایک سلام پھیرنا اور امام کے علاوہ باقی لوگ آہستہ سے سلام پھیریں۔

پنجم..... جو شخص قدرت رکھتا ہو اسکا قیام کرنا، جو عاجز ہو اس کے لئے قیام رکن نہیں۔

مندوبات (مستحبات)

۱..... صرف پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرنا۔

۲..... الحمدللہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج کر دعا کی ابتدا کرنا مثلاً یوں کہے:

الحمدلله الذی امات واحیا والحمد لله الذی یحیی الموتی وھو علی كل شیءٍ قدیر،
اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد وبارك علی محمد وعلی آل محمد

---

❶..... رواه ابوداؤد وابن حبان وابن ماجه وفیه ابن اسحاق وقد عنعن (نیل الاوطار ۴/۶۳) ❷ وروی ایضا عن ابی قتادة رواه احمد والبیھقی وذكر الشافعی وسنده ضعیف (الجموع ۵/۱۹۳)

کما صلیت وبارکت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم فی العالمین انك حمید مجید

۳.....دعا پڑھنا۔

۴.....اگر میت مذکر ہوتو امام اس کے درمیان کے مقابل کھڑا ہو اور اگر عورت یا خنثیٰ ہوتو کاندھوں کے برابر کھڑا ہو بایں طور کہ میت کا سر امام کی دائیں طرف ہو۔ البتہ روضہ شریفہ میں میت کا سر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کی طرف ہو ورنہ سوء ادب لازم آئے گا۔

ان کی دلیل حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ ایک عورت دوران نفاس فوت ہوگئی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم میت کے درمیان (کے مقابل) میں کھڑے ہوئے ❶ چنانچہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح میں لکھا ہے کہ مصنف یعنی بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمۃ الباب قائم کیا اور مرد وعورت میں کوئی فرق روا نہیں رکھا اور ابوداؤد اور ترمذی نے جو انس بن مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت نقل کی ہے کہ انھوں نے ایک شخص کی نماز پڑھائی اور اس کے سر کے برابر کھڑے ہوئے اور ایک عورت کی نماز پڑھائی اور س کے دھڑ کے برابر کھڑے ہوئے اس روایت کے ضعف کی طرف اشارہ کیا۔

نماز کی کیفیت......مشہور طریقہ کے مطابق نماز جنازہ کی کیفیت کچھ یوں ہے کہ پہلے تکبیر کہی جائے پھر ثناء پھر درود ابراہیمی اور پھر میت کے لئے دعا یہ سب تکبیر کے بعد پڑھے جائیں۔ پھر چوتھی تکبیر کے بعد یہ دعا پڑھے:

اللھم اغفر لحینا ومیتنا وحاضر نا وغائبنا وصغیر نا وکبیر نا وذکرنا وانثا نا انك تعلم متقلبنا ومثوانا ولوالدینا ولمن سبقنا بالا یمان وللمسلمین والمسلما ت المؤمنین والمؤمنات الا حیاء منھم والاموات اللھم من احییتہ منا طیبنا للموت وطیبہ لنا واجعل لنا واجعل فیہ راحتنا ومسر تنا پھر سلام پھیر دے۔

شافعیہ اور حنابلہ......کہتے ہیں نماز جنازہ کے سات ارکان ہیں ❷ البتہ نیت حنابلہ کے نزدیک شرط ہے رکن نہیں ہے جیسا کہ حنفیہ کہتے ہیں۔

۱.....نیت جس طرح باقی نمازوں کے لیے رکن ہے اسی طرح نماز جنازہ کے لئے بھی رکن ہے، چونکہ فرمان نبوی ہے اعمال کا دارومدار نیت پر ہے، نیت کا طریقہ ہے کہ میت پر نماز پڑھنے کی نیت کرے یا سامنے موجود جنازوں کی نیت کرے، مطلق فرض کی نیت بھی کافی ہے، اور میت کی تعیین واجب نہیں ہے، اگر تعیین کی لیکن خطا ہوئی تو شافعیہ کے نزدیک نماز جنازہ باطل ہوجائے گی۔

تکبیر کے بعد دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھے، حنابلہ کے نزدیک ناف کے نیچے ہاتھ رکھے شافعیہ کے نزدیک ناف اور سینے کے درمیان رکھے سورت فاتحہ سے پہلے تعوذ اور بسم اللہ پڑھے افتتاح نہ پڑھے چونکہ یہ نماز تخفیف پر مبنی ہے اسی لیے اس نماز میں فاتحہ کے بعد سورت مشروع نہیں۔

۲.....تکبیر تحریمہ کے ساتھ چار تکبیرات کہنا، چونکہ صحیحین میں حضرت انس وغیرہ کی روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ پر چار تکبیرات کہیں صحیح مسلم میں روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کی وفات کی خبر اسی دن دی جس دن نجاشی نے وفات پائی، آپ نماز گاہ کی طرف تشریف لے گئے، اور چار تکبیرات کہیں اسی طرح مسلم میں ابن عباس کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میت دفن ہوجانے کے بعد قبر پر نماز جنازہ پڑھی اور چار تکبیرات کہیں'' جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اسی طرح نماز پڑھو جس طرح تم مجھے نماز پڑھتے دیکھو اگر امام نے پانچ تکبیرات کہیں تو نماز باطل نہیں ہوگی یہی شافعیہ کے نزدیک اصح ہے مقتدی امام کی اتباع نہ کرے

---

❶.....رواہ الجماعۃ وحسنۃ الترمذی (نیل الاوطار ۴/۶۶) ❷مغنی المحتاج ۱/۳۴۰ المھذب ۱/۱۳۳ المجموع ۵/۱۸۴ المغنی ۲/۴۸۵ کشاف القناع ۲/۱۳۰

بلکہ سلام پھیر لے یا انتظار کرے اور امام کے ساتھ سلام پھیرے۔

حنابلہ کہتے ہیں: اگر امام پانچ تکبیریں کہے تو مقتدی ایک تکبیر کہہ دے اور سات تکبیروں سے زائد کہنا جائز نہیں اور چار سے کم بھی نہ کہے۔ افضل یہ ہے کہ چار سے زائد نہ کہے تا کہ اختلاف سے بچ جائے۔

۳.....پہلی تکبیر کے بعد سورت فاتحہ پڑھنا، جیسے دوسری نمازوں میں سورت فاتحہ پڑھی جاتی ہے۔

اس کی دلیل بخاری وغیرہ کی روایت ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ میں سورت فاتحہ پڑھی، اور کہا: جان لو یہ سنت ہے سورت فاتحہ پڑھنے کا مقام پہلی تکبیر کے بعد ہے، جیسے بیہقی کے روایت نقل کی ہے شافعیہ کے نزدیک معتمد یہ ہے کہ پہلی تکبیر کے علاوہ دوسری تیسری یا چوتھی تکبیر کے بعد بھی فاتحہ پڑھ لینا کافی ہے۔

۴.....رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود ابراہیمی پڑھنا، جو کہ دوسری تکبیر کے بعد پڑھا جائے چونکہ اسلاف کا اسی پر عمل رہا ہے شافعیہ کے نزدیک اصح یہ ہے کہ آل پر درود بھیجنا واجب نہیں ہے جب کہ حنابلہ کے نزدیک واجب ہے اور وہی درود ہو جو تشہد میں پڑھا جاتا ہے اس پر اضافہ نہ کرے۔

۵.....تیسری تکبیر کے بعد خصوصیت کے ساتھ میت کے لئے دعا کرنا چونکہ یہی نماز کا عظیم مقصد ہے اس سے پہلے کی جملہ چیزیں دعا کے لئے مقدمہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اسی کی دلیل حدیث سابق ہے کہ جب تم کسی میت پر نماز جنازہ پڑھو تو اس کے لئے پورا اخلاص کے ساتھ دعا کرو کم از کم دعا اللّٰھم ارحمہ واللّٰھم اغفرلہٗ پڑھے مکمل دعا بعد میں آیا چاہتی ہے مومنین ومومنات کے لیے دعا کرنا کافی نہیں تیسری تکبیر کے بعد دعا کرنا واجب ہے چونکہ اسی میں اتباع سنت ہے چوتھی تکبیر کے بعد دعا واجب نہیں۔

۶.....تکبیروں کے بعد سلام پھیرنا، یہ سلام بھی دوسری نمازوں کی طرح دو مرتبہ پھیرنا ہے، چنانچہ بیہقی نے جید سند سے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ میں ایسے ہی سلام پھیرتے تھے جیسے دوسری نماز میں پھیرتے تھے۔

۷.....قیام کرنا، اگر قیام کی قدرت ہو، جیسے نماز کے دوسرے فرائض ہوتے ہیں علماء میں اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ سوار ہو کر نماز جنازہ ناجائز ہے چونکہ سواری کی صورت میں قیام فوت ہو جاتا ہے۔

نماز جنازہ کی سنتیں.....شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک تکبیرات کے ساتھ رفع یدین کرنا پھر ہاتھوں کو شافعیہ کے نزدیک سینے کے نیچے باندھ لینا اور حنابلہ کے نزدیک ناف کے نیچے باندھ لینا سراً قرأت کرنا شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک تعوذ مندوب ہے جب کہ افتتاح (سبحانك اللّٰھم الخ) مندوب نہیں، فاتحہ کے بعد آمین کہنا نماز جنازہ میں صفیں سیدھی کرنا، جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی پر نماز جنازہ پڑھتے وقت کیا تھا، شافعیہ نے درود سے پہلے تحمید کا اضافہ کیا ہے۔

مومنین اور مومنات کے لیے درود کے بعد دعا کرنا، دوسرا سلام پھیرنا، حنابلہ نے اضافہ کیا ہے کہ نمازی کا اپنی جگہ پر کھڑا رہنا یہاں تک کہ جنازہ اٹھالیا جائے، جیسا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اور مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے دونوں مذاہب میں تین صفیں بنانا مستحب ہے، چونکہ حدیث ہے کہ جس شخص پر تین صفیں نماز جنازہ پڑھیں اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ [1]

فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ باجماعت نماز جنازہ مسنون ہے مسنون ہونے کی دلیل پر حدیث ہے جو مسلمان بھی مرتا ہے اس پر مسلمانوں کی تین صفیں جنازہ پڑھیں اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے [2] اکیلے اکیلے بھی نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے، چونکہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو صحابہ نے گروہ در گروہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز پڑھی۔

---

[1].....رواہ الخلال باسنادہ وقال الترمذی ھذا حدیث حسن [2] حدیث حسن رواہ ابوداؤد والترمذی

نماز جنازہ کی کیفیت......پہلی تکبیر کے بعد فقط سورت فاتحہ پڑھے اور ساتھ سورت نہ ملائے اور سراً پڑھے اگر رات کو نماز جنازہ پڑھ رہا ہے چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا ہے پھر دوسری تکبیر کے بعد سراً حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے اس کی دلیل امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور اثرم کی روایت ہے جو کہ حضرت ابوامامہ بن سھل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک شخص نے انہیں خبر دی ہے کہ نماز جنازہ میں سنت ہے کہ امام تکبیر کہے پھر فاتحہ الکتاب پڑھے پہلی تکبیر کے بعد اور سراً پڑھے، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم درود پڑھے، پھر میت کے لئے خالص دعا کرے اور پھر سلام پھیرے۔ ❶

درود وہی پڑھا جائے جو تشہد میں پڑھا جاتا ہے چونکہ جب صحابہ رضوان اللہ علیہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے درود کے متعلق سوال کیا کہ ہم آپ پر کیسے درود بھیجیں تو آپ نے صحابہ کو یہی درود تعلیم کیا اس درود پر اضافہ نہ کرے،

تیسری تکبیر کے بعد میت کے لئے خوب سے خوب دعائیں کرے چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ہے کہ جب تم میت پر نماز پڑھو تو میت کے لئے خالص ہو کر دعا کرو میت کے لئے دعا کرنے میں کوئی تحدید نہیں ماثورہ دعائیں کرنا مسنون ہے، خصوصاً یہ دعائیں کرے اللھم اغفر لحینا ومیتنا، اور یہ اللھم غفرله وارحمه الخ اور یہ دعا بھی پڑھے:

اللھم هذا عبدك وابن عبدك خرج من روح الدنیا وسعتها ومحبوبه واحباء ہ فیها الی ظلمة القبر وما هو لا قیه، کان یشهد ان لا اله الا الله، وان محمداً عبدك ورسولك وانت اعلم به، اللھم انه نزل بك، وانت خیر منزول به واصبح فقیرا الی رحمتك وانت غنی عن عذابه وقد جئنا ك راغبین الیك شفعاء له اللھم ان کان محسنا فز د فی احسانه وان کان میسئا فتجاوز عن سیاته ولقه برحمتك ورضا ك وقه فتنة القبر وعذابه وفسح له قبره وجاف الا رض عن جنبیه ولقه برحمتك الا من عذابك حتی تبعثه إلی جنتك یاارحم الراحمین

یا اللہ یہ تیرا بندہ اور تیرے بندے کا بیٹا ہے یہ دنیا اور اس کی وسعت سے نکل رہا ہے اپنے محبوب اور دوستوں کو الوداع کہہ رہا ہے اور قبر کی تاریکی کی طرف کوچ کر رہا ہے یہ کلمہ شہادت کی گواہی دیتا رہا ہے اور تو اسے جانتا ہے یا اللہ یہ تیرے پاس آرہا ہے، تو بہت اچھا مہربان ہے، یہ تیری رحمت کا محتاج بن کر آرہا ہے، تو اس کو عذاب پہنچانے سے بے نیاز ہے۔ ہم تیرے حضور اس کے سفارشی بن کر آئے ہیں، یا اللہ، اگر یہ نیکوکار تھا تو اس کی نیکی اور اچھائی میں اضافہ فرما اور اگر یہ گناہگار تھا تو اسکے گناہوں کو معاف فرما اور اس پر اپنی رحمت اور رضا نچھاور فرما، اسے قبر کے فتنہ اور عذاب سے بچالے، اس کی قبر میں کشادگی کر دے اور اس کے دونوں پہلوؤں میں زمین کو وسیع کر دے اسے اپنی رحمت کے ذریعہ اپنے عذاب سے محفوظ فرما، یہاں تک کہ تو اسے اپنی جنت میں لے جائے۔ یا ارحم الرحمین ہے۔ ❷

بچے کا جنازہ ہو تو یہ دعا پڑھے:

اللھم اجعله فرطا لابویه وسلفا وذخرا وعظة واعتبارا وشفیعا وثقل موازینهما وافرغ الصبر علی قلوبهما

یا اللہ اس بچے کو اس کے والدین کے لئے سامان فرحت بنا، اچھا پیشرو بنا اور آخرت کے لیے ذخیرہ بنا نصیحت حاصل کرنے کا سبب بنا اور اس سے عبرت حاصل کرنے والا بنا، اسے سفارش کرنے والا بنا اور اس کے والدین کے اعمال کا میزان بھاری بنا دے، اور ان کے دلوں میں صبر ڈال دے۔ چونکہ حال کے مناسب یہی دعا ہے۔

شافعیہ کے نزدیک چوتھی تکبیر کے بعد یہ دعا پڑھے:

---

❶......رواہ البخاری وابو داؤد والترمذی وصححه والنسائی عن ابن عباس۔ ❷ جمع ذالک الشافعی رحمه الله من الاخبار واستحسنه اذا صحاب۔

اللھم لاتحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ واغفر لنا ولہ

یا اللہ ہمیں اس کے اجر و ثواب سے محروم نہ کرنا اس کے بعد ہمیں فتنہ میں مبتلا نہ کرنا ہماری مغفرت فرما اور اس کی مغفرت بھی فرما اسی چوتھی تکبیر کے بعد لمبی چوڑی دعائیں کرنا مسنون ہے چونکہ چوتھی تکبیر کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دعائیں ثابت ہیں (1) یہ آیت بھی پڑھے: (2)

اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَ مَنْ حَوْلَهٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ...... الغافر ۴۰/۷

حنابلہ کے نزدیک چوتھی تکبیر کے بعد تھوڑی دیر کے لئے توقف کرنا ہے چونکہ جوزجانی حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چوتھی تکبیر کہتے تھے پھر جتنا اللہ چاہتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم توقف کرتے میں نے اس وقفہ کا اندازہ یہ کیا ہے کہ جتنی دیر میں آخری صف تکبیر کہہ لیتی اس کے بعد دعا مشروع نہیں ہے۔

خلاصہ......نماز جنازہ کی نیت کے ساتھ ابتداء کی جائے نماز جنازہ چار تکبیرات اور میت کے لئے دعا پر مشتمل ہے اور تکبیرات اور دعا کھڑے کھڑے کرنی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا ہے فاتحہ پڑھنی ہے اور سلام پھیرنا ہے البتہ نیت حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک شرط ہے رکن نہیں۔ جمہور کے نزدیک دعا تیسری تکبیر کے بعد پڑھی جائے جب کہ مالکیہ کے نزدیک ہر تکبیر کے بعد دعا کی جائے یہاں تک کہ چوتھی تکبیر کے بعد یہی مذہب مالکیہ کا معتمد ہے، درود حنفیہ کے نزدیک مسنون ہے اور مالکیہ کے نزدیک مندوب ہے۔ جب کہ دوسرے فقہاء کے نزدیک درود رکن ہے، سلام پھیرنا حنفیہ کے نزدیک واجب ہے جب کہ جمہور کے نزدیک رکن ہے، سورت فاتحہ کی قرأت تلاوت کی نیت سے حنفیہ کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے جب کہ دعا کی نیت سے جائز ہے، جب کہ مالکیہ کے نزدیک سورت فاتحہ کا پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے۔ جب کہ دوسرے فقہاء کے نزدیک رکن ہے، اگر امام چار سے زائد تکبیریں کہہ دے ساتھ مقتدی زائد تکبیروں میں امام کی اتباع نہ کرے بلکہ شافعیہ اور حنفیہ کے نزدیک مقتدی انتظار کرے تاکہ امام کے ساتھ سلام پھیرے جب کہ مالکیہ کے نزدیک سلام پھیروں، جب کہ حنابلہ کے نزدیک سات تکبیرات تک امام کی اتباع کرے۔

پانچویں چیز: امام جنازہ سے کہاں کھڑا ہو......اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ امام جنازہ کے سامنے کہاں کھڑا ہو۔ (3)

حنفیہ......کہتے ہیں کہ جنازہ خواہ عورت کا ہو یا مرد کا امام میت کے سینے کے برابر کھڑا ہو چونکہ سینہ محل ایمان ہے شفاعت ایمان کی وجہ سے ہوتی ہے نیز ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی اس مضمون کی ایک روایت منقول ہے۔

مالکیہ......کہتے ہیں امام مرد کے درمیان اور عورت کے کاندھوں کے بالمقابل کھڑا ہو۔

شافعیہ......امام یا منفرد کا مرد میت کے سر کے برابر کھڑا ہونا مستحب ہے اور عورت کے دھڑ کے برابر کھڑا ہونا مستحب ہے، جیسا کہ اسی مضمون کی حدیث ترمذی نے روایت کی ہے اور اسے حسن قرار دیا ہے مرد اور عورت کے جنازہ میں الگ الگ کھڑے ہونے میں حکمت یہ ہے کہ اس میں عورت کا زیادہ پردہ ہے رہی بات مقتدی کی سوا سے صف میں جہاں جگہ ملے کھڑا ہو جائے۔

حنابلہ......کہتے ہیں امام مرد کے سینے کے بالمقابل کھڑا ہو اور عورت کے وسط کے برابر کھڑا ہو، مرد اور عورت کے جنازوں میں الگ الگ اس لیے کھڑا ہونا ہوتا ہے چونکہ آثار مختلف ہیں چنانچہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے

---

(1)......رواہ الحاکم وصححہ (2) قرأت کی نیت سے نہیں بلکہ دعا اور ثناء کی نیت سے۔ (3) الدر المختار ۱/۸۱۹ بدایۃ المجتہد ۱/۲۲۸، القوانین الفقہیۃ ص ۹۵، مغنی المحتاج: ۱/۳۴۸ الغنی ۲/۵۱۷ فتح القدیر: ۱/۴۶۲ الشرح الکبیر مع الدسوقی ۱/۴۱۸

پیچھے نماز جنازہ پڑھی۔ آپ نے ایک عورت کی نماز پڑھائی تھی وہ عورت نفاس میں مرگئی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے درمیان ہی کھڑے ہوئے تھے ❶ ابوغالب حناط رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے موجود تھا انھوں نے ایک مرد کا جنازہ پڑھایا آپ رضی اللہ عنہ اس کے سر کے برابر کھڑے ہوئے جب اس مرد کا جنازہ اٹھایا گیا تو ایک عورت کا جنازہ لایا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کا جنازہ پڑھایا اور آپ میت کے درمیان میں کھڑے ہوئے، ہمارے ساتھ علاء بن زیاد علوی بھی تھے۔

جب انھوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ مرد کے جنازہ میں ایک جگہ کھڑے ہوئے اور عورت کے جنازہ میں دوسری جگہ تو پوچھا کہ اے ابوحمزہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرد کے جنازے میں یہیں کھڑے ہوتے تھے جہاں آپ کھڑے ہوئے اور عورت کے جنازہ میں بھی یہیں کھڑے ہوتے تھے جہاں آپ کھڑے ہوتے ہیں؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ جواب دیا: جی ہاں۔

ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ علاء بن زیادہ نے کہا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہی کی طرح نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہتے تھے اور مرد کے سر کے برابر کھڑے ہوئے تھے اور عورت کی سرینوں برابر کھڑے ہوتے تھے؟ فرمایا: جی ہاں۔

چنانچہ فقہاء میں سے بعض نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو اپنالیا چونکہ اس حدیث کی صحت پر اتفاق ہے اوران فقہاء کا موقف ہے کہ اس میں مرد اور عورت کا جنازہ برابر ہے چونکہ دراصل حکم ایک ہی ہے ہاں البتہ اگر امر فارق کا اثبات ہوجائے تو وہ الگ بات ہے۔

بعض فقہاء نے ابوغالب کی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اس میں زیادتی کا ثبوت ہے لہٰذا اسے اپنانا ضروری ہے جب کہ اصل میں ان دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں۔

چھٹی چیز: نماز جنازہ میں مسبوق کا حکم..... فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ مسبوق کو جو نماز ملی ہے اس میں امام کی اتباع کرے اور جو نماز فوت ہوچکی ہے اسے مکمل کرے لیکن اس اجمال کی تفصیل ہے۔

حنفیہ..... کہتے ہیں: وہ مسبوق جس کی کچھ تکبیریں فوت ہوجائیں وہ تکبیر تحریمہ کہے پھر فی الحال تکبیریں نہ کہے بلکہ امام کی تکبیر کا انتظار کرے تاکہ ثناء کے لیے امام کے ساتھ تکبیر کہے، چونکہ ہر تکبیر ایک رکعت کے حکم میں ہے جیسا کے پہلے گزر چکا ہے پھر مدرک کی طرح باقی ماندہ تکبیریں کہے، یعنی جب امام فارغ ہوجائے پے درپے تکبیریں کہے، اگر میت کو اٹھالینے کا خوف ہو تو دعا وغیرہ نہ پڑھے۔

اگر امام چوتھی تکبیر کہہ چکا تھا کہ پھر مقتدی آیا تو اب اس کی نماز جنازہ فوت ہوچکی۔

چونکہ امام کی تکبیر میں داخل ہونا اب دشوار ہو چکا۔

مالکیہ..... کہتے ہیں: مسبوق تکبیر تحریمہ کہے پھر وجوبا صبر کرے یہاں تک کہ امام تکبیر کہے اگر امام نے تکبیر کہہ دی تو مسبوق کی نماز صحیح ہو گی، جب کہ اکثر مشائخ کے نزدیک اس کا چنداں اعتبار نہیں پھر امام کے فارغ ہونے کے بعد اگر جنازہ اپنی جگہ پر چھوڑ دیا جائے تو مسبوق دعا کرے اگر جنازہ اٹھالیا جائے تو تکبیر کہے اور دعا نہ پڑھے گویا نماز مکمل کرنے میں مالکیہ کا مذہب حنفیہ جیسا ہے۔

شافعیہ..... کہتے ہیں: مسبوق تکبیر کہے اوور فاتحہ کی قرأت کرے اگر چہ امام پہلی تکبیر کے علاوہ دوسری میں ہو اگر امام نے مسبوق کے سورت فاتحہ شروع کرنے سے پہلے تکبیر کہہ دی تو مسبوق بھی اس کے ساتھ تکبیر کہے اس صورت میں قرأت فاتحہ ساقط ہوجائے گی، اصح قول کے مطابق مسبوق امام کی اتباع کرے یہ ایسا ہی ہے جیسے مسبوق کی تکبیر کے بعد امام رکوع کرلے تو مسبوق بھی اس کے ساتھ رکوع کرے، جب امام سلام پھیردے تو مسبوق پر واجب ہے کہ بقیہ تکبیرات کا اذکار کے ساتھ تدارک کرے۔

حنابلہ..... کہتے ہیں: جس شخص کی تکبیریں فوت ہوجائیں وہ پے در پے ان کی قضا کرلے اگر امام سلام پھیردے تو تکبیروں کی قضاء نہ

---

❶ ..... ذکر الحدیث فی المغنی و کشاف القناع۔

کرے اس میں کوئی حرج نہیں اس کی نماز صحیح ہو جائے گی، یعنی شخص کی نماز جنازہ میں تکبیریں رہ جائے تو فوت شدہ تکبیروں کی قضاء کرنا مسنون ہے، چونکہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ قضاء نہیں کی جائے گی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بھی روایت ہے کہ انھوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نماز جنازہ پڑھتی ہوں اور بعض تکبیریں مجھ سے رہ جاتی ہیں؟ آپ نے فرمایا: جو تکبیریں سنو تو کہہ لو اور جو فوت ہو جائیں ان کی تمہارے اوپر قضاء نہیں ہے۔

اگر مسبوق کو جنازہ اٹھا لئے جانے کا خوف ہو تو لگا تار تکبیریں کہہ لے قرآت اور درود کو چھوڑ دے میت کے لئے دعا بھی نہ کرے حقیقت میں جنازہ اٹھا لیا جائے یا نہ اٹھایا جائے دونوں صورتیں برابر ہیں جب ایک مرتبہ جنازہ اٹھا لیا جائے پھر کسی کے نماز پڑھنے کے لئے جنازہ نہ رکھا جائے، چونکہ دفن میں جلدی کرنا ضروری ہے۔

ساتویں چیز: میت پر نماز جنازہ پڑھنے کے بیان میں..... نمازی کے لئے تو وہی شرائط ہیں جو دوسری نمازوں میں شرائط ہوتی ہیں ❶ یعنی نماز جنازہ پڑھنے والے کے لئے اسلام عقلی تمیز، طہارت، ستر عورت، بدن کا پاک ہونا، کپڑے کا پاک ہونا، جگہ کا پاک ہونا قبلہ کی طرف منہ کرنا نیت وغیرہ شرائط ہیں۔ البتہ جنازہ کے لئے وقت شرط نہیں اور جماعت بھی شرط نہیں، چونکہ جنازہ کسی وقت کے ساتھ مقید نہیں، اور فرض نمازوں کی طرح نماز جنازہ کے لئے جماعت شرط نہیں۔ بلکہ مسنون ہے چونکہ مسلم کی روایت ہے جو مسلمان شخص بھی مرتا ہے اور اسکے جنازہ پر چالیس لوگ کھڑے ہوں جو اللہ کے ساتھ شریک نہ ٹھہراتے ہوں الا یہ کہ اللہ تعالیٰ اس میت کے بارے میں ان نمازیوں کی سفارش قبول فرمائے گا'' اگر ایک شخص بھی نماز جنازہ پڑھ لے فریضہ ساقط ہو جائے گا چونکہ نماز جنازہ کے لئے جماعت شرط نہیں ہے، اگر عورتیں نماز جنازہ پڑھیں تو ان سے بھی فریضہ ساقط نہیں ہوگا۔ درحالیکہ مرد وہاں موجود ہوں شافعیہ کے نزدیک یہی اصح ہے چونکہ اس میں میت کی توہین اور تذلیل ہے۔

جیسا کہ بیہقی وغیرہ کی روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صحابہ نے اکیلے اکیلے نماز جنازہ پڑھی چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت شان کا یہی تقاضا ہے نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز جنازہ پڑھانے کے لئے امامت پر صحابہ ایک دوسرے پر مر مٹتے اور اس فضیلت کے عمل کو ہر کوئی حاصل کرنے کی دوڑ میں رہتا، یا اس لئے کہ مسلمانوں کی امامت کے لئے کوئی امام متعین نہیں ہوا تھا، چونکہ اگر کوئی نماز جنازہ کے لئے مقدم ہو جاتا تو پھر وہ ہر چیز میں مقدم ہوتا ہے۔ خلافت کے لئے بھی وہی مقدم سمجھا جاتا ہے۔

شرائط میت..... فرضیت نماز کے لئے میت میں مندرجہ ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔ ❷

۱..... یہ کہ میت مسلمان ہو، اگر چہ والدین کی تبعیت ہی میں مسلمان ہو یا دار السلام ہونے کی وجہ سے مسلمان ہو، لہٰذا کافر اصلی پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی چونکہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا ...... التوبہ ۹/ ۸۴

کافروں میں سے جو شخص مر جائے آپ اس پر کبھی بھی نماز جنازہ نہ پڑھیں۔

کافر کے علاوہ باقی سب مسلمانوں پر نماز جنازہ پڑھی جائے گو کوئی مسلمان مرتکب کبیرہ ہی کیوں نہ ہو اسی طرح زنا کی وجہ سے رجم ہونے والے پر بھی نماز جنازہ پڑھی جائے۔

---

❶..... ردالمحتار ۱/ ۸۱۱ القوانین الفقهية ۹۵ مغنی المحتاج: ۱/ ۳۴۴ کشاف القناع ۲/ ۱۳۴ المهذب ۱/ ۱۳۲ بداية المجتهد ۱/ ۲۳۵ الشرح الصغير ۱/ ۵۷۴ ❷الدر المختار ۱/ ۸۱۱ القوانين الفقهية ۹۳ مراقی الفلاح ۹۸ المهذب ۱/ ۱۳۲ المجموع ۱۶۵/۵.

۲..... یہ کہ میت سامنے موجود ہو اگر پورا میت نہ ہو کم از کم جسم کا اکثر حصہ سامنے موجود ہو۔ یہ شرط حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک معتبر ہے چنانچہ ایک عضو پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔

۳..... یہ کہ جنازہ موجود ہو اور امام کے سامنے رکھا ہو اور زمین پر ہو، قبلہ یہ شرط حنفیہ کے نزدیک ہے۔ چنانچہ حنفیہ کے نزدیک غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی، مالکیہ بھی اس شرط میں حنفیہ کے موافق ہیں۔

رہی بات نجاشی پر غائبانہ نماز جنازہ کی سو یہ اس کی خصوصیت تھی، میت کا امام کے سامنے رکھنا مالکیہ کے نزدیک مستحب ہے، اگر جنازہ سواری پر ہو یا لوگوں ہاتھوں پر اٹھا رکھا ہو یا کاندھوں پر اٹھا رکھا ہو تو اس صورت میں شافعیہ اور مالکیہ کے نزدیک نماز جنازہ جائز ہے۔

۴..... یہ کہ نماز جنازہ سے پہلے میت کا زندہ رہنا معلوم ہو، یہ شرط جمہور کے نزدیک معتبر ہے جب کہ اس میں حنابلہ کا اختلاف ہے چنانچہ مولود مردہ اور ناتمام بچے پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی الا یہ کہ ان کی زندگی کا کسی طرح علم ہو جائے مثلاً دودھ پیا ہو یا حرکت کی ہو یا چیخ وپکار کی ہو۔

۵..... میت پاک وطاہر ہو لہٰذا غسل یا تیمم سے پہلے میت پر نماز جنازہ جائز نہیں۔

۶..... یہ کہ میت شہید نہ ہو، شہید وہ ہوتا ہے جو معرکہ میں جاں بحق ہو جائے، یہ جمہور کے نزدیک شرط ہے، لہٰذا شہید کو نہ غسل دیا جائے گا اور نہ ہی کفن دیا جائے گا اور نہ شہید پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی، کپڑوں سمیت دفن کیا جائے گا البتہ اسلحہ وغیرہ اتار لیا جائے گا۔ حنفیہ کہتے ہیں: شہید کو کفن دیا جائے گا اور اس پر نماز بھی پڑھی جائے گی، البتہ شہید کو غسل نہیں دیا جائے گا البتہ اگر شہید زخمی حالت میں میدان جنگ سے منتقل کیا گیا پھر بعد میں مرا تو اسے غسل دیا جائے گا اور اس پر نماز بھی پڑھی جائے گی۔ یہی مالکیہ کا اصح قول ہے جو شخص مسلمانوں کی آپس کی جنگ میں مارا گیا تو مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک اسے غسل دیا جائے گا اور نماز بھی پڑھی جائے گی، حنفیہ کہتے ہیں جیسا کہ میں نے پہلے ذکر کر دیا ہے کہ اسے غسل بھی نہیں دیا جائے گا اور نماز بھی نہیں پڑھی جائے گی۔

حنابلہ کہتے ہیں..... باغی کو غسل دیا جائے گا کفن دیا جائے گا اور نماز بھی پڑھی جائے گی رہی بات اہل عدل کی سوانھیں غسل نہیں دیا جائے گا اور نہ کفن دیا جائے گا اور نماز بھی نہیں پڑھی جائے گی۔ چونکہ اہل عدل مشرکین کے معرکہ میں شہداء کی مانند ہوتے ہیں۔ ❶

آٹھویں چیز: نماز جنازہ کا وقت..... اوقات مکروہ کی بحث میں اس موضوع پر گفتگو ہو چکی ہے اس کا خلاصہ کچھ یوں ہے۔

حنفیہ..... کہتے ہیں: وہ پانچ اوقات جن کے متعلق نہی وارد ہوئی ہے اس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے وہ یہ ہیں: طلوع آفتاب کا وقت غروب کا وقت، نصف النہار کا وقت نماز فجر کے بعد طلوع آفتاب تک اور عصر کی نماز کے بعد غروب تک۔

مالکیہ اور حنابلہ..... کہتے ہیں: جن اوقات میں نماز پڑھنے کے متعلق نہی وارد ہوئی ہے ان میں تین اوقات میں نماز پڑھنا حرام ہے، وہ یہ ہیں: طلوع کا وقت غروب کا وقت اور زوال آفتاب کا وقت چونکہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی ظاہری حدیث میں یہی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تین اوقات میں نماز پڑھنے سے اور مردوں کو ان اوقات میں دفن کرنے سے منع کرتے تھے..... الحدیث جب کہ دوسرے اوقات میں نماز پڑھنا جائز ہے وہ یہ ہیں صبح کی نماز اور عصر کی نماز کے بعد کا وقت طلوع وغروب تک۔

شافعیہ..... کہتے ہیں: سبھی اوقات میں نماز جائز ہے چونکہ یہ ایسی نماز ہے کہ اسکا سبب موجود ہے لہٰذا یہ ہر وقت پڑھی جاسکتی ہے۔ میں شافعیہ کے مذہب کو حالت ضرورت میں اپنانا بہتر سمجھتا ہوں اور عام حالات میں دوسرے مذاہب کی رعایت بہتر ہے۔

---

❶..... الکتاب مع اللباب ۱/۱۳۲ القوانین الفقهیة ص ۹۴ مغنی المحتاج: ۱/۳۵۰ المغنی ۲/۵۵۴

نویں چیز: دفن کے بعد نماز جنازہ اور قبل از دفن تکرارِ نماز......حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک ایک ہی جگہ پر نماز جنازہ کا تکرار مکروہ ہے اگر نماز جنازہ با جماعت نماز سے پڑھی گئی ہو، اگر جماعت سے نہ پڑھی گئی، ہو تو دفن سے پہلے جماعت کے ساتھ دہرانا مستحب ہے۔ ❶

شافعیہ اور حنابلہ نماز جنازہ کے تکرار کو جائز قرار دیتے ہیں البتہ وہ شخص دوسری بار نماز جنازہ پڑھ سکتا ہے جس نے پہلے نہ پڑھی ہو، اگرچہ جنازہ دفن ہونے کے بعد ہی ❷ پڑھے تب بھی جائز ہے بلکہ یہ تو شافعیہ کے نزدیک مسنون ہے۔ چنانچہ بعض صحابہ نے دفن کے بعد نماز جنازہ پڑھی ہے، چنانچہ متفق علیہ حدیث ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبر تک پہنچے۔ یہ قبر تازہ پڑی تھی، صحابہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے صفیں بنالیں آپ نے چار تکبیریں کہیں۔

میت کو دفن کرنے کے بعد نماز جنازہ پڑھنا......جب میت پر نماز جنازہ نہ پڑھی گئی ہو تو بالاتفاق قبر پر نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے، چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاریہ عورت کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی ❸ اب مناسب ہوگا کہ اس مسئلہ میں فقہاء کی عبارات کا جائزہ پیش کیا جائے۔

حنفیہ......کہتے ہیں: اگر میت دفن کردی گئی اور اس پر نماز جنازہ نہ پڑھی گئی، تو استحساناً قبر پر نماز جنازہ پڑھی جائے ❹ بشرطیکہ جب تک نعش کے پھٹنے اور پھولنے کا غالب گمان ہو، حال، زمانہ اور جگہ کے بدلنے سے پھٹنے اور پھولنے کی غالب رائے کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

مالکیہ......کہتے ہیں اگر میت پر نماز نہیں پڑھی گئی اور دفن کا کام مکمل نہ ہوا ہو تو میت کو قبر سے باہر نکال کر نماز پڑھی جائے اور اگر میت دفن کردی گئی ہو تو قبر ہی پر نماز پڑھی جائے۔

شافعیہ......کہتے ہیں ❺ جب نماز سے پہلے میت دفن کردی جائے تو قبر پر نماز پڑھی جائے گی چونکہ نماز میت کو قبر تک پہنچ جاتی ہے اگر میت کو بے غسل کے اور قبلہ سے ہٹ کر کسی اور رخ پر دفن کیا گیا ہو اور قبر اکھاڑنے میں میت کے خراب ہونے کا خوف نہ ہو تو قبر اکھاڑ کر غسل دیا جائے اور قبلہ رخ دفن کیا جائے، چونکہ ایسا کرنا مقدور ہے لہٰذا واجب ہوا، اور اگر میت کے خراب ہونے کا خوف ہو تو قبر نہ اکھاڑی جائے چونکہ اب دشواری کا پہلو نمایاں ہے لہٰذا غسل اور قبلہ رو ہونے کا حکم ساقط ہو جائے گا جیسے دشواری کی حالت میں زندہ آدمی کا وضو اور استقبال قبلہ ساقط ہو جاتا ہے۔

اگر میت کو قبر میں داخل کردیا گیا لیکن قبر پر مٹی نہ ڈالی گئی تو میت کو قبر سے نکالا جائے اور اس پر نماز پڑھی جائے۔

حنابلہ......کہتے ہیں: ❻ جب میت کو قبلہ رخ سے ہٹ کر دفن کردیا جائے یا نماز سے پہلے ہی دفن کردیا جائے تو قبر اکھاڑی جائے اور میت کو قبلہ رو رکھا جائے اور نماز بھی پڑھی جائے اسی طرح اگر بغیر کفن کے میت کو دفن کردیا گیا تو میت کفنانے کے لئے باہر نکالی جائے۔

قبر پر نماز پڑھنے کے متعلق دلیل یہ ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کا ذکر کیا جو مر چکا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس کی قبر بتاؤ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قبر پر آئے اور قبر پر نماز پڑھی۔ ❼

البتہ ایک مہینہ گزر جانے کے بعد قبر پر نماز نہ پڑھی جائے چونکہ سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ ام سعد وفات پا گئی جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم موجود نہیں تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو قبر پر نماز پڑھی جب کہ ام سعد کو مرے ہوئے ایک مہینہ

---

❶......الشرح الصغیر ۱/۵۶۹۔ ❷المغنی ۲/۵۱۱ مغنی المحتاج: ۱/۳۶۱۔ ❸رواہ ابن حبان فی صحیح والحاکم فی المستدرک من حدیث خارجۃ بن زید بن ثابت (نصب الرایۃ ۲/۲۶۵) ❹فتح القدیر ۱/۴۵۸، الکتاب مع اللباب ۱/۱۳۲ مراقی الفلاح ۹۹ الدرالمختار ۱/۸۲۶۔ ❺المھذب ۱/۱۳۸ المجموع ۵/۲۶۴۔ ❻ کشاف القناع ۲/۹۷، المغنی: ۲/۵۱۱۔ ❼متفق علیہ

ہو چکا تھا۔ (۱) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ہم اکثر سنتے رہے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سعد کی قبر پر ایک مہینہ کے بعد نماز پڑھی، دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ کہ ایک مہینہ کی مدت تک ظن غالب میت کے باقی رہنے کا ہوتا ہے، لہٰذا ایک ماہ تک نماز جائز ہے جیسے تین دن سے قبل نماز جائز ہوتی ہے اور ظن غالب کی صورت میں بھی جائز ہوتی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر نماز نہیں پڑھی گئی چونکہ ایک مہینہ کے بعد نماز نہیں پڑھی جاتی۔ (۲)

دسویں چیز: غائبانہ نماز جنازہ...... غائبانہ نماز جنازہ کے متعلق فقہاء کی دو آراء ہیں۔

حنفیہ اور مالکیہ کی رائے: غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نجاشی پر نماز جنازہ پڑھی وہ منسوخ ہے یا یہ آپ کی خصوصیت تھی۔ (۳)

شافعیہ اور حنابلہ کی رائے...... غائبانہ نماز جنازہ جائز ہے اگر چہ مسافت قریب کی کیوں نہ ہو، اور میت قبلہ رو اگر چہ نہ ہو، البتہ نمازی قبلہ کی طرف منہ کرے گا چونکہ جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی اصحمہ کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی اور اس پر چار تکبیریں کہیں۔ (۴)

غائبانہ نماز جنازہ کا وقت حنابلہ کے نزدیک ایک مہینہ ہے جیسے قبر پر نماز پڑھنے کی مدت ایک ماہ ہے۔ (۵)

گیارہویں چیز: مولود پر نماز جنازہ...... حنابلہ کے نزدیک مولود اور نا تمام بچے پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی (۶) بشرطیکہ جب چار ماہ سے اکثر مدت کا ہو کر پیدا ہو۔ اسے غسل بھی دیا جائے گا نا تمام بچہ وہ ہوتا ہے جو مردہ حالت میں پیدا ہو یا جس کے اعضاء کی بناوٹ مکمل نہ ہوئی ہو۔ البتہ اگر زندہ پیدا ہو یا اس میں زندگی کی رمق معلوم ہو تو اسے غسل دیا جائے گا اور بلا خلاف اس پر نماز بھی پڑھی جائے گی۔

حنابلہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے استدلال کیا ہے کہ نا تمام بچے پر نماز پڑھی جائے گی اور اس کے والدین کے لئے مغفرت اور رحمت کی دعا کی جائے گی (۷) نسائی اور ترمذی کی روایت میں ہے بچے پر نماز پڑھی جائے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بچے سے بڑھ کر کون اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اس پر نماز پڑھی جائے۔ دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ بچہ بھی ذی روح ہے لہٰذا مستہل کی طرح اس پر بھی نماز پڑھی جائے گی، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حدیث میں خبر دی ہے کہ چار ماہ میں روح پھونک دی جاتی ہے۔

جمہور...... کہتے ہیں: نا تمام بچے میں جب زندگی کی علاتیں پائی جائیں تو اس پر نماز پڑھی جائے گی جمہور کی عبارتیں درج ذیل ہیں۔ (۸)

حنفیہ...... کہتے ہیں: اگر نا تمام بچہ چیخ و پکار کرے (زندگی کی رمق پائی جائے) اس کا نام رکھا جائے گا اسے غسل دیا جائے گا اور اس پر نماز پڑھی جائے گی۔ اگر چیخ و پکار اور زندگی کی کوئی علامتیں نہ پائی جائے تو اصح و مفتی بہ قول جو کہ غیر ظاہر الروایۃ کا ہے کے مطابق نا تمام بچے کو غسل دیا جائے گا اور نام رکھا جائے گا اور احترام آدمیت کے لئے کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے گا البتہ اس پر نماز پڑھی جائے گی۔

حنفیہ کی دلیل...... حنفیہ کی دلیل حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ انھوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نا تمام بچے کے

---

(۱)......الاوطار ۴/ ۱۵۱ (۲) اخرجه الترمذی (۳) عن ابن عباس رواه الدارقطنی (نیل الاوطار ۴/ ۴۱) (۳) الدرالمختار ۱/ ۸۱۳ القوانین الفقهية ۹۴ الشرح الصغير ۱/ ۵۷۱ المجموع ۵/ ۲۰۹ المهذب ۱/ ۱۳۴ مغنی المحتاج ۱/ ۳۴۵ المغنی ۲/ ۵۱۲ کشاف القناع ۲/ ۱۲۶۔ (۴) متفق عليه وروى احمد مثله عن ابی هريرة كما روى ذالک احمد والنسائي والترمذی وصححه (نيل الاوطار ۴/ ۴۸) (۵) المغنی ۲/ ۵۲۲ کشاف القناع ۲/ ۱۱۶۔ (۶) رواه احمد والنسائي وابوداؤد والترمذی وقال هذا حديث حسن صحيح (۷) فتح القدير ۱/ ۴۶۵ الدرالمختار ۱/ ۸۹۸ مراقی الفلاح ۹۹ الشرح الصغير ۱/ ۵۷۴ القوانين الفقهية ۹۳ مغنی المحتاج ۱/ ۳۴۹ المهذب ۱/ ۱۳۴ بداية المجتهد ۱/ ۲۳۲۔

بارے میں فرماتے ہوئے سنا کہ ناتمام بچے پر نماز نہ پڑھی جائے یہاں تک کہ اس میں زندگی کی علامات نہ پائی جائیں، اور جب زندگی کی علامات پائی جائیں تو اس کی دیت دی جائے گی۔ (اگر قتل کے زمرے میں آتا ہو) اور اس کی وراثت بھی تقسیم ہوگی، اگر اس میں زندگی کی علامت نہ پائی گئی تو اس پر نماز نہیں پڑھی جائے گی اور اس کی وراثت بھی تقسیم نہیں ہوگی اور نہ ہی اس کی دیت دی جائے گی۔ ❶

شافعیہ..... کہتے ہیں: ناتمام بچہ اگر بڑے آدمی کی طرح ہل جُل اور چیخ و پکار کرے یا روئے تو اسے غسل دیا جائے گا کفن دیا جائے گا اور اس پر نماز پڑھی جائے گی اور اسے دفن بھی کیا جائے گا تاکہ زندگی کے بعد موت کا باقاعدہ یقین وجود پذیر ہوا گر چیخ و پکار نہ کرے یا روئے نہیں لیکن زندگی کی دوسری کوئی علامت پائی گئی جیسے بدن کی معمولی سی حرکت تو ظاہر مذہب میں اس پر نماز پڑھی جائے گی چونکہ احتیاط کا یہی تقاضا ہے، اگر کوئی حرکت ظاہر نہ ہو تو نماز نہیں پڑھی جائے گی اگر چہ چار ماہ کا ہو چکا ہو۔

ناتمام بچہ..... جسے عربی میں سقط کہا جاتا ہے وہ ہے جس کے مہینے مکمل نہ ہوئے ہوں، البتہ جس کے مہینے مکمل ہوئے ہوں اس پر نماز پڑھی جائے گی۔ شافعیہ علیہم الرحمۃ کی دلیل حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ناتمام بچے پر نماز پڑھی جائے گی اور اس کے والدین کے لیے مغفرت اور رحمت کی دعا کی جائے گی۔'' ❷

اسی طرح ایک اور حدیث ہے ''اپنے بچوں پر نماز پڑھو چونکہ مرنے والے بچے تمہارے پہلے پہنچا ہوا اجر ہے۔

مالکیہ کہتے ہیں: ناتمام بچے میں اگر زندگی کی علامت پائی جائیں مثلاً دودھ پیے یا حرکت کرے یا چیخ و پکار کرے تو اس پر نماز پڑھی جائے گی، اگر بچہ چیخ و پکار نہ کرے تو اس پر نماز پڑھنا مکروہ ہے اگر چہ حرکت کرے، یا پیشاب کرے یا چھینکے، ناتمام بچے کے بدن پر لگا ہوا خون دھویا جائے اور کپڑے میں لپیٹ کر وجوباً زمین میں گاڑ دیا جائے پہلی صورت میں غسل دینا مندوب ہے۔ ❸

بارہویں چیز: نماز کی جگہ..... میت پر نماز جنازہ کھلے میدان اور عیدگاہ وغیرہ میں پڑھی جائے، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نجاشی پر غائبانہ نماز جنازہ پڑھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھلے میدان میں تشریف لئے گئے۔

قبرستان میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہات میں سے ہے چنانچہ حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک قبرستان میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے چونکہ ایک حدیث میں نہی وارد ہوئی ہے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات جگہوں میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے وہ یہ ہیں کوڑا خانہ، ذبح خانہ، قبرستان، راستے کا درمیان، حمام، اونٹوں کا باڑہ اور بیت اللہ کے اوپر نیز حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے ساری کی ساری زمین مسجد کے حکم میں ہے البتہ قبرستان اور حمام اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ ❹

مالکیہ اور حنابلہ نے قبرستان میں نماز جنازہ کو جائز قرار دیا ہے چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ساری زمین میرے لئے مسجد بنادی گئی ہے اور سامان طہارت بنادی گئی ہے۔

شافعیہ نے انبیاء اور شہداء معرکہ کے قبرستانوں کو مستثنیٰ کیا ہے کہ یہاں نماز پڑھنی مکروہ نہیں ❺ قبر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے چونکہ مسلم کی روایت ہے کہ قبروں پر مت بیٹھو اور نہ ہی قبروں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء کی قبروں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا حرام ہے۔ ❻

---

❶..... رواه ابن عدی وروی ایضا مثله عن ابن عباس وروی الترمذی والنسائی وابن ماجه عن جابر موقوفا علیه فی الاصح (نصب الرایة ۲/۲۷۷) ❷اخرجه اصحاب السنن الاربعة وقال الترمذی عنه حدیث حسن صحیح ورواه الحاکم وقال علی شرط البخاری وفی سنده اضطراب نصب الرایة ۲/۲۷۹۔ ❸حدیث ضعیف اخرجه ابن ماجه❹الحدیث الاول رواه الترمذی وقال اسناده لیس بقوی والحدیث الثانی رواه احمد وابن حبان والترمذی وابوداؤد وابن ماجه عن ابی سعید❺البدائع ۱/۳۱۵ بدایة المجتهد ۱/۲۳۵ معنی المحتاج ۱/۲۰۳ المغنی ۲/۲۹۴۔ ❻مغنی المحتاج: انہی دلائل کی وجہ سے وہ مساجد جن کے قبلہ رو قبریں ہوں ان مساجد میں نماز پڑھنا اعتراض سے خالی ہیں۔

مالکیہ اور حنابلہ کی رائے قوی ہے چونکہ سات مقامات میں نماز پڑھنے کے متعلق جو حدیث وارد ہوئی ہے درجہ صحت کو نہیں پہنچی۔ (1) رہی بات دوسری حدیث کی سو یہ نماز جنازہ کی تخصیص کا احتمال رکھتی ہے۔

مسجد میں نماز جنازہ...... مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کے متعلق دو قسم کی آراء ہیں۔ حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے جب کہ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک جائز ہے۔ (2)

چنانچہ پہلی رائے کے مطابق جنازہ خواہ مسجد میں ہو یا مسجد سے باہر ہو مکروہ ہے، چونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جس شخص نے مسجد میں کسی میت کی نماز جنازہ پڑھی اس کے لئے کوئی اجر و ثواب نہیں ہوگا۔ (3)

دوسری دلیل یہ ہے کہ کہ مسجد فرض نمازوں نوافل، اذکار اور تدریس علم کے لئے بنائی جاتی ہیں نہ کہ نماز جنازہ کے لئے، نیز مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے سے تلویث کا خدشہ ہوتا ہے۔ حنفیہ کے نزدیک کراہت تحریمی ہے، جب کہ مالکیہ کے نزدیک تنزیہی ہے۔

جیسے مسجد میں نماز جنازہ مکروہ ہے ایسے ہی جنازہ کو مسجد میں داخل کرنا بھی مکروہ ہے دوسری رائے جواز کی ہے بلکہ شافعیہ کے نزدیک تو مستحب ہے بشرطیکہ اگر تلویث کا خوف نہ ہو، چونکہ مسجد اشرف مقام ہے نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ اللہ کی قسم! رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیضاء کے دو بیٹوں یعنی سہیل اور اس کے بھائی کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھی ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سہل بن بیضاء کی نماز جنازہ مسجد کے بیچوں بیچ پڑھی ہے نیز حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ بھی مسجد میں پڑھی گئی۔

میں سمجھتا ہوں کہ دوسری رائے قوی ہے چونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ثابت نہیں۔ نیز اس کے ثبوت پر اتفاق بھی نہیں، امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ ضعیف حدیث ہے اس سے حجت پکڑنا صحیح نہیں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ ضعیف حدیث ہے اور اسے روایت کرنے میں مولی تو مہ متفرد ہے اور وہ ضعیف ہے۔

چوتھا فرض میت کو دفن کرنا...... اس میں ان امور پر بحث ہوگی:

۱...... میت کو دوسرے شہر میں منتقل کرنا۔

۲...... جنازہ اٹھانا۔

۳...... جنازہ کی سنتیں۔

۴...... وجوب دفن اور دفن میں جلدی کرنا۔

۵...... مکروہات جنازہ۔

۶...... قبرستان کی کیفیت، قبروں کا احترام قبروں پر بیٹھنا اور ٹیک لگانا آس وغیرہ جو قبروں پر رکھی جاتی ہے اس کا حکم، قبر اور کفن پر جو کچھ لکھا جاتا ہے اس کا حکم۔

۷...... دفن کے احکام یعنی دفن کی کیفیت وقت، دفن کے وقت کیا کہا جائے، دفن کے بعد تلقین کہنا، قبر کو ڈھانپنا اور تابوت میں میت کو دفن کرنا۔

۸...... مردوں اور عورتوں کا قبروں کی زیارت کرنا، میت پر سلام کرنا اور روحوں کا جمع ہونا۔

---

(1)...... رواہ ابوداؤد، وابن ماجہ وابن عدی وابن ابی شیبۃ (نصب الرایۃ ۲/۲۷۵) (2) اللفظ (الاول رواہ مسلم والثانی رواہ الجماعۃ الاالبخاری (نیل الاوطار ۴/۲۸۱ نصب الرأیۃ ۲/۲۷۶) (3) روی الاول سعید والثانی مالک

پہلی چیز: میت کو ایک شہر سے دوسرے شہر میں منتقل کرنا..... اس مسئلہ میں فقہاء کی تین آراء ہیں:

۱..... کسی غیر صحیح مقصد کے پیش نظر منتقل کرنا مکروہ ہے۔

۲..... مباح ہے۔

۳..... حرام ہے۔ ❶

حنابلہ..... کہتے ہیں میت کی جس جگہ موت واقع ہوئی ہو اسی جگہ دفن کیا جائے، چونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اجساد اسی جگہ دفن کیے جائیں جہاں روحیں پرواز کریں ❷ بغیر کسی حاجت کے میت کو دوسرے شہر میں منتقل کرنا مکروہ ہے چونکہ روایت ہے کہ جب عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ حبشہ میں وفات پائی ❸ انھیں مکہ منتقل کیا گیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کی قبر پر آئیں اور کہا: اللہ کی قسم اگر میں تمہارے پاس موجود ہوتی تو تمہیں وہیں دفن کراتی جہاں تم نے وفات پائی اگر مرتے وقت میں تمہارے پاس ہوتی تمہاری زیارت کو نہ آتی ❹ یہ حدیث اس امر پر محمول ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کی منتقلی کا کوئی مقصد نہیں دیکھتی تھیں۔ نیز انتقال سے میت کو اذیت پہنچتی ہے۔

اگر کسی صحیح غرض کے پیش نظر میت کو منتقل کیا گیا ہو تو پھر مکروہ نہیں: چنانچہ مؤطا میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ ”حضرت سعد بن وقاص اور حصرت سعید بن سید رضی اللہ عنہ مقام عقیق میں وفات پا گئے یہ دونوں حضرات مدینہ لائے گئے اور مدینہ ہی میں دفن ہوئے سفیان بن عیینہ کہتے ہی کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک جگہ وفات پائی انھوں نے وصیت کر رکھی تھی کہ انھیں اس جگہ دفن نہ کیا جائے بلکہ مقام سرف میں دفن کیا جائے۔ ❺

حنفیہ اور مالکیہ..... اگر میت کو دفن نہ کیا گیا ہو تو اسے ایک شہر سے دوسرے شہر میں منتقل کرنے میں کوئی حرج نہیں، ایک دو میل کی مسافت کے بقدر میت کو منتقل کرنا حنفیہ کے نزدیک جائز ہے لیکن موت جس جگہ ہوئی وہیں دفن کرنا مستحب ہے یعنی جس بستی میں موت ہوئی اس بستی کے قبرستان میں دفن کرنا مستحب ہے۔ چونکہ سابق میں حدیث گزر چکی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے مقتولین کو اسی جگہ دفن کرنے کا حکم دیا جہاں وہ شہید ہوئے تھے جب کہ مدینہ منورہ کا قبرستان قریب ہی تھا، وہ صحابہ جنھوں نے دمشق فتح کیا انھیں دمشق کے دروازوں پر دفن کیا گیا، انھیں ایک ہی جگہ دفن نہیں کیا گیا بلکہ جو جہاں شہید ہوا وہیں دفن ہوا۔

شافعیہ..... میت کو دفن کی لئے ایک شہر سے دوسرے شہر میں منتقل کرنا حرام ہے اگر چہ نعش متغیر نہ ہوئی ہو چونکہ منتقلی کی وجہ سے دفن کرنے میں تاخیر ہوتی ہے، نیز انتقال میں نعش کی حرمت کی ہتک ہے۔

دوسری چیز: جنازے کا اٹھانا اور اٹھانے کی کیفیت..... جنازہ اٹھانا فرض کفایہ ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں، جنازہ اٹھانا نیکی کا کام ہے اور میت کا اکرام ہے، شافعیہ کہتے ہیں قریبی کافر رشتہ دار کے جنازے کے ساتھ جانے میں کوئی حرج نہیں۔ چونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابوطالب کی لاش دفن کرنے کا حکم دیا تھا۔

فقہاء کہتے ہیں برے طریقہ سے جنازہ اٹھانا حرام ہے، مثلاً کسی ٹوکرے یا چھابے میں میت اٹھانا، بلکہ میت کو چار پائی پر یا تختے پر اٹھایا جائے اس میں بھی کوئی اختلاف نہیں کہ جنازہ کو صرف مرد اٹھائیں، برابر ہے کہ میت مرد ہو یا عورت ہو چونکہ عورتیں بوجھ اٹھانے سے قاصر

---

❶..... كشاف القناع ۲/۹۷ المغنى ۲/۵۱۰ القوانين الفقهية ۹۶ مراقى الفلاح ۱۰۲ الدرالمختار ۱/۸۴۰ مغنى ۱/۳۶۴.

❷ روى الخمسة احمد واصحاب السنن الا ربعة صححه الترمذى عن جابر (نيل الاوطار ۴/۱۱۲) ❸ حبش ایک بستی ہے مدینہ سے ۱۲ میل کے فاصلہ پر ہے۔ ❹ رواه الترمذى ❺ ذكره ابن المنذر.

ہوتی ہیں بسا اوقات بوجھ اٹھاتے وقت عورتوں کا ستر بھی کھل جاتا ہے۔

جنازہ اٹھانے کے طریقہ میں فقہاء کی تین آراء ہیں۔ حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک چار آدمی مل کر اٹھائیں شافعیہ کے نزدیک عمودین سے اٹھانا چاہیے، جب کہ مالکیہ کے نزدیک جنازہ اٹھانے کی کوئی معین صورت نہیں ہے ❶

حنفیہ اور مالکیہ...... کہتے ہیں: میت کو غسل اور کفن دینے کے بعد چار پائی وغیرہ پر رکھا جائے، اور گدی کے بل میت کو لٹا دیا جائے، چونکہ اس طرح لٹانے میں سہولت ہے میت کو چار آدمیوں کا اٹھانا مسنون ہے، عمودین کے درمیان سے اٹھانے کی بنسبت چار پایوں سے اٹھانا افضل ہے چنانچہ عبید اللہ بن عبد اللہ بن مسعود اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا: جو شخص جنازے کے ساتھ چلے وہ چار پائی کی جوانب سے اسے اٹھائے چونکہ یہی سنت ہے، پھر اگر چاہے تو اٹھا کر چلے اگر چاہے تو چھوڑ دے۔ ❷

چار پایوں سے اٹھانے کا طریقہ...... یہ ہے کہ میت کی بائیں طرف کو اٹھانے والا دائیں کاندھے پر رکھے، پھر پچھلے پائے پر چلا جائے، پھر اسی طرح دائیں کاندھے پر اٹھائے، پھر دوسرے کو اٹھانے کا موقع دے، پھر میت کی دائیں طرف کو بائیں کاندھے پر اٹھائے پھر یہ پایا دوسرے کے لئے چھوڑ دے اور یہ پیچھے آجائے اور دائیں طرف کو بائیں کاندھے پر اٹھائے یوں ابتداء دونوں اطراف سے سر کی طرف سے ہوگی اور اختتام پاؤں کی طرف سے ہوگی چونکہ اس میں میت کو غسل دینے کی کیفیت کی موافقت ہے۔

ہر مرتبہ اٹھانے والا دس قدم چلے چونکہ حدیث ہے کہ جو شخص چالیس قدم جنازہ اٹھاتا ہے اس کے چالیس گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ ❸

اگر میت کو عمودین (ڈنڈوں) سے اٹھایا کہ ہر عمود اٹھانے والے کی گردن پر ہو تو یہ حنفیہ کے نزدیک مکروہ ہے جب کہ حنابلہ کے نزدیک اس طریقہ سے میت کو اٹھانا مکروہ نہیں چونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا جنازہ عمودین کے درمیان سے اٹھایا تھا ❹ نیز حضرت عثمان ابن زبیر ابن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں مروی ہے کہ وہ جنازوں کو یوں ہی اٹھاتے تھے۔ ❺

شافعیہ...... کہتے ہیں: عمودین سے جنازے کو اٹھانا (کہ ایک آدمی آگے اور ایک پیچھے ہو) چار پایوں سے اٹھانے کی بنسبت افضل ہے، عمودین سے یوں اٹھایا جائے کہ آگے والا عمود اٹھانے والے کے کاندھے پر ہو۔ چار پایوں سے اٹھانا بھی جائز ہے لیکن پہلا طریقہ افضل ہے۔ چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا جنازہ عمودین کے درمیان سے اٹھایا ہے۔ نیز جیسا کہ اوپر ذکر بھی ہوا کہ یہ صحابہ کا بھی عمل رہا ہے۔

مالکیہ...... کہتے ہیں: جنازہ اٹھانے کی کوئی معین کیفیت نہیں ہے، مالکیہ کا یہی مشہور مذہب ہے۔ لہٰذا بلا تعیین چار پائی کو اٹھانا جائز ہے، علامہ خلیل کہتے ہیں تعیین کا قائل بدعتی ہے چونکہ وہ ایسی چیز کی تعیین کر رہا ہے جس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں، میت کو دو یا تین یا چار آدمی بھی اٹھا سکتے ہیں۔

تیسری چیز: جنازہ کے ساتھ چلنے کی سنتیں...... جنازہ کی ساتھ چلنے کی مندرجہ ذیل سنن ہیں۔

۱...... جنازہ کو قبرستان لے جانے میں جلدی کرنا: جنازہ کو جلدی لے جانا مستحب ہے یعنی عادت کے مطابق کی چال سے قدرے تیز چلا

---

❶...... الدر لمختار ۱/۸۲۳ فتح القدير ۱/۴۶۷ الكتاب مع الباب ۱/۱۳۳ مراقي الفلاح ۱۰۰، القوانين الفقهية ۹۲ الشرح الصغير ۱/۵۶۵ المهذب ۱/۱۳۵ كشاف القناع ۲/۱۴۶ المجموع ۵/۲۳۳ المغني ۲/ عليه السلام ۲/۴۹ مغني المحتاج ۱/۳۵۹۔ ❷ رواه سعيد بن منصور وابن ماجه وفي اسناده ثقات الا ان ابا عبيدة لم يسمع من ابيه ❸ ذكر الذيلعي والكاساني في البدائع وذكر ابن عباس عن واثلة قريبا منه وهو ضعيف۔ ❹ ذكره الشافعي في المختصر والبيهقي من كتاب المعرفة واشار الى تضعيفه۔ ❺ اگر راستہ دشوار ہو تو عمودین سے اٹھایا جائے اگر راستہ ہموار ہو یا سڑک ہو تو پایوں سے اٹھایا جائے۔

اور ہچکولوں سے گریز کرنا بایں طور کہ چار پائی پر میت ڈگمگائے نہیں، اس کی دلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنازہ کو جلدی سے لے کر چلو اگر جنازہ نیک وصالح آدمی کا ہو تو اسے اگلے جہاں منتقل کرنا بہت اچھا ہے اگر نیک وصالح نہیں تو وہ شر ہے اور اسے کاندھوں سے جلدی نیچے اتاردو❶ جنازے کو ہچکولے دینا مکروہ ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ہم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ جنازے کو لے کر چلنے کی کیفیت کیا ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہچکولوں سے اجتناب کیا جائے، اگر جنازہ خیر وبھلائی والا ہو تو اسے اگلے جہاں تک پہنچانے میں جلدی کی جائے اور اگر شر ہو تو پھر اہل دوزخ کے لئے اللہ کی پھٹکار ہے۔❷

جنازے کو جلدی لے کر چلنے پر سبھی علماء کا اتفاق ہے ہاں البتہ اگر جلدی چلنے سے میت کے پھٹنے کا خدشہ ہو تو آرام آرام سے چلا جائے۔❸

۲: جنازہ کے ساتھ چلنا...... جنازہ کے ساتھ چلنا بالاتفاق مستحب ہے❹ چنانچہ حضرت براء رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جنازہ کے ساتھ چلنے بیمار کی تیمارداری کرنے، چھینک مارنے والے کی جواب میں یرحمک اللہ کہنے، دعوت قبول کرنے اور مظلوم کی مدد کرنے کا حکم دیا ہے۔❺

جنازہ کے ساتھ چلنا مردوں کے لئے سنت ہے حنفیہ کہ حدیث بالا میں گزرا ہے جب کہ عورتوں کے لئے جنازہ کے ساتھ چلنا مکروہ ہے، چنانچہ بخاری اور مسلم نے ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی روایت نقل کی ہے کہ ہمیں (یعنی عورتوں کو) جنازہ کے ساتھ چلنے سے منع کیا گیا ہے لیکن منع کرنے میں ہمارے اوپر کوئی شدت نہیں کی گئی یعنی جنازہ کے ساتھ چلنا حرام نہیں کیا گیا، اسی طرح ابن ماجہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ وہ کہتے ہیں: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے آپ کیا دیکھتے ہیں کہ عورتیں بیٹھی ہوئی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کیوں بیٹھی ہو عورتوں نے کہا: ہم جنازہ کا انتظار کر رہی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے میت کو غسل دینا ہے؟ عرض کیا: نہیں۔ فرمایا: کیا تم نے جنازہ اٹھانا ہے؟ عرض کیا: نہیں۔ فرمایا! کیا تم میت کو قبر میں اتارو گی عرض کیا نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: واپس لوٹ جاؤ اس حال میں کہ تمہارے اوپر گناہ ہوگا تمہارے لئے اجر وثواب نہیں۔

جنازہ کے ساتھ چلنے میں تین امور پیش نظر ہوں

الف...... یہ کہ میت کی نماز جنازہ پڑھنا ہو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب تم نے نماز پڑھ لی، گویا تم نے اپنا حق ادا کر دیا۔

ب...... یہ کہ جنازہ کے ساتھ قبر تک جائے پھر دفن تک ٹھہرا رہے چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، جو شخص جنازہ کے ساتھ جائے اور اس پر نماز جنازہ پڑھے اس کے لئے ایک قیراط ثواب ہے، اگر دفن میں بھی شریک رہا تو اس کے لئے دو قیراط ثواب ہے اور ایک قیراط کی مقدار احد پہاڑ کے برابر ہے۔❻

ج...... یہ کہ دفن کے بعد ٹھہرے تاکہ میت کے لئے دعا واستغفار کرے اور رب تعالیٰ سے اس کے ثابت قدم رہنے کی دعا کرے، چنانچہ روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی میت کو دفن کرتے ٹھہر جاتے اور فرماتے: اس کے لئے استغفار کرو، اللہ تعالیٰ سے اس کے

---

❶...... رواه البخاري وهذا لفظه ومسلم ايضًا. ❷رواه ابو داؤد والترمذي وغيرهم واتفقو علي تضعيفه وروى احمد عن ابي موسى حديث عليكم بالقصد لو هو ضعد الافواطا (نيل الاوطار ۴/۷۰) ❸اللباب ۱/۱۳۴ الشرح الكبير ۱/۴۱۸ المهذب ۱/۱۳۵. ❹الدر المختار ۱/۸۳۳ الشرح الكبير ۱/۴۱۸ المهذب ۱/۱۳۶ مغني المحتاج: ۱/۳۶۷ المجموع۵/۲۸۶ المغني ۲/۴۷۳. ❺رواه الجماعة منهم البخاري ومسلم(نيل الاوطار ۴/۷۰) ❻رواه البخاري ومسلم

لئے ثابت قدمی کی دعا کرو چونکہ ابھی ابھی اس سے سوالات کئے جائیں گے۔ ❶

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ دفن کے بعد سورت بقرہ کی ابتدائی اور آخری آیات قبر پر پڑھتے تھے۔

مسلم نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انھوں نے فرمایا: جب تم مجھے دفن کر چکو تو میری قبر پر اتنی مقدار میں کھڑے رہو جتنے وقت میں اونٹ نحر کیا جائے اور اسکا گوشت تقسیم کر دیا جائے اور میں تم سے مانوس ہو جاؤں اور مجھے معلوم ہو جائے کہ میں اپنے رب کی فرشتوں کو کیا جواب دوں۔

۳۔ موت کی فکر مندی میں ڈوبے رہنا..... جو شخص جناز کے ساتھ چل رہا ہو اس کے لئے خشوع وخضوع خوف خدا میں مستغرق رہنا مستحب ہے، اور اپنی آخرت میں فکر مند رہے تاکہ موت کے احوال سے عبرت حاصل کرے دنیاوی باتوں سے اجتناب کرے ہنسے نہیں۔ چنانچہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں جب بھی جنازے کے ساتھ چلا میرے دل میں دنیا کے متعلق کوئی بات نہیں پیدا ہوئی ایک بزرگ نے کسی شخص کو جناز کے ساتھ ہنستے دیکھا تو انھوں نے کہا: کیا تم جنازے کے ساتھ چلتے ہوئے ہنس رہے ہو؟ میں تمہارے ساتھ کبھی بھی بات نہیں کروں گا۔

۴۔ عورت کے جنازے کو ڈھانپنا..... مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک عورت کی نعش کو اوپر سے ڈھانپنا مستحب ہے ❷ ڈھانپنے کا طریقہ یہ ہے کہ ٹہنیوں وغیرہ سے چادر وغیرہ نعش پر اوپر اٹھا کر تانی جائے تاکہ نعش اچھی طرح ڈھانپ دی جائے، چونکہ اس میں عورت کا زیادہ سے زیادہ پردہ ہے، بعض تابعین کا کہنا ہے کہ یہ عمل سب سے پہلے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے کیا، ابن عبدالبر کا کہنا ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی نعش کو اس طرح ڈھانپا گیا، ان کے بعد حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی نعش ڈھانپی گئی۔

۵۔ جنازہ کے آگے چلنا..... فقہائے حدیث یعنی مالک، شافعی اور احمد رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک جنازہ کے آگے آگے چلنا مسنون ہے ❸ جنازہ کے قریب رہے تاکہ اسے التفات کے وقت دیکھ سکے چونکہ جب جنازہ سے دور ہو جائے گا تو جنازہ کے ساتھ نہیں رہے گا اس کی دلیل ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ انھوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کو جنازہ کے آگے آگے چلتے دیکھا ہے ❹ دوسری دلیل یہ ہے کہ جنازہ کے ساتھ چلنے والے میت کا سفارشی ہوتا ہے اور سفارشی سفارش طلب کے آگے ہوتا ہے۔

البتہ حنابلہ نے یہ اضافہ کیا ہے کہ جنازہ کے ساتھ چلنے والے پیچھے بھی چل سکتے ہیں اور پیچھے چلنا مکروہ نہیں چونکہ درحقیقت جنازہ متبوع ہے اور متبوع آگے ہوتا ہے۔ البتہ لوگ اپنی چاہت کے مطابق جیسے چاہیں دائیں بائیں نہیں چل سکتے مالکیہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ سوار شخص جنازہ کے پیچھے چلے۔

فقہائے رائے جن میں سے حنفیہ بھی ہیں کہتے ہیں: جنازہ کے پیچھے چلنا مستحب ہے، چونکہ جنازہ متبوع ہے البتہ اگر جنازہ کے پیچھے عورتیں ہوں تو اس صورت میں جنازہ کے آگے آگے چلنا بہتر ہے۔ اور جنازہ کے آگے چلنا جائز ہے۔ اس میں بھی فضیلت ہے البتہ جنازہ سے زیادہ آگے نکل جانا، یا سبھی لوگوں کا آگے چلنا یا جنازہ کے ساتھ سوار ہو کر چلنا مکروہ ہے۔

---

❶..... رواہ ابوداؤد والبزار وقال الحاکم انه صحیح الاسناد۔ ❷ الشرح الکبیر: ۱/۴۱۸ کشاف القناع ۲/۱۴۶، مغنی المحتاج: ۱/۳۵۹۔ ❸ بدایة المجتهد ۱/۲۲۵ المهذب ۱/۱۳۶ المغنی ۲/۴۷۴ کشاف، القناع ۲/۱۴۹، المجموع ۵/۲۳۸ القوانین الفقهية ۹۲۔ ❹ الدر المختار ۱/۸۳۴ مراقی الفلاح ۱۰۱ چنانچہ حضرت براء رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جنازہ کے پیچھے چلنے کا حکم دیا ہے۔

حنفیہ کی دلیل ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جنازہ کے پیچھے چلنے کے بارے میں سوال کیا آپ نے فرمایا: ہچکولوں سے بچا جائے اور صحابہ نے قول دہرایا کہ جنازہ کے پیچھے چلا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا انکار نہیں کیا۔ ان کی دلیل طاؤس کی حدیث بھی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ کے پیچھے نہیں چلے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصت ہو گئے۔ ❶

دلائل سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جنازہ کے آگے اور پیچھے چلنا جائز ہے، چنانچہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سوار آدمی جنازہ کے پیچھے رہے پیدل چلنے والا جنازہ کے آگے چلے اور جنازہ کے دائیں یا بائیں قریب قریب چلے ناتمام بچے پر نماز جنازہ پڑھی جائے اور اس کے والدین کے لیے دعائے مغفرت اور رحمت کی جائے۔ ❷

۶۔ جنازہ کے لئے کھڑا ہونا...... امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اور فقہاء کی ایک جماعت کہتی ہے کہ مسلمان کو جنازہ کے آگے کھڑا ہونے یا بیٹھے رہنے میں اختیار ہے ❸ چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کسی جنازے کو دیکھو تو اس کے لئے کھڑے ہو جاؤ یہاں تک کہ جنازہ آگے نکل جائے یا زمین پر رکھ دیا جائے۔ ❹

جب کہ جمہور فقہاء جن میں آئمہ اربعہ بھی ہیں کہتے ہیں: جنازہ کے لئے کھڑا نہیں ہونا چاہیے۔ چونکہ جنازہ کے لئے کھڑا ہونا منسوخ ہو چکا ہے ❺ اس کی دلیل حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جنازہ کے لئے کھڑے ہونے کا حکم دیا تھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے رہے اور ہمیں بھی بیٹھے رہنے کا حکم دیا۔ ❻

بیٹھنے کا سبب یہودیوں کی مخالفت کرنا ہے۔ چنانچہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ کے ساتھ کھڑے رہتے یہاں تک کہ قبر میں اتار لیا جاتا چنانچہ ایک مرتبہ یہودیوں کا ایک عالم گزرا وہ بولا ہم بھی ایسا ہی کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور فرمایا: بیٹھ جاؤ اور یہودیوں کی مخالفت کرو ❼ مالکیہ نے تو جنازہ کے آگے کھڑے ہونے کی کراہت کی تصریح کی ہے چونکہ یہ اسلاف کا عمل نہیں ہے۔

۷۔ جنازہ کے ساتھ چلنے والے کب بیٹھیں...... جنازہ کے ساتھ چلنے والوں کے لئے مستحب ہے کہ اس وقت تک نہ بیٹھیں جب تک جنازہ کاندھوں سے اتار نہ لیا جائے چونکہ بسا اوقات جنازہ اٹھانے والوں کے ساتھ معاونت کی ضرورت پڑتی ہے۔ معاونت کھڑے ہو کر کرنا آسان تر ہے ❽ اس کی دلیل یہ حدیث ہے جب تم کوئی جنازہ دیکھو تو اس کی مدد کے لیے کھڑے ہو جاؤ اور جو شخص جنازہ کے ساتھ چل رہا ہو وہ اسوقت تک نہ بیٹھے جب تک جنازہ زمین پر رکھ نہ دیا جائے ❾ جیسا کہ ابوداؤد کی روایت میں ہے قریبی کافر رشتہ دار کے جنازہ کے ساتھ چلنے میں کوئی ممانعت اور کراہت نہیں۔

---

❶ قال الشوکانی وھذا مع کونہ مرسلا لم اقف علیہ فی شیء من کتب الحدیث (نیل الاوطار ۴/۷۲) ❷ رواہ احمد واصحاب السنن وصححہ بن حبان والحاکم (نیل الاوطار ۴/۴۵) دلائل میں تطبیق یوں ممکن ہے کہ قوم کا بڑا آدمی جنازہ کے آگے چلے اور بقیہ لوگ پیچھے چلیں ❸ المجموع ۵/۲۳۹ ❹ رواہ الجماعۃ (نیل الاوطار ۴/۷۵) ❺ القوانین الفقھیۃ ۹۶ المغنی ۲/۴۷۹ الشرح الصغیر ۱/۵۷۰ الدرالمختار ۱/۸۳۴ ❻ رواہ احمد وابوداؤد وابن ماجہ بنحوہ (نیل الاوطار) ❼ رواہ ابوداؤد والترمذی وابن ماجہ والبیھقی واسنادہ ضعیف ❽ فتح القدیر ۱/۴۶۹ المغنی ۲/۴۸۰ المھذب ۱/۱۳۶۔ ❾ رواہ الجماعۃ الا ابن ماجۃ عن ابی سعید الخدری (نیل الاوطار ۴/۷۴)

چوتھی چیز: مکروہات جنازہ..... فقہاء نے جنازہ کے بہت سارے مکروہات ذکر کیے ہیں جن میں سے اہم درج ذیل ہیں۔ ❶

۱.....نماز جنازہ اور دفن میں اس غرض سے تاخیر کرنا تاکہ جنازہ پڑھنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہو یا نماز جمعہ کے بعد جم غفیر جنازہ پڑھے، ہاں البتہ اگر دفن کی وجہ سے نماز جنازہ کے فوت ہونے کا خدشہ ہو تو تاخیر جائز ہے چنانچہ صحیح حدیث ہے" جنازہ کو جلدی لے جاؤ ولی کے انتظار میں تاخیر کرنے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ میت کے متغیر ہونے کا خوف نہ ہو۔ جنازہ کے ساتھ چلنے والوں کا بغیر نماز جنازہ پڑھے واپس لوٹنا مکروہ ہے اگرچہ وارثوں کی اجازت سے واپس ہوں اور نماز کے بعد وارثوں کی اجازت کے بغیر واپس جانا بھی مکروہ ہے ہاں البتہ اگر ورثاء اجازت دیں یا تاخیر کریں تو واپس جانا جائز ہے۔

۲.....جنازہ زمین پر رکھنے سے پہلے بیٹھ جانا، جب کوئی شخص جنازہ کو دیکھے تو وہ نماز گاہ میں کھڑا نہ ہو اور نہ ہی وہ شخص جو گزر رہا ہو جیسا کہ گزشتہ بحث میں میں نے بیان کر دیا ہے۔

۳.....سوار رہنا مکروہ ہے سنت یہ ہے کہ سوار نہ ہو، چونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید اور جنازہ کے موقع پر سوار نہیں ہوئے۔ ❷ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازہ میں شریک ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو سوار دیکھا تو فرمایا: کیا تمہیں شرم نہیں آتی، اللہ تعالیٰ کے فرشتے پیادہ ہیں اور تم چوپایوں کی پشتوں پر ہو۔ ❸

جنازہ سے واپس لوٹنے میں سوار ہونے میں کوئی حرج نہیں، چونکہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ننگی پشت والا ایک گھوڑا لایا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابن دحداح کے جنازہ سے واپس آرہے تھے آپ گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ جب کہ ہم آپ کے آس پاس چلتے رہے۔ ❹

۴.....آوازیں بلند کرنا، شور وغل مچانا، یعنی جنازہ کے ساتھ باآواز بلند ذکر کرنا، قرأت کرنا اور رونا وغیرہ مکروہ ہے۔ مثلاً یوں کہنا، میت کے لئے استغفار کرو وغیرہ مکروہ ہے چونکہ بیہقی کی روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنازوں کے ساتھ، جنگ لڑتے وقت اور ذکر کے وقت آواز بلند کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے، ایک مرتبہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو کہتے سنا: اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت کرے، اس پر ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت نہ کرے۔ ❺

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے تابعین نے جنازہ کے ساتھ یوں کہنے کو بھی مکروہ قرار دیا ہے: اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو۔

جنازہ کے ساتھ وہی عمل درست اور صواب ہے جو اسلاف کا رہا یعنی جنازہ کے ساتھ چلتے وقت خاموش رہنا چاہیے موت اور موت کے متعلقات کی فکر مندی کرنی چاہیے، جیسا کہ میں نے پیچھے بیان کر دیا ہے۔ اور جو عمل جاہل قاریوں کا ہے کہ جنازہ کے ساتھ آوازیں بلند کرتے ہیں اور بے محل باتیں کرتے ہیں سو یہ صریح حرام ہے اور اس کی تردید واجب ہے۔

۵.....جنازہ کے ساتھ آگ لے کر چلنا مکروہ ہے مثلاً کوئی دھونی اور لوبان قسم کی چیز ساتھ لے کر چلنا مکروہ ہے۔ چونکہ اس میں بدفالی کا پہلو ہے کہ یہ میت دوزخی ہے نیز ابوداؤد کی روایت ہے جنازہ کے ساتھ چلتے وقت آواز بلند نہ کی جائے اور آگ بھی ساتھ نہ لائی جائے۔

جنازہ کے ساتھ نوحہ کرنے والی عورت کو رکھنا بھی مکروہ ہے۔ بلکہ اگر کوئی ایسی عورت ہو بھی تو اسے ڈانٹا جائے۔ چنانچہ حضرت عمرو بن

---

❶.....الدر المختار ۱/۸۲۳ الکتاب مع اللباب ۱/۱۳۴ فتح القدیر ۱/۴۶۹ الشرح الصغیر ۱/۵۶۶ المھذب ۱/۱۳۶، المجموع ۵/۲۳۷، مغنی المحتاج ۱/۳۵۹، المغنی ۲/۴۷۵ کشاف القناع ۲/۱۴۹ الشرح الکبیر ۱/۴۲۱۔ ❷قال النووی غریب (المجموع: ۵/۲۳۷) ❸رواہ ابن ماجہ والترمذی (نیل الاوطار ۴/۷۲) ❹رواہ احمد ومسلم والنسائی وروی ابوداؤد عن ثوبان مثلہ (نیل الاوطار ۴/۷۲) ❺رواہ سعید بن المنصور فی سننہ

العاص رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا: جب میں مرجاؤں میرے ساتھ آگ مت لاؤ اور کوئی نوحہ کرنے والی عورت بھی ساتھ نہ رکھو ❶ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی کہ میرے جنازہ کے ساتھ نوحہ کرنے والی عورت اور دھونی قسم کی کوئی چیز مت رکھو اور میرے اور زمین کے درمیان کوئی دوسری چیز حائل مت کرو۔ ❷

رونے دھونے کے لئے عورتوں کا اکٹھا ہونا مکروہ ہے خواہ رونا آہستہ ہو یا جہراً ہو یہ ایسا ہی ہے جیسے بری بات سے مطلقاً منع کیا گیا ہے۔

۶..... جنازوں کے ساتھ عورتوں کا چلنا مکروہ ہے، جمہور کے نزدیک یہ مکروہ تنزیہی ہے چونکہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ہمیں جنازوں کے ساتھ چلنے سے منع کیا گیا ہے لیکن ممانعت میں شدت نہیں کی گئی ❸ یہ نہی تنزیہی ہے، جب کہ حنفیہ کے نزدیک یہ نہی تحریمی ہے۔ چنانچہ حدیث ہے۔ تم عورتیں واپس لوٹ جاؤ اس حال میں کہ تم گناہگار ہو اور تمہارے لئے اجر وثواب نہیں ❹ اس کی تائید اس معنی کی حدیث سے بھی ہوتی ہے جس کی طرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے اشارہ کیا ہے، اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان امور کو دیکھ لیتے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد عورتوں نے گھڑ لئے ہیں تو آپ عورتوں کو ایسے ہی منع فرمادیئے جیسے بنی اسرائیل کی عورتوں کو منع کیا گیا تھا۔

مالکیہ نے جنازہ کے ساتھ بوڑھی عورت کے نکلنے کی اجازت دی ہے جس کی طرف کسی مرد کی نظر نہیں اٹھتی۔ یا ایسی نوجوان عورت بھی جنازہ کے ساتھ جاسکتی ہے جو زیادہ غمزدہ ہو اور جس پر موت کی تکلیف آئی ہو جیسے کسی نوجوان عورت کا باپ مرگیا ہو یا خاوند مرگیا ہو یا بیٹا یا بیٹی یا بھائی یا بہن مرگئی ہو، البتہ ایسی عورت جس کے متعلق فتنہ کا خوف ہو اسکا جنازہ کے ساتھ نکلنا مطلقاً حرام ہے، مصیبت زدہ بیوی کا جنازہ کے ساتھ نکلنا عدت اور سوگ کے احکام سے مستثنیٰ ہے۔

۷..... کسی چھوٹے بچے کی میت ہو اس کو بڑا کر کے دکھانا مکروہ ہے چونکہ اس میں فخر ومباہات اور نفاق کا پہلو ہے ریشم کا بچھونا یا اون اور ریشم سے بنا ہوا بچھونا میت کے لیے بچھانا مکروہ ہے۔

۸..... حنابلہ کہتے ہیں: ہاتھوں، آستینوں اور رومالوں سے جنازہ کو چھونا بدعت اور مکروہ ہے، جب کہ علماء نے قبر کو بھی چھونے سے منع کیا ہے، لہٰذا بدن کا چھونا معہذا جب اذیت بھی ہو تو بطریق اولیٰ ممنوع ہے۔

پانچویں چیز: دفن کا حکم اور دفن میں جلدی کرنا..... فقہاء کا اجماع ہے کہ میت کو دفن کرنا فرض کفایہ ہے ❺ چونکہ میت کو زمین پر پڑے رہنے دینے سے اس کی حرمت کی ہتک ہے اور لوگوں کو بدبو سے اذیت پہنچے گی، اس میں اصل یہ آیت ہے:

أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ كِفَاتًا ﴿٢٥﴾ أَحْيَاءً وَأَمْوَاتًا ﴿٢٦﴾ المرسلت ۷۷/ ۲۵، ۲۶

کیا ہم نے زمین کو ایسا نہیں بنایا کہ وہ سمیٹ کر رکھنے والی ہے زندوں کو بھی اور مردوں کو بھی۔

اس طرح ہابیل کے بارے میں فرمان باری تعالیٰ ہے:

فَبَعَثَ اللَّهُ غُرَابًا يَبْحَثُ فِي الْأَرْضِ لِيُرِيَهُ كَيْفَ يُوَارِي سَوْءَةَ أَخِيهِ ...... المائدہ ۵/ ۳۱

تاہم اللہ تعالیٰ نے ایک کوا بھیجا جو زمین کھودرہا تھا تاکہ اسے دکھائے کہ اپنے بھائی کی نعش کو کیسے دفن کرے۔

ایک جگہ اور فرمان باری تعالیٰ ہے: ثم اماته فا قبره پھر اللہ نے انسان کو موت دی اور اسے قبر میں دفنایا۔ (عبس ۸۰/ ۲۱)

افضل یہ ہے کہ مرنے کے بعد میت کو کفنانے اور دفنانے میں بہت جلدی کرنی چاہیے چونکہ حدیث گزر چکی ہے کہ جنازہ میں جلدی کرو چونکہ اگر جنازہ نیک وصالح ہے تو اسے آگے جلدی پہنچاؤ اور اگر برا ہے تو اسے جلدی جلدی اپنے کاندھوں سے نیچے اتار دو البتہ مالکیہ نے

---

❶..... رواه مسلم فی صحيحه فی جملة حديث طويل فيه احكام كثيرة فی كتاب الايمان. ❷ رواه البيهقی ❸ رواه البخاری ومسلم فی الصحيحين ❹ رواه ابن ماجه بسند ضعيف (۵) ردالمحتار والدرالمختار ۱/ ۸۳۳، بداية المجتهد ۱/ ۲۱۸، المجموع ۱/ ۲۴۱ كشاف القناع ۲/ ۹۶۔

ڈوب کر مرنے والے کو اس حکم سے مستثنیٰ کیا ہے کہ اسے تاخیر سے دفن کیا جائے چونکہ اس میں زندگی کا شبہ ہوتا ہے۔

میت کو قبرستان میں دفن کرنا افضل ہے، چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مردوں کو بقیع کے قبرستان میں دفن کرتے تھے (1) دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ ہر شخص قبرستان کے مدفونین کے لئے دعا کرے گا یوں اس کے لئے زیادہ سے زیادہ دعائیں ہوں گی، نیز قبرستان میں دفنانے میں ورثہ پر ضرر کم ہے اور آخرت کے مسکینوں کے زیادہ مشابہ ہے۔ (2)

گھر یا کمرہ اور حجرہ وغیرہ میں دفن...... گھر یا حجرہ وغیرہ میں میت کو دفن کرنا جائز ہے حرام نہیں۔ چونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں مدفون ہیں (3)

لیکن کمرہ یا حجرہ میں غیر نبی کو دفن کرنا مکروہ ہے اگر چہ میت ناتمام بچہ ہی کیوں نہ ہو اسے بھی دفن کرنا مکروہ ہے، چونکہ گھر اور حجرہ میں مدفون ہونا انبیاء علیہم السلام کی خصوصیت ہے۔

قبر میں میت کو دفن کرنا مکروہ ہے چونکہ اس میں سنت کی مخالفت ہے۔

فضیلت والی جگہوں میں میت کو دفن کرنا...... فضیلت والے قبرستان میں میت کو دفن کرنا مستحب ہے، اس سے مراد ایسا قبرستان ہے جس میں صالحین اور شہداء بکثرت مدفون ہوں تا کہ میت کو ان کی برکت حاصل ہو، چنانچہ بخاری و مسلم کی روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی موت کا جب وقت ہوا تو انھوں نے رب تعالیٰ سے دعا کی کہ انھیں پتھر مارنے کے فاصلہ کے بعد ارض مقدسہ کے قریب کر دے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم لوگ وہاں (بیت المقدس) میں موجود ہوتے میں تمہیں سرخ ٹیلے کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر دکھا دیتا۔ نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اجازت طلب کی تھی کہ انھیں بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس دفن کیا جائے۔ (4)

قریبی رشتہ داروں کو ایک ہی جگہ میں جمع کرنا...... قریبی رشتہ داروں کو ایک ہی قبرستان میں جمع کرنا مستحب ہے، چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو دفن کیا تو ان کے سرہانے کی طرف ایک پتھر چھوڑا اور فرمایا اس پتھر کی وجہ سے میں اپنے بھائی کی قبر پہچانوں گا اور میرے گھر والوں میں سے جو وفات پائے گا اس کے پاس دفن کروں گا۔ (5)

چھٹی چیز: قبروں کی کیفیت اور قبروں کا احترام...... قبروں کی مختلف کیفیات ہیں جو سنت نبویہ سے مستفاد ہیں عموماً جن کی روزمرہ ضرورت پیش آتی رہتی ہے، وہ مندرجہ ذیل ہیں۔ (6)

۱..... قبر کی کم از کم مقدار میں اتنا گڑھا ہونا چاہیے جس سے بدبو نہ پھیلے اور جسے کوئی درندہ نہ اکھاڑے چونکہ میت کو دفن کرنا واجب ہے اور وجوب کی حکمت یہ ہے کہ میت کی بدبو پھیل کر اس کی حرمت پامال نہ ہو، نیز انسان کی لاش سے گھن کرنا اور درندوں کا کھانا اس کی بے حرمتی ہے اس لئے مردہ کو بے حرمتی سے بچانا واجب ہے۔

۲..... مالکیہ کے علاوہ جمہور کے نزدیک قبر کا طولاً اور عرضاً وسیع ہونا اور گہرا ہونا مستحب ہے تا کہ میت بآسانی قبر میں اتارا جا سکے، چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدائے احد کے بارے میں فرمایا: تھا: قبروں کو کشادہ رکھو اور گہری کھودو۔ (7) چونکہ قبر کی گہرائی بدبو نہیں پھیلنے دیتی

---

(1)..... حدیث صحیح متواتر (2) مراقی الفلاح ۱۰۲ الدرالمختار ۱/۸۳۶، الشرح الصغیر ۱/۵۷۴ المجموع ۵/۲۴۱، المغنی ۲/۵۰۸۔ (3) حدیث صحیح متواتر۔ (4) حدیث صحیح رواہ البخاری وغیرہ (5) رواہ ابوداؤد والبیھقی عن المطلب بن عبداللہ بن حنطب وھو من التابعین عمن اخبرہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فھو مسند لا مرسل لانہ الصحابة کلھم عدول۔ (6) الدرالمختار ۱/۸۳۵ فتح القدیر ۱/۴۶۹، مراقی الفلاح ۱۰۱ الکتاب ۱/۱۳۴ بدایة المجتھد ۱/۲۳۵، القوانین الفقھیة ۹۲ الشرح الکبیر ۱/۴۱۹ الشرح الصغیر ۱/۵۵۸ مغنی المحتاج: ۱/۳۵۱ المھذب ۱/۱۳۹ المغنی ۲/۴۹۷، کشاف القناع ۲/۱۵۴ شرح الرسالة ۱/۲۷۷ المجموع ۵/۲۸۴۔ (7) رواہ الترمذی وقال حسن صحیح ہے۔

جس سے زندہ لوگوں کو اذیت پہنچتی ہے، اور گہری قبر کو درندے بھی نہیں اکھاڑتے، اس میں میت کا زیادہ سے زیادہ پردہ ہے۔ چنانچہ بیہقی کی روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گورکن سے فرمایا: سر اور پاؤں کی طرف سے قبر کو کشادہ رکھو۔

شافعیہ اور اکثر حنابلہ کے نزدیک قبر کی گہرائی بقدر قامت ہونی چاہیے جو میانہ قدر کے آدمی کے اعتبار سے ہو۔ چونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی کی وصیت کی تھی اور آپ پر کسی نے انکار نہیں کیا امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سینے تک قبر گہری ہو اور س میں مرد و زن کی قبر برابر ہے۔

حنفیہ کے نزدیک قبر کی گہرائی نصف قامت تک ہونی چاہیے اور اگر گہرائی کی مقدار اس سے بڑھ جائے تو وہ اور زیادہ اچھا ہے۔ گویا گہرائی کی کم از کم مقدار نصف قامت اور زیادہ سے زیادہ قامت کے بقدر ہے۔

قبر کی لمبائی میت کی لمبائی کے برابر ہو اور چوڑائی نصف لمبائی کے برابر ہو۔

مالکیہ کہتے ہیں...... قبر کو بہت زیادہ گہرا نہ کھودنا مستحب ہے بلکہ ایک ہاتھ کے بقدر قبر گہری ہو جب کہ قبر لحد ہو۔

۳...... بالاتفاق لحد شق سے افضل ہے لحد سے مراد بغلی قبر ہے، اور شق سے مراد صندوقی قبر ہے۔ بغلی قبر نیچے کھود کر اندر کی جانب کھودی جاتی ہے جب کہ صندوقی قبر سیدھی نیچے نہر کی طرح کھودی جاتی ہے۔ یا قبر کی دونوں اطراف اینٹ یا پتھر سے بنائی جاتی ہیں ان کے درمیان شق قبر بنائی جاتی ہے اور اس میں میت رکھ دیا جاتا ہے۔ قبر کے اوپر بلوط یا پتھر یا اونٹ یا لکڑا وغیرہ لگایا جاتا ہے، یہ چھت میت سے معمولی سے اوپر بلند ہوتی ہے تاکہ میت کو چھونے نہ پائے حنابلہ کے نزدیک شق مکروہ ہے، چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے بغلی قبر ہمارے لئے ہے اور صندوقی قبر ہمارے علاوہ دوسرے لوگوں کے لیے ہے۔ ❶

حنفیہ، مالکیہ اور شافعیہ نے تفصیل کی ہے چنانچہ یہ حضرات کہتے ہیں: اگر زمین سخت ہو تو پھر لحد افضل ہے چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے مرض الوفات میں فرمایا: میرے لیے لحد کھودو، اور مجھ پر اینٹیں نصب کرو جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا گیا ❷ اور اگر زمین نرم ہو تو پھر شق افضل ہے چونکہ زمین کے پھسل جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔

شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک واجب ہے جب کہ مالکیہ اور حنفیہ کے نزدیک مستحب ہے کہ میت کو قبر میں قبلہ کی طرف سے رکھا جائے، اور میت کا چہرہ قبلہ رخ دیوار کی طرف اینٹ وغیرہ کے سہارے سے موڑ دیا جائے، تاکہ گدی کے بل میت کو لٹانے سے بچا جائے، چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ کعبہ تمہارا قبلہ ہے خواہ تم زندہ ہو یا مردہ ہو۔

میں عنقریب بیان کروں گا کہ میت کو سر کی طرف سے آہستہ سے کھینچ کر قبر میں داخل کرنا مسنون ہے یعنی میت کو قبر میں رکھنے کے بعد اور آرام سے میت کو قبر میں دراز کر دیا جائے، میت کو قبر میں قریبی رشتہ دار اتاریں اور اتارنے والے مرد ہوں، اور جو لوگ قبر میں اتاریں وہ یوں کہیں۔

بسم اللہ وعلی سنۃ رسول اللہ

چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات پڑھنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ ابوداؤد، اور ترمذی کی ایک روایت جو کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں ہے۔

لحد کے منہ کچی اینٹیں اس طور پر رکھی جائیں کے قبر کی طرف بند ہو جائے اور اینٹیں اس طرح رکھی جائیں کہ میت کا چہرہ مٹی سے بچا رہے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے ''اینٹیں خوب مضبوطی سے رکھی جائی۔ لحد پر پکی اینٹیں لگانا لکڑی لگانا مکروہ ہے کیونکہ یہ تو عمارت کی مضبوطی

❶..... رواہ ابوداؤد والترمذی وغیرہ لکنہ ضعیف حدیث کا مطلب بعض علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ لحد اہل مدینہ کے لیے ہے اور شق دوسرے شہروں کے رہنے والوں کے لیے۔ ❷ رواہ مسلم.

اور پختگی کے لئے ہوتی ہیں جو کہ میت کے لیے مناسب نہیں کیونکہ قبر تو کچی اینٹوں کی جگہ ہے البتہ اینٹوں کے ساتھ بانس رکھنے میں کوئی حرج نہیں، پھر قبر میں مٹی ڈال دی جائے اس کی حفاظت کے لئے۔

۴..... قبر پر موجود لوگوں کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ میت کی سر کی جانب سے یا کسی بھی جانب سے قبر پر تین مٹھیاں مٹی ڈالیں اس سے پہلے کہ اس پر مٹی ڈالا جائے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ پڑھا پھر میت کی قبر پر تشریف لائے پھر اس پر تین مٹھیاں مٹی ڈالی سر کی جانب ❶ اور عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی اس پر چار تکبیریں کہیں پھر قبر پر تشریف لائے اور سر کی جانب کھڑے ہو کر تین مٹھیاں مٹی ڈالی ❷ نیز کیونکہ میت کو چھپانا فرض کفایہ ہے مٹی ڈالنے کی وجہ سے یہ ہی اس کے چھپانے میں شریک ہو جائے گا نیز اس میں عبرت بھی ہے اور یاد دہانی بھی اس لئے مستحب ہے۔

۵..... قبر کو صرف ایک بالشت بلند کیا جائے تا کہ معلوم ہو کہ یہ قبر ہے اور کوئی فوت ہوا ہے اور تا کہ قبروں لئے رحم کی دعا کرے نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک ایک بالشت بلند ہے امام شافعی رحمہ اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک زمین سے ایک بالشت اونچی ہے ❸ قاسم بن محمد رحمہ اللہ ❹ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا: اے میری امی جان! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں (حضرت ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہ) کی مبارک قبریں مجھے دکھائیں پس آپ نے مجھے تین قبریں دکھائیں، نہ وہ زیادہ بلند تھیں نہ زمین سے ملی ہوئی بلکہ زمین سے عرصۃ الحمراء کی طرح بلند تھیں۔ ❺

۶..... قبر کو اونٹ کی کوہان کی طرح بنانا جمہور کے ہاں چوکور بنانے سے افضل ہے سفیان التمار کا قول ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اونٹ کی کوہان کی طرح دیکھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے صحابہ کی قبریں بھی ایسی ہی ہیں۔ نیز چوکور بنا دینا دنیا والوں کی عمارتوں کے مشابہ ہے البتہ حنابلہ نے دار الحرب کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا ہے جب کہ میت لانا ممکن نہ ہو تو پھر اس کی قبر کو زمین سے برابر کر دے اور چھپا دے تا کہ کفار قبر کھود کر لاش کی بے حرمتی نہ کریں۔

شوافع کے ہاں چوکور قبر بنانا، اولیٰ ہے اونٹ کی کوہان کی طرح بنانے سے جیسا کہ آپ علیہ السلام اور صحابہ کی قبروں کے ساتھ کیا گیا ہے۔

۷..... قبر کو چونا کرنا اور اس پر عمارت بنانا اس پر لکھنا، قبر کے پاس رات گذارنا، قبر پر مسجد بنانا، قبر کو چومنا، اس کا طواف کرنا وغیرہ، قبر کی مٹی سے بیماریوں کی شفاء حاصل کرنا مکروہ تحریمی ہے نیز حنفیہ اور مالکیہ کے ہاں قبر کی لپائی کرنا بھی مکروہ تحریمی ہے۔ البتہ چونا کرنا یعنی قبروں کو چونے وغیرہ کے ذریعے سفید کرنا اس پر نقش ونگار بنانا اس پر قبہ یا گھر کی طرح عمارت بنانا یہ سب چیزیں مکروہ تحریمی ہیں صحیح مسلم شریف میں ان کو منع کیا گیا جس کی وضاحت آ رہی ہے اور اگر قبر پر عمارت فخر ومباہات کے لئے بنائی جائے یا عام قبرستان میں یا وقف قبرستان میں تو یہ حرام ہے اس کو گرایا جائے کیونکہ فخر کی صورت میں تکبر عجب ہے جو کہ منع ہیں اور وقف شدہ زمین اور عام قبرستان میں چونکہ تنگی ہوگی اور لوگوں کو روکنا پایا جائے گا اس لیے حضرت امام مالک کے شاگرد ابن عبد الحکم نے ذکر کیا ہے کہ اگر کسی نے یہ وصیت کی کہ میری قبر پر عمارت بنائی جائے تو اس کی وصیت نافذ نہ کی جائے بلکہ قبروں پر بنے، قبے، چھتیں اور روضے گرانا واجب ہے البتہ مالکیہ میں سے حضرت اللخمی کے ہاں قبر کی حفاظت اور باڑ کے طور پر بنانے میں کوئی حرج نہیں اور کہا گیا ہے کہ حنفیہ کے ہاں قبر کو مٹی سے لیپنے میں کوئی حرج نہیں اور آج کل لوگ قبروں پر اینٹیں لگا دیتے ہیں تا کہ قبر کوئی اکھیڑے نہیں اور اس کو اچھا سمجھتے ہیں اور ایک اثر ہے کہ جس چیز کو مسلمان ❻ اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی اچھی

---

❶..... رواہ ابن ماجۃ ❷ رواہ الدار قطنی ❸ رواہ ابن حبان ❹ قاسم بن محمد یہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے ہیں۔ ❺ رواہ ابو داؤد۔ ❻ مسلمان سے مراد علماء حق ہو سکتے ہیں ورنہ عام مسلمان تو کئی حرام چیزوں کو بھی اچھا سمجھنے لگتے ہیں فافھم۔

ہے۔حنابلہ کے ہاں بھی قبر کو مٹی سے لیپنے میں کوئی حرج نہیں۔

قبر پر خیمہ وغیرہ لگانا امام احمد کے ہاں مکروہ ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی وصیت پر عمل کرتے ہوتے مسند احمد میں روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن کی قبر سے خیمہ اتارنے کا حکم فرمایا۔

رہ گیا لکھنا، تو جمہور کے ہاں قبر پر لکھنا مکروہ ہے چاہے میت کا نام ہو یا کچھ اور اسی طرح چاہے سر کی طرف ہو یا کسی اور طرف اس طرح کسی کاغذ پر لکھ کر رکھنا وغیرہ مالکیہ کے ہاں قبر پر قرآن کریم لکھنا حرام ہے اور ان کی دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو چونا کرنے ان پر لکھنے اور ان پر عمارت بنانے سے منع فرمایا ہے۔

حنفیہ کے ہاں اگر ضرورت ہو کہ صاحب قبر کا نشان نہ مٹ جائے تو پھر لکھنے میں کوئی حرج نہیں اگرچہ لکھنا منع ہے لیکن عملی اجماع پایا جاتا ہے حاکم نے نہی والی روایات کو مختلف طرح سے نقل کرنے کے بعد فرمایا یہ صحیح سندیں ہیں لیکن ان پر عمل نہیں کیونکہ جتنے بھی مشرق سے مغرب تک مسلمانوں کے آئمہ ہیں ان کی قبروں پر لکھا ہوا ہے اور یہ عمل سلف سے لیا گیا ہے اور اس کی تائید ابوداؤد کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پتھر اٹھا کر حضرت عثمان بن مظعون کی قبر کے سر کی جانب رکھا اور فرمایا تاکہ تمہیں معلوم ہو یہ تمہارے بھائی کی قبر ہے اور ان کے اہل وعیال میں سے اگر کوئی مرجاتے تو اسے یہاں دفن کیا جاسکے۔ پس لکھنے سے بھی قبر کی پہچان ہوتی ہے اور حنفیہ کے ہاں کفن پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یا یرجی ان یغفر اللہ للمیت لکھنا بھی مباح ہے۔

خلاصہ...... یہ ہے کہ لکھنے سے منع اس وقت ہے جب لکھنے کی ضرورت نہ ہو یا بغیر عذر کے لکھا جائے یا قرآن کریم میں سے کچھ لکھا جائے یا کوئی شعر یا تعریف میں مبالغہ آرائی کی جائے تو یہ مکروہ ہے۔

قبروں پر مسجد بنانا مکروہ تحریمی ہے اور بعض محدثین اور حنابلہ کے ہاں حرام ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اللہ تعالیٰ یہود کو قتل کریں۔ انھوں نے انبیاء کی قبر کو مسجد بنادیا ہے [1] ظاہر یہی ہے کہ وہ مسجد بنا کر ان میں نماز پڑھتے تھے البتہ امام حاکم کے شاگرد ابن قاسم نے ذکر کیا ہے کہ قبروں کو مٹنے سے بچانے کے لیے ان پر مسجد بنانے میں حرج نہیں اور اس کے علاوہ مکروہ ہے نیز قبر کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنا مکروہ ہے حدیث میں ہے قبروں پر مت بیٹھو اور قبروں کی طرف نماز نہ پڑھو۔ [2]

قبروں کو چومنا اور ان کی مٹی سے شفاء حاصل کرنا بدعت ہے۔ اور شوافع کے ہاں قبر پر خوشبو ڈالنے میں کوئی حرج نہیں۔

۸...... قبر پر کنکریاں ڈالی جائیں اور سر کی جانب پتھر یا لکڑ لگائی جائے کنکریاں ڈالنا تو امام شافعی کی مرسل روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹے ابراہیم کی قبر پر کنکریاں ڈالیں اور روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک قبر پر شگاف دیکھا تو اس کو بند کروادیا اور فرمایا یہ پتھر نہ اس کو نفع دے سکتا ہے اور نہ نقصان بندہ جب کوئی نیک عمل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو پسند کرتے ہیں کہ وہ یقین کرے اور پتھر وغیرہ قبر کی پہچان کے لیے رکھنا حدیث سابق کی وجہ سے ہے کہ آپ نے حضرت عثمان ابن مظعون کی قبر کے سر کی جانب پتھر رکھا...... الخ۔

۹...... قبروں پر چراغ جلانا جائز نہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے قبروں پر جانے والی عورتوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور چراغ جلانے والوں پہ بھی۔ [3]

قبروں کا احترام...... قبروں کے احترام کرنے کا حکم سنت سے ثابت ہے اور تمام فقہاء کے ہاں احترام کا م ہے۔ احترام کی صورتیں درج ذیل ہیں۔

---

[1] ...... متفق علیہ [2] رواہ مسلم [3] رواہ الخمسة

ا.....قبروں پر بیٹھنا مکروہ ہے۔

۲.....ان پر چلنا ان پر سونا۔

۳.....ان پر پیشاب پاخانہ کرنا

وغیرہ سب مکروہ ہیں آپ علیہ السلام کا ارشاد ہے: قبروں پر مت بیٹھو اور ان کی طرف منہ کر کے نماز نہ پڑھو۔ آپ ہی کا ارشاد ہے کسی کی قبر پر بیٹھنے سے بہتر ہے کہ انگارے پر بیٹھا جائے اور جلد تک جلا دے۔ ❶

حنفیہ کے ہاں پیشاب وغیرہ کے لئے بیٹھنا مکروہ تحریمی ہے اور اس کے علاوہ بیٹھنا مکروہ تنزیہی ہے، اور ان کے ہاں قبر کے پاس تلاوت کرنا مکروہ نہیں تا کہ اس سے سکون ہو اور تدبر وعظ سے، شوافع اور حنابلہ کے ہاں بغیر ضرورت کے بیٹھنا ٹیک لگانا وغیرہ مکروہ ہے۔ اور مالکیہ کے ہاں! قبر پر دو شرطوں کے ساتھ چلنا مکروہ ہے کہ قبر کوہان کی غیرہ کی شکل میں ہوا اور ساتھ راستہ بھی ہو، لیکن اگر قبر مٹ گئی ہو اور کوئی راستہ بھی نہ ہو تو پھر چلنا جائز ہے اور پیشاب پاخانہ وغیرہ کے علاوہ بیٹھنا جائز ہے اور قبروں پر بیٹھنے سے نہی والی حدیث کو وہ پیشاب پاخانہ وغیرہ کے لیے بیٹھنے پر محمول کرتے ہیں۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے طرف منسوب ہے کہ وہ قبروں پر بیٹھتے اور ٹیک لگاتے تھے۔

۲۔قبریں اکھیڑنا حرام ہے...... جب تک میت کی ہڈیاں وغیرہ قبر میں موجود ہونے کا گمان ہو تو اس وقت تک اکھیڑنا حرام ہے لہٰذا قبریں کھودتے وقت مردوں کی ہڈیاں نہ نکالی جائیں اور اپنی جگہ سے نہ ہلائی جائیں اور ہڈیاں توڑنے سے بچا جائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، میت کی ہڈیاں توڑنا اسی طرح گناہ ہے جس سے زندوں کی ہڈیاں توڑنا گناہ ہے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے مردے کی ہڈیاں توڑنا ایسا ہے جیسے اس کی زندگی میں اس کی ہڈیاں توڑنا ❷ البتہ درج ذیل ضرورتوں کی وجہ سے قبر اکھیڑنا جائز ہے۔

(الف)......اگر میت کو بغیر کفن وغسل کے دفن کر دیا گیا ہو یا قبلہ رخ نہ ہو اور اسکی حالت تبدیل نہ ہوگی ہو یا اکھیڑنے کی وجہ سے اس کی میت بگڑنے کا خطرہ نہ ہو ہو تو پھر اکھیڑ کر کفن غسل اور قبلہ رخ کرنا وسعت کے مطابق واجب ہے۔ سعید رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں روایت نقل کی ہے کہ کچھ لوگوں نے اپنے ساتھی دفن کیا نہ اسے غسل دیا اور نہ کفن دیا پھر معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے ان کی ملاقات ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں قبر سے نکالنے کا حکم دیا۔ پس انھوں نے اسے نکالا غسل دیا کفن پہنایا خوشبو لگائی اس کا جنازہ پڑھ کر دفن کیا ❸ شوافع کے ہاں کفن کے لیے میت کو نکالنا جائز نہیں کیونکہ کفن سے مقصود پردہ ہے وہ مٹی سے حاصل ہو گیا۔

اور اگر میت کے بگڑ جانے کا خطرہ ہو تو پھر نکالا نہ جائے کیونکہ اب نکالنا متعذر ہو گیا ہے لہٰذا ساقط ہو گیا جیسا کہ زندہ سے وضوء اور استقبال قبلہ نماز میں متعذر ہو کر ساقط ہو جاتا ہے۔ البتہ اگر میت کو جنازہ پڑھنے سے پہلے دفن کر دیا گیا ہو تو پھر قبر پر جنازہ پڑھ دیا جائے مالکیہ اور حنابلہ کے ہاں قبر کھود کر نکالا جائے پھر نماز پڑھی جائے اور حنفیہ کے ہاں اگر قبلہ رخ نہ ہو تو اس کے لیے قبر نہ کھولی جائے اس کے علاوہ آنے والی ضرورتوں کے لیے قبر کھولی جاسکتی ہے۔

(ب)......اگر کفن غصب شدہ کپڑے سے دیا گیا اور کپڑے والا قیمت لینے پر تیار نہیں یا غصب شدہ زمین میں دفن کیا گیا ہو اور مالک راضی نہ ہو تو قبر اکھیڑ سکتے ہیں۔

(ج)......جامع مسجد کے قریب قبر ہے اور مسجد تنگ ہے اس کے ساتھ کسی اور کو دفن کرنا ہے جگہ تنگ ہے پس کسی دوسرے کو وقت کرنے کے لیے یا وہاں پر مسجد بنانے کے لئے قبر اکھیڑی جائے تو یہ جائز ہے۔ اور مالکیہ کے ہاں کھیتی باڑی اور مکان بنانے کے لیے قبریں نہ اکھیڑی جائیں۔ اور حنفیہ کے ہاں اگر میت بوسیدہ ہوئی ہو اور مٹی بن گئی ہو اور اس کی قبر اور کھیتی بونا اور مکان بنانا جائز ہے۔

---

❶......مسلم ❷ رواہ ابن ماجہ واحمد ❸ نیل الاوطار۔

(د)......اگر میت کے ساتھ مال وغیرہ دفن ہوگیا یا کسی دوسرے آدمی کا تھوڑا یا زیادہ مال دفن ہوگیا اور مال والے مال طلب کر رہا ہو تو قبر اکھیڑی جاسکتی ہے۔روایت ہے کہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں رہ گئی اس کے نکالنے کے لیے جہاں انگوٹھی تھی قبر کھول دی گئی آپ نے انگوٹھی لے لی ❶ مالکیہ کے ہاں تھوڑے مال کے لیے قبر نہ کھولی جائے یا جب میت تبدیل ہوگئی ہو، جس کا مال ہے اسے ترکہ میت سے قیمت دے دی جائے یا اس کے مثل چیز دے دی جائے۔

(ہ)......اگر کوئی شخص کسی دوسرے کے جواہرت نگل گیا اور مر گیا جواہر والا اگر مانگتا ہے تو میت کا پیٹ چاک کر کے جواہر نکال کر واپس کیا جائے اور حنفیہ کے ہاں اگر میت کا ہو تب بھی پیٹ چاک کیا جائے۔شوافع اور سحنون مالکی کے ہاں بھی۔جب کہ امام احمد ابن حبیب مالکی اور ایک قول میں شوافع کے ہاں پیٹ چاک نہ کیا جائے۔

حاملہ کا پیٹ چاک کرنا......اگر حاملہ عورت فوت ہوجائے اور اس کے پیٹ میں بچہ زندہ ہو تو اکثر فقہاء کے ہاں اس کا پیٹ چاک کیا جائے کیونکہ اس صورت میں میت کے ایک جزو کو ضائع کر کے زندہ کو بچایا جارہا ہے تو یہ مجبوری کی حالت میں میت کھانے کے مشابہ ہے۔حنابلہ کے ہاں میت کا پیٹ چاک کر کے بچہ نہ نکالا جائے۔چاہے میت مسلمان ہو یا ذمیہ بلکہ دائی بچے کو اپنے طریقہ سے نکالے جب کہ زندہ ہونا حرکت وغیرہ سے معلوم ہو۔

۳۔دفن کے بعد میت کو دوسری جگہ منتقل کرنا......اس بارے میں فقہاء کی دو رائیں ہیں مالکیہ اور حنابلہ کے ہاں وہ کسی مصلحت کی وجہ سے منتقل کرنا جائز ہے شوافع کے ہاں سوائے ضرورت کے جائز نہیں اور حنفیہ کے ہاں کسی صورت میں بھی جائز نہیں ❷ جس کی تفصیل یہ ہے کہ مالکیہ کے ہاں میت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ یا ایک شہر سے دوسرے شہر میں یا شہر سے دیہات میں اس شرط کے ساتھ کہ میت منتقل کرتے وقت پھٹ نہ جائے اور اس کی بے حرمتی نہ ہو منتقل کرنا جائز ہے نیز اس میں کوئی مصلحت بھی ہو جیسے سمندر یا کسی درندے کے کھا جانے کا خطر ہو یا جہاں منتقل کیا جارہا ہے وہ بابرکت جگہ ہے یا اپنے اھل وعیال کے درمیان دفن کرنا مقصود ہے یا اہل وعیال کے قریب لانے کی وجہ سے۔حنابلہ کے ہاں: میت کو کسی صحیح غرض ومقصد کی خاطر منتقل کرنا جائز ہے مثلاً جہاں دفن کیا گیا ہے اس سے بہتر جگہ دفن کرنا کسی بزرگ کے قریب تاکہ اس پر بھی اس کی برکت ہو سوائے شہید کے جب کہ وہ میدان قتال میں دفن کیا گیا ہو تو اس کو وہاں سے منتقل نہ کیا جائے اگر کسی نے منتقل کیا تو واپس اس جگہ لے جانا مستحب ہے۔کیونکہ شہید کو میدان قتال میں دفن کرنا سنت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتولین احد کے متعلق حکم فرمایا کہ انہیں اپنی قتل کی جگہوں پر دفن کرو جب کہ انہیں مدینہ لایا جارہا تھا۔❸

شوافع کے ہاں......میت کو دفن کے بعد منتقل کرنے وغیرہ کی غرض سے نکالنا حرام ہے ہاں اگر ضرورت ہو مثلاً بلا غسل وتیمم دفن کیا گیا یا مغصوب جگہ میں یا کپڑے میں کفنا کر دفن کیا گیا یا مال گر گیا ہو قبر میں یا قبلہ رخ دفن نہ کیا گیا ہو تو نکالنا درست ہے۔اور صحیح یہ ہے کے کفن کے لیے نہ نکالا جائے کیونکہ کفن کا مقصد پردہ کرنا ہے جو مٹی سے حاصل ہو گیا نیز نکالنے میں بے حرمتی بھی ہے۔حنفیہ کے ہاں: میت کو دفن کرنے کے بعد دوسری جگہ منتقل کرنا کسی صورت میں بھی جائز نہیں۔یعقوب علیہ السلام اور یوسف علیہ السلام جو مصر سے شام منتقل کیے گئے ہیں تو وہ چونکہ ہمارے سے پہلے کی شریعت کا مسئلہ ہے اور اس میں ہمارے لیے حکم ہونے کی شرائط نہیں پائی جاتیں، نیز میت کی ہڈیاں توڑنا جائز نہیں اگر چہ میت ذمی کافر ہی کیوں نہ ہو اور قبر نہ کھولی جائے اگر چہ بہت وقت کیوں نہ گذر گیا ہو خلاصہ یہ کہ یہ تمام اقوال احترام میت کی ضرورت کی وجہ سے ہیں اور اپنی جگہ پر باقی رکھنے میں اصل ہیں البتہ جمہور کے ہاں کسی ضرورت مصلحت یا صحیح مقصد کی وجہ سے منتقل کرنا جائز ہے اور حنفیہ کے ہاں مطلقاً ناجائز ہے۔

---

❶......المجموع: ۲۶۶/۵۔❷ الدر المختار ۸۴۰/۱۔❸ نیل الاوطار: ۱۱۲/۴۔

۴۔ قبر پر خوشبو لگانا..... شوافع کے ہاں قبر پر خوشبو لگانے میں کوئی حرج نہیں نیز حنفیہ اور حنابلہ کی طرح ان کے ہاں بھی قبر پر پانی چھڑکنا مستحب ہے نیز سبز ٹہنی پھول یا کوئی بھی تر چیز قبر پر رکھنا تا کہ اس کی مٹی ختم نہ ہو جائے اور اس کے خشک ہونے سے پہلے اس کو اٹھانا صحیح نہیں کیونکہ جب وہ خشک ہوگی اس کا نفع ختم ہوگا جو تر ہونے کی حالت میں تھا یعنی استغفار۔ پانی چھڑکنے کی دلیل کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹے ابراہیم کی قبر پر پانی چھڑکا اور اس پر کنکریاں رکھیں۔

حنفیہ کے ہاں قبر سے تر گھاس وغیرہ کاٹنا مکروہ ہے البتہ خشک کاٹ لینا مکروہ نہیں کیونکہ جب تک وہ تر رہے گی تو اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی رہے گی تو میت مانوس ہوگی اور اس کے ذکر کی وجہ سے رحمت کا نزول ہوگا آس وغیرہ کی ٹہنی کا قبر پر رکھنا مندوب ہے دلیل حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سبز ٹہنی رکھنے کے بارے میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شاخ کو دو حصے کرکے دو قبروں پر رکھی جن میں مردوں کو عذاب ہو رہا تھا اور آپ نے کہا جب تک یہ خشک نہ ہو تو عذاب ہلکا ہوگا یعنی اس کی تسبیح کی برکت سے کیونکہ تر شاخ وغیرہ میں ایک قسم کی زندگی ہوتی ہے اور اس کی تسبیح خشک کی بنسبت زیادہ ہوتی ہے۔ اگر خود کوئی تر چیز پیدا ہو جائے تو اس کو کاٹنا مکروہ ہے۔

۵۔ ایک قبر میں ایک سے زیادہ مردے دفن کرنا..... فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بغیر ضرورت کے ایک قبر میں دو آدمی دفن کرنا جائز نہیں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ میرے والد صاحب کے ساتھ ایک شخص دفن کیا گیا تو اسے نکالنے سے پہلے مجھ اطمینان نہیں آیا تو میں نے اسے علیحدہ قبر میں دفن کیا نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر قبر میں صرف ایک ہی آدمی دفن کیا ہے۔ ضرورت یہ ہے کہ مردے زیادہ ہوں اور ہر ایک کے لیے علیحدہ قبر بنانا مشکل ہو یا جگہ تنگ ہو یا قبریں کھودنا مشکل ہو تو اگر چہ مرد اور عورتیں ہوں اور اجنبی ہوں پھر بھی دفن کی گنجائش ہے۔

پس دفن میں بھی امامت کی ترتیب کی طرح افضل کو پہلے قبر میں رکھا جائے پس جو امامت کا زیادہ مستحق ہو اسے قبلے کی طرف والی دیوار کے ساتھ رکھا جائے۔ مرد قبلے کی جانب ہوگا اور عورت اس کے پیچھے اور بچہ ان دونوں کے پیچھے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء احد کے بارے میں پوچھا کہ ان میں سے کون قرآن زیادہ جانتا تھا اسے لحد میں پہلے رکھا ہاں اتنی بات ہے کہ ایک ہی جنس کی فرع کو افضل سے مقدم نہ کیا جائے اگر چہ وہ فرع ان سے افضل ہی کیوں نہ ہو۔ دادا مقدم ہوگا چاہے ماں کی جانب ہی کا کیوں نہ ہو (یعنی نانا) اور باپ کو بیٹے سے پہلے رکھا جائے گا اگر چہ بیٹا باپ سے افضل ہو کیونکہ رشتہ ابوۃ کی حرمت ہے اور ماں بیٹی سے پہلے رکھی جائے گی اگر چہ بیٹی افضل ہی کیوں نہ ہو اور ہر دو میتوں کے درمیان بطور پردہ مٹی ڈال دی جائے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض غزوات میں کیا۔ اگر میت کی ہڈیاں بوسیدہ ہو کر مٹی بن گئی ہوں تو اس کی قبر میں کسی دوسرے کو دفن کرنا جائز ہے اور اس بارے میں زمین کے حوالے سے اہل علم سے پوچھا جائے اور اگر میت باقی ہے تو قبر نہ اکھیڑی جائے۔

ساتویں چیز: دفن کے احکام:

طریقہ..... میت کو قبر میں اتارنے کے بارے میں فقہاء کی تین رائے ہیں:

حنفیہ کے ہاں..... اگر ممکن ہو تو میت کو قبلے کی طرف سے اتارا جائے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اتارا گیا اس کا طریقہ یہ ہے کہ میت کی چارپائی قبر سے قبلہ کی طرف رکھیں میت کو اٹھایا جائے اور قبر میں رکھ دیا جاتے اور میت لینے والے حضرات بھی قبلہ رو ہونے چاہیں قبلہ کی عظمت کی وجہ سے اور یہ اس وقت ہے جب کہ قبر کے گرنے کا خطرہ نہ ہو اگر ہو تو پھر سر یا پاؤں کی جانب سے داخل کیا جائے۔

مالکیہ کے ہاں..... جس طرف سے بھی میت کو قبر میں اتارا جائے اس میں کوئی حرج نہیں البتہ قبلہ کی طرف سے اتارنا اولیٰ ہے۔

شوافع اور حنابلہ کے ہاں...... مستحب یہ ہے کہ پائینتی کی جانب میت کو داخل کیا جائے اگر آسانی سے ہو سکے پھر سر کی طرف کر دیا جائے قبر میں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سر مبارک سے قبر میں داخل کیا گیا ہے کیونکہ آسان ہے پھر سر اور پاؤں کی جانب لگی گرہوں کو کھولا جائے کیونکہ گرہیں منتشر ہونے کے خوف سے لگائی گئی تھیں اور دفن کے بعد اب اس سے مامون ہو گیا روایت میں ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نعیم بن مسعود الاشجعی رضی اللہ عنہ کو قبر میں اتارا تو گرہوں کو اپنے منہ (دانتوں) سے کھولا، ابن مسعود اور سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے بھی اس طرح کی روایت ہے دائیں کروٹ میت کو قبلہ رخ رکھا جائے۔ مرد کو مرد قبر میں رکھیں رکھنے والوں کی کوئی تعداد متعین نہیں، اور دفن کرنے میں اپنے قریبی رشتہ دار جن کا نماز پڑھنا اولیٰ ہے وہ بہتر ہیں عورت کو اس کا شوہر یا محرم رشتہ دار قبر میں اتاریں اور محرم وہ رشتہ دار ہیں جن کے لیے اس کو دیکھنا زندگی میں اور اس کے ساتھ سفر کرنا جائز ہے۔ اگر یہ نہ ہوں تو عورتیں اتاریں اگر عورتیں بھی نہ ہوں تو پھر نیک مسلمان جو بوڑھے اور اتارنے کی طاقت رکھتے ہوں۔ اور میت کے دائیں ہاتھ کو جسم کے ساتھ لمبائی میں رکھا جائے۔

مالکیہ کے ہاں سر اور پاؤں کے نیچے مٹی ڈال کر دونوں کو برابر کر دیا جائے شوافع کے ہاں سر کے نیچے اینٹ پتھر وغیرہ کا تکیہ بنانا مستحب ہے، اور اس بات پہ سب فقہاء کا اتفاق ہے کہ میت کے نیچے کوئی چیز نہ بچھائی جائے اور نیچے چٹائی، گدا، کپڑا وغیرہ بچھانا مکروہ ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ جب تم مجھے قبر میں اتارو تو میرے رخسار زمین کے ساتھ لگاؤ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے اور زمین کے درمیان کوئی چیز نہ رکھنا۔

لحد کی اینٹیں کھڑی لگائی جائیں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ میرے ساتھ بھی وہی معاملہ کرنا جو تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا ہے میرے اوپر کچی اینٹیں کھڑی لگانا اور میرے اوپر مٹی ڈال دینا پس پکی اینٹیں اور لکڑی لگانا مکروہ ہے قبر میں ایسی چیز جسے آگ چھو سکتی ہے یا آگ نے چھویا ہو کو داخل نہ کیا جائے جیسے پکی اینٹ اور لکڑی وغیرہ حنابلہ اور حنفیہ کے ہاں بانس رکھ کر مٹی ڈالنے میں کوئی حرج نہیں اور قبر پر موجود ہر شخص کو تین مٹھیاں مٹی ڈالنا مستحب ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قبر پہ تین مٹھیاں مٹی ڈالی۔

اور مستحب ہے کہ کچھ لوگ قبر پر کچھ دیر ٹھہر کر میت کے لیے دفن کے بعد دعا کریں اور اتنی دیر تلاوت کریں جتنی دیر میں اونٹ ذبح کر کے پکایا جا سکتا ہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب میت دفن کرنے سے فارغ ہوتے تو قبر پر ٹھہرتے اور فرماتے اپنے بھائی کے لیے مغفرت کی دعا کرو اور اللہ تعالیٰ سے اس کے لیے ثابت قدمی کا سوال کرو کیونکہ اس وقت اس سے سوال ہوگا۔

دفن کرنے کی جگہ اور سمندر میں دفن کرنا...... قبرستان میں دفن کرنا دوسری جگہ دفن کرنے سے افضل ہے۔ کیونکہ گذرنے والوں کی دعا ملتی رہے گی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل خانہ اور صحابہ کرام کو جنت البقیع میں دفن فرماتے تھے، اور قبر کی جگہ خریدنے میں کوئی حرج نہیں اور دفن کرنے کی وصیت کرنا جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور عثمان رضی اللہ عنہ نے کی، کسی کافر کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا جائز نہیں اور ہی نہ کسی مسلمان کو کافروں کے قبرستان میں دفن کرنا جائز ہے، اگر کوئی یہودی یا نصرانی یا ذمی عورت حالت حمل میں مر گئی جب کہ حمل کسی مسلمان کا تھا اور پیٹ میں موجود بچہ بھی ہو گیا تو شوافع اور حنابلہ کے ہاں صحیح یہ ہے کہ اسے مسلمانوں اور کافروں کے قبرستان کے درمیان دفن کیا جائے اور اس کی پیٹھ قبلہ کی طرف ہونی چاہیے کیونکہ بچہ کا منہ ماں کی پیٹھ کی طرف ہوتا ہے، اور اس کو اکیلی دفن کیا جائے گا کیونکہ اس کا بچہ مسلمان ہے پس کفار کے عذاب سے اسے تکلیف ہوگی اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کیا جائے کیونکہ عورت کافر ہے۔

اگر کوئی شخص سمندر میں کسی کشتی وغیرہ میں مر گیا تو علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اسے غسل دیا جائے گا کفن پہنایا جائے اور نماز پڑھی

جائے اور خشکی کی طرف اگر ایک دن میں پہنچنے کی امید ہو اور میت خراب ہونے کا خطرہ نہ ہو تو دفن کا انتظار کیا جائے لیکن اگر خشکی بہت دور ہو یا میت خراب ہونے کا خطرہ ہو تو اس پر کفن وغیرہ پہنا کر حنفیہ کے ہاں تابوت میں ڈال کر اور حنابلہ کے ہاں ساتھ کوئی بھاری چیز مثلاً پتھر وغیرہ باندھ کر اور مالکیہ کے ہاں صرف کفن میں ڈال کر پانی میں ڈال دیا جائے دائیں کروٹ پر قبلہ رو رکھ کر و شوافع کے ہاں دو تختوں پر رکھ کر سمندر میں ڈال دیا جائے کیونکہ ہوسکتا ہے خشکی پر پہنچ جائے تاکہ دفن کیا جاسکے، اور اگر ساحل سمندر والے کافر ہوں تو پھر سمندر میں ڈال دیا جائے، جمہور کی رائے اولیٰ ہے کیونکہ اس طرح کرنے سے اس کی جو ستر اور پردہ پوشی ہے وہ حاصل ہوجاتی ہے اور دو لکڑیوں وغیرہ میں رکھ کر پھینکنے میں اس کی بے حرمتی اور خراب ہونے کا اندیشہ ہے اور بسا اوقات ساحل پر ننگا پڑا رہ جاتا ہے۔

۳۔ کس وقت دفن کیا جائے...... دن میں دفن کرنا ان اوقات میں جو مکروہ نہیں افضل ہے اور رات کو دفن کرنا بھی بلا کراہت جائز ہے یہی حنفیہ شافعیہ اور حنابلہ کے ہاں مختار ہے شوافع نے مکروہ اوقات میں بھی دفن کی اجازت دی ہے جب کہ قصداً وعمداً ایسا نہ کیا جائے اگر قصداً کریں تو مکروہ ہے۔ رات کو دفن کرنے کے جواز کی دلیل کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو دفن کیے گئے۔ امام احمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح روایت نقل کی ہے۔ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رات کو دفن کئے گئے اسے بخاری نے باب الدفن باللیل میں تعلیقاً ذکر کیا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ایک شخص کو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے رات کو دفن کیا۔

۴۔ دفن کے وقت کیا پڑھنا چاہیے...... میت کو قبر میں رکھنے والوں کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ یہ الفاظ کہیں: بسم اللہ وعلی ملة رسول اللہ اتباع سنت کی وجہ سے، اور ایک روایت میں ملة کی جگہ سنة کے الفاظ آ گئے ہیں۔

اور حالات کی مناسبت سے لمبی دعا کرنا بھی صحیح ہے ابن ماجہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ اینٹیں لگاتے وقت یہ دعا پڑھتے تھے:

اللھم اجرھا ای الجنازة من الشیطان ومن عذاب القبرہ اللھم جاف الارض
عن جنبیھا وصعدر وحھا ولقھا منك رضوا نا

اور ابن المنذر کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب میت پہ مٹی ڈالتے تو پڑھتے:

اللھم أسلمه الیك الاھل والمال والعشیرة وذنبه عظیم فاغفرله

۵۔ دفن کے بعد تلقین...... شوافع اور حنابلہ کے ہاں بالغ میت کو دفن کے بعد تلقین کرنا مستحب ہے تلقین کرنے والا قبر کے سر کی طرف بیٹھ کر کہے:

یاعبداللہ بن أمة اللہ، أذکر ما خر جت علیه من دارالدنیا: شھادة أن ا اله الا اللہ وان محمدا
رسول اللہ وان الجنة حق والنار حق وأن البعث حق وان السا عة آتیة لاریب فیھا
وأن اللہ یبعث من فی القبور وأنك رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا
بمحمد صلی اللہ علیه وسلم نبیه وبالقر آن اماماً وبالکعبة قبلة وبالمؤمنین اخوانا

اس بارے میں حدیث ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ نے الروضة نامی کتاب میں لکھا ہے کہ یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن اس کی تائید شواھد سے ہوتی ہے نیز صدر اول سے اس وقت تک اس پر عمل ہو رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٥٥﴾ الذریات ۵۱/۵۵

یاد دہانی کرواسے کیونکہ مومنین کو یاد دہانی فائدہ پہنچاتی ہے۔

اور بندہ اس حالت میں سب سے زیادہ یاد دہانی کا محتاج ہوتا ہے۔حق بات عدم سنیت کے قائلین کے ساتھ ہے۔البتہ مستحب ہے یہ کیونکہ صحابہ سے منقول ہے دلیل یہ ہے کہ راشد بن سعد ضمرہ بن حبیب اور حکیم بن عمر فرماتے ہیں: جب میت کی قبر برابر کردی جائے اور لوگ واپس چلے جائیں تو یہ حضرات اچھا سمجھتے تھے کہ میت کو قبر کے پاس کہا جائے یافلان قل: لاالہ الا اللہ اشھد أن لاالہ الا اللہ، تین مرتبہ، یافلان قل ربی اللہ ودینی الاسلام ونبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پھر واپس جائیں۔اور یہ بات معلوم ہے کہ روح نکلتے وقت میت کو کلمہ شہادت کی تلقین کرنا حنفیہ اور مالکیہ کے ہاں مندوب ہے اور دفن کے بعد اس تلقین کے قائل نہیں۔

۶۔قبر پر پردہ کرنا......اہل علم کا اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ عورت کی قبر کو پردہ سے ڈھانپنا مستحب ہے، کیونکہ عورت پردہ ہے پس اس کی کسی چیز کا ظاہر ہونا صحیح نہیں کہ حاضرین دیکھ لیں۔اور اگر میت مرد کی ہے تو حنابلہ کے ہاں پردہ کرنا مکروہ ہے مالکیہ اور حنفیہ کے ہاں بغیر عذر پردہ نہ کیا جائے،عورت کے پردہ کی دلیل حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عمل ہے۔شوافع کے ہاں میت کو قبر میں اتارتے وقت قبر پر پردہ کرنا مطلق مستحب ہے اگرچہ میت مرد ہی ہو، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی قبر پردہ فرمایا تھا نیز کیا پتہ بغیر پردہ کے کوئی ایسا حصہ کھل جائے جس کا دیکھنا جائز نہیں یہ عورت کے لیے زیادہ مؤکدہ ہے۔

۷۔تابوت اور صندوق میں دفن کرنا......تابوت وغیرہ میں دفن کرنا نصاریٰ کا طریقہ ہے اور صرف عذر کی حالت میں ہمارے ہاں اجازت ہے جیسا کہ ہمارے فقہاء کے کلام میں بیان کیا گیا ہے،حنفیہ کے ہاں ضرورت کے وقت تابوت بنانا چاہیے پتھر کا ہو یا لوہے اس میں کوئی حرج نہیں اور ضرورت مثلاً زمین نرم وغیرہ ہے یا میت کو سمندر میں پھینکنا ہے یا عورت ہے تابوت میں مٹی ڈالنا سنت ہے۔مالکیہ کے ہاں تابوت نہ بنانا اولیٰ ہے اور لحد کو کچی اینٹوں لکڑی کے تختوں ٹالکوں پکی اینٹوں وغیرہ سے بند کرنا اور ان کو مٹی سے لیپنا مندوب ہے۔

شوافع کے ہاں تابوت میں میت کو دفن کرنا مکروہ ہے ہاں اگر زمین تر و نرم ہو یا میت کے جل جانے کی وجہ سے جسم پھولا ہوا ہو کہ تابوت کے علاوہ اس کو ضبط نہیں کیا جاسکتا یا عورت کا کوئی محرم نہیں تو تابوت میں ڈال سکتے ہیں۔حنابلہ کے ہاں تابوت میں دفن کرنا مستحب نہیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے یہ منقول نہیں نیز اس میں اہل دنیا سے مشابہت بھی ہے۔

آٹھویں چیز: قبروں کی زیارت کرنا......اہل سنت والجماعت، کا مذہب: یہ ہے کہ روح وہ نفس ناطقہ ہے جو بیان وفہم خطاب کے لئے مستعد ہے اور جسم کے فناء ہونے سے فنا نہیں ہوتی اور یہ جو ہر ہے عرض نہیں،مردوں کی روحیں جمع ہوتی ہیں اعلیٰ روح ادنیٰ کی طرف آتی ہے اس کا عکس نہیں امت کے سلف اور آئمہ کا مذہب یہ ہے کہ عذاب ونعمت میت کے روح اور بدن دونوں کو حاصل ہوتے ہیں اور نیز بدن سے جدا ہونے کے بعد روح باقی رہتی ہے چاہے نعمت وثواب ملے یا عذاب اور کبھی کبھی بدن سے روح ملتی بھی ہے بدن کے ساتھ اس کو عذاب وثواب ملتا ہے یہاں اہل السنّت والجماعت کا ایک اور قول بھی ہے کہ عذاب وثواب بدن کو حاصل ہوتا ہے روح کو نہیں۔

بہت سے آثار میں یہ بات عام ہے کہ میت دنیا میں موجود اپنے اہل وعیال اور ساتھیوں کے حالات سے باخبر رہتی ہے اور ان کے اعمال واحوال میت پر پیش ہوتے ہیں نیز آثار میں ہے کہ میت دیکھتی بھی ہے نیز جو کچھ میت کے پاس کہا جائے اسے جانتی ہے اگر اچھا کام ہو تو میت خوش ہوتی ہے اور برے کام سے میت کو تکلیف ہوتی ہے۔

جمعہ کے دن طلوع شمس سے پہلے زیارت کرنے والے کو میت پہچان لیتی ہے اس وقت کی تاکید کی گئی ہے نیکی سے نفع ہوتا ہے اور اور برائی سے تکلیف ہوتی ہے۔

زیارتِ قبور کا حکم......مردوں کے لیے قبروں کی زیارت کرنے اہل علم کا کوئی اختلاف نہیں،البتہ عورتوں کے بارے میں فقہاء کی

دو رائیں ہیں۔

الف: حنفیہ کے ہاں...... صحیح قول کے مطابق عورتوں اور مردوں کے لیے زیارت قبور مستحب ہے دلیل ابن ابی شیبہ میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال شہداء احد کی قبروں پر تشریف لاتے تھے اور فرماتے: تمہارے اوپر سلامتی ہو صبر کرنے کی وجہ سے بہت اچھا ہے آخری گھر اور آپ علیہ السلام جنت البقیع میں قبروں کی زیارت کے لیے تشریف لے جاتے تھے اور یہ دعا کرتے تھے:

السلام علیکم دار قوم مؤمنین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون اسال اللہ لی ولکم العافیۃ

اور آپ علیہ السلام کا ارشاد ہے میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا ہوا تھا پس قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ یہ تمہیں موت یاد دلاتی ہیں اور ایک رویت میں ہے یہ آخرت یاد دلاتی ہیں۔

افضل اور مستحب یہ ہے کہ زیارت جمعہ یا ہفتہ یا پیر یا جمعرات کے دن کی جائے نیز زیارت بھی اور دعا بھی کھڑے ہو کر کی جائے۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنت البقیع میں جا کرتے تھے۔

نیز مستحب ہے کہ زائر سورۃ یٰس کی تلاوت کرے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قبرستان میں داخل ہو کر سورۃ یٰس کی تلاوت کرے اور ثواب مردوں کو بخش دے تو اللہ تعالیٰ اس دن مردوں سے عذاب کو ہلکا فرما دیتے ہیں اور اس شخص کو جتنے اس کے حروف ہیں اتنی نیکیاں ملتی ہیں اور آپ علیہ السلام کا ارشاد ہے اپنے مردوں کے پاس یٰس پڑھا کرو نیز حسب توفیق قرآن مجید کا کچھ حصہ پڑھے اور سورہ بقرہ شروع سے هُمُ الْمُفْلِحُونَ تک پھر آیت الکرسی اٰمَنَ الرَّسُولُ سے ختم سورت تک سورہ الملک سورۃ الھٰکم التکاثر (ایک ایک بار) اور سورہ اخلاص بارہ یا گیارہ یا سات یا تین مرتبہ پڑھے، سورۃ الفلق اور سورۃ الناس تین بار پھر اس کا ثواب اس میت کو اس قبرستان کے سب مردوں کو پہنچائے۔ دار قطنی میں روایت ہے جس کا قبرستان سے گذر ہو اور وہ گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھ کر اس کا ثواب مردوں کو بخشے تو اس کو ان مردوں کی تعداد کے مطابق ثواب ملے گا اور عورتیں اگر جا کر غم تازہ کریں روئیں یا واویلا کریں جیسا کہ عورتوں کی عادت ہے پھر ان کے لیے زیارت قبور کے لیے جانا جائز نہیں اور جس حدیث میں ہے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت ہے اس کا محمل بھی یہی ہے لیکن اگر عورتیں عبرت حاصل کرنے اور دعا وغیرہ کے لیے جائیں تو پھر کوئی حرج نہیں۔

اور افضل یہ ہے کہ جو کوئی نفلی صدقہ کرے وہ اس میں تمام مومن مردوں اور عورتوں کی نیت کرے کیونکہ ان سب کو ثواب ملے گا اس صدقہ کرنے والے کے ثواب سے کمی نہیں ہوئی اور مستحب ہے تلاوت کا ثواب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچایا جائے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے ہمیں گمراہی سے نکالا ہے تو اس میں شکریہ پایا جاتا ہے آپ کے لیے اچھائی کی جاتی ہے۔

(ب) جمہور کے ہاں...... مردوں کے لیے عبرت حاصل کرنے یاد دہانی وغیرہ کے طور پر قبروں کی زیارت کرنا مندوب ہے اور عورتوں کے لیے مکروہ ہے۔ زیارت قبور پہلے منع تھی پھر اجازت دے دی گئی آپ علیہ السلام کا ارشاد ہے میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا اب زیارت کرو اور ایک روایت میں ہے اور برا کلام نہ کرو (اور صحیح قول کے مطابق عورتوں کو مردوں کے ساتھ اجازت نہیں دی گئی) لہٰذا عورتیں فذوروا کی مذکر ضمیر میں داخل نہیں کفار کی قبروں کی زیارت بھی مباح ہے زیارت کا وقت تو امام مالک فرماتے ہیں: مجھ تک یہ چیز پہنچی ہے کہ روحیں قبرستان کے صحن میں ہوتی ہے لہٰذا کسی خاص دن زیارت کرنا مختص نہیں اور جمعہ کے دن جو زیارت کا حکم ہے تو یہ اس دن کی فضیلت اور فراغت کی وجہ سے ہے۔ اور عورتوں کے لیے زیارت مکروہ ہونے کا سبب ان کا رونا اور آوازیں بلند کرنا ہے کیونکہ ان کے دل نرم ہوتے ہیں اور یہ جزع فزع زیادہ کرتی ہیں اور مصائب کم برداشت کرتی ہیں اور حرام نہیں کیونکہ مسلم شریف میں ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے ہمیں زیارت قبور سے منع کیا گیا ہے لیکن ہم پر سختی نہیں کی گئی اور مکروہ ہونے کی دلیل یہ حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ قبروں کی زیارت کرنے والی

عورتوں پر لعنت کرتے ہیں لیکن عورتوں کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کی اجازت ہے اور اسی کے ساتھ باقی انبیاء اور نیک لوگوں کی قبروں کی زیارت بھی ملحق ہے شرط یہ ہے کہ زینت اختیار نہ کریں مردوں سے اختلاط نہ ہو اور آواز بلند نہ کریں۔

لیکن مالکیہ کے ہاں یہ حکم نوجوان عورتوں کے لیے ہے البتہ بوڑھی عورتیں اس حکم میں مردوں کی طرح نہیں قبرستان میں کھانا، پینا، ہنسنا، زیادہ باتیں کرنا اور بلند آواز سے تلاوت قرآن کرنا اور اس کو عبادت بنانا مکروہ ہے زائر کے لیے مستحب ہے کہ وہ مسلمانوں کی قبروں پر سلام پیش کرے تلاوت کرے اور دعا کرے البتہ سلام میت کے چہرے کی طرف متوجہ ہو کر کرے اور یہ الفاظ پڑھے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو سکھائے کہ:

السلام علیکم دار قوم مؤمنین وانا ان شاء اللہ بکم لا حقون السلام علی اهل الدیار من المؤمنین والمسلمین وانا ان شاء اللہ تعالٰی بکم لاحقون اسأل اللہ لنا ولکم العافیة

ان دونوں کو امام مسلم نے روایت کیا ہے اور ابوداؤد یہ لفظ زیادہ کیے ہیں:

اللهم لا تحرمنا اجرهم ولا تفتنا بعدهم

لیکن ضعیف سند سے روایت کی ہے۔

اور جو کچھ قرآن مجید سے آسانی سے ہو سکے وہ تلاوت کرے اور یہ قبرستان میں پڑھنا سنت ہے ثواب حاضرین کے لئے ہے اور میت بھی حاضر کی طرح ہے اس کے لیے رحمت کی امید ہے۔ اور تلاوت کے بعد میت کے لیے دعا کرے قبولیت کی امید کے ساتھ کیونکہ دعا سے میت کو نفع ہوتا ہے اور قرأت کے بعد دعا کرنا قبولیت کے زیادہ قریب ہے اور دعا قبلہ رخ ہو کر کرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم س طرح دعا کرتے تھے یا اللہ بقیع غرقد والوں کی مغفرت فرما دیجئے۔

الغرقد، کانٹوں والا درخت ہے اور البقیع اہل مدینہ کا قبرستان ہے۔

جیسا کہ شوافع نے ذکر کیا ہے کہ زیادہ زیارت کرنا مستحب ہے اور نیک لوگوں اور اهل فضل کی قبروں پر زیادہ دیر ٹھہرنا چاہیے اور قبر کے سامنے اس طرح کھڑا ہو جس طرح زندہ کے سامنے کھڑا ہوتا ہے۔

قبروں کے اوپر موجود تابوت کو قبر کو چومنا اور ہاتھ لگانا مکروہ تحریمی ہے اور اولیاء اللہ کی قبروں کی زیارت کے وقت دروازے کی دہلیز کو چومنا بھی مکروہ تحریمی ہے اور یہ ساری چیزیں بدعت ہیں جن کا لوگ ارتکاب کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ ...... فاطر: ۳۵/۸

حنابلہ کے ہاں قبرستان میں داخل ہوتے وقت جوتے اتارنا مستحب ہے کیونکہ حضرت بشیر بن الخصاصیہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جوتے اتارنے کا حکم دیا گیا ہے اور اکثر علماء کرام جوتے پہننے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے کیونکہ آپ علیہ السلام نے نہیں اتارے اس بارے میں بخاری شریف میں حدیث ہے۔

تیسرا مقصد: تعزیت اور اس کے متعلقات:

پہلی چیز: تعزیت کی تعریف اور حکم...... اہل میت کو تسلی دینا اور ثواب کی امید پر صبر کی رغبت دلانا اور قدرت وتقدیر کے فیصلے پر راضی رہنے کی ترغیب دلانا اور مسلمان میت کے لیے بخشش کی دعا کرنا اور تعزیت مرنے کے بعد سے تین دن تک ہے اس کے بعد مکروہ ہے لیکن باہر سے آنے والے کے لیے بعد میں بھی کراہت نہیں۔ تا کہ غم تازہ نہ کیا جائے نیز آپ علیہ السلام نے سوگ کی صرف تین دن تک اجازت مرحمت فرمائی ہے آپ علیہ السلام کا ارشاد ہے: کسی عورت کے لیے حلال نہیں جو اللہ پر اور آخرت کے دن ایمان رکھتی ہے کہ وہ

میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے سوائے اپنے شوہر کے کہ چار ماہ دس دن تک اس کے لیے سوگ کر سکتی ہے ❶ مالکیہ کے علاوہ باقی فقہاء کے ہاں ایک مرتبہ سے زیادہ یعنی دوبارہ تعزیت کرنا مکروہ ہے جس نے پہلے تعزیت کرلی ہو وہ قبر کے پاس دوبارہ تعزیت نہ کرے اور تعزیت دفن کے بعد افضل ہے دفن سے پہلے کرنے سے کیونکہ اہل میت میت کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہوتے ہیں اور دفن کے بعد انہیں میت کی جدائی کی وحشت ہوتی ہے۔

شوافع اور حنابلہ کے ہاں اہل میت کا اپنے گھر یا راستے وغیرہ پر تعزیت کے لیے بیٹھنے کا انتظام کرنا مکروہ ہے اسی طرح تعزیت کرنے والے اہل میت کے ہاں بیٹھنا بھی مکروہ ہے کیونکہ اس میں غم دائمی ہو جاتا ہے، اور حنفیہ کے ہاں اگر اہل میت مسجد کے علاوہ کی جگہ پہ تین دن تک تعزیت کے لیے بیٹھنے کا انتظام کریں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں پہلا دن افضل ہے۔ فتاویٰ الظہیریہ'' میں ہے اہل میت اپنے گھر یا مسجد میں تعزیت کا انتظام کریں اور لوگ ان کے پاس آ کر تعزیت کریں تو مضائقہ نہیں۔ اہل میت کے ہاں رات گذارنا مکروہ ہے اور تعزیت اہل میت کے گھر ہونی چاہیے تعزیت کے لیے کوئی مخصوص الفاظ نہیں ہیں پس تعزیت کرنے والا مسلمان کے لیے یہ الفاظ کہے:

اعظم اللہ اجرك واحسن عزائك وغفر لميتك

اور اگر کوئی مسلمان کسی کافر کی تعزیت کرے تو یہ الفاظ کہے:

اعظم اللہ اجرك و احسن عزائك

کافر میت کے لیے دعا نہ کرے کیونکہ کافروں کے لیے دعا و استغفار ممنوع ہے۔ اور اگر کوئی کافر کسی مسلمان کی تعزیت کرے تو یہ الفاظ کہے:

حسن اللہ عزائك وغفر لميتك

اور کافر کافر کی تعزیت کے موقع پر یہ الفاظ کہے:

اخلق اللہ علينا وعليك ولا تقص عددك

حنابلہ کے ہاں کافر کی تعزیت کرنا حرام ہے کیونکہ اس طرح کافر کی تعظیم ہے جیسے پہلے سلام کرنے میں اور تعزیت کرنے والا کہے:

استجاب اللہ دعاءك ورحمنا واياك

مصافحہ کرنا یا اس کا ہاتھ پکڑنا تعزیت کرنے والے کے لیے مکروہ نہیں۔

تعزیت مرد اور عورتیں جنہیں فتنہ کا اندیشہ نہ ہو کر سکتی ہیں اور میت چاہیے چھوٹی ہو بڑی ہو مذکر ہو یا مونث ہو اس میں علماء کا کوئی اختلاف نہیں، البتہ امام ثوری رحمہ اللہ دفن کے بعد تعزیت کے استحباب کے قائل نہیں کیونکہ اس کا معاملہ ختم ہو گیا البتہ کسی مرد میت کی تعزیت خوبصورت عورت غیر محرم کو کرنا مکروہ ہے کیونکہ فتنہ کا اندیشہ ہے۔ تعزیت مستحب ہونے کی دلیل احادیث ہیں جن میں سے کچھ یہ ہیں۔

ا۔ جو کسی مصیبت زدہ کی تعزیت کرنے اسے اس کے مثل ثواب ملے گا جو شخص اپنے مصیبت زدہ (مسلمان) بھائی کی تعزیت کرے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے کرامت کے جوڑے پہنائیں گے۔

دوسری چیز: رونا، مرثیہ پڑھنا، نوحہ کرنا، منہ نوچنا اور کپڑے پھاڑنا......رقت قلب سے بغیر آواز کے رونا میت کے دفن سے پہلے اور بعد میں بالاتفاق جائز ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابراہیم ہم تجھے اللہ کے مقابلہ میں کوئی نفع نہیں دے سکتے پھر آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول!

❶.....رواه البخاري ومسلم.

آپ روتے ہیں کیا آپ نے رونے سے منع نہیں فرمایا تھا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: نہیں رونے سے منع نہیں کیا بلکہ نوحہ کرنے بلند آواز وغیرہ سے رونے سے منع کیا ہے ❶ اور صحیحین میں ہے کہ جب آپ کے سامنے آپ کا نواسہ لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں آنسو سے بھر گئیں اور آپ کا سانس پھول رہا تھا جیسا کہ پرانا مشکیزہ ہوتا ہے یعنی ایسی آواز تھی جیسے پرانے مشکیزہ میں پانی ڈالنے سے پیدا ہوتی ہے تو حضرت سعد نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یہ کیا ہے اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے فرمایا: یہ رحمت ہے اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے بندوں کے دلوں میں رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے رحم کرنے والے بندوں پر رحم فرماتے ہیں نیز رونا رضا بالقضی کے منافی نہیں برخلاف اپنا حصہ ضائع ہونے پر رونے کے۔

اور یہ جو حدیث ہے کہ میت کو اس کے اہل وعیال کے رونے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے تو جمہور علماء کے ہاں اس کی تاویل ہے کہ اس سے مراد وہ رونا ہے جس کی وصیت مرنے والے نے کی ہو کہ میرے مرنے کے بعد مجھ پر رونا اور نوحہ کرنا اور اہل وعیال نے اس کی اس وصیت کو پورا کیا تو اس صورت میں میت کو عذاب ہوگا کیونکہ یہ اس کی وجہ سے اور اس کی وصیت کی وجہ سے رو رہے ہیں اور اہل عرب کی عادت تھی کہ وہ رونے کی وصیت کرتے تھے۔ طرفۃ بن العبد کا قول ہے: جب میں مر گیا تو اے معبد کی لڑکیوں میرے اوپر رونا اور گریبان بھاڑنا۔ رہ گیا وہ شخص جس پر اس کے اہل وعیال بغیر اس کی وصیت کے روئیں تو ان کے رونے کی وجہ سے اس کو عذاب نہیں ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ...... الانعام ۶ / ۱۶۴

میت پر شعر وغیرہ کے ساتھ مرثیہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ جیسا کہ حنفیہ نے ذکر کیا ہے البتہ مدح میں مبالغہ کرنا مکروہ ہے خاص کر جنازے کے وقت حدیث میں ہے کہ جس شخص نے جاہلیت کی طرح مدد کے لیے پکارا تو اس کی مذمت کرو اور ان کا ذکر کرنہ کرو یہاں حکم زجر د توبیخ میں مبالغہ اور ادب کا ہے دعویٰ جاہلیت سے اور میت کی صفات ذکر کر کے رونا حرام ہے اور نوحہ کرنا جزع فزع سینہ کوبی، سر پیٹنا اور گریبان وغیرہ پھاڑنا حرام ہیں۔

اور ندبہ...... مردے کے محاسن بیان کر کے رونے کو کہتے ہیں اور لفظ نداء کے ساتھ پکارنا یا ء کی جگہ واو استعمال کیا جاتا ہے، جیسے: **وارجلاه واجبلاه وانقطاع ظهراه** (آہ اس کی کمر ٹوٹ گئی) **واکهفاه یا عزی، یا سیدی** وغیرہ حدیث مبارکہ میں ہے کہ اگر کوئی شخص مر جائے اور اس کے رونے والے اس پر اظہار غم کریں اور واجبلاہ واسنداہ وغیرہ کے ذریعے اس پر روئیں تو اس پر دو فرشتے مسلط کر دیے جاتے ہیں جو اس کے سینے میں مار کر پوچھتے ہیں کہ کیا تو ایسا ہی تھا، اور یہ اس وقت ہے جب کسی نے وصیت کی ہو یا پھر وہ کافر ہو اور نوحہ یعنی بلند آواز سے رونا، بین کرنا حدیث میں ہے نوحہ کرنے والی اگر توبہ نہ کرے تو قیامت کے دن اس پر تارکول کی قمیض اور خارش زدہ زرہ ہوگی'' نیز حدیث ہے اللہ تعالیٰ نوحہ کرنے والی اور سننے والی پر لعنت فرماتے ہیں: جزع سینہ کوبی اور گریبان چاک کرنے کو کہتے ہیں شعر پڑھنا چہرہ سیاہ کرنا، سر پر راکھ ڈالنا اور رونے میں بہت بلند آواز سے رونا وغیرہ بھی اس میں داخل ہیں اور جزع حرام ہے شیخین کی روایت ہے: جو رخساروں پر مارے گریبان چاک کرے اور جاہلیت کی پکار پکارے وہ ہم میں سے نہیں۔

صحیحین میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مصیبت میں بلند آواز سے رونے والی بال نوچنے والی اور کپڑے پھاڑنے والی عورتوں سے بری ہیں۔

تیسری چیز: مصیبت زدہ کے مناسب کام اور مصیبت کا ثواب...... مصیبت زدہ کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگے اور اسی سے فریاد کرے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کو بجالائے صبر اور نماز کے ذریعے مدد مانگ کر اور اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والوں کے لیے جو وعدہ کیا ہے اس

❶ ......الترمذی۔

کو چاہیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ﴿١٥٥﴾ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿١٥٦﴾ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رَحْمَةٌ ۫ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴿١٥٧﴾ البقرۃ:۲/۱۵۵-۱۵۷

اور صبر کرنے والوں کو (اللہ کی خوشنودی کی) بشارت سنا دو ان لوگوں پر جب کوئی مصیبت واقع ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کا مال ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں، یہی لوگ ہیں جن پر ان کے پروردگار کی مہربانی اور رحمت ہے اور یہی سیدھے رستے پر ہیں۔

اور مصیبت زدہ کے لئے مسنون ہے کہ وہ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھے (یعنی ہم اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں، وہ ہمارے ساتھ جو چاہے کرے اور ہم بعثت بعد الموت کا اقرار کرنے والے ہیں) نیز اللھم اجرنی فی مصیبتی واخلف لی خیراً منھا پڑھے اور دو رکعتیں پڑھے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کیا اور آپ نے آیت پڑھی:

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ ......البقرۃ ۲/۴۵

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جب کبھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی مصیبت آتی صبر کرتے، مسلم شریف میں ام سلمۃ رضی اللہ عنہا سے مرفوع روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب تم کسی مریض کی عیادت کرو یا کسی جنازے میں شریک ہو تو اچھی بات کہو کیونکہ جو کچھ تم کہتے ہو اس پر فرشتے آمین کہتے ہیں جب ابوسلمہ کا انتقال ہوا تو فرمایا کہو اے اللہ! میری بھی مغفرت فرما اور اس کی بھی اور اس کا عمدہ بدل عطا فرمایا'' مصیبت زدہ کے لیے مسنون ہے کہ وہ صبر کرے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاصْبِرُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿٤٦﴾ الانفال ۸/۴۶

صبر کرو اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں اور آپ علیہ السلام کا ارشاد ہے صبر روشنی ہے نیز اولاد کی موت پر صبر کرنے میں بڑا اجر ہے احادیث میں ہے صحیحین کی روایت ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی مسلمان کے تین بچے فوت ہوں تو اس کو آگ نہیں چھوئے گی اور آپ نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی طرف اشارہ فرمایا: وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا (مریم:۱۹/۷۱) اور صحیح یہ ہے کہ اس آیت سے مراد پل صراط سے گزرنا ہے بخاری شریف میں روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرے مومن بندے کی جزا کہ جب میں اس کے پیارے بچے کو دنیا میں موت دیتا ہوں اور وہ اس پر ثواب کی نیت سے صبر کرتا ہے سوائے جنت کے کچھ نہیں۔

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے صحیحین میں روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنی ایک لڑکی بھیجی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دے کہ میرا ایک بیٹا یا بیٹی سکرات کی حالت میں ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ اس کے پاس واپس جاؤ اور اسے خبر کر دو کہ اللہ ہی کا تھا جو اس نے لے لیا اور اس کا ہے جو اس نے عطا کیا اور ہر چیز اللہ کے پاس مدت مقرر کے لیے ہے اور ان کو بتاؤ کہ صبر کرو اور ثواب کی امید رکھو۔

مصیبت پر ثواب...... مصیبت پر صبر کی وجہ سے ثواب ملتا ہے نہ کہ صرف مصیبت کی وجہ سے کیونکہ محض مصائب پر ثواب نہیں اس لیے کہ یہ بندے کے ارادہ اور عمل سے پیدا ہوتے بلکہ ثواب تو عمل کی وجہ سے ہوتا ہے پس صبر انسان کے عمل وکسب میں سے ہے۔ یہ حنابلہ اور عزبن عبدالسلام کا قول ہے۔ اللہ کے فیصلے پر راضی رہنا صبر سے اوپر ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا موجب ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح فرمائی ہے کہ مجنون اور مغلوب العقل مریض وغیرہ کو ثواب ملتا ہے اور مرض اس کا کفارہ ہے پس امام شافعی نے عمل نہ ہونے کے باوجود جس کی وجہ سے صبر نہیں ہو سکتا اجر وثواب کا حکم لگایا ہے اور ان کی تائید صحیحین کی روایت سے ہوتی ہے کہ مسلمان کو جو بھی تکلیف بیماری غم وحزن ایذا حتیٰ کہ کانٹا بھی چبھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے گناہ ختم کرتے ہیں نیز صحیح حدیث میں ہے کہ جب کوئی بندہ بیمار ہوتا ہے یا سفر کرتا ہے تو اس کو اسی طرح ثواب ملتا ہے جس طرح وہ صحیح اور مقیم ہونے کی حالت میں عمل کرتا تھا پس جس کو مصیبت پہنچی اور اس پر صبر بھی کیا تو

اس کو دو ثواب ملیں گے ایک مصیبت کا دوسرا صبر کا اور جس سے صبر منتفی ہو جیسے مجنون وغیرہ تو اس کو بھی دہرا اجر ہے اور جس نے جزع فزع کیا تو اس کو کسی قسم کا ثواب نہیں ملے گا۔

چوتھی چیز: اہل میت کی ضیافت اور ان کے لیے کھانا تیار کرنا...... اہل میت کے رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے لیے مستحب ہے کہ ان کے لیے کھانا تیار کریں۔ حدیث میں ہے جب جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آل جعفر کے لیے کھانا تیار کرو کہ ان پر ایک مصیبت آئی ہے جس نے انہیں کھانے تیار کرنے سے مشغول کر دیا ہے اور کھانا ان کی طرف بھیجیں ان کی مدد کے طور پر اور تالیف قلب کے لیے کیونکہ ان کا اپنے لیے کھانا تیار کرنا گراں ہوتا ہے مصیبت کی وجہ سے اور ان لوگوں کے لیے جو کھانا تیار کرتے ہیں اور کھانا دو وقت کے لیے ہو۔

اہل میت کا لوگوں کے لیے کھانا تیار کرنا مکروہ اور بدعت ہے اس کی کوئی اصل نہیں کیونکہ اس طرح تو یہ ان کی مصیبت میں اضافہ اور ایک نئی مصیبت میں مشغول کرنا ہے نیز اس میں زمانہ جاہلیت کے رواج سے مشابہت ہے، اور اگر ورثاء میں کوئی نابالغ بھی ہو تو پھر کھانا تیار کرنا اور پیش کرنا حرام ہے حضرت جریر بن عبداللہ فرماتے ہیں، ہم اہل میت کے پاس جمع ہونے اور اہل میت کے کھانا تیار کرنے کو نوحہ شمار کرتے ہیں۔

ہاں اگر ضرورت و حاجت ہو تو گنجائش ہے کیونکہ بسا اوقات دوسری بستیوں اور دور دراز سے لوگ آئے ہوتے ہیں اور وہاں رات گذارتے ہیں تو پھر ضیافت کرنے کی گنجائش ہے۔

پانچویں چیز: میت کے لیے تلاوت کرنا اور ایصال ثواب کرنا...... یہاں فقہاء کے ہاں کئی مسائل ہیں:

(الف) علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ میت کو استغفار مثلاً اللهم اغفر له اللهم ارحمه، صدقہ، بدنی عبادت اور مالی عبادت مثلاً حج وغیرہ سے فائدہ ہوتا ہے دلیل اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ الَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ ...... الحشر: ۵۹/ ۱۰

اور ان لوگوں کا جو ان کے بعد آئے جو ان مذکورین کے حق میں دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ...... محمد: ۴۷/ ۱۹

اور آپ اپنی خطا کی معافی مانگتے رہے اور سب مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے لیے بھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسلمہ کا جب انتقال ہوا تو ان کے لیے کی اور جس میت کی آپ نے نماز جنازہ پڑھائی عوف بن مالک رضی اللہ عنہ والی حدیث میں ہے اس کے لیے بھی اور جس جس میت کی نماز جنازہ پڑھائی ان سب کے لیے نیز ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اے اللہ کے رسول! میری والدہ فوت ہوگئی ہیں اگر میں ان کی جانب سے صدقہ کروں تو کیا ان کو نفع ہوتا ہے تو آپ نے فرمایا ہاں! اور ایک عورت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہا: اے اللہ کے رسول میرے والد بوڑھے ہیں سواری پر نہیں بیٹھ سکتے ان پر حج فرض ہے کیا میں ان کی طرف سے حج کر لوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تمہارے والد پر قرض ہوتا تو تم وہ ادا کرتی اس نے عرض کیا: جی ہاں! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس اللہ تعالیٰ کا قرض زیادہ اس بات کا مستحق ہے کہ اس کو ادا کیا جائے۔ نیز ایک صحابی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا کہ میری والدہ فوت ہوگئی ہیں اور ان کے ذمہ ایک ماہ کے روزے ہیں کیا میں ان کی طرف سے رکھ لوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رکھ لو۔

ابن قدامہ نے فرمایا کہ یہ صحیح احادیث ہیں اور یہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ میت کو تمام نیک کاموں کا ثواب ملتا ہے کیونکہ روزہ، دعا، استغفار، بدنی عبادتیں ہیں، اور اللہ تعالیٰ ان کا ثواب میت کو پہنچاتے ہیں ان کے علاوہ کا بھی اسی طرح ثواب پہنچے گا۔

(ب)......اس بات میں علماء کا اختلاف ہے کہ آیا عبادات بدنیہ محضہ جیسے نماز، تلاوت قرآن وغیرہ کا ثواب بھی میت کو پہنچتا ہے یا نہیں اس میں دو مذہب ہیں۔ ❶ حنفیہ، حنابلہ متاخرین شوافع اور مالکیہ کے ہاں اگر میت کے پاس تلاوت کی جائے یا اس کے پیچھے کی جائے تو اس کو ثواب پہنچتا ہے کیونکہ جہاں تلاوت ہوتی ہے وہاں رحمت و برکت کا نزول ہوتا ہے اور پیٹھ پیچھے دعا قبولیت کے قریب ہے۔

حنفیہ کے ہاں......قبر کے پاس بیٹھ کر تلاوت کرنا مکروہ نہیں اور حنفیہ نے باب الحج عن الغیر میں ذکر کیا ہے کہ انسان اپنے عمل کا ثواب دوسرے کو پہنچا سکتا ہے چاہے نماز ہو روزہ ہو صدقہ وغیرہ ہو، اور اس کے ثواب سے کچھ کم نہیں ہوتا، اور حنابلہ کے ہاں: قبر کے پاس تلاوت میں کوئی حرج نہیں گذشتہ حدیث کی وجہ سے کہ جو قبرستان میں داخل ہو کر سورۃ یٰس پڑھے تو اس دن ان کے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے اور جتنی قبریں ہوں اتنا اس کو ثواب ملتا ہے نیز حدیث میں ہے کہ جو اپنے والدین کی قبروں کی زیارت کرے اور پھر سورہ یٰس پڑھے تو ان کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ ❷

مالکیہ کے ہاں......مرنے کے بعد مردے کے لیے تلاوت کرنا اور قبر پر تلاوت کرنا مکروہ ہے کیونکہ سلف صالحین کا اس پر عمل نہیں تھا لیکن متاخرین مالکیہ کے ہاں تلاوت، ذکر وغیرہ کرنا اور ان کا ثواب میت کو پہنچانے میں کوئی حرج نہیں اور انشاء اللہ اس کو ثواب ملے گا۔

متقدمین شوافع کے ہاں......میت کو دوسرے کے عمل کا ثواب نہیں پہنچتا چاہے نماز ہو یا تلاوت وغیرہ جب کہ متاخرین شوافع کے تحقیق یہ ہے کہ تلاوت کا ثواب اسی کو پہنچتا ہے اور اس پر لوگوں کا عمل ہے اور جس چیز کو مسلمان (علماء) اچھا سمجھیں وہ اللہ کے ہاں بھی اچھی ہی ہے۔ چنانچہ بات ثابت ہے کہ سورہ فاتحہ سانپ کے ڈسے ہوئے کو فائدہ دیتی ہے (اور آپ علیہ السلام) نے اس کی تاکید کی کہ تمہیں کیا معلوم یہ جھاڑ پھونک ہے تو میت کو بدرجہ اولیٰ نفع دے گی۔ پس اس طرح متاخرین شافعیہ کا مذہب بھی ائمہ ثلاثہ کے مذہب کے موافق ہے کہ قرأت وتلاوت کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔ سبکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: احادیث جس بات پر دلالت کرتی ہیں وہ یہ کے بعض قرآن کریم سے جب میت کو نفع کا ارادہ کیا جائے اور عذاب کی تخفیف کا تو اس کو نفع ہوتا ہے اور یہ بات ثابت ہے کہ سورہ فاتحہ جب اس کو پڑھنے والا ڈسے ہوئے کو نفع کا ارادہ کرے تو نفع پہنچاتی ہے اور اس کی تائید آپ علیہ السلام نے بھی کی ہے جب زندہ شخص کو ارادہ سے نفع ہوتا ہے تو مردہ کو بدرجہ اولیٰ نفع ہوگا جب کہ قاضی حسین نے میت کے لیے اجرت پر قرآن پڑھنے کو جائز قرار دیا ہے۔ ابن صلاح فرماتے ہیں: مناسب ہے کہ اس طرح کہے: اے اللہ جو میں نے تلاوت کی ہے اس کا ثواب فلاں کو پہنچا دے۔ پس اسے دعا بنا دے اور اس میں قریب اور دور سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ نیز اس سے نفع کا یقین ہونا چاہیے کیونکہ جب دعا نفع دہی ہے اور دعا کرنے والے کے لیے جو نہیں وہ جائز ہے تو جو اس کے لیے ہے وہ بدرجہ اولیٰ جائز ہے نیز یہ صرف قرأت وتلاوت کے ساتھ خاص نہیں بلکہ تمام اعمال اسی طرح ہیں۔

چوتھا مقصد: اللہ کے راستے میں شہید ہونا......شہادت کی فضیلت شہید کی تعریف، شہید کے احکام اور جہاد کے علاوہ شہدا۔

شہادت کی فضیلت......جان کی قربانی دینا اخلاص کے درجات کی بلندی اور عقیدہ کے راستے میں فنا ہونا یہ ایمان کے صحیح ہونے پر سب سے سچی دلیل ہے اور اللہ تعالیٰ کی جنت میں داخلہ کا راستہ اور اللہ کی رضا کے ساتھ کامیابی ہے۔ پوری امت ہر زمانے میں دفاع نفس اور مملکت کے لیے اس طرح کی کئی قربانیاں دے چکی ہیں۔ نیز مقامات مقدسہ محرمہ کی حفاظت کی خاطر اپنی قربانیوں کی وجہ سے عزت، بزرگی اور ہیبت ان کے لیے لکھ دی جاتی ہے۔ اور خون اس کی کرامت کی وجہ سے جاری رہتا ہے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے شہدا کے لیے زندگی اور ہمیشگی لکھ دی ہے اور قرض کے علاوہ شہید کے تمام گناہ معاف کر دیتا ہے کیونکہ قرض لوگوں کے حقوق میں سے ہے نیز شہید کو اللہ تعالیٰ نے انبیاء

---

❶......متقدمین مالکیہ اور شوافع کے ہاں عبادات محضہ کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا۔ ❷ کلا هما ضعيف كما اشارا لسيو طی فی جا معه.

ومرسلین علیہم السلام کے ساتھ بلند مقام جنت میں عطا فرمایا ہے جیسا کہ نصوص شرعیہ اس پر دلالت کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىھُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ آل عمران: ۳/ ۱۶۹ تا ۱۷۱

(اور اے مخاطب) جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے ان کو مردہ مت خیال کرو بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں اپنے پروردگار کے مقرب ہیں ان کو رزق بھی ملتا ہے وہ خوش ہیں اس چیز سے جو ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عطا فرمائی اور جو لوگ ان کے پاس نہیں پہنچے، ان سے پیچھے رہ گئے ہیں ان کی بھی حالت پر وہ خوش ہوتے ہیں کہ ان پر بھی کسی طرح کا خوف واقع ہونے والا نہیں اور نہ وہ مغموم ہوں وہ خوش ہوتے ہیں بوجہ نعمت وفضل خداوندی کے اور بوجہ اس کے کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا اجر ضائع نہیں فرماتے۔

حضرت مسروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس آیت وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ؟ کے بارے میں پوچھا؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے بھی رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں پوچھا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شہدا کی روحیں سبز پرندوں کے پیٹ میں ہیں اور وہ عرش کے ساتھ معلق ہیں اور جنت میں جہاں چاہیں جاتی ہیں پھر ان قندیلوں کی طرف آجاتی ہیں۔ معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کیا ہے اور جنت کے پھلوں کھانے سے لطف اندوز ہونے وغیرہ کی قدرت عطاء کی ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ البقرۃ ۲/ ۱۵۴

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے جاتے ہیں ان کی نسبت یوں بھی مت کہو کہ وہ (معمولی مردوں کی طرح) مردے ہیں بلکہ وہ تو (ایک ممتاز حیات کے ساتھ) زندہ ہیں لیکن تم (ان) حواس سے (اس حیات کا) ادراک نہیں کر سکتے۔ ان کی زندگی جسمانی نہیں بلکہ وہ ایک خاص قسم کی زندگی ہے جس کا ادراک وحی کے ذریعہ ہوا اپنے عقل سے نہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ شہید کے علاوہ کوئی بھی جنت میں داخل ہونے کے بعد واپس دنیا میں آنا پسند نہیں کرے گا شہید تمنا کرے گا کہ اسے دنیا کی طرف لوٹا دیا جائے اور وہ دس مرتبہ شہید کیا جائے آپ علیہ السلام کا ارشاد ہے: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ اللہ کے راستہ میں لڑتا ہوا مارا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید کیا جاؤں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شہید کے قرض کے علاوہ تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

شہید کی تعریف..... شہید کو شہید اس لیے کہتے ہیں کہ جنت اس کے لیے حاضر ہے یا اس لیے کہ وہ اپنے رب کے حضور حاضر ہے اور زندہ ہے یا اس لیے کہ اس کی موت کے وقت فرشتے حاضر ہوتے ہیں، جو شہید فضائل کا مستحق ہے وہ دوران جنگ دشمنوں سے لڑتا ہوا مارا جائے وہ ہے۔ اس شہید کے متعلق فقہاء نے اپنے اپنے مذاہب کے موافق تعریفیں کی ہیں حنفیہ کے ہاں: شہید وہ ہے جس کو دوران جنگ دشمنوں نے قتل کیا ہو یا باغیوں نے قتل کیا ہو یا ڈاکوں نے قتل کیا ہو یا چوروں نے اس کے گھر پہ اسے دن یا رات کے وقت کسی آلہ قتل سے یا کسی بھاری چیز یا تیز دھاری والی چیز سے قتل کیا ہو یا وہ مقتول میدان کارزار میں اس حالت میں پایا گیا کہ اس پر زخم کا نشان ہو یا کوئی ہڈی ٹوٹی ہوئی ہو یا جلا ہوا ہو یا اس کے کانوں اور آنکھوں سے خون بہہ رہا ہو یا کسی مسلمان نے اسے ظلماً تیز دھار والی چیز سے قتل کیا ہو اور قتل کرنے والا مسلمان مکلّف عاقل بالغ ہو اور حیض نفاس اور جنابت سے پاک ہو اور وہ لڑائی ختم ہونے کے بعد نہ مرا ہو، ارتثات کا مطلب یہ ہے کہ وہ زخمی تھا اس نے کچھ کھایا پیا یا اس کو دوا وغیرہ دی گئی یا با ہوش وحواس وہ اتنی دیر زندہ رہا کہ ایک نماز کا وقت گذر گیا یا اس کو با ہوش وحواس میدان جنگ سے دوسری

جگہ منتقل کیا گیا ہو۔

اور وہ شخص جس کو بطور حد یا قصاص قتل کیا گیا ہو (وہ شہید کے حکم میں نہیں بلکہ) اس کو غسل دیا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی کیونکہ یہ ظلماً قتل نہیں کیا گیا بلکہ حق کے ساتھ قتل کیا گیا ہے۔ اسی طرح جو باغی یا ڈاکو قتل ہوا اس کو غسل بھی نہیں دیا جائے گا اور نہ ہی اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اس تمام بحث سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ حنفیہ کے ہاں شہادت کے پائے جانے کی شرائط یہ ہیں: اسلام (یعنی مسلمان ہونا) عاقل ہونا، بالغ ہونا، اسی طرح حدث اکبر سے پاک ہونا اور دوران جنگ ہی مرجانا پس دشمن کے ساتھ لڑتے ہوئے مرنے والا یا ظلماً قتل ہونے والا یا اپنے نفس اور مال کا دفاع کرتے ہوئے مرنے والا شہید ہے اور جو میدان جنگ سے زندہ لایا گیا، یا جنبی تھا تو اس پر شہید کے احکام جاری نہیں ہوں گے۔

فائدہ...... یہ مذہب اور حنابلہ کا مذہب مقصود کے حاصل کرنے میں وسعت پر مبنی ہیں سوائے حدث اکبر سے پاک ہونے کی شرط کے۔

مالکیہ کے ہاں...... شہید وہ ہے جو مشرکین کے ساتھ قتال کرتے ہوئے مرجائے یا جسے میدان جنگ سے اس حال میں نکالا جائے کہ وہ مر رہا ہو یا اس پر سکرات کی شدت ہو اور وہ نہ کچھ کھائے نہ پیے اور نہ بات کرے یہاں تک کہ مرجائے لیکن اگر کوئی ظلماً مارا گیا یا کسی کو میدان جنگ سے زندہ نکالا گیا پھر وہ مر گیا (تو یہ شہید نہیں) ان کو غسل بھی دیا جائے گا اور ان کی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی، مشہور قول کے مطابق۔ جیسا کہ کوئی مسلمانوں کے ساتھ جنگ میں مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا (وہ بھی شہید نہیں) اس کو غسل دیا جائے گا اور نماز بھی پڑھی جائے گی اور جنبی کو غسل دیا جائے گا۔

شوافع کے ہاں...... شہید وہ ہے جو کفار کے ساتھ جہاد میں اسباب قتال میں سے کسی سبب سے جنگ ختم ہونے سے پہلے مرجائے مثلاً کسی کافر نے اسے قتل کر دیا یا غلطی سے کسی مسلمان کے ہاتھوں مارا گیا اپنے ہی اسلحہ سے مارا گیا، یا کسی کنویں وغیرہ میں گر گیا یا اپنی سواری سے گر کر مر گیا یا کسی باغی مسلمان نے جو کفار کا حلیف ہو اس نے اسے قتل کر دیا اور اگر کوئی اسباب قتال میں سے کسی سبب نہیں مرا یا جنگ کے بعد مرا یا باغیوں سے لڑتے ہوئے مارا گیا تو وہ شہید نہیں۔ مالکیہ اور شوافع کے ہاں حدث اکبر سے پاکی شرط نہیں۔ پس جو جنابت کی حالت میں مر گیا اسے غسل دیا جائے گا۔

پس مالکیہ اور شوافع کے ہاں شہید وہ ہے جو اعلاءِ کلمۃ اللہ کے لیے لڑتے ہوئے مارا جائے او اپنے ہاتھوں مرنے والا خود کشی کرنے والا عام مردوں کی طرح ہے غسل اور نماز جنازہ کے حکم میں۔ حدیث میں ہے کہ ہر مسلمان چاہے نیک ہو یا فاجر و فاسق اور اگر چہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو اس کی نماز جنازہ واجب ہے۔ یہ جمہور علماء کی رائے ہے جب کہ عمر بن عبدالعزیز اور اوزاعی رحمۃ اللہ علیہا کا مذہب یہ ہے کہ خود کشی کرنے والے کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی اس کی نافرمانی کی وجہ سے ان کی دلیل مسلم شریف میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کہ ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک خود کشی کرنے والے یعنی اپنے تیر سے مرنے والے کا جنازہ لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی۔

حنابلہ کے ہاں...... شہید وہ ہے جو کفار کے ساتھ اسباب قتال میں سے کسی سبب سے دوران جنگ لڑتا ہوا مارا جائے یا وہ کفار کے ہاتھوں شہید ہوا ہو یا باغیوں نے اسے مارا ہو یا ظلماً مارا گیا ہوا اگر چہ مکلّف نہ ہو یا چاہے مرد ہو یا عورت یا وہ خیانت کرنے والا ہو مال غنیمت سے نیز جو اپنے اسلحہ سے مارا گیا وہ بھی ایسا ہی ہے جیسے کفار نے قتل کیا ہو۔ نیز حنفیہ کی طرح حدث اکبر سے پاکی شرط ہے پس جو جنابت کی حالت میں مارا گیا اس کو غسل دیا جائے گا اسی طرح جو میدان کارزار سے اس حالت میں لایا گیا کہ اس میں زندگی کی رمق باقی ہو تو اس کو بھی غسل دیا جائے گا اور اس کی بھی نماز جنازہ جائے گی اگر چہ ہے یہ بھی شہید نے مکلّف نہ ہونے پر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے عموم

سے استدلال کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے مقتولین کو خون میں لت پت دفن کرنے کا حکم فرمایا ان کو غسل بھی نہیں دیا اور ان کی نماز جنازہ بھی نہیں پڑھائی'' اور شہداء احد میں حارثہ بن نعمان جو کہ بچے تھے وہ بھی تھے اور یہ ان کے ساتھ کو خاص نہیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں ایک علت بیان فرمائی جو سب شہداء میں پائی جاتی ہے آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ کوئی بھی شخص اللہ کے راستے میں زخمی نہیں ہوتا (اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں جو اس کے راستے میں زخمی ہوں) یہ کہ وہ قیامت کے دن آئے گا کہ اس کا رنگ خون کا سا ہوگا اور اس سے خوشبو مشک کی سی آئے گی۔

جو شخص ظلماً مارا جائے وہ بھی جہاد میں شہید ہونے والے کی طرح ہے دلیل حدیث ہے کہ جو شخص اپنے خون کے بدلہ مارا گیا وہ شہید ہے، جو شخص اپنے مال کا دفاع کرتے ہوئے مارا گیا وہ بھی شہید ہے جو شخص اپنے اہل وعیال کا دفاع کرتے ہوئے مارا گیا وہ بھی شہید ہے کیونکہ یہ سارے حضرات بغیر حق کے مارے گئے ہیں اس لیے یہ کفار سے قتل ہونے والوں کے مشابہ ہیں پس انہیں غسل نہیں دیا جائے گا۔ اور جو شخص باغیوں کی سرکوبی کے دوران باغیوں کے ہاتھوں مارا گیا وہ بھی دوران جنگ کفار کے ہاتھوں مارے جانے والے شخص کی طرح ہے نماز اور غسل کے حکم میں (یعنی شہید ہے) کیونکہ علی رضی اللہ عنہ نے ان کو غسل نہیں دیا جو ان کے ساتھ مارے گئے تھے، اور عمار رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی کہ مجھے غسل نہ دیا جائے آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے انہی کپڑوں میں دفن کرنا میں مخاصمہ کروں گا۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جنگ جمل والوں نے وصیت کی تھی کہ ہم کل شہید ہو جائیں گے ہمارے کپڑے نہ اتارنا، اور ہم سے خون نہ دھونا، نیز کیونکہ یہ جہاد میں شہید ہونے والوں کی طرح ہیں پس کفار کے ہاتھوں مارے جانے والوں کی طرح ہوگے۔

رہ گئے باغی تو خرقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ باغیوں میں سے بھی جو قتل ہو جائے تو انہیں غسل بھی دیا جائے کفن بھی پہنایا جائے اور ان کی نماز جنازہ بھی پڑھائی جائے جب کہ ان کو اہل عدل کے ساتھ ملحق کرنے کا ابھی احتمال ہے کیونکہ جنگ جمل اور صفین میں دونوں جانب کے مقتولین کو غسل دینا منقول نہیں (پس باغی بھی شہید کے حکم میں ہے) نیز لڑائی میں یہ زیادہ بھی ہوں گے ان کو غسل دینا مشکل ہے۔ یہ اہل عدل کے مشابہ ہوں گے۔

شہید کے احکام۔۔۔۔۔شہدا کے لئے دفن، غسل، کفن اور نماز جنازہ کے متعلق استثنائی احکام ہیں جو فقہاء کی درج ذیل آراء سے ظاہر ہیں اور یہ بات یاد رہے کہ حنفیہ کی رائے اور ہے اور جمہور کی اور۔

حنفیہ کے ہاں۔۔۔۔۔شہید کو انہی کپڑوں میں کفن دیا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور اگر پاک مکلّف (عاقل بالغ) ہے تو غسل نہیں دیا جائے گا لیکن اگر کوئی جنبی یا حیض اور نفاس والی عورت شہید ہوگئی تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں جس طرح بچے اور مجنون کو شہید ہونے کے باوجود غسل دیا جاتا ہے انہیں بھی غسل دیا جائے گا جب کہ صاحبین کے ہاں ان کو غسل نہیں دیا جائے گا۔، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جنبی وغیرہ کے غسل دینے پر آپ علیہ السلام کی صحیح حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ جب حنظلہ بن ابی عامر الثقفی شہید ہوئے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا آپ کے ساتھی حنظلہ کو فرشتے غسل دیتے ہیں ان کی حرم محترمہ سے پوچھا گیا تو انھوں نے کہا جب جہاد کے لیے گئے تھے تو حالت جنابت میں تھے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا اسی وجہ سے فرشتوں نے انہیں غسل دیا ہے۔ ❶

صاحبین نے اس پر یہ اشکال کیا ہے کہ اگر غسل دینا واجب ہوتا تو پھر کوئی انسان دیتا فرشتوں کا غسل کافی نہ ہوتا ان کو جواب دیا گیا ہے کہ غسل واجب تھا جو فرشتوں کے غسل دینے سے حاصل ہوگیا کیونکہ واجب صرف غسل تھا باقی غسل دینے والا کوئی بھی ہوسکتا ہے۔ شہید سے اس کا خون نہ دھویا جائے گا اور اس کے کپڑے نہ اتار جائیں گے بلکہ اس کو اپنے خون اور زائد کپڑے کوٹ واسکٹ موزے اور زائد اسلحہ جو کفن کی صلاحیت نہیں رکھتا اتار کر انہی کپڑوں میں دفن کیا جائے، دلیل آپ علیہ السلام کا ارشاد ہے انہیں اپنے خونوں ہی سے ڈھانپو۔

---

❶۔۔۔۔نیل الاوطار: ۴/ ۲۹

جمہور کے ہاں...... شہید کو غسل بھی نہ دیا جائے نہ کفن اور نہ ہی اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے، شہادت کے اثر کو باقی رکھتے ہوئے اور ان کی عظمت کی وجہ سے نیز وہ لوگوں کی دعا سے مستغنی ہیں۔ البتہ خون کے علاوہ اگر کوئی نجاست لگی ہوئی ہو تو اسے ہٹایا جائے گا کیونکہ یہ شہادت کے اثر میں سے نہیں دلیل حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء احد کو اپنے خون میں دفن کرنے کا حکم دیا اور انہیں غسل بھی نہیں دیا اور نہ ہی ان پر نماز جنازہ پڑھی ❶ نیز بخاری اور مسلم میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے کوئی بھی ایسا زخمی نہیں جو اللہ کے راستہ میں زخمی ہوا ہو مگر یہ کہ وہ آئے گا اس حالت میں جس میں زخمی ہوا تھا اس کا رنگ خون کا رنگ ہوگا اور اس کی خوشبو مشک کی ہی ہوگی۔ اسلحہ اور کھال وغیرہ اتار کر انہی کپڑوں میں شہید کو دفن کیا جائے آپ علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ انہیں اپنے کپڑوں ہی میں دفن کرو۔ البتہ حنابلہ کے ہاں ضروری نہیں البتہ اولیٰ ہے۔ نیز شہید کو میدان جنگ ہی میں دفن کرنا مستحب ہے دلیل گذشتہ حدیث ہے۔ جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء احد کو میدان جنگ میں دفن کرنے کا حکم دیا تھا اور بالغ اور نابالغ برابر ہیں کیونکہ یہ مسلمان ہیں اور مشرکین سے لڑتے ہوئے قتل ہوئے ہیں۔ پس نابالغ بالغ کے مشابہ ہوئے عدل وانصاف بھی اسی کا تقاضا کرتا ہے اور سنت بھی اسی کی تائید کرتی ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدا احد سے کیا جب کہ ان میں بچہ بھی تھا یعنی حارثہ بن نعمان البتہ مالکیہ اور شوافع کے ہاں جنابت والے وغیرہ کو غسل نہیں دیا جائے گا کیونکہ حنظلہ بن راہب احد کے دن قتل ہوئے جب کہ وہ جنابت کی حالت میں تھے ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل نہیں دلوایا اور فرمایا کہ فرشتے انہیں غسل دے رہے ہیں یہی حق ہے اس لیے کہ اگر غسل واجب ہوتا تو اس پر ساقط نہ ہوتا سوائے ہمارے دینے کے کیونکہ وہ حدث سے پاک تھے پس شہادت کی وجہ سے غسل ساقط ہو گیا جیسے غسل میت۔

جہاد کے علاوہ باقی شہداء...... جس شہید کے بارے میں ہم بات کر رہے ہیں وہ خاص ہے یہ دنیا اور آخرت دونوں اعتبار سے شہید ہے اس کے علاوہ دو قسم کے شہید اور ہیں ایک صرف آخرت کے اعتبار سے شہید اور ایک دنیا کے اعتبار سے شہید تو شہدا کی تین قسمیں ہیں: دنیا اور آخرت دونوں اعتبار سے شہید: وہ شہید ہے جو جہاد میں شہید ہوا ہو پس اس کے بارے میں دنیا کا حکم یہ ہے کہ جمہور کے ہاں نہ اسے غسل دیا جائے گا نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی جیسا کہ میں نے بیان کیا اور آخرت کا حکم یہ ہے کہ اس کے لیے خاص ثواب ہے اور شہید کامل ہے۔

۲۔ صرف دنیا کے اعتبار سے شہید...... شوافع کے ہاں وہ ہے جو کفار کے ساتھ اسباب قتل میں سے کسی سبب سے قتل ہوا اور اس نے مال غنیمت میں خیانت کی یا جہاد سے بھاگتے ہوئے قتل ہوا یا کسی نے دکھلاوے کے لیے جہاد کیا اور قتل ہوا وغیرہ اس کو دنیاوی اعتبار سے غسل بھی نہ دیا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ بھی نہ پڑھی جائے گی لیکن آخرت میں اس کے لیے کوئی ثواب نہیں۔

۳۔ صرف آخرت کے اعتبار سے شہید...... جہاد کے علاوہ ظلماً قتل ہونے والا، پیٹ کی بیماری میں مرنے والا طاعون کی بیماری سے مرنے والا پانی میں غرق ہو کر مرنے والا پردیس میں مرنے والا، طالب علم دوران طالب علمی مرنے والا، حالت عشق میں مرنے والا، دارالحرب میں مرنے والا وغیرہ۔

حنابلہ کے ہاں جہاد کے علاوہ بیس سے زیادہ قسم کے شہید ہیں علامہ سیوطی نے تیس کے قریب شمار کیے ہیں۔ طاعون کی بیماری میں مرنے والا پیٹ کی بیماری میں مرنے والا، پانی میں ڈوب کر مرنے والے۔

آگ میں جل کر مرنے والا، دیوار وغیرہ کے نیچے دب کر مرنے والا، آپ علیہ السلام کا ارشاد ہے، شہید پانچ قسم کے ہیں: طاعون کی بیماری میں مرنے والا پیٹ کی بیماری میں مرنے والے، پانی میں ڈوب کر مرنے والا، دیوار وغیرہ کے نیچے دب کر مرنے والا، اور اللہ تعالیٰ کے راستے

---

❶ ...... متفق علیہ

میں مرنے والا‘‘۔

ذات الجنب کی بیماری میں مرنے والا، سِل کی بیماری میں مرنے والا، چہرے کی بیماری میں مرنے والا، طاعون کی بیماری میں صبر کرنے والا پہاڑ کی چوٹی سے گر کر مرنے والے اللہ تعالیٰ کے راستے مثلاً حج یا طالب علمی کے دوران مرنے والا سچے دل سے شہادت کی موت طلب کرنے والا، سرحدوں پر پہرہ دیتے ہوئے مرنے والا اور زمین میں اللہ تعالیٰ کے امین یعنی علماء، مجنون، حالت نفاس میں مرنے والی، دھنسے سے مرنے والا، اپنے قرض، خون، مال، اہل وعیال کے دفاع میں مرنے والا، یا ان کے ظلم سے، درندے کے حملہ سے مرنے والا سواری سے گر کر مرنے والا پردیس میں مرنے والا عاشق جب کے پاک دامن ہو اور اپنے عشق کو چھپانے والا ہو، جمعہ کی رات کو مرنے والا مرتث یعنی جو میدان جہاد سے زندہ لایا گیا اس نے کچھ کھایا پیا یا سویا یا اس کا علاج معالجہ کیا گیا اور وہ نماز کا وقت گذرنے کی مقدار زندہ رہا پھر مر گیا خلاصہ یہ کہ ہر وہ شخص جو کسی بیماری حادثہ یا نفس کا دفاع کرتے ہوئے یا میدان کارزار سے زندہ منتقل ہونے کے بعد یا پردیس میں یا طالب علمی کے دوران یا جمعہ کی رات کو مر گیا تو وہ آخرت کے اعتبار سے شہید ہے۔

ان شہداء کا دنیاوی حکم...... یہ ہے کہ ان کو غسل بھی دیا جائے گا کفن پہنچایا جائے گا ان کی نماز جنازہ پڑھائی جائے گی بالاتفاق جیسے عام مردوں کے ساتھ ہوتا ہے لیکن آخرت کے اعتبار سے ان کو قیامت کے دن ثواب ملے گا شہدا کا۔

گناہ اور شہادت...... گناہ کی وجہ سے شہادت میں فرق نہیں پڑتا پس میت شہید گناہ گار ہوگا کیونکہ نیکی اور اطاعت گناہ کو ختم نہیں کرتی سوا، صغیرہ گناہ ئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ (ھود: ۱۱/ ۱۱۴) نیکیاں گناہوں کو ختم کر دیتی ہیں یعنی احکام کو بجالانا خصوصاً عبادات جن میں نماز سب سے اہم ہے گناہوں کو ختم کر دیتی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے گناہ کے بعد نیکی کرو وہ اس کو مٹا دے گی بعض فقہاء فرماتے ہیں جو شخص ڈاکہ ڈالتے ہوئے غرق ہو گیا وہ شہید ہے اور اس پر گناہ ہوگا اور ہر وہ جو کسی گناہ کے سبب مارا جائے وہ شہید نہیں لیکن اگر دوران گناہ ہی شہادت کے سبب مر گیا اسے شہادت کا ثواب ملے گا اور نافرمانی کا گناہ ہوگا اگر کسی نے غصب شدہ گھوڑے پر سوار ہو کر جہاد کیا یا کچھ لوگ کسی گناہ میں مبتلا تھے ان پر گھر گر گیا تو ان کو شہادت کا ثواب ملے گا اور ان پر اس نافرمانی کا گناہ ہوگا اور یہ اس وقت ہے جب وہ حالات شہادت میں سے کسی حالت میں دوران نافرمانی مر جائے تو یہ گناہگار شہید ہوگا اور گر یہ کسی نافرمانی کے سبب مرا تو شہید نہیں، اور وہ عورت جو زنا کی وجہ سے دوران ولادت مر جائے تو ظاہر یہی ہے کہ وہ بھی شہید ہے لیکن اگر کوئی عورت حمل گرانے کی حالت میں مر گئی تو وہ شہید نہیں اگر کوئی سمندر میں کسی گناہ کے لیے سفر کر رہا ہو یا بھاگ کر سفر کر رہا ہے یا نافرمان عورت ہے اور اس حالت میں یہ مر گئے تو شہید نہیں۔ ❶

الحمدللہ آج ۸ شوال المکرّم ۱۴۳۰ھ مطابق ۲۸ ستمبر ۲۰۰۹ء بروز پیر بعد از نماز عشاء الفقہ الاسلامی وادلتہ کی جلد نمبر ۲ کا اردو ترجمہ مکمل ہوا اللہ تعالیٰ اسے درجہ قبولیت عطا فرمائے اور مترجمین کے لئے آخرت میں ذریعہ نجات بنائے

وماتوفیقی الا باللہ

فقط: محمد یوسف تنولی

❶ ...... ردالمحتار لابن عابدین: ۱/ ۸۵۴